سلسلے وار مقبول ترین کہانی
دیوتا

انسان

انسان اپنی زندگی میں کتنی ہی بار مرتا ہے کتنی ہی بار جیتا ہے۔ میں بھی اس دنیا میں رہ کر وقتی طور پر دنیا والوں کے لئے مر چکا تھا۔ اس وقت نہ کوئی میرا دوست تھا نہ کوئی دشمن تھا۔ نہ ہی اس بات کا افسوس تھا کہ میں ماسٹر پوشے کے شکنجے میں آگیا ہوں۔

افسوس تو اس وقت ہوتا جب میں زندہ ہوتا۔ میرا جسم لاش کی طرح ساکت تھا۔ دماغ کو بے ہوشی کے نام پر موت آچکی تھی۔ میں خود نہیں کہہ سکتا تھا کہ میری روح اس وقت کس جہاں میں پرواز کر رہی تھی۔ کبھی کبھی موت اس طرح بھی واقع ہو جائے تو تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی اس دنیا کے ہنگاموں سے نجات مل جاتی ہے۔

پھر بہت دھیرے دھیرے میرا ذہن جاگنے لگا۔ اس وقت میں نے سپنے کی آنکھ سے دیکھا کہ میری فریا [illegible] رہی ہے۔

"میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ تم جاؤ گے تو میری جان چلی جائے گی۔"

وہ مجھے روک رہی تھی۔ میرے پاؤں میں اپنے پیار کی زنجیریں ڈال رہی تھی۔ اسی وقت ایک بہت بڑا عقاب آسمان کی بلندیوں سے اترتا ہوا آیا۔ ہمارے سامنے آکر اس نے پنجے کھول دیے اور اپنے فولادی ناخنوں سے فریاں کی محبت کو نوچنے لگا۔ پھر اس نے مجھے اپنے پنجوں میں اٹھا لیا اور مجھے اڑا کر فریاں سے دور لے جانے لگا۔ وہ رو رہی تھی۔ چیخ رہی تھی۔ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر فریاد کر رہی تھی۔

"واپس آجاؤ۔ فرہاد واپس آجاؤ۔"

مگر وہ عقاب مجھے اس سے دور بلندی پر اڑاتا لے گیا۔ پھر بہت دور لے جانے کے بعد اس نے مجھے ایک بہت ہی گہری کھائی میں گرا دیا۔ اتنی گہری پستی میں گرتے ہی اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ پہلے مجھے فلیٹ کی چھت نظر آئی۔ کیوں کہ میں فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ پھر مجھے ماسٹر پوشے کا شیطانی چہرہ نظر آیا۔ وہ فاتحانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"بیٹے فرہاد میں نے تمہارا نقاب اتار دیا ہے۔ اب تمہاری آنکھوں پر کوئی لینس بھی نہیں ہے۔"

میں لوکھلا کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو ٹٹولنے لگا۔ میری سوچ نے کہا۔

"مجھے اٹھ کر بیٹھ جانا چاہیے۔"

میں اٹھنے لگا۔ ابھی ٹھیک طرح بیٹھا بھی نہیں تھا کہ میری سوچ نے کہا

"بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے؟ ابھی ذرا لیٹے رہ کر حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔"

میں فوراً ہی لیٹ گیا۔ پھر میری سوچ نے کہا۔

"دشمن سامنے ہے لیٹے رہنا حماقت ہے۔ مجھے اٹھ جانا چاہیے۔"

میں جھنجھلا گیا کہ یہ اٹھنے بیٹھنے کی حماقت کیا ہے؟ اسی وقت ماسٹر پوشے نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"بیٹے۔ اتنی دیر سے تم نہیں سوچ رہے تھے۔ میں تمہیں بیٹھنے اور لیٹنے پر مجبور کر رہا تھا۔ تمہیں اس بات کا یقین ہو جانا چاہیے کہ اب تمہارا ذہن میری گرفت میں آگیا ہے اور تم ذہنی طور پر میرے غلام بن چکے ہو۔"

اتنا کہنے کے بعد اس نے سوچ کے ذریعہ میرے دماغ کو حکم دیا۔

"چلو اٹھو۔"

میرے دماغ میں ایسی حاکمانہ سوچ ابھری تھی کہ میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ جاتا۔ لیکن مجھے ضد ہو گئی تھی۔ میری سوچ کی قوت نے اسی طرح حاکمانہ انداز میں کہا

"میں نہیں اٹھوں گا۔"

میں سمجھتا تھا کہ میری حکم عدولی پر وہ کسی طرح میرے دماغ میں چلا جائے

گا۔ اس سے پہلے ہی میں اس کے دماغ کو گڑبڑانے لگا۔ وہ کرسی پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا اک دم سے سنبھل کر سیدھا ہو گیا۔ میری سوچ کی لہروں نے کسی حد تک اس کے دماغ پر اثر کیا تھا مگر اس کے بعد میری وہ سوچ کی لہریں اس کے دماغ تک پہنچنے میں ناکام ہونے لگیں۔ اس نے پھر اپنے دماغ کے اطراف حفاظتی شعاعوں کے پہرے بٹھا دیے تھے اور میری ناکامی پر قہقہے لگا رہا تھا۔

اس کے بعد اس کی سوچ کی لہروں نے مجھ پر حملہ کیا۔ بڑا زبردست حملہ تھا۔ میں اپنی سوچ کی لہروں کو مستحکم بنانے کی کوششیں کرتا رہا لیکن نہ جانے وہ کیسی شیطانی قوتوں کا مالک تھا کہ میرا دماغ اس کی سوچوں کی حرارت سے تپنے لگتا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے علم میں کتنی گہرائی تک ڈوبا ہوا ہے۔ میں نے اس علم کے ابتدائی مرحلے سے گزرنے کے بعد خود کو دنیاوی ہنگاموں میں الجھا دیا تھا لیکن اس نے اس علم کی انتہا تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ جیسا کہ مجھے معلوم ہوا تھا وہ طلوع ہوتے ہوئے سورج پر اپنی نظریں جما کر سورج کی لہروں کو حرارت بخشتا تھا۔ جب کہ میں شمع کی لو پر اور پورے چاند پر نظریں جمانے رکھنے کی مشق کرنے کے بعد اس علم کے میدان میں آگے نہیں بڑھا تھا۔ پھر وہ سورج سے نظریں ملانے والا مجھ پر حاوی کیسے نہ آ جاتا۔

اس کی سوچ کے جھٹکوں نے میری قوت ارادی کو خاک میں ملا دیا۔ میں اس کے حکم کے مطابق اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی طرف سے ذرا سی بھی ڈھیل ملتی تو میں بچاؤ کی ترکیب کرتا تھا لیکن وہ پھر میرے دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتا تھا۔

میں سوچ کے ذریعے اس سے لڑتے لڑتے تھک گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ میری کھوپڑی کے اندر دماغ بری طرح دکھ رہا ہے۔ میں اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر ادھر سے ادھر ڈگمگانے لگا۔ اس نے سوچ کے ذریعے حکم دیا۔

"تمہارے قریب صوفہ ہے بیٹھ جاؤ"

میں فوراً ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے مجھے ڈھیل دے دی تھی۔ مجھے سنبھلنے کا موقع دے رہا تھا تاکہ میں اپنے طور پر کچھ سوچ سمجھ سکوں۔ میں خاموشی سے جھکائے بیٹھا ہوا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ شیطان مسلسل میرے ذہن میں جھانکتا رہے گا اور اس وقت بھی میں جو کچھ سوچ رہا ہوں وہ سن رہا ہوگا اور واقعی وہ سن رہا تھا اور میری طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

میں صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر ذرا آرام سے بیٹھ گیا اتنی دیر میں پہلی بار سونیا پر نظر پڑی۔ وہ بستر پر آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے سر پر برف کی تھیلی رکھی ہوئی تھی تاکہ اس کی ناک سے خون بہنا بند ہو جائے۔ مجھے ماسٹر لیوشے کی گرفت میں دینے کے لیے اس حسین چڑیل نے میرے ہاتھوں سے بہت مار کھائی تھی۔ ماسٹر لیوشے نے سونیا کی طرف دیکھنے کے بعد مجھ سے کہا۔

"تم نے ملوام سونیا کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ خون تو بند ہو گیا ہے مگر اس کا سر ابھی تک چکرا رہا ہے۔ میں بار بار یہ تسلیم کر چکا ہوں کہ تم حیرت انگیز طور پر دلیر بھی ہو اور ذہین بھی۔ ہم چار ماسٹر تمہارے جیسے ترا شیدہ ہیروں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ میں ایک بار بیل منڈو کی سوچ کے ذریعے تمہیں بہت بڑا آفر دے چکا ہوں کہ تم میرے تابع فرمان بن جاؤ۔ میرے لیے کام کرتے رہو۔ میں تمہارے قدموں میں دنیا کی تمام خوشیاں لا کر ڈال دوں گا۔ تم ایسی عیش و عشرت کی زندگی گزارو گے کہ ایسی زندگی کسی کو خوابوں میں بھی نصیب نہیں ہوتی۔ میں اب بھی تمہارا قدردان ہوں اور یہ آفر ابھی تمہارے سامنے ہے۔"

میں اسے جواب دینا چاہتا تھا مگر میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو تمہارا حلق خشک ہو رہا ہے۔ پانی پیو گے یا وہسکی؟"

"میں شراب کو کبھی ہاتھ نہیں لگاتا۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر میز پر سے ایک گلاس اٹھایا اور پانی لانے کے لیے کچن کی طرف چلا گیا۔ میں کمرے میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگا کہ کمال احمد کہاں غائب ہو گیا ہے؟ ماسٹر لیوشے کی سوچ نے اس کا جواب دیا۔

"کمال اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ دوسرے کمرے میں آخری نیند سو رہا ہے۔"

مجھے یہ سن کر بہت دکھ ہوا۔ بے چارہ ایک بے گناہ انسان مارا گیا تھا۔ ماسٹر لیوشے نے کچن سے باہر آتے ہوئے کہا۔

"ہاں بے گناہ مارا گیا ہے۔ زندہ رہتا تو گناہ گار بن جاتا کیوں کہ گناہ کے خیال سے ہی سونیا کو یہاں لایا تھا۔ تم ایسے لوگوں سے ہمدردی کرتے ہو جو جوان لڑکیوں کو پھانستے ہیں اور اپنے لیے عیاشی کا ایک اڈہ بنا کر رکھتے ہیں۔"

اس نے میری طرف پانی کا گلاس بڑھا دیا۔ میں نے گلاس لیتے ہوئے پوچھا۔

"مگر تم نے اسے خواہ مخواہ کیوں مار ڈالا؟"

"میں خواہ مخواہ کوئی کام نہیں کرتا۔ تمہارے ہاتھ آنے کے بعد میں اس ملک کو جلد سے جلد چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ کمال احمد میرے پیچھے جاسوں کا بسیرا لینے کے لیے زندہ رہے۔"

میں نے پانی پی کر گلاس میز پر رکھ دیا۔ گلاس رکھتے وقت سونیا کی طرف نظریں گئیں تو وہ اپنی بڑی بڑی کٹورا جیسی آنکھوں سے میرے چہرے کو تک رہی تھی۔ پھر وہ ماسٹر لیوشے سے اجنبی زبان میں کچھ کہنے لگی۔ ماسٹر لیوشے نے اس کی بات کا جواب دینے کے بعد مجھ سے کہا۔

"یہ پوچھ رہی ہے۔ کیا تم وہی آدمی ہو جس نے اس سے مقابلہ کیا تھا اور اسے کمزور بنا کر بستر پر گرا دیا ہے؟"

میں نے پوچھا "کیا سونیا نے میرے چہرے سے ماسک اترتے نہیں دیکھا تھا؟"

"نہیں۔ یہ ایک گھنٹے سے آنکھیں بند کیے پڑی ہوئی تھی۔ ابھی آنکھیں کھول کر تمہیں دیکھا ہے۔ جانتے ہو یہ کیا کہہ رہی ہے؟"

"کیا کہہ رہی ہے؟"

"تم بہت خوبصورت ہو۔ تمہیں لیڈی کلر کہہ رہی ہے۔"

میں اپنی تعریف سن کر خوش نہیں ہوا۔ اس لیے کہ میں خود اپنے بارے میں سمجھتا تھا کہ میں کیا ہوں۔ بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا رہنے والے ہمیشہ فریب کھاتے ہیں۔

ماسٹر لیوشے نے کہا۔ تمہارے اندر بہت سی خصوصیات ہیں۔ سونیا غلط نہیں کہہ رہی ہے کہ تم اپنی صورت شکل، قدوقامت کے لحاظ سے لیڈی کلر ہو۔ تمہاری یہ صلاحیت بھی ہمارے بہت کام آئے گی۔ دیکھو اب تک تم نے مجھے بہت پریشان کیا ہے۔ میرا بہت سا قیمتی وقت ضائع کیا ہے۔ اس عرصے میں، میں کروڑوں ڈالر کا بزنس کر چکا ہوتا۔ بس صورت میں تم خود ہی سوچو کہ اگر تمہاری جگہ کوئی دوسرا یہاں ہوتا تو کیا میں اسے زندہ چھوڑ دیتا؟"

"نہیں۔ میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو تم اسے کچا چبا جاتے۔ میں جانتا ہوں تم میرے قدر دان ہو۔ میری صلاحیتوں کو تسلیم کرتے ہو اور میری صلاحیتوں سے کوئی بہت ہی اہم کام نکالنا چاہتے ہو۔"

ماسٹر لیوشے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"صرف ایک کام نہیں ہزاروں کام تم سے نکالتا رہوں گا۔ تمہاری سلامتی اور بہتری اسی میں ہے کہ تم راضی خوشی میرے کام آتے رہو۔ انکار کرو گے تو بیل منڈو جیسی حالت ہوگی۔ وہ بھی بہت ضدی تھا لیکن میرا ہر حکم بجا لانے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ تم انکار کرو گے تو تمہارا بھی وہی انجام ہوگا۔"

میں نے ماسٹر لیوشے کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ماسٹر لیوشے۔ تم نے بیل منڈو جیسے ضدی لوگوں کو دیکھا ہے جو تمہارے حکم سے انکار کرتے تھے پھر تمہاری طرف سے ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہو کر تمہارے آگے گھٹنے ٹیک دیتے تھے۔ اس وقت بھی تم نے مجھے کافی دیر تک ذہنی اذیت میں مبتلا رکھا تھا۔ میرا سر اب تک دکھ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دماغ کو پہنچنے والی تکلیف کیا ہوتی ہے۔ اس کے باوجود تم یہ یاد رکھو کہ اگر تم نے جبراً مجھے اپنے لیے استعمال کرنا چاہا تو کسی وقت بھی بہت بڑا نقصان اٹھا سکتے ہو۔ میں ابھی انکار نہیں کروں گا۔ تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا لیکن کوئی لمحہ ایسا ضرور آئے گا جب میں تم پر چال چل سکوں گا۔"

ماسٹر لیوشے میری باتوں کو بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سکڑ گئی تھیں اور گہری سوچ میں ڈوب گئی تھیں۔ میں سوچ کے ذریعے یہ سمجھ گیا کہ وہ میری باتوں کی صداقت کو تسلیم کر رہا تھا اور اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ میں ایسا آدمی ہوں جس سے جبراً کوئی حکم منوایا نہیں جا سکتا۔ اگر وہ مجھ سے کوئی کام نکالے گا تو دوستانہ انداز میں ہی نکال سکتا ہے۔ ورنہ وہ اب تک میری صلاحیتوں کو آزماتا آیا ہے بلکہ میری کاملاحیتوں سے دہشت زدہ ہوتا آیا ہے۔ اس لیے وہ سمجھ رہا تھا کہ میں بیل منڈو جیسے لوگوں سے مختلف ہوں۔ میں نے اپنی باتوں پر مزید زور دیتے ہوئے کہا۔

"ماسٹر لیوشے۔ اسے اچھی طرح یاد رکھو۔ میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ میں تمہارے کام آتے آتے یا تو تمہیں ڈبو دوں گا یا خود ڈوب جاؤں گا۔ مجھے اپنی جان کی پروا نہیں ہے۔ جب میں دیکھوں گا کہ ذہنی اذیتیں ناقابلِ برداشت ہو گئی ہیں یا در حوبات تم کہہ رہے ہو وہ میرے مزاج کے خلاف ہے اور میں اسے نہیں مان سکتا تو میں فوراً ہی اپنی جان پر کھیل جاؤں گا اور کب ایسا کروں گا یہ تمہارے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہوگا۔"

ماسٹر لیوشے نے ایک گہری سانس لی پھر تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"فرہاد۔ تم بہت عرصے سے مجھے پریشان کر رہے ہو۔ میرا کتنا نقصان کر چکے ہو یہ میں ہی جانتا ہوں۔ میں مزید نقصان برداشت نہیں کر سکتا۔ باقی ماسٹروں کا حکم ہے کہ تمہیں زندہ رکھا جائے اور اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ ورنہ میں تمہیں ابھی اسی جگہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتا۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تم کتنے خطرناک ہو کس وقت کون سا پینترا بدلو گے یہ پہلے سے سمجھ میں نہیں آتا۔ لہٰذا میں دوستانہ انداز میں تم سے کہتا ہوں کہ ہمارے گروہ میں شامل ہو جاؤ۔ جب تک تم ہمارے ساتھ مل کر کوئی کارنامہ انجام نہیں دو گے اس وقت تک ہم تم پر اعتماد نہیں کریں گے۔ جب تم پر اعتماد ہو جائے گا تو میں تمہیں کبھی ذہنی اذیتوں میں مبتلا نہیں کروں گا۔ ورنہ دوسری حالت میں تم ہمیشہ میرے غلام بنے رہو گے۔ تمہارا دماغ میرے کنٹرول میں رہے گا۔"

میں نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"بات تو ایک ہی ہوئی خواہ تم دوستانہ انداز میں آگے بڑھو یا دشمن کی طرح اپنے لیے استعمال کرو۔ بات تو صرف ایک ہی ہے کہ تم میرا دماغ اپنے کنٹرول میں رکھو گے مجھے آزاد نہیں کرو گے۔"

"ہاں جب تک تم پر پوری طرح اعتماد نہیں ہوگا اس وقت تک میں ایسا ہی کروں گا۔ تم میری اس کمزوری کو سمجھتے ہو کہ میں چوبیس گھنٹے تم پر پہرہ نہیں لگا سکوں گا۔ کبھی مجھے سونے کے لیے یا کبھی دوسرے معاملات میں الجھنے کے لیے تم سے غافل ہونا پڑے گا۔ ایسے وقت تم بہت کچھ کر سکتے ہو۔ میں نے اور دوسرے ماسٹروں نے خوب سوچ سمجھ کر پلاننگ کی ہے کہ جب تم ہاتھ آ جاؤ گے تو تمہیں کس طرح قابو میں رکھا جائے گا۔ میری عدم موجودگی میں باقی تینوں ماسٹر تمہیں کنٹرول کریں گے۔ مگر وہ ماسٹروں کے ذہن کو تم پڑھ چکے ہو لیکن چوتھے ماسٹر کو نہ تو تم نے دیکھا ہے اور نہ ہی اس کے دماغ کو پڑھ سکتے ہو۔ وہی دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کرتا رہے گا۔ اس کے علاوہ ہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ تمہارے جیسا ذہین اور دلیر آدمی مر جانے کے ... یہی وجہ ہے کہ ہم نہ تو تم سے دوستی کر سکتے ہیں نہ ہی دشمنی کر سکتے ہیں ... صرف اس حد تک کر سکتے ہیں کہ تمہارا دماغ ہمارے کنٹرول میں رہے ... دیر کے لیے رہے۔ اگر تم ہمارا ساتھ دینا چاہتے ہو تو ہم سے تعاون کرنا ... اگر تمہاری کچھ شرطیں ہوں تو ہم تمہاری دوستی کے لیے ان شرطوں کو ... گے۔"

میں نے فوراً ہی کہا۔

"میری سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ تم میرے ذہن کو تھوڑی دیر کے لیے آزاد چھوڑ دو یعنی میرے دماغ میں جھانک کر میری سوچ کو نہ پڑھو کیوں کہ میں شرطیں سوچنا چاہتا ہوں جو اس دوستی کے لیے اپنی طرف سے تم پر عائد ... "

ماسٹر لیوشے نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بے شک تمہیں سوچنے کی مہلت ملنی چاہیے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہارے ذہن میں جھانک کر تمہاری سوچ کو نہیں پڑھوں گا۔ اگر پڑھوں گا تو تم خود محسوس کر لو گے۔"

یہ کہنے کے بعد وہ مادام سونیا کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس سے اجنبی زبان میں گفتگو کرنے لگا۔ میں تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا سوچ کے ذریعے یہ ٹٹولنے کی کوشش کرتا رہا کہ ماسٹر لیوشے سونیا سے باتیں کرنے کے بہانے میری طرف متوجہ تو نہیں

ہے۔ لیکن نہیں اس نے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر رہا تھا۔ اس نے اس اعتماد کے ساتھ مجھے چھوڑ دیا تھا کہ میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر اچانک ہی اس پر حملہ کر کے اس کا گلا دبوچنا چاہتا تو ایک ہی پل میں وہ اپنے دماغ کے ذریعے میرے دماغ میں زلزلے کے جھٹکے پہنچا دیتا۔

میں اس کے اعتماد کو سمجھ رہا تھا اور میں نے جو تھوڑی سی دیر کی مہلت لی تھی تو محض اس لیے کہ مجھے فریال کی فکر تھی۔ بار بار میرا دماغ فریال کی طرف مائل ہوتا تھا۔ اس کے متعلق کچھ سوچنا چاہتا تھا لیکن اب تک میں نے بڑے ضبط سے کام لیا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ میں نے جہاں فریال کو ایک گھنٹے تک انتظار کرنے کے لیے کہا تھا اب وہ وہاں نہیں تھی میرے حکم کے مطابق وہاں سے جا چکی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ یہاں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے گھر کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے ہولے سے اس کے دماغ پر دستک دی تو وہ ایک دم سے چونک گئی فوراً ہی کار کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ میں نے اس سے کہا۔

”فریال مجھے افسوس ہے کہ تمہیں اتنی دیر تک انتظار کرنا پڑا۔“ اور اس بات کی خوشی ہے کہ تم میرے حکم کی تعمیل کر رہی ہو۔ یہ تو تم نے اچھا کیا کہ تم اپنے گھر کی طرف واپس جا رہی ہو۔ میں تمہیں ایک بری خبر سنانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ میرا دماغ ماسٹر پوشے کے کنٹرول میں آ گیا ہے۔ میں فی الحال اس سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر اسے دھوکہ دینے کی کوشش کروں گا اس سے جھوٹ بولوں گا یا جس طرح بھی اس کے چنگل سے نکلنے کی کوشش کروں گا وہ میرے دماغ کے ذریعے میرے منصوبوں کو پڑھ لیا کرے گا۔ میں نے اب تک تمہارا ذکر یہاں نہیں کیا ہے اور نہ کروں گا۔ میں تمہیں پھر سمجھاتا ہوں کہ مجھ سے دور رہنا۔ ان شیطانوں کے قریب نہ آنا۔ میں بہت جلد تمہارے پاس واپس آؤں گا۔ میری باتیں سن کر فریال رونے لگی۔ وہ پرس سے رومال نکال کر آنسو پونچھ رہی تھی اور سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی۔

”میرا دل پہلے سے گھبرا رہا تھا۔ میرا دماغ بار بار مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں آپ کو روک دوں۔ جانے نہ دوں اس لیے کہ دشمن بہت مکار ہے۔ لیکن آپ نے میری ایک نہ سنی۔ آپ کو طوفانوں سے کھیلتے ہوئے بہت اچھا لگتا ہے۔ مگر جن طوفانوں کے بیچ آپ مجھے چھوڑ گئے ہیں۔ میں تنہا کیسے ان طوفانی حالات سے لڑتی رہوں گی۔ میرا دنیا میں کون ہے؟“

میں نے اسے تسلی دی۔

”حوصلہ نہ ہارو فریال۔ تم ہمت ہار جاؤ گی تو میری ہمت بھی پست ہو جائے گی۔ میں جو دشمن سے نجات حاصل کر کے ایک نئی زندگی کی طرف لوٹوں گا تو محض تمہاری خاطر۔ تم صبر و تحمل سے میرا انتظار نہیں کرو گی تو میں یہاں قدم قدم پر کمزور ہوتا جاؤں گا۔ وعدہ کرو فریال اب تم آنسو نہیں بہاؤ گی۔ تمہارے آنسو میرے دل میں کانٹے بن کر چبھتے ہیں۔“

وہ آنسو پونچھ چکی تھی اور اب اپنے دل پر جبر کرتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

”آپ جو کہیں گے وہی کروں گی اور وہی کرتی آ رہی ہوں۔ میں نے کبھی آپ کی کسی بات سے انکار نہیں کیا۔ اب آپ مجھ سے دور ہو گئے ہیں۔ اب مجھے آپ ہی کا انتظار کرنا ہے۔ خواہ آپ کے انتظار میں ساری زندگی کیوں نہ گزر جائے۔ مگر میں صبر و تحمل سے آپ کا انتظار کرتی رہوں گی۔ آپ سے وعدہ کرتی ہوں آپ مایوس نہ ہوں۔ حوصلے سے کام لیتے رہیں کیوں کہ حوصلہ ہی آپ کو جلد سے جلد مجھ تک پہنچائے گا۔“

”فریال میں نے بہت تھوڑی سی مہلت ماسٹر پوشے سے حاصل کی ہے۔ تاکہ تم سے باتیں کر سکوں۔ اب وقت ختم ہو رہا ہے۔ میں تم سے بچھڑ رہا ہوں لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں جیسے ہی مجھے موقع ملا میں سوچ کے ذریعے تم سے ملاقات کروں گا۔ خدا حافظ فریال۔“

فریال سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے فوراً ہی ماسٹر پوشے کے ذہن میں جھانک کر دیکھا تو اس کے دماغ میں مادام سونیا کی اجنبی زبان گڈمڈ ہوتی نظر آ رہی تھی۔ کیوں کہ وہ زبان میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اسی لیے میں اسے گڈمڈ کہہ رہا ہوں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ماسٹر پوشے کی سوچ اس کی طرف متوجہ تھی۔ وہ اپنے وعدے کے مطابق میرے دماغ میں نہیں جھانک رہا تھا۔ میں نے مطمئن ہو کر اسے مخاطب کیا۔

”تم نے واقعی دیانت داری سے میری سوچ کو نہیں پڑھا ہے۔ چوں کہ یہ ہماری دوستی کا پہلا مرحلہ ہے۔ اس لیے میں تم پر مکمل اعتماد نہیں کروں گا۔ لگتا ہے اس دوستی کو مستحکم بنانے کے لیے تم مجھے اپنے اعتماد میں لے رہے ہو۔ میں دیکھوں گا آئندہ بھی تم اسی دیانت داری سے پیش آتے ہو یا نہیں۔ بہرحال میری پہلی شرط سنو۔“

ماسٹر پوشے ذرا سیدھا ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ سونیا بھی میری جانب یوں دیکھ رہی تھی جیسے اگر وہ نہ دیکھتی تو اس کی نگاہیں بے چینی میں مبتلا ہو جاتیں۔ میں خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوں۔ اگرچہ میں اس کی زبان کو نہیں سمجھتا تھا اس کی سوچ کو نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس کے باوجود عورت کی آنکھیں خصوصاً وہ آنکھیں جو بار بار پلٹ کر دیکھتی ہیں، چھپائے نہیں چھپتیں۔ اپنے دل کا راز عیاں کر دیتی ہیں۔ اس وقت بھی وہ بہت زیادہ محبوبانہ انداز میں مجھے نہیں دیکھ رہی تھی۔ مگر اس کی نگاہوں میں پسندیدگی ضرور تھی۔ ماسٹر پوشے نے ہنستے ہوئے کہا۔

”فرہاد تم اپنی شرط سنانے تھے لیکن سونیا کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا ہے۔ یہ جو عورتیں ہیں نا، اسی طرح مرد کو دماغی طور پر دیوالیہ کر دیتی ہیں۔ یہ سب چھوڑو اور کام کی باتیں کرو۔“

میں نے جھینپ کر سونیا کی جانب دیکھا وہ بھی میری جانب دیکھ رہی تھی مگر اس کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ میں نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے ماسٹر پوشے سے کہا۔

”پہلی شرط یہ ہے کہ آپ نے مسٹر سعید احمد سے وعدہ کیا تھا کہ جب بھی فرہاد تمہاری گرفت میں آ جائے گا تم وہ مائیکرو فلم واپس کر دو گے۔ لہٰذا تمہیں پہلی فرصت میں اپنے وعدے کے مطابق وہ فلم واپس کرنی چاہیے۔“

اس نے مائیکرو فلم کا ذکر سن کر مجھے ناگواری سے دیکھا۔ مگر فوراً ہی سنبھل کر مسکرانے لگا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”فرہاد۔ یہ حب الوطنی چھوڑ دو۔ ہم ہر ملک کی کمزوریاں اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہیں۔ یہ مائیکرو فلم بہت کام کی ہے۔ اس ملک کی بھی ایک کمزوری ہمارے ہاتھ لگی ہے۔

لہٰذا اسے واپس کرنے کی شرط پیش نہ کرو۔“

میں نے کرسی کے ہتھے پر جوشیلے انداز میں ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

”یہی سب سے پہلی اور سب سے اہم شرط ہے۔ اس سے انکار کرو گے تو مجھے پانے کے بعد پھر کھو دو گے۔ یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لو۔“

ماسٹر پوشے تشویش بھری نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میری اتنی بڑی شرط کو کیسے تسلیم کر سکتا ہے۔ کیوں کہ اس مائیکرو فلم سے انہیں صرف کروڑوں روپے کا فائدہ ہی نہیں تھا بلکہ ان ماسٹروں کو ہمارے ملک پر حاکمانہ قوت حاصل ہو جاتی اور وہ اتنا بڑا نقصان نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا۔

”دیکھو فرہاد ضد نہ کرو۔ تم اپنی ضد سے ہمیں جیت نہیں سکو گے۔“

”یہی بات میں تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے مزاج کے خلاف مجھے نہیں جیت سکو گے۔ تم یہ باتیں زبان سے سمجھا رہے ہو اور میں اپنی اس ضد کو عملی طور پر ثابت کر سکتا ہوں۔ اٹھو اور مجھے ذہنی عذاب میں مبتلا کرو۔ میں مر جاؤں گا مگر ملک کے کسی ننھے سے ننھے راز کا بھی سودا نہیں کروں گا۔“

وہ مجھے کیا آزماتا وہ تو ایک عرصے سے میرے ضدی مزاج کو سمجھتا آ رہا تھا۔ اس نے مجبور ہو کر کہا۔

”اچھی بات ہے میں اس شرط کو اپنی مرضی سے قبول نہیں کر سکتا۔ اسے تینوں ماسٹروں کے سامنے پیش کروں گا اور تھوڑی دیر بعد ان کا فیصلہ سنا دوں گا۔ تم اپنی دوسری شرط بیان کرو۔“

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”پہلے میری پہلی شرط کا فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ جب تک ایک شرط منظور نہ ہو دوسری شرط میں کس امید پر پیش کروں؟ تم اپنے ساتھی ماسٹروں سے پہلے مشورہ کر لو۔“

ماسٹر پوشے نے مجبور ہو کر مجھ سے کہا کہ ابھی وہ اپنے ساتھیوں سے اس سلسلے میں باتیں کرے گا اور تھوڑی دیر بعد مجھے جواب دے گا۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا اور اپنے ساتھی ماسٹروں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں بہت پہلے ماسٹر پوشے کے ذریعے دو ماسٹروں کی سوچ کو پڑھ چکا تھا یعنی ان کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا۔ میں جب بھی چاہتا ان کے منصوبوں سے باخبر ہو سکتا تھا۔ صرف چوتھا ماسٹر ایسا تھا جس کے دماغ تک میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ بڑے ہی پراسرار طریقے سے غائب ہو گیا تھا۔ شاید اسے میرے پیچھے لگا دیا گیا تھا۔ میں نے اس وقت بھی ماسٹر پوشے کی سوچ کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ اس کے اس مشورے میں چوتھا ماسٹر شریک ہوتا ہے یا نہیں۔

میرا خیال درست نکلا۔ چوتھا ماسٹر بالکل ہی غائب ہو چکا تھا۔ ماسٹر پوشے اس وقت صرف دو ماسٹروں سے مشورے کر رہا تھا۔ ان میں سے ایک ماسٹر دانیال تھا جو آگ کا دیوتا کہلاتا تھا۔ جس کی بیٹی انجلا کو میں نے مار ڈالا تھا۔ اس لیے وہ مجھ سے خار کھائے بیٹھا تھا۔ اس نے میری شرط سننے کے بعد ماسٹر پوشے سے کہا۔

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم فرہاد کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہو۔ ایک بار مجھے اس کا سامنا کرنے دو میں اسے اپنی آتشی قوتوں سے جلا کر راکھ کر دوں گا۔“

میں ماسٹر پوشے کے ذریعے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ تیسرا ماسٹر سائمن کہہ رہا تھا۔

”ماسٹر دانیال تم اپنی بیٹی کا انتقام لینے کے لیے صرف نفرت سے فرہاد کے متعلق سوچ رہے ہو۔ ورنہ یہ بات ہم سب پر پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ وہ اپنی ذہانت اور دلیری سے ہم لوگوں کا کتنا وقت برباد کر رہا ہے۔ ویسے یہ کہ اس کا مطالبہ بہت بڑا ہے۔ وہ مائیکرو فلم ہمارے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ فرہاد کی اس پہلی شرط پر ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا ہو گا۔ ہم اتنی جلدی فیصلہ نہیں کر سکیں گے۔“

ماسٹر پوشے کی سوچ نے کہا۔

”فرہاد اپنی ضد پر اڑا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پہلی شرط مانی جائے گی تب وہ دوسری شرط بیان کرے گا۔ اس کی ضد ہمارے لیے مشکلات پیدا کر سکتی ہے۔“

ماسٹر سائمن نے جواباً کہا۔

”مجھے یقین ہے کہ فرہاد ہماری گفتگو کو سن رہا ہے۔ میں اس سے براہ راست باتیں کرنا پسند کروں گا۔“

میں نے کہا ”ہاں میں تمام باتیں سن رہا ہوں اور اب تم سے براہ راست گفتگو کر رہا ہوں۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ چاروں ماسٹروں میں تمہارے مشوروں کی زیادہ اہمیت ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ اسے میری ضد نہ سمجھو۔ کیوں کہ میں اصولی بات کہہ رہا ہوں۔ میں مجرمانہ زندگی سے نفرت کرنے کے باوجود تم لوگوں کے اشاروں پر چلنے کے لیے مجبور ہوں۔ لیکن اپنے ملک کے خلاف کسی حال میں بھی کوئی مجرمانہ حرکت نہیں کروں گا۔ اگر تم میرے جذبۂ حب الوطنی کو سمجھ سکتے ہو تو بڑی اچھی بات ہے۔ میں یہ کبھی برداشت نہیں کروں گا کہ یہ مائیکرو فلم ملک سے باہر جائے۔“

مجھے ماسٹر سائمن کا جواب سنائی دیا۔

”میں تمہاری باتیں سمجھ رہا ہوں۔ تمہاری یہ شرط فی الحال ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ اور ہم تمہیں دوست بھی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ اب ایک ہی طرح سے اس بات کا تصفیہ ہو سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں اب جو بات کہوں گا وہ تمہارے لیے قابل قبول ہو گی۔“

”کہو میں سن رہا ہوں۔“

”فی الحال یہ مائیکرو فلم نہ سعید احمد کو واپس ملے گی اور نہ ہی ہمارے پاس رہے گی۔ اسے ہم تمہارے پاس رکھیں گے اور تم ہمارے پاس رہو گے۔“

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ماسٹر سائمن یہ ماننا پڑتا ہے کہ تم واقعی ذہین ہو۔ بلکہ حد درجہ چالاک ہو۔ جب میں تم لوگوں کے پاس رہوں گا تو دوسرے لفظوں میں یہ فلم بھی تمہاری ہی تحویل میں رہے گی۔“

”نہیں تم غلط انداز میں سوچ رہے ہو۔ تم اس طرح کیوں نہیں سوچتے کہ وہ فلم جسے ہم تمہارے ملک کے خلاف کسی خاص موقع پر ہتھیار بنانا چاہتے ہیں وہ ہتھیار تمہارے پاس رہے گا اور تم ہمیں اسے استعمال کرنے کا موقع نہیں دو گے۔ کیا تمہیں خود پر اعتماد نہیں ہے کہ اس مائیکرو فلم کی حفاظت کر سکو؟“

میں خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ بہت زیادہ ضد اچھی نہیں ہوتی۔ مجھے اپنی پہلی شرط میں کسی حد تک لچک پیدا کرنا چاہیے۔ آخر میں نے ماسٹر پوشے کی جانب ہاتھ بڑھاتے

ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ لاؤ وہ مائیکرو فلم مجھے دو۔"

ماسٹر لوشے نے ماسٹر سائمن سے پوچھا۔

"کیا یہ فلم فرہاد کے حوالے کر دوں ؟"

"ہاں"۔ سائمن کا جواب سنائی دیا۔ "فرہاد سے کہہ دو کہ وہ فلم ہم اس کے پاس امانت کے طور پر رکھیں گے۔ اگر وہ دوستانہ انداز میں ہمارے لیے کوئی کارنامہ انجام دے گا تو وہ فلم اسے انعام کے طور پر دے دی جائے گی۔ ورنہ اس سے چھین لی جائے گی۔"

ماسٹر لوشے نے مجھ سے پوچھا۔

"کیوں فرہاد تم ماسٹر سائمن کی باتیں سن رہے ہو؟"

"ہاں سن چکا ہوں مجھے یہ فیصلہ منظور ہے۔ لاؤ وہ فلم مجھے دے دو۔"

ماسٹر لوشے نے وہ فلم مجھے دے دی۔ میں نے اسے جیب میں رکھتے ہوئے کہا

"میری دوسری شرط یہ ہے کہ میرے ذاتی معاملات میں مداخلت نہ کی جائے اور میرے دوستوں اور رشتے داروں کو اپنا آلہ کار نہ بنایا جائے۔"

ماسٹر لوشے نے کہا۔ "تم ایسی شرطیں پیش کرتے ہو جو یا تو قابل قبول نہیں ہوتیں یا ہمیں الجھا کر رکھ دیتی ہیں۔ صاف بات تو یہ ہے کہ تمہارے جیسے ضدی آدمی کو ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر کے ہم اپنا کام نہ نکال سکیں گے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تمہارے کسی دوست کو کسی عزیز رشتے دار کو یا تمہاری کسی محبوبہ کو اپنی مٹھی میں رکھیں۔ جس طرح ثمر کو ٹارگٹ بنا کر میں سعید احمد سے اپنا کام نکال رہا ہوں۔ اسی طرح مجھے یقین ہے کہ تمہاری بھی کوئی محبوبہ ہو گی جسے میں ہینڈل کر سکوں گا۔"

میں غصے اور نفرت سے اسے دیکھنے لگا۔ لیکن ایسے وقت بھی میں اس قدر محتاط تھا کہ فریال کا نام اپنی سوچ تک نہیں لا رہا تھا۔ مبادا وہ فریال کو میری محبوبہ کی حیثیت سے جان جائے۔

"دیکھو فرہاد تمہیں غصہ کرنے کے بجائے ٹھنڈے دماغ سے سوچنا چاہیے۔ ہم محض مجبور ہو کر ایسا کریں گے۔ آخر ہماری دوستی کو آزمانے میں حرج کیا ہے ؟ تم ہمیشہ دوست بن کر رہو اور دیکھو کہ ہم تمہاری کسی محبوبہ کو آلہ کار بنانے کے بجائے اس کی کتنی عزت کرتے ہیں۔ ہم تمہاری یہ دوسری شرط اس طرح تسلیم کرتے ہیں کہ جب تک تم دوست بن کر رہو گے ہم تمہارے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔"

میں نے بیزار ہو کر سوچا کہ اپنی شرطیں پیش کرنا فضول ہے کیوں کہ میری شرطیں جانتے تو ہیں لیکن ان شرائط پر اپنی شرائط بھی عائد کر دیتے ہیں۔ حقیقتاً دیکھا جائے تو اس وقت میں ان کا قیدی تھا۔ اس کے باوجود میں انہیں مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے کچھ جھکنا تھا اور کچھ انہیں جھکانا تھا۔ اس لیے میں نے کہا۔

"اب مجھے اپنی کوئی شرط پیش نہیں کرنی ہے تم مجھے بتاؤ کہ ابھی مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو ؟"

ماسٹر لوشے اپنی جگہ سے اٹھ کر میز کے قریب آیا۔ وہاں وہسکی کی بوتل میں ایک پیگ کی مقدار بچی ہوئی تھی۔ وہ اسے ایک گلاس میں انڈیلنے لگا۔ میں خاموشی سے وہسکی کی اس بوتل کو دیکھ رہا تھا جو اب خالی ہو چکی تھی۔ مگر اس کے بعد ماسٹر لوشے کو مزید پینے کی خواہش ہو گی تو وہ دوسری بوتل کہاں سے لائے گا ؟

دوسری بوتل اس فلیٹ میں نہیں تھی۔ فلیٹ کے باہر کمال احمد کی کار کی ڈگی میں ماسٹر لوشے کا ایک سوٹ کیس رکھا ہوا تھا اور اس سوٹ کیس میں شراب کی وہ بوتل تھی جس میں میں کھوپڑی کو الٹ دینے والی ایک دوا ملا چکا تھا۔ یہ سوچ کر مجھے اطمینان حاصل ہو رہا تھا کہ ماسٹر لوشے کی شامت قریب آتی جا رہی ہے۔ جب بھی وہ اپنے سوٹ کیس سے شراب کی وہ بوتل نکال کر کھولے گا اور اس میں سے ایک گھونٹ بھی پیے گا تو اس کے دماغ سے اس کی تمام باتیں بلیک بورڈ پر لکھی ہوئی چاک کی تحریر کی طرح مٹ جائیں گی۔ دماغ سے باتیں مٹنے کا مطلب یہ ہے کہ دماغ کی سوچیں بھی مٹیں گی اور ٹیلی پیتھی کی تمام صلاحیتیں نابود ہو جائیں گی۔

ماسٹر لوشے میری اس خطرناک چال سے بے خبر تھا اس نے میز کے قریب کھڑے ہو کر شراب کا ایک گھونٹ لیا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ ایک ہی گھونٹ میں پورا ایک پیگ حلق سے اتار لے۔ تاکہ وہ دوسری بوتل کی خواہش کرے مگر وہ ایک ہی گھونٹ پی کر اپنی جگہ واپس آ گیا اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"یہاں تمہارے لیے کوئی کام نہیں ہے۔ فی الحال ہمارے ساتھ عیش کرو ابھی تمہارا پاسپورٹ بن رہا ہے۔ بلکہ پاسپورٹ اور ویزا دونوں ہی بن چکے ہوں گے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"اتنی جلدی میرا پاسپورٹ اور ویزا کیسے بن سکتا ہے ؟"

اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا

"ہمارے پاس ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔ ہم منٹوں میں ہی پاسپورٹ اور ویزا بنا لیتے ہیں۔ صرف تمہاری تصویر کی کمی ہے اگر کوئی ہو تو دے دو۔"

میں نے اسے بتایا کہ اس وقت میرے پاس اپنی کوئی تصویر نہیں ہے۔

ماسٹر لوشے نے کہا۔

"کوئی بات نہیں تم ذرا خاموش رہو۔ میں کچھ معلومات حاصل کر رہا ہوں تم میری سوچ سے رابطہ قائم نہ کرنا۔ اگر کرو گے تو مجھے پتہ چل جائے گا۔"

یہ کہنے کے بعد شاید وہ کسی کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ میں تجسس میں گرفتار تھا لیکن اس کی مرضی کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چند منٹ بعد اس نے کہا

"تمام انتظامات ہو چکے ہیں صرف تمہاری تصویر کی کمی ہے۔ وہ تھوڑی دیر بعد اتار لی جائے گی۔ اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ کمال احمد کا کوئی واقف کار یہاں پہنچ جائے۔"

"ہم کہاں جائیں گے ؟"

"فی الحال تو انٹر کان چلیں گے۔ وہاں میرے اور مادام کے لیے کمرے مخصوص ہیں۔ تم ہی بتاؤ کہ اب تک تم کہاں رہتے تھے ؟"

"میرا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی یہاں میرا واقف کار ہے۔"

"تو پھر تم نے ہم سے دور بھاگنے کے لیے کس کی گاڑی استعمال کی تھی ؟ جس طرح تم نے گاڑی کے لیے کمال احمد کو شکار کیا ہے۔ اسی طرح میں بھی بوقت ضرورت کسی کو پکڑ لیتا ہوں۔"

اس نے میری بات سے قائل ہو کر کہا۔

"اچھی بات ہے تمہارے لیے بھی انٹر کان میں ایک کمرہ حاصل کیا جائے گا۔ اب یہاں سے نکلو۔"

اس نے مادام سونیا سے بھی اٹھنے کے لیے کہا۔ وہ بستر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور ہمارے پیچھے چلتی ہوئی فلیٹ سے باہر آ گئی۔ ہم نے کمال احمد کی کار کی ڈگی کھول کر اس میں سے سامان نکالا۔ پھر ڈگی بند کرنے کے بعد چابی کار میں ہی چھوڑ دی اور سامان اٹھا کر گلی سے سڑک پر آ گئے۔ وہاں سڑک کے کنارے ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ اس ٹیکسی کی پچھلی سیٹ سے ایک شخص باہر آیا اس کے ہاتھوں میں ایک کیمرہ تھا۔ وہ مختلف زاویوں سے میری کئی تصویریں لینے لگا۔ اس دوران ماسٹر لوشے مادام سونیا کے ساتھ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ اس نے سوچ کے ذریعہ اپنے کسی آلہ کار کیمرہ مین کو ٹیکسی سمیت وہاں بلایا تھا۔ تصویریں اتروانے کے بعد میں اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر آدھے گھنٹے بعد ہم ہوٹل انٹر کان میں پہنچ گئے۔

میرے ساتھ ماسٹر لوشے کا رویہ بڑا ہی دوستانہ تھا۔ میں بھی دوستوں کے انداز میں ہی اس سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے میرے لیے انٹر کان میں ایک کمرہ حاصل کر لیا تھا۔ میں اس انتظار میں تھا کہ وہ اپنے کمرے میں پہنچے گا تو پھر وہسکی کی طلب کرے گا اور اپنے سوٹ کیس سے وہسکی کی وہ بوتل نکالے گا۔ لیکن مجھے پا لینے کے بعد اسے اطمینان ہو گیا تھا اب وہ اپنی نیند پوری کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

"فرہاد تمہیں جن چیزوں کی ضرورت ہے مجھے بتاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ سفر شروع کرنے سے پہلے تمہارے پاس اپنی ضرورت کا ہر سامان موجود ہو۔ میں یہ سامان فوراً ہی منگوا دوں گا۔"

میں اسے بتانے لگا کہ مجھے کن چیزوں کی ضرورت ہے۔ میں نے اپنے کپڑوں کے ناپ بھی بتلائے اور شیونگ کے سامان سے لے کر جوتوں تک کی فہرست بنا لی۔ ماسٹر لوشے نے سر ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے اب تم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو، میں بھی سونا چاہتا ہوں۔ جب ہم سو کر اٹھیں گے تو تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں پہنچ چکی ہوں گی۔"

میں مایوس ہو کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ مجھے یہ تو پتہ چل گیا تھا کہ وہ اب سونے جا رہا ہے اس لیے شراب پینے کی خواہش نہیں کرے گا۔ میں نے اپنے کمرے میں پہنچ کر سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔

"ماسٹر لوشے ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"پوچھو کیا بات ہے ؟"

میں نے پوچھا۔ "جب تمہارے پاس اتنے ذرائع ہیں کہ میری تصویر اتارنے کے لیے فوراً ہی ایک کیمرہ مین بھی طلب کر لیتے ہو اور ضرورت کی دوسری چیزیں حاصل کرنے کے لیے اپنے خدمت گاروں سے کام لیتے ہو تو پھر میرا پیچھا کرنے کے لیے تم پچھلے دنوں ایک گاڑی کے محتاج کیوں ہو گئے تھے ؟ کیا تم یہاں پہنچنے سے پہلے اپنے لیے ایک گاڑی کا انتظام نہیں کر سکتے تھے ؟"

ماسٹر لوشے نے ہنستے ہوئے کہا

"میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔ میں جس ملک کی سرزمین پر قدم رکھوں وہاں میرے لیے کسی چیز کی کمی نہ ہو۔ ایسے انتظامات ہم پہلے ہی کر لیتے ہیں لیکن تمہیں پا لینے سے پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ تم میری سوچ کو پڑھتے رہتے ہو۔ اگر میں اپنے آلہ کاروں سے کام لوں گا اور اپنی ضرورت کی چیزیں ان سے طلب کروں گا تو تم میری سوچ کے ذریعے میرے آلہ کاروں تک پہنچ جاؤ گے اور انہیں نقصان پہنچاؤ گے۔ اسی لیے میں نے ایک گاڑی حاصل کرنے کے لیے انٹر کان والوں سے درخواست کی تھی۔ کہو اور بھی کچھ پوچھنا ہے ؟"

"ہاں۔ ایک سوال اور پوچھنا ہے۔ ہم اس ملک کو چھوڑنے کے بعد کہاں جائیں گے ؟"

"یہاں سے کچھ دور مشرق بعید کا ایک جزیرہ ہماری منزل ہے۔ اس جزیرے کا نام "کوائی" ہے۔"

"جزیرہ کوائی کہاں واقع ہے ؟"

"جزیرہ ہوائی سے سو میل کے فاصلے پر ایک جزیرہ "نی ہاؤ" ہے۔ جزیرہ نی ہاؤ کے قریب ہی وہ جزیرہ کوائی ہے۔ یوں سمجھو کہ وہ چھوٹا سا جزیرہ ہم ماسٹروں کی ملکیت ہے۔ باقی تفصیلات تمہیں بعد میں معلوم ہوتی رہیں گی۔ اب مجھے سونے دو۔"

مجھے بھی سونا چاہیے تھا کیونکہ میں بھی پچھلی رات سے جاگ رہا تھا لیکن اب میرے حالات ایسے تھے کہ مجھے آئندہ کی فکر ہو گئی تھی اور اپنے سے زیادہ فریال کا خیال ستا رہا تھا کہ وہ میرے بعد تنہا کیسے رہے گی۔ اچانک ہی اس پر بہت سی مصیبتیں ٹوٹ پڑی تھیں۔ اس کی ممی قتل کر دی گئی تھیں۔ میں جو اس کی زندگی کو ایک نئے موڑ پر لے کر آ رہا تھا تو میں بھی اس سے بچھڑ گیا تھا۔ کبھی فریال کا خیال آ رہا تھا کبھی اس نامعلوم سے جزیرے کی طرف میرا ذہن بھٹک جاتا تھا کہ پتہ نہیں مجھے کیسی جگہ لے جایا جا رہا ہے۔ میں بہت دیر تک مختلف خیالات میں الجھتا رہا۔ پھر یہی سمجھ میں آیا کہ سوچنے سے بات نہیں بنے گی۔ فی الحال آرام سے سو جانا چاہیے۔ نیند پوری ہونے پر جب میں تازہ دم ہو کر اٹھوں گا تو شاید کوئی اچھی بات سمجھائی دے۔

میں نے سونے سے پہلے ماسٹر لوشے کے ذہن پر دستک دی مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔ میری دستک اس کی حفاظتی شعاعوں سے ٹکرا کر واپس آگئی تھی یعنی وہ سو چکا تھا۔ میں نے بھی اپنے ذہن کو ہدایت دی کہ اب سے پانچ گھنٹے بعد میری آنکھ کھل جائے۔ یہ ہدایت دینے کے بعد میں نے آنکھیں بند کر لیں پھر آہستہ آہستہ نیند کی گود میں ڈوبتا چلا گیا۔

اپنے ذہن کو ہدایات دینے کے بعد اکثر میں گہری نیند سو جایا کرتا تھا اور ایسے وقت کوئی خواب میرے ذہن سے ہو کر نہیں گزرتا تھا لیکن اس روز میں بڑے الجھے الجھے سے خواب دیکھتا رہا۔ میں فریال کو یاد کرنے کے بعد سو رہا تھا اس لیے بار بار فریال مجھے دکھائی دے رہی تھی۔ میں اس سے باتیں کر رہا تھا۔ نیند کی حالت میں بھی ایک خوف سا تھا کہ کہیں ماسٹر لوشے میری جانِ حیات تک نہ پہنچ جائے۔ اس لیے میں اسے دیکھنے سے اور اس کے متعلق سوچنے سے کترا رہا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں بار بار میرا ذہن اسی طرف مائل ہو رہا تھا۔ جب میں سو کر اٹھا تو دل میں کچھ عجیب سی بے چینی تھی اور میں خواہ مخواہ پریشان ہو رہا تھا۔ بس یوں لگ رہا تھا جیسے میری فریال ماسٹر لوشے کے علم میں آچکی ہے۔

بیدار ہونے کے بعد میں بڑی دیر تک بستر پر پڑا رہا اور الجھنے سے خوف کو دل سے نکالنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر میں نے سوچا کہ فریال سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تاکہ اس کی خیریت معلوم کروں۔ اس سے پہلے میں نے ماسٹر لوشے کے ذہن میں جھانک کر دیکھا اس وقت وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ مجھے اس کی اس طویل نیند پر حیرانی ہوئی کہ وہ آج سونے کے لیے پانچ گھنٹے سے بھی زیادہ وقت صرف کر رہا تھا۔ میں اس طرف سے مطمئن ہو گیا اور فریال کے ذہن میں جھانکنے لگا۔

اس وقت فریال کو اس کی ممی کی لاش واپس مل گئی تھی اور وہ کفن دفن کے سلسلے میں مصروف ہو گئی تھی۔ اس کے بہت سے رشتے دار اس کی کوٹھی میں جمع ہو گئے تھے جب وہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے کمرے میں گئی تو میں نے اس کے ذہن پر دستک دی۔ میری دستک سنتے ہی اس نے کہا۔

”فرہاد! آپ کہاں ہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ ابھی ممی کے کفن دفن کی تیاریاں ہو رہی ہیں رشتے دار چلے جائیں گے۔ گھر بالکل ویران ہو جائے گا۔ میں تنہا یہاں کیسے رہوں گی۔“

میں اسے تسلیاں دینے لگا کہ ان شاء اللہ میں بہت جلد اس کے پاس آجاؤں گا۔ لیکن ابھی حالات سازگار نہیں ہیں اور اس وقت میں اپنے دشمن کے کنٹرول میں ہوں، فریال نے کہا۔

”بس آپ اسی طرح موقع نکال کر مجھ سے باتیں کرتے رہیں۔ اتنی تسلی تو ہو جاتی ہے کہ آپ مجھ سے قریب ہیں تھوڑی دیر پہلے بھی آپ نے مجھ سے میرے پاسپورٹ کے متعلق پوچھا تھا لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ میرے پاسپورٹ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں؟“

میں نے بڑی حیرانی سے فریال کی باتیں سنیں کیونکہ میں نے اس سے پاسپورٹ کے متعلق کوئی بات نہیں کی تھی۔ میں تو گہری نیند سو رہا تھا میں نے اس سے کہا۔

”فریال یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں نے تو تھوڑی دیر پہلے تم سے گفتگو نہیں کی۔“

”آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے تقریباً دو گھنٹے پہلے پوچھا تھا اور میں نے جواباً کہا تھا کہ میرے پاس انٹرنیشنل پاسپورٹ ہے اور اس میں مشرقِ بعید کے تمام ممالک کا اندراج ہے میں جب چاہوں یہاں سے ان ممالک کی طرف جا سکتی ہوں۔ یہ سن کر آپ نے کہا تھا کہ باقی باتیں آپ بعد میں کریں گے اور یہ کہہ کر آپ نے رابطہ ختم کر دیا تھا۔“

میں فریال کی باتیں بڑی حیرانی سے سن رہا تھا اور حیرانی کے ساتھ پریشانی بھی تھی۔ میرا ذہن فوراً ہی ماسٹر لوشے کی طرف گیا کہ شاید وہی مجھ سے دوغلی چالیں چل رہا ہے۔ جب میں نے سونے سے پہلے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا تو اس کے دماغ کے چاروں طرف حفاظتی شعاعوں کا پہرہ تھا۔ میں نے یہی سمجھا تھا کہ وہ سو چکا ہے۔ اس سے پہلے بھی میں دھوکا کھا چکا تھا۔ وہ سونے کا بہانہ کر رہا تھا اور میں اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر فلیٹ میں داخل ہو گیا تھا وہاں پہنچ کر پتہ چلا تھا کہ دراصل اس نے مجھے دھوکہ دینے کے لیے یہ چال چلی تھی اور محض سونے کا بہانہ کیا تھا۔

یہ باتیں یاد آئیں تو میری سمجھ میں آیا کہ اس وقت بھی وہ گہری نیند نہیں سو رہا تھا بلکہ مجھے دھوکہ دے رہا تھا۔ جب میں سو گیا تھا تو اس نے اپنے علم کو کام میں لا کر میرے خوابیدہ ذہن کو اپنے تابع فرمان بنا لیا تھا اور مجھے جبراً وہ باتیں سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔ جن سے میں اب تک اس کے سامنے سوچنے سے پرہیز کرتا رہا تھا۔ اب میری سمجھ میں یہ اچھی طرح آگیا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا اور فریال سے جو باتیں کیں وہ محض ماسٹر لوشے کی شعبدہ بازیاں تھیں۔ وہ میرے خوابیدہ ذہن کو مجبور کرتا رہا تھا کہ میں فریال کے متعلق زیادہ سے زیادہ سوچتا رہوں اور اسے معلومات فراہم کرتا رہوں اور اب وہ کمبخت فریال کے متعلق بہت کچھ جان چکا تھا۔

میں بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر پہلے جو آرام کی نیند نصیب ہوئی تھی اب اس سے زیادہ پریشانیاں میرے حصے میں آگئی تھیں۔ مجھے پہلے ہی اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں فریال اس شیطان کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ماسٹر لوشے میری غفلت سے فائدہ اٹھا کر میری محبوبہ کے دماغ تک پہنچ جائے گا۔

اب اپنی جان کی اتنی فکر نہیں تھی جتنی کہ فریال کے متعلق فکریں لاحق ہو گئی تھیں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اب وہ کس طرح مجھے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر سکتا ہے۔ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا مگر فریال کو طرح طرح سے نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دیتا رہے گا اور میں اسے برداشت نہیں کر سکوں گا۔

اس وقت میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں دوڑتا ہوا جاؤں اور جا کر ماسٹر لوشے کا گلا دبوچ لوں۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اس نے سونے سے پہلے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ پھر یہ کہ نہ جانے اس کے کتنے آلۂ کار باڈی گارڈ کے طور پر اس کی حفاظت کر رہے تھے۔ میں سونیا کے سوا کسی اور سے واقف نہیں تھا۔ اب میں سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے کس طرح فریال کی حفاظت کرنی چاہیے؟

بہت دیر تک سوچتے رہنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آئی کہ میں اس سلسلے میں ماسٹر لوشے سے جھگڑا نہیں کر سکتا تھا۔ اگر میں فریال کو سوچ کے ذریعے یہ سمجھا دیتا کہ اس کے ساتھ دھوکہ کیا جا رہا ہے اور میرا دشمن فرہاد بن کر اس سے سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کر رہا ہے تو وہ محتاط ہو جاتی۔ ماسٹر لوشے کی کوئی بات نہ مانتی لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوتا؟

اس کے نتائج پر غور کرتے ہی میں کانپ سا گیا۔ اس نے ایک بار سعید احمد سے کہا تھا کہ اگر وہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کریں گے تو وہ تم کو پاگل بنا دے گا۔ اس طرح پاگل بنا دے گا کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ کر شارع عام پر نکل آئے گی۔ وہ شیطان یہی تماشا فریال کے ساتھ بھی کر سکتا تھا اور میں کسی طرح بھی فریال کی یہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس وقت کتنا بے بس ہو گیا تھا یہ میں ہی سمجھ رہا تھا۔ میری تمام صلاحیتیں، میری ذہانت اور میری دلیری سب کی سب اس قدر کمزور پڑ گئی تھیں کہ میں خود کو ایک حقیر کیڑے سے بھی زیادہ کمزور اور بے بس سمجھ رہا تھا۔

میں نے ایک بار پھر ماسٹر لوشے کے ذہن میں جھانک کر دیکھا وہ اب بھی گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کے اتنے دیر تک سونے کی وجہ معلوم ہو گئی کیونکہ وہ میرے سونے کے بعد بھی جاگتا رہا تھا، اور فریال کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا تھا۔ اب وہ آرام سے سو رہا تھا۔ میں غصے سے تلملانے لگا لیکن غصہ دکھانے سے کیا ہوتا تھا۔ اب صرف ایک ہی صورت رہ گئی تھی کہ وہ کمبخت اپنا سوٹ کیس کھولے اور اس میں سے وہسکی کی بوتل نکال کر ایک آدھ گھونٹ اپنے حلق سے اتار لے۔ یہ موقع ابھی تک نہیں آیا تھا اور اب مجھے اسی موقع کا انتظار کرنا تھا۔ اس سے پہلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

یہ سوچتے وقت میں پھر محتاط ہو گیا۔ میرے دماغ نے مجھے سمجھایا کہ اب وہسکی کی بوتل یا اس دوا کے متعلق ہرگز نہیں سوچنا چاہیے جو میں اس کے خلاف آزمانا چاہ رہا ہوں، اگر بھولے سے بھی میں نے اس کے متعلق سوچ لیا اور ماسٹر لوشے نے میری سوچ کو پڑھ لیا تو میری ساری پلاننگ دھری کی دھری رہ جائے گی اور میں کبھی اس کے چنگل سے آزاد نہیں ہو سکوں گا۔ میں نے تہیہ کر لیا کہ اب آئندہ اس وہسکی کی بوتل کے متعلق نہیں سوچوں گا۔ اس کے بریف کیس میں بھی ایک ٹانک کی شیشی رکھی ہوئی تھی۔ اس شیشی میں بھی میں نے وہ دوا ملا دی تھی اب ماسٹر لوشے سے نمٹنے کے لیے ضروری تھا کہ میں وہسکی اور اس ٹانک کی شیشی کو بالکل ہی بھول جاؤں اور نیند کی حالت میں بھی اس کے متعلق کبھی نہ سوچوں اس کے لیے میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ سونے سے پہلے اپنے دماغ کو کنٹرول میں رکھوں گا، اور ماسٹر لوشے کو اتنا موقع نہیں دوں گا کہ وہ میرے خوابیدہ ذہن کو اپنے طور پر سوچنے پر مائل کر سکے۔

وہ شیطان کا بچہ تو جیسے گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔ اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ میں نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھا تو اس وقت آدھی رات گزر چکی تھی۔ میں نے سوچا پتہ نہیں وہ کب تک اسی طرح سوتا رہے گا۔ اس وقت تک مجھے فریال سے باتیں کر لینی چاہئیں۔ میں نے یہ سوچ کر فریال سے رابطہ قائم کیا، اور اس سے کہنے لگا۔

”سنو فریال! تم دشمن سے دھوکہ کھا گئی ہو۔ جس وقت میں نے تم سے پاسپورٹ کے متعلق گفتگو کی تھی دراصل وہ میں نہیں تھا، میرا دشمن ماسٹر لوشے تھا۔“

فریال نے گھبرا کر پوچھا۔

”کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ لیکن وہ میرے دماغ تک کیسے پہنچ گیا؟ میں تو آپ کے حکم کی تعمیل کر رہی ہوں۔ جب سے میں یہاں آئی ہوں اس کے بعد اس کوٹھی سے باہر نہیں نکلی آپ نے اس کے قریب جانے سے منع کیا تھا۔ میں تو اس سے دور ہی رہی ہوں۔ پھر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟“

”تم واقعی میرے حکم کی تعمیل کر رہی ہو لیکن یہ سب کچھ میری غلطی سے ہوا۔ میں سونے سے پہلے اپنے ذہن کو پوری طرح

کنٹرول میں نہیں رکھ سکا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ماسٹر یوشے میرے خوابیدہ ذہن کو اپنی گرفت میں لے کر یہ معلوم کرتا رہا کہ اس دنیا میں میری سب سے عزیز ترین ہستی کون ہے اور اس طرح وہ تم تک پہنچ گیا۔ اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس نے تم سے پاسپورٹ کے متعلق کیوں پوچھا تھا۔ مجھے میری سوچ کا جو جواب مل رہا ہے وہ یہ ہے کہ وہ تمھیں بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے تاکہ میں جب کبھی اس کے حکم سے انکار کروں تو وہ تمھیں ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر دے اور میں اس کا حکم ماننے پر مجبور ہو جاؤں۔"

"فرہاد! یہ کیا ہو گیا آپ میری وجہ سے بہت کمزور پڑ جائیں گے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں میں ذہنی اذیتوں سے گزر جاؤں گی لیکن یہ برداشت نہیں کروں گی کہ میری محبت آپ کو کمزور بنا دے۔"

"نہیں فریال ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں تمھیں کسی الجھن میں دیکھوں یا تمھاری آنکھوں میں آنسو دیکھوں، یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ اب میں تمھیں یہی سمجھانا چاہتا ہوں کہ وہ شیطان تم سے جو کچھ کہے اس پر عمل کرتی جانا اگر وہ تم سے یہ کہے کہ یہ ملک چھوڑ کر فلاں جگہ جانا ہے تو تم انکار نہ کرنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ تمھیں اسی جگہ لے جائے گا جہاں سے مجھے لے جانے کا ارادہ کر چکا ہے۔"

"لیکن فرہاد! جب تک ممی کے قتل کا مقدمہ چلتا رہے گا میں یہ ملک چھوڑ کر باہر نہیں جا سکوں گی۔ جب تک پولیس والوں کی طرف سے کلیرنس سرٹیفکیٹ نہیں ملے گا اس وقت تک میں اپنا پاسپورٹ استعمال نہیں کر سکوں گی۔ پھر وہ شیطان پاسپورٹ کے بغیر مجھے کس طرح یہاں سے جانے پر مجبور کر سکے گا۔"

یہ بات تو میں بھول ہی چکا تھا کہ فریال اپنی ممی کے قتل کے مقدمے میں.... الجھی رہے گی اور اپنا پاسپورٹ استعمال نہیں کر سکے گی۔ یہ بات ماسٹر یوشے کو بھی سمجھائی جا سکتی ہے میں نے فریال سے کہا۔

"اچھی بات ہے ہم دیکھیں گے ماسٹر یوشے اس سلسلے میں کیا کرتا ہے۔ اگر وہ تمھیں قانون کے خلاف جبراً یہاں سے لے جانا چاہے گا تو میں اعتراض کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری مرضی کے خلاف تمھیں یہاں سے جانے پر مجبور نہیں کرے گا۔"

ہماری باتوں کے دوران پتہ نہیں ماسٹر یوشے کب بیدار ہو گیا تھا چونکہ میں اس کی نظروں میں بہت ہی خطرناک تھا۔ اس لیے اس نے بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے میرے ذہن میں جھانک کر دیکھا تھا اور اس کے بعد بڑی خاموشی سے ہماری گفتگو سنتا رہا تھا۔ آخر کار اس نے مداخلت کی۔

"ہیلو فرہاد! میں بیدار ہو چکا ہوں اور تم دونوں کی باتیں بھی سن چکا ہوں۔ مجھے بھی اس بات کا خیال نہیں رہا تھا کہ تمھاری فریال اپنی ممی کے قتل کے مقدمے میں الجھی رہے گی۔ جب تم چاہتے ہو کہ میں اسے غیر قانونی طور سے باہر نہ لے جاؤں تو تمھاری ہی بات رہے گی۔ فریال اسی ملک میں رہے گی اور پھر وہ جتنی دور بھی رہے تم جانتے ہی ہو کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے فاصلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ جب بھی تم میرے خلاف کوئی قدم اٹھانا چاہو گے میں اس کے جواب میں فریال کے ذہن تک پہنچ جاؤں گا۔ اس کے بعد کیا ہو گا، یہ تم اچھی طرح سمجھتے ہو۔"

میں نے غصے سے تلملاتے ہوئے کہا۔

"تم اول درجے کے کمینے ہو۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم میرے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کرو گے لیکن تم میری دوسری شرط کے خلاف یہ حرکت کر چکے ہو۔"

"فرہاد میں نے تمھارے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کی ہے۔ صرف احتیاطاً آئندہ تمھیں قابو میں رکھنے کے لیے تمھاری دلنواز محبوبہ کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ میرا فرض تھا۔ اسے میں نے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی اور نہ ہی آئندہ اسے کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ ہے۔ بس تم نہایت شرافت سے ہمارے حکم کی تعمیل کرتے رہو۔"

میں غصہ دکھانے اور جھنجھلانے کے سوا اور کر ہی کیا سکتا تھا۔ میں نے فریال کو بتا دیا کہ ماسٹر یوشے سے میری بات ہو چکی ہے، وہ جبراً اسے باہر جانے پر مجبور نہیں کرے گا۔ میری باتیں سننے کے بعد فریال نے کہا۔

"آپ وعدہ کریں کہ ممی کے مقدمے سے فارغ ہو جاؤں گی تو آپ مجھے فوراً ہی اپنے پاس بلا لیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں فریال کہ تمھیں ضرور اپنے پاس بلاؤں گا۔ میں خود بھی تم سے دور نہیں رہنا چاہتا۔ مگر افسوس کہ حالات سے مجبور ہوں۔ اچھا خدا حافظ۔ پھر ہماری ملاقات ہو گی۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا ماسٹر یوشے نے مجھ سے کہا

"ہم بہت دیر تک سوتے رہے ہیں۔ رات کا کھانا بھی نہیں کھایا ہے۔ اس وقت رات کے دو بجنے والے ہیں۔ میں نے کھانے کا آرڈر دیا ہے تم میرے کمرے میں چلے آؤ۔"

میں اپنے کمرے سے نکل کر اس کے کمرے میں آ گیا وہاں مادام سونیا ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی اپنی عادت کے مطابق کچا گوشت کھا رہی تھی۔ اس کے سامنے ایک بڑے سے برتن میں دودھ رکھا ہوا تھا۔ اسے کچا گوشت کھاتے دیکھ کر مجھے کراہت سی محسوس ہوئی۔ کمبخت جوان تھی، جاذب نظر تھی۔ مگر اس کی خوراک بتا رہی تھی کہ اس کے منہ سے بساند آتی ہو گی۔ میں نے سوچا

کہ اگر مجھ سے بے تکلفی ہو گی اور وہ میری زبان سمجھے گی تو میں اسے سولف الائچی کھانے کا مشورہ دوں گا تاکہ وقت ضرورت ناگواری محسوس نہ ہو۔

سونیا مجھے اچانک ہی کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر کھاتے کھاتے ٹھٹھک گئی اور اب میرے سامنے کھاتے ہوئے جھینپ رہی تھی۔ ماسٹر یوشے نے شاید اس کی زبان میں اسے کھانے کیلئے کہا۔ لیکن وہ وہاں سے باقی ماندہ گوشت اور ہڈیاں سمیٹ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد ماسٹر یوشے نے کہا۔

"یہ ہماری طرح دوسرے کھانے بھی کھاتی ہے لیکن کچا گوشت اور دودھ اس کی مرغوب غذا ہے۔ بعض اوقات اس کی یہ غذا ہمارے لیے پریشانی کا سبب بن جاتی ہے۔ اگر میرے ذرائع وسیع نہ ہوتے اور میں اس کی خوراک کا انتظام نہ کر سکتا تو یہ میرے لیے مصیبت بن جاتی۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پہلے آدمی ہو جس کے سامنے اس نے اپنا پسندیدہ کھانا چھوڑ دیا۔"

میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"سونیا کے ساتھ تمھارے تعلقات کیسے ہیں؟ وہ جوان ہے تمھارے ساتھ رہتی ہے۔ اس لیے میں پوچھ رہا ہوں۔"

ماسٹر یوشے نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ہاں جوان ہے۔ کئی بار اس پر طبیعت آئی مگر اس کے منہ سے ایسی بساند آتی ہے کہ قریب جاتے ہی سارے جذبات سرد پڑ جاتے ہیں۔ یہ خود بھی سرد مزاج کی ہے۔ میں نے اسے کبھی کسی مرد سے دلچسپی لیتے نہیں دیکھا اور پھر کس مرد کا دماغ خراب ہوا ہے کہ وہ اس کے فولادی ناخنوں کو دیکھنے کے بعد اس میں دلچسپی لے۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ اس نے زندگی میں پہلی بار فلیٹ میں تمھاری خوبروئی کی تعریف کی تھی تو تمھیں یقین کر لینا چاہیے۔ یو آر لکی۔"

"لکی تو اس وقت کہلاؤں گا جب مجھے بھی کچا گوشت کھانے کی عادت پڑ جائے گی۔ ویسے جہاں تک جذبات کا تعلق ہے محبت ہمارے لیے کچا گوشت ہی ہوتی ہے۔"

ماسٹر یوشے میری بات سن کر ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"تمھاری ضرورت کا سامان آ چکا ہے۔ تم کھانے کے بعد اپنے کمرے میں جا کر اپنا نیا لباس پہن کر دیکھ لینا اور تمام سامان چیک کر لینا۔ اگر کوئی کمی ہو گی تو صبح پوری کر دی جائے گی۔ کل دوپہر کی فلائٹ سے ہم جزیرہ ہوائی کی طرف جائیں گے۔ جزیرہ کوائی میں ہوائی اڈہ نہیں ہے۔ ہم ہونولولو کے ائیرپورٹ پر اتریں گے۔ ایک رات اور ایک دن وہاں قیام کریں گے اس کے بعد لانچ کے ذریعے کوائی کی طرف روانہ ہوں گے۔"

تھوڑی دیر بعد کھانا آ گیا۔ ہم کھانے کے لیے ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ اب مجھے یقین تھا کہ وہ کھانے کے بعد ایک آدھ پیگ پیئے گا اور اس مقصد کے لیے اپنے سوٹ کیس سے وہسکی کی بوتل نکالے گا۔ مگر کھانے کے بعد مجھے یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ بیرا ہوٹل کے بار سے اس کے لیے ایک بوتل لے آیا تھا۔ میں مایوس ہو کر وہاں سے اٹھ گیا۔ اس وقت تک سونیا باتھ روم سے واپس آ گئی تھی۔ چہرے سے پتہ چل رہا تھا کہ اس نے صرف اپنا چہرہ ہی نہیں بلکہ منہ بھی اچھی طرح صاف کیا ہے۔ اچھی طرح دانت مانجھ کر خوب کلیاں کی ہیں۔ کیونکہ مسکراتے وقت اس کے دانت موتی کی طرح چمک رہے تھے۔ میں نے اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دینے کی بجائے بڑی بے نیازی سے منہ پھیر لیا۔ پھر اس کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

میرے کمرے میں بہت سا سامان بکھرا پڑا تھا۔ نیا سوٹ کیس نئے جوتوں کے دو ڈبے، ایک بریف کیس۔ سوٹ کیس کھول کر دیکھا تو اس میں کئی جوڑے کپڑے، دو عدد سوٹ، نکٹائیاں اور شیونگ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ میں نے سوٹ اور دوسرے کپڑے پہن کر دیکھے۔ میرے بدن پر ٹھیک آ رہے تھے۔ میں نے تمام سامان ایک طرف رکھ دیا۔ اس وقت ساڑھے تین بجے تھے۔ میں بستر پر لیٹ گیا۔ سوچا کہ صبح شیو کرنے کے بعد لباس تبدیل کروں گا۔ اس وقت مجھے نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ فریال سے باتیں کرنا چاہیئں۔

لیکن اس کا ذہن نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ تھکی ہاری سو رہی تھی۔ میں نے اسے آرام سے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے سوچا کون ہو سکتا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے میں نے ماسٹر یوشے کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنے کمرے میں آرام سے بیٹھا وہسکی سے دل بہلا رہا تھا۔ میں مادام سونیا کے ذہن میں نہیں جھانک سکا کیونکہ وہ اپنی زبان میں سوچتی تھی اور میں اس کی سوچ پڑھ کر یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا سوچ رہی ہے۔ اسی وقت دوبارہ دستک ہوئی۔

"کم ان۔" میں نے اونچی آواز میں کہا۔

دروازہ کھل گیا اور سونیا جھجکتی ہوئی اندر آ گئی۔ اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"آئی۔ لائک۔ ٹوسٹ۔ ہیئر۔"

وہ انگریزی زبان میں اٹک اٹک کر کہہ رہی تھی کہ وہ یہاں بیٹھنا چاہتی ہے۔ میں نے اس سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ وہ ایک صوفے پر سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ میں تھوڑی دیر تک خاموشی سے انتظار کرتا رہا کہ شاید وہ کچھ کہے گی اور شاید وہ بہت کچھ کہنا بھی چاہتی تھی کیونکہ وہ تھوڑی دیر میں کئی بار پہلو بدل چکی تھی۔ اس کی حالت

سے پتہ چل رہا تھا کہ جیسے اس کے اندر بہت سا مواد جمع ہو، اور ابکائی آ رہی ہو لیکن سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کہاں اجنبی زبان کی قے کی جائے۔ میں نے اس کی مشکل آسان کرتے ہوئے پوچھا۔

"یو اسپیک انگلش؟ کیا تم انگریزی بول لیتی ہو؟"

وہ اٹک اٹک کر بولنے لگی۔

"آئی۔ اسپیک۔ اے۔ لٹل لیٹل۔"

وہ انگریزی زبان کا پوسٹ مارٹم کرنے لگی۔ میں نے اپنی مسکراہٹ کو ضبط کرتے ہوئے اس سے کہا۔

"میں تمھیں سکھاؤں گا۔"

"ڈا۔ کی نے۔" وہ خوش ہو کر مسکراتی ہوئی بولی۔

"ڈا۔ کی نے کا مطلب کیا ہوا؟"

"آئی۔ سیڈ۔ تھینک یو۔ اٹ۔ از ہوائین لینگویج۔" (ڈا۔ کی نے کا مطلب شکریہ) یہ جزیرہ ہوائی کی زبان ہے۔

میں نے مسکرا کر اس سے انگریزی زبان میں پوچھا۔

"کیا تم مجھے اپنی زبان سکھاؤ گی؟"

وہ خوش ہو کر اقرار میں سر ہلانے لگی۔ "ضرور۔ ضرور۔"

میں نے جواباً مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"ڈا۔ کی نے۔"

وہ ننھی سی بچی کی طرح خوش ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس وقت وہ دور دور تک کوئی جانور نما عورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ یوں بھی اسے عورت کہنا زیادتی تھی جسے ماسٹر یوشے جیسا آدمی ہاتھ نہ لگا سکا ہو، اور جس کی طرف دوسرے لوگ بڑھنے کی جرأت نہ کرتے ہوں۔ اسے پھول کی بجائے ایک نوخیز کلی ہی کہا جائے گا اور اس وقت وہ میرے قریب بیٹھ کر ایسے خوش ہو رہی تھی جیسے ایک معصوم بچی کو اس کی پسند کی کوئی چیز مل گئی ہو۔

اس وقت میں اس کی درندگی کو بھول گیا تھا۔ یہ گیان حاصل ہوا کہ درندوں میں بھی معصومیت چھپی ہوتی ہے۔ اگرچہ اس سے باتیں کرتے وقت بڑی الجھن سی ہوتی تھی۔ وہ اٹک اٹک کر بڑی مشکل سے اپنا مفہوم ادا کرتی تھی۔ اس کے باوجود وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ ایمان کی بات یہ ہے کہ میں ایک عیاش مرد کی طرح اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ صرف اس کی معصومیت نے میرا دل موہ لیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ فریال کے سامنے اب کوئی حسین عورت میری نگاہوں میں نہیں جچتی تھی۔ اس نے بچوں کی طرح سر ہلا کر پوچھا۔

"وی۔ فرینڈ؟"

میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ہاں سونیا ہم دوست ہیں۔" اس نے اپنا ایک ہاتھ میری طرف بڑھا کر اپنی انگلیاں سیدھی کیں شپ شپ کی آواز کے ساتھ فولادی ناخن باہر آ گئے۔ پھر اس نے اپنے ناخنوں کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"وی۔ ول۔ ناٹ۔ فائیٹ۔ اگین۔" (ہم آئندہ جنگ نہیں کریں گے)

میں نے دوستانہ انداز میں اس کا وہ ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کے ہاتھ کو سہلاتے ہوئے اس کے فولادی ناخن کو دیکھنے لگا۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ اس کی انگلیاں پلاسٹک کی ہیں۔ یعنی اس لڑکی کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اپنی نہیں تھیں۔ بڑی خوبصورتی سے وہ فولادی ناخن اس کی انگلیوں میں ایڈجسٹ کیے گئے تھے۔ ایک خاص میکنزم کے تحت وہ انگلیاں مڑتی تھیں اور کھلتی تھیں پھر اس میں سے فولادی ناخن باہر نکل آتے تھے۔

میں اس کے ہاتھ کو سہلاتے ہوئے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس دوران وہ کچھ پریشان سی ہو گئی تھی۔ کاش کہ میں اس کی سوچ کو پڑھ سکتا۔ وہ روانی سے نہ تو انگریزی بول سکتی تھی، نہ ہی اس زبان میں سوچ سکتی تھی۔ بچپن ہی سے وہ عادتاً اپنی زبان میں سوچتی چلی آئی تھی۔ میں نے اشارے سے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

وہ دل برداشتہ ہو کر بولی۔

"ڈو۔ ناٹ۔ ہیٹ می۔ آئی۔ ایم۔ ہیومن۔ بیئنگ۔" (مجھ سے نفرت نہ کرنا میں ایک انسان ہوں)

میں اس کے ذہنی کرب کو سمجھ گیا۔ وہ بڑے دکھ سے سوچ رہی تھی کہ میں نے اسے کچا گوشت کھاتے دیکھ لیا ہے ... اس کے جانوروں کی طرح مڑے ہوئے پنجے دیکھے ہیں۔ کہیں میں اسے جانور سمجھ کر اس سے نفرت نہ کروں۔ اسی لیے وہ بڑے کرب سے مجھے اپنے انسان ہونے کا یقین دلا رہی تھی۔ میں نے بڑی محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آسان سی انگریزی زبان میں سمجھایا۔

"میں تم سے نفرت نہیں کرتا۔ تم بہت اچھی ہو، بہت پیاری لڑکی ہو۔ تم میری دوست ہو، اور کوئی دوست سے نفرت نہیں کرتا۔ میں ہمیشہ تمھاری عزت کروں گا۔ جاؤ اب آرام سے سو جاؤ۔"

وہ مجھے احسان مندی سے دیکھتی ہوئی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں اسے دروازے تک چھوڑنے کے لیے گیا۔ دروازے سے باہر جاتے وقت اس نے مسکرا کر کہا۔

"آلو ہا نوئی لوا۔"

میں نے اس سے اس کا مطلب پوچھا۔ اس نے انگریزی میں ترجمہ کر کے بتایا کہ وہ شب بخیر کہہ رہی ہے۔ میں نے بھی سر جھکا کر کہا۔ "آلو ہا نوئی لوا۔"

وہ مسکراتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ اپنے کمرے کے دروازے تک پہنچتے پہنچتے اس نے کئی بار پلٹ کر میری جانب دیکھا۔ پھر وہ مسکراتی ہوئی اپنے کمرے کے اندر چلی گئی۔

جب میں نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کیا تو ماسٹر یوشے مجھے مخاطب کر رہا تھا۔

"فرہاد! اس میں اب کوئی شبہ نہیں رہا کہ تم بے حد خطرناک ہو۔ جس لڑکی کو میں تمھارے خلاف ایک زبردست حربہ بنا کر لایا تھا۔ تم نے اسے دوست بنا لیا۔"

"ماسٹر یوشے تم ہماری باتیں سن رہے تھے۔ تم نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ پہلے اسی نے دوستی کا ہاتھ میری طرف بڑھایا ہے۔"

"ہاں، وہ دوست اس لیے بن گئی کہ پہلے تم نے اس کا دل جیت لیا تھا۔"

"میں نے دانستہ ایسا نہیں کیا۔ میں کیا جانوں کہ کتنے لوگ مجھ سے متاثر ہوتے ہیں۔ پھر دوستی کوئی بری چیز تو نہیں ہے تم بھی تو دوستی کا دعویٰ کرتے ہو۔"

"میری بات اور ہے۔ ویسے فی الحال مجھے تمھاری اور سونیا کی دوستی پر اعتراض نہیں ہے کیونکہ میں صرف تمھاری بو سونگھنے کے لیے یعنی تمھیں تلاش کرنے کے لیے اسے اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ اس مقصد میں میں کامیاب ہو چکا ہوں اور یہ تماشا بھی دیکھ چکا ہوں کہ وہ اپنے فولادی ناخنوں سے تم ... جیسے آدمی کو زیر نہیں کر سکی تھی۔ لہٰذا وہ تمھاری دوست بھی بن جائے تو ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ مگر تمھارے کردار کی خصوصیات یہ بتا رہی ہیں کہ تم ہمارے کام کے آدمیوں کو دوست بنانے کی صلاحیت رکھتے ہو۔"

"ظاہر ہے کہ تمھارا جھکاؤ کھوٹا ہو گا اسے میں اپنے لیے کھرا بنا لوں گا۔ تم اپنی پونجی کی حفاظت خود کرو، مجھ سے شکایت کیوں کرتے ہو؟"

"میں تمھیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں کس طرح تمھاری اسٹڈی کر رہا ہوں تم یہ نہ سمجھنا کہ میں کسی بھی لمحے تم سے غافل ہو سکتا ہوں۔"

میں نے اپنی تلخ سوچ کے ذریعے کہا۔

"تمھاری اس اطلاع کا شکریہ۔ یہ بتاؤ کہ تمھارے گروہ میں سونیا کی کیا حیثیت ہے؟"

"ہمارے گروہ میں باکمال عورتوں کی ایک الگ ٹیم ہے جو اپنے اپنے طور پر حیرت انگیز صلاحیتیں رکھتی ہیں۔ ہوائی گھنٹے کے بعد کی ہر عورت احترام کے طور پر مادام کہلاتی ہے۔ خواہ وہ اس طرح ایک کم عمر دوشیزہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ تمام عورتیں ہمارے ماتحت رہتی ہیں کیونکہ عورت ذات پر کسی طرح بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک زندہ مثال تمھارے سامنے ہے۔ مادام سونیا پہلی ہی ملاقات میں تمھاری طرف پھسل گئی ہے۔ بہرحال ہم جزیرے میں پہنچ کر اس کا علاج کر لیں گے۔"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"کیا تم سونیا کو میرے ساتھ دوستی کرنے کی سزا دو گے؟"

"یہ نہ پوچھو۔ یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں۔"

میں نے غصے سے کہا۔

"تم ذلیل کتے ہو۔ میرے ذاتی معاملات میں فوراً ہی ٹانگ اڑاتے ہو۔ یاد رکھو ماسٹر یوشے! وہ خطرناک ہونے کے باوجود ایک معصوم سی لڑکی ہے۔ اگر میری دوستی سے اس کے دل میں انسانوں کے سے خوشگوار احساسات پیدا ہوتے ہیں تو تمھیں اس کی قدر کرنی چاہیے۔ اسے انسان بننے دو ماسٹر یوشے۔"

"ہمیں جانور نما عورت کی ضرورت ہے۔ ہم اس کے اندر انسانوں کے سے احساسات پیدا کر کے اپنا نقصان نہیں کریں گے تم فضول بحث نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں بولوں گا۔ مگر یاد رکھو اس طرح تم مجھے اپنا دوست نہیں دشمن بناتے چلے جاؤ گے۔" ماسٹر یوشے نے بڑی لاپروائی سے کہا۔

"اچھا دیکھا جائے گا۔ ابھی میرا نشہ خراب نہ کرو۔ مجھے ذرا سُر میں رہنے دو۔"

"تم جہنم میں جاؤ۔"

اس نے مجھ سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ میں پھر اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ مجھے اپنی ہی بے بسی پر غصہ آ رہا تھا۔ ایک تو میں فریال کو اس شیطان کی گرفت میں جانے سے نہیں بچا سکا دوسری سونیا تھی جس کے ساتھ وہ شیطان نہ جانے کیا سلوک کرنے والا تھا۔ جب تک سونیا کے اندر درندگی تھی اور وہ دشمن کی طرح مجھے سونگھتی پھر رہی تھی اُس وقت تک میں نے اس سے ہمدردی نہیں کی تھی لیکن اس کا دوسرا روپ سامنے آتے ہی میرے دل میں انسانی ہمدردی پیدا ہو گئی۔ میں نے اس لڑکی کے ذہن میں جھانک کر دیکھا تاکہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں اس سے رابطہ قائم کر سکوں۔ لیکن اس کے دماغ میں ماسٹر یوشے کی سوچ سنائی دے رہی تھی۔

ماسٹر یوشے سونیا کی زبان میں اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔

سے پتہ چل رہا تھا کہ میسی تھی جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ سونیا الیکائی آ رہی ہے لیکن وہ پہلے ہی غصے میں بھرا بیٹھا تھا کہ سونیا نے مجھ سے دوستی کیوں کی ہے۔ اسی لیے وہ سختی سے اس کا محاسبہ کر رہا تھا۔ اگرچہ میں اس زبان کو نہیں سمجھ رہا تھا تاہم ان دونوں کے لہجے سے اور آواز کے اتار چڑھاؤ سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ سونیا کس انداز میں جواب دے رہی ہے۔

سونیا پہلے بہت آہستہ آہستہ باتیں کرتی رہی پھر اس کے لہجے میں تیزی آنے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ماسٹر یوشے کی مخالفت میں بول رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد میرا خیال درست نکلا۔ میں نے دیکھا سونیا کے دماغ میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں کھڑی ہوئی تھی۔ اچانک ہی لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑی۔ ماسٹر یوشے اسے ذہنی اذیتیں پہنچا رہا تھا۔ میں تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا اپنے کمرے سے باہر آیا۔ پھر سونیا کے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ جب دروازہ کھلا تو میں نے وہاں ماسٹر یوشے کو دیکھا۔ اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے غرا کر پوچھا۔ "یہاں کیوں آئے ہو؟"

میں نے سونیا کی جانب دیکھا وہ فرش پر پڑی، دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھامے ہوئے تھی اور اب فرش سے اٹھنا چاہتی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا اور اسے ایک صوفے پر بٹھا دیا۔

"تم ہمارے درمیان نہ آؤ۔ چلے جاؤ یہاں سے۔" ماسٹر یوشے مجھے گھور کر دیکھ رہا تھا۔

"ماسٹر یوشے۔" میں نے نفرت سے کہا۔ "تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ تم اس معصوم لڑکی کو کیوں پریشان کر رہے ہو؟"

ماسٹر یوشے نے غصے سے کہا۔

"یہ معصوم نہیں ہو سکتی ہے۔ ہم سے غداری کر رہی ہے۔ میرے حکم سے انکار کر رہی ہے۔"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہارا حکم یہی ہو گا کہ سونیا مجھ سے دوستی نہ کرے۔"

"ہاں ہم جو چاہتے ہیں وہی ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ میرا حکم ماننے سے انکار کر رہی ہے۔ اب تم اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ میں اسے کیسی سزا دیتا ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے غصے سے اٹھ کر کہا۔ "تم ایسا نہیں کرو گے ہاں اگر تمہاری شامت آئی ہے تو پھر اسے سزا دو۔"

ماسٹر یوشے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"تم میرے غلام بن کر مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ آؤ ایک قدم بھی آگے بڑھو میں تمہیں جہنم کے عذاب میں مبتلا کر دوں گا۔"

میں نے اچانک ہی اس پر چھلانگ لگائی۔ فضا میں اُڑ کر اس کے سینے پر ایک لات جمانی چاہی اسی وقت میری سوچ نے کہا۔

"لات ذرا بائیں طرف . . . . ."

سوچ کے مطابق میری لات بائیں طرف گئی اور میں دیوار سے جا کر ٹکرا گیا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس شیطان نے فوراً ہی میرے دماغ کو کنٹرول کر لیا تھا۔ میں فرش پر گرتے ہی اس کی آواز سن رہا تھا۔ اجنبی زبان میں سونیا سے کچھ کہہ رہا تھا۔ انداز بالکل حاکمانہ تھا۔ میں نے فرش سے اٹھ کر دیکھا تو سونیا کے ہاتھوں کی انگلیاں سیدھی ہو گئی تھیں اور فولادی ناخن نکل آئے تھے۔ وہ کبھی کبھی نہیں نہیں کے انداز میں سر کو جھٹکتی تھی۔ مگر پھر اس کا دماغ اس شیطان کی مٹھی میں آ جاتا تھا۔ میں ماسٹر یوشے کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس پر دوبارہ حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت سونیا اس کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہو گئی۔ دوسرے لفظوں میں اس شیطان نے اس بیچاری کو ڈھال بننے پر مجبور کر دیا تھا۔

میں سونیا کے چہرے پر کبھی کبھی کرب کے آثار دیکھتا تھا۔ وہ دشمن بن کر میرے مقابلے پر نہیں آنا چاہتی تھی۔ مگر ماسٹر یوشے کی شیطانی چالوں سے مجبور ہو جاتی تھی۔ اس نے سونیا کو سختی سے حکم دیا۔

"گو اینڈ اٹیک۔"

اس کا ذہن پوری طرح شیطان کی مٹھی میں تھا۔ اس نے حکم پاتے ہی مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں اُچھل کر ایک طرف ہو گیا پھر بہت مجبور ہو کر اس کی کمر پر ایک لات جما دی۔ وہ کراہتی ہوئی بستر پر جا گری۔ اس لات کے ساتھ ہی میں نے فوراً گھوم کر ماسٹر یوشے کے منہ پر ایک زبردست کک ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے کی طرف گیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ اسی وقت سونیا نے چیختے ہوئے اور روتے ہوئے کہا۔

"نو مسٹر فرہاد۔ ڈونٹ ہٹ ہم۔"

تھوڑی دیر کے لئے سونیا کا ذہن آزاد ہو گیا تھا۔ اسی لئے وہ اٹک اٹک کر مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں ماسٹر یوشے پر حملہ نہ کروں۔ پھر وہ اس شیطان کے سامنے مجبور ہو کر کہہ رہی تھی کہ وہ اب میری دوست نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ میں وہاں سے چلا جاؤں۔ میں نے ماسٹر یوشے کی جانب دیکھا وہ لات کھانے کے بعد اسی طرح صوفے پر بیٹھا ہوا تھا اور بڑے آرام سے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"دیکھ لو فرہاد اب یہ کُتیا کس طرح میرا حکم مان رہی ہے۔ اسے سمجھ میں آگیا ہے کہ یہ دوستی کرے گی تو میں اسے دشمن کی طرح تمہارے سامنے آنے پر مجبور کر دوں گا۔ اگر تمہیں بھی عقل آگئی ہے تو یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔"

میں نے مایوسی سے سونیا کی جانب دیکھا وہ روتی ہوئی مجھے

بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ میں سر جھکا کر اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ اور میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ سونیا کے ساتھ دوستی کا حق ادا نہیں کر سکتا تھا اور فی الحال ماسٹر یوشے کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا وہ تو ذرا بے حیا قسم کا آدمی تھا۔ ایک لات کھا کر اس اطمینان سے بیٹھ گیا تھا کہ میں دوسری بار حملہ نہیں کر سکوں گا۔

میں ایک کرسی پر بیٹھ کر سگریٹ سلگانے کے بعد گہرے گہرے کش لگانے لگا۔ میرے جیسا کوئی قیدی نہ ہو گا۔ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی نہیں تھی، پاؤں میں زنجیر نہیں تھی۔ میں ایک ذلیل ترین دشمن کے سامنے آزاد تھا۔ مگر یہ آزادی میرا مذاق اڑا رہی تھی۔ نہ میں اس کے خلاف ہاتھ پاؤں استعمال کر سکتا تھا نہ ہی دماغ سے کام لے سکتا تھا۔ یہ سوچ سوچ کر میں بُری طرح جھنجھلاتا تھا۔ پھر آپ ہی آپ میری جھنجھلاہٹ ختم ہو جاتی تھی۔ دماغ سمجھاتا تھا کہ صبر کرو تمہاری باری بھی آئے گی۔

صبح ہو چکی تھی۔ رات بڑے کرب اور بے چینی سے گزری تھی۔ سونے کو بھی دل نہیں چاہتا تھا۔ اپنی دماغی پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے میں فریال سے باتیں کرنے لگا۔ اس وقت میں نے پریشانی کی حالت میں اس سے کیا باتیں کیں۔ یہ میں خود نہیں سمجھ سکا۔ مگر فریال نے سمجھ لیا کہ میں بہت ہی پریشان ہوں۔ وہ مجھے بہت دیر تک تسلیاں دیتی رہی۔ اُس نے یہاں تک اپنی رفاقت کا یقین دلایا کہ وہ میرے قریب رہ کر میری پریشانیوں کو کم کرنے کے لئے غیر قانونی طریقے سے یہ ملک چھوڑ سکتی ہے۔ لیکن میں نے اُسے منع کر دیا۔ اُسے سونیا کے متعلق ساری باتیں بتائیں کہ پہلے وہ میری خطرناک قسم کی دشمن تھی۔ مگر سامنا ہونے پر پتہ چلا کہ وہ کتنی معصوم اور مظلوم ہے اور ابھی تھوڑی دیر پہلے ماسٹر یوشے نے اُس پر کس طرح ظلم کیا ہے۔

میں نے فریال سے کہا کہ اگر وہ میرے ساتھ رہے گی تو ماسٹر یوشے اُسے بھی وقت بے وقت ذہنی اذیتیں پہنچاتا رہے گا۔ فی الحال اُس کا دور ہی رہنا بہتر ہے۔ میں اُس سے بہت دیر تک پیار و محبت کی باتیں کرتا رہا۔ جب میں نے اس سے رابطہ ختم کیا تو میرا دماغ کافی حد تک پُرسکون ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیسے بڑے سے بڑا شہ زور مرد بھی جب کسی موقع پر ہمت ہارتا ہے تو ایک نازک سی دلنواز محبوبہ اُس میں نئی امنگ اور نئے حوصلے پیدا کر دیتی ہے۔

ذہن کو سکون نصیب ہوا تو نیند آنے لگی۔ اس بار سونے سے پہلے میں نے قوتِ ارادی سے یہ سوچا کہ سونے کے دوران میری مرضی کے خلاف کوئی خواب یا خیال میرے دماغ میں نہیں ابھرے گا۔ اگر کسی نے میری سوچ میں مداخلت کی تو فوراً ہی میری آنکھ کھل جائے گی۔ اپنے دماغ کی پوری قوت سے یہ ارادہ کرنے کے بعد میں چار گھنٹے کا وقت مقرر کر کے سو گیا۔

لیکن میں مقررہ وقت تک نہ سو سکا۔ ڈھائی گھنٹے کے بعد اچانک ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میرے خوابیدہ ذہن میں یہ سوال ابھر رہا تھا کہ میں ماسٹر یوشے سے نجات حاصل کرنے کے لئے کس طرح اُسے تباہ کر سکتا ہوں یا اس کی جان لے سکتا ہوں؟

آنکھ کھلتے ہی میں نے چوری پکڑ لی۔ وہ شیطان کا بچہ میری نیند سے فائدہ اٹھا کر میرے خوابیدہ ذہن سے پوچھ رہا تھا کہ میں نے چپکے چپکے اُس کے خلاف کیسی پلاننگ کی ہے؟ میں عین وقت پر بیدار ہو گیا تھا۔ ورنہ خواب کی حالت میں اُسے بتا دیتا کہ اُسے تباہ کرنے کے لئے میں کس طرح سوچ چکا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میری قوتِ ارادی کام آگئی تھی۔ میں نے آنکھ کھلتے ہی ماسٹر یوشے سے کہا۔

"شیطان اپنی شیطانی چالوں سے باز نہیں آتا مگر انسان کے پاس بھی عقل ہوتی ہے۔ اب تم کبھی میرے خوابیدہ ذہن کو کرید نہیں سکو گے۔ پھر یہ کہ میں نے ابھی تمہارے خلاف کوئی منصوبہ نہیں بنایا ہے۔ اگر بنایا ہوتا تو تم کسی وقت بھی میری غفلت سے فائدہ اٹھا کر معلوم کر لیتے۔"

ماسٹر یوشے میری باتوں سے کسی حد تک قائل ہو گیا مگر اُس نے حیرانی کا اظہار کیا۔

"تعجب ہے کہ تمہارے جیسا سرکش انسان کس طرح خاموش بیٹھا ہوا ہے تمہاری خاموشی بڑی بھیانک لگ رہی ہے۔ میں کیسے مان لوں کہ تم میرے خلاف کوئی منصوبہ نہیں بنا رہے ہو؟"

"ماسٹر یوشے! میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو باقاعدہ شطرنج کی بساط بچھا کر اپنے دشمنوں کو مہروں کی طرح چلا کر مات دینے کی پلاننگ کرتے رہتے ہیں۔ میں نے پہلے سے کبھی پلاننگ نہیں کی میں ہمیشہ مناسب وقت کا انتظار کرتا ہوں۔ جب کوئی سنہرا موقع آتا ہے تو دشمنوں کے چھکے چھڑا دیتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ شیطان کو مات دینے کے لئے خدا اپنے بندوں کو ضرور موقع دیتا ہے تم انتظار کرو۔ میرا خدا مجھے بھی موقع دے گا۔"

اس نے بڑی حقارت سے کہا۔

"خدا تمہیں موقع دے گا مگر میں تمہیں موقع نہیں دوں گا۔ میں کسی لمحے بھی تم سے غافل نہیں رہوں گا۔ میرے مقابلے میں تمہاری ذہانت کام نہیں آئے گی۔"

میں نے مجبوری کا اظہار کیا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں ابھی تو میں بہت مجبور رہوں اور تمہارے شکنجے میں ہوں۔"

وہ میری بے بسی پر ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"شاباش اپنی موجودہ حیثیت کو اچھی طرح سمجھتے رہو۔ چلو اب

"اٹھو تمہاری روانگی کا وقت قریب آرہا ہے۔ تمہیں لباس وغیرہ بدل کر تیار رہنا چاہیئے۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر باتھ روم میں جاکر شیو کرنے لگا۔ ایک گھنٹے بعد میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نیا سوٹ پہن چکا تھا۔ جب ہم ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہوئے تو سونیا بار بار ماسٹر لوشے سے نظریں بچا کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھا فریال سے باتیں کر رہا تھا اور اسے بتا رہا تھا۔

"میں جا رہا ہوں مری جان میرے دل پر ایک بوجھ ہے۔ تمہاری قربت ہی اس بوجھ کو ہلکا کرسکتی ہے۔"

وہ بڑی بے بسی سے بولی

"میں کیا کروں فرہاد۔ میں کیسے آپ کے قریب آؤں؟ کیسے دکھ بٹاؤں۔ خدایا یہ کیسی مجبوری ہے۔"

اس کی سوچ ایسے لرز رہی تھی جیسے وہ لرزتے ہوئے آنسوؤں کی زبان سے بول رہی ہو۔ میں ہمیشہ سے ہنسنے بولنے کا عادی تھا۔ زندگی میں پیش آنے والے رنج وغم کو بڑی بے نیازی سے جھٹک کر آگے بڑھ جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے محبت کا روگ نہیں پالا تھا کسی سے اتنا گہرا لگاؤ نہیں تھا جتنا کہ فریال سے ہو چکا تھا۔ اس جان آرزو نے پیار کے رشتے کی بہت سی خوشیاں دی تھیں بجز اب اس کی جدائی کا دکھ مل رہا تھا۔

بی۔ او۔ اے۔ سی کے طیارے میں بیٹھتے وقت میں نے اُسے تسلی دی کہ جدائی کے دن بہت تھوڑے ہیں۔ میں بہت جلد اس شیطان سے نجات حاصل کر کے اس کے پاس چلا آؤں گا۔ اب جزیرہ ہوائی میں پہنچنے کے بعد اپنی خیریت سے آگاہ کروں گا۔ اس وقت تک کے لئے میں نے اجازت چاہی اور افسردگی دل کے ساتھ اس سے رابطہ ختم کر دیا۔

طیارہ فضا میں بلند ہو چکا تھا۔ ہم نے سیفٹی بیلٹ کھول دیئے تھے۔ دو عدد سرخ سفید رنگت کی تیز طرار حسینائیں ایئر ہوسٹس کے لباس میں تھرکتی پھر رہی تھیں اور مسافروں تک ان کی مطلوبہ چیزیں پہنچا رہی تھیں۔ ماسٹر لوشے نے اپنے لئے وہسکی منگوائی تھی۔ وہ میرے پیچھے والی سیٹ پر سونیا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ٹھہر ٹھہر کر شراب کا ایک ایک گھونٹ پی رہا تھا اسے اس طرح پیتے دیکھ کر میں ذرا مایوس ہو جاتا تھا۔ وہ کم بخت اپنے سوٹ کیس میں شراب کی بوتل رکھ کر جیسے بالکل ہی بھول گیا تھا۔ نہ تو سوٹ کیس سے شراب کی وہ بوتل نکال رہا تھا اور نہ ہی بریف کیس سے وہ ٹانک نکال کر استعمال کر رہا تھا۔ میں انتظار کرنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

ہم رات کو تین بجے ہوائی پہنچ گئے۔ سامان اور پاسپورٹ چیک کرانے میں دو گھنٹے گزر گئے۔ ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے تو صبح ہو چکی تھی۔ ہمارے لئے ایک کار پہلے سے موجود تھی۔ میں بھی ماسٹر لوشے سونیا کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ اب وہ اس لڑکی کو میرے قریب بیٹھنے کا موقع بھی نہیں دے رہا تھا۔ میرا دل میں بھی اس کے قریب بیٹھنے کی چاہت نہیں تھی صرف اس لڑکی سے ہمدردی تھی۔ میں نے سوچ رکھا تھا اگر مجھے اسکے کام آنے کا موقع ملا تو ضرور کام آؤں گا۔ اس سے زیادہ میں اس کے بارے میں نہیں سوچ سکتا تھا میرے خیالوں میں صرف فریال کا ہی گزر ہو سکتا تھا۔

ماسٹر لوشے کا ایک خاص آدمی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور کھڑکی کے باہر دیکھتے ہوئے فریال سے گفتگو کر رہا تھا۔

"میری جان میں اس خوبصورت جزیرے میں پہنچ گیا ہوں۔ یہ جزیرہ یورپ والوں کے لئے جنت کہلاتا ہے۔ یہاں شراب پانی کی طرح بہتی ہے اور سانولی سلونی ہوائی دوشیزائیں تمام ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں اس جنت کو رنگین بنانے کے لئے حاصل ہو جاتی ہیں لیکن اس جنت میں یہ آدم اکیلا ہے اس لئے کہ تم نہیں ہو۔"

"مجھے اس جنت میں بلا لیجئے۔" فریال کی سوچ نے کہا۔

"ضرور بلاؤنگا۔ ہم مایوسی کو بھول کر خوش آئند باتیں کریں تو دماغی تھکن دور ہو جائے گی۔ دیکھو ہم ایک دوسرے سے ہزاروں میل دور ہیں اس کے باوجود ایک دوسرے سے ہمکلام ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے پھر بھی تمہارے ماحول میں میں اور میرے اس ماحول میں تم میری ہمنشیں ہو۔"

"ہاں جان فریال۔ میں بڑی خوش نصیب ہوں کہ آپ سے جدا ہو کر بھی آپ سے دور نہیں ہوں۔ آپ مجھے بتائیں کہ وہ جگہ کیسی ہے۔"

"یہاں چاروں طرف ہریالی ہے دور دور تک اونچے اونچے ناریل کے درخت نظر آرہے ہیں۔ یہاں کے مقامی باشندے زیادہ تر لنگی اور بنیان میں نظر آرہے ہیں۔ جوان لڑکیاں گھاس کے گھاگھرے پہنے ہوئے ہیں۔ جو صرف گھٹنوں تک ہوتے ہیں۔ شاید یہ اتنے غریب ہوتے ہیں کہ انہیں کپڑا نصیب نہیں ہوتا کیونکہ وہ بیان بھی گھاس کی اور پتوں کی بنا کر پہنتی ہیں۔ غریبی کا یہ حسن دولتمندوں کے لئے رنگین نظارہ بن جاتا ہے۔"

"آپ بھی نظارہ کر رہے ہیں۔"

فریال نے ہولے سے ہنستے ہوئے یہ بات کہی تھی۔ یعنی یہ جتانا چاہتی تھی کہ وہ مذاقاً ایسا کہہ رہی ہے۔ مگر میں سمجھتا تھا آخر وہ بھی ایک عورت ہے۔ میں کسی دوسری عورت کا ذکر کروں گا تو وہ ضرور رقابت محسوس کرے گی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے فریال۔ میری آنکھوں کے سامنے سے مناظر گزر رہے ہیں۔ اس لئے میری آنکھیں دیکھنے پر مجبور ہیں۔ ایسا تو ممکن نہیں ہے کہ میں یہاں قیام کے دوران اپنی آنکھیں بند کئے رکھوں یہ لاجواب نظارے گزر گئے اور ہم ایک بہت ہی شاندار ہوٹل تک پہنچ گئے۔ ماسٹر لوشے ہمارے لئے کمرے کرائے پر حاصل کر رہا ہے کیا تم جانتی ہو یہاں ہوٹل کے کمروں کو کیا کہا جاتا ہے؟"

"لے ناتی کہا جاتا ہے۔" فریال نے جواب دیا۔

میں نے خوش ہو کر کہا۔

"واقعی فریال تمہیں مشرق بعید کی زبانوں پر دسترس حاصل ہے"

"اگر آپ کو وہاں کی باتیں سمجھنے میں دشواری پیش آئے تو آپ فوراً ہی مجھ سے رابطہ قائم کر لیا کریں۔ میں آپکو گائیڈ کر دوں گی۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "ڈاکی نے۔"

میری زبان سے یہاں کی بولی سن کر وہ حیرانی سے بولی۔

"ارے آپ تو وہاں پہنچتے ہی وہاں کی زبان بولنے لگے تعجب ہے"

"تعجب کی کیا بات ہے۔ سونیا نے مجھے چند الفاظ سکھا دیئے ہیں باقی تم سے سیکھوں گا۔ اچھا جان من پھر تھوڑی دیر بعد ملاقات ہوگی۔ سی یو اگین۔"

اس وقت تک میں اپنے ہوٹل والے کمرے میں پہنچ چکا تھا۔ جو یہاں کی زبان میں "لے ناتی" کہلاتا تھا۔ لے ناتی کا دوسرا دروازہ سوئمنگ پول کی طرف کھلتا تھا۔ سوئمنگ پول کے اطراف رنگ برنگے قمقمے روشن تھے۔ دور دور تک میزوں کے اطراف خوش پوش مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے قریب عورتیں ٹہل رہی تھیں مقامی لڑکیاں اپنے مخصوص گھاس کے گھاگھروں میں ادھر سے اُدھر پھرتی ہوئی ویٹرس کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ ایک تو نوعمری نے ان کے سانولے بدن کو ہیروں کی طرح تراشا تھا۔ دوسرے گھاس کا گھاگھرا ایسا تھا جو چلتے وقت اِدھر سے اُدھر بکھرتا تھا۔ اس طرح بدن کا بہت سا حصہ دیکھنے والی نگاہوں سے آنکھ مچولی کھیلتا رہتا تھا۔ "صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں" والی بات ہو تو نگاہیں بار بار پلٹ کر وہیں کی ہو کر رہ جاتی ہیں۔

ماسٹر لوشے کی نیت بھی ڈول رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ کو پڑھا تو پتہ چلا کہ وہ یہاں کے حسن کا بہت پرانا طلب گار ہے۔ جب بھی یہاں آتا ہے اس کے لئے یہاں کی سب سے حسین دوشیزہ کا پہلے سے ہی انتظام کر لیا جاتا ہے۔ اس وقت وہ اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا کسی ہوائی دوشیزہ کا انتظار کر رہا تھا۔ پتہ نہیں کس وقت جزیرہ "کوائی" جانے کا پروگرام تھا۔ وہاں پہنچ کر اسے بہت سی ذمہ داریاں سنبھالنی تھیں اور میں جو اس کے لئے دردِ سر بنا ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر ہی اِس دردِ سر سے اُسے نجات مل سکتی تھی۔ اسی لئے فی الحال وہ تفریح کے موڈ میں تھا۔

میرے لئے یہ موقع غنیمت تھا۔ میں نے سوچا کہ اب اس شیطان کو چھیڑنا چاہیئے اور اس کی ایک خاص کمزوری کو اس کے سامنے لاکر اسے اشتعال دلانا چاہیئے۔ یہ سوچ کر میں نے کہا۔

"ہیلو ماسٹر شیطان۔ میں تمہاری سوچ کو پڑھ رہا ہوں۔ اس وقت تم بڑے موڈ میں ہو اور کسی پھلجھڑی کا انتظار کر رہے ہو۔"

وہ بڑے موڈ میں ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا تم للچا رہے ہو؟ افسوس اگر سونیا تمہاری دوست بننے کی حماقت نہ کرتی تو شاید میں ایک رات کے لئے اسے تمہارے پاس بھیج دیتا۔"

"مجھے سونیا سے رات والی دلچسپی نہیں ہے۔ پھر یہ کہ عورتوں کے سلسلے میں میں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ تم محتاج بھی ہو اور اس معاملے میں کمزور بھی ہو۔"

"کیا بک رہے ہو؟" اس نے ناگواری سے پوچھا۔

"میں وہی کہہ رہا ہوں جو تمہارے متعلق جانتا ہوں میں نے بھی چوری چھپے تمہاری سوچ کو پڑھ کر یہ معلوم کر لیا ہے کہ ایک تو تم بوڑھے ہو دوسرے یہ کہ جوانی میں اتنی عیاشیاں کی ہیں کہ اب صرف تمہارے اندر عیاشی کی ہوس رہ گئی ہے۔ میری بات کو تم ہی سمجھ سکتے ہو کہ تم صرف ہاتھی کے دانت ہو۔ یہ دانت دکھا سکتے ہو استعمال نہیں کر سکتے۔"

"بکواس مت کرو۔" وہ اچانک ہی اپنی توہین سے تلملا گیا۔ "سور، کمینے تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ میں تم سے زیادہ جوان ہوں تم سے زیادہ مجھ پر [illegible]یاں مرتی ہیں۔"

"دیکھو ماسٹر لوشے ہم دونوں ٹیلی پیتھی کے ذریعے انسانوں کے اندر تک پہنچ جاتے ہیں۔ میں نے بھی تمہارے اندر چھپی ہوئی ایک کمزوری کو سمجھ لیا ہے۔ تم حقیقت سے انکار نہ کرو۔ اس سے پہلے کہ وہ لڑکی تمہارا مذاق اڑائے تم اسے میرے پاس بھیج دو میں ایک دوست کی حیثیت سے تمہاری یہ کمی پوری کروں گا۔"

وہ وہسکی سے شغل کر رہا تھا۔ اس نے غصے میں آکر شیشے کے جام کو فرش پر پٹخ دیا۔

"فرہاد۔ تم فوراً میرے کمرے میں آؤ۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔"

"میں تمہارے کمرے میں جانا ضروری نہیں سمجھتا۔ یہیں بیٹھ کر تمہاری بے بسی کا تماشا دیکھ سکتا ہوں۔ کیا ایک لڑکی کے سامنے تمہیں ندامت نہیں ہوگی؟"

اس کا غصہ آسمان پر پہنچ گیا۔ اس نے پہلے تو مجھے گالیاں دیں۔ پھر انتقاماً میرے دماغ میں ہلچل مچانے لگا۔ میں خود کو کنٹرول میں رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر دماغ کی بساط پر اس شیطان سے مقابلہ نہ کر سکا۔ وہ مجھے پاگل بنا کر پورے کمرے میں نچاتا رہا۔ جب

بالکل نڈھال ہو گیا تو اس کے بعد میرے کمرے میں دو آدمی آئے ان میں سے ایک انگریز تھا دوسرا مقامی باشندہ تھا۔ میں اپنا سر تھامے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں میرے قریب آئے اور میری بغل میں ہاتھ ڈال کر مجھے گھسیٹتے ہوئے اپنے ماسٹر کے کمرے میں لے گئے وہ ایک کوچ پر بیٹھا ہوا پی رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی اپنے آدمیوں سے کہا۔

"دروازہ اندر سے بند کردو اور اسے پیٹنا شروع کرو۔"

اتنی دیر میں پھر میرا ذہن اعتدال پر آگیا تھا۔ میں حالات سے نمٹنے کے لئے تیار ہو گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ جیسے ہی وہ مجھے مارنا شروع کریں گے میں ان دونوں پر جوابی حملے کروں گا۔ مگر وہ شیطان میری سوچ کو پڑھ رہا تھا جیسے ہی میں نے اسکے آدمیوں پر حملہ کرنا چاہا۔ اس نے میرے ذہن کو بہکا دیا۔ جب ذہن بہکے گا تو ہاتھ پاؤں کا نشانہ بھی بہکے گا۔ میں اس کے آدمیوں کو مارنا چاہتا تھا مگر میرے ہاتھ دوسری طرف گھوم جاتے تھے اور میں پریشانی کی حالت میں خاصا کمزور پڑ جاتا تھا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مجھے بڑی آسانی سے پیٹنے لگے۔ میں زیادہ دیر تک اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا ایسی ایسی چوٹیں آئی تھیں کہ زمین پر گرنے کے بعد ہی ذرا آرام ملا۔ اس وقت میرا سر چکرا رہا تھا آنکھوں کے سامنے کا منظر دھندلانے لگا تھا۔ وہ دونوں بدمعاش شاید میرے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دیتے۔ مگر اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ ماسٹر یو شے کے ایک ماتحت نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا کھلے ہوئے دروازے سے ایک سانولی سلونی ہوائی دوشیزہ نظر آ رہی تھی۔

وہ گھٹنوں تک گھاس کا گھاگھرا پہنے ہوئے تھی۔ اگر اس گھاگھرے کو لباس میں شمار کیا جائے تو اس کے بدن پر وہی ایک مختصر سا لباس تھا گلے میں سرخ پھولوں کا ہار تھا۔ جو اس کی عریانیت کو چھپا رہا تھا۔ اس کے سیاہ گھنیرے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور بالوں کی سیاہ رات میں بھی ایک سرخ پھول مسکرا رہا تھا۔ سرخ پھول ہوائی باشندوں کا قومی پھول کہلاتا ہے۔ وہاں کی ہر عورت جوانی میں ان پھولوں کو سنگھار کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ اسے دیکھتے ہی ماسٹر یو شے نے دونوں بدمعاشوں کو باہر جانے کے لئے کہا۔ جب وہ چلے گئے تو سرخ پھولوں والی نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ تب ماسٹر یو شے نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے بوڑھا اور کمزور کہہ رہے ہو۔ مگر اس وقت تم مجھ سے زیادہ بوڑھے اور بے بس ہو۔ تم میں اتنی مردانگی نہیں ہے کہ فرش پر سے اٹھ کر اس لڑکی کا ہاتھ بھی پکڑ سکو۔"

وہ سچ کہہ رہا تھا۔ واقعی مجھ میں اتنی سکت نہیں تھی کہ میں اٹھ کر کسی سہارے کے بغیر کھڑا رہ سکتا۔ پھر بھی میں کرسی کا سہارا لے کر بیٹھنے لگا۔ ظالموں نے ایسے ایسے ہاتھ جمائے تھے کہ ہڈیاں تک دکھ رہی تھیں۔ ماسٹر یو شے میری حالت پر قہقہہ لگاتے ہوئے اپنے بریف کیس کے پاس گیا۔ پھر اسے کھولنے کے بعد ٹانک کی وہ بوتل نکال کر مجھے دکھاتے ہوئے کہنے لگا۔

"آج کے دور میں جوانی کو واپس لانے کے لئے بے شمار بہترین نسخے اور دوائیں موجود ہیں۔ یہ ایسا ٹانک ہے کہ اس کی ایک ہی خوراک سے میری روٹھی ہوئی جوانی واپس آ جاتی ہے۔"

وہ ٹانک کی شیشی کھولنے لگا۔ میں نے فوراً ہی آنکھیں بند کر لیں اور اپنی سوچ کو اِدھر سے اُدھر بھٹکانے لگا۔ اگر میں یہ سوچتا کہ میں اس ٹانک میں انسانی ذہن کو مفلوج کر دینے والی دوا ملا چکا ہوں اور اب اس کا نتیجہ سامنے آنے والا ہے تو ایسے وقت میں وہ میری سوچ کو پڑھ سکتا تھا۔ اسی لئے میں اپنے بدن کی چوٹوں کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے تکلیف سے کراہ رہا تھا۔

"فرہاد۔ تمہاری موجودہ حالت کو دیکھ کر تم پر بڑا رحم آ رہا ہے۔ مگر تم ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح وہاں بیٹھے رہو گے۔ اور بڑی بے بسی سے ایک جیتی جاگتی بلیو فلم دیکھتے رہو گے اور اس دوا کے کرشمے کا اعتراف کرو گے۔"

اس کے بائیں ہاتھ میں ٹانک کی شیشی کھلی ہوئی تھی کسی بھی لمحے وہ اپنا کرشمہ دکھا سکتی تھی۔ مگر وہ جان بوجھ کر دیر کر رہا تھا میری بے بسی کا مذاق اڑا رہا تھا اور مجھے چھیڑ چھیڑ کر مزے لے رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنا دایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس دوشیزہ کو بلا لیا۔ پھر شیشی کو فضا میں بلند کرتے ہوئے میری طرف دیکھ کر "چیئر" کہا اور اُسے منہ سے لگا لیا۔

ایک ساعت کے لئے میں نے سانس روک لی۔ دوا اس کے حلق میں اتر چکی تھی۔ وہ ایسی زود اثر تھی کہ خون کی روانی میں شامل ہوتے ہی اس کے دماغ تک پہنچ گئی۔ اچانک ہی شیشی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر قالین پر آ گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر فرش کی طرف جھکنے لگا۔ اس کی ڈوبتی ہوئی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنی قوتِ ارادی سے کام لینے کی ناکام کوشش کر رہا ہے میں تکلیف کے باوجود ہانپتے کانپتے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ شکست کھا کر زمین پر پڑے رہنے کا وقت نہیں تھا۔ وہ شیطان غرور کی بلندی سے گر کر فرش پر آ گیا تھا۔ میں ڈگمگاتا ہوا اس کے قریب آیا۔ وہ فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ دوا کی شیشی اس کے قریب قالین پر پڑی ہوئی تھی۔ میں اس کے سینے پر سوار ہو گیا پھر شیشی اٹھا کر دوبارہ اس کے کھلے ہوئے منہ سے لگا دی۔ اس کی ناک میں نے ایک چٹکی میں پکڑ لی تاکہ منہ سے سانس لیتے وقت دوا اس کے حلق سے اتر جائے۔

جب ٹانک کی شیشی خالی ہو گئی تو میں اٹھ کر اس سے الگ ہو گیا۔ وہ فرش پر پڑا ہوا پاگلوں کی طرح ہاتھ پاؤں پٹخ رہا تھا اور دماغ کے اندھیرے میں بھٹک رہا تھا۔ اس کے دماغ میں کسی قسم کی سوچ نہیں تھی۔ صرف تیز ہواؤں کی سی سنسناہٹ تھی۔ دماغ کے خلا میں صرف آندھیاں چل رہی تھیں۔ رفتہ رفتہ وہ ساکت ہونے لگا تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک لاش کی طرح پڑا ہوا تھا۔ وہ دوشیزہ سہمے ہوئے انداز میں دور جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا مگر کچھ کہہ نہ سکا۔ اتنی جدوجہد کے بعد میرے بدن کی چوٹیں احتجاج کرنے لگی تھی۔ میں تھک ہار کر قریب ہی بستر پر گر پڑا۔ وہ دھیرے دھیرے کھسکتی ہوئی دروازے کی طرف جا رہی تھی میں نے ڈانٹ کر کہا۔

"رک جاؤ۔ کیا تم انگریزی زبان سمجھتی ہو؟"

اس نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بتایا کہ وہ غیر ملکیوں کو خوش کرنے کی حد تک یہ زبان سمجھ لیتی ہے۔ میں نے اس سے کہا۔

"دروازے کی چٹخنی گرا دو اور واپس آ کر کرسی پر بیٹھ جاؤ جب تک میں اجازت نہ دوں تم یہاں سے نہیں جاؤ گی۔"

وہ بُری طرح سہمی ہوئی تھی۔ دروازے کی چٹخنی گرانے کے بعد کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے مادام سونیا سے دماغی رابطہ قائم کیا وہ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی صبح ناشتے کے طور پر دودھ پی رہی تھی میں نے اسے کسی حد تک انسان ہونے کا احساس دلایا تھا اسی لئے وہ کچے گوشت سے پرہیز کر رہی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے اُسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولی۔

"فرہاد کیا یہ تم ہو؟ تم مجھے کیسے مخاطب کر رہے ہو؟ کیا ماسٹر یو شے اس رابطے کو نہیں سمجھے گا؟"

"نہیں اب اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکی تمام صلاحیتیں مفلوج ہو چکی ہیں۔ تم فوراً اس کے کمرے میں آؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

ایک منٹ کے اندر ہی وہ دروازہ کھول کر کمرے میں آ گئی پھر ماسٹر یو شے کو فرش پر بے حس و حرکت پڑا دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ میں نے اسے تسلی دی۔

"گھبراؤ نہیں اب یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ اس کے قریب جا کر دیکھو کہ یہ زندہ بھی ہے یا نہیں؟"

سونیا نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر اس کے قریب آ کر اس پر جھک گئی۔ اس کی کلائی کو تھام کر اور اس کے سینے سے کان لگا کر اس کی مردہ دھڑکنوں کو تلاش کرنے لگی۔ اس کی سوچ نے مجھے بتا دیا کہ ماسٹر یو شے جتنا اونچا شیطان تھا اتنی ہی آسانی سے ایک حقیر چوہے کی طرح مارا گیا۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ کیونکہ میں نے مقدار سے بہت زیادہ دوا اس کے حلق میں انڈیل دی تھی۔ شاید اس کے دماغ کی رگیں پھٹ گئی تھیں۔ چونکہ وہ ہر طرح کی سوچ سے خالی ہو چکا تھا۔ اس لئے میں اس کے دماغ کی اندرونی تباہی کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ بس یہ اطمینان ہو چکا تھا کہ میں نے اس دنیا کو ایک شیطان سے خالی کر دیا ہے۔

سونیا اس کے پاس سے اٹھ کر کبھی اسے اور کبھی مجھے وحشت زدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے سے پریشانی عیاں تھی۔ وہ خوف سے لرزتی ہوئی اور تیزی سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی۔

"کیا تم نے اسے مار دیا ہے؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ میرے بازو کو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔

"یہ تم نے کیا کیا؟ وہ چاروں شیطان تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"چار نہیں تین۔" میں نے اسے یاد دلایا۔ "ایک شیطان مر چکا ہے۔"

وہ پھر سہمی ہوئی نظروں سے ماسٹر یو شے کی لاش کی طرف دیکھنے لگی وہ بری طرح خوفزدہ تھی۔ چونکہ وہ ماسٹروں کے گروہ میں رہ کر ان کے لئے کام کرتی آئی تھی۔ اس لئے وہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ باقی تینوں ماسٹر بھی کتنے خطرناک ہیں۔

"وہ تمہیں قبر میں بھی سکون سے لیٹنے نہیں دیں گے۔ یہاں سے کہیں بھاگ چلو۔ اس جزیرے سے لے کر دوسرے جزیرے کوائی تک ان کے آدمی پھیلے ہیں۔"

میں نے بستر پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میرا سب سے بڑا دشمن یہی یو شے تھا۔ جو آئندہ بھی مجھے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر سکتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اس سے نجات حاصل کر چکا ہوں مجھے دوسرے دشمنوں کی پرواہ نہیں ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ مجھے جسمانی اذیتیں پہنچائیں گے یا مجھے مار ڈالیں گے مگر ذہنی اذیتیں موت سے زیادہ عذاب میں مبتلا کرتی ہیں۔ اب اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ کوئی دشمن میری سوچ کو پڑھ سکے گا۔ اب میں آزادی سے باقی دشمنوں سے نمٹ سکوں گا۔ تم اس لڑکی سے پوچھو کہ یہ کہاں سے آئی ہے اور اسے یہاں کون لایا تھا؟"

سونیا اپنی زبان میں اس سے باتیں کرنے لگی۔ اس کے بعد اس نے مجھے بتایا۔

"یہ ہمارے گروہ سے تعلق نہیں رکھتی ہے۔ ہمارے ماتحت کام کرنے والے اس لڑکی کے باپ کو اچھی خاصی رقم دے کر یہاں لے آئے ہیں"

میں نے اسے بتایا کہ یہاں لاکر مجھے دو آدمیوں نے بُری طرح پیٹا تھا۔ اب وہ باہر جائے اور انہیں بلا کر یہاں لے آئے تاکہ ان کی بھی مرمت ہو جائے۔ وہ میری ہدایت کے مطابق باہر چلی گئی۔ میں اسکی سوچ کے ذریعے معلوم کرنے لگا کہ وہ کہاں جا رہی ہے اور کیا کر رہی ہے۔ وہ دونوں ہوٹل کے بار میں بیٹھے وہسکی پی رہے تھے۔ وہ گھبرائی ہوئی ان کے پاس پہنچی اور اس مقامی باشندے کو اپنی زبان میں بتایا کہ فرہاد ماسٹر یوشنے سے جھگڑا کر رہا ہے۔ اس مقامی باشندے نے اپنے انگریز ساتھی کو اس کی زبان میں بتایا۔ وہ دونوں فوراً ہی بار سے نکلے اور تیزی سے چلتے ہوئے کمرے کے اندر آگئے۔ سونیا ان کے پیچھے تھی جیسے ہی وہ اندر آئے اس نے دروازے کو بند کر دیا۔ میں نے کہا۔

"سونیا مجھے سخت چوٹیں آئی ہیں۔ میں لڑنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ ذرا تم انہیں بتاؤ کہ ان کے ہاتھ پاؤں کس طرح ٹوٹ سکتے ہیں۔"

یہ بات میں اس سے سہل انگریزی میں کہہ رہا تھا۔ وہ دونوں میری بات سنتے ہی تیزی سے پلٹ کر سونیا کو دیکھنے لگے۔ اسی وقت سونیا کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے۔ انگلیاں ایک ایک کر کے سیدھی ہونے لگیں۔ شپ۔ شپ۔ آہنی ناخن چھپے ہوتے پنجوں سے باہر آنے لگے۔ وہ خونخوار جنگلی بلی کی طرح غرا رہی تھی اور انگارے جیسی آنکھوں سے اپنے دونوں شکار کو تاک رہی تھی۔

میں ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔ اپنے دونوں پاؤں اٹھا کر سینٹر ٹیبل پر رکھ دیئے تاکہ آرام دہ باکس میں بیٹھ کر مار دھاڑ والی فلم کا مزہ آئے۔ مقامی باشندے نے ذرا سہم کر پیچھے ہٹتے ہوئے سونیا سے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ شاید وہ اسے سمجھا رہا تھا کہ وہ اپنے ہی گروہ کے آدمیوں پر دشمن بن کر حملہ نہ کرے اور فرہاد جیسے دشمن کا ساتھ نہ دے۔

مگر سونیا نے اس کے جواب میں حملہ کر دیا۔ اچانک ہی اچھل کر اس کے منہ پر ایک فلائنگ کک ماری۔ وہ انگریز تیزی سے دروازے کی طرف بڑھنے لگا پھر اس کا ہاتھ چٹخنی پر پہنچا مگر اسی وقت آہنی ناخنوں نے اس کے ہاتھ کو گرفت میں لے کر اپنی طرف کھینچا پھر جوڈو کا داؤ آزماتے ہوئے اسے دوسری طرف اٹھا کر پھینک دیا۔ مقامی باشندہ تو ایک لات کھانے کے بعد ہی فرش پر ایسے لیٹ گیا تھا کہ دوسری بار اٹھنے کی زحمت نہیں کر رہا تھا۔ شاید وہ سونیا کی درندگی کا تماشا پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اسی لئے اٹھنے کی جرأت نہیں کر رہا تھا۔ مگر وہ انگریز دوبارہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے سونیا پر کراٹے کا ہاتھ استعمال کیا۔ مگر اس کی کھڑی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے آہنی ناخنوں میں الجھ گئی۔ دائیں ہاتھ کے ناخن اس کے چہرے پر آئے اور اس کے چہرے کا تھوڑا سا گوشت نوچ کر لے گئے۔ اس کو پتہ نہ ہو لہولہان ہو گیا۔ میں اس انگریز کے ذہن میں جھانک رہا تھا۔ اس نے شدید تکلیف کے باعث چیخنا چاہا تو میں نے اسے ذہنی جھٹکے پہنچائے۔ اس کی چیخ حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔ اس کا خون میں ڈوبا ہوا چہرہ بڑا بھیانک لگ رہا تھا۔

میں یہی چاہتا تھا کہ وہ شور نہ مچا سکے۔ کمرے میں جو کچھ ہو رہا ہے باہر والوں کو اس کی خبر نہ ہو۔ اسی لئے وہ بیچارہ بڑی خاموشی سے مار کھا رہا تھا۔ میں سونیا کی صرف اسی حد تک مدد کر رہا تھا کہ اس کے شکار کو چیخنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ باقی کام وہ خود کر رہی تھی۔

وہ بدمعاش فرش پر جھکا ہوا تھا اور سونیا اسے ٹھوکروں میں اڑا رہی تھی۔ وہ فرش پر اوندھے منہ دہرا ہو گیا تھا۔ اس وقت میں اس کے ذہن میں جھانکنے کی بجائے سونیا کے لڑنے کے انداز کو دیکھ رہا تھا۔ واقعی وہ ایک تربیت یافتہ فائٹر تھی۔ مگر یہ مار دھاڑ والا سین دیکھتے وقت مجھ سے یہ حماقت ہوئی کہ میں اس انگریز کی طرف سے غافل ہو گیا۔ وہ فرش پر اوندھے منہ گرنے کے بعد ریوالور نکال کر اس میں سائلنسر لگا رہا تھا۔ مجھے ریوالور اس وقت نظر آیا جب وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں اس کے ذہن کو کنٹرول کرتا اس نے سونیا پر فائر جھونک دیا۔ سونیا اچھل کر ایک طرف ہو گئی۔ اس کے پیچھے کھڑی ہوئی ہوائی دوشیزہ گولی کی زد میں آگئی۔ اس وقت تک میں نے اس انگریز کو ذہنی جھٹکے پہنچانے شروع کر دیئے تھے۔ سونیا نے آگے بڑھ کر اس کی گردن آہنی پنجے میں دبوچ لی۔ اس کی گردن سے خون کی دھار بہہ نکلی۔ آہنی ناخن اس کی گردن میں پیوست ہو گئے تھے۔

اس کمرے میں بہت ہی لرزہ خیز خونی ڈرامہ دیکھنے میں آیا تھا تھوڑی دیر بعد ہی وہاں تین لاشیں پڑی تھیں۔ ہوائی دوشیزہ اپنے لہو میں ڈوب کر ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔ دوسری لاش اس انگریز کی تھی۔ اس کے دیدے آنکھوں کے حلقوں سے باہر نکل آئے تھے تیسرا ماسٹر یوشنے تھا جو اپنی جوانی واپس لانے دوسری دنیا کی طرف چلا گیا تھا۔ وہ مقامی باشندہ فرش پر بیٹھا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اب اسے اپنی

موت نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"تم دوست بن کر رہنا چاہتے ہو یا دشمن بن کر ابھی مرنا پسند کرو گے؟"

"میں۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔" وہ گھگھیانے لگا۔ "میں ہمیشہ مادام سونیا کی عزت کرتا ہوں۔ اسی لئے مادام کے مقابلے پر نہیں آیا تھا۔ یہ میری ہم وطن ہے۔ میں آپ لوگوں سے کبھی دشمنی نہیں کرونگا۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے جماکو کہتے ہیں۔ میں پوری سچائی سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اس لئے میں آپ کو خطرے سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں ماسٹروں کی جماعت میں ماسٹر یوشنے کی شخصیت سب سے اہم تھی۔ اب دوسرے ماسٹر آپ کو اس جزیرے سے زندہ بچ کر جانے کا موقع نہیں دیں گے"

"تمہارے ماسٹروں کی نظروں میں میری بھی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اگر انہیں اس بات کا یقین دلا دیا جائے کہ ماسٹر یوشنے میرے ہاتھوں نہیں مارا گیا ہے تو وہ مجھے دشمن کی نظروں سے نہیں دیکھیں گے اس کی موت کا الزام اس انگریز پر آنا چاہیئے جس کی لاش تمہارے سامنے پڑی ہے۔ اس انگریز کا نام کیا تھا؟"

"جان ڈیگر۔ مگر یہ ڈنکی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔"

میں نے حقارت سے ڈنکی کی لاش کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ڈنکی معنی گدھا۔ لیکن گدھے بھی اس سے اچھی موت مرتے ہیں۔ تم دوسرے ماسٹروں کو یہ رپورٹ دو گے کہ ڈنکی تمہارے سامنے اکثر ماسٹر یوشنے کی شکایتیں کرتا تھا بلکہ اسے گالیاں دیتا تھا۔"

جماکو نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپ کیسے جانتے ہیں۔ یہ تو واقعی ماسٹر یوشنے کا دشمن تھا اسکی ایک بہت خوبصورت بہن تھی۔ ایک بار ماسٹر نے اس کی عزت کو کھلونا بنایا تھا۔ ڈنکی نے طیش میں آکر اس پر حملہ کیا تھا۔ مگر ماسٹر نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے کچھ دنوں کے لئے پاگل بنا دیا تھا۔ یہ بات سب ہی ماسٹر جانتے ہیں۔ پھر ڈنکی نے معافی مانگی تو ماسٹر یوشنے نے اس کے ذہن کو آزاد کر دیا۔ تب سے وہ ایک وفادار ماتحت کی طرح کام کرتا رہا۔ مگر مجھے اپنا رازدار سمجھ کر اکثر کہتا تھا کہ کبھی موقع ملے گا تو وہ اس شیطان سے ضرور انتقام لے گا۔"

میں نے مطمئن ہو کر کہا۔

"بس ٹھیک ہے۔ تم ماسٹروں کے سامنے یہی بیان دینا۔ اپنے اس بیان میں یہ اضافہ کر دینا کہ جب اس نے ماسٹر یوشنے کے لئے ایک خوبصورت ہوائی دوشیزہ کا انتظام کیا تو اس کے ساتھ وہ ٹانک کی شیشی بھی لے کر آیا جو فرش پر پڑی ہوئی ہے۔ جب ماسٹر یوشنے ٹانک کی یہ شیشی کھول رہا تھا تو اس وقت ہم سب اس کمرے میں موجود تھے۔ اس شیشی سے چند گھونٹ پیتے ہی وہ پاگل سا ہو گیا۔ ڈنکی نے اسے فرش پر گرا کر شیشی کی باقی دوا بھی اس کے حلق میں انڈیل دی۔ فرہاد ماسٹر کو نہ بچا سکا۔ کیونکہ وہ تمہارے اور ڈنکی کے ہاتھوں سے مار کھا کر بے بسی سے ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ تم نے اسے روکنے کی کوشش کی تو اس نے تمہیں مار کر ایک طرف لٹا دیا۔ اسی وقت سونیا کمرے میں آگئی۔ اس نے ڈنکی کو اپنے قابو میں کرنا چاہا۔ اسی لڑائی جھگڑے میں یہ ہوائی دوشیزہ ڈنکی کے ریوالور کا نشانہ بن گئی اور ڈنکی سونیا کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا۔"

میں اسے اچھی طرح سمجھاتا رہا کہ ماسٹروں کے سامنے کس طرح بیان دینا ہوگا۔ سونیا بھی میری باتیں غور سے سن رہی تھی۔ جو بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ جماکو اسے اپنی زبان میں سمجھا دیتا تھا۔ ساری باتیں طے ہو جانے کے بعد میں نے سونیا سے کہا۔

"اب تم اپنے ماسٹروں سے رابطہ قائم کرو اور انہیں موجودہ صورتحال سے آگاہ کرو۔"

سونیا نے جواب دیا۔

"تینوں ماسٹر جزیرہ کوائی میں ہیں۔ وہ جزیرہ ان کی ذاتی ملکیت ہے۔ جب تک ماسٹر یوشنے زندہ تھا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سے رابطہ قائم کر لیتا تھا۔ چونکہ میں اس کے ساتھ تھی۔ اس لئے مجھے رابطہ قائم کرنے کے لئے ٹرانسمیٹر نہیں دیا گیا تھا۔ اب میں یہاں کی برانچ آفس سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کرتی ہوں۔ وہ لوگ ٹرانسمیٹر کے ذریعے ماسٹروں کو اطلاع دیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ ٹیلی فون کے پاس گئی اور ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے ایکسچینج کو نمبر بتانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی میں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔ جماکو نے لاشوں کے طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہوٹل کے بیرے کو کمرے میں نہیں آنا چاہیئے ورنہ یہاں کے پولیس والے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

میں تائید میں سر ہلاتے ہوئے دروازے کے قریب گیا پھر دروازہ کھولنے سے پہلے میں نے پوچھا۔

"کون ہے؟"

"پولیس۔ دروازہ کھولو۔"

میں نے گھبرا کر سونیا اور جماکو کی طرف دیکھا۔ ان دونوں کے چہرے زرد پڑ گئے تھے۔ پریشانی کی بات ہی تھی۔ ہم اپنی صلاحیتوں سے دشمنوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ میں تینوں ماسٹروں کو دھوکہ دے سکتا تھا۔ مگر قانون کے خلاف کوئی حرکت نہیں کر سکتا اور قانون کے محافظ میرا محاسبہ کرنے کے لئے بند دروازے کے دوسری طرف آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

ہمارے سامنے اس وقت قانون ایسی رکاوٹ بھی جسے توڑ کر ہم فرار نہیں ہو سکتے تھے بہر حال میں قانون کا احترام لازمی تھا مگر قانون کی بڑھتی ہوئی گرفت سے بچنا بھی ضروری تھا۔ میں بند دروازے سے لگا بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا کہ دروازے کے اس طرف قانون کے جو محافظ کھڑے ہوتے ہیں انہیں اندر آنے سے کس طرح روکا جا سکتا ہے؟

ایسے وقت نہ تو جوڈو کراٹے کام آتے ہیں اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کا علم سہارا دیتا ہے۔ ان حالات میں حاضر دماغی ہی کام آتی ہے۔ پھر مجھ سے پہلے ہی سونیا کے دماغ نے کام دکھایا۔

وہ فوراً ہی بستر کے پاس پہنچ کر اپنا لباس اتارنے لگی۔ میں حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ میں نے سوچ کے ذریعہ پوچھا۔

"تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

اس نے خاموشی سے میری شرٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اسے اتار دوں۔ پھر اس نے لباس سے آزاد ہوتے ہی بستر کی چادر کھینچ کر اپنے اطراف لپیٹ لی۔ کچھ اس طرح کہ نیم عریانی قائم رہے۔ اس وقت تک میں نے شرٹ اتار لی تھی۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے قریب آئی۔ پھر اس کی چٹخنی گرا کر اور اسے ذرا سا کھول کر باہر کی طرف جھانکتی ہوئی بولی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ بے وقت ڈسٹرب کیا جاتا ہے۔"

میں اس کی زبان کو نہ سمجھ سکا مگر سچویشن کو سمجھ گیا۔ میں نے شرٹ کو ایک طرف پھینک کر سونیا کے پیچھے آ کر کہا۔

"ہیلو انسپکٹر۔ مجھے ہوٹل والوں نے یقین دلایا تھا کہ یہاں ان حالات میں ڈسٹرب نہیں کیا جاتا ہے۔ اگر آپ ضروری کام سے آئے ہیں تو ریسپشن روم میں انتظار کریں۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

سونیا کے بدن سے لپٹی ہوئی چادر دیکھ کر ہی انسپکٹر نادم ہو گیا تھا۔ پہلے میں یہ بھول گیا تھا کہ میں اپنے مشرقی ملک میں نہیں ہوں بلکہ مشرق بعید میں ہوں۔ جہاں شراب اور عورت قانون کی زد میں نہیں آتی ہیں۔ انسپکٹر نے معذرت چاہتے ہوئے کہا۔

"سو سوری — میں آپ لوگوں کے پاسپورٹ چیک کرنے آیا ہوں۔ کوئی بات نہیں آپ ایک گھنٹے بعد اپنے پاسپورٹ لے کر میرے دفتر میں آئیں۔"

وہ دفتر کا پتہ بتا کر چلا گیا۔ ہم نے فوراً ہی دروازہ بند کر کے اطمینان کی سانس لی۔ پھر جماکو اور سونیا تینوں لاشوں کو چھپانے لگے۔ ہوائی دوشیزہ کی لاش پلنگ کے نیچے ڈال دی گئی۔ ماسٹر یوشے کی لاش کو ٹائلٹ میں چھپا دیا گیا اور ڈنکی کو بڑی سی الماری میں کھڑا کر کے اس کے پٹ بند کر دیئے گئے۔ پھر جماکو ایک کپڑا بھگو کر لایا اور قالین پر سے خون کے دھبے صاف کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں کمرہ بالکل صاف ہو گیا۔ اب ہوٹل کے بیرے بھی وہاں آ کر یہ نہیں معلوم کر سکتے تھے کہ ہم تین زندہ انسانوں کے علاوہ وہاں تین مردے بھی موجود ہیں۔

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ماسٹروں کا ایک خاص ماتحت ہمارے کمرے میں آیا۔ سونیا نے اس سے میرا تعارف کرایا۔

"فرہاد ان سے ملو۔ یہ مسٹر میکی ہیں۔ اس جزیرے میں ہمارے گروہ کے تقریباً تیس آدمی ان کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ بظاہر ان کے پاس اقتدار کی کرسی نہیں ہے لیکن حقیقتاً پورے جزیرے پر ان کی حکومت ہے۔ یہاں کا بڑے سے بڑا بدمعاش ان کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتا اور قانون کو تو یہ جیب میں رکھ کر گھومتے ہیں۔"

اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے مصافحہ کیا تو پتہ چلا کہ وہ فولادی انسان ہے۔ اس نے جان بوجھ کر میرے ہاتھ کو پوری قوت سے دبایا تھا۔ تاکہ پہلی ہی ملاقات میں، میں اس کا لوہا مان لوں۔ سونیا نے کہا۔

"مسٹر میکی یہ مسٹر فرہاد ہیں۔ یہ ہمارے ساتھ ....."

میکی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"مسٹر فرہاد تعریف کے محتاج نہیں ہیں۔ اس دنیا کے جتنے ممالک میں ہمارے گروہ کے جتنے آدمی کام کر رہے ہیں ان سب کے پاس مسٹر فرہاد کی تصویر اور ان کے کارناموں کی تفصیلات پہنچا دی گئی ہیں۔ مجھے ان سے ملنے کی خواہش تھی مگر ابھی مل کر میں خوشی کا اظہار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ماسٹر یوشے کی موت ہم سب کے لیے ایک ناقابل برداشت سانحہ ہے۔ مجھے بتاؤ کہ ماسٹر کی لاش کہاں ہے؟"

سونیا اسے ٹائلٹ کی طرف لے گئی۔ میں صوفے پر آرام سے بیٹھ کر اپنے بدن کو ادھر سے ادھر ڈھیلا دینے لگا۔ بدن کی چوٹیں اب تک تازہ تھیں۔ جماکو نے میرے قریب آ کر بڑی شرمندگی سے کہا۔

"مسٹر فرہاد! مجھے افسوس ہے کہ میں نے دشمن بن کر آپ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ آپ آرام سے پلنگ پر لیٹ جائیں۔ میرے گھر میں جڑی بوٹیوں سے بنی ہوئی ایک بہت ہی زود اثر دوا ہے اس کی مالش کی جاتے تو ہڈیوں کا درد بھی دور ہو جاتا ہے۔ میں ابھی جا کر لے آتا ہوں۔"

میں نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ اس کے جانے کے بعد میکی ٹائلٹ سے باہر آیا۔ وہ سونیا سے مقامی زبان میں ماسٹر کی موت کے سلسلے میں سوالات کر رہا تھا وہ جو کچھ بتا رہی تھی اس کی تصدیق کے لیے میکی مجھ سے انگریزی میں سوالات کر رہا تھا۔ ہم نے آپس میں جو طے کیا تھا اس کے مطابق میں نے بھی جوابات دیئے۔ میکی نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اس ہوائی دوشیزہ اور ڈنکی کی لاش کو دیکھا پھر جیبی ٹرانسمیٹر نکال کر ماسٹروں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

میں بستر پر آ کر آرام سے لیٹ گیا۔ سونیا میکی کے پاس صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم دونوں خاموشی سے ٹرانسمیٹر پر ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ اس کمرے میں جو واقعات پیش آئے تھے میکی انہیں تفصیل کے ساتھ ماسٹروں کو بتا رہا تھا اور ان سے ہدایات حاصل کر رہا تھا۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر بند کرنے کے بعد اسے اپنی جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر فرہاد آپ اپنے کمرے میں چلے جائیں۔ ان تینوں لاشوں کو قانون کی نظر سے بچا کر لے جانے کا مسئلہ ہے۔ اس ہوٹل کے مالک کی کچھ کمزوریاں ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ میں ان سے فائدہ اٹھا کر ان لاشوں کو یہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دونگا۔"

میں اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اس نے سونیا سے کہا۔

"تم سب اپنے پاسپورٹ لا کر مجھے دو۔ تم لوگوں کو پولیس ہیڈ کوارٹر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سارے کام نمٹا لوں گا۔"

میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ سونیا بھی میرے ساتھ آئی تھی پھر میرا پاسپورٹ لے کر جاتی ہوئی بولی۔

"تمہیں سخت چوٹیں آئی ہیں۔ میں اس حال میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آ جاؤں گی۔"

اس کے جانے کے بعد میں بستر پر گر پڑا۔ ایک تو بدن کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ دوسری بات یہ کہ پچھلی رات سے سونے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ بستر پر آتے ہی ذرا سی دیر کے بعد مجھے نیند آ گئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ سونے سے پہلے میں نے اپنے دماغ کو کسی طرح کی ہدایت نہیں دی تھی۔ حالانکہ میں دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ لیکن ماسٹر یوشے کی موت سے میں اس قدر مطمئن ہو گیا تھا کہ باقی ماسٹروں کو خاطر میں نہیں لا رہا تھا۔ اسی لیے ...سی قسم کی احتیاطی تدبیر کے بغیر سو گیا۔

...نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی ایسے مقام پر پہنچ گیا ...نت کے سے مناظر ہیں۔ جزیرہ ہوائی بھی جنت ... نہیں تھا۔ ہر سو سرسبز و شاداب نظارے تھے۔ حوریں حریری لباس میں یہاں سے وہاں تک ہنستی کھلکھلاتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ میں ایک جانب گھاس کے سنہرے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ ایک فرشتے نے میرے قریب آ کر میری جانب دوا کی شیشی بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم نے بہت لات جوتے کھائے ہیں۔ اس دوا کی مالش کرو۔ بدن کا سارا درد نکل جائے گا۔"

ایک بہت ہی حسین اور دلنشیں حور نے قریب آ کر دوا کی وہ شیشی لے لی۔ جزیرے کی مناسبت سے وہ حور سانولے رنگ کی تھی۔ جنت میں آ کر بھی اس کا رنگ نہیں بدلا تھا۔ وہ مالش کرنے کے لیے میرا لباس اتارنے لگی۔ نازک سے ہاتھوں میں بڑا زور تھا۔ جب وہ جسم کی مالش کرنے لگی تو مجھے کچھ تکلیف ہوئی۔ کچھ آرام ملا۔ میں نے کراہتے ہوئے آنکھ کھول دی —

سونیا میرے بدن کی مالش کر رہی تھی۔ سرہانے کی میز پر دس عدد پلاسٹک کی انگلیوں سے لگے آہنی ناخن رکھے ہوئے تھے۔ کیا وہ انگلیاں اس سے الگ بھی ہو سکتی ہیں؟ میں نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا

سب سے پہلے میں نے اس کے ہاتھوں کو دیکھا اس کے دونوں ہاتھوں میں آدھی آدھی انگلیاں تھیں۔ وہ پلاسٹک کی انگلیوں سے مکمل ہوتی تھیں جو اس وقت میز پر رکھی تھیں۔ انگلیاں آدھی تھیں۔ مگر وہ سر سے پاؤں تک عمر کی شادابیوں سے مکمل تھی۔ میں پھر اس خواب کی جنت میں پہنچ گیا۔ جہاں بدن کا درد نکالنے والی حوریں دستیاب ہو جاتی تھیں۔

وہ گہری نیند سوتی رہی۔ میں اپنی نیند پوری کر چکا تھا اس لیے جاگ رہا تھا۔ اس وقت فریال کے متعلق سوچ کر مجھے ندامت سی ہوئی۔ اتنی وفادار اور حسین محبوبہ کے ہوتے ہوئے میں سونیا کی طرف بہک گیا تھا۔ اگر یہ بات فریال کو معلوم ہو جائے تو اسے کتنا صدمہ پہنچے گا۔ جب جذبات کا نشہ اترتا ہے تب ہی اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ میں اپنی بھنورے جیسی فطرت کو بدلنا چاہتا تھا۔ مگر وقت بے وقت جذبات کی جو آندھیاں چلتی ہیں وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر بہا کر لے جاتی ہیں۔ میں نے فریال سے سونیا کا موازنہ کیا تو وہ فریال کے پاؤں کی دھول بھی نظر نہ آئی۔ میں سونیا جیسی مخلص عورت کی توہین نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر فریال میری زندگی میں نہ آتی تو سونیا بھی ایسی تھی کہ اس سے محبت کی جا سکتی تھی مگر اب

میں فریال کے حصے کی محبت کسی اور کو نہیں دینا چاہتا تھا۔ اب میرا جی چاہ رہا تھا کہ کسی طرح جلد از جلد فریال کے پاس پہنچ جاؤں وہ سامنے رہے گی تو اس دنیا کی کوئی بھی حسین عورت مجھے نہیں بہکا سکے گی۔ اس کی یاد شدت سے آئی تو میں نے اس سے رابطہ قائم کیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی وہ شکایت کرنے لگی۔

"فرہاد۔ جانِ فریال میرا دل گھبرا رہا تھا کہ اس جنت میں پہنچ کر آپ مجھے بھول تو نہیں ـــ۔ میں صبح تک آپ کا انتظار کرتی رہی کہ آپ سوچ کی راہگزر سے میرے قریب آئیں گے پھر مجھے نیند آ گئی۔ ابھی سو کر اٹھی ہوں۔ آپ بتائیں میں یہاں کب تک تنہا رہوں گی ؟"

"جدائی کی گھڑیاں ختم ہونے والی ہیں۔ میں تمہیں یہ خوشخبری سنا دوں کہ میں نے اپنے سب سے بڑے دشمن ماسٹر یوشے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے مگر تین ماسٹروں کے آدمیوں نے ابھی مجھے گھیر رکھا ہے۔ میں جلد ہی واپسی کی صورت نکال لوں گا۔ پھر ہم دونوں کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو گی۔"

وہ ماسٹر یوشے کی موت کی خبر سن کر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ میں نے سونیا کی جانب دیکھا ہو سکتا تھا کہ آئندہ میرے راستے میں کوئی دشمن نہ ہوتا مگر میری فریال کے راستے میں سونیا جیسی عورتیں آ سکتی تھیں اور یہ محض میری کمزوریوں کی وجہ سے ہو گا۔ میں زندگی کے عملی میدان میں اتنی مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی سے کام لیتا ہوں تو کیا اپنی محبت کی خاطر مستقل مزاجی سے یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ آئندہ فریال کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچے۔

میں تھوڑی دیر تک فریال سے گفتگو کرتا رہا اور اپنے خیال میں استحکام پیدا کرتا رہا۔ پھر آئندہ ملاقات کا وعدہ کر کے اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد میں سوچنے لگا کہ ماسٹر یوشے کے مرنے کے بعد میں بڑی لاپروائی سے وقت گزار رہا ہوں اور احمقوں کی طرح اپنے دوسرے دشمنوں کو نادان اور کمزور سمجھ رہا ہوں۔ اپنی نادانی کا احساس ہوا تو میں میکی کے ذہن میں جھانک کر دیکھنے لگا۔

وہ ٹرانسمیٹر پر ایک ماسٹر سے گفتگو کر رہا تھا۔ پہلے تو وہ اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کرتا رہا کہ اس نے کس طرح تینوں لاشیں ہوٹل کے کمرے سے اٹھائی ہیں اور ہمارے پاسپورٹ دکھا کر قانون کے محافظوں کو مطمئن کر دیا ہے۔ پھر اس نے کہا۔

"ماسٹر سائمن میں یہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ ماسٹر یوشے ڈنکی جیسے گدھے کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ ہمارا عظیم ماسٹر ہمیشہ محتاط رہنے کا عادی تھا۔ جب ڈنکی اس کے کمرے میں ہوائی دوشیزہ کو لے کر آیا تو ماسٹر نے ڈنکی کی سوچ کو ضرور پڑھا ہو گا کہیں وہ کسی قسم کی سازش تو نہیں کر رہا ہے کیونکہ ہماری طرح ماسٹر یوشے بھی ڈنکی پر اعتماد نہیں کرتا تھا ـــ اوور ـــ"

اس کے بعد ماسٹر سائمن کی آواز سنائی دی

"میں تمہاری باتوں کو سمجھ رہا ہوں۔ مگر تم فرہاد کے متعلق ایسی باتیں کر کے حماقت نہ کرو۔ کیا فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس وقت ہماری گفتگو نہیں سن رہا ہو گا ؟"

"نہیں ماسٹر میں تھوڑی دیر پہلے فرہاد کے کمرے میں گیا تھا۔ اس کمرے کی دوسری چابی میں نے ہوٹل والوں سے حاصل کر لی تھی۔ پہلے تو میں نے دروازے پر ہولے سے دستک دی جب جواب نہ ملا تو میں دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ وہ سونیا کے ساتھ گہری نیند سو رہا تھا۔ میں اس کی طرف سے اطمینان کرنے کے بعد ہی آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔

اُلّو کا پٹھا ـــ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ جس وقت وہ کمرے میں چپکے سے آیا ہو گا۔ اس وقت میں سو نہیں رہا تھا۔ فریال کی دنیا میں پہنچا ہوا تھا۔ اس نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ ایسے وقت ساری دنیا بھلا دی جاتی ہے۔ میں آنکھیں بند کیے فریال سے سوچ کے ذریعہ گفتگو کرنے میں اتنا محو تھا کہ مجھے کمرے میں میکی کی آمد کا پتہ ہی نہ چلا۔ میری یہ محویت بھی کام آ گئی۔ وہ مجھے غافل سمجھ کر اپنے دل کی بات زبان پر لا رہے تھے۔ ماسٹر سائمن کہہ رہا تھا۔

"شاباش تم بہت اچھے جا رہے ہو۔ فرہاد کے خلاف کوئی بات زبان پر لانے سے پہلے ہمیشہ اس کی طرف سے اطمینان کر لیا کرو۔ تمہاری طرح ہم بھی یہی سوچ رہے ہیں بلکہ بہت پہلے ہی یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ فرہاد یا تو ماسٹر یوشے کے ہاتھوں مارا جائے گا یا ماسٹر یوشے خود ہی اس کا شکار ہو جائے گا۔ ماسٹر یوشے کی موت ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے کہ فرہاد کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ ہم اسے اس کی سزا ضرور دیں گے لیکن موت کی سزا نہیں دیں گے۔ کیونکہ وہ بہت کام کا آدمی ہے۔ اسے سزائیں دے کر یہ سمجھایا جائے گا کہ ہمارے سامنے بعض اوقات اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھی کام نہیں آئیں گی۔ اس کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ ہمارا مطیع و فرمانبردار بن کر رہے۔ آج رات کو لانچ اسی جگہ پہنچ جائے گی۔ تم فرہاد اور سونیا کو لے کر اس لانچ کے ذریعہ اس

جزیرے میں آ جانا۔ ماسٹر یوشے کی لاش اور اس کا تمام سامان بھی لے آنا۔ اوور اینڈ آل۔"

میکی ٹرانسمیٹر بند کرنے کے بعد میرے متعلق سوچنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ میری صلاحیتوں سے خائف ہے۔ ماسٹر سائمن نے اسے یقین دلایا تھا کہ مجھے سزائیں دی جائیں گی لیکن میکی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ ماسٹروں کے گروہ میں ماسٹر یوشے کی شخصیت اتنی عظیم تھی کہ وہ صرف اس کے قاتل کو ہی نہیں بلکہ قاتل کے پورے خاندان کو نیست و نابود کر دیتے لیکن مجھے چھوٹ دی جا رہی تھی۔ میکی جھنجھلا کر سوچ رہا تھا۔

"میں سب سمجھتا ہوں۔ ماسٹر یوشے ٹیلی پیتھی کا ماسٹر تھا۔ اب ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد سے ہی اس کی جگہ پُر کی جا سکتی ہے، میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں وہ تینوں ماسٹر فرہاد کو سزا دینے کی بجائے کوئی بہت بڑا عہدہ دیں گے۔ کیا سپر ماسٹر اس بات کو تسلیم کر لے گا۔ ؟"

میں میکی کی سوچ پڑھ کر سوچنے لگا کہ یہ سپر ماسٹر کون ہے۔ اب تک چار ماسٹر میرے علم میں آتے تھے۔ اب کسی پانچویں کا نام سنائی دے رہا تھا اور وہ شاید چاروں ماسٹروں کا باس تھا اور شاید اسی لیے سپر ماسٹر کہلاتا تھا۔ میں اپنے طور پر سوچتا رہا تو بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اس لیے میں میکی کی سوچ میں اسے کریدنے لگا۔

"یہ سپر ماسٹر باقی تین ماسٹروں کے فیصلے سے انکار کیوں کرے گا۔ اسے اکثریت کا فیصلہ منظور کرنا ہی ہو گا۔"

میکی کے دماغ میں یہ سوچ پیدا ہوئی تو وہ جواباً سوچنے لگا

"وہ اکثریت کو کب خاطر میں لاتا ہے۔ تینوں ماسٹر اس کے اشارے پر چلتے ہیں۔ ماسٹر یوشے جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کا مطیع و فرمانبردار تھا مگر تان یہیں پر ٹوٹتی ہے کہ سپر ماسٹر بھی شاید فرہاد کو معاف کر دے گا کیونکہ ماسٹر یوشے کی جگہ کبھی نہ کبھی پُر کرنا ہو گی اور انہیں فرہاد سے زیادہ قابل آدمی فی الحال کہیں نہیں ملے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میں بھی فرہاد کی اہمیت کو تسلیم کر رہا ہوں۔"

وہ جھلا کر سوچنے لگا۔

"فرہاد کی ایسی کی تیسی ـــ میں تین سال سے ماسٹروں کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہا ہوں۔ میں نے بڑی بڑی خطرناک مہمات سر کی ہیں مگر اب تک مجھے کسی ماسٹر کا عہدہ نہیں ملا۔ فرہاد کیا چیز ہے۔ میں ماسٹروں پر ثابت کر دوں گا کہ جس فرہاد سے وہ اندر ہی اندر خائف ہیں میں اسے تگنی کا ناچ نچا سکتا ہوں۔ مگر اس مقصد کے لیے بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہو گا۔"

وہ تدبیریں سوچنے لگا۔ میں بہت دیر اس کے ذہن میں جھانکتا رہا۔ مگر اسے کوئی عمدہ سی تدبیر نہیں سوجھ رہی تھی۔ وہ ایسی چال چلنا چاہتا تھا کہ جس سے دوسرے ماسٹر اعتراض نہ کر سکیں اور وہ یہ ثابت بھی کر سکے کہ وہ فرہاد کو اپنے کنٹرول میں رکھ سکتا ہے۔ جب کوئی تدبیر سجھائی نہ دی تو اس کے دماغ نے اسے سمجھایا کہ سوچنا فضول ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی وقت فرہاد چپکے سے اس کے خیالات پڑھ لے۔ دانشمندی یہی ہے کہ اچانک ہی کوئی تدبیر سجھائی دے تو وہ اس پر عمل کرے۔

اس نے سوچنا چھوڑ دیا۔ میں بھی ذہنی طور پر اس کا پیچھا نہ کر سکا کیونکہ سونیا بیدار ہو گئی تھی۔ وہ نہانے اور لباس بدلنے کے لیے باتھ روم میں چلی گئی۔ وہاں سے واپس آ کر اس نے پوچھا۔

"اب کیا ارادہ ہے۔ ؟ کیا تم جزیرہ کوانی جا کر ماسٹروں کے سامنے اپنی صفائی پیش کرو گے ؟"

"اس کے سوا میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔ یہاں سے فرار کا کوئی راستہ ہو تو بتاؤ۔"

"میں کیا بتاؤں۔ ؟ میکی نے ہمارے پاسپورٹ اپنے پاس رکھ لیے ہیں۔ اس کے بغیر تم اپنے ملک واپس نہیں جا سکو گے۔"

میں نے لاپروائی سے شانے اُچکاتے ہوئے کہا

"جب فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے تو اپنی مجبوریوں کا ماتم کرنا فضول ہے۔ کیوں نہ ہم ہنستے کھیلتے آنے والی مصیبتوں کا استقبال کریں۔ چلو ہم باہر چلتے ہیں۔ میں تمہاری رہنمائی میں دیکھوں گا کہ یہ جزیرہ کتنا خوبصورت ہے۔"

میں بھی نہانے اور لباس تبدیل کرنے باتھ روم میں چلا گیا۔ زندگی کی دھوپ میں دوڑتے دوڑتے حالات نے سکھا دیا کہ پریشان ہونے سے کبھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا میں کسی موقع کی تاک میں تھا اور میں بھی موقع پر حاضر دماغی سے کام لینا جانتا ہوں۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ تفریح کے جو لمحات میسر ہو رہے ہیں انہیں ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ میں ایک بہترین سوٹ پہن کر تیار ہو گیا۔ سونیا بھی غضب ڈھا رہی تھی۔ اس نے ہوائی دوشیزاؤں کے انداز میں گھٹنے تک ریشمی چھینٹ کی بیٹی کوٹ پہنی ہوئی تھی،

اسی ریشم کا ایک بلاؤز پہنا ہوا تھا جو آستینوں سے بے نیاز تھا۔ اس کی سڈول باہیں تانبے کی طرح سرخی مائل تھیں۔ ہار سنگھار کے طور پر گلے میں پھولوں کا ہار تھا۔ کانوں میں پھولوں کے آویزے

تھے اور پیروں میں پھولوں کی پائل بندھی ہوئی تھی۔ جب وہ چلتی تو پھولوں کی پائل سے خوشبوؤں کی بے آواز چھم چھم ابھرتی تھی۔

ہم کمرے سے باہر آئے تو کوریڈور میں میکی سے ملاقات ہو گئی۔ وہ ہماری ہی طرف آ رہا تھا۔ جب اسے پتہ چلا کہ ہم تفریح کی غرض سے باہر جا رہے ہیں تو اس نے اعتراض کیا۔

"ماسٹر سائین کا حکم ہے کہ آپ لوگ باہر نہ جائیں۔ آدھی رات کے بعد میں تم دونوں کو جزیرہ کلائی پہنچا دوں گا۔"

میں نے اس کے شانے کو بڑے پیار سے تھپکتے ہوئے کہا۔

"مسٹر میکی آدھی رات کے لیے ابھی دس گھنٹے باقی ہیں۔ اپنے ماسٹر سے کہہ دینا کہ میں قیدی بن کر رہنے کا عادی نہیں ہوں"۔

میرا جواب سن کر اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ فرہاد کو اپنا ایک فولادی ہاتھ جماؤں تاکہ یہ ساری اکڑ بھول جائے۔

میں نے اس کی سوچ میں اسے سمجھایا۔

"نہیں مجھے اپنا غصہ ضبط کرنا چاہیے۔ اگر میں نے یہاں فرہاد کی پٹائی کی تو یہ بات ماسٹروں کی مرضی کے خلاف ہوگی۔ ابھی اسے ڈھیل دینا چاہیے"۔

اس نے ہمارے سامنے سے ہٹتے ہوئے کہا۔

"اگر تم خود کو سپرمین سمجھتے ہو تو پھر جاؤ۔ ماسٹروں سے حکم عدولی کا نتیجہ تمہارے سامنے آ جائے گا"۔

میں نے سونیا کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور سیٹی پر ایک انگریزی دھن بجاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ہم ہوٹل کی ایک کار کرائے پر حاصل کر کے اس ہرے بھرے جزیرے کی سیر کرنے نکل گئے۔ سونیا مجھے تمام جگہوں کے نام بتا رہی تھی اور مختلف تفریح گاہوں اور ہوٹلوں میں لیے گھوم رہی تھی۔ دو گھنٹے بعد جب میں ساحلی سڑک پر کار ڈرائیو کر رہا تھا تو مجھے ایک تعاقب کرنے والی کار کا علم ہوا۔ میں عقب نما آئینے میں اس زرد رنگ کی کار کو کئی بار دیکھ چکا تھا اور یہ سوچ کر اسے نظر انداز کر دیا تھا کہ اس کا دو چار بار نظر آنا محض اتفاق ہے۔ مگر ساحلی سڑک ویران تھی۔ اس ویران سڑک پر کسی کار کے مسلسل پیچھے آتے رہنے سے خطرے کا احساس ہو گیا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"ایک کار برابر ہمارے پیچھے آ رہی ہے۔ مجھے میکی پر شبہ ہے۔ وہ مجھے اس طرح نقصان پہنچانے کی فکر میں ہے کہ ماسٹروں کو کوئی شکایت نہ ہو"۔

سونیا نے پلٹ کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ پھر مجھ سے کہا۔

"یہ میکی کی کار نہیں ہے۔ لیکن میں صبح سے میکی کے تیور کو سمجھ رہی ہوں۔ وہ تمہیں پسند نہیں کرتا ہے۔ تعجب ہے کہ وہ ماسٹروں کی مرضی کے خلاف تمہیں کیسے نقصان پہنچا سکتا ہے"۔

"یہ تو آگے چل کر معلوم ہوگا۔ تم اتنا یاد رکھو کہ کسی موقع پر میں اچانک ہی گاڑی روکوں تو تم فوراً ہی کار سے اتر کر ان جھاڑیوں کے پیچھے چلی جانا۔ کیا یہ جھاڑیاں آگے دور تک گئی ہیں"؟

"ہاں! مگر میں تمہیں خطرے میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی"۔

"نادانی کی باتیں نہ کرو۔ میں تنہا رہ کر اپنی حفاظت کر لوں گا۔ تم ساتھ رہو گی تو پریشانیاں بڑھ جائیں گی"۔

کار روکنے کا موقع جلد ہی آ گیا۔ ایک موڑ کاٹتے ہی اچانک ایک بڑی سی اسٹیشن ویگن نے راستہ روک لیا۔ وہ سڑک پر ترچھی کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے ایک جھٹکے سے بریک لگا کر اپنی گاڑی روک دی۔ سونیا نے فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگائی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے جھاڑیوں کے پیچھے چلی گئی۔ سامنے ویگن کا دروازہ کھول کر تقریباً چھ ہٹے کٹے نوجوان باہر آئے۔ پیچھے وہ زرد رنگ کی کار آ کر رک گئی تھی۔ اس میں سے بھی چار پہلوان نما بدمعاش نکلتے ہوئے نظر آئے۔ وہ سب خالی ہاتھ تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور اور چاقو اس لیے نہیں تھے کہ میکی مجھے قتل نہیں کر سکتا تھا۔ وہ صرف مجھے زیر کرنا چاہتا تھا اور ماسٹروں کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کس طرح اپنے کنٹرول میں رکھ سکتا ہے۔

واقعی میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ کتنے بدمعاشوں کو اپنے قریب آنے سے روک سکتا تھا۔ ایک طرف سے کسی کو خیال خوانی کے ذریعہ روکتا تو دوسری طرف سے دس بدمعاش مجھ پر حملہ کر دیتے۔ لہٰذا مجھے اپنی جسمانی قوت سے ہی کام لینا پڑا۔ ایک طرف سے حملہ ہوا تو میں دوسری طرف سے کترا کر نکل گیا۔ میں کوئی سپرمین تو نہیں تھا کہ انہیں مار مار کر ان سے کتراتا رہتا اور وہ بزدلوں کی طرح مار کھاتے رہتے۔ ان میں ایک سے ایک فائٹر موجود تھا۔ انہوں نے مجھے ایسے ایسے ہاتھ جمائے کہ ڈوبتی شام سے پہلے ہی تارے نظر آنے لگے۔ ایسی حالت میں دو بدمعاشوں نے مجھے پیچھے سے پکڑ لیا۔ دو اور آ گئے اور میری ٹانگوں سے لپٹ گئے۔ پھر مجھ پر تابڑ توڑ لاتیں اور گھونسے پڑنے لگے۔ اس وقت تک سونیا کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ سب نہتے ہیں اور کوئی مجھے جان سے نہیں مارنا چاہتا۔ وہ دوڑتی ہوئی میری مدد کے لیے ان بدمعاشوں کے قریب آئی اور اپنے آہنی پنجے کھول دیئے۔ اسی وقت ایک بدمعاش نے ایک لمبا سا چاقو نکال کر اس کی نوک میری گردن پر رکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھو سونیا میکی کے مقابلے پر نہ آؤ۔ ہمارے باس نے کہا ہے کہ اس آدمی کو زندہ و سلامت اس کے پاس پہنچایا جائے

اگر تم ہمارے کسی آدمی کو نقصان پہنچاؤ گی تو اس آدمی کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جائے گی"۔

سونیا بے بسی سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اس سے کہا۔

"سونیا اس کی بات مان جاؤ اور آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا۔"؟

سونیا نے خاموشی سے اپنے پنجے سمیٹ لیے۔ وہ مجھے پکڑ کر کھینچتے ہوئے ویگن کی طرف لے گئے۔ اس کی پچھلی سیٹ پر مجھے سونیا کے ساتھ بٹھایا گیا۔ پھر دوسرے بدمعاش ہماری نگرانی کے لیے بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ویگن واپس مڑ کر ایک نامعلوم منزل کی طرف جانے لگی۔

کمبختوں نے مجھے مار مار کر ملیدا کر کے رکھ دیا تھا۔ صبح ماسٹر لیوشے نے مجھے ذہنی اذیتیں پہنچائی تھیں۔ اس کے بعد اپنے دو آدمیوں کو میری اچھی طرح مرمت کرنے کے لیے کہا تھا۔ دوپہر کو سونیا نے ایسی جم کر مالش کی تھی کہ ہڈیوں کا درد کسی حد تک زائل ہو گیا تھا مگر اب ان بدمعاشوں نے مجھے پھر توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ میں پچھلی سیٹ پر نیم دراز ہو کر کراہ رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔

"بیٹے فرہاد ایک ٹیلی پیتھی کا علم جان کر خود کو ہیرو سمجھنے لگے ہو۔ دیکھ لو، ہیرو بننے کے لیے کیسی مار کھانا پڑتی ہے۔ تم پاکستانی کہانیوں کے ہیرو تو نہیں ہو جو مافوق الفطرت ہوتا ہے۔ جو اپنے ملک کے باہر نگری نگری گھومتا ہے اور ہر جگہ نامور بدمعاشوں کی فوج کو نہتا ہو کر مارتا پیٹتا اور نیست و نابود کرتا گزرتا جاتا ہے۔ اب یہ مار دھاڑ والی حقیقتیں سامنے آ رہی تھیں تو میں اپنی صلاحیتوں کے باوجود مار کھاتا جا رہا تھا۔ اب میرے پڑھنے والے مجھے بزدل سمجھیں یا مجبور سمجھیں یا حالات کا تقاضہ سمجھیں۔ بہر حال مجھ پر جو بیتی ہے میں اسے اپنی آپ بیتی میں ضرور پیش کروں گا۔

سونیا میرے پاس بیٹھی ہوئی میرا سر سہلا رہی تھی۔ اُسے اس پاس بیٹھے ہوئے بدمعاشوں پر غصہ آ رہا تھا مگر وہ بھی حالات سے مجبور تھی۔ میری مدد نہیں کر سکتی تھی۔ صرف میرا سر سہلا کر خاموشی سے مجھے تسلیاں دے سکتی تھی۔ میں بدمعاشوں کی موجودگی میں اس سے کھل کر باتیں نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا سوچ کے ذریعے کہنے لگا۔

"سونیا تم یہاں کے تمام علاقوں سے واقف ہو۔ ذرا کھڑکیوں سے باہر دیکھتی رہو کہ یہ کن راستوں سے گزر رہے ہیں"۔

سونیا نے بھی سوچ کے ذریعہ کہا۔

"میں دیکھ رہی ہوں اور سمجھ بھی رہی ہوں۔ یہ میکی کے خفیہ اڈے کی طرف جا رہے ہیں"۔

"جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف بھاگتا ہے۔ میکی بھی شاید زندگی سے بیزار ہو گیا ہے۔ اسی لیے وہ میری طرف بڑھ رہا ہے۔ آہ ...."

یہ کہتے ہی میں تکلیف سے کراہنے لگا۔ مار کھا کھا کر ادھ موا ہونے کے باوجود میں اسی خوش فہمی میں تھا کہ میرے بجائے میکی کی موت آئے گی۔ پتہ نہیں وہ کمبخت میرے ساتھ کس طرح پیش آنے والا تھا۔ بیس منٹ کے بعد وہ گاڑی ایک بہت بڑی کوٹھی کے احاطے میں پہنچ کر رک گئی۔ وہ میکی کی رہائش گاہ تھی۔ وہ مجھے کوٹھی کے اندر ایک ڈرائنگ روم میں لے کر آئے۔ اس کمرے کی سجاوٹ دیکھ کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ جدید طرز کے قیمتی سامان سے ایسا آراستہ تھا کہ آرائش کے ہر سامان پر نظریں جم کر رہ جاتی تھیں۔ کسی شہزادے کا محل بھی ایسا نہ ہو گا۔ اس کی کوٹھی کو دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ تمام ماسٹر ایک شہزادے کی طرح ٹھاٹھ باٹھ سے اسے رکھتے ہیں۔

وہاں سے ہمیں ایک دوسرے بڑے ہال میں پہنچایا گیا۔ وہ ہال سامان سے بالکل خالی تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ فری اسٹائل لڑنے کے لیے اس ہال کو خالی رکھا گیا ہے۔ ایک طرف اونچے سے اسٹیج پر ایک نیم دائرے میں گھومی ہوئی بڑی سی میز تھی اس کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر میکی شاہانہ انداز سے بیٹھا ہوا تھا سامنے میز پر ایک بڑا سا ٹرانسمٹر رکھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"فرہاد میں تم سے کہہ چکا تھا کہ آج رات تمہیں ماسٹروں کے سامنے پیش کیا جائے گا مگر ابھی تم سونیا کے ساتھ فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے"۔

میں سونیا کے ساتھ تفریح کے لیے نکلا تھا مگر وہ مجھ پر فرار ہونے کا جھوٹا الزام لگا رہا تھا۔ میں جواباً کچھ کہنا چاہتا تھا مگر مجھ سے پہلے ہی سونیا جنگلی بلی کی طرح غرا کر کہنے لگی۔ وہ اپنی زبان میں کہہ رہی تھی اس لیے میں اس کی باتیں نہیں سمجھ سکا۔ میکی نے اس کے جواب میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"سونیا ہم سب تمہاری بڑی عزت کرتے تھے اور بڑے احترام سے تمہیں مادام کہتے تھے مگر تم نے فرار ہونے میں فرہاد کا ساتھ دے کر ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے"۔

ایک بدمعاش نے آگے بڑھ کر کہا۔

"باس — یہ فرہاد کو ہماری گرفت سے آزاد کرانے کے لیے اپنے آہنی پنجے کھول کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اگر میں فرہاد کی گردن پر چاقو رکھ کر اسے مار ڈالنے کی دھمکی نہ دیتا تو یہ ہمیں بہت زیادہ نقصان پہنچاتی۔ کیونکہ ہم سب نہتے تھے۔ آپ نے حکم دیا

تھا کہ فرہاد کو جانی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ پھر بھی احتیاطاً میں نے ایک چاقو رکھ لیا تھا جو وقت پر کام آگیا۔"

میکی نے ٹرانسمٹر کی طرف گھوم کر کہا۔

"ماسٹر سائمن — میں نے اسی لیے ٹرانسمٹر کو آن رکھا ہے کہ آپ ساری باتیں خود ہی سن لیں۔ میں نے اپنے آدمیوں کو سمجھا دیا تھا کہ فرہاد کو جانی نقصان نہ پہنچائیں کیونکہ آپ اسے جان سے نہیں مارنا چاہتے اور یہ ہے کہ سر چڑھتا جا رہا ہے۔ اس نے مادام سونیا کو بھی اپنی طرف کر لیا ہے۔ اگر اسے اسی طرح ڈھیل دی گئی تو یہ رفتہ رفتہ ہمارے کام کے آدمیوں کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا شروع کر دے گا۔ میں آپ سے پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ آپ فرہاد کو پوری طرح میرے کنٹرول میں دے دیں۔ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ مجھے پاگل بنا دیگا۔ مگر میں نے ایسے انتظامات کر لیے ہیں کہ میرے پاگل بننے کے بعد بھی میرا اسسٹنٹ اسے ایسی ذہنی اذیتیں پہنچائے گا کہ یہ ایک حقیر کیڑے کی طرح زمین پر گھسٹتا ہوا آپ کے قدموں تک پہنچے گا۔ پھر کبھی آپ کی مرضی کے بغیر اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو کام میں نہیں لائے گا۔ اب آپ بتائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے — اوور۔"

میکی کے کانوں میں ہیڈ فون نہیں لگا تھا۔ ٹرانسمٹر کا اسپیکر علیحدہ میز پر رکھا ہوا تھا۔ وہاں سے ابھرنے والی آواز کو ہم سب سن رہے تھے۔ ماسٹر سائمن کہہ رہا تھا۔

"میکی — ہم سب ماسٹر تمہاری ذہانت اور تمہاری صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ فرہاد کو ایک کتے کی طرح اپنا وفادار بنانے کے لیے ہم نے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہمارے قدموں میں لوٹتا رہے گا۔ ہم اس جزیرے میں اس کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ شرافت سے یہاں چلا آئے گا مگر وہ تمہیں پریشان کر رہا ہے۔ تمہیں پوری آزادی دی جاتی ہے کہ اس خبیث کو جس طرح کنٹرول کر سکتے ہو کرتے رہو اور جس طرح ممکن ہو آج رات اسے اس جزیرے میں پہنچا دو۔ صرف اس بات کا خیال رکھو کہ وہ زندہ ہمارے پاس آئے خواہ وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی مُردوں سے بدتر کیوں نہ ہو۔ سونیا کو بھی تمہارے حوالے کیا جاتا ہے — اوور اینڈ آل۔"

میں سوچ رہا تھا کہ اپنی صفائی میں کچھ کہوں گا مگر ماسٹر سائمن نے اوور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ میں ماسٹر سائمن سے دماغی رابطہ بھی قائم کر سکتا تھا۔ پھر میرے دماغ نے سمجھایا کہ فائدہ کیا ہوگا۔ کیونکہ ان کی باتوں سے پتہ چل چکا تھا کہ وہ مجھے ایک کتے کی طرح وفادار بنانے کے لیے مجھے ذہنی اذیتیں پہنچانے کے انتظامات بہت پہلے سے کر چکے ہیں اور یہ تو مجھ سے کبھی ہو نہیں سکتا تھا کہ میں زندگی کے کسی موڑ پر ان کے لیے کتا بن جاؤں۔ حالات میں عزت کی موت مر سکتا تھا۔ ذلت سے جھکنا میں نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

ماسٹر سائمن سے اجازت ملنے کے بعد میکی مجھے فخریہ انداز میں مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ یہ اس کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا کہ بہت بڑے ماسٹر کے قاتل کو اس کے حوالے کیا گیا تھا۔ اسے ماسٹروں کے سامنے ثابت کرنے کا موقع مل گیا تھا کہ فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتھی کا علم اس سے زیادہ خطرناک نہیں ہے۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

"ان دونوں کو چیمبر میں لے جاؤ۔"

وہ کس چیمبر کا ذکر کر رہا تھا مجھے نہیں معلوم تھا لیکن سونیا خوف سے زرد پڑ گئی تھی۔ وہ ہمیں دھکے دے کر اس ہال سے باہر لے جا رہے تھے۔ سونیا بار بار مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"فرہاد نکل بھاگنے کی کوشش کرو۔ اس چیمبر میں جانے کے بعد کوئی زندہ باہر نہیں آتا۔"

میں کس طرح بھاگ نکلنے کی کوشش کرتا۔ میرے بدن کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے جگہ جگہ سے ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں۔ میں کسی سے لڑنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ کیونکہ دو بار بھی دس عدد بدمعاش آگے پیچھے چل رہے تھے۔ میرے ٹوٹنے پھوٹنے کے باوجود وہ سب مجھ سے محتاط تھے۔ شاید میکی نے میرے متعلق انہیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ میں نے بے بسی سے سونیا کی جانب دیکھا تو وہ بالکل ہی مایوس ہو گئی۔ ہم ایک طویل راہداری سے گزر رہے تھے جہاں ملگجا ملگجا سا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ کوٹھی کے آخری سرے پر ایک کمرہ تھا جب وہ اس کمرے میں ہمیں لے جانے لگے تو سونیا خود ہی بچ نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ اچانک ہی اپنے آس پاس والوں کی گرفت سے نکل کر مقابلے کے لیے ذرا دور جا کر کھڑی ہو گئی۔ چشم زدن میں اس کے آہنی ناخن باہر نکل آئے۔ ان ناخنوں کو دیکھتے ہی بدمعاش اس سے کترانے لگے۔ وہ صرف اس کے ناخنوں سے ہی خوفزدہ نہیں تھے بلکہ بارہا اس کے لڑنے کا تماشا بھی دیکھ چکے تھے۔

میں لڑنے میں اس کا ساتھ تو نہیں دے سکتا تھا مگر اپنے علم کو کام میں لا سکتا تھا۔ وہ بدمعاش پھر چاقو کھول کر کھڑا ہو گیا تھا۔ مجھے چاقو کی نوک پر رکھ کر سونیا کو لڑنے سے باز رکھنا چاہتا تھا۔ میں نے فوراً ہی اسے ذہنی جھٹکا پہنچایا۔ وہ ایک دم سے لڑکھڑاتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے گر پڑا کیونکہ اب وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام رہا تھا۔ میں نے چاقو اٹھا لیا۔

[illegible] میرے قریب نہ آتے۔ سونیا مجھے خود اپنی حفاظت آپ کرتے دیکھ کر پورے فارم میں آگئی اور ادھر سے ادھر اچھل اچھل کر حملے کرنے لگی۔ بدمعاشوں کی پوری فوج تتر بتر ہو رہی تھی۔ کوئی اس کے قریب جانے کی ہمت نہیں کر رہا تھا اور جس کے قریب وہ گئی تھی وہ آہنی ناخنوں کی زد میں آکر لہولہان ہو گیا تھا۔ کچھ بدمعاش بھاگتے ہوئے میکی کے پاس چلے گئے۔ ذرا سی دیر میں میکی اپنے چار آدمیوں کو لے کر راہداری میں پہنچ گیا۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ اس نے چیخ کر کہا۔

"ہالٹ — سونیا رک جاؤ۔ ماسٹروں نے فرہاد کو مارنے کی اجازت نہیں دی ہے مگر یہ اسٹین گنیں تمہیں بھون کر رکھ دیں گی۔"

سونیا اپنے پنجے موڑنے پر مجبور ہو گئی۔ وہ الٹے قدموں میرے پاس آکر مایوسی سے بولی۔

"اب میں کیا کر سکتی ہوں۔"

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہا۔

"کچھ نہ کرو۔ خود کو حالات پر چھوڑ دو۔"

میکی نے اسٹین گن والوں کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"شاباش فرہاد۔ تم سمجھدار آدمی ہو۔ جاؤ اب اپنی اس جنگلی بلی کو لے کر اس کمرے میں چلے جاؤ۔"

میں سونیا کا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے کے دروازے تک آیا۔ پہلے وہ اس کمرے کے اندر جانے سے ہچکچا رہی تھی مگر میرے ہاتھ نے اس کے ہاتھ کو تھام کر بڑا حوصلہ دیا۔ مرد کا ہاتھ تھام کر عورت جہنم میں بھی چلی جاتی ہے۔ وہ میرے ساتھ کمرے کے اندر آگئی پھر دروازہ اندر سے بند ہو گیا۔ کمرے کے اندر پہنچ کر پتہ چلا کہ ہم کسی برف خانے میں چلے آئے ہیں۔ وہاں کی دیواروں اور فرش پر جگہ جگہ برف جمی ہوئی تھی۔

پہلے تو اس چیمبر میں داخل ہوتے وقت بڑا اچھا لگا کیونکہ ہم باہر کی گرم ہوا سے گزر کر آتے تھے۔ وہاں پہنچ کر یوں لگا جیسے ہم کھلے ہوئے فریج کے سامنے کھڑے ہو گئے ہوں۔ مگر فریج کا دروازہ بند ہوتے ہی ہم سر جہنم میں پہنچ گئے۔ ایسی غضب کی ٹھنڈک تھی کہ ہمارے جسم کپکپا اٹھے۔ میں پریشان ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہ اکلوتا دروازہ باہر سے بند تھا۔ کھڑکیاں کہیں نہیں تھیں۔ ایک ہی چھوٹا سا وینٹی لیٹر تھا تاکہ گھٹن کا احساس نہ ہو۔ میں نے آگے بڑھ کر اس دروازے پر زور آزمائی کی۔ میرے جھٹکے دینے سے دروازے پر جمی برف جھڑنے لگی۔ مگر وہ کھلا نہیں۔ سونیا کی کپکپاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اب ہمیں موت آکر ہی یہاں سے نکال سکے گی۔"

وہ آگے نہ بول سکی۔ کیونکہ شدید سردی کے باعث اس کے دانت کٹکٹا رہے تھے۔ میرا بھی یہی حال تھا۔ ہونٹ سختی سے بند کرنے کے باوجود دانت اندر ہی اندر بج رہے تھے۔ پھر میں نے بڑی مشکل سے کہا۔

"اس طرح کھڑے رہنے سے ہم پر بھی برف جمنے لگے گی۔ ہمیں کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہیے۔"

پھر ہم دونوں اپنی ٹانگوں پر اچھلنے لگے۔ چیمبر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑنے لگے۔ ہمارے اندر برائے نام حرارت سی پیدا ہوئی مگر ہمارے بدن کے چاروں طرف جیسے برف کا طوفان تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ہمیں منوں برف کے تلے دفن کیا جا رہا ہے۔ بدن میں حرارت پیدا نہ ہو سکی مگر ہم تھک کر ہانپنے لگے۔ آخر ہم کتنی دیر تک دوڑ سکتے تھے اور اچھل سکتے تھے۔

وہ نڈھال سی ہو کر میرے پاس آئی اور مجھ سے کمبل کی طرح لپٹ گئی۔ مخصوص حالت میں ایک دوسرے کی قربت سے حرارت ملتی ہے لیکن اس وقت ہم دو برفانی مجسموں کی طرح لپٹے ہوئے تھے۔ ہم جتنا زیادہ ایک دوسرے میں جذب ہونا چاہتے اتنی ہی زیادہ سردی سے کپکپانے لگتے۔ ذرا ہانپنے سے فرصت ملی تو وہ مجھ سے الگ ہو گئی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کے آہنی ناخن اتار کر فرش پر پھینک دیئے۔ پھر اپنے پیروں پر اچھلتے ہوئے اس نے میرے منہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ میں بھی ٹانگوں پر اچھلتے ہوئے اور پینترے بدلتے ہوئے جوابی حملے کرنے لگا۔ ہم دونوں دوست تھے۔ مگر زندگی میں ایسے موڑ بھی آتے ہیں جہاں دوست بن کر دشمنوں کی طرح ایک دوسرے کو اذیتیں پہنچانا پڑتی ہیں۔ وہ جم کر حملے کر رہی تھی اور مجھ پر کرارے کرارے ہاتھ جما رہی تھی۔ اگرچہ میں صبح سے مار کھاتے کھاتے بہت کمزور ہو گیا تھا۔ تاہم میں نے بھی بھرپور ہاتھ جمائے۔ ہم کافی دیر تک لڑتے رہے۔ پھر تھک ہار کر گر پڑے۔

لڑنے کا بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ ہمارے بدن میں چند سیکنڈ کے لیے حرارت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد پھر قلفی جمنے لگی۔ وہ میرے سامنے زمین پر پڑی ہوئی ہانپ رہی تھی اور رو رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"تمہاری جیسی دلیر عورت کو رونا نہیں چاہیے۔"

"مجھے اپنی دلیری کو آزمانے کا موقع نہیں ملا اس لیے رونا آرہا ہے۔"

وہ مجھ سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔ میں اسے تسلیاں دینے لگا لیکن ایسی تسلیوں سے کیا حاصل ہو سکتا تھا جبکہ ہمارے سامنے نجات کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ میکی مجھے جان سے

نہیں مارے گا۔ ایک خاص درجۂ انجماد تک مجھے ذہنی اور جسمانی اذیتوں میں مبتلا کر کے میری ہمت کو پست کر دے گا میری قوتِ ارادی کو کمزور بنا دے گا۔ ہاں مجھے یقین تھا کہ میں اس چیمبر سے زندہ نکالا جاؤں گا مگر مُردوں سے بدتر ہو جاؤں گا۔ ایک حقیر دشمن بھی مجھے ٹھوکر مارے گا تو میں اس کے جواب میں ہاتھ پاؤں تک نہیں ہلا سکوں گا اور سونیا تو شاید اس سرد جہنم کے عذاب کو برداشت ہی نہ کر سکے۔ اس کی حالت سے ظاہر تھا کہ وہ کانپتے کانپتے ہمیشہ کے لیے سرد پڑ جائے گی۔

میں اسے گھور کر دیکھنے لگا۔ ہماری نظریں ٹکرائیں تو وہ میری شعلہ بار نگاہوں کو دیکھتی ہی رہ گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے بدن کی کپکپاہٹ میں کمی آتی جا رہی ہے۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"تت۔ تم مجھے اسی طرح دیکھتے رہو۔ مجھے اپنے اندر ایک عجیب سی حرارت محسوس ہو رہی ہے۔"

اس کی باتوں نے مجھے چونکا دیا۔ کیا مصیبت ہے ایسے جان لیوا حالات میں میں اپنی صلاحیتوں کو بھول گیا تھا۔ دراصل صبح سے میکی نے مجھے اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کا موقع نہیں دیا تھا۔ اسی لیے ایسی اذیتیں اٹھاتے وقت ٹیلی پیتھی کے ابتدائی مراحل کو وقتی طور پر بھول گیا تھا۔ ابتدائی مرحلہ یہ تھا کہ میں یہ علم سیکھنے کے لیے اپنے سامنے رکھی شمع کی لو کو گھورتا رہتا تھا۔ کئی ماہ کی مشقوں کے بعد اس جلتی ہوئی لو کی حرارت میرے دماغ میں اور میرے جسم میں سرایت کرنے لگی تھی۔

میرے پڑھنے والوں کو یاد ہوگا کہ جب پہلی بار ٹرین کا سفر کرتے وقت میں سردی محسوس کر رہا تھا تو میں نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر نظریں گاڑ دی تھیں۔ ذرا سی دیر کے بعد سوچ کی حرارت کے ذریعے میری ہتھیلیوں تک حرارت پہنچ گئی پھر وہ گرمی میرے سارے بدن کے رگ و پے میں دوڑنے لگی۔ اس وقت وہی عمل میں نے سونیا پر کیا۔ اس کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھنے کے بعد اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوچ کے ذریعہ حرارت پہنچانے لگا اور بھاری بھرکم آواز میں کہنے لگا۔

"سونیا۔ تم میری آنکھوں میں دیکھتی رہو گی اور میری نگاہوں کی حرارت محسوس کرتی رہو گی۔ اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دو اور اپنے آپ کو میری جلتی ہوئی نگاہوں کے حوالے کر دو۔"

اس نے میری ہدایت کے مطابق اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ میں تنویمی عمل کے دوران خود کو بھی پر سکون محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ جو حرارت میں اسے پہنچا رہا تھا۔ پہلے وہ میرے دماغ میں پیدا ہوتی تھی۔ پھر نگاہوں کے ذریعہ سونیا کی طرف خارج ہوتی تھی اور سوچ کے ذریعہ اسے متاثر کرتی تھی۔

وہ ماسٹر دانیال جو آگ کے شعلوں میں کھیلتا ہے۔ دشمنوں کو آگ کے جہنم میں جلا کر راکھ کر دیتا ہے اور اپنی ان صلاحیتوں کی بنا پر آگ کا دیوتا کہلاتا ہے۔ اگر اس وقت وہ مجھے دیکھ لیتا تو اس کی حقیقت کو سمجھ لیتا۔ کیونکہ وہ صرف اس آگ کو جانتا تھا جو دوسروں کو جلاتی ہے۔ اس آگ سے ناواقف تھا جو زندگی کے نام پر انسان کے اندر روشن رہتی ہے۔

ہم انسانوں نے زمین پر حکومت کی، سمندروں کو تسخیر کیا آسمان کی بلندیوں پر چاند ستاروں پر کمند پھینکی۔ بڑے بڑے طوفانوں کے رُخ موڑ دیے اور اپنی عبادت اور ریاضت سے آگ کو گلزار بنا دیا۔ خدا ہر انسان کو موقع دیتا ہے کہ وہ جدوجہد کے ذریعے اس مقام تک پہنچ جاتے جہاں نمرود اور ماسٹر دانیال کی آگ سرد پڑ جاتی ہے اور اس کے اندر زندگی کے حرارت بخش شعلے پیدا ہو جاتے ہیں۔

اس وقت وہی آگ میرے اور سونیا کے اندر روشن ہو گئی تھی۔ برف خانے کی سردی کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ ہم فرش پر جہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں آس پاس کی برف پگھل کر ہم سے دور بہہ گئی تھی۔ دور جا کر وہ پانی پھر جم رہا تھا۔ جب ہمارے اندر کافی حرارت پہنچ گئی تو میں نے میکی کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ وہ کسی کمرے میں اس مشین کو آپریٹ کر رہا تھا جس کے ذریعہ اس کمرے میں برف جم گئی تھی۔ میں چاہتا تو بہت پہلے ہی اس کے ذہن میں ہلچل مچا کر اس کے بارہ بجا سکتا تھا۔ مگر پھر بھی میں یہاں سے آزادی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ایسے لوگوں کو مشین آپریٹ کرنے کے لیے بھیج دیتا جنہیں میں نے کبھی دیکھا نہیں تھا اور جن کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اسی لیے میں بڑے تحمل سے سرد جہنم کا عذاب برداشت کرنے کے لیے یہاں چلا آیا تھا مگر اس جہنم کو بھی اپنے اور سونیا کے لیے جنت بنا چکا تھا۔

اس وقت اس نے مشین بند کر دی تھی اور اب چیمبر کی طرف کا دروازہ کھول کر ہماری خیریت معلوم کرنے آ رہا تھا میں نے سونیا سے کہا۔

"اب بے ہوش ہونے اور پژمردہ ہو جانے کی اداکاری کرو۔ وہ لوگ ہماری طرف آ رہے ہیں۔"

ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس جگہ آ گئے جہاں زیادہ برف جمی ہوئی تھی۔ وہاں پہنچ کر ہم لیٹ گئے اور ہاتھوں سے برف اٹھا کر اپنے اوپر ڈالنے لگے۔ اب پھر ناقابلِ برداشت سردی لگ رہی تھی۔ جس حرارت سے ہم لطف اندوز ہو چکے تھے وہ اب زائل ہو گئی تھی مگر تھوڑی دیر کے لیے یہ عذاب تو برداشت کرنا ہی تھا۔ سونیا نے آہنی ناخنوں کو دوبارہ انگلیوں پر چڑھاتے ہوئے کہا۔

"میں بیہوش ہونے کی اداکاری نہیں کر سکتی۔ جسم کو ساکت کرنے کے باوجود کپکپی طاری رہتی ہے۔"

میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ کھڑی ہو کر اچھلتی کودتی رہے۔ چونکہ بدمعاشوں نے پہلے ہی مجھے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ لہٰذا میں بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ وہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ مجھ میں اچھلنے کودنے کی سکت نہیں تھی لہٰذا میں سردی برداشت نہ کر سکا اور بیہوش ہو گیا۔

میں نے جو سوچا تھا، وہی ہوا۔ جب میکی اپنے آدمیوں کے ساتھ دروازہ کھول کر اندر آیا تو سونیا کو ٹانگوں پر اچھلتے کودتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے میکی کی سوچ میں اسے یہی بات سمجھائی کہ سونیا ایک اچھی فائٹر ہے۔ گھنٹوں لڑتے رہنے اور دوڑتے رہنے کے باوجود تھکن محسوس نہیں کرتی۔ فرہاد کو چونکہ پہلے سے ادھ موا کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ اس لیے وہ سونیا کی طرح چاق و چوبند نہ رہ سکا اور ایک مخصوص نقطۂ انجماد تک پہنچنے کے بعد بیہوش ہو گیا۔

اس کے آدمی مجھے وہاں سے اٹھا کر ایک آرام دہ کمرے میں لے گئے اور مجھے ایک بستر پر ڈال دیا۔ وہاں پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد میں نے تکلیف سے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں پھر بوکھلانے کی اداکاری دکھاتے ہوئے چاروں طرف وحشت سے گھورنے لگا میکی فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ رہا تھا

"کہو فرہاد کیا حال ہے۔؟"

میں جواب دینے کے بجائے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کراہنے لگا اور ایک نیم پاگل کی طرح بڑبڑانے لگا۔

"میں۔۔ میں مر جاؤں گا۔ مجھے یہاں سے۔ یہاں سے نکالو۔۔ میرے اندر برف جم رہی ہے۔"

میکی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"پاگل کے بچے ۔۔۔ اس وقت تم سرد موت کے چیمبر میں نہیں ہو۔ ہوش میں آؤ۔ اب تم ایک آرام دہ کمرے میں ہو۔"

"آں ۔۔ آں ۔۔ ہاں ۔۔۔" میں بد حواسی سے اِدھر اُدھر سر گھما کر دیکھنے لگا۔ میکی نے بڑی سفاکی سے کہا۔

"تم ذرا اچھی طرح ہوش و حواس میں آ جاؤ۔ اس کے بعد تمہیں پھر اسی چیمبر میں پھینک دیا جائے گا۔"

میں دہشت سے تھر تھر کانپنے لگا۔

"نہیں نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے چیمبر میں نہ بھیجو۔ تم۔۔ تم ماسٹر یوشے سے زیادہ خطرناک ہو۔ میں تم پر ٹیلی پیتھی کا علم نہیں آزما سکتا میں سمجھ گیا ہوں کہ تم میری طرف سے دی ہوئی ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہو جاؤ گے مگر تمہارے جیسے ماتحت میری بوٹیاں نوچتے رہیں گے جن کے دماغ تک میں نہیں پہنچ سکتا۔"

وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگا۔

"فرہاد! تم واقعی سمجھ دار ہو۔ جب سے تمہیں چیمبر میں بھیجا گیا ہے میں اسی انتظار میں تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے پاگل بناؤ گے۔ میں ذہنی طور پر مفلوج ہونے کے لئے بالکل تیار بیٹھا ہوا تھا۔ میں ایسا ضدی آدمی ہوں کہ جس بات کا تہیہ کر لیتا ہوں اسے انجام تک پہنچانے کے لئے جان بوجھ کر موت کو بھی دعوت دیتا ہوں۔ مگر تم واقعی سمجھ دار ہو۔ تم نے مجھے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرنے کی ننھی سی کوشش نہیں کی۔ اب جبکہ تم ایک کمزور چوہے کی طرح سرد چیمبر کے چوہے دان میں آ گئے ہو تو میں تمہارے ساتھ ذرا نرمی سے پیش آؤں گا۔ مگر اتنی نرمی سے نہیں کہ تم پھر فرار ہونے کی کوشش کرو۔"

میں نے سہمے ہوئے انداز میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ اب میں فرار ہونے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔ تمہارے آدمیوں نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا ہے کہ میں بغیر سہارے کے چل سکوں۔ میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ تم جو کہو گے میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔"

"مجھے یہ سُن کر خوشی ہوئی۔ ایک دوست کی طرح ہاتھ ملاؤ۔"

میں نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اُس نے مصافحے کے دوران میرے ہاتھ کو پوری قوت سے دبا ڈالا۔ میں چیخ کر اُٹھ بیٹھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ میں جسمانی طور پر بالکل ہی کمزور ہو گیا ہوں۔ اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سوری۔ میں بھُول گیا تھا کہ اب میں ایک ایسے کمزور کُتے سے مصافحہ کر رہا ہوں جو ہمیشہ ہمارے قدموں میں لوٹتا رہے گا۔"

مجھے اس کی یہ گالی بھی برداشت کرنی پڑی۔ میں خواہ مخواہ غیرت مند بن کر کام نہیں بگاڑنا چاہتا تھا۔ اس کے سامنے جُھک کر میں اس ہاتھ کو سہلانے لگا جیسے اُس نے اپنی دانست میں پیس کر رکھ دیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اسی طرح غلط فہمی میں مبتلا رہے۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ خوشی کی بات ہی تھی۔ اس گروہ کا سب سے عظیم ماسٹر یوشے میرے ہاتھوں پریشان رہتا تھا اور میرے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ دوسرے تمام ماسٹر مجھے ناقابلِ شکست سمجھ رہے تھے۔ ایسے وقت میں میکی مجھے شکست دے کر بہت بڑا اعزاز حاصل کرنے والا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اسے ماسٹر یوشے کی خالی جگہ مل جاتی۔ اسی لئے اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔

آدھی رات تک میرا بہت خیال رکھا گیا۔ مجھے اچھے سے اچھا کھانا دیا گیا۔ پینے کے لئے عمدہ برانڈ کی وہسکی پیش کی گئی مگر میں نے انکار کر دیا۔ اعلیٰ کوالٹی کے سگریٹ بھی پیش کیے گئے۔ اس نے سب کچھ کیا لیکن میری ٹوٹ پھوٹ ختم ہوتے ہی میکی نے میری ہدایت کے مطابق اچھی دوا لے کر آیا تھا۔ اگر دوبارہ ۔۔۔ رسید کر دیا۔ سونیا نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"انسان طاقت کے سامنے جھکتا ہے۔ تمہارے لئے باس سب سے زیادہ طاقتور تھا اس لئے تم سب اس کے سامنے جھکتے رہے۔ مگر اب فرہاد اس سے زیادہ خود کو طاقتور ثابت کر رہا ہے۔ تم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ اب فرہاد کے سامنے جھکو یا پھر اپنے باس سے مار کھاتے رہو۔"

ان میں سے تین آدمی دُور جا کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ وہ میکی سے وفاداری کے نام پر خواہ مخواہ اپنی جان نہیں دینا چاہتے تھے۔ میں نے میکی کے ذہن کو ذرا دیر کے لئے آزاد چھوڑ کر عرشے پر گرے ہوئے ریوالور کو اُٹھا لیا۔ میکی ریلنگ سے ٹیک لگائے ہانپ رہا تھا اور بڑی بے بسی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پہلے میں اس کے دماغ کو کنٹرول کر رہا تھا اب میرا ریوالور اسے روکے ہوئے تھا۔

"تم مجھے توڑ پھوڑ کر ماسٹروں کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے۔ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ جس فرہاد سے تمام ماسٹر خائف ہیں تم نے اس کی خطرناک صلاحیتوں کے باوجود اسے پیس کر رکھ دیا ہے۔ اب بتاؤ کہ تمہاری یہ خوش فہمی تمہیں کس مقام پر لے آئی ہے ۔۔۔ یہاں بھی تمہاری جسمانی طاقت بحال ہے۔ تمہارے یہ جان پر کھیلنے والے ماتحت تمہارے پاس ہیں۔ اب صرف تمہاری مجبوری یہ ہے کہ تم میرے اس ریوالور کے سامنے کچھ نہیں کر سکتے۔ مگر میں تمہیں بالکل ہی کمزور بنا کر نہیں مارنا چاہتا۔ یہ لو ریوالور ۔۔۔"

میں نے ریوالور اس کی طرف اُچھال دیا۔ وہ اس کے قدموں کے پاس جا گرا۔ اسے فوراً ہی ریوالور اُٹھا لینا چاہیئے تھا لیکن وہ ہچکچاتے ہوئے کبھی مجھے اور کبھی ریوالور کو دیکھنے لگا۔ میں نے حقارت سے کہا۔

"دیکھتے کیا ہو؟ ریوالور اُٹھاؤ۔ تمام ماسٹر تمہیں ناقابلِ شکست سمجھتے ہیں۔ میں نے بھی تمہیں ناقابلِ شکست بنانے کے لئے یہ ریوالور تمہیں دے دیا ہے۔ اسے اُٹھاؤ اور فیصلہ کرو کہ کسے نشانہ بناؤ گے؟"

اس نے آہستہ آہستہ جھکتے ہوئے ریوالور کو اُٹھا لیا مگر اس شہہ زور کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں اس کی دماغی کیفیت کو پڑھ رہا ہوں اور اب اس کا دماغی فیصلہ یہی تھا کہ وہ ماسٹروں کی مرضی کے خلاف مجھے مار ڈالے گا۔ اگر اُس نے اس موقع سے فائدہ نہیں اُٹھایا تو میں اسے مار ڈالوں گا۔

سامنے والا اتنی جلدی کون سی حرکت کرنے ۔۔ ہے اُسے فوری طور پر سمجھنے کے لئے آدمی دھوکا کھا جاتا ہے۔ مگر سوچ کی لہریں ایک ایک پل کی حرکتوں کو سمجھا دیتی ہیں۔ میں سمجھ رہا تھا اس کی انگلی کس وقت ٹرائیگر کو دبائے گی۔ جیسے ہی وہ لمحہ قریب آیا ویسے ہی میں نے میکی کے ٹارگٹ کو بدل دیا۔ اس کا ہاتھ دوسری طرف گھوم گیا۔ گولی اس ماتحت کو لگی جو سب سے زیادہ اس کا وفادار تھا۔ وہ عرشے پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ دوسری طرف میکی کے ہاتھ بُری طرح لرز رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ بڑے بڑے جانباز ساتھیوں کو ساتھ رکھ کر اور بڑے بڑے خطرناک ہتھیار سے لیس ہو کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اپنے ہاتھوں اپنی ہی بربادی کا سامان کرتا رہے گا۔

"میکی! اگر تمہاری سمجھ میں یہ بات آگئی ہے کہ تم ایک چیونٹی سے بھی زیادہ حقیر ہو تو ریوالور اپنے آدمیوں کی طرف پھینک دو۔"

میکی اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کو بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ اپنی ہتھیلی پر اتنا خطرناک ہتھیار رکھنے کے باوجود وہ بزدل کمزور اور قابلِ شکست تھا۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"مم ۔۔۔ میں تمہاری ذہانت اور تمہاری صلاحیتوں کو تسلیم کرتا ہوں۔ تم بہت گریٹ ہو۔ مجھ سے دوستی کرو۔ مجھ سے زیادہ وفادار تمہیں کوئی دوسرا نہیں ملے گا۔"

پھر اس نے ریوالور کو اپنے آدمیوں کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

"میری وفاداری دیکھو۔ میں تمہارے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔"

"وہ تو تمہارا باپ بھی کرے گا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ ریوالور اگر نہ پھینکتے تو میں اسی ریوالور سے تمہیں خودکشی کرنے پر مجبور کر دیتا۔ یاد ہے تم نے مجھے اپنے قدموں میں لوٹنے والا کُتا کہا تھا۔ طاقت کے نشے میں گالیاں دینے والا کبھی وفادار نہیں ہوتا۔ ادھر تمہارے تین آدمی کھڑے ہوئے ہیں اور ریوالور ان کے قدموں میں پڑا ہوا ہے۔ بولو ان میں سے کس کے ہاتھوں مرنا پسند کرو گے؟"

اس نے گھبرا کر ریوالور کی طرف دوڑ لگائی۔ لیکن آگے بڑھتے ہی ایک دماغی جھٹکا پہنچا۔ وہ اوندھے مُنہ گر پڑا۔ میں نے اس کے ایک ساتھی سے کہا کہ وہ ریوالور اُٹھا لے۔ اس نے میرے حکم کی تعمیل کی اور ریوالور کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ میکی جلدی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹتے ہوئے ریلنگ سے جا کر ٹکرا گیا۔

"کہاں بچ کر جاؤ گے میکی ۔۔۔ مجھے بے بس کرنے والے! تمہارے چاروں طرف سمندر ہے یا تو چھلانگ لگا دو یا پھر اپنے ہی آدمی کے ہاتھوں مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

مجھے فوراً ہی اس کا قصہ تمام کر دینا چاہیئے تھا لیکن مغرور دشمن کو تڑپاتے ہوئے بڑا مزہ آتا ہے۔ ہر سانس کے ساتھ موت کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ غرور کی بلندی سے لڑھکتے دیکھ کر بڑا لطف آتا ہے۔ وہ میرے سامنے گڑگڑا رہا تھا۔ زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ میں اس سے بے نیاز ہو کر اس کے ساتھیوں کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ اوپر سے جتنے وفادار نظر آ رہے ہیں کیا اپنے اندرونی دماغ سے بھی میری برتری کو قبول کرتے ہیں یا نہیں۔

ان تینوں میں سے ایک کی سوچ گڑبڑا رہی تھی۔ اس نے بظاہر میری اطاعت قبول کر لی تھی لیکن دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ وہ کس طرح میکی کی مدد کر سکتا ہے؟ میں نے اس کی طرف انگلی اُٹھا کر کہا۔

"میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ تم اپنے ساتھی سے ریوالور لے لو۔"

وہ گھبرا کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے ڈانٹ کر کہا۔

"جو کہتا ہوں وہ کرو۔ ورنہ بے موت مرو گے۔"

اس نے بڑی مجبوری سے ہاتھ بڑھا کر اپنے ساتھی سے ریوالور لے لیا۔ میں نے اس کے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تم سب اچھی طرح جانتے ہو کہ میں انسانی ذہن کی چھپی ہوئی باتیں پڑھ لیتا ہوں۔ ابھی تمہارا یہ ساتھی اپنے دماغ میں چھپ کر میرے خلاف سوچ رہا تھا اور میکی کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ اب ریوالور اس کے ہاتھ میں آ گیا ہے، یہ اپنے باس کی مدد کرے گا۔"

"نن ۔۔۔ نہیں میں ریوالور نہیں چلاؤں گا۔" وہ بڑی بے بسی سے گھگھیانے لگا۔

"چلاؤ۔" میں نے اس کے دماغ میں چیخ کر کہا۔ "تمہارا ٹارگٹ سامنے ہے اور تمہاری انگلی ٹرائیگر کو دبا رہی ہے۔"

اس کی انگلی نے ٹرائیگر دبا دیا۔ فائر کی آواز گونجی۔ میکی اپنے سینے کو تھام کر عرشے پر گر پڑا۔ دوسری طرف فائر کرنے والے کے ہاتھ سے ریوالور گر پڑا تھا۔

وہ چند لمحوں تک سکتے کے عالم میں کھڑا رہا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے باس کو شوٹ کیا ہے۔ لیکن جو کچھ ہوا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا اور اس نے خود ہی گولی چلائی تھی۔ اس حقیقت کو وہ کیسے جھٹلا سکتا تھا پھر وہ ایک دم سے پاگل ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کے بالوں کو نوچتے ہوئے چیخنے لگا۔

"میں نے باس کو قتل نہیں کیا ہے۔ میں اپنے باس کا وفادار کُتا ہوں۔ کُتے کبھی اپنے مالک پر نہیں بھونکتے ۔۔۔ پھر میں اپنے مالک کو کس طرح کاٹ سکتا ہوں؟"

وہ چیختے چلاتے ہوئے میکی کی لاش کے پاس پہنچا اور اسے اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ پھر وہ جھنجلا کر کھڑا ہو گیا اور غصے سے کانپتے ہوئے مجھے مارنے کے لئے میری طرف دوڑتا ہوا آیا۔ سونیا نے ایک فلائنگ کک ماری۔ وہ دوسری طرف پلٹ کر ریلنگ سے ٹکرا گیا۔

"میں صرف اپنے مالک کی خدمت کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ جب آقا نہیں ہے تو غلام زندہ رہ کر کیا کرے گا۔ میں زندہ نہیں رہوں گا۔ میں زندہ نہیں رہوں گا ۔۔۔"

وہ ہذیانی انداز میں چیختا ہوا ریلنگ پر چڑھ گیا پھر وہاں سے بھنور کے گہرے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ چھپاک کی آواز کے ساتھ پانی اُچھل کر عرشے تک آیا۔ ہم نے ریلنگ کے دوسری طرف جھک کر دیکھا گہری تاریکی میں اور گہرے پانی میں اس کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ لانچ کے عرشے پر تھوڑی دیر کے لئے سناٹا چھا گیا۔ وہ بدمعاش، مجرم اور قاتل تھا لیکن وفاداری کی ایک مثال قائم کر کے اس دُنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ کاش کہ وہ ایک اچھا انسان ہوتا اور اچھے انداز میں وفاداری کا سبق سکھا کر موت کو گلے لگاتا تو اس کے مٹنے کے باوجود رہتی دُنیا تک اس کا نام نہ مٹتا۔

میکی کے دو ساتھی ذرا سہمے ہوئے سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کا باس تو مر ہی چکا تھا، اب وہ اس کے لئے جان کی بازی کیا لگاتے۔ وہ دماغ سے سوچ رہے تھے کہ اب میرے وفادار بن کر رہیں گے۔ وہ جانتے تھے کہ میں دماغ کو پڑھتا رہتا ہوں اسی لئے اپنے ذہن میں یہ بات بار بار دُہرا رہے تھے کہ ہم فرہاد صاحب کے وفادار ہیں اور وفادار رہیں گے۔ میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے باس کی اور دوسرے ساتھیوں کی لاشیں اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیں۔ وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد سارے دشمن نابود ہو گئے۔ وہ لانچ مکمل طور سے ہمارے قبضے میں آ گئی۔ اب صرف لانچ کا اسکیپر رہ گیا تھا جو لانچ کو جزیرہ کوائی کی طرف لے جا رہا تھا۔ وہ لانچ کو کنٹرول کر رہا تھا اور اس کے دماغ کو کنٹرول کرنا میرے لئے کوئی بڑی بات نہ تھی۔ میں سونیا اور ان دو آدمیوں کے ساتھ زینے اُترتا ہوا انجن روم کی طرف گیا۔ لانچ کے انجن اور اسٹیئرنگ تک پہنچنے کا راستہ ایک تنگ راہداری سے گزرتا تھا۔ راہداری کے آخری سرے پر جو دروازہ تھا، وہ دوسری طرف سے بند ہو گیا تھا۔ میرے اشارے پر میکی کے ایک ساتھی نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اسکیپر کو آواز دی۔ مگر دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ جب وہ دروازے کو دھکا دے کر کھولنے یا توڑنے کی کوشش کرنے لگے تو دوسری طرف سے دروازے کو ٹھونکنے اور بجانے کی آواز سنائی دی پھر دروازے کے نیچے سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ زمین پر سرکتا ہوا باہر آیا۔ میں نے جھک کر اسے اُٹھایا اور کھول کر پڑھنے لگا۔ لکھا تھا۔

"مسٹر فرہاد! دروازہ نہیں کھلے گا۔ آپ نہ تو میری آواز سُن سکیں گے اور نہ ہی میرا چہرہ دیکھ کر میری آنکھوں میں جھانک سکیں گے۔ آپ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ میکی کی طرح میرا دماغ بھی کنٹرول میں آ جائے گا۔ میرے پاس ریوالور ہے۔ اگر دروازہ توڑنے کی کوشش کی گئی تو میں بے دریغ فائر کر دوں گا۔ میں بہت محتاط ہوں۔ یہ تحریر بھی میرے ایک اسسٹنٹ کی ہے تاکہ آپ تحریر کے انداز سے سوچ کے انداز تک نہ پہنچ سکیں۔ اسے لکھوانے کے بعد میں نے اپنے اسسٹنٹ کو سمندر کی گود میں پھینک دیا ہے۔ اب آپ اپنی سی کوشش کرتے رہیں۔ یہ لانچ ہر حال میں جزیرہ کوائی کے ساحل تک پہنچ کر رہے گی۔"

خط پڑھ کر میں نے میکی کے ایک ساتھی کو دیا۔ وہ اسے پڑھ کر سونیا کو اس کی زبان میں سمجھانے لگا۔ سونیا اس سچویشن کو سمجھ کر میرا منہ تکنے لگی۔ میں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ اتنی جلدی دماغ کام نہیں کر سکتا تھا اسکیپر تک پہنچنے کے لئے کوئی ایسی تدبیر سوچنی تھی کہ وہ زندہ یا مردہ ہمارے ہاتھ آجائے۔ لیکن لانچ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ میں چپ چاپ وہاں سے پلٹ کر لانچ کے عرشے پر آگیا۔ سونیا اور دو نئے وفادار ملازم میرے پیچھے آرہے تھے۔ میں نے ایک ملازم کو انجن روم کے دروازے کی طرف واپس بھیج دیا۔ تاکہ وہ نگرانی کرتا رہے اور اسکیپر کو کسی طرح بولنے پر مجبور کرتا رہے جب وہ چلا گیا تو میں نے دوسرے ملازم سے پوچھا۔

"اب تم ہی اس لانچ کے بارے میں بتا سکتے ہو۔ کوئی ایسا دوسرا راستہ ہے کہ جہاں سے میں اسکیپر تک پہنچ سکوں؟"

"صرف ایک راستہ ہے مگر وہ خطرناک ہے۔ آپ میرے ساتھ آئیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں"۔

میں اور سونیا اس کے پیچھے چلنے لگے۔ لانچ کے اگلے سرے پر پہنچ کر اس نے ریلنگ پر جھکتے ہوئے بتایا۔

"یہاں سے ہم رسی کے ذریعے لٹک کر نچلے حصے میں پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ نچلے حصے میں جو کھڑکیاں بنی ہوئی ہیں وہ شیشے کی ہیں۔ وہ اسکیپر لانچ کے اسٹیرنگ کو کنٹرول کرتے وقت شیشے کے پار دیکھتے ہوئے راستے کا تعین کرتا رہتا ہے۔ رسی کے ذریعے نیچے لٹک کر پہلے ان شیشوں کو توڑنا ہوگا۔ پھر اندر جانے کا راستہ ملے گا"۔

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس طرح وہاں جانے میں جان کا یقینی خطرہ تھا۔ رسی سے لٹکتے ہی وہ شیشے کے پار مجھے دیکھ لیتا اور فائرنگ شروع کر دیتا۔ دوسرا ملازم سونیا کے سامنے وہی بات اپنی زبان میں دہرا رہا تھا۔ سونیا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں اس طرح نہیں جانے دوں گی"۔

میں نے ریلنگ سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ "کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ ویسے یہ بتاؤ کہ یہ لانچ کتنی دیر میں جزیرہ کوائی تک پہنچے گی؟"

دوسرے ملازم نے جواب دیا۔ "لانچ کی تیز رفتاری بتا رہی ہے کہ اسکیپر ہمیں جلد سے جلد وہاں پہنچانا چاہتا ہے۔ اس رفتار سے ہم صبح پانچ بجے تک وہاں پہنچ جائیں گے اور ابھی دو بجنے والے ہیں"۔

وہ اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھ کر وقت بتا رہا تھا۔ میری پریشانی بڑھنے لگی۔ اتنی جدوجہد کے بعد بھی وہ تمام ماسٹر مجھے اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ پچھلے دنوں میں نے جیسی ذہانت اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کا مکمل ریکارڈ ان کے پاس موجود تھا۔ اس کے پیش نظر تمام ماسٹر بہت زیادہ محتاط تھے۔ تمام ماسٹروں کا ذکر کرنا فضول ہے کیونکہ میں ماسٹر دانیال اور ماسٹر سائمن کے دماغ سے اب بھی کھیل سکتا تھا۔ اصل آدمی چوتھا ماسٹر تھا جس کی خفیہ پلاننگ سے یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ اس چوتھے گونگے ماسٹر نے مجھے جزیرے تک بلانے کے لئے صرف میکی پر اعتماد نہیں کیا تھا۔ اس کے پس منظر میں اسکیپر کو بھی چھپا کر رکھا تھا۔ کیونکہ وہی ناخدا تھا۔ وہی ڈبو سکتا تھا۔ وہی پار لگا کر جزیرے تک پہنچا سکتا تھا۔

اس وقت میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تو میں اس آدمی کے ذہن میں جھانکنے لگا جو انجن روم کے دروازے پر پہرہ دینے گیا تھا۔ وہ بند دروازے کے پاس کھڑا ہوا کشمکش میں مبتلا تھا۔ ایک طرف وہ سوچ رہا تھا۔

"اسکیپر بڑی دانشمندی سے کام لے رہا ہے۔ فرہاد کبھی اس کے دماغ کو کنٹرول نہیں کر سکے گا۔ اگر اس نے جزیرہ کوائی پہنچا دیا تو میں غدار کہلاؤں گا۔ اگر میں نے اسکیپر کو بولنے پر مجبور نہ کیا اور اس کا اعتماد حاصل کر لیا تو غداری کے الزام سے بچ جاؤں گا"۔

اس کی دوسری سوچ نے کہا۔

"یہ بھی تو سوچو کہ فرہاد کیسا چالباز ہے۔ دوپہر سے آدھی رات تک بیمار اور کمزور بن کر میکی جیسے شاطر کو بیوقوف بناتا رہا۔ اس وقت بھی وہ مجبور اور بے بس نظر آرہا ہے مگر مجھے میکی کی طرح بیوقوف نہیں بننا چاہیئے۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جزیرے تک پہنچتے پہنچتے بھی کوئی زبردست چال ضرور چلے گا"۔

پھر وہ سوچتے سوچتے گھبرا گیا کہ وہ ایسی دوہری باتیں کیوں سوچ رہا ہے۔ فرہاد ضرور اس کی سوچ کو پڑھ رہا ہوگا۔ یہ سوچتے ہی اس نے اپنے دونوں کان پکڑ لئے اور سوچ کے ذریعے منت و سماجت کرنے لگا۔

"فرہاد صاحب! مجھے معاف کر دیجئے۔ میرے دل میں آپ کے لئے کھوٹ نہیں ہے۔ ہر انسان کو اپنی زندگی عزیز ہوتی ہے اسی لئے مجھے بھی اپنی جان پیاری ہے۔ میں آپ کے پاس رہوں یا ماسٹروں کے پاس، میری جان سلامت رہنی چاہیئے۔ جان رہے گی تو آخر دم تک اپنی جان کی حفاظت کرنے والے کے ساتھ وفاداری کرتا رہوں گا"۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام میگانہ ہے"۔

"سنو میگانہ! ہر شخص اپنی جان کے علاوہ دوسروں سے بیگانہ رہتا ہے۔ مجھے بھی اپنی جان پیاری ہے۔ میں تمہیں ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ اس پر عمل کرو گے تو ماسٹروں کی نظروں میں غدار بھی نہیں بنو گے اور میرے وفادار بھی رہو گے"۔

"میں ضرور عمل کروں گا"۔

"تم دوہری چال چلو۔ دروازے سے لگ کر سرگوشیوں میں اسکیپر کو مخاطب کرو۔ اسے کہو کہ وہ جواباً کچھ نہ کہے۔ صرف اسے یقین دلاتے رہو کہ ابھی مجبوری کے باعث فرہاد کے سامنے جھک گئے ہو۔ یعنی تم میرے

خلاف باتیں کرتے رہو، اس کا اعتماد حاصل کرتے رہو۔ اس طرح شاید مجھے اس اسکیپر تک پہنچنے کا کوئی موقع مل جائے"۔

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ اسے مشورہ دینے کے باوجود ابھی تک میرے ذہن میں کوئی تدبیر نہیں تھی کہ وہ کس طرح ہاتھ آئے گا۔ اب میں جتنی اندھی چالیں چل سکتا تھا، چل رہا تھا۔ ڈوبنے والے کو کنارہ نہ ملے تب بھی وہ ہاتھ پاؤں مار کر ڈوبنے سے بچنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ تھک ہار کر بیٹھ جانے کا مطلب ہمیشہ کے لئے ڈوب جانا تھا۔ پھر میں سونیا کے ساتھ دوسرے کیبن میں آیا جو میکی کے لئے مخصوص تھا۔ وہاں ہم دونوں میکی کے سامان کی تلاشی لینے لگے۔ اس کیبن میں ماسٹر یوشے کا سامان بھی رکھا ہوا تھا۔

مجھے یاد آیا ماسٹر سائمن نے ٹرانسمیٹر پر میکی سے کہا تھا کہ وہ ماسٹر یوشے کی لاش اور اس کا سامان جزیرے میں لے آئے۔ سامان تو نظر آرہا تھا مگر لاش نہیں مل رہی تھی۔ ماسٹر کی لاش یقیناً انجن روم کی طرف کہیں رکھی ہوگی۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"تمہارے اندر سونگھنے کی حیرت انگیز صلاحیت ہے۔ تم سونگھ کر معلوم کرو کہ ماسٹر یوشے کی لاش کہاں رکھی گئی ہے"۔

وہ کیبن سے باہر آکر اور گردن اٹھا کر سونگھنے لگی۔ میں اس کی حرکتوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر سونگھتی رہی پھر مایوسی سے بولی۔

"مجھے ماسٹر کی بو نہیں مل رہی ہے۔ شاید اس کی لاش یہاں لانچ میں نہیں ہے"۔

"لاش ضرور ہوگی۔ میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ مرنے کے بعد انسان اپنے بدن کی حرارت اور اپنی مخصوص بو وغیرہ کھو دیتا ہے"۔

"یہ بات میں سمجھتی ہوں۔ دراصل ابھی میں ماسٹر کی مخصوص بو کو نہیں سونگھ رہی تھی۔ ایک ایسی بو کو تلاش کر رہی تھی جو مردہ جسم سے خارج ہوتی ہے۔ ماسٹر یوشے اگر یہاں مردہ پڑا ہوا ہے تو اس مردے کی بو مجھے ملنا چاہیئے تھی"۔

"پھر تو اس لانچ میں کہیں چھوٹا سا برف خانہ ہے یا پھر ماسٹر یوشے کی لاش برف میں دبا کر رکھی گئی ہے۔ اس کے باعث وہ اس قدر محفوظ ہے کہ ابھی اس میں سے بدبو نہیں نکل رہی ہے"۔

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"یہی بات ہو سکتی ہے مگر وہ لاش یہاں ہو بھی تو تم کیا کر لو گے؟"

میں نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"فی الحال تو کچھ نہیں کر سکتا مگر میں ایک ایک چیز کو نظروں میں رکھ رہا ہوں اور سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کس کے ذریعہ میں اسکیپر تک پہنچ سکتا ہوں"۔

میں میکی کے کھلے ہوئے سوٹ کیس سے اس کا جیبی ٹرانسمیٹر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ یہ بھی ایک ایسی چیز تھی جسے میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آرہی تھی کہ اسکیپر کے پاس بھی ایک ٹرانسمیٹر ضرور ہوگا۔ اس کے ذریعہ وہ ماسٹروں کو اپنی آمد کی اطلاع دے رہا ہوگا اور موجودہ سچویشن کی رپورٹ پہنچا چکا ہوگا۔

ایک راستہ بہت آسان تھا۔ میں انجن روم کا دروازہ توڑ کر اسکیپر تک پہنچ سکتا تھا۔ لیکن اس بات کا اندیشہ تھا کہ جتنی دیر میں دروازہ ٹوٹ کر الگ ہوتا اتنی دیر میں وہ یا تو انجن میں ٹیکنیکل خرابی پیدا کر دیتا یا پھر اس لانچ کو ہی بم کے دھماکے سے اڑا دیتا اور ہمارے ساتھ خود بھی ڈوب مرتا۔

لہٰذا میں اسکیپر تک اس طرح پہنچنا چاہتا تھا کہ لانچ کو تباہ کرنے کا موقع اسے نہ ملے۔ ہمیشہ تقدیر مہربان نہیں ہوتی۔ مجھے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں نے سونیا سے پوچھا۔

"کس فریکوئنسی پر ماسٹروں سے گفتگو کی جاتی ہے؟ کیا تم اس فریکوئنسی پر اس ٹرانسمیٹر کو آن کر کے رکھ سکتی ہو؟"

وہ میرے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر لے کر اسے ہینڈل کرنے لگی۔ میں نے فوراً ہی اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اس سے ٹرانسمیٹر لے کر اسے سوٹ کیس کے اندر پھینک دیا۔ وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

یہ اچانک ہی یاد آگیا تھا کہ ماسٹر سائمن اور ماسٹر دانیال اگر ٹرانسمیٹر پر گفتگو کریں گے تب بھی کوئی بات نہیں بنے گی کیونکہ چوتھا ماسٹر بہت زیادہ محتاط ہے وہ سمجھتا ہوگا کہ میں دوسرے ماسٹروں کے ذریعہ اسکیپر تک پہنچ سکتا ہوں۔ اسی لیے اس نے اسکیپر کو دوسرے ماسٹروں سے لاتعلق رکھا ہوگا۔ دوسرے ماسٹر یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ اسکیپر کا کام کون انجام دے رہا ہے۔

اپنے اس خیال کی تصدیق کے لیے میں ماسٹر سائمن کے ذہن میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ وہ ایک آرام دہ کمرے میں ایک بڑے سے ٹرانسمیٹر کے سامنے ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اب رات کے تین بجنے والے تھے مگر ان سب کی آنکھوں سے نیند اڑ گئی تھی کیونکہ میں وہاں پہنچنے والا تھا۔ وہ میرے بارے میں ایک ایک پل کی خبر رکھنے کے لیے جاگ رہے تھے۔ اس وقت وہ مجھے ایک سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے پریشانی سے سوچ رہا تھا۔

"اسے زندہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب ایک

ایک کرکے مرجائیں گے۔ موت کو شکست دینے والا ماسٹر ویسے اس کے ہاتھوں مرچکا ہے۔ میکی جو آج تک کسی کی گرفت میں نہیں آیا۔ وہ بھی اس کی گرفت میں آکر جان سے جا چکا ہے مگر سپر ماسٹر بضد ہے کہ اسے زندہ رکھا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ سپر ماسٹر نے جس طرح ٹیلی پیتھی جاننے والے ماسٹر یوشے کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنایا تھا اسی طرح فرہاد کے دماغ کو بھی کنٹرول کرے گا بشرطیکہ فرہاد یہاں تک پہنچ جائے مگر وہ یہاں آنے آنے بھی بری طرح دہشت زدہ کرتا جا رہا ہے مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ آسانی سے یہاں پہنچ جائے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"مجھے سپر ماسٹر کی پلاننگ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔"

ماسٹر سائمن کی سوچ نے کہا۔

"اسے ناکامی اس لیے نہیں ہوتی تھی کہ ابھی تک فرہاد جیسا شیطان اس کے پلے نہیں پڑا تھا۔ اب ایک نئی اطلاع آئی ہے کہ لانچ کا اسکیپر انجن روم تک محدود ہو گیا ہے فرہاد کو اپنے قریب پہنچنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔ بظاہر کامیابی کی امید نظر آ رہی ہے مگر وہ شیطان عین وقت پر ترپ چال چلتا ہے۔ کیا پتہ کہ اس کا دماغ کس طرح کام کرے گا۔ بڑی مایوس کن سچویشن ہے۔ وہ اسکیپر کو چوہے کے بل سے بھی نکال سکتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں اسے اکسایا۔

"مجھے اسکیپر کی سچویشن معلوم کرنا چاہیے کہ ابھی وہ کس حال میں ہے؟"

وہ چونک کر سوچنے لگا۔

"یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ مجھے کیا پتہ کہ لانچ کا اسکیپر کون ہے؟ سپر ماسٹر نے اسے ایک پُراسرار شخصیت بنا کر رکھا ہے۔ ہمیں ان معاملات سے اس لیے دور رکھا ہے کہ فرہاد کسی وقت بھی ہماری سوچ کے ذریعہ اسکیپر تک پہنچ سکتا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ فرہاد اس وقت بھی میری اپنی سوچ کے ذریعہ سوالات کر رہا ہو۔ فرہاد — فرہاد اگر تم میری سوچ کی دنیا میں موجود ہو تو مجھ سے کھل کر باتیں کرو میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

میں بالکل خاموش رہا۔ اس سے پہلے ماسٹر یوشے اور بکی نے بھی دوستی کا فریب دیا تھا اور فریب دے کر ایسی جگہ پہنچانا چاہتے تھے۔ جہاں مجھے کتے جیسی وفاداری سکھائی جانے والی تھی۔ ماسٹر سائمن تھوڑی دیر تک مجھے اپنی اندھی سوچ کے ذریعہ پکارتا رہا۔ جب جواب نہ ملا تو اسے یقین ہو گیا کہ اسے محض شبہ ہوا تھا۔ وہ سوچنے لگا۔

"فرہاد وقت اور حالات کے مطابق کسی کو چارے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اس کا ریکارڈ یہی بتاتا ہے۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہا ہوگا کہ ابھی ہم جیسے ماسٹر اس کے لیے بالکل بیکار ہیں۔ وہ شیطانی دماغ رکھنے والا سپر ماسٹر کی کھوج میں لگا ہوگا۔ ہمارے دماغ میں جھانک کر اپنا وقت ضائع نہیں کرے گا۔"

واقعی ماسٹر سائمن کے ساتھ وقت ضائع کرنا دانشمندی نہیں تھی مگر نجات کا راستہ تلاش کرنے کے لیے جو راستہ بھی ملے اس کی مسافت کو سمجھنا پڑتا ہے۔ وہ ماسٹر بیکار ہو گئے تھے مگر میں انہیں ایک ایک کرکے آزمانا چاہتا تھا تاکہ کسی سے ذرہ برابر تو معلومات حاصل ہو جائیں۔ اسی لیے میں نے ماسٹر دانیال کو نظر انداز نہیں کیا۔ میں اس کے ذہن میں بھی جھانکنا چاہتا تھا مگر اسی وقت دوسرا ملازم کیبن میں آگیا۔ اس نے آتے ہی کہا۔

"فرہاد صاحب وقت گزرتا جا رہا ہے۔ اگر ہم اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تو اسکیپر ہمیں جزیرے تک پہنچا دے گا۔ وہاں ہمیں غداری کی جو سزا ملے گی اس کے تصور سے ہی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ آپ گھڑی کی طرف دیکھیں صرف ڈیڑھ گھنٹے کا سفر رہ گیا ہے۔"

میں نے اسے تسلی دی۔

"میں کوشش کر رہا ہوں مگر کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے رہی ہے۔ رسّی کے ذریعہ نیچے لٹک کر جانا گویا اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔"

"فرہاد صاحب جزیرے میں پہنچ کر تو ہمیں مرنا ہی ہے پھر کیوں نہ یہاں رسّی سے لٹک کر جان کی بازی لگائی جائے۔"

میں نے اور سونیا نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ مرنے کا حوصلہ لے کر یہ منصوبہ بنا رہا ہے۔ میں نے کہا۔

"میں تمہاری ہمت کی داد دیتا ہوں مگر رسّی سے نیچے لٹکنے کا فائدہ کیا ہوگا؟ وہ شیشے کے پار تمہیں دیکھتے ہی فائرنگ شروع کر دے گا۔"

"میں کھڑکی کے کنارے لٹکتا رہوں گا اور ایک ہاتھ بڑھا کر شیشوں کو توڑتا رہونگا۔ اس دوران اگر مجھے گولی لگ گئی تو یہ میری بدنصیبی ہوگی مگر اس کے بعد آپ کے لیے راستہ کھل جائیگا۔"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں — تمہاری طرح دوسرے بھی جان پر کھیل جاتے ہیں۔ جتنی دیر میں تم شیشے توڑو گے۔ اتنی دیر میں اسکیپر لانچ کو تباہ کر سکتا ہے۔ تمہاری قربانی رائیگاں جائے گی۔ میں ایسا کوئی

قدم اٹھانا نہیں چاہتا۔"

وہ مایوس ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ میں نے اس آدمی کی طرف توجہ دی جو انجن روم کے دروازے پر پہرہ دے رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ کئی بار اسکیپر کو مخاطب کر چکا ہے۔ میرے خلاف باتیں کرتے ہوئے اپنی وفاداری کا یقین دلا چکا ہے۔ لیکن جواب میں اسکیپر کی آواز سنائی نہیں دی۔ اس نے جزیرہ کوانی پہنچنے تک چپ رہنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

آخر میں سونیا اور اس آدمی کے ساتھ کیبن سے نکل کر لانچ کے اگلے حصے میں آگیا۔ میں نے اس آدمی سے کہا کہ وہ رسّی لے کر آئے۔ میں رسّی سے نیچے لٹک کر ایک بار اسے دہشت زدہ کرونگا۔ سونیا نے اعتراض کیا۔

"تم نہیں جاؤ گے وہ فائرنگ کرے گا۔"

"میں کھڑکی کے سامنے نہیں جاؤنگا۔ کنارے ہی رہوں گا اور شیشے توڑتا رہوں گا۔ وہ فائرنگ کے لیے کھڑکی کے سامنے آئے گا تو مجھے اس کی ایک جھلک ضرور نظر آئے گی۔ بس میرے لیے اتنا ہی کافی ہوگا۔ میں اس کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں لے لوں گا۔"

سونیا پریشان ہو کر مجھے جھنجھوڑنے لگی۔

"نہیں تم نہیں جاؤ گے۔ تمہاری جان کا خطرہ ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے تمہیں گولی لگ جائے گی۔ تم نہ جاؤ میں چلی جاتی ہوں۔"

"تم جا کر کیا کرو گی۔ میرے جانے کا مقصد یہ ہے کہ میں کسی طرح ایک بار اس کا چہرہ دیکھ لینا چاہتا ہوں۔"

وہ کافی دیر تک بحث کرتی رہی۔ مجھے نیچے جانے سے روکتی رہی۔ پھر میں نے ڈانٹ ڈپٹ کر اسے خاموش کر دیا۔ وہ ناراض ہو کر ایک طرف ہٹ گئی۔ اس وقت تک وہ ملازم رسّی کے ایک سرے کو ریلنگ سے باندھ چکا تھا۔ رسّی کے دوسرے سرے کو اس نے کھڑکی کے کنارے نیچے کی طرف چھوڑ دیا۔ رسّی ہوا کی زد میں ادھر سے ادھر جھولنے لگی اور بار بار کھڑکی کے شیشوں کی طرف جانے لگی۔ اسی وقت پے در پے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ کھڑکی کے شیشے ٹوٹ رہے تھے۔ میں ابھی اوپر ہی تھا مگر وہ اسکیپر رسّی کو دیکھتے ہی فائرنگ کے ذریعہ وارننگ دے رہا تھا کہ کھڑکی کے پاس آنے کا انجام موت ہے۔

پھر فائرنگ بند ہو گئی۔ میں نے ملازم سے کہا کہ وہ کوئی مضبوط سی لکڑی یا لوہے کا راڈ لے کر آئے تاکہ میں کھڑکی کے تمام شیشے توڑ سکوں۔ وہ ایسی کوئی چیز تلاش کرنے کے لیے چلا گیا۔ چند لمحات کے بعد سونیا نے فوراً ہی میری آستین پکڑ لی۔ مجھے رکنے کا اشارہ کیا۔ پھر ریلنگ کی طرف جھک کر اور نتھنے پھلا پھلا کر سونگھنے لگی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا تم کسی کی بُو کو پہچان رہی ہو؟"

وہ ریلنگ پر سیدھی ہو کر بولی۔

"ہاں — میں اینٹی فائر لوشن کی بُو سونگھ رہی ہوں اور یہ چیز صرف ماسٹر دانیال کے پاس ہے۔"

میں حیرانی سے چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ میں نے ماسٹر سائمن کے ذہن میں جھانکنے کے بعد یہ سوچا تھا کہ اس معاملے میں ماسٹر دانیال کو بھی نظر انداز نہیں کرونگا مگر کیبن میں دوسرے ملازم کی آمد نے میرے ذہن کو بھٹکا دیا تھا۔ وہ ملازم قربانی کا جذبہ لیکر آیا تھا۔ اسی جذبے کے تحت میں یہاں رسّی سے لٹکنے آگیا تھا۔ بہر حال میں نے فوراً ہی ماسٹر دانیال کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔

واقعی ماسٹر دانیال انجن روم میں موجود تھا۔ اس وقت وہ اپنے بدن کے کپڑے اتار کر اینٹی فائر لوشن کی مالش کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

"کھڑکی پر اس رسّی کے لٹکنے کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد جان پر کھیلنے کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ مجھے بھی اب بالکل تیار رہنا چاہیے۔ جیسے ہی وہ کھڑکی پر نظر آئے گا۔ میں لانچ کو آگ لگا دوں گا۔ یہاں میرے سوا سب ہی جل کر راکھ ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ فرہاد کے پاس انجلا سے حاصل کیا ہوا اینٹی فائر لوشن موجود ہو اور وہ آگ کے شعلوں سے کھیلتا ہوا مجھ سے مقابلے کے لیے پہنچ جائے۔ مگر لانچ میں آگ لگتے دیکھ کر وہ جتنی دیر میں اینٹی فائر لوشن کی مالش کرے گا۔ اتنی دیر میں میں موٹر بوٹ کے ذریعہ اس جلتی ہوئی لانچ سے باہر نکل جاؤں گا۔ میں نے موٹر بوٹ کو بھی فائر پروف بنا دیا ہے۔ وہ بوٹ آگ سے متاثر نہیں ہوگی۔ میرے چہرے پر ماسک چڑھا ہوا ہے۔ شعلوں کی روشنی میں وہ مجھے دیکھنے کے باوجود میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

اس کی سوچ پڑھتے ہی میں نے سونیا کا ہاتھ پکڑا اور دوڑتا ہوا کیبن کی طرف جانے لگا۔ دوسرا ملازم لوہے کا راڈ لے کر آ رہا تھا۔ میں نے اسے ریلنگ کے پاس ٹھہرنے کے لیے کہا۔ کیبن کے اندر پہنچ کر میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا اور سونیا کو کپڑے اتارنے کے لیے کہا۔ وہ چونک کر مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے میرا دماغ چل گیا ہو۔ ایسے وقت جبکہ جان پر بنی ہوئی تھی۔ میں اسے لباس اتارنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا تمہیں کوئی اور موقع نہیں ملے گا؟ کہیں پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟"

میں جواب دینے کی بجائے اپنی پتلون اتارنے لگا پھر انڈرویئر کے اندر سے اینٹی فائر لوشن کی شیشی نکالی۔ یہ شیشی اور مائیکروفلم میں اسی طرح چھپا کر رکھتا تھا تاکہ دشمنوں کے ہاتھ نہ لگے۔ میں نے سونیا کو وہ شیشی دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ اینٹی فائر لوشن ہے۔ اسے فوراً اپنے بدن پر اور سر کے بالوں پر لگاؤ۔"

میری بات سن کر اس نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی پھر فوراً ہی لباس اتارنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہم اپنے اپنے بدن پر اس لوشن کی مالش کر رہے تھے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ماسٹر دانیال سے نمٹنے کے لیے ابھی کافی وقت ہے۔ وہ اس انتظار میں تھا کہ کھڑکی پر میں اسے نظر آؤں گا تب وہ لانچ کو آگ لگائے گا مگر میرا خیال غلط ثابت ہوا۔ اچانک ہی فائرنگ کی آواز سنائی دینے لگی۔ ہم دونوں دوڑتے ہوئے کیبن سے باہر آئے۔ ہم نے صرف ایک ایک انڈرویئر پہنی ہوئی تھی جو لوشن کے ذریعہ فائر پروف بن گئی تھی۔ جب لانچ کے اگلے حصے پر پہنچے تو وہ ملازم قربانی کے جذبے کے تحت خود ہی رسّی سے لٹک کر کھڑکی تک پہنچ گیا تھا پھر جب تک میں اسے آواز دے کر اوپر بلاتا وہ گولی کا نشانہ بن کر سمندر کی تہہ میں جا چکا تھا۔

میں نے سونیا سے کہا۔

"تم فوراً انجن روم کے دروازے پر پہنچ جاؤ۔ میں ابھی تمہارے لیے دروازہ کھلواتا ہوں۔"

وہ بھاگتی ہوئی زینے تک پہنچی پھر نیچے اترتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے بعد میں رسی سے لٹک کر نیچے کی طرف کھسکنے لگا۔ کھڑکی کے قریب پہنچتے ہی میں نے ماسٹر دانیال کے ذہن میں جھانک کر کھلبلی مچانا شروع کر دی۔ اس کا دماغ بے قابو ہوتے ہی ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا تھا۔ مگر کھڑکی کے سامنے پہنچ کر پتہ چلا کہ مجھے ذرا دیر ہو گئی ہے۔ ماسٹر دانیال نے اس ملازم کو شوٹ کرنے کے بعد ہی انجن روم میں آگ لگا دی تھی۔ کیونکہ شوٹ کرنے کے بعد بھی رسّی کو کھڑکی کے سامنے جھولتے دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ پھر کوئی آ رہا ہے۔ اس کا خیال درست تھا۔ میں ہی اسے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرنے آ گیا تھا۔ میں نے ٹوٹے ہوئے شیشوں کے اندر ہاتھ ڈال کر کھڑکی کی چٹخنی گرا دی پھر اسے کھول کر اندر پہنچ گیا۔

پہلے کہیں کہیں سے شعلے نظر آ رہے تھے۔ اب وہ تیزی سے پھیل رہے تھے۔ ماسٹر دانیال شعلوں کے درمیان کھڑا ہوا آگے پیچھے ڈگمگاتا ہوا اپنے سر کے بالوں کو نوچ رہا تھا۔ کیونکہ میں رہ رہ کر اسے ذہنی جھٹکے پہنچا رہا تھا پھر میں نے ذرا دیر کے لیے اسے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔ آزاد ہوتے ہی وہ فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کی طرف دوڑتا ہوا آگیا۔ پھر اسے اٹھانے کے لیے جیسے ہی جھکا میں نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ دوسری طرف الٹ کر بڑھتے ہوئے شعلوں کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔

اس وقت ہم آتشی مخلوق بن گئے تھے۔ آگ سے کھیل رہے تھے۔ آگ ہم سے نہیں کھیل سکتی تھی۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر موٹر بوٹ کی طرف بھاگنے لگا۔ میں بھی اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ موٹر بوٹ کہاں رکھی ہوئی ہے۔ انجن کے آخری سرے پر ایک بڑا سا کیبن بنا ہوا تھا۔ اس نے کیبن کے دروازے پر پہنچ کر اسے کھولا۔ اس کیبن نما بڑے سے کمرے میں ایک موٹر بوٹ نظر آ رہی تھی۔ اس کے نیچے پہیئے لگے ہوئے تھے تاکہ وہ خشکی پر بھی چل سکے۔ وہ دروازے سے چھلانگ لگا کر اس بوٹ پر بیٹھنا چاہتا تھا۔ اسی وقت میں نے اس کے [illegible] کو جھٹکا پہنچایا۔ اس کے نتیجے میں وہ آگے کی طرف چھلانگ لگانے کی بجائے پیچھے کی طرف اچھل کر میرے پاس چلا آیا۔ میں نے اسے بڑے پیار سے بازوؤں میں تھام لیا۔ وہ بوکھلا کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے اس کا منہ چوم کر اسے الگ کیا پھر اسی منہ پر ایک گھونسہ مارتے ہوئے کہا۔

"بیٹے واپس چلو —— پہلے انجن روم کا دروازہ کھولو۔"

اس کی باچھوں سے خون رسنے لگا تھا۔ اس نے غصے سے جھلا کر مجھے چیلنج کیا۔

"اگر مرد ہو تو مرد کی طرح مقابلہ کرو۔ ٹیلی پیتھی کا سہارا نہ لو۔"

میں نے حقارت سے کہا۔

"تم کتنے مرد ہو۔ تم اینٹی فائر لوشن کا سہارا لیتے ہوئے آگ کے دیوتا کہلاتے ہو۔ تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اس آگ میں دو جل کر مر جائیں گے۔ ایسے وقت تمہاری مردانگی کہاں چلی جاتی ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے پھر ایک گھونسہ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا اور انجن سے ٹکرا گیا۔ انجن ابھی بند نہیں ہوا تھا۔ چلتا ہوا انجن اسے آخری سرے پر لے گیا لیکن وہ تڑپ کر انجن سے دور ہو گیا۔ اگر چند ساعت کی بھی دیر ہوتی تو وہ مشین میں پس جاتا۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اٹھا دیا۔

"ماسٹر دانیال —— تم سب ماسٹر کسی نہ کسی حیرت انگیز صلاحیت کے مالک ہو مگر جب موت آتی ہے تو کچھ کام نہیں آتی۔ تم ماسٹر پوشے کی عبرتناک موت کی خبر سن چکے ہو اب تمہاری موت کی خبر دوسرے ماسٹر سنیں گے۔ چلو"

وہ میرے حکم کی تعمیل کے لیے دروازے کی طرف

لگا۔ لیکن آگے بڑھتے ہی اچانک اس نے پلٹ کر حملہ کیا۔ ایک گھونسہ میرے منہ پر پڑا —— پھر پیٹ پر —— پھر ناک پر۔ اس کے ہاتھ اتنی تیزی سے چل رہے تھے کہ مجھے سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔ مشین کی طرح چلتے ہوئے ہاتھوں کو میرے ہاتھ نہیں روک سکتے تھے۔ میں نے سوچ کے ذریعہ اس کے ہاتھوں کو روک دیا۔ پہلے تو اس کے ذہن کو ایک جھٹکا پہنچا۔ پھر میں نے اس کی سوچ کو الٹا دیا۔ وہ اسی طرح مشینی انداز میں اپنے آپ کو مارنے لگا۔ اتنی سی دیر میں پوری لانچ آگ کی زد میں آ گئی تھی۔ میں نے اسے دروازے کی طرف دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "چلو"

میں اسے دھکے دیتا ہوا دروازے تک پہنچا اور دروازے کو کھول دیا۔ سونیا اندر آ گئی۔ میں نے ماسٹر دانیال کو ایک لات جمائی۔ وہ دروازے سے باہر چلا گیا۔ کیبن کی دیواریں اور عرشے کے تختے جل جل کر گر رہے تھے۔ میں دروازے کو اندر سے بند کرتے ہی سونیا کے ساتھ بھاگتا ہوا موٹر بوٹ تک پہنچ گیا۔ سونیا موٹر بوٹ میں بیٹھ گئی۔ میں نے دوسری طرف کا دروازہ کھولا تو آگ کے لپکتے ہوئے شعلوں سے سامنے کھلا ہوا سمندر نظر آنے لگا۔ بوٹ کو چلانے کے لیے اسٹیئرنگ کے پاس تمام کلوں پر ہدایات درج تھیں۔ میں نے ان پر عمل کرتے ہوئے موٹر بوٹ کو اسٹارٹ کیا۔ وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔ پہیوں کے ذریعہ لانچ کے فرش پر تیزی سے دوڑتی ہوئی دروازے کے باہر ذرا اوپر کو اچھلی۔ پھر پانی کی سطح پر پہنچ کر ہچکولے کھانے لگی۔ میں بڑی حاضر دماغی سے اسے کنٹرول کر رہا تھا اور وہ جلتی ہوئی لانچ سے دور بھاگتی جا رہی تھی۔

فی الحال تو یہی بات ذہن میں تھی کہ لانچ کے تختے، لوہے کے ٹکڑے اور دوسری چیزیں دھماکے کے بعد اڑتی ہوئی ہم تک نہ پہنچیں۔ جب ہم بہت دور نکل گئے تو میں نے ماسٹر دانیال کی خیریت معلوم کی۔ وہ بدحواسی میں بھاگتا پھر رہا تھا۔ کئی بار جلتے ہوئے تختے اوپر آ کر گرے۔ کبھی وہ زخمی ہوا کبھی بچ کر نکل گیا۔ مگر بھاگ کر کہاں جا سکتا تھا۔ لانچ کے باہر سمندر تھا۔ لانچ کی آگ اسے جلا نہیں رہی تھی لیکن اپنے ساتھ اسے ڈبونے والی تھی۔

پھر زوردار آواز میں دو چار دھماکے ہوئے۔ رات کی تاریکی میں دور تک اڑتے ہوئے شعلے نظر آ رہے تھے اور سمندر کے نمکین پانی میں پہنچ کر بجھ رہے تھے۔ لانچ کا آہنی ڈھانچہ سمندر کی تہہ میں بیٹھتا جا رہا تھا اور وہ ماسٹر دانیال جو آگ کا دیوتا کہلاتا تھا وہ بھی پانی کے اندر بجھتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دور جلنے کے بعد میں نے سونیا سے پوچھا۔

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ ہم کدھر جا رہے ہیں؟"

سونیا نے چاروں طرف گھورتے ہوئے کہا۔

"ہم کہیں نہیں جا رہے ہیں۔ یہ موٹر بوٹ ہمیں پتہ نہیں کہاں لے جا رہی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اندھا سفر شروع ہو چکا ہے۔ ہم نے پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ دشمنوں سے نجات ملے گی تو ہم کسی منزل کا تعین نہیں کر سکیں گے۔"

سونیا نے پریشان ہو کر کہا۔

"اگر یہ اندھا سفر لانچ کے ذریعہ ہوتا تو ہمیں زیادہ پریشان نہ ہونا پڑتا مگر اس موٹر بوٹ کا ایندھن ہمیں کتنی دور لے جا سکے گا۔ یہاں آس پاس جتنے جزیرے ہیں وہ ایک دوسرے سے پچاس یا سو میل کے فاصلے پر ہیں۔"

"ابھی کیا وقت ہوا ہوگا؟"

ہم گھڑی دیکھنے کی بجائے موٹر بوٹ کو دیکھنے لگے کیونکہ ہمارے پاس گھڑی نہیں تھی۔ ہمارے پاس ہمارا لباس بھی نہیں تھا۔ ہمارے چاروں طرف سمندر تھا اور دور بہت دور مشرق کی طرف صبح کاذب کی دھندلاہٹ نظر آ رہی تھی۔ یعنی تھوڑی دیر بعد صبح ہونے والی تھی۔ ہم مجبوری کے عالم میں صرف سوچتے جا رہے تھے کہ موٹر بوٹ کا ایندھن ختم ہو جائیگا تو پھر ہم کیا کریں گے؟ کچھ نہیں کر سکیں گے۔ ایندھن سے خالی موٹر بوٹ لہروں کے رحم و کرم پر بہتی چلی جاتی رہے گی۔ سونیا نے میرا بازو تھام کر کہا۔

"اگر ایسا ہوا تو ہم بھوکے پیاسے مر جائیں گے۔ ہمارے پاس کھانے پینے کو بھی کچھ نہیں ہے اور ہم سمندر کا کھارا پانی نہیں پی سکیں گے۔"

یہ تو میں بھی سمجھ رہا تھا کہ کیسی کیسی مصیبتیں نازل ہوں گی۔ ہم آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک گئے تھے۔ اب کھجور سے گر کر شاید ببول کی جھاڑیوں میں پہنچنے والے تھے۔ میری زندگی بھی عجیب ہے۔ جس راستے پر قدم بڑھاتا ہوں وہاں نت نئی مصیبتیں سلامی دینے کے لیے کھڑی رہتی ہیں۔ اب ہم اس سے زیادہ کیا کر سکتے تھے کہ چپ چاپ موٹر بوٹ میں بیٹھے رہتے۔

مشرق کی سمت جہاں صبح کاذب صبح صادق میں بدل رہی تھی۔ اسی سمت میں موٹر بوٹ کو لیے جا رہا تھا۔ صبح کی روشنی کچھ اور بڑھی تو بیچ سمندر میں اچانک ہی اونچے اونچے سے ٹیلے اور ہریالی نظر آنے لگی۔ سونیا نے خوش ہو کر کہا۔

"وہ دیکھو ہماری تقدیر ساتھ دے رہی ہے۔ ہم کسی جزیرے کے ساحل پر پہنچ رہے ہیں۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ یہاں سے دوسرے جزیرے پچاس یا سو میل کے فاصلے پر ہیں۔ پھر ہم کس جزیرے کے قریب اتنی

جلدی پہنچ رہے ہیں؟"

میری باتیں سن کر وہ سوچ میں پڑ گئی۔ وہ تباہ ہونے والی لانچ ہمیں جزیرہ کوائی کے قریب لیے جا رہی تھی۔ اس لحاظ سے ہم اس وقت جزیرہ کوائی کے ساحل کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے موٹر بوٹ کا انجن بند کر دیا۔ پھر پریشان ہو کر کہا۔

"سونیا تم جزیرہ کوائی پہلے بھی کئی بار آ چکی ہو۔ کیا تم دور سے اس ساحل کو نہیں پہچان سکتیں؟"

وہ پوری توجہ سے دور ساحل کی طرف دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد انکار میں سر ہلا کر کہنے لگی۔

"ہم لانچ کے ذریعہ جس ساحل پر اترنے تھے۔ یہ وہ ساحل نہیں ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اسی جزیرے کا کوئی دوسری طرف کا حصہ ہو۔"

"اگر ایسا ہے تو ہم بری طرح اسی جال میں پھنسنے والے ہیں جس سے دور بھاگنے کے لیے جدوجہد کرتے رہے ہیں۔"

میں بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا کہ مجھے ساحل کے قریب جانا چاہئے یا نہیں؟ اس ساحل سے دور جانے کا مطلب یہی تھا کہ ہم بہت دور نہیں جا سکتے تھے۔ ایندھن ختم ہو جاتا اور ہم بھوکے پیاسے موٹر بوٹ میں پڑے رہتے۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"اب یہ کوئی سا بھی جزیرہ ہو ہمیں اس کے ساحل پر اترنا ہی ہوگا۔ کھلے سمندر میں بے بسی کی موت مرنے سے بہتر ہے کہ ہم زندگی کے لیے لڑتے ہوئے مریں۔"

یہ کہہ کر میں نے موٹر بوٹ اسٹارٹ کر دی اور اس کا رخ ساحل کی طرف کر دیا۔ ساحل پر سبزیالی کے درمیان جابجا ابھری ہوئی چٹانیں بھی تھیں۔ جب ہم موٹر بوٹ کا انجن بند کر کے ساحل پر اترے تو دن کا اجالا اچھی طرح پھیل گیا تھا۔ وہاں کے سناٹے میں دور بہت دور کتنی ہی موٹر بوٹوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے دوبارہ موٹر بوٹ اسٹارٹ کی اور اسے خشکی پر ڈرائیو کرتے ہوئے ایک بڑی سی چٹان کے پیچھے لے جا کر چھپا دیا۔ پھر ہم دونوں اسی چٹان کی آڑ سے دور دور تک نظریں دوڑانے لگے۔

تھوڑی دیر بعد سمندر کی سطح پر بہت دور تک کتنی ہی موٹر بوٹ دوڑتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ انہیں گننا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ وہ ہمارے دونوں طرف سے دور تک پھیلتی ہوئی ادھر اور ادھر سے مچھلیوں کی طرح تیرتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ ہر بوٹ میں دو آدمی تھے۔ ایک ڈرائیو کرنے والا تھا دوسرا اسٹین گن لیے کھڑا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق وہ سو سے اوپر تھے۔ پوری ایک فوج تھی۔ شاید سپر ماسٹر کو پتہ چل گیا تھا کہ لانچ تباہ ہوگئی اس کی تباہی کے بعد یا تو آگ کا دیوتا بچ کر نکل گیا ہوگا یا پھر اسے چوٹ دے کر فرار ہونے کی کوشش کر رہا ہوگا۔ اس وقت فوج مجھے ہی تلاش کرنے نکلی تھی۔ یا پھر ماسٹر دانیال کی خیریت معلوم کرنا چاہتی تھی۔

میں اور سونیا چٹان کے پیچھے دبکے بیٹھے رہے۔ موٹر بوٹ ہمارے قریب ساحل کے پاس سے گزرتی آدھی سے زیادہ کھلے سمندر میں دور تک نکل گئی تھیں اور لوگ اسٹین گن لیے موٹر بوٹ میں بیٹھے جزیرے کے چاروں طرف چکر لگا رہے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ لانچ کے اندر فائر پروف موٹر بوٹ ماسٹر دانیال کے استعمال کے لیے رکھی گئی تھی اور وہ بوٹ جزیرے کے کسی حصے میں بھی پہنچ سکتی لیکن ساحل کے قریب سے گزرنے کے باوجود وہ موٹر بوٹ انہیں نظر نہیں آئی۔ جب وہ دور جا کر نظروں سے اوجھل ہو تو سونیا نے مجھ سے پوچھا۔

"ہم یہاں کب تک بیٹھے رہیں گے۔ اگر یہاں سے کر آگے بڑھیں گے تو یقیناً پکڑے جائیں گے۔ یہ جزیرہ میں صرف پینتیس میل ہے۔ اس چھوٹے سے جزیرے میں آپ کو چھپا کر رکھنا بہت مشکل ہے۔"

میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"یہاں تمہیں سبھی جانتے ہیں اور مادام کہہ کر تمہارا ... بھی کرتے ہیں۔ کیا تم کچھ لوگوں کو اپنے اعتماد میں نہیں ..."

"میں چھ برس کے بعد اس جزیرے میں آئی ہوں۔ سنا ہے کہ اب یہاں سائنٹفک آلات نصب کیے گئے ... کسی کو اپنے اعتماد میں لینا تو دور کی بات ہے اگر ہم آ... گے تو ان آلات کی زد میں آ جائیں گے۔ یا تو ہم بے موت ... جائیں گے یا پھر وہ آلات ہماری نشاندہی کرتے رہیں گے۔"

"چلو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اب تو ہم جلتی ہوئی کڑ... میں گر ہی چکے ہیں پھر ڈرنا اور جھجکنا کیسا؟"

یہ کہنے کے بعد میں نے محتاط نظروں سے دور دور تک دیکھا۔ جب کوئی نظر نہ آیا تو ہم چٹان کے پردے سے نکل جزیرے کے اندرونی حصے کی طرف بڑھنے لگے۔ سونیا نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ بین الاقوامی طرز کے جرائم کرنے والے سائنٹفک آلات سے لاتعلق نہیں رہ سکتے تھے۔ تقریباً ... کا فاصلہ طے کرتے ہی اچانک چاروں طرف سائرن گونجنے لگی۔ ہم نے گھاس کے فرش پر چھپے ہوئے کسی آلے کو کراس کیا تھا جو اب ہماری نشاندہی کر رہا تھا۔

دیر بعد سائرن کی آواز بند ہوگئی اور دور دور کی چٹانوں سے لاؤڈ اسپیکر کی طرح ماسٹر سائرن کی آواز ابھرنے لگی۔

"خوش آمدید مسٹر فرہاد۔ اب ہم تمہیں ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔۔"

تقدیر

بڑا خطرناک مذاق کر رہی تھی۔ سمندر کے چھ گھنٹے کے سفر میں یہ تقدیر مجھے خوش فہمی میں مبتلا کرتی رہی۔ اس نے پہلے مجھے ماسٹر لوشے سے نجات دلائی۔ پھر میکی کو راستے سے ہٹایا اس کے بعد آگ کے دیوتا کو سمندر کے پانی میں ڈبویا۔ میری پیٹھ تھپک تھپک کر مجھے شاباش دیتی رہی مگر کم بخت جانتی تھی کہ مجھے کہاں لا کر پھنسائے گی۔

میں اسی جزیرہ کوائی میں پہنچ گیا تھا جہاں سے دور بھاگنا چاہتا تھا۔ دور دور کی چٹانوں سے آوازیں گونج رہی تھیں۔ ماسٹر سائرن مجھے یقین دلا رہا تھا کہ اب میری ایک ایک حرکت ٹی وی سکرین پر دیکھی جا رہی ہے۔ چٹانوں کے درمیان آواز گونجنے کے باعث اس کی باتیں واضح طور سے سمجھ نہیں آ رہی تھیں۔ مگر یہ تو معلوم ہو ہی چکا تھا کہ میں ان کی گرفت میں آ گیا ہوں۔ اب خواہ مخواہ پریشان ہونے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے لاپرواہی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر سوچ کے ذریعے کہا۔

"کتے کی طرح کیوں بھونک رہے ہو۔ تمام چٹانیں بھوں بھوں کر رہی ہیں۔ اب اپنی چوں چوں بند کرو اور جو کہنا ہے سوچ کے ذریعہ کہو۔"

"میں اسی انتظار میں تھا کہ تم سوچ کے ذریعہ رابطہ قائم کروگے۔ اب تم سیدھے اسی طرح چلے آؤ۔ آگے تمہیں ایک پختہ سڑک نظر آئے گی۔ وہاں تمہارے آرام دہ سفر کے لئے ایک نئے ماڈل کی کار کھڑی ہوگی۔"

میں نے سونیا کے ساتھ ناک کی سیدھ میں بڑھتے ہوئے کہا۔

"یہ بتاؤ کہ تم لوگوں نے ماسٹر دانیال کو لانچ کا ناخدا کیوں بنایا تھا؟"

"اب تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔ ماسٹر دانیال بہت عرصے سے اپنی بیٹی کا انتقام لینے کے لئے تلملا رہا تھا۔ جب ماسٹر لوشے نے تمہارے ملک کی طرف پیش قدمی کی تو ماسٹر دانیال اس وقت بھی تمہارے پیچھے جانے کے لئے مچل گیا۔ سپر ماسٹر اس سے بیزار ہو گیا تھا۔ ایک اینٹی فائر لوشن کے فارمولے کے باعث وہ خواہ مخواہ ماسٹر کے عہدے تک پہنچ ہوا تھا۔ ابتدا میں اس نے کچھ کارنامے دکھائے۔ مگر اب ایسے کارنامے سپر ماسٹر کا کوئی ادنیٰ خادم بھی دکھا سکتا تھا۔ کیونکہ اب اس لوشن کا فارمولا سپر ماسٹر کے پاس محفوظ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ماسٹر دانیال نے لانچ کا ناخدا بننے کی بہت زیادہ ضد کی تو اسے یہ سوچ کر اجازت دے دی گئی کہ اگر وہ خود ہی مرنا چاہتا ہے تو اچھی بات ہے۔ یہ اپنی مرضی سے ہمارے راستے سے ہٹ جائے گا۔ اگر یہ تمہیں صحیح سلامت یہاں تک لے آئے گا تو یہ اس کی خوش نصیبی ہوگی۔ مگر تم بلاشبہ خطرناک ہو۔"

"میں اپنی تعریف نہیں پوچھ رہا ہوں۔ کیا تمہارے سپر ماسٹر کا یہی اصول ہے کہ وہ جان بوجھ کر ماسٹروں کو بھی موت کے منہ میں بھیج دیتا ہے؟"

"تم غلط کہہ رہے ہو۔ سپر ماسٹر نے اسے خود جانے کے لئے نہیں کہا تھا اس نے خود ہی موت کو دعوت دی تھی۔"

"کیا سپر ماسٹر یہ نہیں جانتا تھا کہ میں فوراً ہی ماسٹر دانیال کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا۔"

"تم میکی اور اس کے دوسرے آدمی کے دماغ تک بھی پہنچ سکتے تھے۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ کیونکہ تم کسی ایک کے دماغ کو کنٹرول کرتے تو دوسرے پانچ آدمی تمہیں اپنے قابو میں کر لیتے۔ لہٰذا اگر تم ماسٹر دانیال کو بھی ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرتے تب بھی لانچ اس جزیرے تک پہنچتی۔ لیکن کسی کی غلط رپورٹ نے ہمیں فریب میں مبتلا کر دیا۔"

"وہ غلط رپورٹ کیا تھی؟"

"اس نے اطلاع دی تھی کہ تم بری طرح زخمی ہو چکے ہو۔ تمہیں ہوش میں لانے کے بعد تقریباً نیم پاگل بنا دیا گیا ہے۔ تم پاگلوں کے سے انداز میں باتیں کرتے ہو اور جسمانی طور پر اس قدر بیکار ہو گئے ہو کہ سہارے کے بغیر چلنے کے قابل نہیں رہے۔"

"اس بیچارے نے صحیح رپورٹ پہنچائی تھی۔"

"ہاں! ہم بھی یہ سوچتے ہیں میکی نے کبھی کسی سے دھوکا نہیں کھایا اور نہ ہی کبھی ماسٹروں کو دھوکا دیا تھا۔ لیکن تم اتنی جلدی اپنے پیروں پر کھڑے کیسے ہو گئے؟"

"یہ بھی ٹیلی پیتھی کا ایک کمال ہے۔ تم یہ بات بخوبی جانتے ہو گے کہ پرانے سے پرانے مرض کا علاج ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر ٹیلی پیتھی کے ذریعہ کسی زخمی کے دماغ کو مطمئن رکھا جائے تو وہ اپنے زخموں سے اٹھنے والی ٹیسوں کو بہت حد تک بھلا دیتا ہے یا یوں سمجھو کہ اتنی قوت ارادی پیدا ہو جاتی ہے کہ جسمانی تکالیف کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس وقت میں بھی قوت ارادی سے کام لے رہا تھا۔ ورنہ جسمانی کمزوریاں اب بھی

مجھ میں موجود ہیں۔ میری ہڈیاں تک دُکھ رہی ہیں۔ مگر میرا دماغ ان کمزوریوں کو بہت دُور سے محسوس کر رہا ہے۔"

"فکر نہ کرو تمہاری یہ کمزوریاں جلد ہی دُور ہو جائیں گی۔ تمہارا باقاعدہ علاج کیا جائے گا۔"

ہم پختہ سڑک کے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں ایک ایئرکنڈیشنڈ کیڈیلاک کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے آگے پیچھے دو جیپ کاریں تھیں اور چھ مسلح نوجوان مستعد نظر آرہے تھے۔ کیڈیلاک کے ڈرائیور نے ہمیں دیکھتے ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں سونیا کے ساتھ پیچھے آ کر بیٹھا تو وہ کار واقعی اتنی آرام دہ تھی کہ وہیں سو جانے کو جی چاہتا تھا۔ میرے نصیب میں راتوں کی نیند نہیں تھی۔ کوئی ہجر و فراق میں جاگتا ہے میں دشمنوں کے مزاج پوچھتے پوچھتے راتیں گزار دیتا تھا۔ پچھلی تمام رات بھی لانچ میں جاگتا رہا۔ اب اس ایئرکنڈیشنڈ کار میں نیم دراز ہو کر سوچ رہا تھا کہ سپر ماسٹر کی ایسی کی تیسی نصیب میں جو لکھا ہے وہ سامنے ضرور آئے گا۔ فی الحال مجھے آرام سے سو جانا چاہیئے۔ میں نے ایک بھرپور انگڑائی لی اس کے بعد سونیا کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔

کار کے اندر ایک اسپیکر اچانک ہی آن ہوا اور آواز آنے لگی۔

"مسٹر فرہاد کیا بہت تھک گئے ہو؟ ہاں پچھلی رات سونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ مگر تم بڑے رومینٹک انداز میں سو رہے ہو۔ سونیا کا ہاتھ تمہارے سینے پر ہے۔ جو کچھ تمہارے ریکارڈ میں ہے وہ اسکرین پر بھی نظر آرہا ہے۔ تم واقعی حسن کے رسیا ہو۔ فکر نہ کرو یہاں تمہارے لئے کافی خوراک موجود ہے۔"

اسپیکر سے آنے والی آواز ماسٹر سائمن کی نہیں تھی۔ کوئی اور بول رہا تھا۔ اس وقت میں اس کے ذہن میں جھانکنا نہیں چاہتا تھا۔ میں اس بکواس کو نظر انداز کرتے ہوئے آنکھیں بند کئے فرہال سے باتیں کرنے لگا اور اُسے موجودہ حالات کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ پچھلے دن وہ ماسٹر یوشے کی موت کی خبر سن کر خوش ہو گئی تھی اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں جلد ہی واپس چلا آؤں گا۔ مگر جب اُسے پتہ چلا کہ میں دشمنوں کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گیا ہوں۔ تو وہ مایوس ہو گئی۔

کبھی دھوپ اور کبھی چاندنی —— زندگی کے سفر میں یہی دو چیزیں ملتی رہتی ہیں۔ کل اسے چاندنی ملی تھی آج دھوپ مل رہی تھی۔ پھر اُمید بندھ رہی تھی کہ آنے والا کل اس کے لئے پھر لطافتیں لے کر آئے گا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ وہ ساری زندگی میرا انتظار کرتی رہے گی میں مصیبتوں کو گلے لگاتا رہوں گا۔ وہ مجھے گلے لگانے کی اُمیدیں جیتی رہے گی۔

پھر میں نے آئندہ ملاقات کا وعدہ کر کے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ ایک بہت بڑی گنبد نما عمارت کے سامنے ہماری کار پہنچ کر رک گئی۔ جب ہم کار سے اُتر کر باہر آئے تو چھ مسلح جوان آگے پیچھے آکر کھڑے ہو گئے۔ ہم ان کے درمیان چلتے ہوئے عمارت میں داخل ہوئے۔ وہاں اب تک یا تو جوان مرد نظر آئے تھے یا عورتیں دکھائی دے رہی تھیں۔ بڑھاپے کا کوسوں دُور تک پتہ نہ مرد اور عورتیں سب ہی سُرخ رنگ کے لباس میں نظر آ رہے تھے۔ اُن کے چہروں پر ایسی گھمبیر سنجیدگی تھی اور ان کے ہونٹ ایسے تھے جیسے وہ بولنا نہ جانتے ہوں۔ یا پھر وہ آدم بیزار تھے۔ ایک کو مسکرا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ ہم جس کوریڈور سے رہے تھے اس کے دونوں طرف بہت سے کمرے تھے اور بہت سی راہداریاں شاخوں کی طرح اِدھر اُدھر پھیلتی گئی تھیں۔

وہ ہمیں ایک راہداری سے دوسری راہداری کی طرف گھما کر لے جا رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ ہم گھوم گھوم کر ایک ہی جگہ رہے ہیں۔ وہ گنبد نما عمارت بُھول بھلیوں کی طرح پھیلی ہوئی تھی اپنے اندر گزرنے والے کو صحیح راستے کا پتہ نہیں دیتی تھی۔ ہم چلتے چلتے آخر ایک دروازے پر پہنچ کر رُک گئے۔ ایک مسلح جوان نے کے پاس لگے ہوئے بٹن کو دبایا تو وہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ ہم اس سے گزرتے ہوئے ایک بہت بڑے ہال میں پہنچ گئے۔ ایک بڑا سا ہال میں نے میکی کی کوٹھی میں دیکھا تھا۔ جہاں سے اور سونیا کو موت کے چیمبر میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اس ہال میں اونچا سا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ اس اسٹیج پر نصف دائرے میں ایک بڑی سی میز رکھی ہوئی تھی۔ جس کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر سائمن بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں بائیں کی دیواروں پر بڑے ٹی وی اسکرین تھے۔ اس اسکرین پر جزیرے کے مختلف آ رہے تھے۔ سامنے میز پر بہت سے سوئچ نما آلات لگے ہوئے اس نے ہمیں دیکھتے ہی ایک سوئچ کو آف کیا اس کے ساتھ ہی سے تمام مناظر دُھل گئے اسکرین سادہ نظر آنے لگا۔ اس نے ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ سونیا کو لے کر واپس چلے جائیں۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ سونیا نے جاتے جاتے مجھے دیکھا میں نے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"گھبراؤ نہیں ہم پھر ملیں گے۔ ذرا مجھے سپر ماسٹر تک پہنچنے دو پھر یا تو ہمیں اس جزیرے کا تخت ملے گا یا ہمارا تختہ ہو جائے گا۔"

جب وہ مسلح نوجوانوں کے ساتھ باہر چلی گئی تو دروازہ بند ہو گیا۔ اس بڑے سے ہال میں میں تنہا کھڑا رہا۔ تب ماسٹر سائمن نے کہا۔

"فرہاد۔ تم نے ماسٹر یوشے کو قتل کیا ہے۔ کیا تم اقرار کرتے ہو؟"

ماسٹر سائمن کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ اس کمرۂ عدالت

میں ہمارا جج بنا بیٹھا ہے۔ میرے دماغ نے فوراً ہی مجھے سمجھایا کہ یہاں میں جو کچھ کہوں گا وہ اقبالِ جرم کے طور پر میری آواز میں ریکارڈ ہو جائے گا۔ پھر یہ لوگ مجھے شریفانہ زندگی گزارنے کا موقع نہیں دیں گے۔ میری ریکارڈ کی ہوئی باتوں کے ذریعہ مجھے بلیک میل کریں گے۔ میں نے جواباً کہا۔

"نہیں —— مجھے ماسٹر یوشے سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ میں ایک مہذب ملک کا بے ضرر باشندہ ہوں۔ میں شریفانہ زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ مگر تم سب اپنی سازشوں سے مجھے جزیرہ کوائی میں لے آئے ہو....."

سائمن کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ میں اس کی توقع کے خلاف بیان دے رہا تھا۔ اس نے غرّا کر کہا۔

"بکواس مت کرو۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم کتنے شریف آدمی ہو۔ تم نے ہمارے بہترین آدمیوں کو مار ڈالا ہے۔ ہم ماسٹر یوشے، میکی اور دانیال کی موت کو بُھلا نہیں سکتے۔ ان سب کا خون تمہاری گردن پر ہے۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگانے کے بعد کہا۔

"تمہارے جیسے قاتلوں کو میں نے آج ہی منصف بنتے دیکھا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ تم مجھے اپنے بہترین آدمیوں کا قاتل کیوں ثابت کرنا چاہتے ہو۔"

"تمہیں کسی بات کا جواب نہیں ملے گا۔ میں جو کچھ پوچھ رہا ہوں، اس کا جواب دو۔"

"مجھے جو جواب دینا چاہیئے وہ میں دے چکا ہوں۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم قاتل ہو۔ تمھیں اپنے جرم کا اقرار کرنا ہی پڑے گا....."

"بکتے رہو" میں نے لاپروائی سے کہا۔

ماسٹر سائمن تھوڑی دیر تک مجھے گھور کر دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے دُور ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جاؤ اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ پچھلی دیوار کے پاس ایک ایسی کرسی تھی جس میں مختلف آلات لگے ہوئے تھے۔ میں فوراً ہی ماسٹر سائمن کے دماغ کو پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"پتہ نہیں یہ کمبخت آسانی سے اس کرسی پر بیٹھے گا یا نہیں۔ اگر نہیں بیٹھے گا تو مسلح جوانوں کو بلا کر جبراً بٹھانا پڑے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"بڑا ٹیلی پیتھی جاننے والا کیا اس کرسی پر بیٹھنے کے بعد قابو نہیں آجائے گا؟"

"اس کا باپ بھی قابو میں آئے گا۔ یہ کنفیشننگ چیئر ہے اس پر بجلی کے جھٹکے پہنچائے جاتے ہیں۔ یہ جب تک سچ نہیں بولے گا اسے بجلی کے جھٹکے لگتے رہیں گے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پلٹ کر ماسٹر سائمن کو دیکھا تو وہ ایک دم سے چونک گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ ابھی روانی میں جو کچھ سوچتا رہا ہے، اسے میں نے سُن لیا ہے۔ وہ جھلّا کر بولا۔

"تم اوّل درجے کے شیطان ہو۔ لیکن یاد رکھو تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں یہاں کام نہیں آئیں گی۔"

اس کے چیلنج کرتے ہی میں نے اسکے دماغ کو متواتر کئی جھٹکے پہنچائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے تو وہ ریوالونگ چیئر پر گول گھومتا رہا پھر اس چیئر پر اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ وہاں سے نیچے فرش پر گر پڑا۔ اس کے گرتے ہی پچھلی دیوار سے لگا سُرخ بلب جلنے بجھنے لگا۔ اس بند ہال کے باہر خطرے کا الارم چیخ رہا تھا۔ میں ماسٹر سائمن سے نمٹتے وقت یہ بھول گیا تھا کہ اس ہال سے باہر پتہ نہیں کس جگہ مجھے ٹی وی اسکرین پر دیکھا جا رہا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہال کا دروازہ کھلا اور مسلح جوانوں کی پوری فوج اندر گھس آئی۔ ایک بڑے ہال میں پوری فوج تو نہیں آسکتی تھی مگر مجھے ایسا ہی لگا۔ وہ لوگ ایسے دہشت زدہ تھے کہ فوج کی صورت میں اپنے آدمیوں کو میرے سامنے بھیجتے تھے۔ ان میں سے دو آدمیوں نے ماسٹر سائمن کو سہارا دے کر فرش پر سے اٹھایا۔ وہ بار بار اپنے سر کو جھٹک رہا تھا۔ متعدد اسٹین گن کی نالیاں میرے سینے اور پشت سے لگی ہوئی تھیں اس کے باوجود میں نے چیخ کر کہا۔

"ماسٹر سائمن میں قاتل نہیں ہوں۔ مگر قاتلوں سے خود کو محفوظ رکھنے کے لئے بحالتِ مجبوری انھیں قتل کر سکتا ہوں۔ اگر تم کچھ روز اور زندہ رہنا چاہتے ہو تو اب میرے سامنے نہ آنا۔ ورنہ تمہارا سپر ماسٹر بھی تمہاری حفاظت نہیں کر سکے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی میز پر رکھے ہوئے ایک اسپیکر سے آواز اُٹھنے لگی۔

"فرہاد ہم تمہاری ذہانت اور دلیری کو صدقِ دل سے تسلیم کرتے ہیں۔ میں تمہاری بہت قدر کرتا ہوں۔ تم پوچھو گے کہ میں کون ہوں۔ یہ میں ہی بتا سکتا ہوں۔ مگر تم میری گفتگو کے لہجے میں میری سوچ تک نہیں پہنچ سکو گے۔ میں تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو چیلنج کرتا ہوں۔ آؤ میرے ذہن تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

اس کی باتیں سنتے ہی میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اس کی سوچ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ سوچ کی لہریں جہاں پہنچ رہی تھیں وہاں صرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ قبر کے اندھیرے سے بولنے کے بعد پھر مردہ بن گیا ہو۔ جب میری سوچ کی لہریں ناکام ہو گئیں تو میں نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اس

کے ساتھ ہی اسپیکر سے آواز اُبھرنے لگی۔

"کیا ہوا تم نے آنکھیں کھول دیں۔ بس اتنی سی دیر میں تمہارا ذہن تھک گیا ہے یا ابھی اور کوشش کرنا چاہتے ہو؟"

میں اس کی باتوں کو بڑے غور سے سُن رہا تھا۔ جب وہ کہہ چکا تو میں نے کہا۔

"تم لہجہ بدلنے کے ماہر ہو۔ اس بار تمہارا لہجہ بدلا ہوا ہے۔ پہلے تم نے ایک ایسے شخص کے لہجے میں گفتگو کی ہے جو بہت پہلے مر چکا ہے۔ شاید اب بھی کسی ایسے ہی شخص کے لہجے میں گفتگو کر رہے ہو۔"

یہ کہتے ہی میں نے فوراً اس دوسرے لہجے کے سہارے اس کی سوچ تک پہنچنے کی کوشش کی مگر وہاں بھی خاموشی اور اندھیرے کے سوا کچھ نہ ملا۔ انسانی دماغ اور اس کی سوچوں کے بارے میں میں ایک بات اور سمجھا دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب ہم دوسروں کے لہجوں کی نقالی کرتے ہیں، تب بھی وہ نقل ہمارے اپنے ہی دماغ سے نکلتی ہے۔ خیال خوانی جاننے والے اس نقل کا سہارا لے کر اسی نقالی کرنے والے دماغ تک پہنچتے ہیں۔ مجھے بھی اسی نقل کرنے والے کے دماغ تک پہنچنا چاہیئے تھا لیکن مجھے ناکامی ہو رہی تھی۔ یہ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ نقل کرنے والا دماغ مجھ سے کیسے چھپ رہا ہے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"تم کون ہو؟"

پہلے تو فاتحانہ انداز میں قہقہے سنائی دیئے، پھر آواز سنائی دی۔

"مجھے سُپر ماسٹر کہتے ہیں —— سُپر ماسٹر ......" وہ آواز چاروں طرف گونجنے لگی —— "سُپر ماسٹر —— سُپر ماسٹر —— سُپر ماسٹر" ——

اس نے بڑے اچھے انداز میں اپنا تعارف کرایا تھا۔ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے میرے دماغ میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ میں خیال خوانی کے ذریعہ اس سُپر شیطان تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ مگر مجھے ایک بات کا اطمینان تھا کہ وہ کتنا ہی ذہین اور پُراسرار کیوں نہ ہو ٹیلی پیتھی کے علم سے واقف نہیں ہے۔ اگر واقف ہوتا تو میری سوچ کو پڑھتا رہتا، پھر اپنی صلاحیتوں کا سکہ جمانے کے لیے میری سوچ کو پڑھ کر سناتا۔ مگر ایسی کوئی بات نہ تھی۔ مجھے پھر اس کی آواز سنائی دی۔

"کس اُلجھن میں پڑ گئے ہو فرہاد؟ اس بار میں تمہاری آواز میں بول رہا ہوں۔ اس آواز کے سہارے بھی میرے ذہن کو جھانک کر دیکھ لو۔ شاید تمہیں کامیابی نصیب ہو جائے۔"

"نہیں۔ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ فی الحال میں خیال خوانی کا سہارا نہیں لوں گا۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ جب بھی میں کوئی بات کہتا تو اس کے جواب میں پہلے اسی طرح خاموشی رہتی تھی۔ بہت دیر سے یہ نکتہ میرے ذہن میں چبھ رہا تھا۔ جب میں نے غور کیا تو دماغ میں یہ بات آئی کہ وہ اپنے ماتحتوں میں سے ایک ماتحت کی آواز ریکارڈ کرتا ہے۔ پھر اس آواز کو اپنی آواز کہہ کر پیش کرتا ہے۔ سے پہلے اس ماتحت کو مار ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی آواز کے سہارے اس کے دماغ تک پہنچتا ہوں تو وہ مُردہ نظر آتا ہے۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد مجھے قہقہہ سنائی دیا۔ کرائے کی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"تم میرے سائے تک بھی خیال خوانی کا سہارا نہیں سکو گے۔ تم کیا چیز ہو فرہاد؟ ماسٹر بوشے جیسا آدمی میرے ٹیک دیتا تھا۔ تم بھی گھٹنے ٹیکنے کے لئے آ گئے ہو۔ میں تمہیں دیتا ہوں۔ تم جس قدر اپنی ذہانت سے کام لے سکتے ہو لے لو تاکہ دل میں یہ حسرت نہ رہے کہ تمہیں موقع نہیں ملا تھا۔"

میں نے کہا۔ "سُپر ماسٹر! میرا ذہن کچھ کام کر رہا ہے۔ تم آواز کے مختلف آدمیوں کو بدل دیتے ہو۔ ان کی آواز نشر کرنے سے پہلے انھیں مار ڈالتے ہو۔ میری سوچ کی لہریں یہی بتاتی ہیں کہ وہ مُردہ ہو جاتے ہیں اور دماغ اس وقت مُردہ ہو جاتے ہیں جب والے مُردہ ہو جاتے ہیں۔ یا مار ڈالے جاتے ہیں۔"

اس بار پھر تھوڑی دیر کے لئے خاموشی رہی۔ میں نے کہا ——

"دیکھو —— اس خاموشی کا مطلب یہی ہے کہ اب دوسری آواز میں میری باتوں کا جواب ریکارڈ کر رہے ہو۔"

جواب میں بدلی ہوئی آواز سنائی دی۔

"بہت خوب —— تم کسی حد تک میری ٹیکنیک سمجھ گئے ہو۔ مگر تمہارا یہ خیال احمقانہ ہے کہ میں اپنے آدمیوں کو مار ڈالتا ہوں۔ میرا ہر ماتحت میرے لئے قیمتی سرمایہ ہے۔ میں تمہیں خواہ مخواہ قائل کرنے کے لئے ان کی جان نہیں لے سکتا۔ تم ذرا انتظار کرو کہ اب کی بار میں تمہیں کس آواز میں مخاطب کرتا ہوں۔"

مجھے پھر تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس کے بعد جو آواز سنائی دی اُسے سُن کر میں چونک گیا۔ وہ آواز ہال میں گونج رہی تھی۔

"فرہاد —— اب میں تمہیں جس آواز میں مخاطب کر رہا ہوں اس آواز کو تم ہزاروں میں پہچان سکتے ہو —— بولو یہ کس کی ہے؟"

میں نے شدید حیرانی سے کہا۔

"یہ ماسٹر سائمن کی آواز ہے۔"

اس بار خاموشی نہیں رہی۔ بس اتنا ہی وقفہ تھا جتنا بات سوچنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ ماسٹر سائمن کی آواز

ماسٹر کہہ رہا تھا۔

"تم ماسٹر سائمن کے دماغ کو بہت پہلے ہی کنٹرول میں لے چکے ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ماسٹر سائمن مُردہ نہیں ہے۔ اس سے جلد ہی دوبارہ ملاقات ہو جائے گی۔ فی الحال تم اپنی صلاحیتوں کو آزماؤ۔ اس آواز کے سہارے اس کے دماغ تک پہنچ کر دکھاؤ پھر میں تمہاری صلاحیتوں کو تسلیم کر لوں گا۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنی سوچ کی لہروں کو ماسٹر سائمن کے دماغ تک نشر کرنے لگا —— مگر وہاں کیا تھا ——؟ تاریکی —— صرف تاریکی —— ماسٹر سائمن کا دماغ کسی ناقابلِ فہم تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔ پتہ نہیں وہ کس قبر کی تاریکی سے لپٹ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پھر اس کی آواز سنائی دی۔

"تم ماسٹر سائمن کے دماغ تک نہیں پہنچ سکو گے۔ میں یہاں تمہیں بالکل ہی بے دست و پا بنا کر رکھ دوں گا۔ میں تمہیں اتنا موقع نہیں دوں گا کہ تم میرے خلاف اپنی ذہانت یا جسمانی قوت کا مظاہرہ کرو۔ میں فضول لڑنے جھگڑنے کا عادی نہیں ہوں۔ بڑی سہولت سے اپنا کام نکالتا ہوں اور کبھی جلد بازی سے کام نہیں لیتا۔ تم تھکے ہوئے ہو۔ پچھلی رات لانچ میں اتنے ہنگامے کئے ہیں کہ خود تمہیں سونے کی فرصت نہیں ملی ہو گی۔ فی الحال تم میرے مہمان خانے میں آرام کرو۔ پھر ہماری ملاقات ہو گی —— گڈ بائی —— اینڈ وِش یو بیڈ لک۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دو مسلح نوجوان میرے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ ہال کا خودکار دروازہ کھل گیا تھا۔ میں باہر کوریڈور میں آ گیا۔ پھر ان دو نوجوانوں کے ساتھ اسی بھول بھلیوں سے گزرنے لگا۔ سُپر ماسٹر تک پہنچنے کے لیے اس کے کسی ماتحت کو آلۂ کار بنایا جا سکتا تھا۔ میں نے اپنے قریب سے گزرنے والے مردوں اور عورتوں کو دیکھا۔ ان سب کے چہرے سپاٹ اور جذبات سے عاری تھے۔ یوں تو میں نے یہاں آتے ہی دیکھ لیا تھا کہ وہ سب پتھر کے بت کی مانند خاموش رہتے تھے۔ ان کے ہونٹوں پہ جامد سکوت اور چہروں پر ایسی گہری سنجیدگی تھی جیسے وہ کبھی بھولے سے بھی مسکراتے نہ ہوں۔ ان کے ہونٹ مسکراہٹ سے بالکل ناآشنا تھے۔ تب مجھے پتہ چلا کہ سُپر ماسٹر نے پوری ذہانت سے میرے استقبال کی تیاری کی تھی۔ اس عمارت کے ہر فرد کو نقاب میں چھپا دیا تھا۔

میں نے اپنے ساتھ چلنے والے نوجوان کو غور سے دیکھا تو یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کے چہروں پر ماسک چڑھے ہوئے تھے۔ آنکھیں بھی آئی لنس کے ذریعہ بدلی گئی ہوں گی۔ ماسک اور آئی لنس تھوک کے حساب سے حاصل کرنا سُپر ماسٹر کے لئے کوئی مشکل بات نہ تھی۔ یہ تمام انتظامات یا تو صرف میرے لئے کئے گئے تھے یا پھر ماسٹر بوشے کے وقت سے ہی سلسلہ چلا آ رہا تھا تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا غلام بنایا جا سکے۔ اس وقت واقعی میں خود کو بے دست و پا مجبور پا رہا تھا۔

مختلف ٹیڑھی میڑھی راہداریوں سے گزرنے کے بعد دونوں نوجوان ایک دروازے کے سامنے رُک گئے۔ اس دروازے کے کھلنے کا سسٹم بھی وہی تھا۔ دیوار پر ایک بٹن لگا ہوا تھا اُسے دباتے ہی دروازہ خود بخود کھل جاتا تھا۔ جب میں دروازے کی دوسری طرف پہنچا تو ایک بہت ہی خوبصورتی سے آراستہ کی ہوئی خوابگاہ میں پہنچ گیا۔ میرے پیچھے وہ دروازہ بند ہو چکا تھا۔ دونوں نوجوان جا چکے تھے اور سامنے چار عدد حسینائیں میرے استقبال کے لئے موجود تھیں۔ دو عورتوں نے آگے بڑھ کر دونوں طرف سے میرے ہاتھ تھام لئے۔ تیسری اپنے ہاتھوں میں شب خوابی کا لباس لئے کھڑی تھی۔ چوتھی نے میرا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ میں اپنے انڈرویئر میں مائیکرو فلم اور اینٹی فائر لوشن کا فارمولا چھپا کر رکھتا تھا۔ لہٰذا میں نے انھیں انڈرویئر تک پہنچنے کا موقع نہیں دیا۔ اس پر شب خوابی کا لباس پہننے لگا۔

میرے دماغ نے کہا کہ ان عورتوں کے ذریعہ سُپر ماسٹر تک یہ بات پہنچے گی کہ میں نے انڈرویئر کو اپنے جسم سے الگ نہیں کیا تھا۔ یہ رپورٹ حاصل ہونے کے بعد اس حد تک بھی میری تلاشی لی جا سکتی تھی۔ مجھے اینٹی فائر لوشن کی پرواہ نہیں تھی کیونکہ میں اس کا فارمولا حفظ کر چکا تھا۔ میرے پاس جو شیشی تھی اس کا لوشن پچھلی رات ختم ہو چکا تھا۔ مجھے صرف مائیکرو فلم کی فکر تھی۔ یہ لوگ کسی وقت بھی اسے مجھ سے چھین کر لے جا سکتے تھے۔

اب یہی صورت تھی کہ موقع ملتے ہی میں اسے سونیا کے حوالے کر دوں۔ جب میری تلاشی لینے کے بعد انہیں اطمینان ہو جائے گا تو وہ فلم میں سونیا سے پھر واپس لے سکتا تھا۔ جب میں بستر پر آ کر لیٹ گیا تو وہ عورتیں میرا بدن دابنے لگیں۔ کسی کے حصے میں میرا ہاتھ آیا، کسی کے حصے میں میری ٹانگیں اور ایک میرا سر سہلانے لگی۔ ان کے حسن کا تجزیہ کرنے کی فرصت نہیں تھی۔ دماغ کتنی ہی الجھنوں میں مبتلا تھا۔ ایسی حالت میں نیند بھی نہیں آتی۔ چونکہ میں دماغ کو کنٹرول میں رکھنا جانتا ہوں اس لئے اسے ہدایت دی کہ چار گھنٹے تک بالکل پُرسکون رہے۔ میں گہری نیند سوتا رہوں گا اس کے بعد میری آنکھ کھل جائے گی۔

میں گہری نیند سوتا رہا۔ ایسے وقت میں جبکہ میری آزادی چھینی جا رہی تھی اور مجھے غلام بنانے کے انتظامات کئے جا رہے تھے تب بھی میں چار گھنٹے کے لئے پُرسکون ہو گیا تھا۔ فکر میں مبتلا رہنے سے اور اپنی نیندیں حرام کرنے سے بھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ وقت پر سونے جاگنے اور کھانے پینے کے دوران ہی دماغ مستعدی سے کام کرتا ہے۔ چار گھنٹے کی گہری نیند کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو میں کمرے میں

تنہا تھا۔ وہ حسینائیں جا چکی تھیں۔ جاگتے ہی میرے ذہن نے سوچنا شروع کیا کہ سپر ماسٹر مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے دوسروں کی آوازیں کس طرح استعمال کرتا ہے ؟۔

میں ذہن پر زور دیکر سوچ رہا تھا مگر مجھے سوچنے کا زیادہ موقع نہیں ملا کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ چاروں حسینائیں ہنستی کھلکھلاتی پھر میرے بستر کے اطراف آگئیں۔ میرے دماغ نے سوال کیا۔

"انھیں کس طرح پتہ چلا کہ میں بیدار ہو چکا ہوں ؟"

میرے دماغ نے جواب دیا۔

"اس کمرے میں بھی ایسے آلات نصب ہیں جن کے ذریعہ مجھے ٹی وی اسکرین پر دیکھا جاتا ہے اور میری آواز سنی جاتی ہے" میں نے ان سے کہا۔

"مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ تم سب یہاں سے چلی جاؤ۔"

ایک حسینہ نے کہا ـــــ "باس کا حکم ہے کہ ہم تمہاری خدمت کریں ـــــ یہاں تمہیں کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دیں۔"

"اس کے لئے صرف ایک خدمت کرنے والی کافی ہے۔ اپنے باس سے جاکر کہدو میں یہاں اتنی بھیڑ پسند نہیں کرتا۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ چاپ بیٹھی رہیں پھر کمرے میں لگے ہوئے کسی لاؤڈ اسپیکر سے آواز نکلی۔

"ٹھیک ہے تم کسی ایک کا انتخاب کر لو۔ باقی تین واپس چلی جائیں گی۔"

میں نے ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ میرا اشارہ سمجھتے ہی باقی تینوں وہاں سے چلی گئیں۔ ان کے جانے کے بعد میں اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھنے لگا۔ اس لڑکی نے فوراً ہی آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ پھر میرے ساتھ غسل خانے میں چلی آئی۔ میں نے کہا۔

"یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ تم کمرے میں جاؤ۔ ضرورت ہوگی تو میں تمہیں آواز دوں گا۔"

وہ باہر چلی گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد مائیکرو فلم نکال کر ایک محفوظ جگہ رکھی پھر وہاں غسل وغیرہ کرنے میں پورا ایک گھنٹہ صرف کیا۔ گہری نیند کے بعد ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا موقع ملا تو ساری تھکن دور ہو گئی۔ میں تولیہ لپیٹ کر کمرے میں آگیا مجھے دیکھتے ہی لڑکی نے کپڑوں کی بڑی سی الماری کھول دی۔ وہاں میرے لئے ہر رنگ اور ہر اسٹائل کے قیمتی ملبوسات رکھے ہوئے تھے میں نے ان میں سے ایک کا انتخاب کرکے پہنا تو وہ میرے بدن پر پورا اترا تعجب کی بات نہیں تھی۔ میں نے اس کمرے میں آنے کے بعد اپنا جو لباس اتارا تھا شاید اسی کے ناپ سے چار گھنٹے کے اندر وہ لباس تیار کئے گئے تھے۔ وہاں ہر کام مشینی انداز میں ہوتا تھا۔

لباس بدلنے کے دوران دو کنیزیں ایک ٹرالی میں ناشتہ لے آئیں۔ ناشتہ ہلکا پھلکا سا ہوتا ہے مگر وہاں تکلف سے کام لیا تھا۔ لیکن میں نے تکلف نہیں کیا۔ شکم سیر ہونے تک کھاتا رہا۔ کھانے کے دوران لڑکی کے ذہن میں جھانکتا رہا۔ وہ میری جانب شوخ نظروں سے دیکھ رہی تھی اور ایسی ہی باتیں سوچ رہی تھی جو مرد کی قربت میں اسے سوچنی چاہئیں۔ وہ کافی تعلیم یافتہ تھی خدمت کے لئے جتنی حسینائیں مہیا کی گئی تھیں وہ سب فرانسیسی بولتی تھیں۔ اس وقت وہ بھی اسی زبان میں سوچ رہی تھی یعنی ... ہیں۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ نوجوان بالکل ہی بے حس ہے۔ میں اتنی حسین ہوں ... مجھے دیکھنے سے باز نہیں آتے۔ لیکن اس نے اب تک نظر بھر کر نہیں دیکھا ہے۔"

اس کی سوچ نے کہا ـــــ "نظر بھر کر نہیں دیکھنے سے کیا ہے لیکن یہ شخص بھی مجھ سے متاثر ہے اسی لئے تو اس نے ہم چاروں میں سے میرا انتخاب کیا ہے مگر خواہ مخواہ بے رُخی کا اظہار کر رہا ہے ... اس سے لگاوٹ کی باتیں کرنا چاہئیں تب ہی یہ میری طرف مائل ہوگا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا ـــــ "لگاوٹ کی باتیں کرنے کے لئے ضروری ہے کہ میں اپنا تعارف کراؤں اور اسے یہ بتاؤں کہ میرا نام کیا ہے اور میں کہاں سے آئی ہوں۔"

وہ چونک کر سوچنے لگی ـــــ "نہیں ـــــ میں اپنا نام تو بتا سکتی ہوں مگر یہ نہیں بتا سکتی کہ کون ہوں اور کہاں سے آئی ہوں۔ باس نے سختی سے منع کیا ہے ـــــ وہ اسکرین پر دیکھ رہا ہوگا۔ میں ... بات کروں گی سنتا رہے گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا ـــــ "میری زبان پر پہرہ ... سوچ پر تو پہرہ نہیں ہے۔ کیا میں سوچ نہیں سکتی کہ میرا نام .....

"ایمنہ ہے" ـــــ بے اختیار اس کی سوچ نے کہا ـــــ

"میں بنکاک سے آئی ہوں۔ کل واپس چلی جاؤں گی۔ کل آنے ... کتنا وقت لگتا ہے۔ وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے مگر یہ شخص ... کی قدر نہیں کر رہا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا ـــــ "شاید یہ اس لئے ... طرف متوجہ نہیں ہے کہ یہ ایک قیدی ہے۔ اس کی ساری سوچ ... ہوگی کہ یہ پنجرہ توڑ کر نکل جائے۔"

"اونہہ" ـــــ اس کی سوچ نے کہا ـــــ "یہاں سے نکلنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ میں یہاں کئی بار آچکی ہوں مگر اس عمارت کے اندر ابھی تک راستوں کی پہچان نہیں ... میں نے اب تک اپنے باس کی صورت نہیں دیکھی۔ میں تو ایک پتلی ہوں وہ جیسے نچاتا ہے ناچتی ہوں۔ اس کی بدولت میں ...

عشرت کی زندگی گزار رہی ہوں۔ میں اس سے زیادہ اپنے باس کے متعلق کچھ سمجھنا نہیں چاہتی کہ وہ میرا اَن داتا ہے ـــــ اور بس۔"

میں نے بھی بس کہہ کر اس سے سوچ کا رابطہ ختم کر دیا۔ وہ میرے لئے بالکل بیکار تھی سپر ماسٹر تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں بن سکتی تھی۔ ناشتہ کرنے کے بعد جب میں آرام سے صوفے پر بیٹھ کر سگریٹ کے کش لگانے لگا تو اس وقت اسپیکر سے آواز سنائی دی۔

"مسٹر فرہاد مجھے یقین ہے کہ تم اپنی عادت کے مطابق ایمنہ کے ذہن کو چپ چاپ کریدنے کی کوشش کی ہوگی۔ کیا تم کچھ معلومات حاصل کر سکے ہو؟"

میں نے بے بسی سے ایک گہری سانس چھوڑنے کے بعد کہا۔

"کچھ نہیں ـــــ یہ لڑکی میرے لئے بیکار ہے۔ نہ تمہارے متعلق کچھ جانتی ہے نہ اس عمارت کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہے۔"

میری بات پر ایک قہقہہ سنائی دیا۔

"میں تمہیں ایک خوش خبری سناتا ہوں کہ تم ابھی اور اسی وقت آزاد کئے جا رہے ہو۔ تم اس کمرے سے نکلو اور اس عمارت کے متعلق اپنے طور پر معلومات حاصل کرو۔ یہاں تمہیں کوئی روکنے والا نہ ہوگا اگر تم اس عمارت سے باہر نکل جاؤ گے تو صدر دروازے کے پاس تمہیں ایک کار کھڑی ہوئی ملے گی۔ تم اس کار کے ذریعہ ساحل تک پہنچ سکتے ہو۔ ساحل پر ایک موٹر بوٹ ملے گی۔ وہ موٹر بوٹ تمہارے لئے ہوگی۔ تم اس میں بیٹھ کر کہیں بھی جا سکتے ہو۔ تمہارے راستے میں کوئی حائل نہ ہوگا۔ لیکن یاد رکھو اگر تم نے ہمارے کسی آدمی کو نقصان پہنچایا اور اس عمارت سے نکل جانے میں ناکام رہے تو پھر میں تمہاری تقدیر کا مالک بن جاؤں گا اور تمہارے مقدر میں تمام عمر کی غلامی لکھ دوں گا۔"

میں اس کی باتیں توجہ سے سنتا رہا۔ سپر ماسٹر کو اس بات کا مکمل یقین ہوگا کہ میں اس عمارت سے نہیں نکل سکوں گا۔ اسی لئے وہ مجھے نکل جانے کی آزادی دے رہا تھا۔ میں نے جواباً کہا۔

"میں ناشتہ کرنے کے بعد خاموشی سے دو سگریٹ پیتا ہوں ایسے وقت میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتا۔ تم میرے کان نہ کھاؤ اسکرین کے سامنے بیٹھے مجھے دیکھتے رہو۔ تم میری تقدیر کیا لکھو گے۔ خدا نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے کہ اسکرین کے سامنے الّو کی طرح دیدے پھاڑ پھاڑ کر فرہاد کو دیکھتے رہو اور اپنی نیندیں حرام کرتے رہو۔ سپر ماسٹر ـــــ جب تک میں جاگتا رہوں گا تم جاگتے رہو گے جب میں سونے کے لئے جاؤں گا تمہیں بھی آرام کرنے کا کچھ موقع مل جائے گا۔ ہمارے یہاں کی مشرقی عورتیں اسی طرح اپنے مجازی خدا کے ساتھ سوتی جاگتی ہیں۔ تم نے مجھے یہاں بلا کر ایک بہت بڑی مصیبت کے ساتھ اپنا نکاح پڑھ لیا ہے۔ اب بھگتو تب ـــــ میں دو سگریٹ ختم کرنے کے بعد سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

میں نے اپنے سامنے سینٹر ٹیبل پر دونوں پاؤں پھیلا دیئے پھر آرام سے صوفے پر نیم دراز ہو کر سگریٹ کے کش لگانے لگا۔ سگریٹ کا دھواں چھوڑتے وقت مجھے ماسٹر سائمن یاد آیا جس کا دماغ وقتی طور پر مر گیا تھا۔ سپر ماسٹر نے کہا تھا کہ وہ زندہ ہے اور میں بہت جلد اسے دیکھ سکوں گا۔ اب تو پانچ چھ گھنٹے گزر چکے تھے۔ میری سوچ کی لہروں نے اسے تلاش کیا تو میں اس کے جاگتے ہوئے ذہن تک پہنچ گیا۔

وہ ایک بستر پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اسے وقتی طور پر ایک کمرے میں بند کر دیا گیا ہے۔ اس کے ذمے جتنے اہم کام تھے وہ کسی دوسرے کو سونپ دیئے گئے تھے۔ کیونکہ وہاں ماسٹر سائمن ہی ایک ایسا آدمی تھا جس کے ذہن میں جھانک کر میں کسی وقت بھی بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ اسی لئے اسے فی الحال تمام ذمہ داریوں سے بری کر دیا گیا تھا۔

لیکن سپر ماسٹر اتنا نادان تو نہیں ہو سکتا۔ اتنا تو سمجھ سکتا ہے کہ اسے معطل کرنے کے باوجود میں اس کے دماغ سے بہت کچھ نکال سکتا ہوں۔ ماسٹر سائمن زندہ رہ کر ہمیشہ کے لئے میری معلومات کا ذریعہ بن سکتا تھا۔ مجھے لاعلمی کے اندھیرے میں رکھنے کے لئے وہ اسے ہمیشہ کے لئے ختم کر سکتا ہے۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ صرف یہی سمجھ میں آئی تھی کہ سپر ماسٹر اس اہم آدمی کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے اس کی سوچ کے دوران اپنی سوچ میں کہا۔

"پتہ نہیں ... فرہاد کب قابو میں آئے گا۔ مجھے اس وقت تک بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

اس کی سوچ نے کہا ـــــ "نان سنس ـــــ سپر ماسٹر اسے ڈھیل دے رہا ہے۔ وہ چاہے تو اپنی ڈمی کے ذریعہ فرہاد کے دماغ کو ہلا کر رکھ سکتا ہے۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ فرہاد اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کو استعمال کرکے تھک جائے۔ تب وہ اس بے بس کو اپنے سامنے اور زیادہ بے بس بنا کر جھکنے پر مجبور کر دے گا۔"

میں نے اپنی سوچ میں کہا ـــــ "واقعی سپر ماسٹر عظیم ہے۔ اس نے کس طرح میرے ذریعہ فرہاد سے گفتگو کی تھی۔"

ماسٹر سائمن اس ٹیکنیک کے متعلق سوچنے لگا کہ سپر ماسٹر نے کس طرح مجھ سے گفتگو کی تھی۔ جب بڑے ہال میں میں نے ماسٹر سائمن کو دماغی جھٹکے پہنچائے تھے تو اس کے ماتحت اسے سہارا دے کر وہاں سے باہر لے گئے تھے۔ وہاں سے اسے ایک میڈیکل ہال میں پہنچایا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے ایک کرسی پر بٹھا کر اس کے بازو میں ایک انجکشن لگایا تھا۔ اس کے بعد اسے ہوش نہ رہا۔ اس کا ذہن اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔ جب کئی گھنٹے کے بعد اسے اپنے کمرے میں بستر پر ہوش آیا تب اسے بتایا گیا کہ فرہاد سے گفتگو کرنے کے لئے اس کی آواز بھی استعمال کی گئی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ کس طرح دوسروں کی آوازیں استعمال کی جاتی ہیں۔ ابتدا میں ماسٹر لوشئے کو بھی قابو میں لانے کے لئے یہی طریقہ استعمال کیا گیا تھا۔ پہلے انجکشن کے ذریعہ کسی ایک شخص کے ذہن کو ماؤف کر دیا جاتا ہے۔ پھر اُسے سپر ماسٹر کے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ سپر ماسٹر اس کے کانوں میں ہیڈ فون کی طرح کا ایک آلہ چڑھا دیتا ہے۔ وہ آلہ ٹرانسمیٹر کے سسٹم کے طور پر کام کرتا ہے۔ اس میں ریکارڈنگ کا سسٹم بھی ہے۔ سپر ماسٹر پہلے کوئی ایک بات کہتا ہے پھر دوسرا بٹن دباتا ہے۔ وہ ریکارڈ کی ہوئی بات اس شخص کے فالج زدہ ذہن میں گونجتی ہے دماغ کی اس رگ میں ارتعاش پیدا کرتی ہے جو کسی بھی سوچ کو زبان تک پہنچا کر گفتگو میں بدل دیتی ہے۔ اس شخص کا دماغ فالج زدہ ہوتا ہے۔ گر وہ ایک روبوٹ کی طرح بٹھاؤ تو بیٹھ جاتا ہے۔ اٹھاؤ تو اٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح ریکارڈ کی آواز جو کہتی ہے وہ وہی بات اپنی زبان اور لہجے میں ادا کرتا ہے۔

یہ تمام باتیں میں اس کی سوچ کے ذریعہ سُن رہا تھا۔ وہ تمام ٹیکنیک میری سمجھ میں آگئی۔ جب ریکارڈ کی آواز ماؤف ذہن کی ایک خاص رگ میں ارتعاش پیدا کرتی تھی اور اسے بولنے والے کی زبان تک پہنچاتی تھی تو میں اسے سنتا رہتا تھا اور جب اس لہجے کے سہارے اس کے دماغ میں جھانکتا تھا تو اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں اس وقت ماسٹر سائمن کے دماغ تک بھی نہیں پہنچ سکا تھا۔

اس حد تک اس کی سوچ کو پڑھنے کے بعد اب میں دوسری معلومات کرنا چاہتا تھا۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔

"فرہاد گیا جہنم میں ـــــ وہ یہاں غلام بن کر ہی رہے گا۔ مجھے اس بات کی فکر کرنا چاہیئے کہ میرا کام کوئی دوسرا شخص کر سکتا ہے یا نہیں۔"

اس کی سوچ نے کہا ـــــ "ہاں دوسرے ملک کے سفیروں اور وزیروں سے رابطہ قائم کرنا اور ان کی کمزوریوں سے کھیلنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ ایک ملک کے سیاسی اور فوجی رازوں کو اس کے کسی دشمن ملک تک پہنچانے کے لئے اور بھاری معاوضہ لے کر ان رازوں کو فروخت کرنے کے لئے بڑی ذہانت اور ڈپلومیسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے میرا خیال ہے کہ جب تک فرہاد ہماری اطاعت قبول نہیں کرے گا اس وقت تک سپر ماسٹر بین الاقوامی سطح پر ایسا کاروبار نہیں کریگا۔"

وہ سوچتا جا رہا تھا اور میں سنتا جا رہا تھا۔ پھر میں سوچنے لگا کہ میں ایسی جگہ پہنچ گیا ہوں جہاں دنیا کے بیشتر ممالک کے اہم راز چھپا کر رکھے جاتے ہیں۔ مجھے کچھ عرصہ یہاں رہ کر یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ تمام اہم چیزیں کہاں چھپا کر رکھی جاتی ہیں اور کس طرح بڑے بڑے ملکوں سے اس کا سودا کیا جاتا ہے؟ مگر یہاں کچھ عرصہ کس طرح رہا جا سکتا ہے؟ دو ہی صورتیں تھیں یا تو میں انھیں اسی طرح پریشان کرتا رہتا یا پھر غلام بن کران کا اعتماد حاصل کر کے ان تمام اہم رازوں تک پہنچنے کی ٹوہ

اس وقت فیصلہ کرنا مشکل تھا اور پھر زندگی کے ہر فیصلے ا
مرضی کے مطابق کہاں ہوتے ہیں۔ تقدیر درمیان میں آکر اپنا فیصلہ دیتی ہے۔ میں یہی سوچ کر رہ گیا کہ میں آزادی کے لئے جدو جہد ہوا ان کے خفیہ کاروبار تک پہنچ جاؤں گا۔ اگر تقدیر نے میرا ساتھ نہ دیا تو وقتی طور پر ان کے سامنے گھٹنے ٹیک کر ہی اپنا کام نکالنا ہوگا۔

غیر ملکی رازوں کے متعلق سوچتے وقت مجھے اچانک یاد آیا کہ غسل کرنے سے پہلے میں نے مائیکرو فلم اور اینٹی فارمولیشن کا فار وہیں غسل خانے میں ایک محفوظ جگہ پر رکھ دیا تھا۔ غسل کرنے کے اپنی دھن میں گنگناتا ہوا باہر آگیا تھا اور ان چیزوں کو اٹھانا بھول تھا۔ میں فوراً ہی صوفے سے اٹھا۔ تیزی سے چلتا ہوا غسل خانے م وہاں وہ چیزیں موجود نہیں تھیں۔ میں تعجب سے چاروں طرف د لگا۔ میرے غسلخانے سے نکلنے کے بعد مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ا غسل خانے میں نہیں گئی تھی۔ میں اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس سے پوچھنے کے لئے کمرے میں آیا۔ اسی وقت اسپیکر آواز آئی "فرہاد ـــــ وہ اینٹی فارمولیشن کا فارمولا اور مائیکرو فلم د ہی ہماری ملکیت ہیں۔ اس لئے وہ چیزیں میرے پاس پہنچ گئی ہیں تم غسل خانے میں گئے تو میں وہاں بھی تمہیں دیکھ رہا تھا۔"

میں نے ناگواری سے کہا ـــــ "غسل خانے میں کسی دیکھتے شرم نہیں آتی ـــــ معلوم ہوتا ہے تم نے مجھ مجبور سے نکاح پڑھا لیا ہے۔ کچھ تو شرم و حیا کا پاس کرو اور مائیکرو فلم مجھے واپس کر دو۔"

سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی ـــــ "تم تو چھین لینے کا فن ہو۔ یہ مانگنے کی عادت کب سے پڑ گئی۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم دینا نہیں چاہتے۔"

"خوب سمجھے برادر ـــــ یہ بتاؤ کہ اس عمارت سے باہر نکلنے کے متعلق کیا سوچا ہے؟"

میں نے سگریٹ والا ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا "ابھی دوسرا سگریٹ سلگ رہا ہے۔ اس کے ختم ہونے انتظار کرو۔"

میں دراصل سگریٹ نوشی کے بہانے یہ سوچنے سمجھنے کا حاصل کر رہا تھا کہ یہاں سے نکلنے کے لئے میں کیسے آلۂ کار بنا سکتا ہو میں نے پھر ایک بار ماسٹر سائمن کے دماغ میں جھانک کر دیکھا کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ اس وقت بھی وہ میرے ہی متعلق سوچ تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اگر فرہاد کو ذرا بھی چھوٹ دی گئی تو کیا وہ اس عمارت باہر نکل سکے گا؟"

اس کی سوچ نے کہا ـــــ "وہ اس کا باپ بھی اس عمارت سے باہر نہیں جا سکے گا۔ اس عمارت کا بیرونی دروازہ متحرک ہے۔ ایک مشین کے ذریعہ وہ عمارت کے چاروں طرف گھومتا ہے اور اپنی جگہ بدلتا رہتا ہے۔ اس دروازے کو صرف سپر ماسٹر ہی کھولتا ہے اور کھولنے سے پہلے اس جگہ کا تعین کرتا ہے پھر اس مطلوبہ مقام پر اُسے روک کر اپنے آدمیوں کو باہر جانے یا اندر آنے کی اجازت دیتا ہے۔ پھر یہ باہر وہ متحرک دروازہ اندر والوں کو نظر نہیں آتا۔ عمارت کے چاروں طرف جو بیرونی دیوار ہے اس میں سولہ دروازے ہیں۔ وہ متحرک دروازہ ان میں سے کسی ایک دروازے کے پاس آکر ٹھہر جاتا ہے تب وہ کسی کے لئے کھلتا ہے۔"

وہ روانی میں سوچتا چلا گیا۔ اس متحرک دروازے کے متعلق سننے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ سپر ماسٹر کیوں اتنی فراخدلی سے مجھے آزاد چھوڑ رہا ہے۔ وہ بیرونی دروازہ اس کی مرضی سے کھلتا اور بند ہوتا تھا۔ پھر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ مجھ جیسا قیدی اس کی مرضی کے بغیر باہر نکل جاتا۔ مجھے انکار کر دینا چاہیئے تھا۔ جب میں عمارت کے باہر نہیں جا سکتا تو کمرے کے باہر جا کر کیا کرتا؟

لیکن کمرے سے باہر نکل کر عمارت کو اندر سے اچھی طرح دیکھنے کا بہترین موقع تھا۔ دوسرے سگریٹ کے چند کش اور رہ گئے تھے۔ میں نے اس مختصر سے وقت میں سونیا کی خیریت معلوم کی۔ اس کے ذہن میں جھانکنے سے پتہ چلا کہ وہ کسی جگہ قید کر دی گئی ہے۔ اس کے دونوں ہاتھوں سے فولادی ناخن اتار لیئے گئے تھے۔ اسے خوب اذیتیں پہنچائی گئی تھیں۔ ایک مادام کا رتبہ حاصل کرنے کے باوجود اس نے اپنی تنظیم سے بغاوت کی تھی۔ ظاہر ہے کہ اُسے معاف نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جب وہ جسمانی اذیتیں برداشت کرتے کرتے بے ہوش ہو گئی تھی تو اُسے آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا تھا۔ اب وہ ہوش میں آگئی تھی اور بھوک پیاس کی پیاسی گیلے فرش پر پڑی ہوئی اور اپنے حلق اور سینے کو سہلاتی ہوئی پانی کے لئے پکار رہی تھی۔

میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھ اتنا برا سلوک کیا جائے گا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میری طرح اسے بھی مہمان بنا کر رکھا گیا ہوگا۔ مجھے بڑی ندامت سی ہوئی کہ میں آرام سے سوتا اور کھاتا پیتا رہا اور وہ اس دوران میری ہی خاطر اذیتیں برداشت کرتی رہی۔ میں نے غصے سے چیخ کر کہا۔

"سپر ماسٹر ـــــ تم مجھے دیکھ رہے ہو اور سُن رہے ہو۔ میں ٹی وی اسکرین کے بغیر اپنے دوستوں اور دشمنوں کو دیکھ لیتا اور سُن لیتا ہوں۔ سونیا میری بہترین ساتھی ہے اس وقت وہ پانی کے ایک ایک گھونٹ کے لئے ترس رہی ہے اسے پانی پلاؤ اور اسے قید سے نکال کر میری طرح مہمان بنا کر رکھو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو مجھے بھی وہاں پہنچا دو۔"

جواب میں قہقہہ سنائی دیا ـــــ "تم تو عاشق صادق کی طرح باتیں کر رہے ہو۔ یہاں تمہیں صرف اپنی فکر کرنا چاہیئے کہ تمہارا کیا حشر ہوگا۔"

"میرا تو بھی حشر ہو مگر میں سونیا کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر تم اُسے قید خانے سے نہیں نکالو گے تو پھر مجھ پر بھی ظلم کی انتہا کر کے دیکھ لو۔ تم مجھے دوست بنا سکو گے نہ اپنا غلام بنا سکو گے۔ میں دو ہی باتیں جانتا ہوں یا تو مجبوری کی حالت میں ٹوٹ جاؤں گا یا پھر تمہیں توڑ کر رکھ دوں گا۔"

"تمہارے جیسا ضدی انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ میری قید میں رہ کر مجھے ہی دھمکیاں دے رہے ہو۔"

"جب تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ میں تمہارا ایک مجبور قیدی ہوں اور ہزار کوششوں کے باوجود اس عمارت سے نکل کر باہر نہیں جا سکوں گا تو پھر ایک مرد کی طرح میری ذہانت کو آزماؤ اور جب تک میں تھک ہار کر شکست تسلیم نہ کر لوں اس وقت تک سونیا کو کوئی سزا نہ دو۔ ہم دو میں سے کوئی ایک مرے گا۔ جب تک موت کی یہ بازی جاری ہے اس وقت تک تم سونیا کو ایک معزز مہمان کی طرح نہ سہی قیدی کی طرح رکھو۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر آواز سنائی دی۔

"اچھی بات ہے میں تمہاری بات مان لیتا ہوں تم اپنے دماغ کی اسکرین پر دیکھتے رہو اُسے قید خانے سے نکالا جا رہا ہے۔"

میں تھوڑی دیر خاموش بیٹھا سونیا کے ذہن میں جھانکتا رہا۔ سپر ماسٹر نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ جب سونیا کو پانی پلا کر آرام دہ کمرے میں پہنچا دیا گیا تو میں بھی اپنے کمرے سے نکل کر باہر آگیا۔ باہر کوریڈور کے ہر موڑ پر ایک ایک مسلح نوجوان مستعد کھڑے رہتے تھے۔ ان کے علاوہ جو مرد اور عورتیں نظر آ رہے تھے وہ مسلح نہیں تھے۔ شاید وہ سب دفتری اسٹاف تھے۔ کسی کسی کے ہاتھوں میں فائلیں نظر آ رہی تھیں وہ ایک دروازے سے نکلتے تھے۔ پھر دور و نزدیک کے کسی دروازے کے پیچھے گم ہو جاتے تھے۔ جب میں باہر آیا تو کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ سب اپنی اپنی جگہ مصروف تھے۔

سپر ماسٹر نے کہا تھا کہ عمارت کے اندر میں جہاں جاؤں گا مجھے کوئی نہیں روکے گا۔ میں نے اس آزادی سے فائدہ اٹھایا۔ ایک راہداری سے گزرتے وقت جو پہلا دروازہ نظر آیا اُسے کھول کر دیکھنے کے لئے میں نے بٹن دبا دیا۔ دروازہ کھلتے ہی جنت کا سا منظر سامنے نظر آیا۔ حسین و جمیل حوریں کہیں بیٹھی ہوئی تھیں، کہیں لیٹی ہوئی تھیں، کچھ خوش گپیوں میں مصروف تھیں اور کچھ قدِ آدم آئینے کے سامنے اپنا سنگھار کر رہی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی وہ قہقہے لگاتیں اور اٹھلاتی، بل کھاتی ہوئیں میرے پاس آئیں۔ پھر مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔

"یہ کتنا خوبرو نوجوان ہے۔" ایک حسینہ میرے گلے کا ہار بن گئی۔

"ہاں اتنا اونچا قد ہے کہ تیر کی طرح دل میں اترتا ہے۔" دوسری حسینہ کہنے لگی۔

میں بوکھلا کر انھیں دیکھنے لگا۔ وہاں جتنی عورتیں تھیں ان سب نے مجھے اپنی اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا تھا۔ میں انھیں دھکے دے دیکر پرے ہٹانے لگا۔ ان میں سے دو عورتیں میرے قدموں سے لپٹ گئیں۔

"ہم تمہیں جانے نہیں دیں گے۔" دائیں پاؤں سے لپٹنے والی نے کہا۔

"اس کمرے میں بڑی مدت کے بعد ایک آدم زاد آیا ہے۔" میرے بائیں پاؤں سے لپٹنے والی نے کہا۔

تیسری نے میری گردن میں باہیں ڈال کر کہا۔

"یہاں رہ جاؤ۔ ہم سب تمہیں ایک ایک گھنٹے کے لئے بانٹ لیں گے۔"

میں نے چیخ کر کہا۔ "یہ کیا بیہودگی ہے۔ دور ہو جاؤ مجھ سے۔ ورنہ میں ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

مگر وہ سب جونک کی طرح لپٹی جا رہی تھیں۔ مجھے مجبوراً ہاتھ اٹھانا پڑا۔ ایک ایک کو دھکے دیکر اپنے سے دُور کیا پیروں سے لپٹنے والیوں کو ٹھوکروں سے اڑایا۔ پھر وہاں سے بھاگتا ہوا کمرے سے باہر دوبارہ کوریڈور میں آ گیا۔ کمرے کا خودکار دروازہ بند ہو چکا تھا۔ میں جیب سے رومال نکال کر پسینہ پونچھنے لگا۔

توبہ توبہ یہ عورتیں تھیں یا بلائیں؟ ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئی تھیں۔ سپر ماسٹر یہ تماشہ بھی اسکرین پر دیکھ چکا ہو گا۔ وہ کم بخت مجھے تماشا بنا کر تفریحاً وقت گزار رہا تھا۔ میں آگے بڑھ کر کوریڈور سے گزرنے لگا۔ آگے ایک کمرہ تھا۔ میں نے بند دروازے کے سامنے رک کر سوچا کہ اس کمرے میں کیا ہو سکتا ہے؟ سپر ماسٹر تفریح کے موڈ میں تھا ہو سکتا تھا کہ اس کمرے میں بھی اس نے میرے لئے عورتوں کی ایک فوج رکھ چھوڑی ہو۔ مگر میں ہر کمرے میں جھانک کر یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر اس عمارت میں اتنے کمرے کیوں بنائے گئے ہیں اور وہاں کیا ہوتا رہتا ہے؟

میں نے دیوار پر لگا ہوا بٹن دبایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا پہلے میں نے باہر ہی سے دیکھا کمرے کے اندر ایک بڑا سا پلنگ نظر آ رہا تھا۔ پلنگ کے سرہانے والی میز پر ایک گیند کی طرح سُرخ رنگ کا بلب جل بجھ رہا تھا اور اس بلب کے پاس رکھے ہوئے اسپیکر سے آواز آ رہی تھی

"ہیلو ہیلو۔ سکس نائن ٹو اسپیکنگ اوور۔"

ایسا معلوم ہوتا تھا کوئی اس کمرے میں بیٹھا ہوا ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا ہے۔ مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ خالی کمرے کو دیکھ کر میرا تجسس بڑھ گیا۔ میں نے ادھر اُدھر کوریڈور میں دیکھا پھر آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔ اندر آتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ میں نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے کے طرف کی دیواروں سے چھ عدد نیگرو عورتیں ہاتھوں میں نیزے لئے کھڑی تھیں۔ میں نے واپس جانے کے لئے قدم بڑھایا تو ایک نیزہ کی انی میرے سینے پر آ کر ٹھہر گئی۔ دوسری میری گردن پر آ ئی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے میں چاروں طرف سے نیزوں کے جال میں پھنس گیا۔ سُرخ بلب اب بھی جل بجھ رہا تھا اور اسپیکر سے آواز آ رہی تھی۔

"ہیلو ہیلو۔ سکس نائن ٹو اسپیکنگ۔ مرغا پھنس گیا ہے۔ اوور۔"

میں گھور کر ان سیاہ فام عورتوں کو دیکھنے لگا۔ ان کا سیاہ جسم ایسے چمک رہا تھا جیسے کالے جوتوں کو کالی پالش کے ذریعہ چمکایا گیا ہو۔ جوان عمری کے لحاظ سے ان کے جسم بڑے ہی پرکشش تھے مگر موٹے موٹے ہونٹ، ناک اور کالے چہروں سے جھانکتے ہوئے سفید سفید دیدے بول رہے تھے جیسے مجھے جوانی میں چڑیلوں سے ڈرایا جا رہا ہو یا سمجھایا جا رہا ہو کہ جوانیاں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جو محبت زدہ کرنے کی بجائے خوفزدہ کر دیتی ہیں۔

اسپیکر سے آواز آنے لگی۔ "فرہاد۔ تم حسن کے شیدا اور رسیا ہو۔ یہ بات ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ لیکن میں نے جتنے حسین تحفے تمہیں پیش کئے تم نے انھیں ٹھکرا دیا۔ ایمنہ تمہارے پاس آئی تم نے اُسے منہ نہیں لگایا۔ اس کے بعد پہلے کمرے میں کتنی حسینائیں تمہارے سامنے بچھ گئیں مگر تم انھیں بھی ٹھکرا کر چلے آئے اب یہ کالی حسینائیں تمہیں یہاں سے نکلنے نہیں دیں گی۔ میری بات کی قدر کرو اور انہیں گلے سے لگا لو۔ اس کے بعد ہی تم کمرے سے نکل سکو گے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔" میں نے چیخ کر پوچھا "کیا تم میری بے بسی سے فائدہ اٹھا کر مجھے تماشا بنانا چاہتے ہو؟"

"تم بے بس کیسے ہو گئے فرہاد۔ تم تو بڑے شہ زور اور ذہین دماغ ہو۔ تمہارے جیسے ضدی انسان کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلتے بڑا مزا آتا ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان حالات میں تم کس طرح اپنی ذہانت کو کام میں لاتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "تعجب ہے کہ تمہارے جیسا مصروف آدمی ان فضول تفریحات میں وقت ضائع کر رہا ہے۔"

"میں کبھی اپنا وقت ضائع نہیں کرتا۔ جب تک تم ان حسیناؤں سے دل بہلاتے رہو گے اس وقت تک تمہاری بلیو فلم تیار ہوتی رہے گی۔ یہاں ہر کمرے میں مختلف زاویوں سے خودکار کیمرے فٹ کئے گئے ہیں۔ ہر زاویئے سے تمہاری فلم تیار ہوتی رہے گی۔"

میں کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ بظاہر تو کوئی کیمرہ نظر نہیں آیا لیکن میں نے اندازہ لگایا کہ اس کمرے کے آرائشی سامانوں میں کیمرے چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ مجھے زیادہ سوچنے سمجھنے کی مہلت نہ دی گئی۔ وہ عورتیں اجنبی زبان میں کچھ کہتی ہوئی میرے جسم میں نیزے چبھونے لگیں اور پلنگ کی طرف اشارہ کرنے لگیں۔ میں تکلیف سے بلبلا کر رہ گیا۔ میرے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ گئے تھے اور وہاں لہو کے سرخ دھبے پھیل رہے تھے۔

میں زخمی تو ہو ہی چکا تھا۔ اس لئے مزید زخم کھانے سے نہیں گھبرا سکتا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ان وحشی عورتوں سے الجھنا ہی ہو گا اسی وقت اسپیکر سے آواز آئی۔

"فرہاد۔ ان کی بات مان لو۔ یہ تمہیں بستر پر جانے کے لئے کہہ رہی ہیں۔"

میں نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا۔

"سُنو سُپر ماسٹر۔ یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ عورتیں مجھے جان سے نہیں مار سکیں گی، کیونکہ تم مجھے زندہ رکھنا چاہتے ہو۔ ان سے کہہ دو کہ یہ مجھے موت کی دھمکیاں نہ دیں۔"

"بیشک میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ مگر یہ عورتیں تمہارے جسم کو نیزوں سے چھید چھید کر چھلنی بنا دیں گی۔ جب تم موت کے قریب پہنچ جاؤ گے تو تمہیں طبی امداد پہنچائی جائے گی۔ تمہیں پھر سے زندگی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اگر تم میرا حکم مان لو گے تو تمہیں ان خونخوار عورتوں سے نجات مل جائے گی اور تمہاری ہر خواہش کا احترام کیا جائے گا۔"

"سپر ماسٹر مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارا یہ حکم نہیں مان سکتا۔ میں خود کو بلیو فلم کا کردار نہیں بناؤں گا۔"

میرا اٹل فیصلہ سن کر سپر ماسٹر نے اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ وہ عورتیں اس کی آواز سنتے ہی پینترے بدل بدل کر مجھ پر نیزے سے حملے کرنے لگیں۔ میں نے زخموں کو برداشت کرتے ہوئے ایک بارگی اچھل کر ایک کالی حسینہ کو اپنی گرفت میں لے لیا پھر فوراً ہی اُسے اپنے سامنے ڈھال بنا لیا۔ میری یہ پھرتی کام آ گئی۔ ایک کلوٹی کا نیزہ جو میری طرف آ رہا تھا وہ ڈھال بننے والی حسینہ کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ اس کے حلق سے ایک دردناک چیخ نکلی۔ میں نے ایک ہاتھ سے اس کا نیزہ چھین لیا اور دوسرے ہاتھ سے اس ڈھال بننے والی کو آگے کی طرف دھکیل دیا۔ باقی پانچ عورتیں چاروں طرف سے مجھ پر حملہ کرنے لگیں۔ میں پینترے بدل بدل کر اپنے نیزے سے ان کے حملوں کو روک رہا تھا پھر جو میری زد میں آتی میں اس کے جسم میں نیزہ اتار کر دوسری طرف نکل جاتا۔

عورتوں سے لڑنا مردانگی نہیں تھی مگر میں مجبور تھا۔ وہ خونخوار عورتیں مرنے یا مارنے پر تلی ہوئی تھیں۔ وہاں اپنی مردانگی کا نہیں جان بچانے کا سوال پیدا ہو گیا تھا بلکہ جان بچانے کا بھی نہیں عزت بچانے کا سوال تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ سُپر شیطان میری بلیو فلم تیار کرے۔ تقریباً دس منٹ میں اس جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ مزید تین کلوٹیاں بُری طرح زخمی ہو کر فرش پر گر پڑیں۔ باقی دو عورتیں نیزے تانے اب سہمے ہوئے انداز میں حملہ کرنا چاہتی تھیں مجھے ان پر رحم آ رہا تھا۔ میں خوب سمجھتا تھا کہ یہ بیچاریاں حکم کی بندیاں ہیں۔ انہیں مجھ سے ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ یہ صرف آقا کے حکم پر مشین کی طرح چل رہی ہیں۔ یہ سوچتے ہی میں نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ دیوار کے بٹن کو دبایا پھر دروازہ کھلتے ہی میں کوریڈور میں آ گیا۔

ہر بار یوں لگتا تھا جیسے میں ایک ہی جگہ پہنچ گیا ہوں۔ کیونکہ تمام کوریڈور اور تمام کمروں کے دروازے ایک جیسے بنے ہوئے تھے کوریڈور کی شاخیں ادھر ادھر سے نکل کر دوسری طرف کے کوریڈور سے مل گئی تھیں وہاں پہنچو تو پتہ چلتا تھا کہ پھر اسی جگہ پہنچ گیا ہوں۔ ایسی بھول بھلیاں میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھی تھیں۔

میں زخموں سے نڈھال ہو رہا تھا۔ میرا لباس خون سے تر بتر تھا۔ میں اپنے کمرے میں واپس جا کر بستر پر گرنا چاہتا تھا۔ مگر میں اپنے کمرے کا راستہ بھی بھول گیا تھا۔ اتنے میں ایک مسلح نوجوان میرے سامنے آیا! اس نے ہاتھ بڑھا کر ریڈ کراس کا نشان دکھایا پھر ایک طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ جب میں اس کے پیچھے چلتا ہوا ایک کمرے میں داخل ہوا تو اندر دُور تک وہ کمرہ ہسپتال کی طرح پھیلا ہوا تھا میں زخموں کی تاب نہ لا کر ایک بستر پر گر پڑا۔

ایک نرس میرے پاس آ کر میرا لباس اتارنے لگی۔ پھر ایک ڈاکٹر آ گیا۔ وہ دونوں میرے زخموں کی مرہم پٹی کرنے لگے۔ پھر مجھے ایک انجکشن لگایا گیا۔ پتہ نہیں وہ کیسا انجکشن تھا اور کس قسم کا مرہم لگایا گیا تھا ذرا دیر بعد ہی زخموں کی ساری تکلیف اور ٹیسیں ختم ہو گئیں۔ میرے جسم پر بظاہر زخموں کے دھبے نظر آ رہے تھے مگر میں بالکل نارمل تھا۔ اک دم سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر باہر جانے لگا تو کسی نے مجھے نہیں روکا۔ میں عجیب طلسم کدے میں پہنچ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میں سامری جادوگر کے بچھائے ہوئے جال سے کبھی نہیں نکل سکوں گا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو مایوسی سے تھک ہار کر گھٹنے ٹیک دیتا۔ میرے یہ تجربات بتا رہے تھے کہ ماسٹر یوشی کس طرح مجبور ہو کر سپر ماسٹر کے سامنے جھک گیا ہو گا۔

اب میں ایک انڈور پیٹنٹ کوریڈور میں کھڑا ہوا تھا۔ زخموں کے نشان تمغوں کی طرح میرے جسم پر سجے ہوئے تھے۔ میرا دماغ کام نہیں کر رہا تھا کہ میں اس طلسم کدے سے کیسے نکل سکوں گا۔ بس ایک

قوتِ ارادی تھی جس سے میرا حوصلہ قائم تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ باہر نکلنا تو تقریباً ناممکن ہے لیکن عمارت کے اندر اپنے طور پر معلومات حاصل کرتا رہوں گا۔ شاید تھوڑی بہت معلومات سے فائدہ اٹھا سکوں مگر اس کے لئے بھی ضروری تھا کہ میں پھر کسی خطرے کا سامنا کروں۔

اسی لئے میں ایک دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ اب وہ دروازہ کھلنے کے بعد کیا ہونے والا تھا یہ میں نہیں جانتا تھا۔ مگر جاننے کی ضد پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے اللہ کا نام لے کر بٹن کو دبا دیا۔ دروازہ کھلا تو کمرے کے اندر چار عدد شکاری کتے نظر آئے۔ وہ ایک دوسرے سے دُور زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ ایک بوڑھا آدمی اپنے ہاتھ میں ایک پھٹا ہوا لباس لے کر ایک کتے کے سامنے اسے ہلا رہا تھا اور وہ کتا اپنے نتھنے اٹھا کر اس پھٹے ہوئے لباس کو سونگھ رہا تھا۔ میں نے دور ہی سے پہچان لیا وہ کپڑا [illegible] کرنے سے پہلے وہ میرے جسم سے اتار لیا گیا تھا۔

وہ کتا مجھے دیکھتے ہی اچھل اچھل کر زور زور سے بھونکنے لگا۔ وہ اتنی قوت سے اچھل رہا تھا جیسے ابھی زنجیر توڑ کر مجھ پر چھلانگ لگائے گا۔ بوڑھے نے مجھے دیکھ کر اشارے سے اندر آنے کے لئے کہا۔ مگر اب میں خونخوار کتوں سے نہیں الجھنا چاہتا تھا۔ چھ عدد کتنبوں کا تجربہ کافی تھا۔ اسی وقت کمرے میں لگے ہوئے اسپیکر سے آواز سنائی دی۔

"فرہاد گھبراؤ نہیں یہ بہت مضبوط زنجیریں ہیں۔ اندر جاؤ اور تماشا دیکھو ورنہ شکایت کرو گے کہ تمہاری معلومات ادھوری رہ گئیں۔"

میں نے کہا "نہیں ——— میں جان بوجھ کر اب کسی خطرے کو دعوت نہیں دینا چاہتا۔ میں اس کمرے میں نہیں جاؤں گا۔"

"اچھا چلو تمہیں ایک ریوالور دیا جاتا ہے۔ اگر یہ کتے تم پر حملہ کریں تو بے دریغ فائر کر دینا۔"

وہ بوڑھا ہماری باتیں سن رہا تھا وہ سپر ماسٹر کا حکم سن کر کمرے کے کسی گوشے میں گیا پھر وہاں سے ایک ریوالور لے کر میری طرف آیا۔ میں نے ریوالور کو ہاتھوں میں لے کر اسے چیک کیا۔ اس کے چیمبر میں چھ گولیاں موجود تھیں۔ میں نہایت اطمینان سے آگے بڑھتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔ میرے پیچھے دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ جانوروں کی وجہ سے کمرے میں عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ کمرے کے دوسرے حصے میں جو مجھے باہر سے نظر نہیں آ رہا تھا وہاں ایک زنجیر سے ایک نہایت ہی خوبصورت دوشیزہ بندھی ہوئی تھی۔ میرے لباس کا باقی حصہ اس کے سامنے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ نتھنے اٹھا کر میری بُو سونگھنے لگی۔

اس کا یہ انداز دیکھ کر مجھے سونیا یاد آنے لگی۔ مگر میرے سامنے جو بندھی ہوئی تھی وہ سونیا کے مقابلے میں بہت حسین اور کم سن تھی۔ اس حسینہ کو ایک جانور بنانے کے تجربات سے گزارا جا رہا تھا۔

میرے سوچنے کے دوران سپیکر سے آواز سنائی دی۔

"کہو فرہاد کیا سوچ رہے ہو؟ ——— تمہیں سونیا یاد آ رہی [illegible] وہ لڑکی غدار بننے کے بعد تمہارے لئے بیکار ہو گئی ہے۔ اسی لئے [illegible] سونیا تیار کر رہے ہیں۔ یہ لڑکی جو تمہارے سامنے بندھی ہوئی ہے [illegible] ہم موجودہ تہذیب سکھا رہے ہیں۔ اس کے باوجود اس کے [illegible] بہت ہی تیزی اور تندی ہے۔ یہ کتے کی طرح بھونکتا نہیں جا [illegible] اس کی زنجیر کھول دی جائے تو یہ خونخوار شیرنی کی طرح تم پر حملہ کر دے [illegible]

میں نے اپنے ہاتھ میں ریوالور کو بلند کرتے ہوئے کہا۔

"میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔ کیا تم اس کی زنجیر کھولنا پسند کرو گے"

"ریوالور کی دھمکی نہ دو بیٹے ——— یہ تمہارے اطمینان کے لئے تمہارے ہاتھوں میں دیا گیا ہے۔ اگر تم ہماری اس دوسری سو[illegible] نقصان پہنچاؤ گے تو تمہاری حمایت کرنے والی سونیا کو قتل کر د[یا] جائے گا۔"

سپر ماسٹر کی باتیں سننے کے دوران میں نے سامنے کھڑے [illegible] بوڑھے کو دیکھا اس کا چہرہ اور آنکھیں بھی ماسک اور آئی لینس [illegible] چھپی ہوئی تھیں۔ میں اس کی سوچ کو نہیں پڑھ سکتا تھا۔ مگر خلاف [illegible] توقع اس بوڑھے نے اچانک آنکھ سے اپنے پیٹ کی طرف اشارہ [illegible] کیا۔ پھر بنیان اٹھا کر اپنا پیٹ کھجانے لگا۔ میں نے دیکھا اس کے پیٹ پر لکھا ہوا تھا۔

"اپنی خدمت کے لئے اُس لڑکی کو بلاؤ جس کی ناک پر [illegible] ہے۔ وہ تمہارے کام آئے گی۔"

اتنا پڑھتے ہی میں نے دوسری طرف نظریں پھیر لیں۔ بوڑھے نے پیٹ کھجانے کے بعد اپنی بنیان درست کر لی۔ میں سوچنے لگا [illegible] سپر ماسٹر نے بوڑھے کی یہ حرکت نہیں دیکھی ہوگی۔ آنکھ کا اشارہ یا [illegible] پر لکھی ہوئی تحریر کیا اسے اسکرین پر نظر نہیں آئی ہوگی؟ یہ سوچ کر [illegible] چھت کی طرف اس آلے کو دیکھنے لگا جس کے ذریعہ ہم ٹیلی کاسٹ [illegible] جا رہے تھے۔ بوڑھا اس پوزیشن میں کھڑا ہوا تھا کہ وہ آلہ [illegible] کی طرف چلا گیا تھا۔ یعنی اسکرین پر اس کی پشت نظر آتی اور [illegible] کی طرف سے دکھائی دیتا۔ میں نے اس کے پیٹ کی طرف [illegible] کر اس تحریر کو بمشکل آٹھ سیکنڈ میں پڑھ لیا تھا۔ اس طرح سپر [illegible] نہیں ہو سکا تھا کہ اس بوڑھے نے میری بھلائی کے لئے کوئی چال [illegible] ہے۔ میں نے سر اٹھا کر سپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔

"سپر ماسٹر مجھے سونیا کی زندگی بہت عزیز ہے۔ اسی لئے تو [illegible] میری کمزوری بنا کر کھیل رہے ہو۔ مگر میں آخر دم تک اس کی حفاظت کروں گا ——— ذرا ٹھہرو میں اس کی خیریت معلوم کر لوں۔"

یہ کہہ کر میں نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے۔ پھر [illegible]

بند کرنے کے بعد سونیا کے ذہن میں جھانکنے لگا۔ وہ بخیریت تھی۔ ایک آرام دہ کمرے میں پہنچنے کے بعد اس نے غسل کیا تھا نیا لباس پہنا تھا اور اب کھانا کھانے میں مصروف تھی۔ میں نے اس کے ذہن پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"ہیلو سونیا ——— میں فرہاد بول رہا ہوں کہو کیسی ہو تم؟"

وہ میری آواز سن کر اک دم سے بچوں کی طرح خوش ہو گئی۔ اس کی عزیز ترین کھوئی ہوئی چیز مل گئی تھی۔ اس نے کہا۔

"فرہاد مجھے تم نے یاد رکھا ہے۔ میں کس منہ سے شکریہ ادا کروں"———

"میں تمہیں کبھی نہیں بھول سکتا سونیا۔ تقریباً دو گھنٹے پہلے میں نے تمہارے ذہن میں جھانک کر دیکھا تھا۔ تم ان کے ظلم سہنے کے بعد زنجیروں سے جکڑی پڑی تھیں۔ میں نے سپر ماسٹر کو مجبور کیا کہ وہ تمہیں معزز مہمان بنا کر رکھے۔ اس شیطان نے میری بات مان لی۔"

"اوہ! فرہاد میں بہت دیر سے یہی سوچ رہی تھی کہ یک بیک سپر ماسٹر مجھ پر مہربان کیسے ہو گیا ہے؟ تمہارا شکریہ فرہاد۔ تم میرے بہت بڑے اور بہت پیارے محافظ ہو۔"

"اچھا سونیا پھر باتیں ہوں گی۔ ابھی میں سپر ماسٹر سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ تم اطمینان سے کھانے کے بعد آرام کرو۔"

اس سے دماغی رابطہ ختم کرنے کے بعد میں نے سپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔

"ہیلو سپر ماسٹر ——— تمہارا شکریہ کہ تم اپنے وعدے کے پابند ہو۔ سونیا بڑے آرام سے ہے۔ اب میں بھی اپنے کمرے میں جا کر آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا اتنی جلدی تھک گئے؟ ——— ابھی تو بہت کمرے باقی ہیں۔ کیا وہاں جا کر تماشا نہیں بنو گے؟"

"ابھی نہیں۔ میں واقعی تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ فی الحال آرام کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے بوڑھے کو ریوالور واپس کر دیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر کمرے سے باہر جانے لگا۔ اچانک مجھے یاد آیا کہ میں بھول بھلیوں میں بھٹکتا ہوا جاؤں گا مگر اپنے کمرے تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ میں نے پلٹ کر کہا۔

"سپر ماسٹر مجھے بتاؤ کہ میں اپنے کمرے تک کس طرح پہنچ سکوں گا۔"

جواب میں قہقہہ سنائی دیا۔ پھر اس نے کہا۔

"تمہاری بے بسی پر ہنسی آ رہی ہے۔ اچھی بات ہے باہر نکلو تمہیں ایک گائیڈ مل جائے گا۔"

میں کمرے سے باہر آ گیا۔ وہاں بمشکل چند سیکنڈ انتظار کرنا پڑا۔ ایک مسلح نوجوان نے میرے قریب سے گزرتے ہوئے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ اس بار میں نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے راستوں کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کی۔ وہ ذرا دُور آگے چلنے کے بعد دائیں طرف مڑ گیا۔ پھر ایک کوریڈور کو کراس کرنے کے بعد اسی طرح دائیں طرف مڑ گیا۔ پھر ایک جگہ دو کوریڈور دوراہے کی طرح نظر آئے۔ وہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلنے لگا۔ اس کے بعد پھر کوریڈوروں کے جال پھیلتے گئے۔ میرا خیال ہے کہ میں اپنے کمرے سے نکلنے کے بعد اتنی دیر تک نہیں چلا تھا جتنا کہ وہ چلا رہا تھا بلکہ مجھے اُلجھا رہا تھا۔ آخر وہ ایک دروازے پر پہنچ کر رُک گیا۔ جب وہ دروازہ کھلا تو مجھے میرا کمرہ نظر آ گیا۔

میں نے اپنے کمرے میں پہنچ کر پہلے ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر آرام سے جوتوں سمیت فوم کے ملائم بستر پر لیٹ گیا۔ اب میں اس بوڑھے کے پیٹ پر لکھی ہوئی تحریر کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس تحریر نے مجھے بتایا تھا کہ ایک لڑکی جس کی ناک پر سیاہ تل ہے وہ میرے کام آئے گی۔ مجھے یاد آیا کہ جب اس کمرے میں میری خدمت کے لئے چار حسیناؤں کو بھیجا گیا تھا تو ان میں سیاہ تل والی لڑکی بھی موجود تھی لیکن میں نے ایمنہ کا انتخاب کیا تھا۔ کاش کہ مجھے پہلے ہی معلوم ہو جاتا۔ بعض اوقات جدوجہد کے دوران میری حسن پرستی مجھے بہت پیچھے لے جاتی ہے۔ حالانکہ میں نے ایمنہ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ شاید میرے لاشعور میں یہ بات تھی کہ ایک حسین لڑکی میرے قریب رہے۔

پھر میں نے اس سیاہ تل والی کو یاد کیا۔ وہ بھی حسین تھی، جوان تھی مگر پتہ نہیں کیوں میں نے اس وقت اسے اہمیت نہیں دی تھی۔ اب میں نے اس کی اہمیت کو سمجھنے سے پہلے اس بوڑھے کے متعلق سوچا کہ وہ کون ہے؟ کس جذبے یا مقصد کے تحت میرا ہمدرد بن گیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ سپر ماسٹر اس کے ذریعے مجھے بیوقوف بنا رہا ہو؟ وہ مجھے عریانیت کی حد تک تماشا بنا کر ذلیل کرنے پر تلا ہوا تھا۔

مگر میں کسی حد تک تماشا بن ہی چکا تھا۔ سپر ماسٹر اگرچہ میری بلیو فلم تیار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ پھر بھی میں اس کے رحم و کرم پر پڑا ہوا تھا۔ وہ اب بوڑھے اور سیاہ تل والی لڑکی کے ذریعہ مجھے احمق بنا سکتا تھا۔ اب مجھے یہی فیصلہ کرنا تھا کہ مجھے بوڑھے پر اعتماد کرنا چاہیئے یا نہیں؟

میں نے آخر یہی فیصلہ کیا کہ جب تماشا بن ہی رہا ہوں تو مجھے اس پر اعتماد کر کے اس سیاہ تل والی لڑکی کو آزمانا چاہیئے۔ میں جس طلسم کدے میں آ کر پھنس گیا تھا وہاں سے نکلنے کے لئے کسی نہ کسی پر اعتماد کرنا ضروری تھا۔ سوچتے سوچتے ایک سگریٹ ختم ہونے لگا جب میں نے دوسرا سگریٹ سلگایا تو اسپیکر سے آواز آنے لگی۔

"فرہاد تم سگریٹ پھونک پھونک کر سوچتے ہی رہو گے مگر یہاں سے باہر نکلنے کی کوئی تدبیر تمہارے ذہن میں نہیں آ سکے گی۔

یہ عمارت ایک شطرنج کی بساط ہے۔ یہاں جتنے لوگ ہیں وہ سب اس شطرنج کے مہرے ہیں۔ تم بھی ایک مہرے کی طرح یہاں پڑے ہوئے ہو۔ ایک بے بس مہرہ اپنی مرضی سے نہیں چل سکتا۔ میں ہی چلا سکتا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "ہاں اب تمہاری باتیں میری سمجھ میں آرہی ہیں۔ تم نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ اس وقت میری ذہانت کام نہیں آرہی ہے۔"

"تو پھر تم شکست تسلیم کر رہے ہو؟"

"ابھی نہیں کیونکہ ابھی میں نے پوری عمارت نہیں دیکھی ہے۔"

"دیکھو تم میری نرمی سے فائدہ..... اٹھا رہے ہو اور میرا وقت بھی ضائع کر رہے ہو۔ اس وقت پانچ بجے ہیں میں صبح چار بجے تک تمہیں موقع دیتا ہوں۔ اگر اس وقت تک تم اپنی خوشی سے میری اطاعت قبول نہیں کرو گے تو میں تمہیں اس عمارت کے ایک جہنم میں پہنچا دوں گا وہاں تمہیں ایسی ایسی اذیتیں پہنچائی جائیں گی کہ ابھی تم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہاں پہنچ کر تم مرنے کی تمنا کرو گے مگر تمہیں موت نہیں آئے گی۔ جب تم وہاں سے باہر نکلو گے تو دو ہی باتیں ہوں گی یا تو تم پاگل ہو جاؤ گے یا پھر میرے فرمانبردار بن جاؤ گے۔"

"میں اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ تمہارا فرمانبردار بن جانے کے بعد تم دنیا جہان کی دولت لا کر میرے قدموں میں ڈال دو گے۔ اس دنیا کو میرے لئے جنت بنا دو گے۔ شاید اپنی تنظیم میں ایک ماسٹر کا عہدہ بھی دے دو گے یعنی مجھے ہر طرح سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔ صرف ایک نقصان ہے کہ میں اپنا ضمیر اور انسانیت بیچ دوں گا اور اتنا بڑا سودا کرنے کے لئے ابھی میرا ذہن آمادہ نہیں ہوا ہے۔ تم مجھے صبح چار بجے کے بعد کسی جہنم میں پہنچاؤ گے یعنی اس جنت میں میں ابھی گیارہ گھنٹے گزار سکتا ہوں۔ اس تنہائی میں مجھے ایک خوبصورت اور نازک سی حسینہ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

اسپیکر سے قہقہہ سنائی دیا۔ "آخر اپنی ضرورت سے مجبور ہو رہے ہو۔"

"ہاں! مجبوری ہے۔ مگر ڈر لگتا ہے کہ اس کمرے میں بھی مووی کیمرے چھپا کر رکھے گئے ہوں گے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ تمہارے کمرے میں ایک بھی کیمرہ نہیں ہے۔ تم اٹھ کر اپنی تسلی کر لو۔"

میں بستر سے اٹھ کر اس کمرے کی ایک ایک چیز کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ چھت کو اور دیواروں کو بھی اچھی طرح دیکھا۔ واقعی وہاں کوئی کیمرہ نہیں تھا۔ لیکن اب میں اتنا نادان بھی نہیں ہوں کہ اس کی مکاریوں کو نہ سمجھ سکوں۔ جب میں اس کمرے سے ٹیلی کاسٹ ہو رہا تھا اور وہ کہیں بیٹھا مجھے دیکھ رہا تھا تو اسی اسکرین کے ذریعہ میری بلیو فلم تیار کر سکتا تھا۔

لیکن اس بات کو سمجھنے کے باوجود میں اس سیاہ تل والی لڑکی سے ملنے پر مجبور تھا۔ اسے عیاشی کے بہانے ہی بلا سکتا تھا۔ میں نے بہت مجبوری کی حالت میں بلیو فلم کا ایک کردار بننے کے لئے تیار ہو گیا تمام کمرے کی تلاشی لینے کے بعد میں نے اعتراف کیا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو، یہاں ایک بھی کیمرہ نہیں ہے۔ کیا تم ان لڑکیوں کو بھیج سکتے ہو جو پہلی بار میرے کمرے میں آئی تھیں؟"

"ابھی حاضر ہوتی ہیں۔"

اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پانچ منٹ کے بعد ہی وہ چاروں لڑکیاں میرے کمرے میں آگئیں ان میں ایمنہ بھی تھی۔ وہ چاروں میرے سامنے ایک قطار میں کھڑی ہو گئیں۔ میں سگریٹ کو ایش ٹرے میں ڈال کر ان کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے ایمنہ سے کہا۔

"صبح میں تم سب سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ اس لئے یونہی تمہارا انتخاب کر لیا تھا۔ تم خوب صورت ہو مگر میری ضرورت نہیں ہو۔ تم جا سکتی ہو۔"

وہ دور جا کر کھڑی ہو گئی۔ میں باقی تین کو باری باری ٹٹول کر دیکھنے لگا۔ آخر میں اس سیاہ تل والی لڑکی کا ہاتھ تھام کر میں نے کہا۔

"تم میری ضرورت ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری زندگی کے گیارہ گھنٹوں کو رنگین بنا دو۔"

یہ بات سنتے ہی ایمنہ باقی دو لڑکیوں کے ساتھ باہر چلی گئی۔ میں نے اس لڑکی سے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے"؟

"رمنا" — وہ ذرا شرمائی اور مسکراتی ہوئی بولی۔

"جاؤ دروازہ بند کر دو۔"

وہ دروازہ بند کرنے گئی میں بستر پر آکر لیٹ گیا۔ وہ واپس آکر میرے جوتے اتارنے لگی۔ صرف جوتے ہی رہ گئے تھے۔ کیونکہ لباس مرہم پٹی کے وقت اتار دیا گیا تھا۔ صرف ایک انڈر ویئر رہ گیا تھا۔ میں نے رمنا کو اپنے قریب کھینچ کر کہا۔

"آؤ کچھ باتیں کریں۔ یہاں مجھ سے باتیں کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ مگر نہیں، ہم باتیں کریں گے تو سپر ماسٹر سنتا رہے گا۔ میں یہ بات سمجھتا ہوں کہ تمہارے ماسٹر نے یہاں بھیجنے کے لئے تم سب کو اچھی طرح سکھایا پڑھایا ہو گا۔ شاید یہ بھی بتایا ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں" —

رمنا خاموش رہی۔ میری بات کا جواب اسپیکر سے سنائی دیا۔

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ میں نے ان لڑکیوں کو تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ تم چاہو تو سوچ کے ذریعہ اس سے گفتگو کر سکتے

ہو۔ مگر تمہیں ناکامی ہو گی۔ یہ تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔ یہ اور اس کا پورا خاندان میرا وفادار ہے۔ یہ اچھی طرح سمجھتی ہے کہ غداری کرے گی تو اس کی بوڑھی ماں ایک جوان بھائی اور ایک نوجوان بہن سب کے سب جہنم میں پہنچا دیئے جائیں گے۔"

"سپر ماسٹر — اس وقت ایک حسینہ میرے پہلو میں ہے اس لئے تمہاری باتیں کوے کی کائیں کائیں لگ رہی ہیں۔ اب خاموش ہو جاؤ اور چپ چاپ اسکرین پر دیکھتے رہو۔"

میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور سوچ کے ذریعے رمنا سے کہنے لگا۔

"رمنا — اس وقت میں تمہارے دماغ میں بول رہا ہوں تم بھی سوچ کے ذریعہ جواب دو — کیا اس طرح مجھ سے باتیں کرتی رہو گی؟" —

اس نے سوچ کے ذریعہ کہا — "ہاں، بوڑھے بنجامن نے مجھے سب کچھ سمجھا دیا ہے۔ ہم سب تمہاری مدد کریں گے۔"

"ہم سب سے کیا مراد ہے؟ کیا تمہارے اور بوڑھے بنجامن کے علاوہ بھی کچھ اور لوگ ہمارے ساتھ ہیں؟"

"ہاں — جسے تم نے ایک کتیا کی طرح زنجیر سے بندھے دیکھا تھا وہ میری چھوٹی بہن ہے۔ اس کا نام سیلی ہے۔ سیلی میں شکاری کتوں جیسی سونگھنے کی حس پیدا کی گئی ہے۔ جب وہ سات برس کی تھی تب ہی سے اسے ان تجربات سے گزارا جا رہا ہے اب وہ بہت خطرناک بن گئی ہے۔ اس کے باوجود ہمارے رشتوں کا احترام کرنا جانتی ہے وہ ہمارا ساتھ دے گی۔"

"یہ بنجامن کون ہے؟"

"وہ سونیا کا باپ ہے۔ وہی سونیا جس کے ساتھ تم یہاں آئے ہو۔ وہ جانوروں کا ڈاکٹر ہے اس نے تمام عمر جنگلی جانوروں میں گزاری ہے۔ اس نے پہلا تجربہ اپنی بیٹی سونیا پر کیا تھا۔ اپنی بیٹی سونیا میں انسانوں اور جانوروں کی خصوصیات پیدا کی تھیں۔ سپر ماسٹر نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ میری بہن سیلی کو بھی سونیا کی طرح انسان کے ساتھ ساتھ جانور بنا دے۔ بنجامن اپنی بیٹی سونیا کے لئے بہت پریشان رہتا تھا تمہارے یہاں آنے سے پہلے ہم سب کو معلوم ہو گیا کہ سونیا غدار بن کر تمہارا ساتھ دے رہی ہے۔ سپر ماسٹر کی پریشانیوں سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ تم کتنے خطرناک ہو۔ بنجامن یہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ بنا رہا تھا تمہاری آمد کی خبر سن کر وہ تمہارا انتظار کرنے لگا۔ اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہو چکی ہیں۔"

میں اس کی سوچ کو پڑھتا جا رہا تھا

"کیا بنجامن یہاں سے نکلنے کا راستہ جانتا ہے؟"

"نہیں — یہاں سے نکلنے کا راستہ کچھ عجیب سا ہے۔ ہم میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس عمارت کا بیرونی دروازہ کہاں غائب ہو جاتا ہے؟"

"کیا تم سب یہاں ہمیشہ قیدیوں کی طرح رہتے ہو؟"

"نہیں — ہم یہاں آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی پر آتے ہیں۔ پھر یہاں سے نکال دیئے جاتے ہیں۔ اس عمارت سے باہر جزیرے میں ہمارے لئے بہترین رہائشی مکانات بنائے گئے ہیں۔ ہمارے آرام و آسائش کا ہر سامان مہیا کیا جاتا ہے۔"

"اتنی خوشگوار زندگی گزارنے کے باوجود تم سپر ماسٹر کے خلاف میرا ساتھ کیوں دے رہی ہو؟"

"زندگی میں عیش و آرام ہی سب کچھ نہیں ہے۔ عزت اور آزادی بھی کوئی چیز ہے۔ ہم قیدی اس طرح ہیں کہ جزیرے سے باہر نہیں جا سکتے یہاں جوان بیٹیوں کی عزت محفوظ نہیں رہتی۔ ان لڑکیوں کو سپر ماسٹر اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتا ہے۔ دوسرے ملکوں کے ایجنٹ جو اہم رازوں کا سودا کرنے آتے ہیں ان کی خلوت گاہوں میں ہم تحفے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ میں ایک نوجوان سے محبت کرتی تھی اس کے ساتھ ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزارنے کا خواب دیکھتی تھی۔ لیکن سپر ماسٹر نے مجھے بھی مجبور کر دیا کہ میں یہاں آنے والے سیاسی سوداگروں کا دل بہلاؤں۔ اس وقت سے میرے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔"

میں نے اس بھڑکتی ہوئی آگ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم میرے سامنے بھی تحفے کے طور پر پیش کی گئی ہو۔ کیا اس وقت مجھ سے نفرت نہیں کر رہی ہو؟"

"میں تم سے کبھی نفرت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ تم نجات دہندہ ہو۔ میری بہن سیلی جانوروں کی حس رکھنے کے باوجود معصوم ہے۔ اب تک کسی سوداگر کا سایہ اس پر نہیں پڑا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس کے خواب نہ ٹوٹیں۔"

"خواب نہیں ٹوٹیں گے۔ ہم سب مل کر اس ظالم کو نیست و نابود کر دیں گے۔"

"مجھے یقین ہے تم ایسا کر سکو گے۔ میرا محبوب جس کا نام ایرج ہے وہ سپر ماسٹر کو کچا چبا جانا چاہتا ہے۔ بظاہر وہ بہت ہی فرمانبردار ملازم کی طرح اس کی خدمت کر رہا ہے۔ مگر اس کی مدد سے ہم سپر ماسٹر کو برباد کر سکتے ہیں۔"

"وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"ایرج بہت بڑا انجینئر ہے۔ اس جزیرے میں بجلی سپلائی کرنے کے لئے ایک بہت بڑا جنریٹر لگایا گیا ہے۔ ایرج اس جنریٹر کو آپریٹ کرتا ہے۔ جب وہ اس جنریٹر کو تباہ کر دے گا تو تمام جزیرے پر اندھیرا چھا جائے گا۔ ٹی وی اسکرین وغیرہ سب اندھیرے میں ڈوب جائیں گے

اس وقت تمہیں کچھ کر گزرنے کا موقع ملے گا۔"

رمنا کی سوچ سے یہ مژدہ سن کر میں خوشی سے دیوانہ ہو گیا۔ میں نے بستر کی ایک چادر اٹھا کر سپر ماسٹر سے کہا۔

"بے شرمی کی بھی ایک حد ہوتی ہے دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھے جا رہے ہو۔ اب پردہ گرتا ہے تم دیدے پھاڑتے رہو۔"

یہ کہہ کر میں نے وہ بڑی سی چادر لپیٹے اور رمنا کے اوپر ڈال دی۔ اب وہ اسکرین پر صرف ایک سفید چادر کو دیکھ سکتا تھا۔ مگر ہم چھپنے والوں کے چہرے کے تاثرات نہیں سمجھ سکتا تھا۔ جب مجھے اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو میں نے سوچ کے ذریعہ رمنا سے پوچھا۔

"میں ایرج سے کس طرح رابطہ قائم کر سکتا ہوں؟"

اس کی سوچ نے کہا۔

"تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو اس سے سوچ کے ذریعہ رابطہ قائم کرو۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے بارے میں زیادہ نہیں جانتیں۔ جب تک ایرج سے میرا سامنا نہ ہو یا میں کسی طرح اس کی باتیں نہ سن لوں اس وقت تک میں اس کی سوچ کو اپنی گرفت میں نہیں لے سکتا —— ایک صورت ہے تم یہ بتاؤ کہ تم اس عمارت سے باہر کب جاؤ گی؟"

"میری ڈیوٹی کا وقت نو بجے ختم ہو جاتا ہے۔ مگر آج سپر ماسٹر نے صبح تک کے لئے تمہارے پاس بھیج دیا ہے۔ تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"——

"میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ تمہارے ذریعہ ایرج کی سوچ تک پہنچ سکوں۔ تم یہاں سے باہر جا کر پہلی فرصت میں ایرج سے ملاقات کرنا۔ اسے بتانا کہ میں سوچ کے ذریعہ اس سے گفتگو کرنے والا ہوں۔ جب وہ تم سے باتیں کر رہا ہو گا تو اسی وقت میں تمہاری سوچ کے سہارے اس کی باتیں سن لوں گا اور اس کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا۔"

"ہاں یہ بہت اچھی ترکیب ہے۔ میں صبح یہاں سے نکلتے ہی اس سے ملاقات کروں گی۔"

"نہیں میری جان صبح ہونے تک میرا کباڑا ہو جائے گا میں تمہیں آدھی رات سے پہلے ہی چھٹی دے دوں گا۔ جب مجھے تمہاری ضرورت نہیں رہے گی تو سپر ماسٹر تمہیں اس عمارت سے باہر گھر جانے کی اجازت دے دے گا۔"

"ہاں ایسی صورت میں مجھے اجازت مل جائے گی۔"

"آزادی کی خاطر میرا فرض ہے کہ میں ابھی تمہیں چھٹی دیدوں۔ عیش و عشرت میں وقت ضائع نہ کروں۔"

وہ شیطان اسکرین پر دیکھ رہا تھا —— رات کے گیارہ بجے میں نے اُسے چھٹی دیدی۔ اس کے جانے کے بعد اسپیکر سے سپر ماسٹر نے کراہنے کی آواز میں کہا۔

"فرہاد —— حسن پرستی اچھے اچھے ذہین اور دلیر انسان کو موت کے منہ میں پہنچا دیتی ہے۔ میں تمہیں کہہ چکا تھا کہ تمہاری آزادی صرف چار بجے تک ہے۔ مگر تم نے بڑی لاپروائی سے چھ گھنٹے گزار دیئے ہیں۔ اب صرف پانچ گھنٹے رہ گئے ہیں کیا اسے سو کر گزار دو گے؟"

"میں یہی سوچ رہا ہوں کہ تھوڑی دیر سو جاؤں۔ تم جس جہنم میں مجھے بھیجنا چاہتے ہو وہاں سونے کا موقع نہیں ملے گا۔ میں ابھی کم از کم تین گھنٹے تک نیند کے مزے لے سکتا ہوں۔ میرے بیدار ہونے کے بعد رات دو گھنٹے رہ جائیں گے۔ ان دو گھنٹوں میں یا تو میں عمارت سے باہر نکل جاؤں گا یا پھر تمہارے بنائے ہوئے جہنم میں پہنچ جاؤں گا۔"

"تمہارا یہ اطمینان دیکھ کر مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔"

"سپر ماسٹر میں مطمئن کب نہیں تھا۔ تم مجھے صبح سے دیکھ رہے ہو۔ میرے ماتھے پر پریشانی کی ایک بھی شکن دیکھی ہے؟ پریشان تو تم ہو۔ ایک مضبوط انجانے قلعہ میں بند ہو کر بھی تم ہر لمحہ میری طرف سے خطرہ محسوس کر رہے ہو۔ ہار اور جیت کی فکر مجھے نہیں ہو گی۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ آزادی حاصل کروں گا یا پھر عزت کی موت مر جاؤں گا۔ مگر مرنے سے پہلے مجھے اطمینان سے سو لینے دو۔"

"اچھی بات ہے سو جاؤ۔ اپنی تقدیر کو بھی سلا دو۔"

میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہاں سوئچ بورڈ نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کمرے کی بتیاں بھی تمہاری انگلیوں کے اشارے سے جلتی بجھتی ہیں۔ مجھے روشنی میں نیند نہیں آئے گی۔ لہٰذا انہیں بجھا دو۔"

"سوری فرہاد —— بتیاں بجھیں گی تو میرے سامنے یہ اسکرین تاریک ہو جائے گا۔ تم نظر نہیں آؤ گے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم ایک پل کے لئے بھی میری نظروں سے اوجھل ہو جاؤ —— لہٰذا اسی روشنی میں سونے کی کوشش کرو۔"

میں نے اس سے بحث نہیں کی۔ کروٹ بدل کر منہ پر چادر ڈال لی۔ تاکہ اسے میرے سونے اور جاگنے کا اندازہ نہ ہو سکے۔ اپنے چہرے کو اس سے چھپانے کے بعد میں رمنا کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ ماسٹر دل کی تنظیم کے کسی افسر کے سامنے بیٹھی ہوئی رپورٹ پیش کر رہی تھی کہ اس نے گیارہ بجے تک میرے ساتھ کس طرح وقت گزارا ہے۔ آفیسر اس سے گھما پھرا کر سوالات کر رہا تھا۔ رمنا نے جواباً اعتراف کیا۔

"ہاں وہ مجھ سے سوچ کے ذریعہ باتیں کر رہا تھا۔ سب سے پہلے اس نے یہی پوچھا کہ سپر ماسٹر اسی عمارت میں رہتا ہے یا اس کا اڈہ یہاں سے کہیں دور ہے۔ میں نے لاعلمی ظاہر کی۔ اول تو ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ ہمارا ماسٹر کہاں رہتا ہے۔ اگر معلوم بھی ہوتا تو میں اپنی جان کھیل جاتی مگر فرہاد کو صحیح بات نہ بتاتی۔"

"اس نے اور کیا پوچھا تھا؟" آفیسر نے پوچھا۔

"وہ یہاں سے باہر نکلنے کا راستہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ یہ بھی میں نہیں جانتی ہوں۔ بھلا اسے کیا بتاتی؟ جب وہ میرے جوابات سن سن کر مایوس ہو گیا تو میرے بارے میں مجھ سے پوچھنے لگا۔ میں نے اُسے بتایا کہ میں یہاں اتنی خوشگوار زندگی گزار رہی ہوں کہ جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میری ایک بوڑھی ماں، ایک جوان بھائی اور ایک نوجوان بہن ہے۔ ہم سب پر سپر ماسٹر کی مہربانیاں ہیں۔ وہ باتوں کے دوران مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں اس کا ساتھ دوں۔ کم از کم یہ بتا دوں کہ اس عمارت کا مین سوئچ بورڈ کہاں ہے؟"

آفیسر نے بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے کیا جواب دیا؟ - وہ کم بخت بہت چالاک ہے۔ وہ مین سوئچ اس لئے آف کرنا چاہتا تھا کہ کوئی اُسے اسکرین پر نہ دیکھ سکے —— ہاں تو تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں بھلا کیا جواب دیتی۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ہمیں یہاں ہر کمرے میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں خود نہیں جانتی کہ مین سوئچ بورڈ کہاں ہے۔ آخر میں فرہاد نے جھنجھلا کر کہا تم سب جانتی ہو مگر بتانا نہیں چاہتیں۔ میں نے جواب دیا کہ جس آقا کا نمک کھاتی ہوں اس سے نمک حرامی نہیں کروں گی۔"

میں اس کی سوچ پڑھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ وہ بڑی خوبصورتی سے میرے خلاف رپورٹ پیش کر رہی تھی۔ مگر وہی رپورٹ میرے حسب منشا تھی۔ تھوڑی دیر بعد آفیسر نے مطمئن ہو کر اس سے کہا۔

"اب تم جا سکتی ہو۔"

وہ اٹھ کر جانے لگی۔ آفیسر نے میز پر ایک بٹن کو دباتے ہوئے کہا۔

"سپر ماسٹر آپ نے رپورٹ سن لی ہو گی اس کی ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے اس لئے میں نے اسے جانے کی اجازت دیدی ہے۔"

اس کمرے کے ایک اسپیکر سے آواز سنائی دی۔

"اچھی بات ہے اس کے لئے بیرونی دروازہ کھولا جا رہا ہے۔ اس سے کہو کہ وہ آٹھویں دروازے پر پہنچ جائے۔"

رمنا دروازے کے پاس کھڑی ہوئی اسپیکر سے ابھرنے والی آواز کو سن رہی تھی۔ اس نے سر ہلا کر کہا۔

"تھینک یو سر۔ میں آٹھویں دروازے پر پہنچ رہی ہوں۔"

وہ کمرے کے باہر آ گئی اور کوریڈور سے گزرنے لگی۔ اس وقت میرے جی میں آیا کہ میں فوراً اپنے کمرے سے نکلوں پھر دوڑتا ہوا آٹھویں دروازے تک پہنچ جاؤں۔ مگر یہ سب خام خیالی تھی۔ کیونکہ سپر ماسٹر یقیناً مجھے اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ پھر یہ کہ کمرے سے باہر نکل کر میں بھول بھلیوں کے جال میں پھنس جاتا۔ کبھی آٹھویں دروازے تک نہ پہنچ سکتا۔ تب میرے دماغ نے مجھ سے پوچھا کہ رمنا ایسی بھول بھلیوں سے گزر کر کس طرح آٹھویں دروازے کی طرف جا رہی ہے؟ میں نے سوچ کے ذریعہ رمنا کو مخاطب کیا۔

"ہیلو رمنا —— میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

رمنا نے ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"اوہ ڈیر تم میرے دماغ میں کب سے جھانک رہے ہو؟ میں نے آفیسر کے سامنے جو جواب دیا ہے وہ تم نے سُنا ہو گا۔ کہو میں نے انہیں کیسے مطمئن کیا ہے؟"

"میں نے سب کچھ سن لیا ہے۔ تم بہت ذہین ہو۔ اب بتاؤ کہ تم اس عمارت کے پیچیدہ راستوں کو کس طرح پہچان لیتی ہو۔ میں تو کمرے سے باہر نکلتے ہی ان راستوں میں گم ہو جاتا ہوں۔"

وہ فوراً ہی جواب نہ دے سکی۔ کیونکہ آٹھویں دروازے تک پہنچ گئی تھی اور وہ دو مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے۔ وہاں پہنچتے ہی وہ دروازہ کھل گیا۔ اس دروازے کے پیچھے متحرک دروازہ آ کر رک گیا کسی لفٹ کا دروازہ اوپر سے نیچے آتا ہے یا نیچے سے اوپر جاتا ہے وہ متحرک دروازہ دائیں سے بائیں آ کر ٹھیک آٹھویں دروازے سے مل گیا تھا۔ اس دروازے کے کھلتے ہی باہر نکلنے کا راستہ نظر آ گیا۔

رمنا اس دروازے سے گزرتی ہوئی عمارت کے باہر آ گئی جب وہ اپنے رہائشی بنگلے کی طرف جانے لگی تو وہ دو مسلح جوان بھی اس کے دائیں بائیں چلنے لگے وہ حیرانی اور پریشانی سے سوچنے لگی۔

"آج یہ دونوں گارڈز میرے ساتھ کیوں جا رہے ہیں ہم پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کیا سپر ماسٹر کو کچھ شبہ ہو گیا ہے؟"

میں نے سوچ کے ذریعہ اس سے کہا۔

"رمنا تم ان سے باتیں کرو۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ وہ دونوں تمہارے ساتھ کیوں لگائے گئے ہیں۔"

رمنا کی سوچ نے کہا —— "یہاں جتنے مرد اور عورتیں ماسک میں چھپے ہوئے ہیں انہیں باتیں کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں ان سے بات کروں گی تو سپر ماسٹر میرے ساتھ بڑی سختی سے پیش آئے گا۔"

"پھر تو بڑی مجبوری ہے۔ اب تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ شیطان تم پر اعتماد نہیں کر رہا ہے۔ وہ بہت محتاط ہے۔ جو بھی میرے قریب آتا ہے اُسے کڑی نگرانی میں رکھتا ہے۔"

رمنا کی پریشان سوچ نے کہا —— "اگر یہ دونوں سائے کی طرح میرے ساتھ لگے رہے تو میں ایرج سے کس طرح ملاقات کروں گی اور تم ایرج کی سوچ تک کیسے پہنچ سکو گے؟"

"ہاں! ایک نئی الجھن پیدا ہو گئی ہے۔ سپر ماسٹر کوئی نادان بچہ نہیں ہے۔ وہ اسی طرح محتاط رہ کر میرے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرتا رہے گا۔

اب ان حالات کے پیشِ نظر ذرا صبر کرنا ہوگا۔ میں تحمل سے کوئی تدبیر سوچنا چاہتا ہوں تم فکر نہ کرو میں ذہن کی آنکھوں سے تمہیں دیکھتا رہوں گا۔"

میں نے اس سے ذہنی رابطہ ختم کر دیا۔ پھر سوچنے لگا کہ میں رمنا کو کس طرح ایرچ سے ملا سکتا ہوں۔ سپر ماسٹر نے شاید یہی سوچ کر دو پہرے داروں کو اس کے ساتھ لگا دیا تھا کہ رمنا کہیں مجھ سے متاثر نہ ہو گئی ہو۔ میں نے اسے چادر کے نیچے چھپا کر نہ جانے کیا جادو کیا ہو۔ چادر کے سائے میں جو جادو چلتا ہے اس سے تو ہر عورت سحر زدہ ہو جاتی ہے۔ شاید یہی سوچ کر وہ شیطان اب رمنا پر بھروسہ نہیں کر رہا تھا۔

اس وقت میرے دماغ نے کہا کاش کہ میں یہاں سے باہر نکل کر رمنا کی کچھ مدد کر سکتا۔ وہاں سے باہر نکلنے کی بات دماغ میں آئی تو پھر مجھے یہ یاد آیا کہ رمنا کس طرح بھول بھلیوں سے گزر کر آٹھویں دروازے تک پہنچ گئی تھی۔ میں اتنی اہم بات پوچھنا بھول گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی رمنا کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"ہیلو رمنا —— ہماری بات ادھوری رہ گئی تھی۔ تم نے یہ نہیں بتایا کہ عمارت کے الجھے ہوئے راستوں کو کس طرح پہچان لیتی ہو۔"

اس کی سوچ نے کہا "ہاں میں بتانا بھول گئی تھی۔ وہاں کے راستوں کو پہچاننا بہت آسان ہے۔ وہاں جتنے کمرے ہیں ان کے دروازے بٹن دبانے کے بعد کھلتے ہیں۔ وہ بٹن ہر دروازے کے پاس دیوار پر لگے ہوئے ہیں۔ تم توجہ سے دیکھو گے تو تمہیں ہر دروازے کا بٹن مختلف نظر آئے گا۔ کوئی بٹن گول ہے۔ کوئی چوکور ہے۔ کوئی تکونی شکل کا ہے۔ غرضیکہ ہر بٹن ایک دوسرے سے مختلف ساخت کا ہے۔ بعض کے رنگ جدا جدا ہیں۔"

میں حیرانی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ بالکل معمولی سی بات تھی۔ مجھے ان بٹنوں کو توجہ سے دیکھنا چاہیئے تھا۔ لیکن بعض حالات میں ہم اتنے لاپروا ہو جاتے ہیں کہ ہمیں اپنے قمیض کے بٹن بھی یاد نہیں رہتے کہ گریبان کے اوپر سے نیچے تک کتنے بٹن ہیں۔ رمنا سوچ کے ذریعہ کہہ رہی تھی۔

"فرہاد اگر تم ان مختلف شکلوں اور رنگوں کے بٹنوں کو اپنی یادداشت میں محفوظ رکھ سکتے ہو تو پھر غور سے سنو اور اچھی طرح ذہن نشین کرو جس کمرے کے دروازے پر سبز رنگ کا بٹن ہے اس کے دائیں طرف کے کوریڈور میں مڑنے سے باہر جانے کا پہلا دروازہ سامنے آتا ہے۔ زرد رنگ کا بٹن دوسرے دروازے کے قریب پہنچاتا ہے۔ نیلے رنگ کا بٹن تیسرے دروازے کی طرف لے جاتا ہے...."

وہ بولتی جا رہی تھی میں مختلف بٹن کے رنگوں اور دروازے کے نمبروں کو ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔ جب اس نے پورے سولہ دروازے گنوا دیئے تو میں نے اس سے کہا۔

"سرخ رنگ کی بڑی اہمیت ہوتی ہے تم نے اتنے رنگ دیئے لیکن ان رنگوں میں کہیں سرخ رنگ کا ذکر نہیں آیا۔ سرخ رنگ کا بٹن کیوں نہیں ہے جبکہ یہاں کے مسلح باڈی گارڈ سرخ رنگ لباس پہنتے ہیں۔"

اس کی سوچ نے جواب دیا "سرخ رنگ کا بٹن بھی ہے لیکن اس سرخ بٹن کے بعد بائیں طرف جو کوریڈور ہے وہاں جوانوں کا سخت پہرہ رہتا ہے۔ میں نے آج تک کسی کو اس کوریڈور سے گزرتے نہیں دیکھا۔ یوں سمجھو کہ کسی کو اس کوریڈور سے گزرنے کی اجازت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ سپر ماسٹر اس کوریڈور کے کمرے میں چھپا رہتا ہے۔"

"ہاں! تمہارا خیال درست ہو سکتا ہے۔ تم نے بڑی اہم فراہم کی ہیں۔"

"لیکن فرہاد تم ان معلومات سے اس وقت تک فائدہ اٹھا سکو گے جب تک کہ ایرچ سے تمہارا رابطہ قائم نہ ہوگا —— دیکھو اب میں اپنے بنگلے کے دروازے پر پہنچ گئی ہوں۔ ایک جوان باہر کھڑا ہو گیا ہے دوسرا میرے ساتھ اندر آ گیا ہے۔"

میں نے مشورہ دیا "تم سونے کے بہانے خوابگاہ میں چلی جاؤ۔ کم از کم تمہیں سونے کی آزادی دی جائے گی۔"

رمنا بیڈ روم میں جانے کی بجائے ڈرائنگ روم کے ایک پر بیٹھ گئی۔ پھر اس کی سوچ نے کہا۔

"ان حالات میں سپر ماسٹر آزادی سے سونے کا بھی دے گا۔ میں بستر پر لیٹی رہوں گی اور وہ مسلح گارڈ میرے سرہانے رہے گا۔ تم سپر ماسٹر کو نہیں جانتے اپنے معاملات میں وہ بڑا سخت مجھے باتھ روم میں بھی تنہا جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔ پتہ نہیں یہ لوگ کب میرے سر پر مسلط رہیں گے —— کچھ کرو فرہاد۔"

میں کیا کروں اس وقت میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میری کے کانٹے تیزی سے وقت کا سفر طے کر رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چار بجنے والے تھے۔ حالانکہ اب بھی تین گھنٹے باقی تھے۔ مگر ایسی پیش آ گئی تھیں کہ کسی بھی لمحے چار بجتے نظر آ رہے تھے۔ رمنا پر میرے لئے بیکار ہو گئی تھی۔ میں نے دوسرے سہارے کے لئے کے باپ بنجامن کو یاد کیا۔ لیکن جب اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت وہ ماسک میں تھا۔ میں اس کے دماغ تک نہیں سکتا تھا اور نہ ہی اس سے کوئی مدد حاصل کر سکتا تھا۔ پھر مجھے آیا کہ رمنا کا ایک بھائی اور بوڑھی ماں بھی ہے۔ میں نے فوراً پوچھا۔ "تمہارے گھر میں تمہاری ماں یا تمہارا بھائی تو ہو گا۔"

رمنا کی سوچ نے کہا "انہیں یہاں موجود رہنا چاہیئے تھا۔ یہ گھر خالی ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ سپر ماسٹر مجھے اپنی ماں اور اپنے

سے بھی ملنے نہیں دے گا۔ شاید اسی لئے انہیں اس مکان سے پہلے ہی ہٹا دیا گیا ہے۔"

میں نے مایوس ہو کر اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ چادر میں منہ لپیٹے بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں نے کروٹ بدل کر اپنے منہ پر سے چادر ہٹا لی۔ اس کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ اسکرین پر مجھے دیکھا جا رہا ہوگا۔ مجھے توقع تھی کہ میرے بیدار ہوتے ہی سپر ماسٹر مجھے مخاطب کرے گا۔ لیکن خلافِ توقع بہت دیر تک خاموشی رہی۔ میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ مجھے سوتے دیکھ کر سپر ماسٹر بھی اپنی نیند پوری کر رہا ہوگا اور میری نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لئے اپنے کسی قابلِ اعتماد آدمی کو اسکرین کے سامنے ڈیوٹی پر لگا دیا ہوگا۔ خاموشی کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ جب تک سپر ماسٹر اسکرین کے سامنے نہیں آئے گا اور سپر ماسٹر کی آواز میں نہیں بولے گا اس وقت تک خاموشی رہے گی۔ میں نے اس وقفے میں سونیا کے ذہن پر دستک دی۔

وہ بے خبر سو رہی تھی۔ میری سوچ کی لہروں نے اسے جگا دیا۔ تھوڑی دیر تک وہ آنکھیں پھاڑے چاروں طرف دیکھتی رہی۔ پھر فوراً ہی اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ سپر ماسٹر کی قید میں مہمان کی حیثیت سے وقت گزار رہی ہے۔ میں نے کہا۔

"سونیا جاگتی رہو۔ میں یہاں سے نکلنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں۔ فی الحال ناکامی کا سامنا ہو رہا ہے۔ مگر میں مایوس ہونا نہیں جانتا۔ اگر ہمیں کامیابی ہوئی اور اگر اس عمارت میں کوئی ہنگامہ برپا ہوا تو تم اس کمرے سے باہر نہ نکلنا۔ بلکہ فوراً ہی جس پلنگ پر سو رہی ہو اس کے نیچے چلی جانا۔ تم اس بات کو یاد رکھو گی۔"

"ہاں تم جو کہو گے میں وہی کروں گی۔ یوں بھی میں خالی ہاتھ دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکوں گی۔ کیونکہ میرے فولادی ناخن اتار لئے گئے ہیں۔"

"تم پرواہ نہ کرو۔ بستر سے اٹھ کر دروازے کے پاس جاؤ۔ مگر اس طرح جاؤ جیسے تم وہاں کوئی چیز اٹھانے جا رہی ہو۔ یعنی کسی بھی بہانے وہاں جا کر چور نظروں سے اس بٹن کو دیکھو جس کے ذریعہ دروازہ کھلتا ہے۔ پھر مجھے بتاؤ کہ وہ بٹن کس شکل یا ڈیزائن کا ہے۔"

سونیا میری ہدایت کے مطابق بڑے اطمینان سے بستر سے اٹھی۔ پہلے وہ باتھ روم میں گئی۔ وہاں منہ پر پانی کی چھینٹیں مار کر تولیہ سے چہرہ پونچھتی ہوئی دروازے کے قریب رکھے ہوئے گلدان کو دیکھنے کے بہانے آگے بڑھتی چلی گئی۔ اسی دوران اس نے چور نظروں سے بٹن کو دوبارہ دیکھا۔ پھر گلدان کے پاس آ کر پلاسٹک کے پھولوں کو چھونے لگی۔ وہ پھولوں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی اور سوچ کے ذریعہ کہہ رہی تھی۔

"یہ سپر ماسٹر بڑا حرام زادہ ہے۔ چھوٹے سے بٹن پر ایک لڑکی کی چھوٹی سی تصویر بنی ہوئی ہے اور وہ بٹن تکونی شکل کا ہے۔"

"اب تم فکر نہ کرو کوئی ہنگامہ ہوا تو جلد ہی میں تمہارے کمرے تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اسپیکر سے آواز ابھری۔

"ہیلو فرہاد اس وقت تین بجنے میں پانچ منٹ باقی ہیں میں مانتا ہوں کہ تم ہر حال میں مطمئن رہنے کے عادی ہو۔ اس کے باوجود تمہارا یہ اطمینان کسی خطرے کا پیش خیمہ نظر آتا ہے۔"

میں نے بستر سے اٹھتے ہوئے کہا ——

"تم خطرے کے خوف سے دبلے ہوتے رہو۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ فی الحال تم مجھ پر ایک مہربانی کرو۔ میں باتھ روم میں جانا چاہتا ہوں اور روشنی میں مجھے شرم آتی ہے۔ پلیز تھوڑی دیر کے لئے وہاں اندھیرا کر دو۔"

"نہیں فرہاد۔ مجھ سے نادانی کی توقع نہ کرو۔ باتھ روم میں روشنی رہے گی۔ میں تمہیں اندھیرے میں کچھ کر گزرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

میں نے کہا "تم اتنے خوفزدہ کیوں ہو۔ بھلا میں باتھ روم کے اندھیرے میں کیا کر سکتا ہوں۔ چاروں طرف تمہارے مسلح گارڈز موجود ہیں۔ میں نہتا آدمی کیا کر سکتا ہوں۔"

"ہاں تم کچھ نہیں کر سکتے مجھے پورا یقین ہے مگر تمہاری کھوپڑی میں شیطانی دماغ ہے۔ میں تم پر بھروسہ نہیں کروں گا۔"

"نہ کرو" —— میں نے لاپروائی سے کہا۔ پھر الماری کے پاس جا کر اسے کھولا اور اس میں سے ایک لباس نکال کر پہننے لگا۔

"کیا ارادہ ہے؟" اسپیکر نے پوچھا۔

"اب میں باہر جاؤں گا۔"

"نہیں اب تم کہیں نہیں جاؤ گے۔"

"تعجب ہے۔ تم اپنے وعدے سے پھر رہے ہو۔ اتنی بڑی تنظیم مجھے چار بجے تک آزادی دینا چاہیئے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں اپنا وعدہ بھول چکا ہوں۔ تم جب سے یہاں آئے ہو مجھے اسکرین کے سامنے بیٹھنے پر مجبور کر رہے ہو۔ ابھی میں نے سوچا تھا کہ تمہاری نیند کے ساتھ ساتھ اپنی نیند بھی پوری کر لوں۔ مگر میری آنکھ لگتے ہی مجھے اطلاع دی گئی کہ تم پھر بیدار ہو گئے ہو —— یونان سنس —— تم نے میرا کھانا پینا اور سونا حرام کر دیا ہے میں اسی وقت تمہیں جہنم میں پہنچاؤں گا۔"

میں نے کہا "اس کے لئے تو میں بہت پہلے سے تیار ہوں۔ جب میں موت سے نہیں ڈرتا تو تم مجھے کس چیز سے ڈراؤ گے۔"

"مر جانے سے زیادہ زندہ رہنا بہت مشکل ہے۔ اب تمہیں پتہ چلے گا کہ تم زندہ رہ کر کس طرح موت سے بدتر زندگی گزارتے ہو.... ذرا انتظار کرو۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ میں لباس اور جوتے پہن کر باہر جانے کے لئے تیار تھا۔ مگر اب نہیں جا سکتا تھا۔ دو منٹ کے بعد ہی دروازہ کھلا اور پانچ مسلح جوان ہاتھوں میں اسٹین گنیں لئے کمرے میں آ گئے۔ انہوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر ایک نے مجھے کمرے سے باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ ان کے حکم پر چلنا ضروری تھا کیونکہ اب وہ مہمان سمجھ کر مروت کرنے والے نہیں تھے! اس لئے میں باہر کوریڈور میں آ گیا۔ دو مسلح گارڈز میرے دائیں بائیں تھے۔ دو پیچھے تھے اور ایک آگے چلتا ہوا ہماری رہنمائی کر رہا تھا۔ میں ان کے ساتھ چلتے وقت مختلف دروازوں کے بٹنوں پر نظر ڈالتا جا رہا تھا اور ہر بٹن کو دوسرے دروازے کے بٹن سے مختلف پا رہا تھا۔ مگر اب یہ معلومات میرے کس کام آ سکتی تھیں۔ مجھے تو شاید کسی جہنم میں پہنچایا جا رہا تھا۔

تقریباً تین منٹ تک چلتے رہنے کے بعد مجھے وہ سرخ بٹن نظر آیا اس کے بائیں طرف جو کوریڈور تھا وہاں واقعی سخت پہرہ تھا قدم قدم پر سرخ پوش جوان ہاتھوں میں اسٹین گن لئے کھڑے تھے۔ مجھے اسی کوریڈور کی طرف موڑ دیا گیا۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ جہاں کسی کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی وہاں سے وہ مجھے لے جا رہے تھے۔ میرے دماغ میں یہ سوال بار بار گونج رہا تھا۔

"کیا میں سپر ماسٹر کے قریب پہنچنے والا ہوں؟"

اس سوال کے ابھرتے ہی میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا میرے بدن میں ایسی توانائی اور ایسی بجلی سی بھر گئی کہ وہ شیطان اگر سامنے ہوتا تو میں فوراً ہی اس پر چھلانگ لگا دیتا۔ اچھا ہوا کہ وہ سامنے نہیں تھا۔ ایسے جنونی اضطراب کی حالت میں اکثر نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ میں خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

کوریڈور کے آخری سرے پر ایک دروازہ کھلا۔ وہ مجھے دھکیلتے ہوئے اندر لے گئے۔ میں نے اندر پہنچ کر دیکھا وہ ایک بہت بڑا ہال تھا مختلف جگہوں پر چھوٹی چھوٹی مشینیں نظر آ رہی تھیں۔ مشینوں کے سامنے کھڑے رہنے یا بیٹھنے والے لوگ اپنے لباس اپنی عمر اور اپنے چہروں سے معزز اور تعلیم یافتہ نظر آ رہے تھے۔ شاید ڈاکٹر یا سائنسدان تھے۔ مجھے ایک ایزی چیئر پر بیٹھنے کے لئے کہا گیا۔ میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ میرے چاروں طرف اتنی اسٹین گنیں تھیں کہ میں بے مقصد موت کو دعوت نہیں دے سکتا تھا۔

ایک ڈاکٹر اپنے ہاتھ میں بڑی سی سرنج لے کر میرے قریب آنے لگا۔ میں نے اسے دیکھتے ہی اٹھنا چاہا۔ مگر اسٹین گن کی دو نالیاں میرے سینے پر آ کر ٹھہر گئیں۔ دو میری کنپٹیوں سے لگ گئیں۔ مجبوراً میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ پھر مجھے اتنا ہی یاد ہے کہ ڈاکٹر نے میرے بازو میں سرنج کی سوئی چبھوئی تھی۔ اس کے بعد میں ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔

میں جو ذہن کا کھلاڑی تھا اپنی ساری ذہانت کھو چکا تھا۔ ایک کم عقل جانور بھی خود کو پہچان لیتا ہے اور میں خود کو نہیں پہچان رہا تھا۔ اگر میں کسی گہری تاریکی میں ڈوب گیا تھا تو مجھے اس کی بھی پہچان نہیں تھی۔ بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ میں وقتی طور پر مر گیا تھا۔ پھر پتہ نہیں کہ کتنے گھنٹے، کتنے دن یا کتنی صدیاں گزر گئیں۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ میرا ذہن اس طرح جاگنے لگا جیسے میں دوبارہ جنم لے رہا ہوں۔

پہلے میری آنکھیں بند رہیں۔ صرف کانوں میں اس دنیا کی دھیمی سی آوازیں آتی گئیں۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

"اب یہ ہوش میں آ رہا ہے۔ پوری طرح ہوش میں آنے کے پندرہ منٹ لگیں گے۔"

کوئی ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ مجھے پوری طرح سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کون ہوں اور کہاں ہوں؟ یہ سمجھنے کے لئے میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ نگاہوں کے سامنے ہر چیز دھندلی دھندلی نظر آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دھند چھٹنے لگی۔ منظر واضح ہونے لگا۔ میں ایک نیم تاریک کمرے میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے ہاتھ دونوں ہتھوں پر اور سامنے کے دو پایوں کے ساتھ میرے پاؤں چمڑے کے بیلٹ سے بندھے ہوئے تھے۔ میرے جسم کا اوپری حصہ بھی کرسی کی پشت سے بندھا ہوا تھا۔ میری نگاہوں کے سامنے ایک بڑا سا اسکرین تھا! اسکرین کے ساتھ ایک لاؤڈ اسپیکر رکھا تھا۔ میرے پیچھے ایک بڑی سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ اور ماسٹر سائمن دائیں طرف کھڑا ہوا تھا اور میرے بائیں طرف ایک شخص سفید کوٹ پہنے ہوا تھا۔ وہ حلیے سے ڈاکٹر یا سائنسدان نظر آ رہا تھا۔ ماسٹر سائمن نے کہا۔

"فرہاد یہ درست ہے کہ سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ آخر ٹیڑھا بننا پڑا۔ اب تمہیں بتایا جاتا ہے کہ سپر ماسٹر کس طرح دوسرے آواز میں تم سے گفتگو کیا کرتا تھا۔"

وہ مجھے وہی باتیں بتانے لگا جو میں اس کی سوچ کے ذریعے بہت پہلے ہی سن چکا تھا۔ یعنی سپر ماسٹر کے سامنے ایک ایسا شخص تھا جس کے دماغ کو انجکشن کے ذریعہ مفلوج کر دیا جاتا تھا۔ فولاد کی ایک ٹوپی پہنائی جاتی تھی! اس ٹوپی میں ریکارڈنگ سسٹم کے علاوہ ایسے آلات بھی تھے جو مفلوج دماغ کی رگ کو متاثر کرتے تھے۔ وہ رگ زبان تک قوت گویائی پہنچاتی تھی۔ سپر ماسٹر جو کچھ کہتا تھا وہ تمام باتیں ریکارڈ ہو جاتی تھیں۔ پھر دماغ کی رگ تک پہنچتی تھیں۔ ماسٹر سائمن نے دوبارہ یہ باتیں بتاتے ہوئے کہا۔

"فرہاد تمہارے دماغ کو بھی اسی طرح انجکشن کے ذریعے مفلوج کیا گیا تھا۔ پھر ریکارڈنگ کی آواز نے تمہارے مفلوج دماغ تک جو باتیں پہنچائیں ان باتوں کو تم اپنے لب و لہجہ میں ادا کرتے رہے اب تم خود ہی اپنی باتیں سنو۔ ابھی دو آدمیوں کے درمیان ہونے والی باتیں سنائی دیں گی۔ ان میں سے ایک شخص جزیرہ ہوائی کا سپرنٹنڈنٹ آف پولیس ہے اور دوسرے تم ہو۔"

پھر اس نے کسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ساؤنڈ اسٹارٹ۔"

دوسرے ہی لمحے اسپیکر سے آوازیں آنے لگیں۔ پہلی آواز سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کی تھی۔

"مسٹر فرہاد —— میکی کے قتل کے سلسلے میں تفتیش کرنے کے دوران پتہ چلا ہے کہ تم بہت بڑے فراڈ، قاتل اور اسمگلر ہو۔ اس کا سب سے پہلا ثبوت یہ پاسپورٹ ہے جس کے ذریعہ تم اپنے ملک سے یہاں آئے ہو۔ یہ پاسپورٹ جعلی ہے۔"

جواب میں میری آواز سنائی دی۔

"یہ پاسپورٹ ماسٹر یوشے نے میرے لئے بنوایا تھا۔ وہ مجھے زبردستی یہاں لایا ہے۔"

"ہم کسی ماسٹر یوشے کو نہیں جانتے۔ تم نے جعلی پاسپورٹ کے ذریعہ یہاں آ کر بہت بڑا جرم کیا ہے۔ پھر میکی کے وفادار ملازم چشم دید گواہ ہیں کہ لانچ میں تمہارا میکی سے جھگڑا ہوا تھا میکی نہتا تھا۔ تم نے اسے شوٹ کرنے کے بعد اس کی لاش سمندر میں پھینک دی۔"

میری آواز نے کہا۔ "میں نے مجبوراً اپنی جان بچانے کے لیے اسے قتل کیا تھا۔"

"جھگڑا کس بات پر ہوا تھا؟"

"میں پچیس لاکھ روپے کے ہیرے یہاں لے کر آیا تھا۔ میکی کو اس بات کا علم ہو گیا۔ میکی نے مجھ سے کہا کہ میں وہ تمام ہیرے یہاں کی حکومت کے حوالے کر دوں لیکن میں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ میں قانون کے خلاف کام کر رہا تھا اور میکی قانون کا ساتھ دے رہا تھا۔ میں نے اسے لالچ دیا کہ میں اسے پچاس ہزار ڈالر دوں گا لیکن اس نے میری بات نہیں مانی۔"

"اس لئے تم نے اسے قتل کر دیا۔"

"میرے راستے میں جو دیوار آتی ہے میں اسے گرا دیتا ہوں۔ نہ جانے اب تک میں کتنے قتل کر چکا ہوں۔ جناب ایس پی صاحب میں آپ سے بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ میرے راستے کی دیوار نہ بنیں اگر آپ میرا ساتھ دیں گے تو میں آپ کو مالا مال کر دوں گا۔ ورنہ مجبور ہو کر آپ کو بھی جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

"تعجب ہے تم اتنے بڑے پولیس آفیسر کو قتل کی دھمکی دے رہے ہو۔"

"اسے محض دھمکی نہ سمجھو۔ یہاں ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ ہماری باتیں ہم تک محدود رہیں گی۔ تم میرا ساتھ دینا چاہو گے تو کسی تیسرے کے ذریعے خبر نہ ہوگی۔ تمہارے انکار پر اگر میں تمہیں قتل کر دوں گا تو یہاں دیکھنے والا کوئی نہیں آئے گا —— بولو کیا کہتے ہو۔"

"فرہاد —— تم خود کو بہت چالاک اور دلیر سمجھتے ہو۔ مگر میں نے بھی گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہوا ہے۔ ہوٹل کے اس کمرے میں آنے سے پہلے ہی میں نے ریکارڈنگ کے تمام انتظامات کر لئے تھے اس وقت تمہاری گفتگو کا ایک ایک لفظ ریکارڈ ہو رہا ہے! اس وقت تم خود اپنی زبان سے اپنے قاتل اور اسمگلر ہونے کا اعتراف کر رہے ہو۔ تمہارا یہ ساؤنڈ ٹیپ دنیا کی کسی عدالت میں سنایا جائیگا تو تمہیں یقیناً سزائے موت سنائی جائیگی۔"

میری آواز سنائی دی۔ "تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ محض دھمکی دے رہے ہو۔ اگر میری آواز ریکارڈ کی جا رہی ہے تو پھر فوراً بتاؤ کہ مائک اور ریکارڈر کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔"

"ارے ارے۔ تم نے ریوالور نکال لیا ہے۔" ایس پی کی گھبرائی ہوئی آواز کے ساتھ ایک کرسی گرنے کی آواز سنائی دی۔ "خبردار فائر نہ کرنا میرے پاس بھی ریوالور ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی پھر ایس پی کے چیخنے اور کراہنے کی آوازیں آتی رہیں اس کے بعد اسپیکر خاموش ہو گیا۔ میں کرسی سے بندھا ہوا حیرانی سے آنکھیں پھاڑے اسپیکر کو دیکھ رہا تھا۔ میں کچھ نہیں جانتا تھا کہ جزیرہ ہوائی کا کوئی پولیس آفیسر میرے پاس کب آیا تھا اور کس ہوٹل کے کمرے میں گفتگو کے دوران میری آواز ریکارڈ کر لی تھی لیکن وہ آواز میری ہی تھی۔ میں اپنے لب و لہجے کو سن کر اس آواز سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ تب ماسٹر سائمن نے کہا۔

"پہلی بار میں نے تم سے کہا تھا کہ تم ماسٹر یوشے اور میکی کے قاتل ہونے کا اعتراف کر لو لیکن تم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم تمہیں اپنا مطیع و فرمانبردار بنانے کے لئے تمہارے خلاف بلیک میلنگ کا مواد جمع کر رہے ہیں۔ اب دیکھ لو کس طرح تم نے اپنے جرائم کا اعتراف کیا ہے اس مقصد کیلئے وہی طریقہ اختیار کیا گیا تھا جس طریقے سے سپر ماسٹر کرائے کی آوازیں تم سے باتیں کرتا رہا ہے۔"

میں غصہ اور نفرت سے ماسٹر سائمن کو دیکھ رہا تھا۔ جو جرائم مجھ سے سرزد نہیں ہوئے تھے انہیں بھی سچ ثابت کرنے کے لیے مجھ سے ہی اقرار کرایا گیا تھا اور میری آواز میں ہی انہیں ریکارڈ کر لیا گیا تھا۔ ماسٹر سائمن نے فاتحانہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا؟ اب تمہارے سامنے ویڈیو فلمیں چلائی جائیں گی۔ جن میں تم نے بڑے اہم رول ادا کیے ہیں۔"

اتنے میں ہال کا دروازہ کھلا۔ مجھے سونیا نظر آئی۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت کی طرف بندھے ہوئے تھے اور دو مسلح گارڈز اسے اسٹین گن سے ٹہوکے دیتے ہوئے آگے بڑھا رہے تھے۔ وہ میرے پاس آ کر کھڑی ہو گئی مجھے اس طرح کرسی سے بندھا دیکھ کر وہ بے بسی سے بولی۔

"فرہاد! سپر ماسٹر نے مجھے یہاں اس لیے بھیجا ہے کہ میں تمہیں سمجھاؤں

میں نے اُسے جواب دیا تھا کہ تم صرف اپنی سمجھ سے کام کرتے ہو۔ تمہیں اپنے سامنے جھکانے کی کوشش میں وہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔"

"شاباش تم نے سپر مزاج کے مطابق جواب دیا ہے۔"

اچانک سپر ماسٹر کا قہقہہ گونجنے لگا۔ "بیٹے! تمہارا مزاج تو ابھی درست ہو جائے گا۔ پہلے اپنی بلیو فلم دیکھو اور سوچو کہ دنیا کے تمام ممالک میں خصوصاً تمہارے ملک میں تمہاری یہ فلمیں چوری چھپے ریلیز کر دی جائیں گی تو تم کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔ ماسٹر سائمن! پکچر اسٹارٹ کرو۔"

دوسرے لمحے سامنے بڑا سا اسکرین تاریک ہو گیا۔ پھر پروجیکٹر کے اسٹارٹ ہوتے ہی رنگین جذباتی فلم چلنے لگی۔ میں اسکرین پر خود کو ایمنہ کے ساتھ ایسے شرمناک انداز میں دیکھ رہا تھا کہ اُسے مزید دیکھنے کی بھی تاب نہ تھی۔ میں نے چیخ کر کہا۔ "بند کرو اسے۔ میں نہیں دیکھنا چاہتا اسے۔"

"تمہارے نہ دیکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ ساری دنیا اسے دیکھے گی۔"

پروجیکٹر کو بند کر دیا گیا۔ سپر ماسٹر کہہ رہا تھا "بس میری برداشت کی حد ختم ہو چکی ہے اور تمہاری ضد کی انتہا یہ ہے کہ اپنے خلاف بلیک میلنگ کا اتنا مواد دیکھنے کے باوجود جھکنے سے انکار کر رہے ہو۔ اب دیکھو کہ میں تمہیں کس طرح اپنا غلام بناتا ہوں۔ ماسٹر سائمن! اکیری آن مائی آرڈر۔۔۔"

ماسٹر سائمن نے ایک میز پر سے ایک فولادی ٹوپی اُٹھائی۔ پھر اُسے میرے سر پر رکھنے لگا۔ سونیا نے گھبرا کر کہا۔

"فرہاد! تمہارے ساتھ بہت بڑا ظلم کیا جا رہا ہے۔ یہ تمہارا برین واش کر رہے ہیں۔ تمہارے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو مٹا رہے ہیں۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔"

اُس کے دونوں ہاتھ پشت پر چمڑے کے تسموں سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ اس بندش کو توڑنے کی جدوجہد کرنے لگی۔ "فرہاد! یہ بہت خطرناک مشین ہے۔ تم اپنا ماضی بھول جاؤ گے۔ تم مجھے بھی نہیں پہچانو گے۔ فرہاد علی تیمور کی شخصیت مر جائے گی۔ تم صرف سپر ماسٹر کے احکامات کی تعمیل کرنے والے ایک غلام بن کر رہ جاؤ گے۔"

مجھے وہ فولادی ٹوپی پہنا دی گئی۔ میں مجبور تھا۔ جہاں بندھا ہوا تھا، وہاں سے ہل نہیں سکتا تھا۔ سونیا جب چمڑے کے تسموں کو توڑ نہ سکی تو اس نے یکبارگی اچھل کر ماسٹر سائمن کے سینے پر ایک لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا۔ مگر اسی وقت ایک مسلح گارڈ نے سونیا کے سر پر اسٹین گن سے ایک ضرب لگائی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سنبھلنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن دوسرے گارڈ نے بھی اسی طرح ایک ضرب لگائی۔ وہ ایک دم سے چکرا کر فرش پر گر پڑی۔ اس کے بعد اُٹھ نہ سکی۔

میں غصے سے تلملا رہا تھا۔ چیخ رہا تھا۔ اسی وقت میرے دماغ کو ایک ناقابلِ برداشت جھٹکا پہنچا۔ میری چیخ حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ دیدے پھیل گئے۔ میں یوں ساکت ہو گیا جیسے جسم سے جان نکل گئی ہو۔

وہ فولادی ٹوپی کو ایک تار کے ذریعے پیچھے رکھی ہوئی مشین سے منسلک کرنے کے بعد میرے دماغ کو برقی جھٹکے پہنچا رہے تھے۔ کے بعد سپر ماسٹر کے قہقہے سنائی دیئے۔

"گڈ بائی ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور، گڈ بائی۔ اب تم کسی اور روپ میں میرے سامنے آؤ گے۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی دماغ کو دوسرا جھٹکا پہنچا۔ کہ میں نے چیخ ماری تھی۔ مگر مجھے اپنی ہی چیخ سنائی نہیں دی۔ سُن ہو گیا۔ تیسرا جھٹکا لگتے ہی جیسے روح جسم سے پرواز کر گئی۔ دھواں بن کر اُڑ گیا۔ میرے دماغ کے ساتھ کچھ ایسا ہی ہوا ہو گا۔ کیلئے اب شعور کی دنیا میں موجود نہیں تھا۔

وقفہ۔ ایک پل کا، یا ایک صدی کا۔ ایک عارضی موت کے بعد جنم لینے کیلئے نہ جانے کیسی وادیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ میں آج ایک پل یا ایک صدی کے اندھے سفر کے کرب سے گزر رہا تھا اور دوسرے جنم تک پہنچنے سے پہلے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میرے آگے کیا آنے والا ہے۔ قیامت کی ہر گھڑی گزر جاتی ہے۔ مجھ پر وہ وقت بھی گزر گیا۔

میں دوسری بار جنم لے رہا تھا۔ کسی جگہ آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اس لئے میں دیکھ نہیں سکتا تھا البتہ کانوں میں سنسناہٹ سی ہو رہی تھی۔ پھر وہ سنسناہٹ مختلف قسم کی آوازوں میں تبدیل ہونے لگی۔ وہ آوازیں کیسی تھیں؟ اگر کچھ لوگ بول رہے تھے تو وہ کس زبان میں بول رہے تھے؟ میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کیونکہ ایک نوزائیدہ بچہ دنیا کی کسی زبان کو نہیں سمجھتا۔

میں نوزائیدہ نہیں تھا مگر دماغی طور پر نوزائیدہ بچے کی طرح نہ تو موجودہ حالات کے متعلق کچھ سوچ سکتا تھا اور نہ ہی اپنے سمجھ سکتا تھا۔ میری داستان پڑھنے والوں کے ذہن میں یہ سوال کہ جب میرا ذہن تبدیل ہو چکا تھا اور میں فرہاد علی تیمور کی شخصیت نہیں سکتا تھا تو پھر میں اس دور کی یا اس جنم کی داستان

بے شک یہ سوال بہت اہم ہے اور اس کا جواب طور پر دینا ہے مگر آپ سے درخواست ہے کہ آپ ابھی نہ کریں۔ اپنے اس سوال کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں۔ میری کو پڑھنے کے دوران آپ کو اپنے سوال کا مکمل جواب مل جائے گا۔

بہت دیر تک خاموش پڑے رہنے کے بعد میری آہستہ کھلنے لگیں۔ آنکھیں کھلتے ہی یہ دنیا بڑی خوبصورت ایک بہت اچھا کمرہ تھا جس کی دیواریں ہلکے نیلے رنگ کی پر پھولدار پردے لہرا رہے تھے۔ چھت سے لٹکا ہوا فانوس بکھیر رہا تھا۔ دو حسین لڑکیاں سفید لباس میں میری پائنتی ایک شخص مجھ پر جھکا ہوا میری نبض دیکھ رہا تھا۔ ہی وہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے پیچھے دو اور آدمی

ہوئے تھے۔ ایک شخص کے ہاتھوں میں ایک موٹی سی ڈائری تھی جس کی جلد پر چمڑا منڈھا ہوا تھا۔ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا مگر اس وقت سمجھ نہیں رہا تھا کہ یہ دیواریں اور کھڑکی پر لٹکے ہوئے پردے کیا ہوتے ہیں؟ میری پائنتی کھڑی ہوئی حسیناؤں کو اور آس پاس نظر آنے والے تین مرد انسانوں کو الگ الگ عورت اور مرد کہا جاتا ہے۔ یہ بھی میں نہیں جانتا تھا۔

اس وقت میری کیا حالت تھی یہ اب میں اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا۔ مگر میرے اندر نامعلوم تجسس اور بے چینی سی تھی جو مجھے کچھ بولنے پر مجبور کر رہی تھی۔ جب کچھ بولنے کے لئے میری زبان حرکت میں آئی تو وہ دنیا کے انٹرنیشنل نوزائیدہ بچوں کی زبان تھی "غوں غاں۔ اوں اوں۔ واں واں۔"

میں نے منہ سے آوازیں نکالتے ہوئے اِدھر اُدھر سر گھما کر دیکھا۔ جس کے ہاتھ میں چمڑے کی ڈائری تھی وہ جلدی جلدی اس میں کچھ لکھتا جا رہا تھا۔ وہ تینوں مرد آپس میں باتیں کرتے جا رہے تھے۔ ان میں سے جس شخص نے مجھ پر جھک کر میری نبض دیکھی تھی شاید اس کی بہت اہمیت تھی کیونکہ وہ جو کچھ کہتا تھا وہ بات ڈائری میں ضرور لکھی جاتی تھی یعنی وہ شخص ڈاکٹر تھا اور جو میری پائنتی کھڑی ہوئی تھیں وہ نرسیں تھیں۔

ان میں سے ایک نرس میرے لئے گلاس میں دودھ لے آئی۔ ڈاکٹر نے مجھے بستر پر اٹھ کر بیٹھنے کے لئے سہارا دیا تو میں ذرا سا سہارا پا کر بیٹھ گیا۔ کیونکہ کس طرح بیٹھا جاتا ہے۔ لیٹا جاتا ہے اور کھایا پیا جاتا ہے یہ سب باتیں مجھے اپنی پچھلی زندگی کے رشتے سے معلوم تھیں۔ لیکن یہ معلومات میرے ذہن کے کسی تاریک گوشے میں چھپی ہوئی تھیں جو ذرا سا سہارا پا کر مجھے سمجھا دیتی تھیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ جب نرس نے دودھ کا گلاس میرے ہونٹوں سے لگایا تو میں نے منہ سے سانس کھینچ کر دودھ کا ایک گھونٹ لیا۔ مجھے زور کا ٹھسکا لگا۔ ڈاکٹر میری پیٹھ سہلا کر ہاتھ کے اشارے سے سمجھانے لگا کہ مجھے ٹھہر ٹھہر کر پینا چاہئے۔ میں اس کا اشارہ تو نہ سمجھ سکا لیکن اس بار میں نے سنبھل کر ایک گھونٹ پیا۔ کیونکہ میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اسے آہستہ آہستہ پیتے وقت میں تراوٹ محسوس کر رہا تھا۔ دودھ پینے کے بعد مجھے اشارے سے لیٹنے کے لئے کہا۔ یا میں خود ہی لیٹ گیا۔ ڈاکٹر نے مجھ سے پوچھا۔

"کیا تم ہماری بات سمجھتے ہو؟"

میں چپ چاپ اس کا منہ تکنے لگا۔ کیونکہ اس کی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے لکھنے والے کی طرف گھوم کر کہا۔

"اسے نوٹ کرو۔ اسے انگریزی زبان سکھانے کے لئے فوراً ہی شخص کو مقرر کیا جائے۔"

پھر ڈاکٹر نے نرس سے دودھ کا گلاس لے کر مجھ سے پوچھا۔

"یہ کیا ہے؟"

میں جواب نہ دے سکا۔ اس نے گلاس پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"گلاس"۔ جواب میں میں بدستور خاموش رہا۔ وہ مجھے بولنے پر اکسانے لگا۔ اپنے ہونٹوں اور اپنی زبان کو دکھا کر بتلانے لگا کہ کس طرح مجھے بولنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ "گ۔ گ۔ لاس۔ لاس" میں اس کے ساتھ ساتھ گ۔ گ۔ لاس۔ لاس بولنے لگا۔ ڈاکٹر نے لکھنے والے کی طرف پلٹ کر کہا۔

"اِٹ اِز ایزی ٹو ٹیچ ہِم۔ یہ بہت جلد بڑی آسانی سے بولنا سیکھ جائے گا۔"

میں اس کی طرف خالی خالی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت دیر تک میرے قریب رہ کر میری اسٹڈی کرتے رہے۔ مجھے گلاس، پانی، دودھ، مرد اور عورت کی پہچان کراتے رہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر کے ساتھ ایک آدمی باہر چلا گیا۔ وہ لکھنے والا دونوں نرسوں کے ساتھ موجود رہا۔ اتنی دیر میں انھوں نے جتنی باتیں مجھے سکھائی تھیں وہ میرے نئے ذہن میں محفوظ ہو گئی تھیں۔ کیونکہ میرا پرانا خوابیدہ ذہن غیر شعوری طور پر میری مدد کر رہا تھا۔ یہ باتیں سیکھتے وقت مجھے یوں لگتا تھا جیسے میں ان باتوں کو پہلے سے جانتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ذرا سا سمجھاتے ہی میں سمجھ جاتا تھا۔

اس کے بعد مجھے سکھانے پڑھانے کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ کتنے ہی استاد صبح سے شام تک میرے ساتھ لگے رہتے تھے اور مجھے ایک ایک چیز کے نام بتاتے تھے اور کسی بات کے اظہار کا طریقہ سکھاتے تھے۔ جہاں میری رہائش تھی اس مکان کو میں نے اندر سے اچھی طرح گھوم کر دیکھا۔ وہ ایک چھوٹا سا خوبصورت بنگلہ تھا۔ وہاں میرے آرام اور ضرورت کا تمام سامان موجود تھا۔ شام کو میرے لئے ایک کار آتی تھی اور ایک حسین دوشیزہ مجھے اپنے پاس بٹھا کر روزانہ اس جزیرے کی سیر کراتی تھی۔ رات کا اندھیرا پھیلنے تک وہ میرے ساتھ سمندر کے کنارے وقت گزارتی تھی۔ وقت گزارنے کے دوران وہ مجھے بہت سی باتیں سکھاتی رہتی تھی۔ جب تک میں جاگتا رہتا اور دوسرے لوگ مجھ سے ملتے رہتے اس وقت تک ہنستے بولتے کھاتے پیتے کچھ نہ کچھ سیکھنے کا عمل جاری رہتا تھا۔

ایک ماہ کے بعد ہی میں دوسروں کی طرح بولنے اور سمجھنے والا انسان بن گیا تھا۔ مجھے اچھی طرح گنتی بھی آ گئی تھی۔ میں گزرتے ہوئے وقت کو ایک ایک منٹ کے حساب سے گن سکتا تھا۔ اپنی ضرورت کی ہر بات زبان سے ادا کر سکتا تھا اور اب لکھنے پڑھنے کے مرحلے سے گزر رہا تھا۔ اس عرصے میں میں مرد اور عورت کے فرق کو بھی اچھی طرح سمجھ گیا تھا جب کوئی حسین دوشیزہ میرے قریب آتی تو میں اپنے اندر ایک عجیب سی بے چینی محسوس کرتا۔ پہلے پہل میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ چپ چاپ اپنے طور پر سوچتا رہا کہ یہ لڑکیاں اتنی اچھی لگتی ہیں انہیں چھونے کو جی چاہتا ہے۔ پھر جی چاہتا ہے کہ ان کے مخملی جسم پر ہاتھ پھیر کر دیکھا جائے کہ کیسی لگتی ہیں۔ مگر میں صرف سوچ کر ہی رہ جاتا تھا۔ ایک شام وہ لڑکی

کاسے کرائی۔ ٹائم ٹیبل کے مطابق وہ مجھے اپنے ساتھ ہوا خوری کے لئے لے گئی۔ اس روز میں اُسے بار بار سر سے پاؤں تک دیکھتا رہا۔ سمندر کے کنارے پہنچ کر اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آج تم مجھے بار بار دیکھ رہے ہو کیا بات ہے؟"

یہ کہہ کر وہ کار کا دروازہ کھولتی ہوئی باہر چلی گئی۔ سمندر کی طرف بڑھتے وقت اس کی پُشت نظر آ رہی تھی۔ وہ اورنج کلر کے بلاؤز اور سیاہ چیک دار اسکرٹ میں بلا کی حسین لگ رہی تھی۔ چلتے وقت ریت میں پاؤں دھنستے تھے اور وہ بڑے ناز و ادا سے کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر سے لچک جاتی تھی۔ پتہ نہیں قدرت نے عورت کے وجود میں کیسی شاعری بھر دی ہے اور اسے کیا معزز بنایا ہے۔ وہ جانتی تھی کہ میں اس کے پیچھے کھنچا چلا آؤں گا۔

یہی ہوا میں کار سے نکل کر اس کے پیچھے یوں جانے لگا جیسے وہ مجھے ان دیکھی زنجیر سے باندھے اپنی طرف کھینچ رہی ہو۔ وہ ایک جگہ رُک گئی۔ سمندر بے چینی سے لہراتا ہوا اپنی لہروں سے اس کے قدموں کو چوم رہا تھا ڈوبتے ہوئے سورج کی لالی اس کے حسین چہرے پر مچل رہی تھی۔ سمندر کا نیلا نیلا سا رنگ اس کی آنکھوں میں اُتر آیا تھا۔ وہ کتنے ہی رنگوں کی دھوپ چھاؤں میں یوں لگ رہی تھی جیسے آسمان کی بلندیوں سے سمندر کے ساحل پر میرے لئے اتاری گئی ہو۔ میں نے اس کے رو برو کھڑے ہو کر کہا۔

"تم کار سے نکل کر یہاں آ رہی تھیں اس وقت تمہارا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا اس کے باوجود تم اتنی دلکش لگ رہی تھیں کہ دل بے اختیار تمہاری طرف کھنچا جا رہا ہے۔ تم بہت اچھی لگتی ہو۔ میں تمہاری تعریف کیسے کروں؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "تمہارے بنگلے میں کتنی ہی لڑکیاں تمہاری خدمت کے لئے آتی ہیں وہ بھی تو حسین ہوتی ہیں۔"

"ہاں وہ بھی حسین ہوتی ہیں۔ تم جتنی لڑکیاں ہو سبھی مجھے اچھی لگتی ہیں۔ تم لوگوں کو دیکھ کر مجھ میں عجیب سی بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ......"

"ہاں ہاں بولو رک کیوں گئے؟"

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"میرا جی چاہتا ہے کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ لوں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ سمندر کی لہریں کھلکھلا کر اس کے قدموں میں لوٹنے لگیں۔ آبی پرندے کھلکھلاتے ہوئے اپنے پروں کو پھیلا کر سر پر سے گزرنے لگے۔ ایک عورت ہنستی ہے تو سارے نظارے کھلکھلا کر ہنس پڑتے ہیں۔ عجیب رومانی ماحول تھا۔ وہ اپنا ہاتھ بڑھاتی ہوئی بولی۔

"تمہیں منع کس نے کیا ہے۔ لو ہاتھ پکڑ لو۔"

وہ میری رہنمائی کر رہی تھی۔ اور مجھے بتانے لگی کہ عورت کس طرح شجرِ ممنوعہ کہلاتی ہے مگر وہ میرے لئے ممنوعہ نہیں تھی۔ اس نے کہا "کیونکہ تم ہمارے ماسٹر کے سب سے قابلِ اعتماد غلام ہو۔"

میں نے پوچھا "یہ ماسٹر کون ہے اور غلام کسے کہتے ہیں؟"

"ماسٹر ہمارا مالک ہمارا ان داتا ہے۔ اس جزیرے کا حاکم ہے۔ ہمارا عیش و آرام سب کچھ اسی کے دم سے ہے۔ ہم سب اس کے [illegible] ہیں مگر غلاموں میں تمہارا رتبہ سب سے اونچا ہے۔ غلام اُسے کہتے ہیں جو اپنے آقا کا ہر حکم بجا لاتا ہے خواہ وہ حکم جائز ہو یا ناجائز۔ تم ایک اشارے پر اپنی جان دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہو۔ تم اتنے [illegible] ہو کہ اپنے ماسٹر کے کتنے ہی خطرناک دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکے ہو۔"

میں اس کی باتیں حیرانی سے سُن رہا تھا۔ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں اپنے آقا کے کتنے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں۔ میں اکثر سوچتا تھا کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ مگر مجھے کچھ نہیں آتا تھا جو مجھے سکھانے اور پڑھانے آتے تھے ان سے بھی یہی سوال کرتا تھا وہ مجھے تسلی دیتے ہوئے کہتے۔

"تم اپنے ذہن پر زور نہ ڈالو تمہیں رفتہ رفتہ سب کچھ معلوم ہو گا۔ اپنے بارے میں کچھ معلوم کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس دنیا کی اپنے آس پاس کی ایک ایک چیز کو اور دوسرے انسانوں کو ایک [illegible] کی حیثیت سے پہچانو۔ پھر تم خود کو بھی پہچان لو گے۔"

میں نے جھنجھلا کر کہا "میں کب اپنے آپ کو سمجھوں گا؟"

وہ میری گردن میں بانہیں ڈالتی ہوئی بولی۔

"میں تمہیں سمجھا رہی ہوں تم سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"کیا خاک سمجھوں۔ جو کچھ تم کہہ رہی ہو اگر اس کا تعلق میری ذات سے ہے تو وہ باتیں مجھے یاد کیوں نہیں آتیں؟"

"تم ایک حادثے میں اپنی یادداشت کھو چکے ہو۔"

"کیسا حادثہ؟"

"دشمن تمہارا پیچھا کر رہے تھے اور تم تیز رفتاری سے کار چلا رہے تھے۔ شاید تمہارا ہاتھ اسٹیرنگ سے بہک گیا تھا یا نہ جانے کیا ہوا تمہاری کار درخت سے ٹکرا گئی تھی۔ تم بُری طرح زخمی ہونے کے بعد بے ہوش ہو گئے تھے ایسے وقت دشمن تمہارے سر پر آ پہنچے تھے [illegible] نے ان کا مقابلہ کیا انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ پھر تمہیں اٹھا کر [illegible] کے ذریعہ اس جزیرے میں لے آیا۔ تم اس واقعہ سے اندازہ کرو کہ ماسٹر کس طرح تمہیں دل و جان سے چاہتا ہے۔ وہ تمہارے لئے [illegible] میں کود پڑا تھا کیونکہ تم بھی اس کے لئے خطرات کا سامنا کرتے رہتے [illegible]"

"مگر وہ ماسٹر کہاں ہے؟ کتنے دن ہو گئے وہ میری خیریت دریافت کرنے کیوں نہیں آیا؟"

"وہ پچھلے ایک ماہ سے اس جزیرے میں نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہزاروں میل دور بیٹھا تمہاری خیریت دریافت کرتا رہتا ہے یہاں تم کتنے عیش و آرام سے ہو۔ یہ سب اسی کی مہربانی ہے۔ وہ یہاں آتے ہی سب سے پہلے تم سے ملے گا۔"

میں نے بیزاری سے کہا۔

"پتہ نہیں میرے دماغ کو کیا ہو گیا ہے۔ مجھے پچھلی زندگی کب یاد آئے گی۔ پچھلی یادوں کے بغیر میں خود اپنے لئے اجنبی بن گیا ہوں۔ یہاں جزیرے میں اتنے انسانوں کے ساتھ رہ کر بھی خود کو تنہا محسوس کرتا ہوں۔"

"میری قربت میں اپنی تنہائی کو بھلا دو۔ مایوس ہو کر تم خود کو کبھی نہیں پہچان سکو گے۔ تم تو بولنا بھی نہیں جانتے تھے اس دنیا کی کسی چیز کو اس کے نام سے نہیں پہچانتے تھے اب بولنے بھی لگے ہو اور پہچاننے بھی لگے ہو۔ تمہاری یہ کوشش جاری رہی تو تم خود کو بھی پہچان لو گے۔ پھر تمہیں پچھلی تمام باتیں یاد آ جائیں گی۔ تم ابھی صرف مجھے یاد کرو۔"

میں ماضی کی بھولی ہوئی محبوباؤں کو اس حسینہ کے ذرّے ذرّے سے یاد کرنے لگا۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میرے لاشعور میں دفن ہو جانے والی بہت سی باتیں اور بہت سی یادیں میرے سیکھنے اور سمجھنے کے دوران چھپ چھپ کر میری مدد کرتی تھیں۔ اس وقت مجھے یوں لگا جیسے شاید پچھلی زندگی میں مجھے یہ تربیتیں حاصل ہو چکی تھیں۔

وہ شام بہت خوب صورت تھی۔ ہم اندھیرا پھیلنے تک ساحل کی ریت پر لیٹے رہے۔ دور دور تک ویرانی اور سناٹا تھا۔ شاید اس حصے میں کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اسی لئے ہم بڑی آزادی سے ٹھنڈی ریت پر لیٹے ہوئے گرم جذبوں سے آشنا ہوتے رہے۔ سمندر کی لہریں کبھی کبھی جذباتی ہو کر ہم پر سے گزر جاتی تھیں اور کبھی دور ہی دور سے ہمارے بھیگنے کا تماشا دیکھتی تھیں۔ جب ہم وہاں سے لوٹے تو میں ایسی مسرتوں سے آشنا ہو چکا تھا جو کبھی کبھی کسی کے حصے میں آتی ہیں۔

واپسی میں اس نے کہا۔

"تم عجیب آدمی ہو۔ میرے اتنے قریب آ گئے۔ مگر میرا نام نہیں پوچھا۔"

"تمہارا نام ڈارلنگ ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"ڈارلنگ کوئی نام نہیں ہے۔ جو بھی عورت پیاری لگتی ہے اسے ڈارلنگ کہا جاتا ہے میرا نام ایمنہ ہے۔"

اس نے اپنا نام بتا کر مجھے کنکھیوں سے دیکھا۔ پھر شوخی سے پوچھا "کیا تمہیں یاد نہیں آتا کہ یہ نام پہلے بھی سُن چکے ہو؟"

میں نے ذہن پر زور دیا مگر مجھے یاد نہیں آیا کہ اس حسینہ کے ساتھ میں ایک بار بلیو فلم کا کردار بن چکا ہوں۔ میں نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

"مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔ کیا تم میری پچھلی زندگی میں مجھ سے مل چکی ہو؟"

"ہاں کئی بار مل چکی ہوں۔ یہ بات بھی ایک دن تمہیں یاد آ جائے گی۔"

بنگلے پر پہنچ کر میں باتھ روم میں غسل کرنے چلا گیا۔ ایمنہ اس آدمی کے پاس جا کر بیٹھ گئی جو میرے متعلق تمام باتیں چمڑے کی ایک ڈائری میں نوٹ کرتا رہتا تھا۔ ایمنہ ہر شام واپس آنے کے بعد اسے رپورٹ سناتی تھی اور وہ لکھتا جاتا تھا۔ میں نے غسل کرنے کے بعد واپس آ کر دیکھا تو ایمنہ جا چکی تھی۔ میں اس آدمی سے ڈائری لے کر اس شام کی رپورٹ پڑھنے لگا۔ اس کمبخت ایمنہ نے ساری باتیں لکھوا دی تھیں کہ سمندر کے ساحل پر میں اس کے ساتھ کس طرح پیش آیا تھا اور اپنی یادداشت کے بارے میں کس طرح باتیں کر رہا تھا۔ میری نئی زندگی کی تمام مصروفیات کو اس ڈائری میں نوٹ کیا جا رہا تھا۔

دو ماہ بعد مجھے ایک گنبد نما عمارت میں پہنچایا گیا۔ یہ وہی عمارت تھی جس کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر میں نے اپنے ماضی کو گم کر دیا تھا۔ اس عمارت میں داخل ہونے کے بعد جب میں مختلف کوریڈورز سے گزرنے لگا، کبھی دائیں اور کبھی بائیں ہونے لگا تو اس وقت میرے دماغ سے کوئی یاد چھپ چھپ کر کہنے لگی کہ میں پہلے بھی ایسی جگہوں سے گزر چکا ہوں۔ میرے موجودہ ذہن نے سمجھایا۔

"ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ میں یہاں پہلے بھی کئی بار آتا رہا ہوں کیونکہ میں اپنے ماسٹر کا بہت ہی قابلِ اعتماد غلام ہوں۔"

خود کو غلام کے طور پر سوچتے وقت مجھے اپنی توہین اور ذلت کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ آزادی اور غلامی کے مفہوم کو نہیں سمجھ رہا تھا۔ میرے نئے ذہن کو سکھانے اور پڑھانے کے دوران یہی سمجھایا جاتا تھا کہ ہم سب غلامی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ ماسٹر کا فرمانبردار رہنے میں ہی ہماری عزت ہے۔ اس جزیرے کے باہر جو دنیا ہے وہاں لوگ ایک خدا یا ایک گاڈ یا ایک بھگوان کو پوجتے ہیں۔ مگر یہاں ایسا کوئی مذہب نہیں ہے۔ یہاں ہم ماسٹر کی مرضی سے پیدا ہوتے ہیں۔ ماسٹر کے حمد [illegible] پڑھتے ہیں اور ماسٹر کے حکم پر اپنی جان دے دیتے ہیں۔

جب ایک [illegible] سادہ دماغ کو ایسا سبق پڑھایا جائے تو وہ اسی سبق کو [illegible] اور یاد رکھے گا۔ اور اسی پر عمل کرے گا۔ میرا بھی یہی حال تھا۔ میرے دماغ میں چابی بھر دی گئی تھی اور میں اس کے مطابق حرکتیں کر رہا تھا۔ وہ دونوں مسلح گارڈ مجھے اپنے درمیان لے کر چل رہے تھے پھر ایک دروازے کے سامنے پہنچ کر رُک گئے۔ ان میں سے ایک نوجوان نے دیوار پر لگے ہوئے بٹن کو دبایا۔ ایک بار رمنا نے مجھے بتایا تھا کہ اس عمارت کے پیچیدہ راستوں کو سمجھنے کے لئے ان بٹنوں کے فرق کو اور ان کی مختلف ساخت کو یاد رکھنا ضروری ہے۔ اس وقت ایک نوجوان میرے سامنے جس بٹن کو دبا رہا تھا وہ بٹن دائرے کی شکل کا تھا۔ لیکن مجھے رمنا

اوراس کی باتیں اور دشمنوں کی مختلف شکلیں یاد نہیں رہی تھیں۔

دروازہ کھلتے ہی اندر ایک بڑا سا ہال نظر آیا۔ میں نے اس ہال میں قدم رکھا تو وہ دروازہ میرے پیچھے خود بخود بند ہو گیا۔ اس ہال میں چند نوجوان نشانہ بازی کی مشق کر رہے تھے۔ ان سے ذرا دور ٹارگٹ کے طور پر چند مُردہ انسانی پتلے کھڑے ہوئے تھے۔ ہر نشانہ باز کے پیچھے ایک شخص کھڑا ہوا ان کے اسکور کو نوٹ کر رہا تھا۔ ایک بوڑھا شخص مجھے دیکھتے ہی میرے قریب آیا اور مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

"ہیلو فرہاد صاحب۔ آپ بہت عرصے کے بعد نشانہ بازی کے لئے آئے ہیں۔ آیئے اور اپنے ٹارگٹ کے سامنے کھڑے ہو جایئے۔"

میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیا میں یہاں پہلے بھی آ چکا ہوں؟"

جی ہاں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ اپنی یادداشت کھو بیٹھے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ آپ نشانہ بازی کے فن کو بھی بھول گئے ہوں گے۔ آیئے ہم ابھی آزما لیتے ہیں۔"

ہم ایک اسکورنگ بورڈ کے پاس پہنچ کر رک گئے۔ وہاں میرے لئے ایک چھوٹی سی میز پر مختلف ساخت کے چھ عدد ریوالور اور کارتوس رکھے ہوئے تھے۔ میرے سامنے تقریباً دس گز کے فاصلے پر ایک انسانی پتلا کھڑا ہوا تھا۔ اس کی پیشانی پر اور دل کی جگہ چھوٹا سا سرخ نشان بنا ہوا تھا۔ اس بوڑھے نے کہا۔

"آپ ان دو نشانات کو دیکھیں اور ان پر گولی چلائیں۔ نشانہ اگر ذرا بھی چوک گیا تو گولی ادھر ادھر جسم کے دوسرے حصّے پر لگ سکتی ہے۔ گولی کھانے والا بچ بھی سکتا ہے لہٰذا سچی نشانہ بازی یہی ہے کہ پیشانی اور دل کی جگہ پورے اعتماد سے فائر کیا جائے۔"

میں ایک ریوالور اٹھا کر دیکھنے لگا۔ وہ مجھے بتانے لگا کہ اسے کس طرح لوڈ کیا جاتا ہے۔ میرے لئے تو ذرا سا اشارہ کافی ہوتا تھا اُسے لوڈ کرنے کے بعد میں نے پتلے کی پیشانی پر فائر کیا۔ گولی پیشانی کے نیچے آنکھوں کے درمیان جا کر لگی۔ دوسری گولی ٹھیک دل کے نشان پر لگنے کی بجائے اس کے ایک انچ اوپر جا کر پیوست ہو گئی۔ بوڑھے نے سر ہلا کر کہا۔

"تمہارا نشانہ بُرا نہیں ہے مگر اچھا بھی نہیں ہے۔ یہ اندازہ ہو چکا ہے کہ تمہارا ہاتھ اناڑیوں کی طرح نہیں بہکتا۔ ابھی مشق کرو تم بہت جلد اپنی بھولی ہوئی نشانہ بازی کو سمجھ لو گے۔"

یہ میرے لئے ایک اچھا شغل تھا۔ پتہ نہیں کیوں مجھے ریوالور سے کھیلتے ہوئے بڑی دلچسپی محسوس ہوئی۔ شاید میرے ماضی میں یہ میرا محبوب مشغلہ رہا ہو گا۔ وہ میری روزنک ڈیوٹی ہو گئی۔ روزانہ مجھے ایک گھنٹے کے لئے پہنچایا جاتا تھا اور مجھے ریوالور کی چھ گولیاں دی جاتی تھیں اور روز جب پوری چھ گولیاں صحیح ٹارگٹ پر بیٹھنے لگیں تو پھر وہاں سے میری جگہ بدل دی گئی۔

اس کے بعد مجھے ایک ایسے ہال میں پہنچایا گیا جہاں فری اسٹائل کشتیاں لڑی جا رہی تھیں۔ وہاں بھی ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے میرا استقبال کیا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"آؤ فرہاد ـــــ بہت دنوں کے بعد آئے ہو۔ یہاں بیٹھو اور یہ تماشے دیکھ کر سوچو کیا تم بھی لڑنے کے اس فن سے واقف ہو۔ میں ریسلنگ رنگ کے باہر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ رنگ کے اندر دو قد آور پہاڑ جیسے جوان بڑے بھیانک انداز میں لڑ رہے تھے۔ لڑنے کا کوئی اصول نہیں تھا۔ لات، گھونسے، دیسی داؤ... پیچ اور جوڈو کراٹے ہر طرح کے فن کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ میں انھیں بڑی توجہ سے لڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور میرا دماغ چھپی چھپی سی سرگوشی کر رہا تھا کہ میں یہ تمام داؤ... پیچ جانتا ہوں کیونکہ میرے سامنے جب ایک لڑنے والا دوسرے کے داؤ میں آ جاتا تھا تو یہ بات فوراً ہی میری سمجھ میں آ جاتی تھی کہ اس مغلوب ہونے والے جوان کو کونسا داؤ استعمال کر کے اپنے مقابل کی گرفت سے کس طرح نکلنا چاہیئے۔ میرے پاس بیٹھا ہوا وہ ادھیڑ عمر کا آدمی ان سب کا استاد تھا کیونکہ وہ لڑنے والوں کو بھی کبھی ٹوک دیا کرتا تھا اور وہ سب سر جھکا کر اس بات مان لیا کرتے تھے۔ میں نے استاد سے کہا۔

"مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں لڑنے کے فن سے واقف ہوں۔"

"ویری گڈ" ـــــ اس نے میرے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آ جاؤ میدان میں۔"

آدھ گھنٹے بعد میں گرین سا لباس بدل کر رنگ میں پہنچ گیا استاد نے اپنے تمام پٹھوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اسے دیکھو ـــــ یہ فرہاد علی تیمور ہے۔ کچھ عرصے پہلے یہ ناقابل شکست سمجھا جاتا تھا مگر اب ایک حادثے میں شاید لڑنے کے فن کو بھول چکا ہے یہ خود کو آزمانے کے لئے میدان میں آیا ہے۔ تم میں سے کون پہلے اس کے مقابلے پر آئے گا؟"

اس کے جواب میں کتنے ہی کڑیل، قد آور اور پہاڑ جیسے جوانوں نے اپنے ہاتھ اٹھائے۔ صرف ایک جوان خاموش بیٹھا رہا۔ استاد نے اس سے پوچھا۔

"کیوں شوزیب ـــــ تم ایک فولادی انسان ہو کیا فرہاد سے مقابلہ نہیں کرو گے؟"

شوزیب نے اپنے چہرے کے سامنے اپنا ہاتھ یوں جھٹک کر ہلایا جیسے مجھے مکھی سمجھ کر اڑا رہا ہو۔ پھر اس نے کہا۔

"مانا کہ آپ کے بیان کے مطابق یہ شخص کبھی ناقابل شکست تھا مگر اب یہ خود کو بھول چکا ہے ظاہر ہے کہ داؤ... پیچ بھی بھول چکا ہو گا۔ اس

لحاظ سے ایک عام سا شوقیہ فائٹر ہے۔ اسے یہاں کے معمولی فائٹروں سے لڑایا جائے تو بہتر ہے۔"

مجھے اس کی باتیں سن کر بہت غصہ آیا۔ اس کی لن ترانی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ واقعی وہ مجھے مکھی سمجھ کر اڑا رہا ہے۔ اس وقت میں نے اپنے غصے کو ضبط کر لیا۔ کیونکہ پہلے میں خود کو تولنا چاہتا تھا کہ حقیقتاً میں کتنے پانی میں ہوں۔ استاد نے ایک پہلوان سے کہا کہ وہ رنگ میں آ جائے پھر وہ شوزیب کے پاس بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا۔

میرے مقابلے پر آنے والا میری طرح قد آور تھا مگر جسمانی لحاظ سے بھاری بھرکم۔ وہ مجھے داؤ پر لانے کے لئے پینترے بدلنے لگا پہلے اس نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا۔ میں نے بائیں ہاتھ کا پنجہ ملا لیا۔ اسی طرح میرا دایاں ہاتھ اس کے بائیں ہاتھ کے پنجے سے مل گیا۔ میں چاہتا تھا کہ ایک جھٹکے سے اس کی انگلیاں مروڑ دوں۔ اس سے پہلے ہی وہ اک بارگی اچھلا پھر میرے سنبھلنے سے پہلے ہی اس کی دونوں ٹانگیں میری کمر سے آ کر لپٹ گئیں۔ میں زمین پر چاروں شانے چت گرا۔ مگر وہ بدستور مجھ پر سوار رہا۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس نے اپنی دونوں ٹانگوں سے کتنا خطرناک داؤ استعمال کیا تھا۔ اس کی دونوں ٹانگیں دو اژدھوں کی طرح میری کمر سے لپٹی ہوئی تھیں۔ اور لمحہ بہ لمحہ ان کی گرفت سخت ہوتی جا رہی تھی۔ استاد فوراً ہی اُٹھ کر ہمارے پاس آیا اور مجھ پر جھک کر کہنے لگا۔

"یہ تمہارے مقابل کا سب سے خطرناک داؤ... ہے جس طرح اس نے تمہیں اپنی ٹانگوں سے لاک کیا ہے۔ اس لاک سے تم کبھی نہ نکل سکو گے تم ہار مان کر اسے ایک پوائنٹ دے دو۔"

میں نے تکلیف کی شدّت سے کراہتے اور چیختے ہوئے کہا ـــــ

"نہیں، نہیں..... "

اگرچہ میرا ذہن بدل گیا تھا۔ مگر ایسے وقت میری پرانی ضد عود کر آئی تھی کہ مجھے ٹوٹ جانا چاہیئے مگر ہار مان کر ایک پوائنٹ نہیں دینا چاہیئے۔ میرے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے الجھی ہوئی تھیں۔ وہ میرے ہاتھوں کو بھی آزاد نہیں کر رہا تھا۔ ورنہ میں اسے مکے یا کراٹے کے ہاتھ مار کر کسی قدر کمزور بنا سکتا تھا۔

ایک طرف میں اس کی انگلیاں مروڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دوسری طرف اس کی ٹانگوں کی گرفت میرے لئے ناقابل برداشت بنتی جا رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ دونوں ٹانگیں مجھے کمر کی طرف سے توڑ کر میرے جسم کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیں گی۔ کسی بھی لمحے میری کمر کی ہڈی کڑ کڑا کر ٹوٹنے ہی والی تھی۔ استاد نے پھر ایک بار سمجھایا۔

"فرہاد مان جاؤ ـــــ اسے ایک پوائنٹ دے دو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی زوردار کڑکڑاہٹ کی آواز ابھری۔ یہ ہڈی ٹوٹنے یا چٹخنے کی آواز تھی۔ میرا مقابل چیخیں مارتے ہوئے دوسری طرف فرش پر اُلٹ گیا۔ پھر وہ فرش پر سے دوبارہ نہ اٹھ سکا۔ اپنا بایاں ہاتھ تھام کر ایک درندے کی طرح غرّانے لگا۔

استاد لپک کر اس کے پاس گیا۔ کچھ دیر بعد انکشاف ہوا کہ میرے مقابل کے بائیں ہاتھ کی چار انگلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ صرف انگوٹھا سلامت رہ گیا تھا۔ یعنی وہ مجھے دور سے انگوٹھا دکھا سکتا تھا۔ مگر میرے قریب آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اس وقت میری کس ضد نے یا کونسی مخفی قوت نے یا کسی بھولے ہوئے داؤ نے اپنا کام دکھایا تھا۔ اس کی چاروں انگلیاں اپنے جوڑ سے اکھڑ گئی تھیں میرا مقابل گوشت پوست کا پہاڑ تھا۔ اس کے جسم میں پتھر جیسی سختی تھی اس لئے استاد اور وہ فولادی پہلوان شوزیب وغیرہ سب ہی مجھے حیرانی سے دیکھ رہے تھے کہ میں نے اتنی بری طرح اپنے مقابل کے داؤ میں پھنسنے کے باوجود کس طرح اس پتھر کو توڑ کر رکھ دیا ہے؟

اس وقت میری حالت بھی عجیب سی تھی۔ شوزیب مجھے حقارت سے اور للکارنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میری کمر کی ہڈی ایسے دکھ رہی تھی جیسے اب بھی کوئی نادیدہ اژدھا بل کھا کر اور لپٹ کر اُسے توڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں ایک ہاتھ سے اُسے سہلاتے ہوئے دوسرا ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھ بیٹھا۔ میں اپنی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر استاد سمجھ گیا تھا کہ مجھ پر کیا بیت رہی ہے! اس نے اپنے دو آدمیوں کو اشارہ کیا۔

"اسے سہارا دے کر دوسرے کمرے میں لے جاؤ اور ڈاکٹر کو اطلاع دو۔"

دو آدمیوں نے مجھے سہارا دے کر اٹھایا۔ میں ان دونوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔ پھر وہاں ایک بستر پر اوندھے منہ لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ڈاکٹر نے آ کر میرا معائنہ کیا پھر مطمئن ہو کر بولا۔

"ڈونٹ بی وری۔ تمہاری کمر کی ہڈی متاثر ہوئی ہے دو چار دن تک مالش ہوتی رہی تو بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

پھر اس کے حکم کے مطابق صبح و شام دو پہلوان میری مالش کرنے لگے۔ ایسے حالات میں میں یہی سوچتا رہتا تھا کہ کہاں آ کر پھنس گیا ہوں۔ یہاں میرا کوئی نہیں تھا مگر سبھی اپنائیت ظاہر کرتے تھے اور مجھے واضح طور سے اس اپنائیت میں کھوکھلا پن نظر آتا تھا۔ تین دن کے بعد ہی میں بالکل ٹھیک ہو گیا۔ اب مجھ سے صبح و شام بلا ناغہ ورزش کرائی جاتی تھی۔ تاکہ مجھ میں پہلے جیسی چستی اور پھرتی آ جائے۔

دو ہفتے بعد مجھے پھر اسی ریسلنگ ہال میں لایا گیا۔ اس بار شوزیب نے اٹھ کر کہا "میں اس سے مقابلہ کروں گا۔"

استاد نے ہاتھ اٹھا کر انکار کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں ـــــ ماسٹر کی اجازت نہیں ہے۔"

شوزپ نے کہا۔ "میں سپر ماسٹر سے اجازت حاصل کروں گا۔ اس نے میرے بھائی انگلیاں توڑی ہیں میں اس کی گردن توڑ کر رکھ دوں گا"۔

"تم سپر ماسٹر کی اجازت کے بغیر فرہاد کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ دیکھو شوزپ، وہ تمہیں بھی فرہاد کی طرح عزیز رکھتا ہے۔ تم دونوں کے ٹکراؤ سے کسی کو بھی نقصان پہنچے گا تو وہ سپر ماسٹر کا نقصان ہوگا ــــ جاؤ اپنی جگہ جا کر بیٹھ جاؤ"۔

شوزپ مجھے گھورتا ہوا ایک کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ جس وقت میں ہال میں پہنچا تھا اس وقت دو پہلوان آپس میں لڑ رہے تھے۔ جب ان کی کشتی ختم ہو گئی تو استاد نے اپنے تمام پٹھوں سے کہا۔

"اب تم سب یہاں سے باہر چلے جاؤ۔ آج فرہاد یہاں تنہائی میں کسی سے مقابلہ کرے گا"۔

اس کا حکم سنتے ہی تمام پٹھے ایک ایک کر کے وہاں سے باہر چلے گئے۔ میں شوزپ کے دل کی حسرت پوری کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ ہال سے باہر جاتے وقت بھی للکارتی ہوئی نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا وہ سپر ماسٹر کے حکم سے مجبور ہو کر مجھ سے دور ہو گیا تھا۔ اس لئے میں نے بھی صبر کر لیا اور اپنے مقابل آنے والے کا انتظار کرنے لگا۔ جس سے تنہائی میں مجھے مقابلہ کرنا تھا۔

ہال میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں ہال کے دوسرے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ دروازے کے ساتھ ہی ایک بڑی سی شیشے کی دیوار تھی۔ شیشے کی دیوار کے اس پار جو تاریکی تھی وہ اچانک ہی چھٹ گئی۔ وہاں روشنی ہوتے ہی میں نے دیکھا ایک بوڑھا شخص چھت سے لٹکنے والی زنجیروں سے بندھا ہوا تھا اور اس کے پاس ایک نوجوان سانولی سی لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔ استاد آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازہ کھول کر شیشے کی دیوار کے دوسری طرف چلا گیا۔ پھر وہ لڑکی سر جھکائے دھیرے دھیرے چلتی ہوئی میرے سامنے ہال میں آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے پیچھے دروازہ بند ہو گیا۔ وہ لڑکی مجھے بڑی پر امید نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ شاید مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ ایک بار اس کے ہونٹ کھلے مگر پھر اس نے پلٹ کر شیشے کے پار بندھے ہوئے بوڑھے کو دیکھا تو بولنے سے پہلے ہی اس کے ہونٹ کپکپا کر رہ گئے وہ بہت مجبور نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"تم کون ہو۔ اور میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

یہ سنتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور وہ بڑے کرب سے بولی۔ "فرہاد ــــ کیا تم اپنی سونیا کو نہیں پہچانو گے؟"

"کون سونیا؟" میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم مجھے جانتی ہو؟"

اس کے جواب دینے سے پہلے ہی ہال کے ایک سپیکر سے آواز گونجی۔

"ہیلو فرہاد ــــ میں تمہارا آقا ــــ سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔ مگر تم میری آواز نہیں پہچانو گے۔ کیونکہ تم خود کو نہیں پہچان رہے ہو۔ یہ لڑکی جو تمہارے سامنے کھڑی ہے یہ ہم دونوں کی بدترین دشمن ہے۔ اس کی مکاریوں کی وجہ سے دشمن تمہارے پیچھے پڑ گئے جس کے نتیجے میں تم حادثے کا شکار ہو کر اپنی پچھلی زندگی بھول گئے ہو"۔

میں نے اسپیکر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سپر ماسٹر ــــ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم اس جزیرے میں موجود نہیں ہو۔ جب آؤ گے تو مجھ سے ملاقات کرو گے۔ مگر تمہاری آواز بتا رہی ہے کہ تم موجود ہو۔ پھر میرے پاس کیوں نہیں آتے یا مجھے اپنے پاس کیوں نہیں بلاتے؟"

"تم مجھ سے سوال نہ کرو۔ غلاموں کو سوال کرنے کا حق نہیں ہوتا۔ چونکہ میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں اس لئے صرف اتنا کہہ دیتا ہوں کہ جب میں مناسب سمجھوں گا اس وقت تمہیں اپنے سامنے حاضر ہونے کا حکم دوں گا۔ فی الحال کام کی باتیں سنو۔ یہ لڑکی سونیا غدار ہے اس نے تمہیں مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ میں اسے فوراً ہی موت کی سزا سنا سکتا تھا۔ مگر تمہاری یہ عادت ہے کہ تم اپنے دشمنوں سے خود ہی انتقام لیتے ہو۔ اسی لئے میں نے اسے تمہارے انتظار میں زندہ رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دو"۔

میں سونیا کی آنسو بھری آنکھوں کو دیکھنے لگا تو آواز آئی۔

"عورت کے آنسو مرد کو ہمیشہ بیوقوف بناتے ہیں۔ تم ایک بار پہلے بھی اس کے آنسوؤں کے فریب میں آ چکے ہو۔ تمہیں یاد نہیں ہے میں یاد دلاتا ہوں۔ یہ آنسوؤں سے اپنی مجبوری ظاہر کر رہی ہے مگر درحقیقت یہ بہت ہی خطرناک فائٹر ہے"۔

میں نے کہا۔ "یہ مجھے ایسی تو نظر نہیں آتی۔ بہرحال یہ جیسی بھی ہو جب تک میرے سامنے کمزور بنی رہے گی میں اس پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ میرے کسی ایسے دشمن کو بھیجو جو مرد ہو"۔

"یہ لڑکی جب مقابلے پر آتی ہے تو تنہا کئی مردوں پر بھاری پڑتی ہے ــــ سونیا میں تمہیں حکم دیتا ہوں فرہاد پر حملہ کر دو"۔

وہ انکار میں سر ہلاتی ہوئی ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اسی وقت بوڑھے کے چیخنے کی آواز آئی۔ شیشے کے پار ایک شخص بوڑھے قیدی کو چابک سے مار رہا تھا۔ سونیا دوڑتی ہوئی شیشے کی دیوار کے پاس گئی اور اس پر ہاتھ مار مار کر چیخنے لگی۔

"نہ مارو ــــ میرے ڈیڈی کو نہ مارو ــــ میرے بوڑھے باپ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے"۔

اسپیکر سے آواز آئی "سونیا تم نے ہمارا بہت کچھ بگاڑا ہے۔ اگر بوڑھے باپ کو بچانا چاہتی ہو تو فرہاد پر حملہ کر دو"۔

وہ اپنے بوڑھے باپ کو چابک سے مار کھاتے اور تڑپتے ہوئے نہ دیکھ سکی یکبیک شیشے کی دیوار سے پلٹ کر مجھے خونخوار نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے اور وہ اپنے تلے قدموں سے میری طرف بڑھ رہی تھی ــــ "شپ شپ" ــــ اس کی انگلیاں ایک ایک کر کے سیدھی ہو رہی تھیں اور فولادی ناخن "شپ شپ" کی آواز کے ساتھ باہر نکلتے جا رہے تھے۔

میں فوراً ہی پیچھے ہٹ کر سوچنے لگا کہ واقعی یہ سونیا بہت ہی خطرناک لڑکی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ پہلے بھی اسی طرح میرے مقابلے پر آ چکی ہو۔ سپر ماسٹر ٹھیک ہی کہہ رہا ہے کہ یہ میری دشمن ہے دشمن بن کر پہلے بھی کبھی میرے مقابل آئی ہوگی اور اس وقت بھی اپنی اصلیت دکھا رہی ہے۔ اسپیکر سے آواز آئی۔

"فرہاد ــــ میں نے اس کے بوڑھے باپ پر ظلم کر کے اسے محض اس لئے تم پر حملہ کرنے کے لئے مجبور کیا ہے تاکہ اس کی اصلیت دیکھ لو۔ کیا تم کبھی سوچ بھی سکتے تھے کہ یہ بظاہر معصوم نظر آنے والی لڑکی تم پر حملہ کرنے کے لئے فولادی پنجے چھپا کر رکھتی ہوگی"۔

مجھے یقین ہوتا جا رہا تھا کہ وہ کتنی مکار ہے۔ میں نے کہا۔

"سپر ماسٹر ــــ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے عین وقت پر خطرے سے آگاہ کر دیا ہے۔ اب یہ مکار لڑکی یہاں سے واپس زندہ نہیں جائے گی"۔

میں اس کے فولادی ناخنوں سے بچتے ہوئے اس پر حملہ کرنے کے لئے سنبھل سنبھل کر پینترے بدلنے لگا۔ وہ جھنجھلا کر کہنے لگی۔

"فرہاد ــــ یہ سپر ماسٹر نہیں سپر شیطان ہے۔ اس نے تمہارے برین کو واش کیا ہے اس وقت تم غفلت کی زندگی گزار رہے ہو۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ میں کیسی مجبوری کے دوراہے پر کھڑی ہوئی ہوں۔ میں اپنے باپ کو تڑپ تڑپ کر مرتے نہیں دیکھ سکتی اور تم جو میرے محبوب ہو تم پر دشمن بن کر حملہ نہیں کر سکتی"۔

وہ باتوں کے دوران واقعی رو رہی تھی میں نے اچھل کر اس کے منہ پر ایک لات رسید کر دی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی دور فرش پر جا کر گر گئی۔ پھر وہاں سے اٹھتی ہوئی بولی۔

"جس منہ کو تم چومتے تھے اسی کو ٹھوکر مار رہے ہو"۔

میں چاہتا تھا کہ اسے اٹھنے کا موقع نہ دوں۔ میں دوڑتا ہوا اس کی طرف گیا مگر اس نے پھرتی سے اٹھ کر جوڈو کا ہاتھ دکھایا اور مجھے اچھال کر دوسری طرف پھینک دیا۔

"تم مجھے سینے سے لگا کر پیار کرتے تھے میں کان لگا کر تمہارے دل کی دھڑکنیں سنتی تھی۔ اسی دل کو ان فولادی ناخنوں سے نوچ کر کیسے نکالوں۔ مجھے تو تمہارا ظلم پیار لگتا ہے۔ میں تم پر کیسے ظلم کروں؟"

میں فرش پر سے اٹھ کر اس کے فولادی ناخنوں کو دیکھنے لگا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھاتی ہوئی بولی۔

"ان فولادی پنجوں کو دیکھو اور سوچو۔ ابھی تم میرے داؤ میں آ گئے تھے میں چاہتی تو یہ ناخن تمہاری بوٹیاں نوچ لیتے۔ تمہارے چہرے کی دھجیاں اڑا دیتے لیکن میں ایسا نہیں کر سکتی۔ اس لئے نہیں کر سکتی کہ تم میرے جسم و جان کے مالک ہو۔ تمہیں نقصان پہنچانے سے پہلے میں مر جانا پسند کروں گی"۔

اس کی بات کے ختم ہوتے ہی سپر ماسٹر نے شیشے کے اس پار والے کو حکم دیا۔ "بنجامن کو چابک مارو"۔

اس کا حکم سنتے ہی میں نے شیشے کے اس پار دیکھا۔ وہی شخص سونیا کے بوڑھے باپ کو چابک سے مار رہا تھا۔ وہ بوڑھا تکلیف کی شدت سے بلبلا رہا تھا، میں نے چیخ کر کہا۔

"سپر ماسٹر اس چابک مارنے والے سے کہو کہ اپنا ہاتھ روک لے"۔

سپر ماسٹر کے حکم سے چابک مارنے والا رک گیا۔ اسپیکر سے آواز آئی۔

"کیا بات ہے فرہاد؟ تم اس بوڑھے سے ہمدردی کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ تمہارے بیان کے مطابق سونیا میری دشمن ہے۔ اس کے باپ کو سزا نہیں ملنا چاہیے"۔

"اس کا باپ بھی غدار ہے۔ تم ان باتوں کو بھول چکے ہو اگر تمہیں یاد ہوتا تو ابھی تم اپنے ہاتھوں سے اس بوڑھے کو بھی قتل کر دیتے"۔

"سپر ماسٹر! میرے بچھڑے ہوئے ماضی نے مجھے الجھنوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ یہاں تم بھی سچے نظر آتے ہو، یہ سونیا بھی سچی نظر آتی ہے صرف میری زندگی ایک جھوٹ بن گئی ہے۔ تم مجھے بتاؤ کہ میری یادداشت کب واپس آئے گی؟"

"بہت جلد فرہاد! تم اطمینان رکھو تمہیں بہت جلد سب کچھ یاد آ جائے گا"۔

"اگر میری یادداشت جلد ہی واپس آنے والی ہے تو اس وقت تک سونیا اور اس کے باپ کو زندہ رکھو تاکہ میں اپنے ماضی کی روشنی میں ان کے جرائم کو سمجھنے کے بعد انہیں سزا دے سکوں"۔

اسلام کے خاموش مبلغوں (اولیاء اللہ) کے پراثر واقعات کا مجموعہ
برصغیر کی مشہور مصنفہ ضیا تسنیم بلگرامی کے قلم سے
شائع ہو چکا ہے
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب کریں۔ یا براہ راست ہمیں لکھیں
مکتبۂ نفسیات۔ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

”نہیں فرہاد! میں اس وقت تک مجرموں کی پرورش نہیں کرسکتا۔ ڈاکٹر تمھارے بارے میں یقین دلاتے ہیں کہ تم جلد ہی پچھلی زندگی کو یاد کرلوگے۔ مگر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ان کا علاج ناکام رہا تو تم ساری زندگی اپنے ماضی کو یاد نہیں کرسکوگے۔ اس کے پیش نظر تمھیں ایک وفادار ملازم کی طرح مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیے اور میرے حکم پر چلنا چاہیے۔“

”نہیں سُپر ماسٹر۔ اگرچہ میں سونیا کو نہیں پہچان رہا ہوں مگر اس کے آنسو میرے دل کو جھنجھوڑ رہے ہیں۔ اس کے ایک جملے سے اس کی باتوں کی سچائی ظاہر ہوجاتی ہے۔ واقعی اگر یہ چاہتی تو ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنے ناخنوں سے میری بوٹیاں نوچ لیتی کیونکہ میں بہت بُری طرح اس کے داؤ میں آگیا تھا۔ اسی لیے میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے سوچنے سمجھنے کا موقع دو۔“

”ٹھہرو میں ابھی جواب دیتا ہوں۔“

تھوڑی دیر کے لیے ہال میں خاموشی چھا گئی۔ سونیا جلدی سے میرے قریب آتی ہوئی بولی۔

”فرہاد تم یادداشت کھو دینے کے باوجود ذہین ہو۔ تم نے ابھی اپنی باتوں سے سُپر ماسٹر کو الجھا دیا ہے۔ میری التجا ہے کہ جب تک تمھیں ساری باتیں یاد نہ آجائیں اس وقت تک تم مجھ پر یا سُپر شیطان پر یا کسی پر بھروسہ نہ کرو۔“

اسپیکر سے سپر ماسٹر کی غرّاہٹ سنائی دی۔

”سور کی بچّی تو پھر فرہاد کو بہکا رہی ہے، پیچھے ہٹ جا۔“

سونیا پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

”اگر تم سچے ہو تو ڈرتے کیوں ہو، مجھے فرہاد سے کھُل کر باتیں کرنے کی اجازت دو۔ میں تو قاعدے کی بات کررہی ہوں۔“

سُپر ماسٹر نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔

”اس کُتیا کو گھسیٹ کر آپریشن روم میں لے جاؤ۔ میں ہمیشہ کے لیے اس کی زبان بند کردوں گا۔“

اس کا حکم صادر ہوتے ہی ہال کا دروازہ کھلا۔ دو نوجوان ہاتھ میں اسٹین گنیں لیے ہال میں داخل ہوتے اور سونیا کی طرف بڑھنے لگے۔ میں نے سونیا کے سامنے ڈھال بنتے ہوئے کہا۔

”رُک جاؤ پہلے مجھے سُپر ماسٹر سے باتیں کرلینے دو۔“

اسپیکر سے آواز آئی ”فرہاد تم میرے لیے پریشانیوں کا باعث بن رہے ہو۔ اگر تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو تو سونیا کے سامنے سے ہٹ جاؤ ہماری باتیں بعد میں بھی ہوسکتی ہیں۔“

”نہیں۔ سونیا کی موجودگی میں باتیں ہوں گی۔ اگر یہ لڑکی مجرم ہے اور میری دشمن ہے تو مجھ پہ بھروسہ کرو میں اسے سزا دوں گا مگر اس لڑکی کے سچ اور جھوٹ کو سمجھنے کے بعد۔“

”ٹھیک ہے تمھارے سوچنے سمجھنے تک یہ لڑکی قید میں رہے گی۔“

سونیا نے جلدی سے میرا بازو تھام کر کہا۔

”نہیں فرہاد مجھے اپنی نظروں سے دور نہ ہونے دو۔ تم نے ذرا سی میری حمایت کی ہے اس سے سُپر ماسٹر کو خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اگر یہ ابھی مجھے یہاں سے لے گئے تو میں دوبارہ تمھیں نظر نہیں آؤں گی۔ یہ مجھے مار ڈالنے کے لیے لے جارہے ہیں۔ میں نے تم سے وفاداری کرتے ہوئے اتنی اذیتیں برداشت کی ہیں کہ میری جگہ کوئی کمزور دل کی عورت ہوتی تو وہ اب تک مرچکی ہوتی۔ مجھے بچالو فرہاد۔ اگر اس وقت تم نے مجھے کھو دیا تو اپنے ماضی کو یاد کرنے کے بعد تم بہت پچھتاؤ گے۔“

اسپیکر سے قہقہہ سنائی دیا۔

”فرہاد یہ اپنی طرح تمھیں بھی غدّار بنانا چاہتی ہے۔ ذرا سوچو تم نے اس کی حمایت کی اور غدّار بن گئے تو اسے کس طرح بچا سکو گے۔ تم نہتّے ہو اور یہاں چاروں طرف مسلّح گارڈز موجود ہیں۔ اس عمارت کا بیرونی دروازہ میری مرضی سے کھلتا اور بند ہوتا ہے۔ تم لوگ زندہ رہنے کے لیے یہاں سے باہر نہیں نکل سکوگے۔ تم سونیا کی چالاکی کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ یہ چاہتی ہے کہ غدّاری کے الزام میں میں تمھارے جیسے وفادار ملازم کو مار ڈالوں یعنی یہ خود مرتے مرتے بھی تمھاری موت کا تماشہ دیکھنا چاہتی ہے۔ کیا تم غدّار بن کر مرنا پسند کروگے؟“

میرا ذہن الجھ کر رہ گیا۔ واقعی میں وہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں جانتا تھا۔ چاروں طرف مسلّح گارڈز موجود تھے۔ پھر سونیا کس طرح کہہ رہی تھی کہ میں اس کی حفاظت کرسکتا ہوں۔ اسی وقت سونیا نے مجھے جھنجھوڑ کر کہا۔

”فرہاد تم کہتے تھے کہ جب تمام سہارے ٹوٹ جاتے ہیں تو ایک خدا کا سہارا ہر حال میں باقی رہتا ہے۔ یاد کرو تم مسلمان ہو۔ ایک خدا کو ماننے والے ہو۔ تم نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ تم اپنی صلاحیت اور اپنی قوتِ بازو کے باوجود صرف ایک خدا پر بھروسہ کرکے ہمیشہ خطرات میں کود پڑتے ہو۔ آج بھی اسی پر بھروسہ کرو۔“

میں سونیا کا منہ تکنے لگا۔ پتہ نہیں وہ کیسی باتیں کررہی تھی۔ خدا کیا ہوتا ہے؟ مسلمان کیا ہوتے ہیں؟ میں ان کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ صرف ایک شیطان کو پہچان رہا تھا۔ اس شیطان نے کہا۔

”یہ سونیا اب تمھیں کس خدا سے متعارف کرارہی ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں ہی تم سب کا اَن داتا ہوں۔ تم سب میری مرضی سے پیدا ہوتے ہو اور میرے حکم سے مار ڈالے جاتے ہو۔ تم سب کی زندگی اور موت میرے ہاتھوں میں.....“

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی دور کہیں ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ وہ ایسا دھماکہ تھا کہ عمارت کے در و دیوار ہل گئے۔

ساتھ ہی تمام روشنیاں بجھ گئیں۔ اس اندھیرے میں دوسری بار دھماکہ ہوا۔ ہمارے پیروں تلے کی زمین کانپ رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے زلزلہ آگیا ہو، یا قیامت آگئی ہو۔ کئی منٹ تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا ہورہا ہے۔

پھر ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ ہمارے چاروں طرف بدستور تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ پھر میں نے اس تاریکی میں اپنے سامنے کھڑے ہوئے مسلّح جوان کی چیخ سنی۔ اس کے بعد دوسرے جوان کی چیخ سنائی دی۔ میں ذرا پیچھے ہٹ گیا تھا کیونکہ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ ہنگامہ کیا ہے۔ اسی وقت سونیا کی آواز سنائی دی۔

”فرہاد تم کہاں ہو؟ اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ اور اس اسٹین گن کو تھام لو۔ میں نے دونوں گارڈز کو بیکار کردیا ہے۔“

میں اندھیرے میں ہاتھ بڑھا کر ادھر اُدھر ٹٹولنے لگا۔ جلد ہی ایک اسٹین گن میرے ہاتھ میں آگئی۔ اسے لیتے وقت میرا ایک ہاتھ سونیا کے آہنی ناخنوں پر گیا۔ اس کے ناخنوں سے کچھ گیلا لیس دار مادہ میرے ہاتھ میں لگ گیا۔ میری سمجھ میں آگیا کہ وہ مسلّح نوجوانوں کا خون ہے۔ سونیا نے آہنی پنجوں سے دونوں کا بھرتہ بنادیا تھا۔ وہ میرے بالکل قریب آکر بولی۔

”فرہاد خدا پر بھروسہ کرو۔ اس کے بعد میری وفا کا یقین کرو۔ اگر تم نے میرا ساتھ دیا تو ہم اس شیطان کے پنجے سے نکل جائیں گے۔“

میں نے اندھیرے میں ٹٹول کر اپنا ایک ہاتھ اس کے کاندھے پر رکھا۔ پھر اس سے کہا۔

”تم نے اپنے عمل سے ثابت کردیا ہے کہ تم میری دوست ہو۔ اگر دشمن ہوتیں تو اسٹین گن میرے ہاتھوں میں دینے کی بجائے اس سے میرا خاتمہ کرچکی ہوتیں۔ میں تمھارا ساتھ دوں گا۔“

سونیا نے کہا ”یہ اچھا موقع ہے۔ معلوم ہوتا ہے کئی دھماکوں کے باعث بجلی فیل ہوگئی ہے۔ اب وہ سُپر شیطان نہ تو ہمیں اسکرین پر دیکھ سکے گا نہ ہی ہماری آواز سن سکے گا۔ تم ان میں سے ایک گارڈ کا سرخ لباس پہن لو، اس طرح اندھیرے میں کوئی جلد ہی تمھیں پہچان نہیں سکے گا۔ اتنی دیر میں میں ساتھ والے کمرے سے اپنے ڈیڈی کو لے آؤں گی۔“

میں فوراً ہی زمین پر جھک کر ایک گارڈ کی لاش تک پہنچا پھر اس کا لباس اتارنے لگا۔ دور سے سونیا کی آواز آئی۔

”بجلی نہیں ہے اس لیے یہ دروازہ بٹن سے نہیں کھل رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری طرح سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں قید ہوگئے ہیں۔ یہاں سے دروازہ توڑ کر ہی باہر نکلنا ہوگا لیکن ابھی میں شیشے کی دیوار توڑ کر ڈیڈی کے پاس جارہی ہوں۔“

تھوڑی دیر بعد میں نے شیشوں کے ٹوٹنے کی آوازیں سنیں۔ وہ شاید اسٹین گن کے پچھلے حصّے سے اس کمزور سی دیوار کو توڑ رہی تھی۔ میں لباس بدل کر تیار ہوا تو شیشے کے اس پار دو آدمیوں کے لڑنے کی آواز سنائی دی۔ پھر سونیا کی آواز سنائی دی۔

”خبردار اب اگر دلیری دکھاؤ گے تو اس آہنی پنجے سے تمھارا کلیجہ باہر نکال لوں گی۔ چلو زنجیریں کھولو۔“

پھر زنجیروں کے کھنکنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد کسی شخص کی مختصر سی چیخ گونج کر رہ گئی۔ میں نے اندھیرے میں آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

”سونیا کیا بات ہے؟“

”کوئی بات نہیں۔ میں نے چابک مارنے والے کو ختم کردیا ہے اب ڈیڈی کو لے کر آرہی ہوں۔“

میں اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ گہری تاریکی میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ سونیا کی آواز آئی۔

”ہمیں اندھیرے میں کچھ نہ کچھ بولتے رہنا چاہیے۔ اس طرح آواز کے ذریعہ ہم ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں۔ اگر آئندہ ہم بچھڑ گئے تو اس طرح سیٹی بجا کر ایک دوسرے کو سگنل دیں گے۔“

اس نے دو مختصر سے ٹکڑوں میں سیٹی بجانے کے بعد مجھ سے پوچھا۔

”کیا تم دو انگلیوں کے ذریعہ زبان کی نوک کو ذرا موڑ کر اس طرح سیٹی بجا سکتے ہو؟“

میں نے اس کی ہدایت کے مطابق منہ میں دو انگلی ڈال کر زبان کے اگلے سرے کو ذرا موڑ کر سیٹی بجائی تو پتہ چلا کہ میں ایسا کرسکتا ہوں۔ میں نے سیٹی کا یہ سگنل مقرر کرلیا۔ سونیا نے بتایا کہ وہ اندھیرے میں میری بو سونگھ کر مجھ سے کہیں بھی آکر مل سکتی ہے۔ میں حیران تھا کہ وہ کس طرح بو سونگھ لیتی ہوگی۔ سونیا نے بڑی حسرت سے کہا۔

”فرہاد تمھارے پاس ٹیلی پیتھی کی کتنی بہترین صلاحیت تھی۔ تم ہزار پابندیوں کے باوجود سوچ کے ذریعہ مجھ سے رابطہ قائم کرلیتے تھے۔ اس وقت ایسے سگنل وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔“

میں نے حیرانی سے پوچھا۔

”میں سوچ کے ذریعہ کس طرح رابطہ قائم کرلیا کرتا تھا؟“

وہ سرد آہ بھر کر بولی۔

”میں اس وقت تمھیں سمجھاؤں گی تو تمھاری سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا۔ پھر کبھی سہی۔ ابھی ہمیں یہاں سے نکلنے کی فکر کرنا چاہیے۔ سُپر ماسٹر اس وقت بوکھلا گیا ہوگا۔ اب وہ ایک ہی جگہ بیٹھ کر اپنے ہزاروں ماتحتوں کو کنٹرول نہیں کرسکے گا۔“

بوڑھے بنجامن نے نقاہت سے ہنستے ہوئے کہا۔

”شیطان کو اسی طرح ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ اب اسے اپنی

کمزوری کا پتہ چل رہا ہوگا۔ فرہاد تمھیں یاد نہیں ہے کہ تم نے میرے مشورے کے مطابق ایک دن رمنا کے ساتھ منصوبہ بنایا تھا کہ ہم کس طرح اس شیطان کو ختم کر سکتے ہیں۔ رمنا کا ساتھی ایرج یہاں کا سب سے بڑا انجینیئر ہے۔ شاید رمنا کو ایرج سے ملنے کا موقع مل گیا ہے اور تمھارا پیغام ایرج تک پہنچا دیا گیا ہے، تب ہی اس نے جزیرے کے سب سے بڑے جنریٹر کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا ہے۔"

وہ کس رمنا اور ایرج کی باتیں کر رہا تھا، یہ میں نہ سمجھ سکا مگر اب حالات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ جس طرح سونیا ابھی ساتھ دے رہی ہے اسی طرح اور بھی کچھ لوگ ہیں جو پہلے بھی میری دوستی کا دم بھرتے تھے اور اب بھی مجھ سے دور رہ کر دوستی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ شاید رمنا اور ایرج بھی انھی وفادار دوستوں میں سے تھے۔ مجھے ندامت سی ہو رہی تھی کہ میں اپنے جانباز ساتھیوں کو نہیں پہچان رہا تھا۔

ہال کی جو کھڑکیاں تھیں ان میں اندھے شیشے لگے ہوئے تھے جن کے آرپار کچھ نظر نہیں آتا تھا لیکن اس وقت شیشوں کے اُس پار کبھی کبھی روشنیاں نظر آنے لگتی تھیں۔ پھر دوڑتے بھاگتے قدموں کی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں۔ اتنی دیر کی خاموشی کے بعد یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ سُپر ماسٹر کے احکامات اپنے ماتحتوں تک دیر سے پہنچے ہیں۔ اب تک سب ہی اپنی اپنی جگہ جیسے ساکت و جامد تھے۔ اسی لیے اب ہال سے باہر شور سنائی دے رہا تھا۔ ٹارچ کی روشنیاں ادھر سے اُدھر سرسرا رہی تھیں اور بیٹری کے ذریعے لاؤڈ اسپیکر سے کہا جا رہا تھا۔

"فرہاد! بجلی کے خودکار دروازے بند ہو چکے ہیں۔ تم پریشان نہ ہونا، مسلح گارڈز کھڑکیوں کے شیشے توڑ کر اندر آرہے ہیں۔ تمھیں بحفاظت نکال کر باہر لے جائیں گے اور سونیا تمھیں حکم دیا جاتا ہے کہ تم دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑی رہو، دلیری یا چالاکی دکھاؤ گی تو تمھیں اسٹین گن کی گولیاں بھون کر رکھ دیں گی۔"

یہ بات سنتے ہی سونیا اپنے باپ کو لے کر اس دیوار کی طرف چلی گئی جہاں کی کھڑکیاں توڑی جانے والی تھیں۔ اس نے بنجامن کو اسی دیوار کے ایک گوشے میں کھڑا کر دیا۔ پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی واپس میرے پاس آکر بولی۔

"اسٹین گن سنبھال لو، جو بھی کھڑکی کے راستے سے آئے اُسے بھون کر رکھ دو۔ میں دوسری کھڑکی کی طرف جا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اندھیرے میں گم ہو گئی۔ کھڑکی کے شیشے توڑے جا رہے تھے۔ ٹوٹنے والی کھڑکی سے باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ کیونکہ وہاں کسی نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی۔ کھڑکی کا راستہ صاف ہوتے ہی دو مسلح گارڈز اندر آنے کے لیے کھڑکی پر چڑھنے لگے۔ اسی وقت میں نے اسٹین گن سے فائر کھول دیا۔ عمارت کے اندر کئی چیخیں بلند ہوئیں۔ دونوں گارڈز اندر آکر گرے۔ باہر کھڑے ہوئے لوگ بھی گولیوں کی زد میں آگئے تھے۔ باقی جو بچے تھے وہ جوابی حملے کے لیے دوسری طرف جا کر چھُپ گئے تھے۔

دوسری طرف کی کھڑکی میں بھی سونیا یہی خونی ڈرامہ کر رہی تھی۔ پھر وہ خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد تھوڑی دیر کے لیے سناٹا چھا گیا۔ پھر لاؤڈ اسپیکر سے آواز آنے لگی۔

"فرہاد! کیا تم سونیا کا ساتھ دے رہے ہو؟ یہ حماقت ہے۔ تمھیں اب بھی معافی مل سکتی ہے۔ ہتھیار پھینک کر کھڑکی کے راستے باہر آجاؤ۔"

سونیا اندھیرے میں چلتی ہوئی میرے پاس آگئی تھی۔ پھر میرے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا تھیلا پکڑاتی ہوئی بولی۔

"اس میں گرنیڈ ہیں۔ دیکھو یہ چھوٹی سی "کِی" ہے اسے دانت سے پکڑ کر کھینچتے ہی گرنیڈ کو دشمنوں کی طرف پھینک دینا۔ اگر تھوڑی سی دیر کرو گے تو یہ تمھارے ہاتھوں میں ہی پھٹ جائے گا۔ بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے کیا تم ایسا کر سکو گے؟"

"ہاں تم اطمینان رکھو میں سب کچھ کر گزروں گا۔ مگر یہ گرنیڈ تمھیں کہاں سے مل گئیں؟"

"جو گارڈز میرے نشانے پر آکر اندر گرے تھے ان سے میں نے یہ چیزیں حاصل کی ہیں۔ میرے پاس بھی ایک تھیلا ہے۔ اب میں دوسری طرف جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی، لاؤڈ اسپیکر پر جو شخص مجھے ہتھیار پھینکنے کے لیے کہہ رہا تھا وہ میرے جواب کا منتظر تھا۔ مجھے خاموش دیکھ کر وہ بولا۔

"فرہاد! ہم پانچ تک گنتے ہیں۔ اگر تم باہر نہیں آؤگے تو آنسو گیس کے شیل پھینکیں گے۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار..."

"ٹھہرو، میں آرہا ہوں۔"

میرا جواب سنتے ہی ان کی گنتی پانچ سے پہلے ہی بند ہو گئی۔ میں تیزی سے چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا۔ ایک گرنیڈ کی "کِی" دانتوں میں دبا کر زور سے کھینچی پھر کھڑکی کے باہر جھک کر اسے جلدی سے دور کوریڈور کے باہر اچھال دیا۔ دوسرے ہی لمحے قیامت کا دھماکا سنائی دیا۔ میں پلٹ کر ہال میں آگیا تھا لیکن دھماکے نے ایسا زلزلہ برپا کیا تھا کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا، فرش پر اوندھے منہ گرا۔ سونیا نے بھی شاید ایسا ہی کیا تھا کیونکہ چند سکینڈ کے بعد پھر ایک دھماکا سنائی دیا۔ چیخ و پکار کی آواز سے پوری عمارت گونج رہی تھی۔ میں نے دیکھا۔ دور کہیں شعلے بھڑک رہے تھے اور اس سے عمارت کا اندرونی حصہ روشن ہو رہا تھا۔

بھاگنے والے اب کھڑکی کی طرف آنے کی جرأت نہیں کر رہے تھے۔ میں نے وہاں سے اٹھ کر بوڑھے بنجامن کو اپنے کاندھے پر اٹھایا پھر سونیا سے کہا کہ پہلے وہ کھڑکی سے باہر نکل کر مجھے اور بنجامن کو سہارا دے۔

دوسرا کرے۔ اسٹین گن کا ایک برسٹ مارے تاکہ کوئی چھپا بھی ہو تو وہاں سے دور بھاگ جائے۔ اس نے میرے مشورے کے مطابق پہلے کھڑکی سے جھانک کر باہر دیکھا۔ پھر کھڑکی سے کُود کر دوسری طرف پہنچتے ہی دھڑا دھڑ گولیاں چلانے لگی۔

میں اس کے پیچھے بنجامن کو لے کر ہال سے باہر آگیا۔ وہ ہمارے لیے ڈھال بن کر آگے بڑھنے لگی۔ بائیں طرف کے کوریڈور میں شعلے بھڑک رہے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر دائیں طرف کے کوریڈور میں مڑتے ہی فائر کھول دیا۔ پھر فوراً ہی پلٹ کر دیوار سے لگ گئی۔ کیونکہ دوسری طرف سے جوابی فائرنگ ہو رہی تھی۔ میں نے بنجامن کو کاندھے سے اتار کر سونیا سے کہا۔

"تم موقع دیکھ کر پھر ایک بار فائر کرو۔ اتنی دیر میں میں دوسری طرف پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے ایسا ہی کیا۔ موقع ملتے ہی فائرنگ شروع کر دی۔ میں فوراً ہی فرش پر لیٹ کر تیزی سے لڑھکتا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔ اس کے بعد پھرتی سے اٹھ کر پوزیشن سنبھال لی۔ اب وہ کوریڈور میرے اور سونیا کے درمیان آگیا تھا۔ ہم دونوں یکے بعد دیگرے فائر کرنے لگے۔ ذرا سی دیر میں اس کوریڈور کا راستہ صاف ہو گیا۔ بنجامن نے ایک دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! اس دروازے کا بٹن بتا رہا ہے کہ کوریڈور کے آخری سرے میں باہر نکلنے کا پانچواں دروازہ ہے۔ وہ اب بجلی کے ذریعہ نہیں کھل سکے گا۔ اسے گرنیڈ سے اڑا دو۔"

میں نے تھیلے سے گرنیڈ نکال کر دانتوں سے "کِی" ہٹانے کے بعد اسے کوریڈور کے آخری سرے میں دروازے کی طرف اچھال دیا۔ دوسرے ہی لمحے زبردست دھماکا ہوا۔ دور اس دروازے کے چیتھڑے اڑ گئے۔ سونیا اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی دروازے کی طرف دوڑنے لگی۔ میں ان کے آگے آگے تھا۔ دروازے کے سامنے کوریڈور کے موڑ پر پہنچ کر دونوں طرف فائرنگ کی پھر چھلانگ لگا کر دروازے سے باہر نکل گیا۔ سونیا بھی اپنے باپ کو لے کر میرے پیچھے پیچھے چلی آئی۔

باہر ڈوبتی ہوئی شام کی ملگجی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ دور تک جزیرے کا منظر صاف نظر آرہا تھا۔ سڑک کے دوسری طرف ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ ہم فوراً ہی اس کار تک نہیں پہنچ سکتے تھے کیونکہ دروازے کے پیچھے مسلح گارڈز اس دروازے سے باہر نکلنے والے تھے۔ میں اور سونیا دروازے کے دونوں طرف دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر تک ٹوٹے ہوئے دروازے کے پیچھے خاموشی رہی۔ وہ لوگ سمجھنا چاہتے تھے کہ اس وقت ہم کہاں ہیں اور کس پوزیشن میں ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے انھوں نے ایک گرنیڈ باہر پھینکا۔ اس کے دھماکے سے پہلے ہی ہم ذرا دور چلے گئے۔ مگر دروازے کی طرف فائرنگ شروع کر دی تاکہ کوئی باہر نہ آسکے۔

پھر میں نے ایک گرنیڈ دروازے کے اندر پھینکا۔ جیسے ہی اندر دھماکا ہوا ہم دوڑتے ہوئے کار تک پہنچ گئے۔ ہمارے کار کے اندر بیٹھتے ہی اس عمارت کا تیسرا دروازہ ایک دھماکے سے اڑ گیا۔ اب وہ تیسرے دروازے سے نکل کر ہمیں گھیرنا چاہتے تھے لیکن جب ان سے دور سڑک پر ہماری کار بھاگنے لگی تب انھیں پتہ چلا کہ ہم ان کی فائرنگ رینج سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے گولیاں چلائیں۔ میں نے کار کی رفتار اور بڑھا دی۔

"مگر ہم کہاں جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

بوڑھے بنجامن نے کہا۔

"ہمیں پہلے رمنا کے بنگلے پر جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں ایرج وغیرہ سے ملاقات ہو جائے۔ میں تمھیں راستہ بتا رہا ہوں تم اسی طرف چلتے رہو۔"

میں اس کے بتائے ہوئے راستوں پر کار دوڑاتا رہا۔ پورے جزیرے میں افراتفری مچی ہوئی تھی جو مسلح گارڈز عمارت کے باہر تھے، وہ سب پاور ہاؤس کی طرف چلے گئے تھے۔ اتنے بڑے جنریٹر کی تباہی کوئی معمولی بات نہ تھی۔ سب کی توجہ اسی طرف لگی ہوئی تھی۔ اس عمارت کے اندر سے سُپر ماسٹر کے احکامات ان لوگوں تک نہیں پہنچے تھے مگر اب چونکہ تیسرا اور پانچواں دروازہ ٹوٹ چکا تھا تو کسی بھی لمحے ہماری بغاوت کی خبر پورے جزیرے میں پھیل سکتی تھی۔

ہم جلد ہی رمنا کے بنگلے پر پہنچ گئے۔ بنگلے کے چاروں طرف کئی مسلح جوان مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ بنجامن نے کار سے نکلتے ہوئے کہا۔

"میں رمنا سے ملنے آیا ہوں۔ کیا وہ پھر قید کر دی گئی ہے؟"

اتنے میں رمنا اور ایرج بنگلے سے باہر آگئے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی اسٹین گنیں تھیں۔ رمنا نے بنجامن کو دیکھتے ہی کہا۔

"اب ہم قیدی نہیں ہیں۔ یہ تمام مسلح جوان ہمارے ساتھی ہیں اور ہم آزادی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ انکل بنجامن تمھارے ساتھ کار میں اور کون ہے؟"

ایرج نے کہا۔ "ہمیں سپر ماسٹر کا ایک سُرخ پوش گارڈ نظر آرہا ہے۔"

بنجامن نے کہا۔ "یہ گارڈ نہیں، فرہاد ہے اور وہ میری بیٹی سونیا ہے۔"

ہم دونوں بھی کار سے باہر نکل آئے۔ رمنا مجھے دیکھ کر خوشی سے کھل گئی۔ اس نے ایرج کا بازو تھام کر کہا۔

"ایرج! یہ فرہاد ہیں، میں ان کے متعلق تمھیں بہت کچھ بتا چکی ہوں۔"

ایرج تیزی سے چلتا ہوا میرے پاس آیا۔ پھر بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

"مسٹر فرہاد! آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے مگر یہ دیکھ کر افسوس بھی ہو رہا ہے کہ سُپر ماسٹر نے آپ کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو ختم کر دیا ہے۔"

بنجامن نے کہا۔ "ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ فرہاد جلد ہی اپنے ماضی کو یاد کرے گا۔ پھر ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھی لوٹ آئیں گی۔ فی الحال ہمیں موجودہ حالات سے نمٹنا ہے۔"

ہم سب باتیں کرتے ہوئے بنگلے کے برآمدے میں آ گئے۔ رہنما نے کہا۔

"ایرج نے فرار ہونے کے لیے ایک لانچ کا انتظام کر لیا ہے۔ وہاں بھی ہمارے آدمی ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ ہمیں فوراً ہی یہاں سے چلنا چاہیئے۔"

ہم سب نے رہنما کی تائید کی لیکن سونیا نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"صرف جان بچانا ہی بڑی بات نہیں ہے۔ سب سے پہلے عزت بچانا لازمی ہے۔ یہاں سُپر ماسٹر کے پاس فرہاد کے جرائم کا ریکارڈ ہے۔ اگر ہم یہاں سے بچ کر نکل بھی گئے تو سُپر ماسٹر بعد میں فرہاد کو بلیک میل کرے گا اور اس کی بلیو فلم کو عام کرے گا۔ جس وقت فرہاد کو ذہنی جھٹکے پہنچا کر اس کے ذہن سے پچھلی یادیں مٹائی جا رہی تھیں، اس سے پہلے میں نے فرہاد سے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کے تمام ریکارڈ کو اور اس کی بلیو فلم کو موقع ملتے ہی تباہ کر دوں گی۔ لہٰذا میں اپنا وعدہ پورا کیے بغیر اس جزیرے سے باہر نہیں جاؤں گی۔"

میں اس کی باتیں بڑی توجہ سے سُن رہا تھا۔ میں اپنے بارے میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے بدنام کرنے کے لیے کس طرح ایک بلیو فلم تیار کی گئی ہے اور کس طرح میرے پچھلے ریکارڈ کے ذریعہ سُپر ماسٹر مجھے بلیک میل کر سکتا ہے۔ اس وقت نہ تو میں مجرم تھا اور نہ ہی کسی بلیو فلم کا گنہگار تھا۔ پچھلی باتوں سے میرا ذہن اور میرا دل بالکل صاف تھا۔ ایسے حالات میں مجھ جیسے آدمی کو ہی معصوم کہا جاتا ہے۔ ایرج نے کہا۔

"سُپر ماسٹر کے پاس ہم جیسے کتنے ہی لوگوں کی کمزوریوں کا ریکارڈ موجود ہے۔ اگر ہم اس وقت ایسے ریکارڈز کی فکر کریں گے تو پھر چاروں طرف سے گھیر لیے جائیں گے۔ یہاں سے جان بچا کر نکلنا مشکل ہو جائے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "مشکل ضرور ہو گی مگر ناممکن نہیں ہے۔ ذرا سوچو یہاں سے بچ کر نکل جانے کا فائدہ کیا ہو گا۔ ہم کسی بھی ملک میں پہنچ کر سکون سے زندگی نہیں گزار سکیں گے۔ وہ شیطان ہم تک ضرور پہنچے گا اور بلیک میلنگ کے ذریعہ ہمیں پھر اپنا غلام بنا لے گا، یا ہمیں ... کے حوالے کر دے گا۔"

میں بڑی عقیدت سے سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے عزم اور اپنے حوصلوں سے یہ ثابت کر رہی تھی کہ وہ کس طرح مجھے دل سے چاہتی ہے اور قدم قدم پر میرے لیے جان کی بازی لگا رہی ... میں نے ایرج سے کہا۔

"سونیا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اگر ہمارے پیچھے یہاں ... کمزوریاں رہ جائیں گی تو اس آزادی کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہو ... دانشمندی یہی ہے کہ ہم اپنی تمام کمزوریوں کو یہاں سے مٹا کر جائیں ..."

... نے ایرج کا بازو تھام کر کہا۔

"ڈیئر ایرج میں نے تم سے کچھ نہیں چھپایا ہے۔ تم جانتے ... میری بھی کئی فلمیں تیار ہو چکی ہیں۔ میں اس جزیرے سے نکل کر ... سے زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ آؤ ہم عزت کی خاطر جان کی بازی ... دیں۔"

ایرج نے اسے اپنے ایک بازو میں لے کر کہا۔

"میں یہ سب تمہارے لیے ہی کر رہا ہوں۔ ٹھیک ہے اب ہم ساحل کی طرف جانے کی بجائے اس عمارت کے ریکارڈ ... تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

ایرج نے اپنے ایک ساتھی کو ساحل کی طرف بھیج دیا تاکہ ... میں انتظار کرنے والے ساتھیوں تک یہ خبر پہنچ جائے کہ ہمارے ... میں دیر ہو گی۔ اگر ان لوگوں کے لیے کوئی خطرہ ہو تو وہ لانچ کو چھوڑ کر ... گنبد نما عمارت کی طرف چلے آئیں۔ وہاں ہم سے ملاقات ہو ... اس کے بعد ہم بنگلے کے پیچھے آئے۔ وہاں دو ویگنیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ہم سب تعداد میں پچیس تھے۔ دو ویگنوں میں سما گئے۔ ایرج نے اپنے ساتھیوں کو سمجھا دیا کہ عمارت کے سامنے پہنچتے ہی کس طرح ... کے چاروں طرف پھیل جانا چاہیئے۔ میں اور سونیا چار مسلح ... کے ساتھ اندر جائیں گے۔ باقی ایرج کی رہنمائی میں عمارت ... رہ کر دشمنوں کو قریب آنے سے روکتے رہیں گے۔

جب ایرج نے یہ باتیں سمجھا دیں تو ہم سب ویگنوں پر ... عمارت کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس وقت تک تمام جزیرے ... ہماری بغاوت کی خبر پھیل چکی تھی۔ جب ہم رہائشی بنگلوں ... نکل گئے تو ہم نے دوسری سڑک پر سرخ پوش جوانوں کو ... کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ اگر ہم ذرا بھی دیر کرتے تو ہمیں ... مقابلے کے لیے وہاں رُکنا پڑتا۔ مگر عمارت کے سامنے پہنچ ... وہاں کے پہرے داروں سے مقابلہ کرنا پڑا۔

اس وقت تک چاروں طرف تاریکی پھیل چکی ... گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں وہ پہرے دار نظر ...

... ایک نے "ہالٹ" کہہ کر ہمیں رُکنے کے لیے کہا۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ ہم اس طرف کس لیے آئے ہیں۔ اس سے پہلے ہی ہم سب تیزی سے ویگنوں کے دروازے کھولتے ہوئے باہر نکلے اور نکلتے ہی فائرنگ شروع کر دی۔ ہم اندھیرے میں تھے اور وہ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں چھُپ نہیں سکتے تھے۔ اس لیے دو چار منٹ میں ہی اس لڑائی کا فیصلہ ہو گیا۔ وہ باہر پہرہ دینے والے ایک ایک کر کے ختم ہو چکے تھے۔ اندر سے کچھ مسلح گارڈز باہر آئے پھر وہ بھی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ جلد ہی ہمارے ساتھیوں نے عمارت کو گھیرے میں لے لیا۔ دو آدمیوں نے گاڑیوں کا رُخ موڑ کر سڑک کی طرف کر دیا تاکہ ان کی روشنی میں دور سے آنے والے نظر آ جائیں۔ اس کے بعد ہم ... ہوتے دروازے سے اندر داخل ہونے کی فکر کرنے لگے۔ ایرج نے کہا۔

"اس جزیرے میں سُپر ماسٹر کے صرف ایک سو مسلح گارڈز ہیں ... اس عمارت کے اندر رہتے ہیں۔ کچھ اس جزیرے کے مختلف حصوں ... گشت کرتے رہتے ہیں۔ باقی اپنی ڈیوٹی شفٹ سے واپس آ کر آرام کرتے ہیں مگر اس وقت سب ہی مستعد ہوں گے۔"

میں نے کہا۔ "میں اور سونیا نے اس عمارت کے اندر قریباً بیس پچیس گارڈز کو ٹھکانے لگا چکے ہیں۔ دس عدد گارڈز یہاں باہر مُردہ پڑے ہیں۔ باقی پاور ہاؤس کی طرف ہوں گے یا ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ اس حساب سے عمارت کے اندر چند ہی گارڈز رہ گئے ہوں گے۔"

ایرج نے کہا۔ "ابھی پتہ چل جاتا ہے۔ پہلے ہمارا ایک آدمی اندر جائے گا۔"

اس نے اپنے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اپنی اسٹین گن ... سنبھالتا ہوا لوٹتے ہوئے دروازے کے قریب پہنچا پھر فائرنگ کرتا ہوا ایک بیک اندر چلا گیا۔ فائرنگ کے جواب میں فائرنگ اور چیخیں ... سنائی دیں۔ ان میں ایرج کے ساتھی کی چیخ بھی شامل تھی۔ وہ بیچارہ ... ارے لیے اپنی جان دے چکا تھا۔ میں نے کہا۔

"یہ غلط ہے، میں اپنے مقصد کے لیے یہاں دوبارہ آیا ہوں۔ ... کے لیے میں دوسروں کی قربانی گوارا نہیں کروں گا۔ اب میں اندر ... جاؤں گا۔"

میں آگے بڑھا تو سونیا بھی میرے ساتھ ہو گئی۔ وہ کہیں بھی مجھ سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔

"سونیا تم میرے پیچھے رہو پہلے میں اندر جاؤں گا۔"

"نہیں ہم دونوں ایک ساتھ اندر داخل ہوں گے۔ تم دائیں طرف فائرنگ کرو گے اور میں بائیں طرف فائرنگ کرتی ہوئی اس سامنے والے کوریڈور میں پہنچ جاؤں گی۔ ہمارے اس ساتھی کو اس لیے مرنا پڑا کہ وہ صرف ایک طرف فائرنگ کرتا ہوا اندر گیا تھا۔"

وہ بڑی معقول باتیں کر رہی تھی۔ رہنما نے مجھے مخاطب کیا۔

"فرہاد! میں نے تمہیں بتایا تھا کہ کس رنگ اور کس ڈیزائن کا بٹن اس عمارت کے کون سے دروازے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ تم یہ باتیں یقیناً بھول چکے ہو۔ تم اور سونیا اتنا یاد رکھو کہ سُرخ رنگ کا بٹن جہاں نظر آئے گا۔ اس کے بائیں طرف کے کوریڈور والا حصہ بہت اہم ہے۔ سُپر ماسٹر اسی طرف کسی کمرے میں پایا جا سکتا ہے۔ بہت محتاط ہو کر جاؤ۔"

میں نے اور سونیا نے دروازے کا رُخ کیا۔ پھر پلاننگ کے مطابق فائرنگ کرتے ہوئے اندر گھُستے چلے گئے۔ سامنے والے کوریڈور میں پہنچ کر پتہ چلا کہ جوابی فائرنگ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ وہاں کتنے ہی گارڈز کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ سونیا ٹارچ نکال کر دور تک روشنی پھینکنے لگی۔ ہمارے چاروں طرف گہری خاموشی تھی۔ ایک متنفس بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ سونیا نے مجھے ٹارچ دیتے ہوئے کہا۔

"تم اس طرف جاؤ، میں اس کوریڈور میں جاتی ہوں۔"

"تم اندھیرے میں کیسے جاؤ گی؟"

"میں اندھیرے میں انسانوں کی بُو سونگھ لیتی ہوں۔ جب تمہارے پاس پہنچا ہو گا تو میں تمہاری بھی بُو سونگھ کر چلی آؤں گی۔ تم میری فکر نہ کرو۔ سُرخ بٹن نظر آئے تو مخصوص انداز میں سیٹی بجا دینا۔ اوکے وِش یو گڈ لک ..."

وہ جواب سنے بغیر آگے بڑھتی ہوئی تاریکی میں گم ہو گئی۔ میں تھوڑی دیر تک حیرانی سے سوچتا رہا کہ وہ کس طرح انسانوں کی بُو سونگھ لیتی ہے۔ وہ یہ بھی کہہ چکی تھی کہ مجھ میں خیال خوانی کی صلاحیتیں تھیں جو اب میرے دماغ سے مٹ چکی ہیں۔ بعض اوقات اپنے بارے میں سوچتے وقت عجیب سا لگتا تھا۔ عجیب سی زندگی تھی۔ میں اپنی زندگی کی اہم یادوں کے بغیر جی رہا تھا۔ میرے چاروں طرف جیسے دُھند چھائی ہوئی تھی۔ اپنی پچھلی زندگی کو پا لینے کی اُمید کے سہارے اس دُھند سے گزرتا جا رہا تھا۔

مگر اس وقت میرے چاروں طرف گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ میں دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ ہر قدم پر کوئی بھی اچانک ہی ٹکرا سکتا تھا۔ اندھیرے میں دوست اور دشمن سب ہی اندھے بن جاتے ہیں۔ ٹارچ کو بڑی احتیاط سے استعمال کرنے کی ضرورت تھی۔ بغیر سوچے سمجھے روشنی کرنے سے کہیں چھُپا ہوا دشمن فوراً ہی روشنی کی سمت فائرنگ کر سکتا تھا۔ ویسے بھی اب آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو رہی تھیں۔ ایسی صورت میں ایک بار بھی روشنی کی جائے تو اس کے بجھتے ہی تاریکی اور گہری ہو جاتی ہے۔ میں سنبھل سنبھل کر قدم بڑھاتا ہوا ایک راہداری سے مڑ کر دوسری راہداری

سے گزرنے لگا۔

میری طرح سونیا بھی عمارت کے کسی حصے میں بھٹک رہی تھی۔ وہ تو پھر بھی سونگھنے کی حس کے ذریعہ اندھیرے میں قریب آنے والوں کو محسوس کرلیتی۔ آنکھوں کے بجائے ناک سے دیکھ لیتی۔ مگر میں تو اس اندھیرے میں بالکل بیکار ہوگیا تھا۔ میرے پاس کوئی غیر معمولی صلاحیت نہیں تھی۔ ہر لمحہ یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کوئی آگے پیچھے سے یا دائیں بائیں سے اچانک ہی حملہ کردے گا، لیکن کوئی کمبخت ٹکرانے بھی نہیں آ رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا عمارت کے تمام پہریدار سو رہے ہیں۔ تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد سونیا کی آواز سنائی دی۔

"فرہاد! تم جہاں ہو وہیں ٹھہر جاؤ میں آرہی ہوں۔"

واقعی اس نے اندھیرے میں میری بُو پالی تھی۔ راستہ ٹٹولتی ہوئی میرے پاس آگئی۔ پھر دھیرے سے بولی۔

"پوری عمارت ویران پڑی ہے۔ مجھ سے تو ایک بھی زندہ پہریدار نہیں ٹکرایا۔"

"یہی حال میرا ہے۔ میں خواہ مخواہ اندھیرے میں بھٹک رہا ہوں۔ اب ہمیں ٹارچ روشن کرکے اس سرخ بٹن کو تلاش کرنا چاہیے۔"

میں نے ٹارچ روشن کردی۔ ہمارے سامنے ہی ایک کمرہ تھا۔ بم کے دھماکے سے اس کی دیواریں گر چکی تھیں۔ وہاں ٹارچ کی روشنی میں ہمیں دو شکاری کتوں کے سر اور دھڑ نظر آئے۔ وہ ٹوٹی ہوئی دیواروں کے نیچے مُردہ پڑے ہوئے تھے۔ سونیا نے فوراً ہی مجھ سے ٹارچ لیتے ہوئے کہا۔

"میرے ڈیڈی ان کتوں کی طرح ایک اور لڑکی کو اس کمرے میں سونگھنے کی ٹریننگ دے رہے تھے۔"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس کمرے میں گئی۔ وہاں بڑے بڑے پتھروں کے نیچے ایک حسین لڑکی کی گوری گوری ٹانگیں نظر آئیں۔ سونیا نے منہ پھیر کر افسردگی سے کہا۔

"افسوس ہم اس کی جان نہ بچا سکے۔"

"یہ کون تھی؟"

"رعنا کی بہن تھی۔ اس کا نام سلمیٰ تھا۔ ڈیڈی اس کو بچپن سے میری طرح بنا رہے تھے۔"

میں سونیا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے کوریڈور میں لے آیا۔ اب افسوس کرکے اسے زندگی نہیں لوٹائی جاسکتی تھی۔ میں اس کے ہاتھ سے ٹارچ لے کر آگے بڑھ گیا اور دروازوں کے بٹنوں پر روشنی پھینک کر دیکھتا گیا۔ سونیا بھی میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ اچانک ہی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ ہمارے پیروں تلے کی زمین لرزنے لگی۔ میں اور سونیا ایک دوسرے کا سہارا لے کر اپنے قدم مضبوطی سے فرش پر جمائے رکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد پتہ چلا کہ زیرِ زمین کوئی بڑی سی مشین چل رہی ہے۔ میں نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے اس عمارت کے تہہ خانے میں کوئی بڑی مشین ہے۔ ہمیں اس آواز کی سمت جاکر تہہ خانے کا راستہ کرنا چاہیے۔"

ایک طویل سناٹے کے بعد مشین کی شور مچاتی ہوئی آ چاروں طرف گونجتی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ اس آواز کی معلوم کرنا مشکل تھا۔ ابھی میں کان لگا کر اندازہ کر ہی رہا تھا کہ عمارت کا ایک حصہ روشن ہوگیا۔ ہم فوراً ہی اچھل کر ایک دیوار پیچھے چلے گئے۔ پھر عمارت کے اس روشن حصے کو دیکھنے لگے۔ کوریڈور کے تمام بلب روشن ہوگئے تھے۔ راستہ دور تک دکھائی رہا تھا۔ سونیا نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ دیکھو، وہاں سرخ بٹن نظر آرہا ہے۔"

مجھے وہ سرخ بٹن نظر آگیا۔ رعنا نے درست کہا تھا کہ اس کے بائیں طرف جو کوریڈور ہے وہ بہت اہم ہے کیونکہ اس وقت حصہ روشن نظر آرہا تھا، میں نے کہا۔

"اس روشن حصے کی بڑی اہمیت ہوگی۔ سپر ماسٹر طرف کے کسی کمرے میں موجود ہوگا۔ اب اس نے حالات پر قابو کے لیے دوسرا جنریٹر اسٹارٹ کیا ہے۔"

"ہاں" سونیا نے کہا "یہ دوسرا جنریٹر کم پاور اسی لیے ایک مخصوص حصہ روشن کیا گیا ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہاں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ سپر ماسٹر نے ماتحتوں پر نظر رکھنے کے لیے اس عمارت کے ہر حصے میں ٹیلی کاسٹ کرنے کے آلات لگا رکھے ہیں۔ وہ اس وقت اسکرین پر دیکھ بھی رہا ہوگا اور ہماری باتیں بھی سن رہا ہوگا۔"

میں چھت کی طرف ادھر اُدھر دیکھنے لگا تاکہ ٹیلی کاسٹ والے آلات کہیں نظر آجائیں۔ اسی وقت ایک قریبی کوریڈور کچھ عجیب قسم کی آواز سنائی دی۔ کوئی بھاری بھرکم سی چیز کوریڈور کے چکنے فرش پر گھسٹ رہی تھی یا پھر اس چیز کو کوئی اٹھا اٹھا کر رکھ رہا تھا۔ یقیناً کوئی فولادی سی چیز تھی۔ فرش سے ٹکراتے ہی جھنجھناہٹ سی سنائی دیتی تھی۔ پھر ہمیں اس چیز کا سایہ دکھا یوں تو وہ ایک انسانی سایہ تھا مگر جسامت کے اعتبار سے بہت چوڑا اور بھدا سا نظر آرہا تھا۔ میں اور سونیا فوراً ہی دو مختلف کی طرف چلے گئے۔ پھر دیوار سے لگ کر آنے والے کا انتظار کرنے بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ہم نے ذرا آگے جھک کر اس کوریڈور کی طرف دیکھا جہاں سایہ نظر آرہا تھا۔ اب وہاں تھا وہ خود کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سونیا کے حلق سے چیخ نکل

ہماری نگاہوں کے سامنے ایک فولادی انسان کھڑا ہوا تھا۔ میں اسے تشبیہ یا استعارے کے طور پر فولادی نہیں کہہ رہا ہوں۔ وہ سر سے پاؤں تک سچ مچ فولاد کا بنا ہوا تھا۔ وہ تقریباً سات فٹ اونچا تھا۔ اسی کی مناسبت سے وہ چوڑا اور بھاری بھرکم بھی تھا۔ اگر اس جیسے دو عدد روبوٹ شانہ بشانہ کھڑے ہوجاتے تو کوریڈور سے گزرنے کی جگہ بند ہوجاتی۔ اس کے فولادی چہرے پر آنکھوں کی جگہ دو نیلے رنگ کے شیشے نظر آرہے تھے اور اس کے سامنے کا تمام منظر ان شیشوں میں دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ ٹی وی سسٹم سے اس کی آنکھیں بنائی گئی ہیں۔ وہ ان ہی آنکھوں سے سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا مگر ہم اسے نظر نہیں آرہے تھے۔ اچانک اس کے اندر سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ پھر اس کے فولادی جسم کے اندر سے ایک اسپیکر آن ہوا۔ وہ بول رہا تھا۔

"ہیلو فرہاد! تم مجھ سے چھپ نہیں سکو گے۔ دیکھو میں تمہارا سپر ماسٹر ہوں۔ میرے سامنے آؤ اور ایک غلام کی طرح ادب سے میرے سامنے گھٹنے ٹیک دو۔"

میں نے سونیا کی جانب دیکھا۔ سونیا آگے بڑھ کر فولادی انسان کے سامنے چلی گئی۔ دونوں کے درمیان تقریباً دس گز کا فاصلہ تھا۔ وہ اسٹین گن کو سنبھالتی ہوئی بولی۔

"تمہارے جیسا سپر ماسٹر ایک جنریٹر کا محتاج ہوتا ہے۔ بجلی کی طاقت کے بغیر نہ تم ہمیں دیکھ سکتے ہو اور نہ ہی اس کے بغیر ہم پر قابو پانے کی کوشش کرسکتے ہو۔ میں ابھی تمہارے دیکھنے کی قوت چھین رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے فائرنگ شروع کردی۔ اس سے پہلے ہی فولادی انسان کی دونوں ہتھیلیاں اپنی آنکھوں کے سامنے آگئیں۔ اسٹین گن سے نکلی ہوئی گولیاں اس کے فولادی ہتھیلیوں سے جا کر ٹکرائیں پھر ٹھنا ٹھن بجتی ہوئی ادھر اُدھر بکھر گئیں۔ اس کی ہتھیلیوں کا کچھ نہیں بگڑا۔ سونیا اس کی آنکھوں پر فائرنگ کرکے اسے اندھا بنا دینا چاہتی تھی مگر وہ بھی اپنی آنکھوں کی حفاظت کرنا جانتا تھا۔ وہ ہتھیلیوں کی آڑ سے دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ اسٹین گن جیسے کھلونے پھینک دو، مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ سونیا اس بار تم زندہ نہیں بچو گی۔ پہلے میں فرہاد کی وجہ سے تمہیں چھوٹ دے رہا تھا مگر اب تم سے ہی نمٹ لیتا ہوں۔"

وہ قہقہے لگاتا ہوا آگے بڑھا مگر اس کے اپنے جسم کا وزن بہت زیادہ تھا وہ اپنا توازن سنبھال کر پہلے اپنا ایک قدم آگے بڑھاتا تھا پھر زمین پر رکھ کر دوسرا قدم اٹھاتے وقت پھر اپنے توازن کا خیال رکھتا تھا۔ اس طرح اسے ایک قدم آگے بڑھنے کے لیے کم از کم بیس پچیس سکینڈ سنبھلتے تھے مگر اپنی سست رفتاری کے باوجود وہ بڑا ہی بھیانک لگ رہا تھا۔ اس نے قہقہوں کے دوران کہا۔

"فرہاد کہاں چھپا ہے۔ اسے بھی اپنے پہلو میں بلالو۔"

میں بھی سامنے آکر سونیا کے شانہ بہ شانہ کھڑا ہوگیا۔ ہم دونوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں، مگر اس کے لیے وہ محض کھلونا تھیں۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہیں میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے، یہ دیکھو۔"

اس نے اپنا داہنا ہاتھ دائیں طرف کی دیوار پر زور سے مارا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ دیوار ہل سی گئی۔ اس کا وہ ہاتھ کہنی تک دیوار کے اندر گھس گیا تھا۔ اس حصے کی اینٹیں اِدھر اُدھر گریں پھر وہ ہاتھ باہر آگیا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"اس طرح تو یہ ہمارا کچومر نکال دے گا۔ اگر یہ مجھے اور سونیا کو ملا کر اپنی ہتھیلیوں میں دبوچ لے تو ہم دونوں کا اس طرح بھرتہ بن جائے گا کہ عورت اور مرد کی پہچان ہی ختم ہوجائے گی۔"

اس کی ایک ہتھیلی بدستور اپنی آنکھوں پر سایہ کیے ہوئے تھی، اور ہمیں گولی چلانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ اس نے بڑی سفاکی سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"میں تم دونوں کی ٹانگیں چیر کر چار حصوں میں تقسیم کردوں گا۔"

یہ کہتے ہی وہ پھر آگے بڑھنے لگا۔ ہم اس کی رفتار کا اندازہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے۔ وہ ہمیں پکڑ نہیں سکتا تھا مگر ہم بھی جان بچا کر بھاگنے نہیں آئے تھے۔ ہمیں کسی نہ کسی طرح ریکارڈ روم تک پہنچنا تھا۔ ہم پیچھے ہٹتے ہوئے دوسرے کوریڈور کی طرف مڑ گئے۔ وہاں بھی بلب روشن تھے۔ اچانک ہی مجھے تدبیر سوجھ گئی۔ میں نے سونیا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"فی الحال اس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ آؤ ہم ان قمقموں کو بجھادیں۔"

یہ کہتے ہی میں نے دور دور تک نظر آنے والے بلب پر فائرنگ شروع کردی۔ سونیا نے پلٹ کر دوسری طرف کے قمقموں پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔ جب وہ فولادی انسان ہمارے کوریڈور کی طرف مڑنے کے لیے آیا تو وہاں اندھیرا ہوچکا تھا۔ ہمیں اس کی غراہٹ سنائی دی۔ وہ کریہہ لہجے میں بولا۔

"فرہاد! بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم اندھیرا کرنے کے بعد بھی اپنے سپر ماسٹر تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

میں پنجوں کے بل چلتا ہوا ذرا سی بھی آہٹ کیے بغیر اس کے قریب پہنچ گیا۔ پھر دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ سرکتا ہوا اس کے پیچھے چلا گیا۔ اس وقت وہ کہہ رہا تھا۔

"سپر ماسٹر نادان نہیں ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ تم اس طرح تاریکی پھیلا کر پھر مجھے بے بس اور مجبور بنانے کی کوشش کروگے لیکن میرے

پاس ٹارچ ہے یہ دیکھو۔"

اندھیرے میں گھرر گھرر کی آواز ابھرنے لگی۔ اس کی کھوپڑی سے کوئی چیز گھومتی ہوئی ابھر رہی تھی اور ٹارچ کی طرح روشن ہو کر چاروں طرف روشنی پھینک رہی تھی۔ مگر اس کی آنکھیں ہم انسانوں کی طرح صرف سامنے ہی دیکھ سکتی تھیں۔ روشنی ہوتے ہی اسے صرف سونیا نظر آئی۔ اس نے غرا کر پوچھا۔

"فرہاد کہاں ہے؟"

"میں یہاں ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے اچھل کر پوری قوت سے اس کی کمر پر ایک لات ماری۔ وہ ذرا سا لڑکھڑا گیا۔ اگر وہ کوئی گوشت پوست کا انسان ہوتا تو میری لات کھانے کے بعد زمین چاٹتا ہوا نظر آتا۔ مگر وہ لڑکھڑانے کے بعد فوراً ہی سنبھل گیا اور اب غرا کر میری طرف پلٹ رہا تھا۔ میری طرف پلٹنے میں بھی کافی وقت صرف ہو رہا تھا۔ جب اس نے پوری طرح گھوم کر میری طرف دیکھا تو اسی وقت سونیا نے اچھل کر اس کی کمر پر زور کی لات ماری۔

"اگر تم سپر ماسٹر ہو تو یہ شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہم سے لاتیں کھا رہے ہو۔"

اس بار وہ سونیا کی طرف پلٹنے کی بجائے غراتے ہوئے میری طرف بڑھنے لگا۔ میں نے اس کے سر پر گھومنے والی ٹارچ پر فائرنگ کی مگر اس کی ایک ہتھیلی آنکھوں کی حفاظت کر رہی تھی اور دوسری ہتھیلی سے وہ ٹارچ کی حفاظت کر رہا تھا۔ میری فائرنگ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا مگر سونیا نے اس کی پشت کی جانب سے فائرنگ کی۔ جتنی دیر میں وہ اپنی ہتھیلی پیچھے کی طرف لے جاتا اتنی دیر میں وہ گول گھومتی ہوئی ٹارچ گولیوں کی زد میں آ چکی تھی۔

پھر ایک بار تاریکی چھا گئی۔ وہ فولادی مجسمہ میری ہی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔ اس کے بھاری بھرکم قدموں کی آواز سے صاف پتہ چل جاتا تھا کہ اس کا رخ کس طرف ہے۔ میں نے اندازے سے پھر ایک بار اس کی آنکھوں کی طرف فائرنگ کی۔ اس بار اس کی آنکھوں کے شیشے چکنا چور ہو گئے۔ پھر ان کے اندر بجلی کا کوئی تار جلنے لگا۔ آگ کے ننھے سے شعلے مجھے دور سے دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے بعد اس کے اندر سے پٹاخوں جیسی آواز آنے لگی۔ شاید اس کے اندر کوئی چیز ٹوٹ رہی تھی۔ سونیا اس کے پیچھے سے بہت دور چلی گئی۔ میں بھی اس کے سامنے سے دور ہٹ گیا۔ اب اس کے اندر سے کسی قسم کی گیس نکل رہی تھی۔

جیسے اسٹیم انجن سے بھاپ نکلنے کی آواز آتی ہے، بس ویسی ہی آواز آ رہی تھی۔ جیسے جیسے گیس نکلتی جا رہی تھی وہ مجسمہ آہستہ آہستہ زمین کی طرف جھکتا جا رہا تھا۔ پھر وہ ایک دم سے فرش پر اوندھا ہو گیا۔

بے جان مجسمہ جسے وقتی طور پر زندگی ملی تھی وہ مر چکا تھا۔

ہم تھوڑی دیر تک انتظار کرتے رہے۔ پھر میں آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔ اس کا ایک فولادی ہاتھ ایک طرف پھیلا ہوا تھا۔ میں نے اسٹین گن کو آگے بڑھا کر اس کو ذرا سا سرکایا تو وہ دوسری طرف خاموشی سے سرک گیا۔ پھر میں نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ واقعی مر چکا تھا۔ سونیا اس پر چڑھ کر اسے قدموں سے روندتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اس نے میرا ہاتھ تھام کر کہا۔

"پتہ نہیں یہ شیطان اور کیسے کیسے حربے استعمال کرے گا۔ ہمیں بہت سنبھل کر آگے بڑھنا چاہیے۔"

"تمھاری یہ باتیں بھی وہ شیطان سن رہا ہوگا۔ الو کا پٹھا کہتا تھا کہ اس جزیرے میں لوگ اس کی مرضی سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کے حکم سے مر جاتے ہیں۔ اب یہ ماننا پڑتا ہے کہ کوئی بہت بڑی طاقت ہے جو ہمیں اس شیطان سے بچا رہی ہے۔"

"ہاں فرہاد! اس ان دیکھی طاقت کا نام ہی خدا ہے مگر کہ تم خدا کو بھول چکے ہو۔"

"میں کیا کروں جب کہ میں خود کو بھی نہیں پہچان رہا ہوں۔ اس کے باوجود میں اس خدا کو تسلیم کر رہا ہوں۔ رفتہ رفتہ میں اس کی عظمت کو بھی سمجھ لوں گا۔"

ہم دونوں پھر اس روبوٹ پر چڑھ کر اس پر سے گزرتے ہوئے عمارت کے روشن حصے کی طرف بڑھنے لگے۔ دور کسی کوریڈور سے آنے والی روشنی ہماری رہنمائی کر رہی تھی۔ ہم دائیں طرف مڑتے ہوئے اس سمت بڑھنے لگے۔ ذرا آگے جا کر میں رک گیا۔ پھر سونیا کی طرف جھک کر اس کے کان میں آہستہ سے کہا۔

"وہ کمبخت ہماری باتیں سن لیتا ہے۔ ہم روشنیوں کو تو بجھا سکتے ہیں مگر اپنی آواز کو اس تک پہنچنے سے نہیں روک سکتے۔"

سونیا نے منہ پھیر کر میرے کان کے قریب آ کر سرگوشی کی۔

"چلو یہ بھی اچھا ہے، سرگوشی کے بہلنے تم میرے قریب آ گئے۔"

ایسے وقت تاریکی ہو تو تصور کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ روشنی سے گھبراتی ہے۔ اس کے باوجود بدن کی اجلی دھنک کو نہیں چھپا سکتی۔ اس وقت میرے اطراف کتنے ہی رنگ بکھر گئے تھے۔ کے دوران میں نے خیال نہیں کیا تھا مگر اب خیال آیا کہ وہ نارنجی رنگ کے لباس میں تھی۔ یہ رنگ جذبات کے رنگ سے کتنا ملتا ہے۔ سے ہی شعلے کی طرح لپکتا ہے قریب آؤ تو جلا کر رکھ دیتا ہے۔

آپ کہیں گے کہ میں اتنی خطرناک سچویشن میں شاعری کر رہا تھا لیکن میری طرح آپ ایسے تجربات سے گزریں تو یقین آئے گا۔

سونیا جیسی جیالی دوشیزہ پہلو میں ہو تو سپر ماسٹر جیسے شیطانوں سے لڑنا کتنا آسان ہو جاتا ہے۔ وہ کوئی ایسی چھوئی موئی جیسی عورت تو نہیں تھی کہ ایک چوہے سے ڈر کر چیخنے لگتی اور اپنے ساتھی مرد کو بھی تھوڑی دیر کیلئے حواس باختہ کر دیتی۔ مگر میری سونیا بڑے سے بڑے خطرے کا سامنا کرنے کے لیے پہلے خود ہی سامنے چلی آتی تھی۔

جب میں بہکنے لگا تو وہ فوراً ہی الگ ہو گئی۔ پھر دوسری طرف منہ پھیر کر بولی۔

"بس میں نے تمھیں پا لیا۔ اس جیت کی خوشی میں اب میں آندھی طوفان کی طرح آگے بڑھوں گی اور اس شیطان کا سر کچل کر رکھ دوں گی۔ میری محبت کو ٹیڑھی نظر سے دیکھنے والا زندہ نہیں رہے گا۔"

میں نے بڑی محبت اور عقیدت سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میری جان! یہی جذبہ میرے اندر بھی ہے۔ وہ شیطان میرے ہاتھوں تمھیں مار ڈالنا چاہتا تھا، اب وہ ان ہاتھوں سے مریگا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی چاروں طرف سے قہقہے سنائی دیئے۔ کہیں چھپے ہوئے اسپیکر سے سپر ماسٹر کہہ رہا تھا۔

"بیٹے فرہاد! تمھارا دماغ صرف مجھ تک پہنچ سکتا تھا، اسے میں نے بیکار کر دیا ہے۔ اب تمھارا دماغ یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس وقت میں کہاں ہوں اور کس طرح اپنی حفاظت کر رہا ہوں۔"

سونیا نے سر اٹھا کر اونچی آواز میں کہا۔

"شیطان کے بچے میرے پاس تو سوچنے کے لیے عقل ہے۔ میں ثابت کر سکتی ہوں کہ تو اسی عمارت میں کہیں چھپا ہوا ہے۔"

"کیسے ثابت کرو گی؟"

سونیا نے جواب دیا "یہ تو سامنے کی بات ہے کہ بجلی فیل ہوتے ہی تو بھی فیل ہو گیا تھا اور تیری آواز بھی مر گئی تھی۔ اب اسی عمارت میں دوسرے جنریٹر کو آن کرنے کے بعد تو پھر بکواس کر رہا ہے۔ ہمیں فریب دینا چاہتا ہے کہ بظاہر خود یہاں موجود نہیں ہے۔ ہم تجھے تیری خوبصورت شکل سے نہیں پہچانتے ہیں مگر یاد رکھ یہاں جو بھی زندہ نظر آئے گا ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے سر ہلا کر کہا "یہاں مرنے والوں کی فہرست میں وہ شیطان بھی انجانے طور پر شامل ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر میں سونیا کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ جب ایک روشن کوریڈور قریب آیا تو میں نے سونیا کے کان میں سرگوشی کی۔

"جہاں بھی روشنی نظر آئے گی ہم وہاں قمقموں پر فائرنگ کرتے چلے جائیں گے تاکہ وہ ہمیں اسکرین پر نہ دیکھ سکے۔"

سونیا نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے آگے بڑھ کر دیوار سے لگ کر سرکتے ہوئے روشن کوریڈور کی طرف جھانک کر دیکھا، وہاں بھی ویرانی تھی۔ میں نے ذرا اور آگے بڑھ کر دیکھا۔ اسی وقت اسپیکر سے آواز آئی۔

"بزدلوں کی طرح جھانک کر کیا دیکھ رہے ہو سامنے چلے آؤ۔"

میں اچھل کر سامنے آیا پھر فوراً ہی دور تک نظر آنے والے قمقموں پر فائرنگ شروع کر دی۔ سونیا کی اسٹین گن سے بھی گولیاں برس رہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف تاریکی پھیل گئی۔ اس تاریکی میں اس کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یو نان سنس۔ بلڈی فول۔ کیا تم دونوں اندھیرے میں مرنا چاہتے ہو؟"

ہم نے کوئی جواب نہیں دیا چپ چاپ آگے بڑھتے چلے گئے۔ آگے ایک دروازہ تھا۔ وہ اندھیرے میں اس لیے نظر آ گیا کہ اس کی ساتھ والی کھڑکی کے اندھے شیشے روشن تھے۔ کمرے کے اندر روشنی تھی وہاں یقیناً کچھ لوگ ہو سکتے تھے۔ میں اور سونیا دروازے کے دونوں طرف دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ سونیا نے دیوار پر لگے ہوئے بٹن کو دبایا تو دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

اسی وقت عمارت کے باہر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ شاید رمنا اور ایرج دشمنوں کا مقابلہ کر رہے تھے اور انھیں عمارت کے اندر آنے سے روک رہے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے گولیاں چل رہی تھیں۔ اتنے میں اسپیکر سے غراہٹ سنائی دی۔

"اچھا تو تم دونوں نے باقاعدہ اپنی فوج بنالی ہے۔ عمارت کے باہر میرے آدمیوں کا راستہ روکا جا رہا ہے۔ مگر اس جزیرے میں تمھارے کتنے مددگار ہیں۔ میرے گارڈز ابھی تھوڑی دیر میں ان کا خاتمہ کر دیں گے۔"

ہم خاموشی سے اس کی باتیں سنتے رہے۔ وہ چاہتا تھا کہ میں جواب میں کچھ کہوں اور کہنے کے دوران اپنے ساتھیوں کی تعداد بتاؤں کہ باہر میرے کتنے حمایتی ہیں۔ ہماری خاموشی پر اس نے جھنجھلا کر کہا۔

"کہاں مر گئے بولتے کیوں نہیں؟ میں جانتا ہوں تم دونوں دروازے کے پاس ہو اور وہ دروازہ کھل چکا ہے۔ کیا تم اندر جانے کی جرأت کرو گے؟"

میں نے بلند آواز میں کہا۔

"سپر ماسٹر میں تم سے اور تمھارے آدمیوں سے کہتا ہوں کہ اپنے اپنے ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ اپنے اپنے سروں پر رکھ کر باہر آ جائیں۔ اگر میں اندر آنے پر مجبور ہو گیا تو اس ہال میں قدم رکھنے سے پہلے گرنیڈ کے دھماکے کروں گا۔ اگر تمھارے آدمی گرنیڈ پھینکیں گے تو ہمیں اپنے بچاؤ کے لیے یہاں بھاگنے کی کافی جگہ ہے مگر تم لوگوں کو فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔"

تھوڑی دیر کے لیے پھر خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔

"گرنیڈ پھینکنے کی حماقت نہ کرنا۔ تم پہلے ہی اس عمارت کو اور بہت سی کارآمد مشینوں کو نقصان پہنچا چکے ہو۔"

"تو پھر میں حکم دیتا ہوں کہ ہتھیار پھینک کر باہر آجاؤ۔"

"فرہاد! تمھاری شامت آگئی ہے۔ دیکھو باہر فائرنگ بند ہو چکی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ تمھارے مٹھی بھر آدمی مارے گئے ہیں۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمھارے آدمی دم دبا کر بھاگ گئے ہوں۔"

اسی وقت عمارت کے اندرونی حصے میں کہیں دُور قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اسپیکر سے گرج کر کہا گیا۔

"ہالٹ۔ تم کون ہو اور کس سے ملنا چاہتے ہو؟"

اس کے جواب میں دور سے رمنا کی آواز سنائی دی۔

"فرہاد! سونیا! تم دونوں کہاں ہو؟ مجھے آواز دو میں اس طرف آرہی ہوں۔"

میرے اور سونیا کے درمیان جو دروازہ کھلا ہوا تھا وہ تھوڑے وقفے کے بعد بند ہو چکا تھا کیونکہ بٹن دبانے کے بعد اسے ہاتھوں سے کھولنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ خود بخود کھلتا تھا اور تھوڑے وقفے کے بعد آپ ہی آپ بند ہو جاتا تھا۔ سونیا نے دروازے سے گزر کر میرے قریب آتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔

"ٹارچ مجھے دو، میں رمنا کو لے کر یہاں آتی ہوں۔"

میں نے اسے ٹارچ دے دی، پھر وہ اندھیرے میں مجھ سے کب دُور ہوئی یہ پتہ نہ چلا۔ میں دیوار سے لگا خاموش کھڑا رہا۔ ذرا دیر بعد اسپیکر سے پھر آواز سنائی دی۔

"فرہاد خاموش کیوں ہو گئے؟ رمنا تمھیں پکار رہی ہے، اسے جواب دو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جواب دینے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ سونیا رمنا کو سونگھتے ہوئے خود جواب بن کر اس کے پاس پہنچ جائے گی۔ تم تاریک اسکرین پر گھورتے رہو تمھیں کچھ نظر نہیں آئے گا۔"

"ہوں۔" اس کی آواز سنائی دی۔ "اسکرین پر کبھی کبھی ٹارچ کی روشنی ادھر سے اُدھر لہراتی ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس کوریڈور سے گزر رہی ہے۔ تم دونوں بہت چالاکی سے اور بہت ہی محتاط انداز میں میرے قریب نہیں بلکہ اپنی موت کے قریب پہنچنے والے ہو۔"

میں نے پھر ہنستے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا۔

"رسی جل گئی پر بل نہیں گئے۔ کیا اب بھی تمھیں یقین نہیں آیا کہ اس عمارت کے باہر تمھارے آدمیوں کو شکست نصیب ہو رہی ہے۔ اگر ہمیں ناکامی ہوتی تو رمنا گھبرائی ہوئی ہمیں تلاش کرتی مگر اس کی آواز اور اس کا لہجہ بتا رہا ہے کہ وہ مطمئن ہے۔"

میری بات درست نکلی۔ اسی وقت سونیا میرے قریب اور اس کے دو ساتھیوں کو لے کر آگئی۔ رمنا نے تاریکی میں میرا بازو ... مجھ سے کہا۔

"بہت دیر سے تم لوگوں کی کوئی خبر نہیں ملی، اسی لیے ... دو ساتھیوں کو لے کر یہاں تمھیں تلاش کرنے آگئی۔"

میں نے پوچھا "مجھے باہر کی سچویشن بتاؤ؟"

"باہر ابھی تک ہمارا پلّہ بھاری ہے۔ سپر ماسٹر کے مسلح جوان پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ کتنے ہی دشمنوں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں ... اب وہ بہت زیادہ محتاط ہو کر پلاننگ کر رہے ہیں۔ تم بتاؤ کیا ماسٹر کا کوئی پتہ چلا؟"

اسپیکر سے سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔

"رمنا تم بھی آستین کا سانپ ہی نکلیں۔ اسی لیے میں نے ... پر سخت پہرہ لگا دیا تھا۔ مجھے شبہ ہو گیا تھا کہ تم فرہاد کا ساتھ دو گی۔ اچھی بات ہے ذرا صبر کرو میں تمھیں ننگا کر کے شکاری کتوں ... نچواؤں گا۔"

پھر وہ بلند آواز سے عمارت کے باہر کھڑے ہوئے مسلح ... کو مخاطب کرنے لگا۔ شاید اس مقصد کے لیے عمارت کی چھت پر اسپیکر لگا دیے گئے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے وفادار سپاہیو! میں تمھارا سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔ ہمت نہ ہارو، تمھارا سپر ماسٹر موم کا بنا ہوا نہیں ہے۔ میں نے فرہاد ... سونیا کو گرفتار کر لیا ہے۔ ابھی رمنا عمارت کے اندر آئی ہے، ... گرفتار ہو چکی ہے۔ یہی موقع ہے فوراً آگے بڑھو اور عمارت کے ... کھڑے ہوئے مٹھی بھر غداروں کو خاک میں ملا دو۔"

اس نے یہ جھوٹ بول کر زبردست چال چلی تھی۔ اس کے ... دلاتے ہی اچانک فائرنگ شروع ہو گئی۔ رمنا نے اپنے ایک ... سے کہا۔

"فوراً دوڑتے ہوئے جاؤ اور اپنے ساتھیوں تک یہ خبر ... کہ سپر ماسٹر جھوٹ بول رہا ہے۔ ہم سب اس کی قید میں نہیں بلکہ اب اس سے ٹکرانے ہی والے ہیں۔"

اس کا ساتھی ٹارچ لے کر وہاں سے دوڑتا چلا گیا۔ میں ... بلند آواز سے کہا۔

"سپر ماسٹر اب میں پانچ تک گن رہا ہوں۔ اگر تم اپنے ... کے ساتھ نہتے باہر نہیں آؤ گے تو پھر میں گرنیڈ کے دھماکے کر دوں ... ایک۔ دو۔ تین۔۔۔۔"

سونیا نے بٹن دبا کر پھر اس دروازے کو کھول دیا ... ماسٹر کی آواز آئی۔

"ٹھہرو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم یہاں کی مشینیں تباہ ...

... پھر آ رہے ہیں۔"

اس کی باتوں سے اس کی مکاری ظاہر ہو رہی تھی۔ میں کبھی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اتنی آسانی سے شکست تسلیم کر کے ہمارے سامنے چلا آئے گا مگر میں مصلحتاً خاموش رہا۔ ایک منٹ کے بعد ہی ہال کے اندر سے تین شخص یکے بعد دیگرے باہر آئے۔ انھوں نے اپنے ہاتھ اٹھا کر اپنے اپنے سروں پر رکھ لیے تھے۔ سونیا نے باہر آنے والے پہلے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! تم بھول چکے ہو اس لیے میں بتا رہی ہوں۔ یہ ماسٹر سائمن ہے۔"

ہال کے اندر سے آنے والی روشنی میں وہ تینوں نظر آرہے تھے۔ سونیا نے دوسرے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بہت بڑا سائنسداں ہے۔ یہاں کی خطرناک مشینوں کو یہی آپریٹ کرتا ہے۔"

سونیا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں میں اس شیطان کو کبھی نہیں بھول سکتی۔ اس نے فرہاد کو ذہنی جھٹکے پہنچائے تھے اور میرے فرہاد کی یادداشت سے مجھے بھی ... رہا تھا۔"

مگر وہ تیسرا شخص کون تھا؟ ہم سب اس کی طرف دیکھنے لگے ... اس کا آدھا چہرہ ڈاڑھی مونچھوں سے چھپا ہوا تھا۔ آنکھوں پر ... شیشوں کی عینک تھی اور فلیٹ ہیٹ پیشانی پر جھکی ہوئی تھی۔ ... سونیا نے اس کی شناخت کی۔

"فرہاد! یہ حُلیے سے سپر ماسٹر معلوم ہوتا ہے۔ میں نے ماسٹروں ... اہم میٹنگ میں اکثر اسے دیکھا ہے۔ میٹنگ کے دوران اگر بولنے ... ضرورت پیش آتی تھی تو یہ زبان سے کچھ نہیں کہتا تھا بلکہ اپنا فیصلہ ... پرچہ پر لکھ کر دے دیتا تھا۔ ہم نے کبھی اسے بولتے نہیں سنا۔ تم اس سے پوچھو کہ آیا یہ آج بھی بولے گا یا نہیں؟"

رمنا کا ایک ساتھی ان تینوں کی تلاشی لے رہا تھا۔ پھر مطمئن ہو کر ایک طرف کو ہٹ گیا۔ میں نے اس تیسرے شخص سے پوچھا۔

"کیا ثبوت ہے کہ تم سپر ماسٹر ہو؟"

وہ گونگے کی طرح منہ سے آوازیں نکال کر ہاتھ کے اشارے سے ... نے لگا کہ وہ بولنے سے معذور ہے۔ میں نے اسٹین گن کے دستے سے ... کے منہ پر ایک ضرب لگائی۔

"شیطان کے بچے اگر تم گونگے ہو تو اسپیکر کے ذریعہ تمھارا باپ ... رہا تھا؟"

مار کھاتے ہی اس کے منہ سے خون اُبلنے لگا۔ وہ دونوں ہاتھوں ... منہ کو دبا کر فرش پر بیٹھنے لگا۔ سونیا نے اسے ایک ٹھوکر مار کر کہا۔

"یہاں تم میں سے کسی کو بیٹھنے یا منہ پھیرنے یا ایک دوسرے سے باتیں کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ چُپ چاپ کھڑے رہو۔"

سائمن نے عاجزی سے کہا۔

"سونیا تم ابھی اعتراف کر چکی ہو کہ تم نے سپر ماسٹر کو کبھی بولتے نہیں دیکھا۔ تم لوگوں کو یقین کر لینا چاہیے کہ یہ واقعی گونگا ہے۔ اسپیکر سے مسٹر رابرٹ بول رہے تھے۔"

سائمن نے سائنسداں رابرٹ کی طرف اشارہ کیا۔ رابرٹ نے اعتراف کیا کہ اتنی دیر سے وہی بکواس کر رہا تھا۔ جب کبھی ضروری احکامات ہوتے تو یہ گونگا سپر ماسٹر ان احکامات کو لکھ کر رابرٹ کے سامنے پیش کر دیتا تھا۔ رابرٹ اس تحریر کو مائک پر دہرا دیتا تھا۔ رمنا نے کہا۔

"ابھی اس بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ ہم ابھی اندر جا کر دیکھیں گے کیونکہ یہاں سے بھاگنے کا راستہ نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کسی چور دروازے سے نکلنا چاہے گا تو باہر ہمارے ساتھی اسے پکڑ لیں گے۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے پہلے میں اندر جاتا ہوں۔"

"نہیں پہلے میں جاؤں گی۔" سونیا نے کہا۔

ہم دونوں کے فیصلہ کرنے سے پہلے ہی رمنا دوڑتی ہوئی اندر چلی گئی۔ اندر پہنچتے ہی اس نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا پھر کہا۔

"یہاں کوئی نہیں ہے۔ مگر ٹھہرو مجھے مشینوں کے پیچھے جھانک کر دیکھ لینے دو۔"

اس کے پیچھے اس کا ساتھی بھی اندر چلا گیا۔ رمنا نے اسے ڈانٹ کر کہا۔

"تم واپس جاؤ۔"

"نہیں رمنا! اگر ایرج کو پتہ چل گیا کہ ہماری موجودگی میں تم خطرات کا سامنا کر رہی تھیں تو وہ میری گردن اڑا دے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں تمھارا حکم نہیں مان سکتا۔ تم پیچھے ہٹ جاؤ یا پھر میں تمھارے ساتھ ساتھ رہوں گا۔"

میں اور سونیا ان کی باتیں سنتے رہے مگر اندر نہ جا سکے کیونکہ باہر کھڑے ہوئے تینوں قیدیوں کی نگرانی بھی لازمی تھی۔ ہال کے اندر وہ دونوں مشینوں کے پیچھے جھانک کر دیکھ رہے تھے کہ اچانک ہی ایک مشین کے پیچھے سے کوئی نکل کر دوسرے دروازے کی طرف بھاگنے لگا۔ رمنا کے ساتھی نے اس پر چھلانگ لگائی لیکن منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ بھاگنے والا بہت پھرتیلا تھا، جیسے ہی وہ دوسرے دروازے کی طرف پہنچا رمنا نے فائر کرتے ہوئے دھمکی دی۔

"رُک جاؤ تم ریوالور کی زد میں ہو۔"

اسے رکنا پڑا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر رمنا کی طرف پلٹ کر دیکھا تو ہم نے اسے پہچان لیا۔ وہ جوڈو کراٹے کا خطرناک فائٹر شوزیپ تھا۔ میرا اور سونیا کا دھیان صرف چند لمحوں کے لیے شوزیپ کی طرف بھٹک گیا تھا۔ ہماری غفلت سے فائدہ اٹھا کر وہ تینوں ہم پر پل پڑے۔۔

اسٹین گنیں ہمارے ہاتھوں سے نکل گئیں۔ ڈاڑھی والے سپر ماسٹر نے مجھ پر حملہ کیا تھا، ماسٹر سائمن سونیا سے الجھ گیا تھا۔ سائنسداں رابرٹ ایک بے ضرر سا آدمی تھا اس لیے وہ گھبرا کر یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ میں اور سونیا کس طرح اس کے ماسٹروں کی پٹائی کر رہے ہیں۔ ایک ہی منٹ کے اندر ماسٹر سائمن اور وہ نقلی سپر ماسٹر ہمارے ہاتھوں بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اتنے میں شوزیب کی للکار سنائی دی۔

"فرہاد اور سونیا! تم دونوں اپنے اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ ورنہ رمنا ماری جائے گی۔"

ہم نے پلٹ کر دیکھا تو شوزیب نے اپنے ایک بازو میں رمنا کی گردن دبوچ رکھی تھی۔ رمنا کے ہاتھ میں اب ریوالور نہیں تھا۔ پتہ نہیں وہ کس طرح اس کے قابو میں آگئی تھی۔ شوزیب نے اس کی گردن پر اپنی گرفت کو مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

"چپ چاپ اندر آجاؤ۔ اگر تم میں سے کسی نے ذرا بھی چالا کی دکھانے کی کوشش کی تو میرے بازو کے ایک جھٹکے سے رمنا کی گردن ٹوٹ جائے گی۔"

میں نے بے بسی سے رمنا کی طرف دیکھا۔ پھر میری نظریں فرش پر گئیں۔ ان سے دو قدم کے فاصلے پر رمنا کا ریوالور پڑا ہوا تھا۔ شوزیب کنکھیوں سے اس ریوالور کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں ایک ہی چھلانگ میں شوزیب تک پہنچ سکتا تھا مگر اتنی سی دیر میں وہ خطرناک فائٹر رمنا کی گردن کو ایک ہی جھٹکا دے کر اسے ختم کر دیتا۔ شوزیب نے کہا۔

"فرہاد! اب میں تمھیں حقیقت بتاؤں۔ میں سپر ماسٹر کے ایک وفادار غلام کی حیثیت سے اس عمارت میں رہتا ہوں اور یہی غلام سب کا سپر ماسٹر ہے۔"

ہم چونک کر اس کا منہ تکنے لگے۔ اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"وہ ڈاڑھی والا سپر ماسٹر میرا ڈمی ہے۔ میں اس کو سپر ماسٹر بنا کر اسے اپنے خاص ماتحتوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور خود اس کا غلام بن کر اس کے ساتھ رہتا ہوں۔"

سونیا نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم سپر ماسٹر ہو؟"

"مجھے یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں اپنی ذہانت اور صلاحیتوں سے جب چاہتا ہوں کبھی غلام بن جاتا ہوں اور کبھی آقا بن کر حکم چلاتا ہوں۔"

میں نے ریوالور تک پہنچنے کے لیے اسے مزید باتوں میں الجھایا۔

"تم خود کو بے نقاب کرنے کے بعد کیا یہاں سے بچ کر نکل جاؤ گے؟"

"ہاں بڑی آسانی سے نکل جاؤں گا۔ اگر تم لوگ میرے راستے میں آؤ گے تو جانتے ہو میں کیا کروں گا۔ یہ کروں گا....."

یہ کہتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے رمنا کو ایک طرف پھینکا اور پلک جھپکتے ہی ریوالور پر چھلانگ لگا دی۔ میں غافل نہیں تھا۔ میں نے بھی اسی وقت ریوالور پر چھلانگ لگائی تھی اور تو اور سونیا بھی پھرتیلی ثابت ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم تینوں ریوالور کے پاس آ کر آپس میں ٹکرا گئے۔ ریوالور ہمارے نیچے دب گیا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریوالور تک پہنچنے کی کوشش کی تو شوزیب نے مجھے آرم لاک کے داؤ میں جکڑ لیا۔ بڑا خطرناک داؤ تھا۔ تکلیف کی شدت سے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا بازو شانے سے اکھڑ کر الگ ہو جائے گا مگر اسی وقت اس کی چیخ سنائی دی۔ بعد میں پتہ چلا کہ سونیا اس کی گردن کا گوشت نوچنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہتا ہوا دوسری طرف فرش پر الٹ گیا۔

میں ریوالور اٹھا کر اپنا بازو سہلانے لگا۔ کمبخت نے میرے بازو کی ہڈی توڑنے کی بڑی خطرناک کوشش کی تھی۔ سونیا نے اپنے پنجوں کے ساتھ دوبارہ شوزیب پر حملہ کیا مگر اس بار وہ اسے زخمی کرنے کی کوشش میں دھوکہ کھا گئی۔ اس کے داؤ میں آکر خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی کہ میں نے ریوالور کی نال کو شوزیب کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے کہا۔

"بس کرو ماسٹر! اس وقت ہم لڑنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔"

وہ مجبوراً سونیا کو چھوڑ کر فرش پر سے اٹھ گیا۔ میں نے کہا۔

"میری انگلی ٹریگر پر ہے۔ تم ذرا سی بھی حرکت کرو گے تو سیدھے جہنم میں پہنچ جاؤ گے۔"

اس وقت تک رمنا مائک کے پاس پہنچ گئی تھی اور عمارت کے باہر کھڑے ہوئے ساتھیوں کو مخاطب کر رہی تھی۔

"ہیلو ایرج! ہم سب یہاں خیریت سے ہیں۔ یہاں سب کچھ ہمارے قابو میں آ رہی ہے۔ تم ہماری فکر نہ کرنا ابھی تھوڑی دیر میں ہم سپر ماسٹر کو مجبور کریں گے کہ وہ اپنے آدمیوں کو ہتھیار پھینکنے کا حکم دے۔ اس وقت تک تم لوگ اپنے مورچے پر ثابت قدمی سے جمے رہو۔"

میں نے شوزیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر تم سپر ماسٹر ہو تو واقعی کمال کے آدمی ہو۔ اتنے عرصے تک خود غلام بن کر دوسروں کو غلام بناتے رہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ اس عمارت کے اندر اور باہر ہمارا پلّہ بھاری ہے لہٰذا سب سے پہلے اس بات کا جواب دو کہ ریکارڈ روم کہاں ہے؟"

وہ جواب دیتے ہوئے ہچکچانے لگا۔ میں نے دوبارہ کر پوچھا تو اس نے اچانک ہی مجھ پر حملہ کیا۔ میں فوراً ہی ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ حملہ کرنے کی جھونک میں اپنے سامنے والی مشین سے ٹکرا گیا۔ فولادی مشین سے ٹکراتے ہی وہ چیختا ہوا فرش پر گر پڑا۔

چہرہ لہولہان ہو گیا تھا اور وہ زخمی درندے کی طرح غرا رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"اگر تم سپر ماسٹر ہو تو اتنی آسانی سے قابو میں نہیں آؤ گے۔ اس لیے میری طرف سے ایک گولی کا تحفہ قبول کرو۔"

یہ کہتے ہی میں نے ایک فائر کیا۔ اس کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ اپنی بائیں ران کو تھام کر تکلیف کی شدت سے بلبلانے لگا۔ میں نے بڑی سفاکی سے کہا۔

"میں تمھیں پہلے بھی وارننگ دے چکا تھا کہ ذرا سی بھی حرکت کرو گے تو جہنم میں پہنچ جاؤ گے۔ اب تم وہاں سے اٹھنے کے قابل نہیں ہو۔ سیدھی طرح بتا دو کہ ریکارڈ روم کہاں ہے؟"

اس نے پہلے کراہتے ہوئے دیوار گھڑی کی طرف دیکھا، پھر میرے جواب دیا۔

"رمنا کے دائیں طرف جو چھوٹی سی مشین ہے اس کے اوپر لکھے ہوئے "او" کا بٹن دبانے سے سامنے والی دیوار خود بخود ہٹ جائے گی۔ اس دروازے کے پیچھے ریکارڈ روم ہے۔"

اس وقت ہم نے اس بات پر دھیان نہیں دیا کہ وہ ریکارڈ روم کا پتہ بتانے سے پہلے گھڑی کی طرف کیوں دیکھ رہا تھا۔ اس کے باوجود رمنا نے محتاط ہو کر کہا۔

"فرہاد! تم اور سونیا اسٹین گن کے ساتھ تیار رہو۔ میں اس مشین کا بٹن دباتی ہوں۔ اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو فوراً گولیاں چلا دینا۔"

سونیا وہ دونوں اسٹین گنیں اٹھا کر لے آئی تھی جنہیں ہم لڑائی کے دوران ہال سے باہر چھوڑ آئے تھے۔ میں نے ریوالور کو جیب میں رکھ کر ایک اسٹین گن اس سے لے لی۔ ہمارے مستعد ہوتے ہی رمنا نے مشین کے اس مخصوص بٹن کو دبا دیا۔ اچانک ہی سامنے والی دیوار میں گڑگڑاہٹ سی پیدا ہوئی۔ پھر دیوار کا ایک حصہ دروازے کی طرح ایک طرف کو سرک گیا۔ کھلے ہوئے حصے سے ریکارڈ روم کا منظر دکھائی دیا۔ اندر کی دیواروں سے لگی ہوئی بڑی بڑی آہنی الماریاں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے پلٹ کر شوزیب سے پوچھا۔

"ان الماریوں کی چابیاں کہاں ہیں؟"

"یہ الماریاں مخصوص نمبروں سے کھلتی ہیں۔ وہ سامنے الماری کے پاس ایک رجسٹر رکھا ہوا نظر آ رہا ہے اس رجسٹر میں تمام نمبر درج ہیں۔"

سونیا ریکارڈ روم کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"فرہاد! تم یہاں ٹھہرو پہلے میں اس رجسٹر کو چیک کرتی ہوں۔"

وہ میرا جواب سنے بغیر ریکارڈ روم میں چلی گئی۔ اس کمرے میں پہنچ کر اس نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ پھر وہ مطمئن ہو کر رجسٹر کے پاس آئی۔ اسے کھول کر مخصوص نمبروں کے مطابق ایک الماری کو کھولنے لگی۔ نمبروں کی ترتیب بالکل درست تھی۔ الماری فوراً ہی کھل گئی۔ اس نے پلٹ کر مجھے آواز دی۔

"فرہاد! یہاں آجاؤ، اس الماری میں واقعی بہت کچھ ہے۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا ریکارڈ روم میں پہنچ گیا۔ اسی وقت فائرنگ کی آواز آئی۔ اس کے ساتھ ہی رمنا کی چیخ سنائی دی۔ میں سونیا کے قریب پہنچ چکا تھا۔ ہم دونوں ہی رمنا کی چیخ سن کر دروازے کی طرف واپس بھاگے مگر وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی دروازہ ایک جھٹکے سے بند ہو گیا۔ دیوار برابر ہو گئی۔ ہم دونوں دیوار پر ہاتھ مار کر چیخنے لگے۔

"رمنا! رمنا! تمھیں کیا ہو گیا ہے آواز دو۔ دروازہ کھولو...."

ہم بار بار اسے آوازیں دیتے رہے۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ ایک بار پھر اسپیکر سے قہقہہ سنائی دیا۔

"فرہاد! تم چوہے دان میں پھنس گئے ہو۔ اب رمنا تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکے گی۔ وہ میری گولی کا نشانہ بن چکی ہے۔"

میں نے چیخ کر کہا "شیطان کے بچے دروازہ کھولو پھر میں تم سے نمٹ لوں گا۔"

جواب میں پھر قہقہہ سنائی دیا۔

"اب تک تم کتنے ہی سپر ماسٹرز سے نمٹ چکے ہو پہلے ڈاڑھی والا سپر ماسٹر تمھارے سامنے آیا پھر شوزیب نے سپر ماسٹر بن کر تمھیں بیوقوف بنانے کی کوشش کی۔ تمھارے راستے میں اس طرح نہ جانے کتنے سپر ماسٹر آتے رہیں گے۔ مگر افسوس کہ اب تم موت کے راستے پر لگ گئے ہو۔ اس ریکارڈ روم میں تمھارے لیے ایک ٹائم بم رکھا گیا ہے۔ اس وقت میری گھڑی کے حساب سے اس بم کو پھٹنے کے لیے صرف چالیس سیکنڈز رہ گئے ہیں۔ گڈ بائی فرہاد!"

میں اور سونیا اک دم سے گھبرا کر دروازے کے پاس سے پلٹ گئے اور چاروں طرف تیزی سے نظریں دوڑانے لگے۔ ہم معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ ٹائم بم کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے مگر بدحواسی میں وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہم دونوں اچھل اچھل کر الماری کے اوپر دیکھنے لگے شاید وہ کسی الماری کے اوپر چھپا کر رکھا گیا ہو۔ مگر وہ نظر نہیں آیا۔ ایک الماری کے اوپر چھوٹا سا روشندان نظر آیا۔ لیکن وہ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں سے سر نکل سکتا تھا مگر دھڑ نہیں نکل سکتا تھا۔ وہاں سے نکل کر بھاگنا ناممکن تھا۔ اس کمرے میں اور کوئی دوسری کھڑکی نہیں تھی۔ چاروں طرف ٹھوس پتھریلی دیواریں اور آہنی الماریاں نظر آ رہی تھیں۔ سونیا پھر ایک بار دیوار پر ہاتھ مار مار کر چیخنے لگی۔

"رمنا۔ ایرج۔ ہیلپ ہیلپ"

وہ مدد کے لیے پکار رہی تھی لیکن رمنا ہمیشہ کی نیند سو چکی تھی۔ عمارت کے اندر کوئی ہمارا حامی و مددگار نہیں تھا۔ ایرج اپنے ساتھیوں کے ساتھ عمارت کے باہر تھا۔ اس کمرے میں مائک نہیں تھا کہ ہم اپنی

آواز اس تک پہنچا سکتے۔

"ٹک۔ٹک.... ٹک۔ٹک" ہمارے دل کی دھڑکنیں ٹائم بم کی طرح ٹک ٹک کیے جا رہی تھیں۔ میری رسٹ واچ میں سیکنڈ کا کانٹا بتا رہا تھا کہ موت کا دھماکہ ہونے کے لیے صرف پچیس سیکنڈ رہ گئے ہیں۔

"ٹک ٹک۔ٹک ٹک" رمنا اپنی موت سے پہلے ہال میں لگے مائک سے ایرج کو بتا چکی تھی کہ ہم سب خیریت سے ہیں۔

"ٹک ٹک۔ٹک ٹک" ایرج وغیرہ ہماری خیریت سے مطمئن تھے۔ اب ہمیں دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی تھی۔ باہر سے مدد نہیں آسکتی تھی اور اندر سے ہم نکل نہیں سکتے تھے۔

"ٹک ٹک۔ٹک ٹک" میں سپرمین نہیں تھا۔ ٹک ٹک۔ میں ٹھوس دیواروں کو توڑ نہیں سکتا تھا۔ میں اور سونیا ان پتھر کی دیواروں سے صرف سر ... سے تھے۔

"ٹک ٹک۔ٹک ٹک" کوئی ہماری مدد کرے۔ کوئی ہمیں بتائے کہ موت کی اس کال کوٹھڑی سے ہم کس طرح نکل سکتے ہیں۔ صرف پندرہ سیکنڈ رہ گئے تھے اور یہ پندرہ سیکنڈ پلک جھپکتے ہی گزرنے والے تھے۔ وقت کے پاؤں موت کی وادی کی طرف بڑھتے جا رہے تھے۔ موت ٹک ٹک کی تال پر ناچ رہی تھی۔ ٹک ٹک۔ٹک ٹک.....

دنیا کے حیرت انگیز فنِ تحریر شناسی کی مدد سے
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں،
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و رہنما کتاب'
تحریر اور شخصیت
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰/ روپے
○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کر سکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دور کی جاسکتی ہیں؟
ملنے کا پتہ مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۹۴ کراچی

موت

ایک ٹک ٹک کی آواز سے سرکتی ہوئی ... قریب آتی جا رہی تھی۔ اس وقت ... کیا تھی، یہ ہم سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ ساری دنیا کو اپنی ... کرنے اور اپنی زندگی کی سانسوں کو گننے کی کافی فرصت مل رہی ہوگی ... بند کوٹھڑی میں ہمیں کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت بھی نہیں مل رہی تھی ... نے کہا۔

"کمرے میں کتنی گہری خاموشی ہے۔"

ہم دونوں حرام موت مرنے کے خیال سے کانپ رہے تھے ... خوف کسے نہیں ہوتا۔ ہمیں بے موت مرنے کا افسوس ہو رہا تھا۔ میں ... جواب دیا۔

"سپر ماسٹر نادان نہیں ہے۔ اس نے ٹائم بم کو کسی چیز میں لپ... اس طرح چھپایا ہے کہ ٹک ٹک کی آواز نہیں ابھر رہی ہے۔"

واقعی وہ ٹک ٹک کی آواز تو ہماری دھڑکنوں سے ابھر رہی ... ہمارے دہشت زدہ دماغوں میں گونج رہی تھی۔ ہمارے اعصاب ... کر رہی تھی اور موت سے پہلے ہی نیم مردہ بنا رہی تھی۔

میں نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھا۔ تیزی سے سرکتا ہوا کانٹا بتا ... کہ ٹائم بم کے پھٹنے میں صرف بیس سیکنڈ رہ گئے ہیں۔ تب اچانک ... دوڑتی ہوئی کمرے کے وسط میں آئی۔ پھر اس نے فرش پر اپنے دونوں ... اور دونوں گھٹنے ٹیک دیئے۔ پھر ایک کتیا کی طرح سر اٹھا کر فضا میں ... سونگھنے لگی۔

"فوں فوں" وہ تیزی سے سانس چھوڑنے اور ... کھینچ ... پھر کسی خاص بُو کو سونگھتی ہوئی گھٹنوں کے بل رینگتی ہوئی دو آہنی ... کے درمیان پہنچ کر پھر ان کے درمیانی خلا میں منہ ڈال کر سونگھنے لگی ... ہی لمحے وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے ایک الماری پر ہاتھ مار... ہوتے کہا۔

"فرہاد! اسے جلدی سے ہٹاؤ۔"

میں نے بڑی پھرتی دکھائی۔ ہم دونوں نے مل کر پوری قوت ... اس آہنی الماری کو ایک طرف ذرا سا ہٹا دیا۔ وہ فوراً ہی الماری کے ... گئی۔ پھر فرش پر جھک کر دبیز کپڑے میں لپٹی ہوئی کوئی چیز اٹھا کر ... پاس لے آئی۔ ہم دونوں نے اسے کان سے لگا کر سنا تو اس دبیز کپ... کے اندر سے ٹک ٹک کی دھیمی دھیمی سی آواز ابھر رہی تھی۔

میں فوراً ہی اچھل کر اس الماری کے اوپر پہنچ گیا ... کے ... پر چھوٹا سا روشندان بنا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کپڑے ... میری طرف بڑھایا۔ میں نے اسے لے کر روشندان کے باہر ... نکا... اسے پوری قوت سے جتنی دور پھینک سکتا تھا پھینک دیا ... المار ی سے کود کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ پھر ہم دونوں فوراً ہی فر... ہوتے لیٹ گئے۔ ایک سیکنڈ کے بعد ہی زبردست دھماکا سنائی دیا۔

لرز گئیں اور آہنی الماریاں ایک دوسرے سے ٹکرا کر بجنے لگیں لیکن خیریت یہ ہوئی کہ وہ صرف بج کر رہ گئیں۔ اگر وہ گر پڑتیں تو ان کے نیچے ہمارا کچومر نکل جاتا۔ اس ریکارڈ روم کے باہر روشندان کے دوسری طرف پتہ نہیں کیسی تباہی مچی ہوئی تھی۔ صرف اتنا اندازہ ہو رہا تھا کہ دوسری طرف کی دیواریں شاید گر رہی تھیں کیونکہ روشندان والی دیوار بھی کہیں کہیں سے تڑخ گئی تھی۔ ایک طرف بڑا سا شگاف بھی پیدا ہو گیا تھا۔

ہم نے فرش پر لیٹے ہی لیٹے دیکھا اس شگاف کے دوسری طرف گرد و غبار کے سوا کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ بہر حال اتنا یقین ہو گیا تھا کہ ہم موت کے آہنی پنجوں سے صاف بچ گئے ہیں۔ دوبارہ زندگی کا روشن چہرہ دیکھ کر سونیا کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ وہ مسرتوں کے ہجوم میں کانپتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی۔ میں اسے سینے سے لگا کر اس کے دل کی دھڑکنوں سے زندگی کی دھڑکنوں کا یقین کرنے لگا۔ یہ یقین بڑا اطمینان بخش تھا۔

وہ البیلی اور جیالی محبوبہ موت سے پنجے لڑا کر محبت کی ایک نئی روایت قائم کر رہی تھی۔ اپنی سونیا کو آغوش میں سمیٹ کر میں اس پر جتنا بھی فخر کرتا کم تھا۔ اس بار کامیابی کا سہرا اسی کے سر تھا۔ اسی نے ٹائم بم کو تلاش کر کے میری جان بچائی تھی۔

"میں تمھیں مرنے نہیں د ... گی۔ اپنی آخری سانسوں تک تمھارے لیے موت سے لڑتی رہوں گی۔ میری جان! میرے محبوب تم اسی طرح پیار کرتے رہو میں گولیاں برساتی رہوں گی۔ کوئی مائی کا لال میرے فرہاد کے سامنے دشمن بن کر نہیں ٹھہر سکے گا۔"

"ہاں میری جان! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تمھارے ایک ہاتھ میں اسٹین گن ہو اور تمھارے دوسرے بازو پر میرا سر ہو تو میں دشمنوں سے بے نیاز ہو کر آرام سے سو سکتا ہوں۔"

واقعی میں اس وقت ساری دنیا سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ اس کے سانس لیتے ہوئے سینے پر سر رکھ کر دوستوں اور دشمنوں کو بھول چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے پوچھا۔

"تم نے بُو کیسے سونگھ لی تھی؟"

"جس کپڑے میں ٹائم بم کو لپیٹا گیا تھا وہ ماسٹر سائمن کے بدن کا اترا ہوا لباس تھا۔ میں ماسٹر سائمن کی بُو پہچانتی ہوں۔ وہی بُو اس کے لباس سے آرہی تھی۔ مجھے بہت پہلے ہی سونگھ لینا چاہیے تھا مگر بدحواسی کی وجہ سے ذہن اس طرف مائل نہیں ہوا تھا۔"

ہم فرش پر بیٹھ گئے۔ میں نے سامنے پڑے ہوئے شگاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اس راستے سے باہر نکلنا چاہیے۔ ابھی سپر ماسٹر زندہ سلامت ہے وہ پھر ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ آؤ اب ہم اس کی خیریت پوچھیں۔"

ہم دونوں وہاں سے اٹھ کر دیوار کے پاس آئے۔ سونیا نے اسٹین گن اٹھا کر میرے ہاتھ میں دے دی۔ دیوار پر جہاں شگاف پڑا ہوا تھا وہ حصہ قدرے کمزور ہو گیا تھا۔ میں نے ایک زور کی لات ماری۔ شگاف کے آس پاس کے پتھر ٹوٹ کر گرنے لگے۔ شگاف اور چوڑا ہو گیا۔ ہم نے جھانک کر دیوار کی دوسری طرف دیکھا تو ایک کشادہ کمرہ نظر آیا۔ اس کمرے کے آخری سرے پر ایک زینہ تھا جو اوپر چھت کی طرف گیا تھا۔ سونیا نے کہا۔

"ہمیں اوپر جا کر دیکھنا چاہیے۔"

"نہیں پہلے ہم رمنا کے پاس جائیں گے۔ پتہ نہیں وہ مر چکی ہے یا زخمی پڑی ہے۔"

ہم آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے اور اس سوراخ سے باہر آنا ہی چاہتے تھے کہ پھر ہمارے قدم رک گئے۔ ماسٹر سائمن اور وہ بوڑھا سائنسداں رابرٹ ایک بڑا سوٹ کیس اٹھائے زینے کی طرف جا رہے تھے۔ انھیں دیکھتے ہی میں نے ان کی ٹانگوں پر فائرنگ کی۔ وہ دونوں زینے پر چڑھ رہے تھے چیختے ہوئے گرے اور لڑھکتے ہوئے فرش پر آرہے۔ ہم دونوں دوڑ کر ان کے قریب پہنچے۔ وہ اپنی اپنی ٹانگوں کو پکڑ کر تکلیف کی شدت سے بلبلا رہے تھے۔ میں نے ماسٹر سائمن سے پوچھا۔

"کیا رمنا کو کسی نے مار ڈالا ہے؟"

"ہاں!" وہ کراہتے ہوئے بولا۔ "سپر ماسٹر نے اس پر گولی چلائی تھی۔"

"تم لوگ چھت کی طرف کیوں جا رہے تھے؟ کیا وہاں سپر ماسٹر ہے؟"

اسی وقت چھت پر سے انجن کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ ہم نے چونک کر چھت کی جانب دیکھا۔ زینے کے اوپری سرے پر جہاں ایک دروازہ کھلا ہوا تھا وہاں سے تیز ہوا کے جھونکے آرہے تھے۔ یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ ہیلی کوپٹر کا پنکھا تیزی سے گردش میں آگیا ہے۔ ہم دونوں اپنی اپنی اسٹین گنیں سنبھال کر تیزی سے زینہ طے کرتے ہوئے اوپر جانے لگے مگر ہم نے لپنے تک پہنچنے میں دیر کردی۔ جب ہم چھت پر پہنچے تو ہیلی کوپٹر فضا میں بلند ہو کر دور نکل گیا تھا۔ پھر بھی ہم نے اس پر فائرنگ کی لیکن بے سود۔ وہ شوٹنگ رینج سے باہر نکل چکا تھا۔

ہم ناکام لوٹ کر پھر زینے سے اترتے ہوئے اس کمرے میں پہنچے۔ بوڑھا سائنسداں زخموں کی تاب نہ لا کر مر چکا تھا۔ ماسٹر سائمن نے ہمیں دیکھتے ہی کہا۔

"مجھے فوراً طبی امداد پہنچاؤ۔ میں مر رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میں تمھیں بچاؤں گا مگر تم سچ سچ بتاؤ اس ہیلی کوپٹر میں کون گیا ہے؟"

”صرف سپر ماسٹر۔ ہم بھی اس کے ساتھ جا رہے تھے۔ خدا کے لیے مجھے بچاؤ۔“

”اس سوٹ کیس میں کیا ہے؟“

”اس میں تمھارا ریکارڈ اور بلیو فلمیں ہیں۔ تم بہت لکی ہو۔ وہ تمھارے خلاف کوئی ریکارڈ یہاں سے نہیں لے جا سکا۔ آہ مجھ سے تکلیف برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ پلیز مجھے بچاؤ یہ باتیں تو بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔“

”پہلے میری باتوں کا جواب دو۔ سپر ماسٹر یہاں سے بالکل ہی خالی ہاتھ نہیں گیا ہوگا؟“

”ہاں! وہ ایک بریف کیس لے کر گیا ہے۔ اس بریف کیس میں کتنے ہی ممالک کو بلیک میل کرنے کے لیے اہم دستاویزات ہیں۔ آہ۔ آہ۔ اُف۔ تمھارے پاس سے حاصل کی ہوئی مائیکرو فلم بھی اسی بریف کیس میں ہے۔“

میں نے سونیا کی طرف پلٹ کر پوچھا۔

”کیا میرے پاس کوئی اہم مائیکرو فلم تھی؟“

سونیا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

”ہاں اس مائیکرو فلم کو بیل منڈو نے تمھارے ملک سے حاصل کیا تھا۔ وہ فلم تم نے اس سے چھین لی تھی مگر یہاں پہنچنے کے بعد وہ فلم پھر تم سے چھین لی گئی۔ فرہاد! تمھیں یاد نہیں ہے مگر تمھیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تم بڑے ہی محبِ وطن تھے۔ اپنے ملک کی وہ مائیکرو فلم حاصل کرنے کے لیے جان کی بازی لگاتے ہوئے یہاں پہنچے تھے۔“

”ہاں! تم سمجھا رہی ہو تو میں سمجھ رہا ہوں۔ اب میں اس مائیکرو فلم کو حاصل کرنے کے لیے زمین کے آخری سرے تک سپر ماسٹر کا پیچھا کروں گا۔“

سونیا نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ پھر یہاں واپس آئے گا۔ اسے ایک بہت بڑے ملک کی حمایت حاصل ہے۔ وہ اسی بل بوتے پر یہاں دوبارہ آئے گا۔ ہمیں فی الحال اس سے نہیں الجھنا چاہیے بہتر یہ ہے کہ ہم جلد از جلد اس جزیرے سے نکل جائیں۔“

”نہیں سونیا میں وہ مائیکرو فلم اس سے لے کر ہی جاؤں گا۔“

”ٹھیک ہے میں کب منع کرتی ہوں لیکن اسے حاصل کرنے کے لیے ہمیں کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ اگر ہم یہاں رہیں گے تو دوبارہ اس کے جال میں بُری طرح پھنس جائیں گے۔ تم وقت کی نزاکت کو سمجھو فرہاد! میری بات مان لو۔ ہم یہاں سے جائیں گے پھر اچھی سی پلاننگ کے بعد سپر ماسٹر سے ٹکرائیں گے۔“

وہ معقول مشورہ دے رہی تھی۔ ہماری باتوں کے دوران ماٹر سائمن کے کراہنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پھر وہ آوازیں مر گئیں۔ ہم نے اس کی طرف دیکھا تو وہ سرد پڑ چکا تھا۔ میں نے اس کی جیبیں ٹٹول کر سوٹ کیس کی چابی تلاش کی مگر اس کے پاس چابی نہیں تھی۔ لہٰذا سوٹ کیس کے لاک کو توڑنا پڑا۔ اس کے اندر بہت سی فائلیں تھیں۔ بلیو فلموں کے کیسٹ رکھے ہوئے تھے۔ چمڑے کی وہ ڈائری بھی تھی جس میں میری نئی زندگی کی روداد لکھی جا رہی تھی۔ میں نے اسے سونیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اس ڈائری میں میرے بارے میں بہت کچھ لکھا جا رہا تھا۔ اسے سنبھال کر رکھو میں کبھی فرصت کے وقت پڑھوں گا۔“

سونیا نے وہ ڈائری مجھ سے لی۔ پھر ہم تمام فائلوں پر سرسری سی نظر ڈالنے لگے۔ ایک فائل میں میرے ان تمام جرائم کی رپورٹ تھی جو مجھ سے کبھی سرزد نہیں ہوئے تھے۔ سونیا نے مجھے بتایا کہ میرے بازو پر کسی قسم کا انجکشن لگا کر میرے ذہن کو ماؤف کر دیا گیا تھا۔ پھر میرے ہاتھوں سے ناکردہ جرائم کی تفصیلات لکھائی گئی تھیں۔ اس سلسلے میں میری آواز بھی ٹیپ کی گئی تھی۔ اس سوٹ کیس میں کتنے ہی ساؤنڈ کیسٹ اور پکچر کیسٹ رکھے ہوئے تھے۔ ان ہی میں میرا بھی کیسٹ رکھا ہوا ہوگا مگر اسے سننے کے لیے ہمارے پاس ریکارڈر نہیں تھا۔ سونیا نے کہا۔

”ان سب فضول چیزوں کو فوراً ہی تباہ کر دینا چاہیے۔“

یہ کہہ کر وہ سامنے پڑی ہوئی دونوں لاشوں کی جیبیں ٹٹولنے لگی۔ رابرٹ کی جیب سے ایک لائٹر برآمد ہوا۔ ہم نے فرش پر فائلوں کا ڈھیر لگا کر انھیں لائٹر کی آگ دکھا دی۔ جب وہ جلنے لگیں تو ہم ایک ایک کیسٹ کو کھول کر ساؤنڈ اور پکچر ٹیپ کو آگ کی نذر کرنے لگے۔ آدھ گھنٹے کے اندر وہ تمام فضول مگر خطرناک چیزیں جل کر راکھ ہو گئیں۔ پھر ہم وہاں سے نکل کر ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے اس کمرے میں آئے جہاں ہم نے رمنا کو چھوڑا تھا۔ وہ بے چاری مر چکی تھی۔ چند لمحے میں خاموش کھڑا اس کے بے جان چہرے کو تکتا رہا۔ اس پُرخلوص سی لڑکی نے میرا بہت ساتھ دیا تھا مگر افسوس کہ میں اسے بچا نہ سکا۔ میں سوچ میں گم تھا کہ سونیا کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

”فرہاد! یہ شوزیپ زندہ ہے مگر بے ہوش ہے اسے مار ڈالنا ہی بہتر ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے فرش پر پڑے ریوالور کو اٹھایا۔ پھر شوزیپ کو ایک ٹھوکر ماری۔ اس کے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ نکلی پھر فائرنگ کی آواز میں ہمیشہ کے لیے گم ہو گئی۔ سونیا نے اس ریوالور کو اس کے مُردہ جسم پر پھینک دیا۔ میں بوجھل قدموں سے چلتا ہوا مائیک کے پاس آیا پھر ایرج کو مخاطب کرنے لگا۔

”ہیلو ایرج! میں انتہائی افسوس کے ساتھ یہ خبر سنا رہا ہوں کہ تمھاری رمنا اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ دوست یا انسانوں کے ضمن میں قدرت کے قانون کبھی بدلا نہیں کرتے۔ اگر میں اس کے قریب ہوتا تو اسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا مگر افسوس کہ میرے دوست

میں اور سونیا اس سے دور ایک بند کمرے میں خود اپنی زندگی کیلئے لڑ رہے تھے۔ اگر تم وہ محاذ چھوڑ کر عمارت کے اندر آ سکتے ہو تو آ جاؤ۔ اب یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے سونیا تمھاری رہنمائی کرے گی۔“

اس عمارت کی بھول بھلیوں میں صحیح مقام تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ سونیا بھی یہاں کے راستوں کو نہیں سمجھ سکتی تھی، لیکن وہ ایرج کی بُو سونگھتی ہوئی عمارت کے بیرونی دروازے تک پہنچ گئی۔ واپسی میں وہ پیچیدہ راستے پھر اسے الجھا سکتے تھے مگر وہ میری بُو سونگھتی ہوئی ایرج کو لے کر میرے پاس آ گئی۔ وہ عجیب صلاحیتوں کی مالک تھی۔

ایرج اس ہال میں داخل ہوتے ہی دوڑتا ہوا رمنا کے پاس آیا۔ پھر اس پر جھک کر اس کے چہرے کو تکنے لگا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ اس کے ملائم اور سرد چہرے پر انگلیاں پھیرنے لگا۔ اب رمنا اس کی انگلیوں کے لمس کو محسوس کر کے شرما نہیں سکتی تھی، مسکرا کر اسے کنکھیوں سے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ایرج نے غصے سے دانت پیستے ہوئے میری جانب دیکھا۔ پھر اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے پوچھا۔

”میری محبوبہ مر گئی۔ تمھاری محبوبہ کیسے زندہ ہے؟“

وہ عجیب بے تکا سا سوال تھا۔ میں نے اپنی سونیا کی جانب دیکھا پھر اسے جواب دیا۔

”ایرج! سونیا میرے ساتھ ریکارڈ روم میں گئی تھی۔ رمنا دروازے کے باہر پہرہ دینے کے لیے کھڑی ہو گئی تھی۔“

وہ غصے سے چیخ کر بولا۔

”تم نے اسے یہاں تنہا پہرہ دینے کے لیے کیوں چھوڑ دیا تھا؟ تم یہاں سونیا کو چھوڑ سکتے تھے۔ رمنا کو اپنی حفاظت میں اپنے ساتھ لے جا سکتے تھے۔“

”ایرج! تمھیں سچویشن کا پتہ نہیں ہے اگر سونیا میرے ساتھ ریکارڈ روم میں نہ ہوتی تو ہم سب تباہ ہو جاتے۔ اس نے سونگھنے کی صلاحیت کے ذریعے وہاں سے ایک ٹائم بم برآمد کیا تھا۔ اگر ہم اس کی زد میں آ جاتے تو سپر ماسٹر تم سب پر غالب آ جاتا مگر ہماری کامیابی نے اسے فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔“

”یہ کامیابی ہے؟“ اس نے جھنجھلا کر چیختے ہوئے رمنا کی لاش کی طرف اشارہ کیا۔ ”میری دنیا لُٹ گئی اور تم کامیابی کا مژدہ سنا کر مجھے تسلی دینا چاہتے ہو۔“

سونیا نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔

”ایرج! محبت اور جنگ دو مختلف چیزیں ہیں۔ جنگ میں بعض اوقات ناقابلِ برداشت نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ اگر تمھیں اس بات کا غصہ ہے کہ اس جنگ میں رمنا کیوں کام آ گئی اور میں کیوں زندہ نظر آ رہی ہوں تو لو میں تمھارے سامنے کھڑی ہوں مجھے مار ڈالو۔“

ایرج اس کی بات سُن کر اپنی اسٹین گن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اس نے ایک بار اپنی مُردہ محبوبہ کی جانب دیکھا اور دوسری بار میری محبوبہ کی جانب نظر اٹھائی۔ مجھے اک دم سے خطرے کا احساس ہوا۔ ایرج کے چہرے پر طوفان لہرا رہا تھا۔ میں بے اختیار پینترا بدل کر کھڑا ہو گیا۔ میرے پینترا بدلتے ہی اس نے کن انکھیوں سے میری طرف دیکھا پھر نظریں جھکا کر پریشان پریشان سا کچھ سوچنے لگا۔ پھر وہ جھنجھلا کر اسٹین گن کو قریبی میز پر پٹختے ہوئے کہنے لگا۔

”سوری فرہاد! رمنا کی جدائی نے مجھے پاگل بنا دیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں کیا کروں؟ کہاں سے اپنی رمنا کو واپس لاؤں؟“

میں نے قریب جا کر اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے تسلی دی۔

”صبر کرو دوست! پتہ نہیں آزادی کی اس جنگ میں اور کون کون مرے گا۔ کم از کم تمھیں اس بات کا اطمینان ہونا چاہیے کہ رمنا عزت اور آزادی کے لیے لڑتی رہی اور پھر عزت کی موت مر گئی۔ ہم نے تمام ریکارڈ اور بلیو فلمیں جلا دی ہیں جن کے ذریعے سپر ماسٹر مجھے اور رمنا کو ساری دنیا میں بدنام کر سکتا تھا۔“

ایرج نے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔ اس وقت میں سمجھ نہ سکا کہ وہ مجھے ایک رقیب کی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ اس لیے کہ مجھے وہ دن یاد نہیں تھا جب میں نے رمنا کے ساتھ رنگین و سنگین لمحات گزارے تھے۔ یہ باتیں ایرج کو معلوم تھیں، لہٰذا اسے اس بات کا بھی دکھ تھا کہ میں اس کی محبوبہ کو دور تک حاصل کر چکا ہوں۔ پھر اچانک ہی اس کے دیکھنے کا انداز بدل گیا۔ اس نے سر کو جھٹک کر کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

”میں پاگل ہو رہا ہوں۔ مجھے پچھلی باتیں نہیں سوچنا چاہئیں اور تم لوگوں کو رمنا کی موت کا ذمہ دار نہیں ٹھہرانا چاہیے۔ میں نے ابھی غصے میں جو کچھ کہا تھا اسے بھول جاؤ۔ اب ہمیں باہر چلنا چاہیے۔“

میں نے پوچھا۔ ”باہر کی پوزیشن کیا ہے؟“

”باہر بھی ہمارا پلہ بھاری ہے۔ جو لوگ ہمارا مقابلہ کر رہے تھے، وہ اچانک ہی دونوں طرف سے گھر گئے تھے۔ ہمارے جو ساتھی لانچ میں ہمارا انتظار کر رہے تھے انھوں نے پیچھے سے آ کر ان پر حملہ کیا تھا، وہ دو طرفہ حملے سے بوکھلا گئے۔ کچھ وہاں سے فرار ہو گئے، کچھ مر گئے اور باقی نے ہتھیار ڈال دیے۔ اب پورے جزیرے پر ہمارا قبضہ ہے۔“

”پھر تم مائیک کے ذریعہ یہاں سے اپنے لوگوں کو احکامات دو کہ جو لوگ اطاعت قبول کر رہے ہیں ان پر ظلم نہ کیا جائے۔ جو ابھی تک ہتھیار پھینکنے کے لیے تیار نہیں ہیں پہلے ان کا خاتمہ کیا جائے۔“

ایرج مائیک کے پاس جا کر اپنے لوگوں کو مخاطب کرنے لگا۔

"ہیلو۔ میں ایرج بول رہا ہوں۔ تم میں سے کچھ لوگ سب سے پہلے ساحلی علاقے میں جاکر لانچ اور بوٹ کی حفاظت کریں، باقی فرار ہونے والے دشمنوں کا تعاقب کریں۔ اس چھوٹے سے جزیرے میں وہ خود کو کہیں نہیں چھپا سکیں گے۔ فرار ہونے کے لیے صرف بندرگاہ کی طرف جائیں گے، لہٰذا فوراً ہی بندرگاہ پر ہمارا قبضہ ہونا چاہیئے۔ جاؤ جلدی کرو......"

وہ احکامات صادر کرتا رہا۔ اس نے دس مسلح جوانوں کو عمارت کے باہر پہرہ دینے کے لیے کہا۔ پانچ جوانوں کو عمارت کے اندر بلایا۔ وہ لوگ رضا کی لاش اٹھا کر باہر لے آئے۔ میں اور سونیا بھی ایرج کے ساتھ باہر آگئے۔ ایرج کے حکم سے رضا کے لیے ایک تابوت تیار کیا جا رہا تھا چند عورتیں عمارت کے ایک کمرے میں رضا کی لاش کو نیا لباس پہنا رہی تھیں۔ اس کے لیے ڈھیر سارے سرخ پھول منگوائے گئے تھے۔ جب اس کا تابوت باہر لایا گیا تو ہم نے اس کا آخری دیدار کیا۔ رضا تابوت کے اندر سرخ پھولوں کے ڈھیر میں چھپ گئی تھی۔ اس وقت وہ خود بھی اتنے سارے پھولوں میں سے ایک پھول نظر آرہی تھی۔ اسے دیکھ کر دل میں درد کی لہریں اٹھنے لگیں۔

میں ایک طرف سر جھکا کر کھڑا ہوگیا۔ جب اس کے تابوت کو بند کرنے کے بعد قبر میں اتارا جانے لگا تو دس جوانوں نے نوّے ڈگری پر رائفل سے فائرنگ کرتے ہوئے سلامی دی۔ میں بدستور سر جھکائے کھڑا تھا۔ ٹھائیں ٹھائیں کی گونج میں سونیا نے مجھ سے کہا۔

"فرہاد! ذرا ایرج کو دیکھو، وہ مجھے کیسی کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔"

میں نے فوراً ہی نظر اٹھا کر دیکھا تو واقعی ایرج میری سونیا کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔ سونیا نے ناگواری سے کہا۔

"یہ ایرج خواہ مخواہ میرا دشمن کیوں بن گیا ہے؟ کیا اس کی شامت آگئی ہے؟"

"نہیں سونیا! تم ابھی اس کے خلاف کچھ نہ بولو۔ ہم طوفانوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ ابھی خبر آئی ہے کہ بندرگاہ پر ایرج کے آدمیوں کا قبضہ ہوگیا ہے۔ ایسے میں ہم ایرج سے دشمنی مول لے کر نئی مصیبتوں میں گرفتار ہو جائیں گے۔"

سونیا نے میری بات پر سر جھکا کر کہا۔

"تم کہہ رہے ہو اس لیے میں حتی الامکان اس سے دوستی نبھانے کی کوشش کروں گی۔"

میری زندگی بھی عجیب ہے۔ ہمیشہ نت نئے ہنگامے اور خطرات میری راہ تکتے رہتے ہیں۔ اب میں چاہتا تھا کہ ایرج میرے لیے دردِ سر نہ بنے۔ وہ محض غلط فہمیوں کا شکار ہوگیا تھا۔ میں نے اس کی غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے اور دوستی کا ثبوت دینے کے لیے ہمیشہ اس کے شانہ بشانہ رہنے کی کوشش کی۔ سونیا کو بھی سمجھا دیا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے مجھ سے دور ہو جائے تاکہ ایرج کی نظروں میں نہ آتی رہے۔ وہ اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ بندرگاہ کی طرف چلی گئی۔ ایرج نے اپنے تین مسلح جوانوں کو سونیا کے ساتھ کیا۔ میں نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی کہ اس نے ایک فوجی جنرل کی طرح اپنے تین آدمیوں کو خاص طور پر سونیا کے ساتھ رہنے کا حکم دیا تھا۔

میں مصلحتاً خاموش رہا۔ موجودہ فتح نے اس کا دماغ خراب کر دیا تھا۔ اس چھوٹے سے جزیرے پر قبضہ کرنے کے بعد اب وہ خود کو یہاں کا حاکم سمجھ رہا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اقتدار حاصل ہوتے ہی لوگوں کا مزاج.... بدل جاتا ہے۔ صبح تک ہم بہت زیادہ مصروف رہے۔ جو دشمن لانچ وغیرہ کے ذریعہ فرار ہونا چاہتے تھے انھیں بندرگاہ کے قریب گھیر لیا گیا تھا۔ فرار ہونے والوں نے تھوڑی دیر تک جم کر مقابلہ کیا مگر ایک ایک کرکے مارے گئے۔

دوسرے دن ایرج نے اپنے طور پر مارشل لاء نافذ کر دیا حالانکہ اس کی کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی۔ اور نہ ہی وہ فوجی قوانین سے واقف تھا۔ اس نے تمام لوگوں کو اپنے اپنے گھروں تک محدود رہنے کا حکم دے دیا تھا۔ میں اپنی رہائش گاہ پر آیا۔ وہاں پہنچتے ہی ایرج کے پانچ مسلح ساتھیوں نے چاروں طرف سے مجھے گھیر کر اپنی اسٹین گنوں کا رخ میری جانب کر دیا۔ ایرج ذرا دور کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھ کر غصے سے پوچھا۔

"یہ کیا حرکت ہے؟"

اس نے بڑی لاپروائی سے جواب دیا۔

"تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ایسے سنگین حالات میں میں کسی غیر ملکی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ تم پاکستانی ہو تمھیں باحفاظت یہاں سے پاکستان بھیج دیا جائیگا۔"

میں نے ذرا اطمینان کا سانس لے کر کہا۔

"چلو یہی سہی۔ بہر حال میں تمھارا دوست بن کر رہنا چاہتا ہوں تمھارے اطمینان کی خاطر میں اپنے ملک واپس چلا جاؤں گا۔ تم سونیا کو میرے ساتھ بھیج دو۔"

"نہیں فرہاد! سونیا کا خیال دل سے نکال دو۔ اس کا تعلق یہاں کے قریبی جزیروں سے ہے، وہ یہیں رہے گی۔"

"لیکن ایرج اگر وہ اپنی مرضی سے میرے ساتھ جانا چاہے گی تو کیا تم اسے جبراً روکو گے؟"

"ہاں! ایسا ہی ہوگا۔"

"دیکھو ایرج! اس جنگ میں میں اور سونیا تمھارے شانہ بشانہ لڑتے رہے ہیں۔ میں نے اور سونیا نے تنہا اس عمارت پر قبضہ کیا ہے

یہاں جتنے دشمن تھے سبھی کو نیست و نابود کیا ہے۔ صرف سُپر ماسٹر فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ اس کے باوجود اس جنگ میں ہم نے جو خدمات انجام دی ہیں اس کا صلہ ہمیں ملنا چاہیئے۔ میں تم سے کچھ نہیں چاہتا صرف سونیا کو میرے حوالے کر دو، میں یہاں سے چپ چاپ چلا جاؤں گا۔"

"میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ میں ایک بار کہہ چکا ہوں سونیا تمھارے ساتھ نہیں جائے گی۔"

"کیوں نہیں جائے گی؟" میں نے غصے سے پوچھا۔

اسی وقت ایک مسلح جوان نے اپنی اسٹین گن سے میرے ہاتھ پر ضرب لگائی۔ میرے ہاتھوں سے اسٹین گن چھوٹ کر دور جا گری۔ میں نے فوراً ہی آگے بڑھ کر فرش پر جھکتے ہوئے اسے اٹھانا چاہا۔ اس سے پہلے ہی میرے منہ پر ایک زبردست چوٹ پڑی۔ میں الٹ کر دوسری طرف فرش پر گر پڑا۔ دو جوانوں نے میرے سینے پر اسٹین گن کی نالیں رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر اب تم کوئی حرکت کروگے تو ہم تمھیں شوٹ کر دیں گے! اٹھو اور چپ چاپ اس کمرے میں چلے جاؤ۔"

میں نے فرش پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"پہلے سونیا کو یہاں بلاؤ۔ اس کے بغیر میں اس کمرے میں بھی نہیں جاؤں گا۔"

اس کے بعد میں دوبارہ سونیا کا مطالبہ نہ کر سکا۔ اچانک ہی میرے سر کے پچھلے حصے پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ پتہ نہیں وہ کیسی فولادی ضرب تھی۔ اک دم سے میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ دماغ نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ دماغ کے بغیر انسان کسی دنیا میں نہیں رہ سکتا۔ پتہ نہیں میں بھی کہاں گم ہوگیا تھا۔

جب میرا دماغ احساسات کی طرف واپس آنے لگا تو سب سے پہلے میرے کانوں نے گھڑی کی ٹک ٹک سنی۔ میں نے بڑی مشکل سے کروٹ بدلنے کی کوشش کی تو سر کے پچھلے حصے سے ناقابلِ برداشت ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ میں نے تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے اپنے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آئی۔ پھر رفتہ رفتہ ہلکی زرد سی روشنی دکھائی دینے لگی۔ اس روشنی میں میں نے خود کو ایک کمرے کے فرش پر لیٹا ہوا پایا۔

میں تھوڑی دیر تک چپ چاپ پڑا رہا اور سوچتا رہا کہ مجھ پر کیا گزر چکی ہے۔ جب مجھے یاد آیا کہ میں نے سونیا کا مطالبہ کرتے ہوئے چوٹ کھائی ہے تو پھر میرا دل سونیا کے لیے تڑپنے لگا۔ میں بڑی مشکل سے کراہتے ہوئے آہستہ آہستہ اٹھ کر فرش پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک میرا سر چکراتا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کس طرح اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکوں گا اور کس طرح اپنی سونیا تک پہنچ سکوں گا۔

پتہ نہیں میں کتنی دیر تک فرش پر بیٹھا سر سے اٹھنے والی ٹیسوں کو برداشت کرتا رہا۔ کھوپڑی کے اندر جیسے برف جم گئی تھی۔ آنکھوں کے سامنے دھندلی سی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ پھر میری نظریں اس دھند کے میں چکراتی ہوئی مینٹل پیس پر گئیں۔ وہاں ایک شمعدان میں چار موم بتیاں روشن تھیں۔ وہ بہت دیر سے جل رہی تھیں اور پگھل رہی تھیں۔ اب تھوڑی دیر بعد وہ بجھنے ہی والی تھیں۔

یک بیک میں نے محسوس کیا کہ میری نظریں ایک موم بتی پر جم کر رہ گئی ہیں۔ مجھے یوں لگا جیسے اس سلگتی ہوئی لو سے میرا پرانا رشتہ ہو۔ جیسے میں پہلے بھی اس لو کو مسلسل تکتا رہا ہوں صرف اتنی سی بات ہوتی تو میں اپنی نظریں وہاں سے ہٹا لیتا لیکن دماغ کے بنیادی رشتے سے فوراً ہی تعلق نہیں توڑا جا سکتا۔ اس وقت مجھے یاد نہیں آیا کہ ابتدا میں میں نے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے شمع کی لو سے اپنی آنکھوں کا رشتہ قائم کیا تھا۔ اب وہ سلگتی ہوئی لو اس رشتے کی ڈور تھام کر میرے دماغ میں جم کر بیٹھ گئی تھی۔

اب جبکہ میں سب کچھ بھول گیا تھا۔ ایسی حالت میں بھی مینٹل پیس پر جلنے والی شمع کی لو مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ میں اس سے نظریں ہٹانا چاہتا تھا مگر میرے دماغ نے مجھے جکڑ لیا تھا اور مجھے چپکے چپکے سمجھا رہا تھا۔

"فرہاد! بھولے بھٹکے راہی۔ یہ شمع کی لو تیرے سفر کا پہلا سنگِ میل ہے پیچھے چھوٹ جانے والے اس سنگِ میل کو یاد کر۔ یہ ایک ننھی سی لو تیرے تمام ماضی کو روشن کر دے گی۔"

ہاں میں کچھ ایسا ہی محسوس کر رہا تھا۔ ایک انجانی سی دھندلی سی دنیا میرے خوابیدہ ذہن میں جھلک رہی تھی۔ اسے واضح طور پر دیکھنے کے لیے شمع کی لو کو دیکھتے رہنا لازمی ہوگیا تھا۔ اس وقت مجھے جو فوری طور پر فائدہ پہنچا وہ یہ تھا کہ ایک ہی لو پر نگاہوں اور دماغ کو مرکوز کر دینے کے بعد سر کی ناقابلِ برداشت تکلیف بالکل ہی ختم ہوگئی تھی۔ یہ انجانے سے تنویمی عمل کا نتیجہ تھا۔ میرا لاشعور جہاں میرے تنویمی عمل اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں جاکر چھپ گئی تھیں، وہی لاشعور ایک عامل بن کر مسیحائی کر رہا تھا۔

میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ ساری دنیا کو بھول کر صرف اس ننھی سی لو کو تکنے لگا اور دل ہی دل میں کہنے لگا۔

"میں شمع کی اس لو کو تکتا رہوں گا۔ اپنے درد کا درماں کرتا رہوں گا میرے سر کی تکلیف بالکل ختم ہو جائے گی۔ میں اچھی طرح سوچنے سمجھنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔ اے شمع میں تیری ننھی سی لو کو دیکھتے دیکھتے اب اپنے ماضی کو پکار رہا ہوں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ میں کون ہوں اور میری ابتدا کیا ہے؟ اے میرے ذہن پرواز کر اور مجھے میری ابتدا تک پہنچا دے، اور مجھے....."

اچانک ہی گھور اندھیرا چھا گیا۔ وہ شمع اپنی حیات کی آخری ساعت تک پہنچ کر بجھ گئی۔ میں پریشان ہو کر چاروں طرف تکنے لگا! ابھی چند لمحے پہلے میں محسوس کر رہا تھا کہ مجھے بہت کچھ یاد آنے والا ہے۔ میرے لاشعور سے روشنی کی کرن پھوٹنے والی تھی مگر اچانک ہی شمع بجھ گئی۔ چاروں طرف تاریکی چھا گئی۔ سب سے بڑا ستم یہ ہوا کہ میرے دماغ میں بھی پہلے جیسا اندھیرا چھا گیا اور اس اندھیرے میں پھر میرا ماضی دفن ہو گیا۔

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس تاریکی میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا مینٹل پیس کی طرف بڑھا۔ تمام موم بتیاں پگھل چکی تھیں۔ میں ہاتھ آگے بڑھا کر ایک اندھے کی طرح اس مینٹل پیس پر دوسری موم بتی تلاش کرنے لگا۔ شمع کی وہ لَو بجھتے بجھتے مجھے سمجھا گئی تھی کہ اس کی لَو سے میرے دماغ کا گہرا رشتہ ہے۔ میں پھر وہ رشتہ قائم کر سکتا ہوں۔ پھر ایک بار اپنے ماضی کو روشن کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں لیکن اس وقت مجھے دوسری موم بتی نہیں ملی۔

میں اندھیرے میں راستہ ٹٹولتا ہوا دروازے کو تلاش کرنے لگا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ جب بھی مجھے کوئی موم بتی ملے گی تو میں پہلی فرصت میں اس کی لَو سے رشتہ جوڑ لوں گا۔ میں دیوار کے سہارے چلتے چلتے اس کھڑکی کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اسے کھول کر دیکھا تو باہر چاندنی چٹکی... ہوئی تھی۔ باہر کا منظر دیکھ کر پتہ چلا کہ میں اپنی رہائش گاہ میں ہوں۔

چاندنی کھڑکی کے راستے کمرے میں بکھر رہی تھی اور مجھے دُور ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ اتنی دیر میں مجھے پتہ چلا کہ میرے سر کی تکلیف بالکل ہی ختم ہو گئی ہے۔ پتہ نہیں اس شمع کی لَو نے کس طرح میرے دماغ سے تکلیف کے احساسات کو مٹا دیا تھا۔ خدا جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔ اس معبود نے شاید مجھے اسی لیے اس آزمائش میں مبتلا کیا تھا کہ دشمن مجھے زخمی کرنے کے بعد ایک جلتی ہوئی شمع کے پاس چھوڑ جائیں اور اس طرح میں اپنے ماضی کی ایک ڈور کے سرے کو تھام لوں۔

میں تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ اسے کھولنے کے لیے جب میں نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو وہاں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ ایک دھاگے سے بندھا ہوا نظر آیا۔ میں نے دھاگے کو توڑنے کے بعد اس کاغذ کو کھول کر دیکھا۔ اس کی تحریر پڑھنے کے لیے روشنی ناکافی تھی۔ میں کھڑکی کے پاس واپس آ گیا اور اس کاغذ کی تحریر کو کھلی چاندنی میں پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا۔

"فرہاد! میں تمہاری خدمات کے صلے میں تمہیں زندہ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ سپر ماسٹر ایک بڑے ملک سے فوجی امداد لے کر یہاں واپس آئے گا اور ہمیں کسی صورت میں بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ بندرگاہ پر تمہارے لیے ایک چھوٹی سی لانچ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ تم ہوش میں آنے کے بعد اس لانچ کے ذریعہ کہیں بھی جا سکتے ہو۔ سزا کی کمی پوری کرنے کے لیے میں تمہاری سونیا کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔

تمہارا محسن ایرج۔"

میں غصے کی شدت سے اس کاغذ کو مٹھی میں بھینچنے لگا۔ ذلیل احسان فراموش میری سونیا کو مجھ سے چھین کر لے گیا تھا اور میرا محسن کہہ رہا تھا۔ میں نے پلنگ کے سرہانے والی میز پر آ کر گھڑی قریب سے دیکھا۔ گھڑی کے کانٹے بتا رہے تھے کہ تھوڑی دیر میں صبح ہونے والی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں تقریباً بارہ گھنٹے تک بے ہوش پڑا رہا تھا۔ یہاں میں پچھلی شام آیا تھا۔ اسی وقت انھوں نے بے ہوش کرنے کے بعد اس فرش پر ڈال دیا تھا۔ جو موم بتیاں وہ رکھ گئے تھے وہ زیادہ سے زیادہ چار گھنٹے تک روشن رہ سکتی تھیں۔ اس حساب سے وہ چار یا پانچ گھنٹے پہلے اس جزیرے کو چھوڑ کر گئے گئے۔ مگر کہاں گئے ہوں گے؟

اسی کمرے میں بیٹھ کر سوچتے رہنے سے یہ کبھی نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کہاں گئے ہوں گے۔ میں نے فوراً ہی بندرگاہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ جب میرے لیے ایک لانچ چھوڑ دی گئی تھی تو اب میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ مجھے کس طرف جانا چاہیے۔ اور سفر کتنا طویل ہو سکتا ہے۔ میں نے احتیاطاً کچن میں جا کر ایک تھیلے میں کھانے پینے کی کچھ چیزیں جمع کر لیں۔ مجھے اپنی حفاظت کے لیے وہاں کوئی ہتھیار نہیں ملا۔ میں نہتا باہر نکل گیا۔ دروازے پر وہی کار کھڑی ہوئی تھی جس میں بیٹھ کر میں ہر شام ایمنہ کے ساتھ سمندر کے ساحل پر جاتا تھا۔

میں نے ایمنہ کے ساتھ بارہا پورے جزیرے کی سیر کی تھی۔ کار اسٹارٹ کرنے کے بعد بنگلے سے فوراً دور سڑک پر آیا اور بندرگاہ کی طرف جانے لگا۔ اس وقت تک صبح ہو چکی تھی۔ صبح کے اجالے نے کئی جگہ سپر ماسٹر کے مسلح جوانوں کی لاشیں دکھائیں۔ کتنی ہی لاشیں تھیں جن کے پاس اسٹین گنیں اور کارتوسوں کے ذخیرے پڑے تھے۔ میں ایک جگہ گاڑی روک کر ایک لاش کے قریب گیا اور اس سے اسٹین گن اور کارتوس کی پیٹی اٹھا لی۔ ایک لاش کے ہولسٹر سے مجھے بھرا ہوا ریوالور بھی مل گیا۔ میں وہ تمام چیزیں سمیٹ کر کار کے پاس آیا تو دور مکانوں کی کھڑکیاں کھلی ہوئی نظر آئیں۔ عورتیں اور بچے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

وہ جزیرہ بُری طرح تباہ ہو گیا تھا۔ وہاں کے رہنے والوں کی تقدیر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ تباہی مچانے والے اپنی جان بچا کر وہاں سے نکل گئے تھے۔ میں کار میں بیٹھ کر وہاں سے گزرتے ہوئے دور دور تک پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ لوگ ادھر ادھر سڑک کے کنارے سے گزرتے ہوئے نظر آئے۔ وہ بھی چلتے پھرتے لاشیں دکھائی دے رہے تھے۔

جب میں بندرگاہ کی ایک برتھ پر پہنچا تو وہاں ایک چھوٹی سی لانچ تیار کھڑی تھی۔ لانچ کے عرشے پر ایک نوجوان اسٹین گن لیے کھڑا تھا۔ ایک نوجوان برتھ پر نظر آیا۔ میری کار رکتے ہی وہ تیزی سے چلتا ہوا قریب آیا۔

"چلو تو ہم بہت دیر سے تمہارا انتظار کر رہے تھے۔"

میں کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلنے کے لیے اسٹین گن اٹھانے لگا۔ اس نے فوراً ہی اپنی اسٹین گن کا رُخ میری جانب کرتے ہوئے کہا۔

"خبردار۔ تم اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھو گے۔"

"آخر کیوں؟" میں نے پلٹ کر پوچھا۔

"ہم نہیں جانتے یہ ایرج کا حکم ہے۔"

"ایرج کہاں ہے؟"

"وہ دو گھنٹے پہلے یہاں سے ایک بحری جہاز میں بیٹھ کر جا چکا ہے۔"

"کیا وہ سونیا کو ساتھ لے گیا ہے؟"

"ہاں! وہ نہیں جانا چاہتی تھی لیکن اسٹین گن کی زد پر لیے چلی گئی۔ اب تم چلو گے۔"

میں نے خالی ہاتھ کار سے باہر نکلتے ہوئے پوچھا۔

"تم مجھے اس لانچ کے ذریعہ کہاں لے جاؤ گے؟"

"ایرج کا حکم ہے کہ تمہیں بینکاک لے جا کر چھوڑ دیا جائے۔"

میں نے نظریں اٹھا کر لانچ پر کھڑے ہوئے مسلح جوان کو دیکھا۔ دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ میں ان دونوں مسلح جوانوں سے کس طرح نمٹ سکتا ہوں۔ میں نے ذرا وقت ضائع کرنے کے لیے دوسرا سوال کیا۔

"سونیا کا باپ دتجامن کہاں ہے؟"

"ایرج گوشت کھاتا ہے اور ہڈیاں پھینک جاتا ہے۔ اسی لیے وہ سونیا کو ساتھ لے گیا ہے اور اس بوڑھے کو تمہارے لیے چھوڑ گیا ہے۔ بنجامن اسی لانچ کے کیبن میں موجود ہے۔ تم یہاں کھڑے رہ کر وقت کیوں ضائع کر رہے ہو؟ کیا ہے تمہارے دماغ میں؟ یاد رکھو، تم ہمارے خلاف ذرا بھی حرکت کی تو ہم بے دریغ فائر کر دیں گے۔"

میں اس کے حکم کے مطابق آگے بڑھا، پھر رُک کر بولا۔

"میں اپنے ساتھ کھانے کی کچھ چیزیں لایا ہوں اسے تو ساتھ لے لینے دو۔"

"نہیں۔ لانچ میں کھانے کا سامان وافر مقدار میں موجود ہے۔ تمہیں تم سے زیادہ کھانے کی فکر ہے۔ جلدی چلو۔"

اس نے اسٹین گن کی نال سے میری پشت پر ٹہوکا دیا۔ مجھے مجبوراً آگے بڑھنا پڑا۔ اگر وہ تنہا ہوتا تو میں موقع پا کر اس سے لپٹ جاتا مگر عرشے پر دوسرا نوجوان مستعد کھڑا ہوا تھا۔ مجھے بدکتے دیکھ کر ذرا ہی وہاں سے فائرنگ شروع کر دیتا۔ میں چپ چاپ سیڑھیاں چڑھتا ہوا لانچ پر آ گیا۔ اس نے مجھے حکم دیا کہ میں سیڑھی اوپر کھینچ لوں۔

میں اس کے حکم کے مطابق اس سیڑھی کو لانچ کے تختے پر کھینچنے لگا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ اس سیڑھی کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دوں۔ میں نے سیڑھی اٹھائی پھر اسے ایک طرف رکھنے کی بجائے اس پر پھینک دی۔ وہ اس اچانک حملے سے اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ لانچ کے تختہ فرش پر گر پڑا۔ سیڑھی اس کے اوپر آ گئی تھی۔ میں نے فوراً ہی چھلانگ لگائی پھر اس پر پہنچ کر اسے سیڑھی کے نیچے دبوچنے لگا۔

دوسرا نوجوان لانچ کے عرشے پر تھا۔ وہ وہاں سے دیکھ نہیں سکتا تھا کہ نچلے حصے میں کیا ہو رہا ہے لیکن بھاری بھرکم سیڑھی گرنے کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے پہلی بار اپنے ساتھی کو آواز دے کر اس کی خیریت دریافت کی۔ اتنی سی دیر میں میں نے اس سے اسٹین گن چھین لی تھی۔ دوسری بار اس نے اوپر سے آواز نہیں دی۔ مجھے اس کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ میں فوراً ہی اس زینے کی طرف آ گیا جو عرشے کی طرف جاتا تھا۔ پھر جیسے ہی وہ زینے کے اوپری سرے پر نظر آیا میں نے فائر کھول دیا۔ اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔ پھر وہ اوندھے منہ زینے پر گرا اور لڑھکتا ہوا نیچے آنے لگا۔

میں نے سیڑھی کے نیچے دبے ہوئے نوجوان کی طرف توجہ دی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری جانب دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے اسٹین گن کی زد پر رکھ کر پوچھا۔

"کیا تم اسی سیڑھی کے نیچے لیٹے رہو گے۔ چلو اٹھو۔"

وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے اس وزنی سیڑھی کو اپنے اوپر سے ہٹانے لگا۔ جب وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تو میں نے پوچھا۔

"زندگی چاہتے ہو یا موت؟"

وہ اسٹین گن کا رُخ اپنی طرف دیکھ کر عاجزی سے گڑگڑانے لگا۔

"مجھے معاف کر دو۔ مجھے زندہ رہنے دو۔ میں تمہارا وفادار بن کر رہوں گا۔"

"تم تھوڑی دیر پہلے میری جان کے دشمن تھے۔ میں تم پر کیسے بھروسہ کر سکتا ہوں؟"

"میں اپنی وفاداری کا ثبوت دے سکتا ہوں۔"

"اچھا تو دو۔"

وہ کہنے لگا۔ "ایرج نے مجھے حکم دیا تھا کہ بحری سفر کے دوران میں تمہارے کھانے میں ایک ایسی دوا کی تھوڑی سی مقدار ملا کر دیتا رہوں جس سے دماغ رفتہ رفتہ کمزور ہو جاتا ہے اور جسم مختلف بیماریوں کا گھر بن جاتا ہے۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہہ رہے ہو؟ ایرج اگر چاہتا تو مجھے میری رہائش گاہ میں قتل کر دیتا۔ وہ اتنا لمبا کھیل کیوں کھیلے گا کہ یہاں سے فرار ہونے کے لیے میری خاطر ایک لانچ چھوڑ دے۔ پھر بحری سفر کے دوران تمہارے ہاتھوں مجھے زہریلا کھانا کھلاتا رہے؟

میں نہیں مانتا۔ وہ احسان فراموش ضرور ہے مگر میری جان کا دشمن نہیں ہے۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ وہ تمھاری جان کا دشمن ہے۔ وہ تمھاری خدمات کے صلے میں یقیناً تمھیں زندہ رکھنا چاہتا ہے لیکن زندہ رکھ کر تمھیں مُردوں سے بدتر بنا دینا چاہتا تھا۔ اسے اندیشہ ہے کہ تم بینکاک پہنچ کر بھی سونیا کے لیے ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف بھٹکتے رہو گے اور اس طرح ایرج کی جان کے دشمن بن جاؤ گے مگر جسمانی و ذہنی طور پر لاغر اور کمزور ہونے کے بعد اس کا تعاقب کرنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

اس کی بات میری سمجھ میں آگئی۔ وہ احسان فراموش واقعی ایسا کر سکتا تھا۔ میں نے اس زخمی نوجوان سے کہا۔

"اچھا اٹھو، مجھے وہ دوا بتاؤ جو میری خوراک میں ملانے کے لیے رکھی گئی ہے۔"

وہ اٹھ کر میرے آگے آگے اسٹین گن کی زد پر چلتا ہوا کچن میں آیا۔ پھر وہاں کپ بورڈ کے ایک خانے سے ایک چھوٹی سی بوتل نکال کر میری طرف بڑھا دی۔ میں نے اس کے لیبل کو پڑھا تو پتہ چلا کہ واقعی وہ مہلک دوا ہے۔ میں نے اسے کپ بورڈ کے اسی خانے میں رکھ دیا۔ پھر اس سے سوال کیا۔

"اب یہ بھی سچ سچ بتا دو کہ ایرج سونیا کو لے کر کہاں گیا ہے؟"

"وہ برما کی طرف گیا ہے۔ اگر وہاں کی حکومت سے جہاز کو لنگر ڈالنے کی اجازت نہیں ملے گی تو وہ ہانگ کانگ کی طرف چلا جائے گا۔"

میں اس کے ساتھ کچن سے نکل کر عرشے کے کیبن کی طرف جاتے ہوئے بولا۔

"اگر بنجامن کو کیبن میں بند کیا گیا ہے تو کیبن کے دروازے کی چابی کس کے پاس ہے؟"

چابی اسی کے پاس تھی۔ ہم زینے پر چڑھ کر عرشے پر پہنچے، اس نے جیب سے چابی نکال کر کیبن کا دروازہ کھول دیا۔ بنجامن کیبن کے بستر پر پریشان حال بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر تازگی آگئی۔ وہ فوراً ہی میرے پاس آتے ہوئے بولا۔

"میری بیٹی کہاں ہے؟"

میں نے جواب دیا۔" ایرج کی نیت میں فتور آگیا ہے۔ اس کے ساتھیوں نے مجھے بُری طرح زخمی کرنے کے بعد میرے بنگلے میں مجھے بیہوشی کی حالت میں چھوڑ دیا تھا۔ اگر میں ہوش میں ہوتا تو سونیا کو اسے ساتھ لے جانے کا موقع نہ دیتا۔"

بوڑھے بنجامن نے اعتماد سے کہا۔

"اگر ایسی بات ہے تو وہ سونیا کو نہیں اپنی موت کو اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ میری بیٹی کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ وہ نہ تو بے بسی سے زندہ رہنا چاہتی ہے اور نہ ہی مایوس ہو کر تنہا مرنا پسند کرتی ہے اگر مرنے کا وقت آیا تو وہ ایرج کو بھی ساتھ لے مرے گی۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا خدا نہ کرے کہ سونیا پر مجبوراً ایسا وقت آئے۔ ویسے اس بات کا مجھے بھی یقین تھا کہ وہ فولادی عزم کے بس کی نہیں ہے۔ میں بنجامن کو وہیں چھوڑ کر اس زخمی نوجوان کے ساتھ لانچ کے نچلے حصے میں آگیا۔ وہاں میں نے اس سے کہا۔

"تم نے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ اسی لیے میں ... کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ لانچ سے اتر کر برتھ پر جاؤ اور اس کار ... اسٹین گن کارتوسوں کی پیٹی اور ریوالور نکال کر لے آؤ۔ ہمارے ... زیادہ سے زیادہ ... ہونا چاہیے۔"

وہ لانچ پر سے چھلانگ لگا کر برتھ پر پہنچ گیا۔ اس نے ... لگانے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی۔ اس طرح میں نے اس کا ارادہ ... لیا کہ وہ موقع پا کر بھاگنا چاہتا ہے۔ میرا قیاس درست نکلا۔ وہ ... اسلحہ نکالنے کے لیے دروازہ کھول کر اندر گیا۔ پھر فوراً ہی دروازہ ... کار اسٹارٹ کرنے لگا۔ میں نے اسٹین گن اٹھا کر فائرنگ کی۔ کار ... پہیے دھماکوں سے برسٹ ہو گئے۔ وہ اسٹین گن لے کر کار کا دروازہ ... کر پیچھے کی طرف چلا گیا۔ میں نے چیخ کر کہا۔

"بیٹے مجھے احمق نہ سمجھو۔ میں خود ہی تم سے پیچھا چھڑا ...

وہ جواباً کار کے پیچھے سے ایک ہاتھ اٹھا کر ریوالور ... کرنا چاہتا تھا۔ میری اسٹین گن سے تڑاتڑ گولیاں برسنے ... ہاتھ چھلنی ہو گیا۔ ریوالور چھوٹ کر دور جا پڑا۔ اس کی چیخ ... تک سرسراتی ہوئی چلی گئی تھی۔ پھر وہ کار کے پیچھے سے اٹھ کر ... کی طرف بھاگنے لگا۔ اسی وقت اوپر عرشے پر سے گولیاں چلنے ... سنائی دی۔ وہ یکبارگی اچھل کر زمین پر گرا۔ پھر تھوڑی دیر تڑپنے ... بعد سرد پڑ گیا۔ پھر عرشے سے بنجامن کی آواز سنائی دی۔

"کم آن مائی سن۔ میں نے اسے ختم کر دیا ہے۔"

میں وہاں سے زینہ طے کر کے اوپر پہنچ گیا۔ بنجامن کے ہاتھ میں اسٹین گن دیکھ کر میں نے پوچھا۔

"تمھیں یہ اسٹین گن کہاں سے مل گئی؟"

اس نے دوسرے کیبن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس کیبن میں اسٹین گنیں، ریوالور اور کارتوسوں کی پیٹیاں ... ہوئی ہیں۔ سربند ڈبوں میں کھانے کا کافی سامان ہے۔ ... ہی برما کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے۔ میں نیچے جا کر لانچ ... وھیل سنبھالتا ہوں۔ ساحل سے دور ہونے تک تم عرشے ... کھڑے رہو۔"

میں نے اس کی تائید کی۔ وہ پلٹ کر جانے لگا پھر فوراً ہی ... کر دور سمندر کی جانب دیکھنے لگا۔ میری نگاہیں بھی اس جانب ... ایک چھوٹا سا بحری جہاز ہماری طرف چلا آ رہا تھا۔ ہم دونوں ...

...نظروں سے دیکھنے لگے۔ ہم دونوں کے دماغ میں ایک ہی ...

... وہ کس کا جہاز ہے؟ اس بندرگاہ کی طرف کس مقصد سے آ ...

...؟

... میں نے خدشہ ظاہر کیا۔" کیا سُپر ماسٹر فوجی امداد لے کر واپس آ رہا ...

... بنجامن نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"... ایسا نہیں ہو سکتا۔ اتنے چھوٹے سے جہاز میں فوج نہیں ہو سکتی۔ ... سپر ماسٹر بُری طرح شکست کھا کر گیا ہے۔ وہ جب بھی آئے گا بے شمار ... افراد کو لے کر آئے گا۔"

"پھر یہ کون لوگ آ رہے ہیں؟ ہمیں حفاظتی انتظامات کر لینا ... چاہیے۔"

ہم دونوں دوڑتے ہوئے کیبن میں گئے۔ ہمارے ہاتھوں میں ... گنیں تھیں۔ ہم نے مزید دو ریوالور لوڈ کر کے اپنی جیبوں میں رکھ لیے ... تھیلوں میں گرینیڈ بھر لیے۔ بنجامن ایک تھیلا لے کر نیچے چلا گیا۔ میں ... کے عرشے پر کھڑا ہو کر کبھی برتھ کی طرف اور کبھی سمندر کی طرف ... دیکھنے لگا۔

جہاز تیزی سے قریب آ رہا تھا۔ جب وہ دو سو گز کے فاصلے پر ... آیا تو مجھے اسی جزیرے کے مسلح جوان نظر آئے۔ میں نے انھیں فوراً ... پہچان لیا۔ وہ ایرج کے ساتھی تھے۔ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ وہ ... کیوں آ رہے تھے۔ کیا ان کے ساتھ سونیا بھی ہو گی؟ ذہن میں ... سوال کے ابھرتے ہی میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں کیبن کی آڑ میں کھڑے ... انھیں لمحہ بہ لمحہ قریب آتے دیکھ رہا تھا۔ تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر ... انھوں نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔ جب میری مقبوضہ لانچ پر سے ... جواب نہ ملا تو وہ ایک سفید کپڑے کو صلح کی جھنڈی کے طور پر لہراتے ... میرا نام لے کر پکارنے لگے۔

"فرہاد! اگر تم لانچ میں موجود ہو تو سامنے آجاؤ۔ ایرج تم سے ... اور تمھاری سونیا کو واپس کرنے آیا ہے۔"

میرے دل کی دھڑکنیں خوشی سے پاگل ہو گئیں۔ میری سونیا ... واپس ملنے والی تھی لیکن اس سے پہلے کہ میں کیبن کی آڑ سے نکل کر ... کے سامنے جاتا، لانچ کے نچلے حصے سے بنجامن نے چیخ کر کہا۔

"فرہاد! ان کے فریب میں نہ آنا۔ میں بوڑھا ہوں مجھے اپنی ... زندگی کو داؤ پر لگانے دو۔ میں تمھارا نمائندہ بن کر اس جہاز میں جاؤں گا ... ایرج سے باتیں کروں گا۔"

اب وہ لوگ جہاز کو برتھ سے لگا رہے تھے اور لنگر ڈال رہے ... ایرج کے ایک ساتھی نے جواباً کہا۔

"مسٹر بنجامن ہمیں منظور ہے۔ تم یہاں آؤ ایرج سے باتیں کرو اور اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

پھر مجھے نیچے سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے بنجامن برتھ تک پہنچنے کے لیے سیڑھی لگا رہا ہو۔ بنجامن کے سمجھانے سے بات سمجھ میں آگئی ورنہ میں تو سونیا کی واپسی کے خیال سے ہی دیوانہ ہو گیا تھا۔ مجھے اس کے حصول کے سوا آس پاس کوئی خطرہ نظر نہیں آیا۔ اب میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ ایرج کیوں صلح کرنے کے لیے واپس آیا ہے؟ اور اگر آ ہی گیا ہے تو پھر خود سامنے کیوں نہیں آ رہا ہے؟

وہ سونیا کو لے کر دور سمندر میں چلا گیا تھا۔ برما یا ہانگ کانگ جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اب واپسی کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی جبکہ واپسی میں خطرہ ہی تھا۔ سپر ماسٹر یہاں کسی وقت بھی انتقام لینے کے لیے پہنچ سکتا تھا۔ اس وقت یہ چکر کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

میں نے بنجامن کو دیکھا وہ جہاز کی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد کیبن کی طرف جا رہا تھا۔ تمام مسلح نوجوان استقبالیہ انداز میں الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ اس جہاز میں کتنے ہی کیبن تھے۔ ایک مسلح گارڈ نے بنجامن کو ایک دروازے کے سامنے پہنچا دیا۔ میں اپنی لانچ میں جہاں کھڑا ہوا تھا وہاں سے وہ دروازہ نظر آ رہا تھا۔ بنجامن وہاں کھڑا ہوا تھا مگر دروازہ نہیں کھول رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سمجھ میں آیا کہ وہ بند دروازے کے پیچھے کسی سے بات کر رہا ہے۔ اتنی دور سے اس کے لب ہلتے ہوئے نظر نہیں آئے لیکن کبھی انکار میں اور کبھی اقرار میں ہلتا ہوا سر نظر آ رہا تھا۔

پھر بنجامن نے ایرج کے خاص آدمیوں کو آواز دے کر وہاں بلایا۔ اس کے چار قابلِ اعتماد ساتھی دروازے کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ اب وہ بھی بند دروازے سے ہونے والی باتیں سُن رہے تھے۔ ان کے انداز سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ اپنے باس کا کوئی حکم سُن رہے ہیں۔ پھر وہ چاروں جہاز میں ادھر اُدھر ہو کر اپنے ساتھیوں کو حکم دینے لگے۔

"ساتھیو! اپنے ہتھیار اس جہاز میں چھوڑ کر برتھ پر چلے جاؤ۔ یہ ہمارے باس کا حکم ہے۔"

یہ حکم سنتے ہی سب لوگ پریشان ہو گئے۔ کچھ لوگ ہتھیار پھینک کر برتھ کی طرف جانے لگے اور کچھ انکار کرنے لگے۔ لیکن تھوڑی دیر کی بحث کے بعد انھیں جانا پڑا۔ ایرج کے چاروں قابلِ اعتماد ساتھی بھی وہاں سے چلے گئے۔ جہاز خالی ہو گیا۔ بنجامن نے جہاز کے عرشے پر، پھر تمام کیبنوں میں، اس کے بعد جہاز کے نچلے حصے میں اچھی طرح تلاشی لی۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ اب وہاں ایرج کا کوئی ساتھی نہیں ہے تو اس نے مجھے آواز دی۔

"ہیلو مائی سن! اب تم یہاں آسکتے ہو، کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

میں نے برتھ کی جانب دیکھا۔ ایرج کے تمام نہتے ساتھی برتھ سے دُور جاکر فوجیوں کی طرح مختلف قطاروں میں کھڑے ہوگئے تھے۔ میں نے اسٹین گن سنبھالی۔ گرنیڈ کا تھیلا اٹھایا پھر لانچ سے اتر کر برتھ پر آگیا۔ وہ لوگ مجھ سے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ وہ چاہتے تو نہتے ہونے کے باوجود چاروں طرف سے مجھ پر پل پڑتے۔ میری اسٹین گن سے کچھ لوگ زخمی ہوتے اور ہلاک ہوتے مگر باقی بچنے والے مجھے اپنا قیدی بنا سکتے تھے۔ میں بڑے ہی محتاط انداز میں چلتا ہوا جہاز کے زینے تک پہنچا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ ان میں سے کسی نے بھی میرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔

میں جہاز میں آکر اوپر عرشے پر پہنچا۔ بنجامن ہاتھ میں اسٹین گن لیے برتھ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ہماری ذرا سی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ایرج کے ساتھی پھر جہاز پر پہنچ جائیں۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"میں جہاز کے زینے کی نگرانی کر رہا ہوں۔ اگر وہ لوگ زینے کے قریب آئیں گے تو میں فائرنگ شروع کر دوں گا۔ تم کیبن نمبر ایک کے دروازے پر جاکر سونیا سے کہہ دو کہ اب وہ باہر آجائے۔"

میں نے کیبن نمبر ایک کے دروازے پر دستک دی۔

"میری جان! باہر آجاؤ۔"

میری آواز سنتے ہی وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر آئی اور اک دم سے والہانہ انداز میں مجھ سے لپٹ گئی۔

میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی دور جانے والی اچانک ہی اتنی جلدی اتنے قریب آجائے گی۔ اسے چومنے کے دوران میں نے کھلے ہوئے دروازے سے کیبن کی طرف دیکھا کیبن کے فرش پر ایرج زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ میں نے سونیا کے ساتھ اندر آتے ہوئے پوچھا۔

"یہ خود کو فاتح اعظم سمجھتا تھا۔ اب یہ چاروں شانے چت کیسے ہوگیا؟"

سونیا نے اسے ایک ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

"اس نے مجھے اس کیبن میں بند کر دیا تھا۔ مجھے بند کرنے سے پہلے مجھ سے میرے ہتھیار چھین لیے تھے۔ اس کے ساتھیوں نے میرے لباس کے اندر تلاشی نہیں لی تھی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اس لیے منع کر دیا تھا کہ یہ گلفام بن کر میرے لباس تک پہنچنا چاہتا تھا۔ جہاز جب اس بندرگاہ کو چھوڑ کر سمندر میں پہنچ گیا تو یہ شراب کے نشے میں لڑکھڑاتا ہوا میرے پاس آیا۔ پھر دروازے کو بند کرنے کے بعد کہنے لگا۔

"تمھارا فرہاد میری زمنا ... سے کھیل چکا ہے۔ میں چاہتا تو اسے قتل کر دیتا لیکن میں اسے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھی اس کے کھانے میں ایسی دوا ملایا کریں گے جو اسے ہمیشہ کے لیے بیمار اور کمزور بنا دے گی۔ میں تمھاری جوانی سے کھیلتا ... وہ تمھارے لیے تڑپ تڑپ کر مرتا رہے گا۔"

یہ کہنے کے بعد وہ مجھے تر نوالہ سمجھ کر میری طرف ...

اس کی عدم موجودگی میں آہنی ناخنوں سے لیس ہو چکی ... اس پر حملہ کیا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ سارا نشہ ہرن ... بچ کر دروازے کی طرف واپس بھاگنے لگا۔ میں نے ... اس کی گردن سے گوشت نوچ لیا۔ وہ لڑکھڑا کر فرش پر ... ہوگئی۔ اندر ہنگامے کی آواز سن کر باہر اس کے ساتھی ... میں نے آہنی پنجے کو اس کے چہرے پر رکھتے ہوئے کہا۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ دروازہ نہ توڑیں ... ہاتھ دھو بیٹھو گے۔"

میرے آہنی ناخن اس کے چہرے پر اس طرح ... جیسے اب تب میں پیوست ہو کر چہرے کی دھجیاں ... نے گھبرا کر اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔

"ٹھہر جاؤ۔ دروازہ نہ توڑو۔ میری زندگی خطرے ..."

اس کی باتیں سن کر باہر کا شور اک دم سے بند ہوگیا ... سے کہا۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ اس جہاز کو واپس ... لے جائیں۔"

وہ ہچکچانے لگا۔ میں نے اس کے چہرے پر ناخن ... ڈالا تو وہ فوراً ہی کانپتے ہوئے لہجے میں اپنے ساتھیوں کو ...

"میرے جانباز ساتھیو! اگر تم مجھے زندہ دیکھنا چاہتے ... کو واپس بندرگاہ کی طرف موڑ لو۔"

باہر سے اس کے ساتھی کی آواز آئی۔ وہ دھمکی ...

"سونیا! اگر تم زندگی چاہتی ہو تو چپ چاپ ... ورنہ ہم تمھیں تڑپا تڑپا کر ماریں گے۔"

میں نے جواب دیا۔ "مجھے تو ہر حال میں مرنا ہے۔ ... میری عزت لوٹ کر مارنا چاہتا تھا اس سے بڑی موت ... اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم اپنے لیڈر کو زندہ ... کر دو۔"

وہ سبھی ایرج کی زندگی چاہتے تھے۔ جب ان کی دھمکی ... مجھ پر اثر نہیں کیا تو وہ مجبوراً جہاز کو یہاں لے آئے۔ ... نے مجھے یہ بھی دھمکی دی کہ اگر میں نے ایرج کو نہ چھوڑا ... ڈیڈی کو قتل کر دیں گے۔ میں نے ان سے کہا۔

"مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ فرہاد کو کس طرح ... اسے مُردوں سے بدتر بنانے کی کوشش کی جائے گی ... ساتھ بھی کچھ ایسا ہی سلوک کیا جانے والا ہے۔ جب ...

... کسی نہ کسی طرح مرنا ہی ہے تو میں اسی جزیرے میں پہنچ کر ... فرہاد کے ساتھ مروں گی اور ایرج کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

... انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ تمھیں اور ڈیڈی کو ہاتھ بھی نہیں ... صرف اس شرط پر میرے ہر حکم کی تعمیل کریں گے کہ ایرج انھیں ... دیا جائے۔ انھوں نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔ اب تم اپنا فیصلہ ... ایرج کو لوٹا دیا جائے ہے۔"

سونیا کی تمام باتیں سننے کے بعد میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"تم بھی اپنا وعدہ پورا کرو۔ ہم ایرج کو ان کے حوالے کر دیں گے، ... سے پہلے ہمیں اپنے متعلق اچھی طرح سوچ لینا چاہیے کہ اب ... کہاں جائیں گے؟"

"ہم اس جہاز کو لے کر سمندر میں پہنچیں گے اس کے بعد کہیں ... فیصلہ کریں گے۔ اس احسان فراموش کے سامنے اپنی منزل کا تعین ... مناسب نہیں ہے۔"

وہ ایرج کو پھر ایک ٹھوکر مار کر بولی۔

"چلو اٹھو ہمارے ساتھ باہر چلو۔"

وہ کراہتے ہوئے اور کانپتے ہوئے اٹھنے لگا۔ میں نے دیکھا اُس ... سے ذرا نیچے تقریباً آدھ پاؤ گوشت اُدھڑا ہوا تھا۔ وہاں سے ... لہو اس کے بدن اور فرش پر پھیلا ہوا تھا۔ چہرے پر بھی جا بجا ... پڑی ہوئی تھیں۔ وہاں سے بھی لہو رسنے کے بعد جم گیا تھا۔ ... پر سے اٹھ کر ہمارے آگے ڈگمگاتا ہوا چلنے لگا۔ عرشے پر پہنچ کر ... اسے ایک جگہ بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر اس سے ذرا دور بنجامن کے ... آپس میں مشورے کرنے لگے۔ بنجامن نے کہا

"ہمارا یہ بحری سفر نہ جانے کتنا طویل ہوگا۔ ہمیں جہاز کو چلانے ... لیے ایک اچھے اسکیپر کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ جنریٹر وغیرہ ... دیکھ بھال کرنے، کھانا تیار کرنے اور دوسرے کاموں کے لیے بھی چند ... ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ میں اس جزیرے میں پچھلے پانچ برس سے ... آیا ہوں۔ یہاں میرے بہت سے قابلِ اعتماد دوست ہیں۔ میں ... جاکر انھیں لے آتا ہوں۔"

"ڈیڈی کیا وہ لوگ ہمارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے؟"

"کیوں نہیں۔ اس جزیرے میں جو لوگ رہ گئے ہیں وہ یقیناً ... سے جان بچا کر نکل جانا چاہتے ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ میں ... ساتھیوں کو اپنے ساتھ چلنے پر راضی کر لوں گا۔"

یہ کہہ کر بنجامن ہم سے رخصت ہوگیا۔ وہ جاتے جاتے کہہ گیا کہ ... کی دیر بھی ہو سکتی ہے لہٰذا ہم صبر و تحمل سے اس کا انتظار کریں۔ ... کے جانے کے بعد سونیا عرشے کی ریلنگ کے پاس ایک کرسی لے ... پھر ایرج کو وہاں لاکر اس پر بٹھا دیا تاکہ برتھ پر کھڑے ہوئے اس ... ساتھی اسے زندہ سلامت دیکھ کر مطمئن ہو جائیں۔ پھر وہ فرسٹ ایڈ بکس لاکر اس کی مرہم پٹی کرنے لگی۔ اس کے تمام ساتھی نیچے کھڑے ہوئے اسے دیکھ رہے تھے۔ مرہم پٹی کے بعد ایرج نے کہا۔

"مجھے یہاں کیوں روکا گیا ہے؟ اب مجھے اپنے ساتھیوں کے پاس جانے دو۔"

سونیا نے کہا۔ "چلے جانا ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ اب ہمارے ساتھی آنے والے ہیں۔ ان کے آنے کے بعد تمھیں چھٹی دیدی جائے گی۔"

ایرج نے میری جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم ہمیں چھوڑ کر یہ جہاز تنہا لے جاؤ گے؟"

"تنہا نہیں۔ ابھی سونیا بتلا چکی ہے کہ ہمارے ساتھی آرہے ہیں۔"

"پھر بھی فرہاد! میری درخواست ہے کہ اتنا بڑا جہاز نہ لے جاؤ۔ ورنہ میں اور میرے ساتھی اس چھوٹی سی لانچ میں نہیں جا سکیں گے اور وہ تیز رفتار نہیں ہے۔ سپر ماسٹر ہمیں بیچ سمندر میں کہیں گھیر لیگا۔"

"تم نے میرے لیے وہ لانچ چھوڑتے وقت یہ نہیں سوچا تھا کہ سپر ماسٹر مجھے بھی گھیر سکتا ہے۔"

"مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی تھی۔ مجھے معاف کر دو۔"

"ہم نے معاف کر دیا ہے۔ اسی لیے تمھیں زندہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔"

"لیکن یہ تو سوچو تم نے ہم سب کو نہتا کر دیا ہے۔"

"تم نے بھی مجھے یہاں نہتا چھوڑ دیا تھا۔"

"میں اپنی پچھلی تمام غلطیوں کی معافی مانگ رہا ہوں۔ میں احسان فراموش ہوں مگر تم فراخدل ہو۔ خدا کے لیے ہمارے ہتھیار ہمیں واپس کر دو۔"

"اچھی بات ہے۔ جب تم نیچے برتھ پر پہنچو گے تو تمھیں ضرورت کے مطابق ہتھیار مل جائیں گے۔"

سونیا نے حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! تم ایسا وعدہ نہ کرو جس سے ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہو۔ ہتھیار ملتے ہی یہ ہم پر حملہ کر دیں گے۔ ہمیں اس بندرگاہ سے دور جانے کا موقع نہیں دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "تم فکر نہ کرو انھیں ایسے طریقے سے ہتھیار دیے جائیں گے کہ یہ ہمیں کسی طرح نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے بنجامن کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد برتھ کے قریب بہت سی گاڑیاں آکر رکیں۔ ان میں سے کتنے ہی مرد، عورتیں اور بچے نکل کر بنجامن کی رہنمائی میں جہاز کی سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ وہ سب اپنا اپنا بستر، سوٹ کیس اور دوسری ضرورتوں کا سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ برتھ پر سے ایرج کے ایک ساتھی نے چیخ کر پوچھا۔

"سونیا! یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم ہمارے باس کو واپس نہیں کرو گی؟"

سونیا نے اسے ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلایا۔

"تم یہاں آکر اپنے اس چوہے کو لے جاؤ۔"

وہ بھی سیڑھیاں چڑھ کر آنے لگا۔ بوڑھا بنجامن بڑی پھرتی دکھا رہا تھا۔ اس نے شاید پہلے ہی اپنے آدمیوں کو سمجھا دیا تھا کہ جہاز میں پہنچتے ہی انھیں کیسے فرائض انجام دینے ہیں۔ اسی لیے جو لوگ میکینک تھے وہ اسکیپر کے ساتھ انجن رُوم میں چلے گئے تھے۔ باقی لوگ اسٹین گنیں اٹھا کر میرے اور سونیا کے اطراف ریلنگ کے قریب آکر کھڑے ہو گئے تھے۔ سبھی کی گنوں کا رُخ برتھ پر کھڑے ہوئے لوگوں کی طرف تھا۔ ایرج کا ساتھی اسے سہارا دے کر زینے کی طرف لے جانے لگا۔ میں نے ایرج کو تسلی دی۔

"تم نیچے برتھ پر جاؤ۔ میرے وعدے کے مطابق تمھیں ہتھیار مل جائیں گے مگر یاد رکھو برتھ پر پہنچنے کے بعد سامنے ہی کھڑے رہنا۔ اگر ذرا بھی اِدھر اُدھر جانے کی کوشش کرو گے تو میں فائرنگ شروع کر دوں گا۔"

وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترتا ہوا برتھ پر پہنچ گیا۔ جب جہاز کی سیڑھی اٹھالی گئی تو میں نے ایرج سے کہا۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ جہاز کا لنگر اٹھا دیں۔"

ایرج نے پوچھا۔ "ہتھیار واپس کرنے کا وہ وعدہ کیا ہوا؟"

"میں اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گا۔ پہلے تم میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

برتھ سے لنگر کی آہنی زنجیریں کھول دی گئیں۔ جہاز کا انجن اسٹارٹ ہو چکا تھا۔ جیسے ہی وہ برتھ سے الگ ہونے لگا میں نے ایرج کو چیخ کر مخاطب کیا۔

"ایرج! میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں۔ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ جزیرے میں جاؤ وہاں بے شمار لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان لاشوں کے پاس اسٹین گنوں اور کارتوسوں کا ذخیرہ مل جائے گا۔"

میں نے دیکھا کہ وہ ساحل پر کھڑا ہوا غصے سے تلملاتا ہوا اپنی مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ میں نے بنجامن سے کہا۔

"فوراً اسکیپر کے پاس جاؤ اور اس سے کہو جہاز کی رفتار بڑھا کر اسے چھوٹی سی لانچ سے زیادہ سے زیادہ دور لے جائے۔"

بنجامن دوڑتا ہوا چلا گیا۔ جہاز آہستہ آہستہ ساحل سے دور ہو رہا تھا۔ جب لانچ سے تقریباً بیس گز کا فاصلہ قائم ہو گیا تو میں نے تھیلے میں سے گرینیڈ نکال کر اپنے نئے ساتھیوں سے کہا وہ بھی گرینیڈ نکال کر لانچ کو نشانہ بنائیں۔ دوسرے ہی لمحے ہم گرینیڈ کی "پن" اپنے دانتوں سے نکال کر انھیں لانچ پر پھینک رہے تھے اور کچھ نشانے تک پہنچ کر دھماکے سے پھٹ رہے تھے۔ لانچ سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ ایرج اور اس کے ساتھی برتھ کو چھوڑ کر دور بھاگ گئے تھے۔ اب ان کے لیے جزیرے سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ وہ وہیں پیدا ہو[ئے] اور وہیں سپر ماسٹر کے ہاتھوں مرنے والے تھے۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا عرشے پر آگیا۔ وہاں سونیا ریلنگ [سے] لگی کھڑی ہوئی تھی، اور دور ساحل کی طرف دھڑا دھڑ جلتی ہوئی [لانچ] کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا ہاتھ ریلنگ پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے ا[پنا ہاتھ] اس کے ہاتھ پر رکھا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"اوہ فرہاد۔ ذرا ساحل کی طرف دیکھو ایرج اور اس [کے ساتھی] لانچ سے بہت دور بھاگ گئے ہیں مگر افسوس کہ وہ بھاگ [کر کہاں] جائیں گے۔ یہ جزیرہ ان کا مدفن بنے گا۔"

میں نے کہا۔ "مجھے بھی افسوس ہے۔ ایرج ہمارا بہت [قابلِ] اعتماد دوست بن سکتا تھا مگر کچھ رقابت کی وجہ سے کچھ [اقتدار حاصل] ہو جانے کے غرور نے اس کا دماغ خراب کر دیا۔ اب اس [کو ہماری] دشمنی مہنگی پڑی ہے۔ زندگی اور موت کی جنگ میں جو دوستی [کی قدر نہیں] جانتے ان کا یہی انجام ہوتا ہے۔"

اتنے میں بنجامن نے آکر کہا۔

"فرہاد! یہ اطمینان سے باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ [جہاز] کا معائنہ کرو اور دیکھو یہاں کے انتظامات میں کوئی گڑبڑ تو نہیں [ہے۔] سمندر میں یہی جہاز ہماری پناہ گاہ ہے۔ یہاں ہمیں پہلے ہی [سے] حفاظتی انتظامات کر لینے چاہئیں۔"

میں اور سونیا ریلنگ کے پاس سے پلٹ کر جہاز کے [اندر] کی طرف جانے لگے کیونکہ عرشے پر صرف چند نوجوان اسٹین گن [لیے کھڑے] تھے۔ باقی مرد عورتیں اور بچے نچلے حصے میں تھے۔ وہاں [بڑی چہل] پہل تھی۔ بچے اِدھر اُدھر کھیل رہے تھے۔ کچھ عورتیں جہاز کے [مختلف] حصوں کی صفائی میں لگی ہوئی تھیں اور کچھ عورتوں نے [...] لیا تھا۔ مرد اسلحے اور گولہ بارود وغیرہ کو چیک کر رہے تھے اور آپس میں تقسیم کر رہے تھے۔ انجن رُوم میں اسکیپر نے تمام کا[م کرنے والوں] کے ڈیوٹی اوقات مقرر کر دیے تھے۔

پھر بنجامن ہمیں ایک اسٹور رُوم میں لے گیا۔ اسٹور [روم کا] دروازہ سمندر کی طرف کھلتا تھا۔ دروازے کے پاس ایک [موٹر بوٹ رکھی] ہوئی تھی۔ میں اور سونیا جزیرہ ہوائی سے میکی کے قیدی [بن کر] سے آئے تھے اس میں بھی اسی طرح ایک موٹر بوٹ رکھی [ہوئی تھی جس] کے ذریعہ ہم جزیرہ کوائی تک پہنچے تھے۔ سونیا نے اسے [دیکھ کر کہا۔]

"بالکل ویسا ہی انتظام ہے۔ ہم خطرے کے وقت [اس کے ذریعہ] فرار ہو سکتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ہاں سونیا۔ ہم میکی کے ساتھیوں اور [...] جلتی ہوئی لانچ میں چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے کہ وہ سب ہمار[ے] دشمن تھے لیکن اس جہاز میں سبھی ہمارے دوست ہیں۔ [...]

زندگی گزارنے والی عورتیں ہیں۔ پیارے پیارے معصوم بچے ہیں۔ یہ جہاز ہمارا ایک گھر ہے اور ہم سب ایک ہی خاندان کے افراد ہیں۔ جب بھی کوئی خطرہ پیش آئے گا تو سب سے پہلے ہم ان کی حفاظت کریں گے۔"

بنجامن نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یو آر گریٹ مائی سن! ہم ان عورتوں اور بچوں کو بہ حفاظت تھائی لینڈ کے ساحل تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "یعنی اب ہم بینکاک کی طرف جا رہے ہیں۔"

"ہاں۔" بنجامن نے کہا۔ "ایرج ہم دونوں کو بینکاک پہنچانا چاہتا تھا۔ جب وہ سپر ماسٹر کا قیدی بن جائے گا تو تمھارے متعلق اس کے سامنے یہی جواب دے گا کہ تمھیں چھوٹی سی لانچ میں تھائی لینڈ پہنچایا جا رہا تھا۔ اور وہ خود اس جہاز سے ہانگ کانگ جانا چاہتا تھا۔ چونکہ ہانگ کانگ کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہونے کی کافی سہولتیں ہیں لہٰذا سپر ماسٹر پہلے اسی طرف دوڑے گا۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے تم جہاں مناسب سمجھتے ہو جہاز کو لے چلو۔ میں سمندری راستوں سے واقف نہیں ہوں۔"

پھر ہم عرشے پر آکر تمام کیبنوں کو کھول کر دیکھنے لگے۔ کیبن نمبر چھ ایرج کے لیے مخصوص تھی۔ کیونکہ وہاں اس کا سامان اب تک رکھا ہوا تھا۔ میز پر پھلوں کی ٹرے اور شراب کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ کیبن ذرا بڑا تھا خوبصورت اور آرام دہ بھی تھا۔ میں نے ایک آرام دہ کوچ پر لیٹتے ہوئے کہا۔

"میں تو بہت تھک گیا ہوں، اب یہیں آرام کروں گا۔ مسٹر بنجامن ایک کیبن تم اپنے لیے منتخب کر لو، باقی اہم کام انجام دینے والوں کے لیے مخصوص کر دو۔"

بنجامن وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی سونیا دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد میرے پاس کوچ پر آکر بیٹھ گئی۔ میں لیٹا ہوا تھا وہ مجھ پر جھک کر میرے سر کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم بہت تھک گئے ہو چلو میں سُلا دیتی ہوں۔"

جہاز بہت ہولے ہولے ڈول رہا تھا۔ جس کوچ پر ہم لیٹے ہوئے تھے وہ بھی ایک پالنے کی طرح دائیں بائیں جھول رہا تھا۔

ایسے کیف انگیز لمحات میں زندگی کتنی خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ نہ ہنگامہ، نہ شور، نہ خون خرابہ تھا۔ صرف میری جانِ حیات کا سراپا تھا۔ یعنی وہ سر سے پاؤں تک تھی۔ یہاں سے وہاں تک تھی۔ اسے بہت دور تک چھونے اور دیکھنے کے بعد یوں لگا جیسے میں اس بدن کے شہر کو پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔ ساری گلیاں سارے موڑ جانے پہچانے تھے۔ میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"سونیا! تمھاری محبت اور وفاداری سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تم میری بہت پُرانی رفیقہ ہو۔ مجھے بتاؤ کہ ہم پہلے بھی ایسے لمحات گزار چکے ہیں؟"

"ہاں فرہاد! تم نے پہلے بھی مجھے ایسی مسرتوں سے نوازا ہے۔ تم میری زندگی کے پہلے اور آخری مرد ہو۔ کیا مجھے دوبارہ اس طرح پا کر تمھیں پچھلی کوئی بات یاد آ رہی ہے؟"

اسے پا کر تو کچھ یاد نہیں آیا مگر اچانک ہی وہ جلتی ہوئی موم بتی یاد آگئی۔ میں فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا ہوا؟ تم تو کہتے تھے تھک جانے کے بعد نیند آجائے گی۔ کیا اب سونے کا ارادہ نہیں ہے؟"

میں ذرا الجھ گیا۔ میں نے اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے کچھ یاد آگیا ہے۔"

سونیا خوشی سے اچھل کر بیٹھ گئی۔

"کیا تمھیں پچھلی کوئی بات یاد آ رہی ہے؟"

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ مجھے وہ موم بتی یاد آ رہی ہے۔ ایرج اور اس کے ساتھی مجھے جس کمرے میں بے ہوشی کی حالت میں چھوڑ گئے تھے وہاں موم بتیاں روشن تھیں۔ ہوش میں آنے کے بعد میری نگاہیں آپ ہی آپ ایک موم بتی کی لَو پر جم گئیں۔ اس وقت مجھے یوں لگا جیسے اس سُلگتی ہوئی ننھی سی لَو سے میرا بہت پرانا ناطہ ہے۔"

سونیا نے مجھے خوشی سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"بے شک شمع کی لَو سے تمھارا پُرانا اور گہرا رشتہ ہونا چاہیے، کیونکہ تم ٹیلی پیتھی جانتے تھے اور ٹیلی پیتھی سیکھنے والے سب سے پہلے شمع کی لَو کو دیکھتے ہیں تاکہ ان کے دماغ کی تمام سوچیں ایک نقطے یا ایک لَو پر مرکوز ہو جائیں۔ تم نے بھی یقیناً ایسا ہی کیا ہو گا۔"

میں سوچنے لگا کہ واقعی میں نے یہی کیا ہو گا۔ اسی لیے میری آنکھیں اور میرا دماغ دونوں ہی موم بتی کی لَو سے چپک کر رہ گئے تھے۔ سر کے پچھلے حصے میں زبردست چوٹ کھانے کے بعد وہاں گومڑ نکل آیا تھا۔ میں نے سر کے اس حصے کو سہلاتے ہوئے کہا۔

"ایرج کے ایک ساتھی نے یہاں بڑی زبردست ضرب لگائی تھی۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی تکلیف کی شدت سے بُرا حال تھا لیکن جب میں نے شمع کی لَو کو تکنا شروع کیا تو مجھ پر حیرت انگیز طور پر تنویمی اثر ہوا۔ میرے سر کی تکلیف آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔"

"اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے فرہاد کہ تمھاری تمام صلاحیتیں ابھی زندہ ہیں لیکن لاشعور کے تاریک تہہ خانے میں چھپی ہوئی ہیں۔ اس تاریکی کو شمع کی وہی لَو روشن کر سکتی ہے۔"

"اس حقیقت کو میں بھی سمجھ رہا ہوں۔ میں شمع کی اس لَو سے اپنی صلاحیتوں تک اور ان صلاحیتوں سے اپنے ماضی تک پہنچ سکتا ہوں۔ میں وہاں اس لَو کو تکنے کے دوران اپنے ماضی تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا، مگر اچانک ہی شمعیں بجھ گئیں۔ سارا موم پگھل چکا تھا۔ میں پھر اندھیرے میں بھٹکنے لگا۔ وہاں مجھے دوسری موم بتی نہیں ملی۔ میں نے اسی وقت سوچ لیا تھا کہ وہاں سے نکلنے کے بعد جب بھی کہیں موم بتی ملے گی میں شمع بینی کے اس عمل کو ضرور دہراؤں گا۔ لیکن صبح سے ایسے ہنگاموں سے دوچار ہو تا رہا ہوں کہ دماغ سے موم بتی کا خیال ہی نکل گیا۔"

سونیا نے کہا "اس جہاز میں کتنے ہی خاندان کے افراد ہیں وہ اپنے ساتھ اپنا ضروری سامان لے کر آئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس موم بتیاں ہوں۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیئے۔"

ہاں یہ امید کی جا سکتی تھی کہ کسی نہ کسی کے پاس سے ضرور موم بتی مل جائے گی۔ میں اپنے ماضی تک پہنچنے کے لیے بہت بے چین تھا اس لیے سونے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اب ہم فوراً ہی یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اس جہاز میں کسی کے پاس سے موم بتی مل سکتی ہے یا نہیں۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ سونیا نے کوچ سے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ ایک ادھیڑ عمر کی عورت ایک بڑی سی ٹرے میں ہمارے لیے دوپہر کا کھانا لے کر آئی۔ سونیا نے اس سے کھانے کی ٹرے لینے کے بعد کہا۔

"ہمیں زیادہ سے زیادہ موم بتیوں کی ضرورت ہے۔ اس جہاز میں جتنے لوگ ہیں ان سب سے دریافت کرو اور ان سے جتنی موم بتیاں حاصل ہو سکیں وہ سب یہاں لے آؤ۔"

وہ عورت حکم کی تعمیل کے لیے واپس چلی گئی۔ گرما گرم کھانے کو دیکھ کر یاد آیا کہ ہم نے پچھلی رات سے کچھ نہیں کھایا ہے۔ کھانے کی اشتہا انگیز مہک نے ہماری بھوک بڑھا دی۔ ہم اسی وقت کھانے بیٹھ گئے۔ جس نے بھی پکایا تھا خوب پکایا تھا۔ یا ہو سکتا تھا کہ پکوان خوب نہ ہو بھوک خوب لگی ہو اس لیے کھانا لذیذ لگ رہا تھا۔ بہر حال ہم نے اتنا کھا لیا کہ ہم پر نشے کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں دوبارہ کوچ پر جا کر لیٹ گیا اور سونیا برتن دھونے کے لیے باتھ روم میں چلی گئی۔ پھر وہ کب واپس آئی مجھے پتہ نہ چلا کیونکہ میں گہری نیند سو چکا تھا۔

زندگی کے لیے اتنی طویل جنگ لڑنے کے بعد بڑے سکون سے نیند آئی تھی۔ میں ایک ہی نیند میں بہت سے الٹے سیدھے خواب دیکھتا رہا۔ میں نے سونیا کو دیکھا۔ میرا سر اس کے زانوؤں پر تھا اور وہ اسٹین گن لیے محتاط انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر میں نے سُپر ماسٹر کو دیکھا۔ اس کے سر پر دو نکیلے سینگ تھے اور دو نوکیلے دانت ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ آنکھیں سُرخ بلب کی طرح جل رہی تھیں اور اس کے پیچھے ایک لانبی سی خم کھاتی ہوئی دُم تھی جس پر وہ مجھے بٹھا کر جھولا جھلا رہا تھا۔ چونکہ ہم اسے سُپر شیطان کہتے تھے اس لیے وہ شیطان کے رُوپ میں نظر آ رہا تھا۔ اس کے اور بھی بہت سی صورتیں نظر آئیں۔ خواب کی محفل جمی ہوئی تھی وہاں کوئی بھی آ سکتا تھا۔ لہٰذا دو چار حسینائیں بھی نظر آئیں۔ میں انھیں صورت سے پہچان نہ سکا۔ شاید وہ میرے ماضی کے کسی موڑ سے گزری ہوں گی۔

فریال جسے میں دل و جان سے زیادہ چاہتا تھا اور جسے میں سنجیدگی سے ہمیشہ کے لیے اپنا لینا چاہتا تھا اسے بھی میں یوں بھلا بیٹھا جیسے کبھی دیکھا ہی نہ ہو۔ شاید میں نے اسے بھی خواب میں دیکھا ہو۔ افسوس وہ خواب میں بھی آ کر مجھے میرے ماضی کی طرف نہیں لوٹا سکی تھی۔ اگر وہ اپنے ساتھ گزرے ہوئے لمحات کی داستان سناتی تو میں اسے صرف افسانہ سمجھ کر سن لیتا۔ اس وقت صرف سونیا ہی میرے لیے میری موجودہ زندگی کی سچائی تھی۔

نیند سے بیدار ہو کر میں جلدی جلدی غسل سے فارغ ہو کر آیا تو میرے لیے چائے تیار تھی۔ سونیا نے چائے پینے کے دوران کہا۔

"یہاں کسی کے پاس ایک موم بتی بھی نہیں ہے۔ وہ بوڑھی عورت تمام لوگوں سے پوچھ چکی ہے۔"

"تعجب ہے کیا کسی نے یہ نہیں سوچا کہ کسی وقت اندھیرے میں موم بتی کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔"

"اندھیرے سے تو سبھی گھبراتے ہیں۔ سبھی روشنی کے متلاشی ہیں۔ اسی لیے یہاں کچھ لوگ اپنے ساتھ لالٹین اور کچھ لوگ ٹارچ لے آئے ہیں۔"

میں نے خالی پیالی کو میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"شاید خدا کو ابھی منظور نہیں ہے کہ میں اپنے ماضی تک یا ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں تک پہنچوں۔ خداوند کریم کا اتنا ہی اشارہ کافی ہے کہ میں کسی وقت بھی شمع کی لَو کے ذریعے اپنی کھوئی ہوئی صلاحیتیں حاصل کر سکتا ہوں۔ بہر حال جو لباس میں نے اتارا ہے وہ میلا ہو چکا ہے اور کہیں سے دوسرا لباس حاصل کرنا ہے۔"

ایسا کہتے وقت میں نے پہلی بار سونیا پر توجہ دی۔ اس نے اپنا لباس بدلا ہوا تھا۔ غسل کرنے کے بعد وہ بلیک جیک دار اسکرٹ اور سرخ رنگ کے بلاؤز میں گلاب کے کھلے ہوئے پھول کی طرح نظر آ رہی تھی۔ وہ میری سوالیہ نظروں کو سمجھتی ہوئی بولی۔

"یہ بے چاری رضا کا لباس ہے۔ ایرج واقعی اس سے محبت کرتا تھا۔ اس کی یادگار کے طور پر اس کا سوٹ کیس اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ میں نے کوچ کے نیچے رکھا ہوا ایرج کا سوٹ کیس بھی کھول کر دیکھا ہے۔ قد اور جسامت میں تقریباً تمہارے برابر تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا لباس تمہارے کام آ جائے۔"

میں کوچ کے نیچے سے اس کا سوٹ کیس نکال کر اپنے لیے لباس پسند کرنے لگا۔ جب میں ایک لباس پہن رہا تھا تو اس وقت سونیا کمرے کے صندوق کا تالا توڑ رہی تھی۔ تالا توڑنے کے بعد جب اس نے صندوق کو کھولا تو حیرت اور مسرت سے چیخ کر بولی۔

"فرہاد! جلدی آؤ دیکھو اس میں کیا ہے۔"

میں نے قریب پہنچ کر دیکھا اس میں ڈالر گڈیوں کی صورت میں بھرے ہوتے تھے۔ ایرج پورے انتظامات کے ساتھ بحری سفر پر نکلا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ ہانگ کانگ پہنچ کر صندوق میں بھرے ہوئے ڈالر اس کے اور اس کے ساتھیوں کے بہت کام آئیں گے۔ میز پر ایک بریف کیس رکھا ہوا تھا جسے ہم نے اب تک نظر انداز کیا ہوا تھا۔ میں نے سونیا کو چابیوں کا ایک گچھا دیتے ہوئے کہا۔

"یہ چابیاں ایرج کے سوٹ کیس سے ملی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس میں بریف کیس کی بھی چابی ہے ذرا کھول کر تو دیکھو۔"

سونیا نے چابیوں کا وہ گچھا لے کر بریف کیس کے لاک میں دو چار چابیاں آزمائیں وہ جلد ہی کھل گیا۔ اس بریف کیس میں بہت سے کاغذات ترتیب وار رکھے ہوئے تھے۔ کاغذ کے دو چھوٹے ڈبوں میں دو مائیکرو فلمیں رکھی ہوئی تھیں۔ ڈبوں پر ان ملکوں کے نام لکھے ہوئے تھے جن سے مائیکرو فلم کا تعلق تھا۔ ان میں میرے وطن پاکستان کا نام نہ تھا۔ ایک سگریٹ لائٹر بھی رکھا ہوا تھا جس سے سگریٹ جلاتے وقت سامنے کھڑے ہوئے کسی بھی شخص کی تصویر اتر سکتی تھی۔ ہم اس میں سے ایک ایک کاغذ کو اٹھا کر پڑھنے لگے۔ ان کا تعلق مختلف ممالک سے تھا۔ یہ سب چیزیں ہمارے بہت کام آ سکتی تھیں۔ یہ بات میں نے ایک بلیک میلر بن کر نہیں سوچی تھی۔ میں تو اس وقت بلیک میلر بن کر سوچتا جب ان میں سے کوئی ملک میرے وطن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا۔ اس وقت میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ کاغذات اور مائیکرو فلمیں جن ممالک سے تعلق رکھتی ہیں میں انھیں اپنے ملک کے سفارت خانے کے ذریعے واپس کر دوں گا۔

سونیا حیرانی سے میری صورت دیکھتی رہی

میں نے کہا "سُپر ماسٹر بلیک میلنگ کا تمام مواد سمیٹ کر نہیں لے جا سکا تھا۔ یہ سب کچھ اسی ریکارڈ رُوم کی الماری میں چھوڑ گیا تھا۔ ہمیں اپنی جان بچانے کی فکر تھی اس لیے اس وقت ان الماریوں کو کھول کر دیکھنے کا خیال نہیں آیا تھا مگر ایرج یہ چیزیں سمیٹ کر لے آیا۔"

میں نے اسے لاک کرنے کے بعد اس کی ایک چابی سونیا کو دی۔ دوسری اپنے پاس رکھی۔ سونیا نے کہا۔

"میں نے وہ ڈائری جس میں تمہاری موجودہ زندگی کے حالات درج ہیں اسے کیبن نمبر ایک میں رکھا تھا۔ میں اسے بھی لا کر اس بریف کیس میں رکھ دیتی ہوں۔ کیا تم باہر چلو گے؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر ہم دونوں کیبن سے باہر آ گئے۔ سونیا وہ ڈائری لانے کے لیے کیبن نمبر ایک میں چلی گئی۔ میں ریلنگ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ میرے چاروں طرف سمندر ہی سمندر تھا۔ حدِ نظر تک وہ نہ جانے کتنا گہرا تھا، نہ جانے زمین کتنی دور تھی۔ زمین پر رہنے والے سمندر سے گھبراتے ہیں۔ اپنے چاروں طرف پانی ہی پانی دیکھ کر سب سے پہلے یہی خیال آتا ہے کہ جہاز اگر ڈوب گیا تو کیا ہوگا؟ ہم پانی کی سطح پر چل نہیں سکیں گے ڈوبنا ہی مقدر ہوگا۔ میں نے اپنے آس پاس دیکھا۔ عرشے پر چار مسلح نوجوان جہاز کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہلتے ہوئے پہرہ دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سونیا وہ ڈائری لے کر آ گئی۔ اس نے آتے ہی ذرا پریشانی سے کہا۔

"فرہاد! کیبن نمبر ایک میں جو شخص ہے میں اسے پہچانتی ہوں۔ میں نے اسے سُپر ماسٹر کی اس گنبد نما عمارت میں ایک گارڈ کی حیثیت سے دیکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ڈیڈی کے دوستوں میں کچھ دشمن بھی چھپ کر یہاں آ گئے ہیں۔ ہمیں فوراً ہی ایسے لوگوں کا محاسبہ کرنا چاہیئے۔"

میں نے پلٹ کر کیبن نمبر ایک کی جانب دیکھا۔ وہاں کھلے ہوئے دروازے کے پاس وہی شخص کھڑا ہوا تھا جس کا ذکر ابھی ہو رہا تھا۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی اس نے مسکرا کر کہا۔

"مسٹر فرہاد! میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیں۔"

میں نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔

"شکریہ! مجھے ابھی تمھاری ضرورت نہیں ہے۔ تم آرام کرو۔ بائی دی وے کیا یہ کیبن تمھیں رہنے کے لیے دیا گیا ہے؟"

"جی نہیں، میرے ڈیڈی پیٹرک ہیرالڈ کو یہ کیبن دیا گیا ہے۔ وہ اس جہاز کے اسکیپر ہیں۔ وہ ڈیوٹی پر ہیں اس لیے میں یہاں آرام کر رہا ہوں۔"

"اچھی بات ہے تم اب جا کر آرام کرو۔"

اس نے کیبن میں واپس جا کر دروازے کو بند کر لیا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو میں نے سونیا سے پریشانی کا اظہار کیا۔

"اگر یہ شخص سُپر ماسٹر کی فوج میں رہ چکا ہے تو پھر سمجھ لو ہمارا سارا سکون اور اطمینان ختم ہونے والا ہے۔ ہم فی الحال اسے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ یہ شخص اس جہاز کے ناخدا کا بیٹا ہے۔"

سونیا پریشان ہو کر بڑبڑانے لگی۔

"ڈیڈی سے یہ غلطی کیسے ہو گئی۔ انھیں اس سفر کے لیے سوچ سمجھ کر لوگوں کا انتخاب کرنا چاہیئے تھا۔ میں ابھی جا کر ڈیڈی سے پوچھتی ہوں۔"

وہ غصے سے آگے بڑھنے لگی۔ میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو سونیا! تم اپنے ڈیڈی کو غصہ دکھاؤ گی تو کام بگڑ جائے گا۔ پتہ نہیں یہاں اور کتنے دشمن ہیں جو دوستی کی آڑ میں چھپے ہوئے ہیں۔ وہ تمہارے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر ہوشیار ہو جائیں گے۔"

میری باتوں سے سونیا کچھ دھیمی پڑ گئی۔ ہم نے پہرہ دینے والے ایک

نوجوان سے بنجامن کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے کیبن نمبر دس کا پتہ بتایا۔ میں اور سونیا کیبنوں کے درمیان ایک راہداری سے گزرتے ہوئے دس نمبر کے کیبن پر پہنچ گئے۔ دو چار بار دستک دینے کے بعد دروازہ کھل گیا۔ بنجامن گہری نیند سے اٹھا تھا اس نے آنکھیں ملتے ہوئے ہمیں دیکھا پھر مسکرا کر بولا۔

"اندر آجاؤ۔ اٹ از لسے نائیس اینڈ پیس فل جرنی۔"

وہ موجودہ سفر کو خوشگوار کہہ رہا تھا۔ سونیا نے کیبن میں داخل ہوتے ہوئے ناگواری سے کہا۔

"ڈیڈی! آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ سفر ہمارے لیے باعثِ رحمت ہے یا باعثِ زحمت؟"

بنجامن نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سونی! تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اب یہ جہاز ہمارا ہے اور اس جہاز کے ہمسفر سب ہمارے جانے پہچانے لوگ ہیں۔"

میں نے کوچ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم اسکیپر پیٹرک ہیرالڈ کے لڑکے کو جانتے ہو؟"

"ہاں! اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ سپر ماسٹر کا گارڈ رہ چکا ہے۔ اس کا نام فرانسس ہے۔"

"ڈیڈی! آپ نے فرانسس پر کیسے بھروسہ کر لیا۔ وہ سپر ماسٹر کا وفادار رہ چکا ہے۔"

بنجامن نے اپنی بیٹی کو یوں دیکھا جیسے کسی نادان بچی کو دیکھ رہا ہو۔ پھر ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"بظاہر تو میں بھی وفادار رہ چکا ہوں۔ تم بھی مادام کے عہدے پر اس کے لیے کام کرتی رہی ہو۔ اس جہاز میں جتنے لوگ ہیں وہ سب ہی اس کے وفادار ملازم رہ چکے ہیں لیکن اس شیطان کا اصلی چہرہ دیکھنے کے بعد ہم نے اس سے بغاوت کی تھی۔ اسی طرح اسکیپر اور اس کا بیٹا فرانسس اس شیطان سے بدظن تھے۔ یہاں تم جس سے پوچھو گی اس شیطان کو گالیاں دے گا۔"

سونیا نے کہا۔ "مگر ہم کیسے یقین کر لیں کہ زبان سے گالیاں دینے والے دل سے اس کے وفادار نہیں ہیں۔"

بوڑھے بنجامن نے جواب دیا۔

"اس طرح ہم کسی پر بھی بھروسہ نہیں کر سکیں گے۔ اتنے طویل سفر کے لیے ہم تینوں اس جہاز کو استعمال نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس سلسلے میں ہماری معلومات محدود ہیں۔ ہمیں کھانے پینے اور دوسرے کاموں کے لیے بھی مددگاروں کی ضرورت تھی۔ ہم یہ مددگار اسی جزیرے سے حاصل کر سکتے تھے اور اس جزیرے کے سبھی لوگ سپر ماسٹر کے وفادار رہ چکے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر تم سے کہا جاتا تو تم بھی ایسے لوگوں کا انتخاب کرنے پر مجبور ہو جاتیں۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ مگر ہم بُری طرح پھنس گئے تھے۔ میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"مسٹر بنجامن اب کیا ہوگا؟ ویسے تو آپ کی باتیں درست ہیں لیکن ہمیں آس پاس خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔"

"خطرہ تو دوستوں سے بھی ہوتا ہے کہ پتہ نہیں وہ کب دشمن بن جائیں بیٹے ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں ان کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہیں۔ اب ہم تینوں بہت زیادہ محتاط رہیں گے اور اگر کوئی دشمن ہے تو بڑی خاموشی سے اسے بے نقاب کرنے کی کوشش کریں گے۔"

ہاں اب تو یہی ہو سکتا تھا۔ خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی! ہم نیچے جا رہے ہیں۔ آپ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر وہاں آجائیں۔"

ہم اس کیبن سے باہر آگئے۔ ہم نے اپنے کیبن کے دروازے کو لاک کر دیا تھا۔ پھر بھی وہاں دوبارہ جا کر ہم نے دروازے کو چیک کیا۔ وہ اسی طرح مقفل تھا۔ ہم مطمئن ہو کر باتیں کرتے ہوئے جہاز کے نچلے حصے میں آگئے رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ ہمارا جہاز اندر سے روشن تھا لیکن باہر سمندر کا نیلا پانی رات کی تاریکی میں سیاہ ہو رہا تھا۔ یہ دنیا کتنی بڑی ہے مگر سمٹ کر جہاز کی چھوٹی سی دنیا میں آگئے تھے۔ وہ روشنیاں جہاز تک محدود تھیں ورنہ چاروں طرف سے اندھیرے کی یلغار تھی۔ اس وقت ہم بہت زیادہ پریشان تھے۔ چاروں طرف پھیلی ہوئی بھیانک تاریکی ہمیں بہت کچھ سمجھا رہی تھی۔

جب ہم نچلے حصے میں پہنچے تو جہاز کے ایک سرے میں مردوں اور عورتوں کی بھیڑ نظر آئی۔ ہم تیزی سے چلتے ہوئے ان کے قریب پہنچے پھر میں نے بلند آواز سے پوچھا۔

"کیا بات ہے یہاں بھیڑ کیوں لگی ہوئی ہے؟"

میری آواز سنتے ہی مجمع اک دم سے چھٹ گیا۔ تب ہم نے دیکھا کہ ایک شخص ڈیک پر اوندھے منہ پڑا ہے اور ایک خنجر اس کی پشت میں دستے تک پیوست ہے۔ اس کے چاروں طرف لہو پھیلا ہوا تھا۔ اچانک ہی میرے اعصاب میں تناؤ سا پیدا ہو گیا۔ میں نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اسے کس نے قتل کیا ہے؟ ہم سب یہاں ایک گھرانے کے افراد کی طرح سفر کر رہے ہیں۔" میں نے ایک طرف کھڑے ہوئے چند مردوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم سب آپس میں بھائی بھائی ہیں پھر کس ظالم بھائی نے اپنے اس بھائی کو ہلاک کیا ہے؟"

سب کے سر جھک گئے۔ ایک بوڑھا روتا ہوا اور لرزتے ہوئے جسم سے کانپتا ہوا میرے قریب آکر مقتول کی جانب دیکھنے کے بعد بولا۔

"یہ میرا جوان بیٹا ہے۔ یہاں تم سب کے بھائی کو ہی نہیں میرے

بیٹے کو بھی بیدردی سے قتل کیا گیا ہے۔ ایک بوڑھے باپ کے دل پر جو قیامت گزر رہی ہے یہ صرف جوان بیٹے کے باپ ہی سمجھ سکتے ہیں۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں نے اسے اپنے بازوؤں میں لے کر اپنے سینے سے لگا کر تھپکتے ہوئے تسلی دی۔

"بابا! صبر کرو اب رونے سے تمہارا بیٹا واپس نہیں آئے گا۔ لیکن میں اس کے قاتل کو دردناک سزا دوں گا۔"

سونیا آگے بڑھ کر چاروں طرف کھڑے ہوئے لوگوں سے کہنے لگی۔

"اس قتل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس جہاز میں ہمارے ایک سے زیادہ دشمن موجود ہیں۔ اگر وہ اس وقت اس بھیڑ میں موجود ہیں تو بے شک وہ چھپے رہیں لیکن اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ وہ میرے ہاتھوں یہاں مرنے کے لیے آئے ہیں۔"

پھر ہم تفتیش کرنے لگے کہ وہ قتل کیسے ہوا تھا؟ ہم نے سبھی سے دریافت کیا مگر اس کا چشم دید گواہ کوئی نہ تھا۔ صرف اتنا پتہ چلا کہ جہاز کے باہر پر مقتول کے پہرہ دینے کی ڈیوٹی تھی۔ اس وقت جہاز کا وہ حصہ ویران تھا کیونکہ مرد اور عورتیں کھانے کے لیے ڈائننگ ہال میں چلے گئے تھے۔ اس ویرانی اور سناٹے میں کسی نے موقع پا کر اس کی پشت میں خنجر گھونپ دیا۔

اس کے قتل کی وجہ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ مجموعی طور پر یہ رائے قائم کی جا رہی تھی کہ ذاتی دشمنی کی بنا پر کسی نے ایسا کیا ہے۔ میں اور سونیا ڈائننگ ہال میں آکر کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ کھانے کے دوران بنجامن وہاں پہنچ گیا۔ اس نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"سونی! تمہارا شبہ درست نکلا۔ یقیناً ہمارے درمیان کچھ دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ لیکن میں فرانسس کو قاتل نہیں سمجھتا کیونکہ وہ شام ہی سے اپنے کیبن میں موجود ہے۔ وہاں سے نکل کر ڈیک پر نہیں آیا اسکیپر پیٹرک ہیرالڈ میرا بہت اچھا دوست ہے۔ وہ دونوں باپ بیٹے مجھے دھوکا نہیں دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "مسٹر بنجامن یہاں جو دشمن چھپے ہوئے ہیں وہ یقیناً ہمارے دشمن ہوں گے۔ پھر انھوں نے ایک بے گناہ شخص کو کیوں قتل کیا؟"

"ہو سکتا ہے کہ وہ کچھ سازشیں کر رہے ہوں اور مقتول کو اس کا علم ہو گیا ہو اس سے پہلے کہ وہ ہم تک کسی سازش کی خبر پہنچاتا اسے ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹا دیا گیا۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں! فی الحال یہی سوچا جا سکتا ہے۔ مگر اب ہم تینوں کا آرام و سکون ختم ہو چکا ہے۔ اب ہم تینوں باری باری سونے اور جاگنے کا طریقہ اختیار کریں تو بہتر ہے۔"

ہم کھانے کے دوران میز پر جھکے ہوئے آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے اور احتیاطی تدابیر کے لیے منصوبے بنا رہے تھے۔ بنجامن نے کہا۔

"میں بوڑھا ہوں تمام رات نہیں جاگ سکوں گا۔ اس لیے آدھی رات تک جاگ کر جہاز کے ہر حصے میں سونے اور جاگنے والوں پر نظر رکھوں گا۔ اس کے بعد میں فرہاد کو اٹھاؤں گا۔"

سونیا نے کہا۔ "نہیں ڈیڈی! فرہاد کو آرام کرنا چاہیئے۔ آدھی رات کے بعد میں صبح تک جاگتی رہوں گی۔"

میں نے کہا۔ "نہیں سونیا! میں شام تک بہت گہری نیند سوتا رہا ہوں۔ اب مجھے نیند نہیں آئے گی لہٰذا میں صبح تک پہرہ دیتا رہوں گا۔"

لیکن سونیا بضد تھی کہ وہ رات کو مجھے جاگنے نہیں دے گی۔ اپنی ڈیوٹی پر جانے سے پہلے وہ مجھے سُلا کر جائے گی۔ گفتگو کے دوران اچانک ہی دور میری نظریں ایک میز کی طرف گئیں وہاں ایک نوجوان بیٹھا ہوا ہماری جانب مسلسل دیکھے جا رہا تھا۔ پہلے تو میں نے اسے نظرانداز کیا پھر مجھے محسوس ہوا کہ وہ زیادہ تر سونیا کو گہری نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ میں نے سرگوشی میں سونیا کو بتایا تاکہ وہ بھی کسی بہانے اس نوجوان کو دیکھ لے۔ ہم کچھ دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ اس دوران سونیا نے اسے اچھی طرح دیکھ لیا۔ پھر وہ مجھ سے بولی۔

"مجھے اس پر شبہ ہے۔ یہ نوجوان دور بیٹھا ہوا شاید یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے کہ ہم کس قسم کی پلاننگ کر رہے ہیں۔ اسی لیے میں کہتی ہوں کہ ڈیوٹی کا وقت بدل دیا جائے۔ اب تم اور ڈیڈی اپنے کیبنوں میں جا کر آرام کرو۔ میں رات کو جاگوں گی۔ یہ نوجوان مجھے تنہا پا کر ضرور میرے پیچھے آئے گا۔"

یہ کہہ کر سونیا نے اس نوجوان کی جانب دیکھا تو اس نے فوراً ہی اپنی نظریں جھکا لیں۔ پھر اپنی جیب ٹٹول کر ایک سگریٹ سُلگانے کے بعد ہلکے ہلکے کش لگانے لگا۔ سگریٹ کا ایک طویل کش لگانے کے بعد پھر اس نے ہماری جانب دیکھا تو اس بار مجھ سے نظریں ٹکرا گئیں۔ وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد تیزی سے چلتا ہوا ڈائننگ ہال کے دوسرے دروازے سے باہر چلا گیا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"فوراً ہی اس کی گردن پکڑ لینا مناسب نہیں ہے۔ میں تمہاری اس بات سے متفق ہوں کہ آج کی رات تمھیں جاگنا چاہیئے۔ تم اس نوجوان کو ذرا ڈھیل دیتی رہنا۔ اس طرح اس کے دوسرے ساتھی بھی نظروں میں آتے رہیں گے۔"

یہ فیصلہ کرنے کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ سونیا میرے ساتھ عرشے پر آئی۔ وہاں کی ایک کیبن کو اسلحہ خانہ بنایا گیا تھا۔ اس اسلحہ خانے سے اس نے اپنے لیے ایک اسٹین گن کا انتخاب کیا۔ وہ چمڑے کی جلد والی ڈائری میرے حوالے کی پھر مجھ سے پیار بھرے انداز میں رخصت ہو کر نیچے چلی گئی۔ میں ڈائری لے کر تھوڑی دیر تک عرشے پر جہاز کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہلتا رہا۔ شام کے وقت جو چار مسلح جوان پہرہ دے رہے تھے اب ان کی ڈیوٹی بدل گئی تھی۔ وہاں دوسرے لوگ نظر آرہے تھے میں نے باری باری ہر ایک سے ملاقات کی اور دیر تک ان سے باتیں کرتا

رہا۔ باتوں سے وہ مخلص دوست اور میرے سچے مددگار نظر آ رہے تھے۔ ان کے دلوں میں کیا ہے یہ میں نہیں سمجھ سکا۔ اس وقت مجھے خیال خوانی کی صلاحیتیں یاد آئیں۔ اگر اس وقت بھی میں ان صلاحیتوں کا مالک ہوتا تو آرام سے اپنے کیبن میں بیٹھ کر ان کے دماغوں تک پہنچ جاتا۔

آہ۔ مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس ہونے لگا۔ میں وہی فرہاد علی تیمور ہوں جو انسانی دماغوں کے تاریک تہہ خانوں میں پہنچ جاتا تھا۔ ان کے اندر چھپے ہوئے مکار انسانوں کو سوچ کی چٹکی میں دبا کر باہر لے آتا تھا اور اب یہ حال تھا کہ اپنے آس پاس پھیلے ہوئے دشمنوں کو ان کے ظاہری چہروں سے سمجھنے کی کوشش میں ناکام ہو رہا تھا۔

میں دماغ پر بوجھ لیے ریلنگ سے لگا کھڑا رہا۔ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں اپنے کیبن میں قید ہو کر بیٹھنا یا لیٹنا نہیں چاہتا تھا۔ نیچے جا کر سونیا کے ساتھ وقت نہیں گزار سکتا تھا کیونکہ سونیا کے قریب رہنے سے وہ نوجوان بدک جاتا۔ میں چاہتا تھا کہ آج رات وہ اپنے شکار سے خود ہی کھیلتی رہے۔ اور آج رات مجھے کیا کرنا چاہیے یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ پھر میں بالکل ہی غیر ارادی طور پر کیبن نمبر ایک کی طرف بڑھ گیا۔ فرانسس کے اندر چھپے ہوئے دشمن کو ٹٹول نہیں سکتا تھا۔ بس یونہی اس کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی تو چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر اندر سے ایک سُریلی سی آواز سنائی دی۔

”کون ہے؟“

”فرہاد۔ دروازہ کھولو۔“

تھوڑی دیر تک پھر خاموشی رہی۔ پھر فرانسس نے دروازہ کھول کر ذرا جھینپتے اور مسکراتے ہوئے کہا۔

”آ..... آجایئے۔ کوئی بات نہیں آپ سے کیا پردہ۔ یہ..... یہ میری منگیتر ہے۔“

اس نے پوری طرح دروازہ کھول دیا۔ وہ کوچ پر بیٹھی بکھری ہوئی زلفوں کو سمیٹ کر سُرخ رنگ کے اسکارف سے باندھ رہی تھی۔ اس نے ایک نظر مجھ پر ڈالی پھر شرمیلی سی مسکراہٹ کے ساتھ نظریں جھکا لیں۔ میں نے ندامت سے کہا۔

”آئی ایم رئیلی سوری۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کباب میں ہڈی بننے کے لیے آیا ہوں۔ تم دروازہ بند کر لو۔“

میں پلٹ کر جانے لگا تو فرانسس نے فوراً ہی میرے بازو کو پکڑ کر کہا۔

”نہیں مسٹر فرہاد! اگر آپ واپس جائیں گے تو ہمیں دکھ ہوگا۔ اگر آپ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں تو میں ابھی اس کی تعمیل کروں گا اور اگر آپ تفریحاً وقت گزارنے آئے ہیں تو پلیز اندر آجائیں۔ مجھے اور ایلین کو خوشی ہوگی۔“

ایلین نے اک اندازِ دلربائی کے ساتھ اٹھتے ہوئے کہا۔

”مسٹر فرہاد! میں تکلف کی عادی نہیں ہوں۔ بے تکلفی سے کہتی ہوں کہ آپ کمپنی دیں گے تو خصوصاً میرا وقت بڑی دلچسپی سے گزرے گا۔ کم اِن۔“

میں اندر آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سامنے میز پر ایک شیمپین کی بوتل اور دو جام رکھے ہوئے تھے۔ دونوں میں تھوڑی تھوڑی سی شراب بلوریں نظر آ رہی تھی۔ ایلین نے فرانسس سے کہا۔

”فرانسس ایک خالی جام اور لاؤ۔ میں اپنے ہاتھ سے فرہاد کے لیے ایک پیگ بناؤں گی۔“

”سوری مس ایلین! میں شراب نہیں پیتا۔“

وہ دونوں مجھے تعجب سے دیکھنے لگے۔ پھر فرانسس نے کہا۔

”ایلین! تم فرہاد صاحب کے متعلق نہیں جانتی ہو۔ یہ بنیادی طور پر ایک مسلمان ہیں۔ فی الحال یہ اپنے ماضی کو بھلا بیٹھے ہیں۔ مگر جو بات گھٹی میں پڑ جائے اسے وہ سب کچھ بھولنے کے بعد بھی نہیں بھولتے۔ فرہاد صاحب کے مذہب میں شراب حرام ہے۔ اس لیے یہ غیر ارادی طور پر انکار کر رہے ہیں۔“

وہ اپنی معلومات کے مطابق مسلمانوں کے متعلق درست کہہ رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنے اسلامی طور طریقوں کو بھولنے کے باوجود شراب کو اپنے لیے حرام سمجھ رہا تھا۔ میں نے فرانسس سے پوچھا۔

”کیا تم جانتے ہو کہ میری یادداشت کس طرح گم ہوئی ہے یا گم ہو گئی ہے؟“

”ہاں میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ جس وقت آپ کے دماغ کو شاک پہنچایا جا رہا تھا اس وقت میں ایک گارڈ کی حیثیت سے دروازے کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اُس وقت مجھے آپ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی لیکن اب افسوس ہوتا ہے۔ سُپر ماسٹر نے آپ سے بڑا زبردست انتقام لیا ہے۔ آپ کی ایک حیرت انگیز صلاحیت کو آپ کے ذہن سے مٹا دیا۔“

میں نے اپنے لہجے کے طنز کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”اب تمھیں مجھ سے ہمدردی اور محبت کیسے ہو گئی؟“

اس نے جواب دیا۔ ”جب اپنے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تو دوسروں کی تکلیف کا بھی احساس ہوتا ہے۔ میں سُپر ماسٹر کا وفادار تھا۔ ہم اس کی خدمت کرتے کرتے بوڑھے ہو گئے مگر وہ خود غرض ہمیں چھوڑ کر گھر چھوڑ کر خود ہیلی کاپٹر کے ذریعہ فرار ہو گیا۔ اسی وقت سے ہم نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب جو ہمارے کام آئے گا ہم اسی کے کام آئیں گے۔ اس لیے آج ہم بیٹے دل و جان سے آپ کا ساتھ دے رہے ہیں۔“

اس کی باتیں سن کر میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے جو کچھ کہا وہ تجربات کے مطابق ذاتی طور پر نقصان اٹھانے کے بعد کہا۔ چوٹ کھائے ہوئے لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم سب ایک ہی آگ سے گزر کر آئے تھے۔ اس لیے اپنے اپنے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے دوسرے پر بھروسہ کرنا ضروری تھا۔ یوں بھی بھروسہ نہ کرتا تو کیا

کرتا۔ دماغ تک پہنچ کر میں اس کی اچھی بُری سوچ کو پڑھ تو سکتا نہیں تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”فرانسس کیا تم جانتے ہو کہ ابھی تقریباً چار گھنٹے قبل اس جہاز میں ایک شخص کو قتل کر دیا گیا ہے۔“

”کیا واقعی۔ کس نے قتل کیا ہے؟“

وہ جس حیرانی کا اظہار کر رہا تھا اس میں بناوٹ نہیں تھی۔ ایلین نے بے یقینی سے کہا۔

”مسٹر فرہاد! ہم سب کتنی ہی لاشوں سے گزر کر آتے ہیں۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی پاگل یہاں بھی ایسا کھیل کھیلے گا۔“

میں انھیں تفصیل سے بتانے لگا کہ شام کو جہاز کے نچلے حصے میں کیا ہو چکا ہے۔ تمام باتیں سننے کے بعد فرانسس نے کہا۔

”آپ کا خیال درست ہے۔ اس قتل سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہمارے درمیان ایک یا ایک سے زیادہ دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ ہمیں یہاں اطمینان سے باتیں کرنے کی بجائے باہر نکل کر دشمنوں کو بے نقاب کرنا چاہیے۔“ وہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔ ”ایلین! تم یہاں آرام کرو۔ آج میں تمام رات جاگ کر کسی طرح اس قاتل تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔“

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ٹھہرو فرانسس! میں تمھارے جذبے کی قدر کرتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ آج رات تم اپنے کیبن سے باہر نہ نکلو۔ تم میری بات کا بُرا نہ ماننا۔ مجھے تم پر بھی شبہ ہے۔ اگر تم میرے مشورے پر عمل کرو گے اور اس کیبن میں محدود رہو گے تو میں تمھیں دوست سمجھوں گا۔“

وہ چند لمحوں تک پس و پیش میں رہا۔ پھر اس نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ جن حالات سے گزر رہے ہیں ان کے پیشِ نظر آپ کو یہاں ہر ایک پر شبہ کرنا چاہیے۔ ٹھیک ہے میں آپ کا اعتماد کھونا نہیں چاہتا۔ آپ اطمینان رکھیں میں صبح تک اس کیبن میں بند رہوں گا۔“

میں نے مطمئن ہو کر اس سے مصافحہ کیا۔ پھر اس کے کیبن سے باہر آ گیا۔ میرے باہر آتے ہی فرانسس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ میں ریلنگ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ بڑی بوریت محسوس ہو رہی تھی۔ وقت نہیں گزر رہا تھا۔ بار بار سونیا کے پاس جانے کو جی چاہ رہا تھا مگر اس کے پاس جانا مناسب نہیں تھا۔ میں اکتا کر اپنے کیبن میں آ گیا۔ پھر وقت گزارنے کے لیے اس ڈائری کو کھول کر پڑھنے لگا جس میں میرے جنم کی تفصیلات درج تھیں۔

اس میں میرے متعلق وہی دلچسپ باتیں لکھی ہوئی تھیں جو میں قارئین کے سامنے پچھلی قسط سے پیش کر رہا ہوں۔ وہ ڈائری کافی تھی۔ اپنے ہی حالاتِ زندگی پڑھتے وقت بڑا لطف آ رہا تھا۔ ختم کرنے کے بعد میں اپنی ہی ذات میں گم ہو کر بہت سی باتیں سوچنے لگا۔ اگر ابتدا سے ڈائری لکھنے کی عادت ہوتی تو میرے پاس میری پچھلی زندگی کا بھی ریکارڈ ہوتا جس کے ذریعے میں یقیناً اپنے ماضی تک پہنچ جاتا۔

آدھی رات تک میں کوچ پر کروٹیں بدلتا رہا۔ مجھے ہر کروٹ پر سونیا یاد آ رہی تھی۔ آخر میرا اضطراب مجھے کیبن سے باہر لے آیا۔ کیبن کا دروازہ بند کرنے کے بعد میں نے اپنی جیب سے ریوالور نکال کر اسے چیک کیا۔ اس کے چیمبر میں پوری چھ گولیاں تھیں۔ میں آہستہ آہستہ راہداری سے گزرتا ہوا کیبن نمبر ایک کے دروازے پر پہنچا۔ پھر چپ چاپ دروازے سے کان لگا کر سننے لگا۔ اندر سے ایلین کی آواز ایسے آ رہی تھی جیسے کوئی مکھی بھنبھنا رہی ہو۔ اگر وہ باتیں کر رہی تھی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ فرانسس بھی اندر موجود ہے اور اگر وہ نشے میں بڑبڑا رہی تھی تو شراب پینے والے تنہائی میں بھی اپنے آپ سے باتیں کرتے رہتے ہیں لہٰذا وہ کیبن میں تنہا بھی ہو سکتی تھی۔

میں نے دروازے پر دستک دی۔ فرانسس کی موجودگی اور عدم موجودگی کو سمجھنا بہت ضروری تھا۔ دوسری بار دستک دینے کے بعد دروازہ کھُل گیا۔ میرے سامنے ایلین مدہوشی کے عالم میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے سنہرے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ بلاؤز کا ایک بٹن کھلا ہوا تھا۔ اسے اپنا ہوش نہیں تھا۔ پھر وہ اپنا لباس کیسے سنبھالتی۔ وہ ملبوس تھی مگر بے لباس بھی تھی۔ وہ مجھے دیکھتے ہی دروازہ کا سہارا چھوڑ کر میرے بازو کا سہارا لیتی ہوئی اک دم سے قریب ہو گئی۔ پھر وہ اپنے منہ سے شراب کی بُو کے بھبکے چھوڑتی ہوئی بولی۔

”دیٹ فرانسس از اے باسٹرڈ۔ وہ دیکھو آدھی بوتل میں آؤٹ ہو گیا۔“

اس نے دروازے کو پوری طرح کھول دیا۔ فرانسس کوچ پر اوندھا پڑا ہوا خراٹے لے رہا تھا۔ وہ پھر میری طرف منہ اٹھا کر بولی۔

”مجھے ساتھی کی ضرورت ہے اور یہ کمبخت آدھا مر چکا ہے۔ لٹ دیم بی اے ڈیڈ فول۔ تم مجھے کمپنی دو۔“

میں نے اسے باہر کھینچ کر دروازے کو بند کر دیا۔ پھر اسے سہارا دے کر اپنے کیبن میں لے آیا۔ میں نے دانستہ کیبن کے دروازے کو کھلا رکھا تاکہ سونیا وہاں اتفاقاً آ جائے تو مجھے ایک جوان عورت کے ساتھ دیکھ کر ہرجائی نہ سمجھے۔ ایلین نے شراب کی اس بوتل کو میز پر دیکھا جسے ایرج چھوڑ گیا تھا۔ وہ ہاتھ نچا کر جھومتی ہوئی بولی۔

”تم یہاں پیتے ہو اور ہمارے سامنے پارسا بنتے ہو۔“

”نہیں ڈارلنگ! یہ میں تمھارے لیے لایا ہوں۔ تم شراب پینے کے بعد اور زیادہ حسین نظر آتی ہو۔“

میری زبان سے اپنی تعریف سُن کر وہ فرطِ مسرت سے مجھ سے لپٹ گئی۔

"میں تمھیں پسند کرتی ہوں۔ وہ الو کا پٹھا فرانسس جھوٹ بولتا تھا کہ میں اس کی منگیتر ہوں۔ وہ بہت بڑا مکار ہے۔ اگر تم مجھ سے لو کرو گے تو میں تم سے وہ کردوں گی۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا کرو گی؟"

وہ پنجوں کے بل اٹھ کر میرے کان کے قریب پہنچ کر گہری سرگوشی میں بولی۔

"تمھیں ایک راز کی بات بتاؤں گی۔"

میں نے فوراً ہی شاباشی دینے کے انداز میں اس کی پیٹھ کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"ضرور ضرور۔ مگر پہلے ہاتھوں سے ایک جام پی لو۔ میں تمھیں حسین سے حسین تر بنانا چاہتا ہوں۔"

میں ساقی بننے کے بہانے اس سے پیچھا چھڑا کر میز کے پاس آیا۔ وہسکی کی بوتل کھول کر ایک بڑا سا پیگ بنایا تاکہ میں اسے ایک ایک گھونٹ پلا کر اس سے راز اگلوا رہا ہوں۔ وہ کوچ پر جا کر لیٹ گئی تھی اور مستی میں انگڑائی لیتی ہوئی بڑبڑا رہی تھی۔

"مجھے ایسے لوگوں سے نفرت ہے جو شراب پی کر شباب کو بھول جاتے ہیں۔ وہ جو فرانسس ہے نا، وہ سالا اک دم بھینچو ہے اور تمھارا دشمن ہے۔"

میں نے اس کے قریب آکر اسے ایک ہاتھ کے سہارے اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے ایک گھونٹ پلایا۔ وہ دو گھونٹ پی کر بولی۔

"ادھر جہاز میں تمھارے جتنے حمایتی ہیں فرانسس ان کو ایک ایک کرکے مار ڈالنا چاہتا ہے۔" وہ تیسرا گھونٹ پی کر بولی۔ "جب تم اکیلے رہ جاؤ گے تو اس کے تمام ساتھی تمھیں گھیر کر مار ڈالیں گے۔"

میں نے اسے پھر ایک گھونٹ پلاتے ہوئے پوچھا۔

"مگر اتنا زبردست منصوبہ بنانے والا مدہوشی کی حالت میں کیسے پڑا ہوا ہے؟"

"وہ خود کچھ بھی نہیں کرتا ہے۔ سب اس کے آدمی کرتے ہیں۔ وہ تم کو الو بنانے کے لیے تمھارا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کیبن میں پڑا رہتا ہے۔"

وہ [illegible] میں ہاتھ ڈال کر وہاں سے ایک چابی نکال کر میری طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔

"یہ کیبن نمبر ایک کی چابی ہے اس کے دروازے کو لاک کردو۔ وہ بند رہے گا تو آئندہ اپنے ساتھیوں تک اپنے احکامات نہیں پہنچا سکے گا۔"

اب مجھ پر تمام حقیقتیں روشن ہوگئی تھیں۔ چھپے ہوئے دشمن کا چہرہ سامنے آگیا تھا، میں نے اطمینان سے کہا۔

"ہر کیبن کے دروازے کی دو چابیاں ہوتی ہیں۔ فرانسس کے کیبن کی دوسری چابی کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ اس کی جیب میں سے ہی ایک چابی [illegible] نکال لی۔ دوسری چابی شاید اس کے باپ کے پاس ہوگی۔"

یہ کہہ کر اس نے میرے ہاتھ سے جام لیا اور اسے غٹاغٹ [illegible] ہوتے ایک ہی سانس میں خالی کردیا۔

مجھے فرانسس سے خطرہ تھا اس لیے میں اس کے درواز[illegible] سے لاک کرکے جہاز کے نچلے حصے میں آگیا۔ بہت سے مرد عورتیں [illegible] جہاز کے ایک بڑے ہال کے فرش پر سو رہے تھے۔ وہاں بھی [illegible] پہرے کے طور پر گشت کر رہے تھے۔ میں سونیا کو تلاش کرتا [illegible] کی طرف چلا گیا۔ وہ ریلنگ سے ٹیک لگائے اسی نوجوان سے [illegible] رہی تھی جو ڈائننگ ہال میں بڑا ہی پُراسرار نظر آرہا تھا۔ سونیا نے [illegible] لیا۔ اس نوجوان نے مجھے نہیں دیکھا تھا کیونکہ اس کی پشت میری [illegible] تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"سونیا ڈارلنگ تم نے اپنی محبت کا یقین دلا کر مجھے ایک [illegible] دی ہے۔ کیا محبت سے میں تمھارا ہاتھ چوم سکتا ہوں۔"

سونیا نے شرماتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ [illegible] وہ چومنے کے لیے جھکا ہی الٹا ہاتھ ایک ٹھوکر کی طرح اس کے منہ [illegible] وہ لڑکھڑاتا ہوا دو قدم پیچھے چلا گیا۔ وہ ذرا مسکراتی اور شرماتی [illegible]

"میرے محبوب تم بلنتے ہو کہ میں ایک فائٹر بھی [illegible] محبت کے دوران بھی فائٹنگ کی عادی ہوگئی ہوں۔ جو مجھے [illegible] دیتا ہے میں اسی کو اپنا فاتح بنا لیتی ہوں۔ آؤ تم بھی فائٹ [illegible] کرو۔ آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کرو۔ ہم دونوں لڑتے لڑتے محبت کی [illegible] میں پہنچ جائیں گے۔"

"ہی ہی ہی۔" وہ اور پیچھے ہٹ کر کھسیانی ہنسی ہنستے ہو[illegible]

"تم.... میں جانتا ہوں کہ تم آہنی ناخنوں سے گوشت اور ہڈیاں [illegible] کردیتی ہو۔ مجھے معاف کردو۔ میں دور ہی دور سے تمھیں دیکھ کر [illegible] کروں گا۔"

وہ پلٹ کر بھاگنے لگا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ ایک ساعت ٹھٹھک گیا۔ اس کے بعد بھاگتا چلا گیا۔ میں نے ہنستے ہوئے [illegible] قریب آکر پوچھا۔

"یہ کیا ہو رہا تھا؟"

"کچھ نہیں میں وقت گزار رہی تھی۔ اس نوجوان کو ہم پُراسرار سمجھ رہے تھے مگر یہ نرا احمق نکلا۔ وہ سچ مچ مجھ پر عاشق ہوگیا تھا [illegible] عشق کے بھوت کو بھگا دیا۔"

میں نے کہا۔ "ہاں تم فضول اس کے ساتھ وقت ضائع [illegible]

لیکن میں نے وقت ضائع نہیں کیا، اپنے دشمن کو پہچان [illegible]

میں اسے فرانسس اور ایلین کی داستان سنانے لگا [illegible] داستان نہ سنا سکا۔ اچانک ہی کسی کے رونے گڑگڑانے کی آواز [illegible]

[illegible] نے پلٹ کر دیکھا تو قریب کوئی نظر نہیں آیا۔ ہمارے جتنے ہمسفر تھے [illegible] جہاز کے درمیانی حصے میں سو رہے تھے۔ ہم تیزی سے اس طرف [illegible] چلے گئے۔ ہم نے دور ہی سے دیکھ لیا۔ دو مسلح جوان ایک بوڑھی عورت [illegible] پکڑے ہوئے تھے اور وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔

"چھوڑ دو مجھے۔ تم لوگوں نے میرے شوہر کو سمندر میں پھینک دیا۔ میں [illegible] جا کر شکایت کروں گی۔ تمھیں بھی سمندر میں پھنکوا کر دم لوں گی۔"

میں نے اور سونیا نے قریب پہنچتے ہی ان دو بدمعاشوں کو اپنی طرف [illegible] وہ دونوں اک دم ہی ہم سے لپٹ پڑے۔ سونیا کے ہاتھ سے اسٹین [illegible] چھوٹ کر دور جا پڑی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے آہنی پنجے استعمال [illegible] پیچھے سے دو اور آدمیوں نے آکر اسے مضبوطی سے جکڑ لیا۔ دوسرا [illegible] مجھے رگیدتا ہوا ریلنگ تک لے کر آیا۔ میں ریلنگ سے ٹکرا کر [illegible] کے بل سنبھل گیا۔ وہ مجھ پر چھایا ہوا تھا۔ میں نے اس کی ٹانگیں [illegible] دوسری طرف اچھال دیا۔ وہ میرے سر پر سے ہوتا ہوا پیچھے کی طرف [illegible] اس کی ایک بھیانک چیخ سنائی دی پھر چھپاک کی آواز کے ساتھ [illegible] پانی اچھل کر اوپر آیا اور وہ ہمیشہ کے لیے نیچے چلا گیا۔ اسی وقت [illegible] بدمعاش نے للکار کر کہا۔

"فرہاد! اگر تم سونیا کی زندگی چاہتے ہو تو خود کو ہمارے حوالے کردو۔"

میں نے ریلنگ کے پاس سے اٹھتے ہوئے دیکھا سونیا کے پیچھے [illegible] ہوئے دو نوجوانوں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے جکڑ لیا [illegible] سامنے کھڑا ہوا نوجوان ریوالور کی نال کو اس کی کنپٹی سے لگا کر دھمکی [illegible] رہا تھا کہ میری ذرا سی بھی حرکت سونیا کی موت بن سکتی ہے۔ اس نوجوان [illegible] کہا۔

"ہم سپر ماسٹر کے وفادار ہیں اور وفادار رہیں گے۔ ہمارا ماسٹر [illegible] شکست کھا کر بھاگنے والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ ایک بھاری فوجی امداد [illegible] کر واپس آنے والا ہے مگر تم اور ایرج جزیرے سے فرار ہو رہے تھے۔ یہ [illegible] اچھا ہی ہوا کہ تمھارے درمیان جھگڑا ہوگیا اور ایرج سپر ماسٹر کے ہاتھوں [illegible] سزا پانے کے لیے وہیں رہ گیا۔"

اس کی باتوں کے دوران وہی نوجوان مسکراتا ہوا میرے سامنے آیا۔ [illegible] سونیا سے عشق کر رہا تھا۔ اس نے دانت نکال کر مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"سونیا کے عاشق تو تم ہو۔ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں [illegible] پھر بھلا میں اس کا عاشق کیسے بن سکتا تھا۔ میں جہاز کے اس حصے میں [illegible] سونیا کو اپنے احمقانہ رومانس میں اس لیے الجھا رہا تھا کہ جہاز کے دوسرے [illegible] حصے میں میرے آدمی بغیر مداخلت کے اطمینان سے اپنا کام کرتے رہیں۔"

میں نے کنکھیوں سے سونیا کی جانب دیکھا۔ ریوالور کی نال اسی طرح [illegible] اس کی کنپٹی سے لگی ہوئی تھی۔ میں نے اسے باتوں میں الجھانے کیلئے پوچھا۔

"[illegible] آدمی جہاز کے دوسرے حصے میں کیا کرتے تھے؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جب سے ہم اس جہاز میں آئے ہیں تب [illegible] سپر ماسٹر کے وفاداروں کو چپکے چپکے منظم کر رہے ہیں۔ شام کو جس شخص کی

پشت پر خنجر گھونپ دیا گیا تھا وہ ہمارا ساتھ دینے سے انکار کر رہا تھا۔ وہ تمھارا وفادار بن کر رہنا چاہتا تھا۔ ہم نے اس کی طرف سے خطرہ محسوس کیا اس لیے اسے ختم کردیا۔ اب تک ایک بوڑھے کو اور چار نوجوانوں کو سمندر میں پھینکا جا چکا ہے۔ کیونکہ وہ سب تمھارے حمایتی تھے۔"

میں غصے سے مٹھیاں بھینچ کر اسے دیکھنے لگا۔ میرا دل ان کیلئے دکھ رہا تھا جو میرے حمایتی تھے اور جنھیں چپکے چپکے ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور کردیا گیا تھا۔ اچانک ہی اس شخص کی چیخ سنائی دی جو سونیا کی کنپٹی سے ریوالور لگائے کھڑا تھا۔ ہم سب اس بڑھیا کو بھول گئے تھے جس کے شوہر کو سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔ دشمن اس بڑھیا کو بے ضرر سمجھ رہے تھے مگر جب انتقام کی آگ بھڑکتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ بڑھیا نے پیچھے سے آکر اس کے سر پر ضرب لگائی تھی۔ جیسے ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی سونیا نے اسکے پیٹ پر اپنا گھٹنا مار دیا۔ میں نے بڑی پھرتی سے اپنے سامنے کھڑے ہوئے نام نہاد عاشق کو ایک طرف دھکا دیا اور سونیا کی طرف چھلانگ لگا دی۔ پھر سونیا کے ساتھ ان دو بدمعاشوں کو لیے فرش پر گر پڑا۔ ان کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی سونیا تڑپ کر کروٹ بدلتی ہوئی دوسری طرف گئی۔ پھر اپنے قریبی دشمن کو پنجہ مارا۔ ذرا سی دیر میں ہم دونوں آزاد ہو کر اپنے پیروں پر کھڑے ہوگئے۔

ان سب کی اسٹین گنیں ادھر ادھر جا کر گر پڑی تھیں۔ اب دانشمندی یہی تھی کہ فوراً ہی ایک اسٹین گن پر قبضہ کرکے ان دشمنوں کو نیست و نابود کردیا جائے۔ ان کو گائیڈ کرنے والے فرانسس کی طرف سے خطرہ نہیں تھا، کیونکہ میں اس کے کیبن کے دروازے کو باہر سے لاک کرکے چلا آیا تھا لہٰذا ان کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی میں اور سونیا دونوں اسٹین گن کی طرف بڑھے انھیں فرش پر سے اٹھانے کے لیے جھکے۔ اسی وقت تڑاتڑ گولیاں چلنے لگیں۔ ہمارے ہاتھوں کے قریب کتنی ہی گولیاں فرش پر بجتی چلی گئیں۔ ہم دونوں اپنی جگہ سے اچھل کر فرش پر لڑھکتے ہوئے اسٹین گنوں سے دور چلے گئے۔

تب ہم نے سر اٹھا کر دیکھا، جو زینہ عرشے کی طرف جاتا تھا اس زینے کے نچلے حصے پر ہماری نگاہوں کے سامنے ایلین اسٹین گن لیے کھڑی تھی اور میری طرف دیکھ کر قہقہے لگا رہی تھی مگر وہ تو نشے کی زیادتی سے بیہوش ہوگئی تھی؟ وہ قہقہہ لگاتی ہوئی کہنے لگی۔

"فرہاد! سپر ماسٹر اپنے وفاداروں کو کبھی بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں جاتا۔ اپنے پیچھے کسی ماسٹر کو ان کی حفاظت کی ذمہ داری سونپ جاتا ہے۔ ماسٹر تو سب مر چکے ہیں ایسے وقت کوئی مادام میدانِ عمل میں آتی ہے۔ سونیا مجھے نہیں جانتی مگر آج یہ بھی مجھے پہچان لے۔ میں اپنی تنظیم کی سب سے خطرناک مادام ہوں۔ اتنی خطرناک کہ اپنے سپر ماسٹر کی طرح جھوٹ دینا نہیں جانتی۔ لو اپنے انجام کو پہنچو۔"

یہ کہتے ہی اس نے تڑاتڑ مجھ پر اور سونیا پر گولیاں برسانا شروع کردیں۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں تھا کہ ہم بچ جاتے۔ اسٹین گن کے سامنے آکر تو کوئی سپر مین بھی بچ کر نہیں نکل سکتا تھا اور وہ ہم پر گولیاں برسا رہی تھی۔

کوئی فولاد کے بنے ہوئے نہیں تھے کہ مسلسل برستی ہوئی گولیاں ہم پر اثر نہ کرتیں۔ میں نے اور سونیا نے بلٹ پروف شیلڈ بھی نہیں پہن رکھی تھی۔ زینے کے نچلے سرے پر عین نگاہوں کے سامنے ایلن اسٹین گن لیے تڑاتڑ ہم پر گولیاں برسا رہی تھی۔ اسکے باوجود آج میں زندہ سلامت بیٹھا اپنے قارئین کو یہ داستان سنا رہا ہوں جبکہ مجھے منوں مٹی تلے آرام فرمانا چاہیئے تھا۔

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کس طرح اللہ جسے رکھتا ہے اسے کوئی نہیں چکھتا۔ پہلے آپ اس ایلن کے بارے میں سُن لیجیے جس نے ہماری ہاری ہوئی بازی جیتنے کے لیے ہمارے سامنے آتے ہی خود کو متعارف کرایا تھا کہ وہ سُپر ماسٹر کی خطرناک تنظیم کی سب سے خطرناک مادام ہے۔ اتنی خطرناک کہ اس کا سُپر ماسٹر تو ہم جیسوں کو ڈھیل دے دیتا ہے، لیکن وہ ایک لمحے کی بھی مہلت نہیں دیتی۔ ذرا سی مروت کیے بغیر اسٹین گن کی گولیوں سے بھُون کر رکھ دیتی ہے۔

لیکن ٹریگر پر اس کی انگلی چلتے وقت اچانک سچویشن بدل گئی۔ بنجامن کہیں چھُپا کھڑا تھا فوراً ہی اُچھل کر اپنی بیٹی سونیا کے سامنے ڈھال بن گیا کیونکہ ایلن جس سمت سے گولیاں چلا رہی تھی اس کے مطابق سونیا پہلے اس کی زد میں آ رہی تھی۔ بوڑھے باپ نے اپنی جان کی قربانی دیکر اسے تو بچا لیا۔ اس کے بعد میری باری تھی۔ اسٹین گن کے سامنے اتنی مہلت نہیں ملتی ہے کہ کوئی بازی گری کے کرتب دکھا کر بچ سکے۔ لہٰذا گولیاں میری طرف ضرور آئیں لیکن وہ میرے اوپر سے گزرتی چلی گئیں ایلن اچانک ہی پیچھے کی طرف خم کھا گئی تھی۔ میرے بجائے وہ چیخ رہی تھی کیونکہ زینے کے اوپری سرے سے کوئی اس پر گولیاں برسا رہا تھا۔

کون ہوسکتا تھا وہ؟ زینے کا اُوپری حصّہ نظر نہیں آ رہا تھا وہ گولیاں برسانے والا فرشتہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا اور ابھی اسے دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ ایلن کے ہاتھوں سے اسٹین گن چھُوٹ کر گر پڑی ہے اور وہ خود بھی زینے کے نیچے آ کر فرش پر ہمیشہ کے لیے لیٹ گئی ہے تب میں نے سب سے پہلے فرش پر پڑی اسٹین گن پر قبضہ کیا۔ مادام ایلن کے ساتھی بوکھلا گئے تھے کیونکہ اس نے گولیاں چلاتے وقت اپنے ساتھیوں کا بھی خیال نہیں کیا تھا! ان میں سے ایک شوٹنگ کی زد میں آ گیا تھا باقی دوسری طرف بھاگ گئے تھے۔

میں نے اسٹین گن ہاتھ میں لیتے ہی دُور بھاگنے والوں پر گولیاں برسائیں۔ میں نے ان کی تعداد یاد رکھی تھی۔ وہ کُل چار تھے۔ ایک بُڑھیا کے ہاتھ سے ڈنڈے کی ضرب کھا کر زخمی پڑا تھا۔ دوسرے کو ایلن نے مار ڈالا تھا۔ باقی دو میرے ہاتھوں سے فنا ہو گئے۔ ان کی طرف سے اطمینان ہونے کے بعد میں نے سونیا کی طرف دیکھا۔ وہ دو زانو ہو کر اپنے بوڑھے باپ کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی لیکن اب وہ بیٹی کے دل کی دھڑکنیں نہیں سُن سکتا تھا۔ وہ اس کی پیشانی کو چُوم رہی تھی اور کچھ کہتے ہوئے کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ غم سے نڈھال ہو رہی تھی لیکن اس کے باوجود اس کی آنکھوں میں ایک آنسو نہیں تھا۔ وہ ضبط کا پیمانہ بنی بیٹھی تھی۔ میں نے ذرا جھک کر اسکے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"سونیا مجھے افسوس ہے۔ میں تمہارے غم کو اپنے غم کی طرح محسوس کر رہا ہوں اور محسوس بھی کر رہا ہوں کیونکہ تم مجھ سے الگ نہیں ہو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر لرزتی آواز میں بولی۔

"ہم جس آگ اور خون کے دریا سے گزر رہے ہیں اس راستے پر ہم میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت مر سکتا ہے۔ مجھے افسوس صرف اس بات کا ہے کہ مجھے بوڑھے باپ کے سامنے ڈھال بننا چاہیئے تھا مگر نہ بن سکی۔ یہ فرض ڈیڈی نے ادا کر دیا ہے۔ بہرحال تم اس آنے والے کو سنبھالو۔ ایسا نہ ہو کہ ہم پھر دھوکہ کھا جائیں"۔

میں نے زینے کی طرف ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

"جس دوست نے میری جان بچائی ہے میں اس کا شکر گزار ہوں۔ اب وہ نیچے آ جائے کوئی خطرہ نہیں ہے"۔

میری آواز سنتے ہی لکڑی کے زینے پر قدموں کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ آہستہ آہستہ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ زینے کے ایک ایک پائیدان پر پاؤں رکھتا ہوا نیچے آ رہا تھا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ عرشے پر پہرہ دینے والا مسلح نوجوان ہوگا لیکن جب وہ زینے کے نچلے حصے میں نگاہوں کے سامنے آیا تو میں اور سونیا دونوں ہی چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ ہمارا دشمن فرانسس تھا۔

میں چند لمحوں تک حیرانی سے اسے تکتا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پہلے کی بات ہے ایلن نے فرانسس کو اتنی زیادہ پلا دی تھی کہ وہ بیہوش ہو گیا تھا۔ ایلن اس کے کیبن کی چابی لے کر میرے پاس آ گئی تھی اس مکار عورت نے بھی بہت زیادہ مدہوش ہونے کی ایکٹنگ کی تھی۔ میں اس خوش فہمی میں تھا کہ وہ مدہوشی کی حالت میں فرانسس کو بے نقاب کر رہی ہے۔ اس نے یہی بتایا تھا کہ فرانسس اپنے لوگوں کو ہمارے خلاف منظم کر رہا ہے۔ ہم بھی اس پر شبہ کر رہے تھے۔ اس کے نتیجے میں ایلن کی مکاری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں نے اس کی باتوں میں آ کر فرانسس کے کیبن کو باہر سے لاک کر دیا تھا۔ تب میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"تم کیبن سے باہر کیسے آئے جبکہ میں نے اسے لاک کر دیا تھا"

اس نے مسکرا کر جیب میں ہاتھ ڈالنے کے بعد ایک چابی نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ دوسری چابی میں نے ایلن سے چھُپا رکھی تھی۔ وہ جس انداز میں مجھے پلا کر آؤٹ کرنا چاہتی تھی اس سے مجھے شبہ ہو گیا تھا وہ کوئی بہت بڑا گیم کھیل رہی ہے"۔

"کیا تم نشے میں نہیں تھے؟"

"ہاں! میں اتنا مدہوش ہو چکا تھا کہ کوچ پر سے اُٹھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ اس کے باوجود دماغ تھوڑا بہت کام کر رہا تھا۔ کم از کم اتنی... بات سمجھ میں آتی رہتی ہے کہ مدہوشی کے عالم میں ہم پر کیا گزر رہی ہے۔ میں آنکھیں بند کر کے خراٹے لینے لگا تھا۔ ایلن سمجھ گئی کہ اب صبح تک مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہے اس لیے وہ مجھے چھوڑ کر تم سے نمٹنے چلی گئی"۔

"ہاں یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس نے تمہارے خلاف بہت سی باتیں کہہ کر اپنے لئے میرا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ اسی لیے جب وہ مدہوش ہو گئی تو میں نے اپنے کیبن کے دروازے کو کھلا چھوڑ کر تمہارے کیبن کو لاک کر دیا۔ میرا خیال ہے ایلن نے زیادہ نہیں پی تھی صرف اداکاری دکھا رہی تھی۔ لیکن تم نے تو بہت زیادہ پی لی تھی پھر اتنی جلدی کس طرح ہوش میں آ گئے؟"

فرانسس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بیشک میں جام پر جام لنڈھاتے جا رہا تھا لیکن ایلن جیسے ہی تمہارے ساتھ باہر گئی میں نے تھوڑی سی کوکین اپنے منہ میں رکھ لی۔ شاید تمہاری معلومات میں اضافہ ہو جائے کہ پوری بوتل کا نشہ ہو تو وہ ناخن برابر کوکین سے یک لخت ختم ہو جاتا ہے۔ شراب بالکل پانی کی طرح بے ضرر ہو جاتی ہے۔ تم خود ہی دیکھ رہے ہو میں تمہارے سامنے مستعد کھڑا ہوا ہوں۔ جیسے ایک قطرہ بھی میرے حلق میں نہ اترا ہو"۔

میں نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے ندامت ہے کہ میں تمھیں دشمن سمجھتا رہا۔ لیکن تم نے بہت ہی کڑے وقت میں دوستی کا ثبوت دیا ہے"۔

"مسٹر فرہاد! ہم ایسے حالات سے گزر رہے ہیں کہ آزمائش کے بغیر دوست اور دشمن کی پہچان نہیں کر سکتے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میں نے اپنی پہچان کرا دی"۔

اس کے بعد ہم دونوں نے ایلن اور اس کے ساتھیوں کی لاشوں کو اٹھا اٹھا کر سمندر میں پھینکا۔ دو چار عورتوں کو فرش کی صفائی پر مامور کیا کیونکہ دور دور تک انسانی لہو پھیلا ہوا تھا۔ سونیا کے ڈیڈی کو پورے اعزاز کے ساتھ دفنانے کے لیے ہم پوری طرح آخری رسوم ادا نہیں کر سکتے تھے کیونکہ دفنانے کے لیے زمین نہیں تھی۔ ہمارے چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ آخری رسوم ادا کرنے کے لیے موم بتیاں، لوبان، سُرخ پھُول وغیرہ نہیں تھے۔ اس لیے اسے سُرخ کفن میں لپیٹ کر بڑی آہستگی اور احترام سے سمندر کے پانی میں اتار دیا گیا۔

اس وقت تک صبح ہو چکی تھی۔ ہم رات بھر کے جاگے ہوئے تھے۔ سونیا کچھ نڈھال سی تھی۔ میں اسے کیبن میں لے آیا۔ پھر اس کا سر اپنے بازوؤں پر رکھ کر اسے بچوں کی طرح تھپکتے ہوئے سُلانے کی کوشش کرتا رہا۔ جب وہ سو گئی تو میں اسے کوچ پر لٹانے کے بعد کیبن کے باہر آ گیا۔ میں کیبنوں کی درمیانی راہداری سے گزرتا ہوا کیبن نمبر ایک کی طرف فرانسس سے ملنے جا رہا تھا۔ ایک کیبن کے قریب سے گزرتے وقت مجھے اس کی آواز سنائی دی تو میں ٹھٹھک گیا۔ وہ کسی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے دروازے سے کان لگا کر سنا تو مجھے جواباً دوسرے آدمی کی آواز سنائی دی۔ میں نے آواز سے پہچان لیا۔ وہ ایلن کا وہی آدمی تھا جس کے سر پر بڑھیا نے ڈنڈے سے ضرب لگائی تھی۔

دشمنوں میں وہی ایک زندہ رہ گیا تھا۔ ہم نے اسے اس لئے قید کر رکھا تھا کہ اسے اذیتیں دے کر یہ معلوم کریں گے کہ ایلن چاہتی کیا تھی اس جہاز کو کہاں لے جانا چاہتی تھی ہے اور اب اس جہاز میں ان کے اور کتنے آدمی رہ گئے ہیں؟ شاید وہی معلومات حاصل کرنے کے لئے فرانسس اس قیدی کے پاس پہنچ گیا تھا۔ قیدی غصے سے چیخ کر کہہ رہا تھا۔

"غدار میں نہیں، تم ہو۔ تم نے ہماری تنظیم کی ایک فادر مادام کو مار ڈالا۔ سُپر ماسٹر تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا"۔

فرانسس کے قہقہے کی آواز سنائی دی۔

"سُپر ماسٹر کو کیسے پتہ چلے گا کہ میں نے مادام ایلن کو ہلاک کیا ہے ایک تم ہی چشم دید گواہ ہو میں ابھی تمھیں ختم کر دوں گا"۔

میں چکرا کر رہ گیا۔ فرانسس اپنی باتوں سے گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا نظر آ رہا تھا۔ قیدی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے، لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ تم اپنی ان دوغلی حرکتوں ..... کے باعث فرہاد کے ہاتھوں ضرور مرو گے"۔

"اونہہ۔ میں اتنا نادان نہیں ہوں۔ جب فرہاد ایک قیدی کی حیثیت سے جزیرے میں آیا تھا تب سے میں اسے دیکھ رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں کہ وہ کتنا خطرناک ہے۔ اس نے سُپر ماسٹر کا سونا جاگنا کھانا پینا سب کچھ حرام کر رکھا تھا میرے لیے یہ تجربات کافی ہیں۔ میں کبھی اس سے اُلجھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اگر ہم صحیح سلامت کسی ملک تک پہنچ گئے تو میں ہمیشہ فرہاد کا وفادار بن کر رہوں گا، اور اگر اس دوران سُپر ماسٹر اس پر غالب آ جائے گا تو میں فوراً ہی پٹڑی بدل کر سُپر ماسٹر کو اپنی رام کہانی سناؤں گا کہ فرہاد کو جزیرے سے فرار ہونے کیلئے ایک اسکیپر کی ضرورت تھی اس لیے وہ مجھے اور میرے ڈیڈی کو قیدی بنا کر لے آیا ہے۔ میری اس بات کی گواہی دینے کے لیے اس جہاز میں میرے بہت سے حمایتی موجود ہیں"۔

اتنا کہہ کر وہ ذرا دیر کے لیے خاموش ہو گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کسی بھی انسان پر کس طرح بھروسہ کیا جائے؟ جسے دیکھو وہ تھالی کے بینگن کی طرح اِدھر سے اُدھر لڑھکتا رہتا ہے۔ اسی فرانسس نے چند

گھنٹے پہلے مجھے ایلن کی گولیوں کی زد میں آنے سے بچایا تھا۔ مجھے ایک نئی زندگی دی تھی۔ اس کے باوجود وہ پوری طرح میرا دوست یا وفادار نہیں تھا۔ آئندہ کسی وقت بھی پٹڑی بدل سکتا تھا۔ اس کی آواز پھر سنائی دی۔

"ہر انسان کو اپنی زندگی پیاری ہوتی ہے۔ فرہاد ہو یا سپر ماسٹر ہو۔ جس کے سائے میں مجھے اپنی زندگی کی ضمانت ملے گی میں اسی کا وفادار بن جاؤں گا۔"

میں وہاں سے پلٹ کر اپنے کیبن کی طرف جانے لگا۔ جب میں اپنے کیبن کے دروازے پر پہنچا تو "ٹھائیں" سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ میں نے..... اس کیبن کے اندر آ کر دروازے کو اچھی طرح بند کر دیا اب مجھے تیزی سے فیصلہ کرنا تھا کہ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میں بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ اس بات کا خطرہ نہیں تھا کہ فرانسس اب اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہم پر چڑھ دوڑے گا۔ اس کی باتوں سے ثابت ہو چکا تھا کہ وہ موقع شناس ہے۔ جب تک میرے پاس تحفظ ملتا رہے گا وہ میرا دوست بن کر رہے گا۔

میں کوچ پر سونیا کے پاس آ کر لیٹ گیا۔ وہ بے چاری تھکی ہاری گہری نیند سو رہی تھی۔ میں بھی بُری طرح تھکا ہوا تھا۔ اگر سونا چاہتا تو فوراً ہی نیند آ جاتی مگر آرام کی نیند تو صرف پچھلے دن ہی میسر ہوئی تھی۔ اب پھر بے آرامی، بے چینی اور ہنگاموں کا دور شروع ہو چکا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ فرانسس مجھ سے خوفزدہ تھا۔ فی الحال اس کی طرف سے جان کا خطرہ نہیں تھا۔ ایسے ہی وقت مجھے اس سے دور ہو جانے کا راستہ تلاش کر لینا چاہیئے تھا۔

تب میں نے سوچا کہ مجھے اسٹیرنگ رُوم میں جا کر دنیا کے نقشے کو دیکھنا چاہیئے اور یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ اس وقت ہمارا جہاز کہاں سے گزر رہا ہے ہے کون سا ملک ہمارے قریب ہے ہے میں ایسی معلومات سے کچھ فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ لیکن نیچے اسٹیرنگ رُوم میں جانے کے لئے سونیا کو کیبن میں تنہا چھوڑنا پڑتا۔ اگرچہ میں باہر سے دروازے کو لاک کر سکتا تھا لیکن فرانسس یا اس کے کسی آدمی کے پاس اس دروازے کی دوسری چابی ہو سکتی تھی اور میری سونیا کو نقصان پہنچایا جا سکتا تھا۔ وہ جانِ حیات جو اب تک میری حفاظت کرتی آئی تھی۔ اب میرا فرض تھا کہ اس کی نیند پوری ہونے تک میں اس کی حفاظت کروں۔

ایسی جلدی اور بدحواسی کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ میں سونیا کے آرام کی خاطر دو چار گھنٹے ضائع کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں کوچ پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرے سامنے ایرج کا وہ بڑا سا صندوق رکھا ہوا تھا جس میں بے شمار ڈالر گڈیوں کی شکل میں بندھے رکھے ہوئے تھے۔ مزید دو اسٹین گنیں رکھی ہوئی تھیں اور ان کے پاس وہ بریف کیس پڑا ہوا تھا جس میں بلیک میلنگ کا بہت سا مواد جمع کیا گیا تھا۔ مجھے ان میں سے تمام ضروری چیزوں کو پہلے ہی سے سمیٹ کر رکھ لینا چاہیئے تھا۔ میں نے وہاں سے لو[illegible] کوچ کے نیچے سے ایرج اور رمنا کی دونوں اٹیچیاں نکالیں۔ ان دونوں میں کپڑے بھرے ہوئے تھے۔ رمنا کی اٹیچی چھوٹی تھی اسے ہم بآسانی لے جا سکتے تھے لہٰذا پہلے میں نے وہ اٹیچی خالی کی پھر اسے [illegible] لے آیا۔ بریف کیس کو کھول کر اس میں سے لائٹر کیمرہ نکال کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ کچھ اہم کاغذات اور مائیکرو فلمیں نکال کر اٹیچی میں رکھیں۔ [illegible] چیزیں بریف کیس میں چھوڑ دیں۔ صندوق سے ڈالر کی کچھ گڈیاں [illegible] کچھ بریف کیس میں رکھیں کچھ اٹیچی میں رکھ دیں۔ پھر میں نے پلٹ کر [illegible] کی طرف دیکھا۔

میں ہر چیز کے دو حصے اس لئے کر رہا تھا کہ آدھا سامان میرے پاس آدھا سونیا کے پاس رہے۔ میں نے رمنا کے لباس میں سے جوڑے سونیا کے لیے نکال کر اٹیچی میں رکھ دیئے۔ اپنے لیے ایرج [illegible] ایک جوڑا بریف کیس میں رکھ لیا اس کے بعد میں نے دو گھنٹے بڑی خاموشی سے گزارے۔ ٹھیک بارہ بجے میں نے سونیا کو بڑے پیار بھرے انداز میں بیدار کیا۔

"چلو اب اٹھ جاؤ۔ تم سے بہت سی باتیں کرنا ہیں مگر پہلے تم تازہ دم ہو جاؤ۔"

ہم دونوں نے ہی تازہ دم ہو کر غسل کیا۔ اس دوران میں [illegible] اسے ساری باتیں بتا دیں کہ فرانسس کس طرح تھالی کا بینگن ثابت ہو رہا ہے۔ لہٰذا اب ہمیں اس جہاز کو چھوڑنا ہو گا۔ نہانے کے بعد [illegible] نے لباس تبدیل کیا پھر کیبن سے باہر آ کر دروازے کو لاک کیا اس [illegible] بعد راہداری سے گزرتے ہوئے زینے کی طرف جانے لگے۔ ایک نمبر کیبن کے پاس سے گزرتے وقت اچانک ہی فرانسس دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی کہا۔

"آپ دونوں سو رہے تھے۔ میں نے آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ قیدی ہمارے کام کا نہیں تھا۔ یہ بتانے سے انکار کر رہا تھا کہ مادام ایلن اس جہاز کو کہاں لے جانا چاہتی تھی اس لیے [illegible] نے اسے شوٹ کر دیا۔"

"تم نے بہت اچھا کیا۔" میں نے اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے [illegible] انداز میں تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "اب میں تم پر اندھا اعتماد کرتا ہوں۔ تم میری غیر موجودگی میں جو کچھ بھی کرو گے اس میں ہم سب کا مفاد ہو گا۔"

وہ اکڑ کر مسرت سے خوش ہو کر بولا۔

"میں آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ کیا آپ [illegible] کے لئے جا رہے ہیں؟"

"ہاں۔ مگر ہم پہلے اسٹیرنگ رُوم میں جائیں گے۔ کیا تم ساتھ چلو گے؟"

"ہاں ضرور چلیئے۔"

ہم تینوں سیڑھیاں اترتے ہوئے نچلے حصے میں آئے۔ نیچے ریلنگ کے پاس پہنچ کر فرانسس نے سمندر کو دور تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب ہمارا سفر خوشگوار ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ دونوں بھی خوب انجوائے کر رہے ہوں گے۔"

"ہاں! مگر یہ میرا پہلا طویل بحری سفر ہے۔ چاروں طرف پانی ہی پانی دیکھ کر ایک نامعلوم سی گھبراہٹ ہوتی ہے سونیا بھی مجھ سے کہہ رہی ہے کہ ہم کسی قریبی بندرگاہ یا کسی جزیرے کے ساحل پر کم از کم ایک دن کے لیے لنگر..... ڈال دیں تو طبیعت ذرا بہل جائے گی۔"

فرانسس نے سونیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تعجب ہے میڈم سونیا! آپ تو پہلے بھی کئی بار ایسے بحری سفر کر چکی ہیں۔ پھر کیوں گھبرا رہی ہیں؟"

سونیا کے بجائے میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میری سونیا گھبرانے والی عورت نہیں ہے مگر ایسی حالت میں عورت کی طبیعت کچھ بگڑ جاتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" فرانسس نے چونک کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا ہماری مادام ماں بننے والی ہے؟"

"ہاں۔ میرے بچے کی ماں۔"

سونیا بڑی میٹھی ناراضگی سے مجھے گھور کر دیکھنے لگی۔ جب فرانسس نے اس کی طرف پلٹ کر دیکھا تو وہ فوراً ہی گردن جھکا کر شرمانے لگی۔ وہ بڑی سمجھدار تھی۔ ایسی ادائیں دکھا رہی تھی جیسے پہلی بار ماں بنتے ہوئے شرما رہی ہو۔ ہم باتیں کرتے ہوئے اسٹیرنگ رُوم میں پہنچ گئے۔ وہاں فرانسس کے ڈیڈی نے مسکرا کر ہمارا استقبال کیا۔ میں نے ایک طرف دیوار پر لگے ہوئے نقشے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس وقت ہمارا جہاز کہاں سے گزر رہا ہے؟"

بوڑھے اسکیپر نے ایک لمبی سی چھڑی اٹھا کر اس کے دوسرے سرے کو نقشے کے ایک حصے پر رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ جزیرہ کوائی ہے۔ ہم نے یہاں سے سفر کا آغاز کیا تھا۔ اب ہم سمندر کے اس حصے سے گزر رہے ہیں۔ یعنی جاپان سے سات سو میل کی دوری پر ہیں۔"

فرانسس نے اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی میں آپ کو ایک خوش خبری سنا دوں۔ ہماری مادام سونیا فیملی اسٹیج میں ہے۔"

"مجھے یہ سُن کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔" بوڑھے اسکیپر نے مسرت کا اظہار کیا۔ "بیٹی اب تمہیں اچھل کود نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ اسٹین گن اتار کر رکھ دو۔ تمہاری حفاظت کیلئے فرہاد کافی ہے۔"

میں نے کہا۔ "مجھے سونیا کی بڑی فکر ہے۔ یہ بحری سفر کرتے ہوئے گھبرا رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم دو چار دن کے لیئے جاپان کے ساحل پر ٹھہر جائیں۔ وہاں میں سونیا کو کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس بھی لے جا سکوں گا۔"

بوڑھا اسکیپر پیشانی پر بل ڈال کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"مسٹر فرہاد! یہ ذرا مشکل ہے۔ سونیا کے پاس جاپان کا ویزا نہیں ہے۔ وہ ہمیں جہاز کا ایندھن حاصل کرنے کے لیے لنگر انداز ہونے کی اجازت تو دے دیں گے لیکن پورٹ سے باہر نکل کر اپنے ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

میں پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ میرے اور سونیا کے پاسپورٹ جزیرہ ہوائی میں رہ گئے تھے۔ ہمیں کسی بھی ملک میں داخلے کی اجازت نہیں مل سکتی تھی۔ میں نے بوڑھے اسکیپر سے کہا۔

"اس طرح تو ہم کسی بھی ملک میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔"

"نہیں کچھ ملک ایسے ہیں جہاں رعایت مل جاتی ہے۔ ہم خود کو خانماں برباد مہاجر کہہ کر وہاں کچھ عرصہ قیام کرنے کی اجازت حاصل کر لینگے۔"

"لیکن سونیا مزید سفر کرنے کے قابل نہیں ہے۔ آپ ایسا کریں کہ جاپان کے قریب کوئی جزیرہ ہو اور اگر نہ ہو تب بھی ہمیں یہ بتا دیں کہ ہم اس ملک سے کتنی دور ہیں۔ میں سونیا کو موٹر بوٹ میں لے کر جاؤں گا۔"

بوڑھا اسکیپر نقشے اور قطب نما کو دیکھنے کے بعد بولا۔

"ہم جاپان سے تقریباً سات سو میل کے فاصلے پر ہیں۔ میں تمہیں موٹر بوٹ کے ذریعہ جانے کا مشورہ نہیں دوں گا۔ جاپان کی بحری پولیس بہت سخت ہے۔ دن رات اپنی ڈیوٹی پر مستعد اور چوکنا رہتی ہے۔ کیونکہ ہانگ کانگ کے بدنام اسمگلر وہاں سے گزرتے رہتے ہیں۔ تمہیں بھی اسمگلر سمجھ کر وہ تم دونوں سے بہت بُرا سلوک کریں گے۔"

میں نے تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"زندگی ہر موڑ پر ہم سے بُرا سلوک کر رہی ہے۔ سچ پوچھئے تو ہم نے یہ فکر کرنا ہی چھوڑ دی ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ ہم جہاں بھی جائینگے کوئی نہ کوئی مصیبت اپنی باہیں پھیلائے ہمارے استقبال کیلئے کھڑی ہو گی۔ ہو سکے تو جاپان کے قریب ہمیں کسی جزیرے تک پہنچا دیجیئے۔"

بوڑھے اسکیپر نے دوبارہ چھڑی کو اٹھا کر نقشے کی طرف پلٹنے کے بعد کہا۔

"یہ دیکھو ہمارا جہاز فلپائن اور فارموسا کے درمیان اس راستے سے گزرے گا۔ یہاں قریب ہی جزیرہ تبان ہے۔ تم موٹر بوٹ کے ذریعے اس جزیرے تک پہنچ سکتے ہو۔"

میں اور سونیا نقشے کے ذرا قریب جا کر دیکھنے لگے۔ جزیرہ تبان کے شمال میں فارموسا تھا۔ فارموسا کے قریب ہی تین چھوٹے چھوٹے جزیرے نقطوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔ نقشے پر ان جزیروں کے نام نہیں لکھے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جزیرے غیر معروف ہیں۔ میں نے اسکیپر کے ہاتھ سے چھڑی لے کر ان تینوں جزیروں کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کہا۔

"ہم یہاں جائیں گے۔ یہاں سے جاپان کا ایک جزیرہ یلو کو بالکل قریب ہے۔ اگر اس طرف ہمیں بڑھنے سے روکا گیا تو ہم بیچ سمندر میں پہنچ کر ناگاساکی کی طرف بڑھ جائیں گے۔ بہرحال یہ تو حالات پر منحصر ہے۔ پتہ نہیں ہم کہاں پہنچنے والے ہیں اور تقدیر ہمیں کہاں پہنچائے گی؟"

بوڑھے اسکیپر نے سر ہلا کر کہا۔

"اچھی بات ہے۔ جب تم ضد کر رہے ہو تو میں تم دونوں کو نہیں روکوں گا۔ جاؤ آرام کرو ہم کل شام تک فارموسا کے قریب پہنچ جائیں گے۔"

بوڑھے اسکیپر نے مجھے ایک چھوٹا سا قطب نما دیا اور مجھے دیر تک سمجھاتا رہا کہ مجھے اور سونیا کو اپنے ساتھ کون کون سا ضروری سامان لے جانا چاہیے۔ اسٹیئرنگ روم سے واپس آکر ہم ڈائننگ ہال میں بیٹھ گئے۔ وہاں کھانے کے دوران فرانسس نے کہا۔

"مسٹر فرہاد! مجھے آپ کی جدائی گوارہ نہیں ہے۔ اگر مادام ایڈوانس اسٹیج پر نہ ہوتیں تو میں آپ کو اپنے سے دور نہ جانے دیتا۔"

سونیا نے تھوڑا سا کھانا کھانے کے بعد ہاتھ روک کر کہا۔

"فرہاد! تم تو زبردستی مجھے کھانے میں شریک کر لیتے ہو میں تمھیں کیسے سمجھاؤں کہ ایسی حالت میں کھایا نہیں جاتا۔"

میں نے اپنے ہاتھ سے ایک لقمہ اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ان حالات میں زبردستی کھانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ خدا بہت سے کام لو۔ چلو میں تمھیں کھلا رہا ہوں۔"

میں نے لقمہ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ بچوں کی طرح ٹھنکتی ہوئی بولی۔

"اوں اوں۔۔ میں نہیں کھاؤں گی۔ مجھے متلی ہو رہی ہے۔"

"ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ کیا میرے ہاتھ سے بھی نہیں کھاؤ گی؟"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس چلا آیا۔ وہ فرانسس کے سامنے بڑی کامیاب ایکٹنگ کر رہی تھی۔ میں نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"اگر تم ڈٹ کر نہیں کھاؤ گی تو پھر ہمارا بچہ تندرست اور پہلوان بن کر پیدا نہیں ہو گا۔"

سونیا ہنسی ضبط نہ کر سکی کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ پھر میرے بازو میں ایک زور کی چٹکی لیتی ہوئی بولی۔

"شریر کہیں کے۔ ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔"

میں نے جھک کر اس کے کان میں کہا۔

"شرمانے کا وقت تو گزر چکا ہے۔"

وہ مجھے زور کا دھکا دیتی ہوئی بولی۔

"چلو جاؤ اپنی جگہ جا کر بیٹھو اور وہیں سے ہاتھ بڑھا کر کھلاؤ۔ تم سے تو دور کی ہی دوستی بھلی۔"

فرانسس ہماری چھیڑ چھاڑ اور رومانس سے محظوظ ہو رہا تھا۔

اس نے مسکرا کر کہا۔

"آپ لوگوں کے ساتھ کتنا اچھا وقت گزر رہا ہے۔ کاش کہ اس جہاز میں کسی لیڈی ڈاکٹر اور دواؤں کا معقول انتظام ہوتا تو پھر آپ دونوں اس سفر میں ہمارا ساتھ کبھی نہ چھوڑتے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں ہم سے بڑی بھول ہوئی۔ ہمیں جزیرے سے کسی اچھے سے ڈاکٹر، لیڈی ڈاکٹر اور نرس کو ساتھ لے لینا چاہیے تھا۔"

سونیا نے کہا۔ "اب تو بھول ہو ہی گئی ہے۔ میں تو یہ سوچ کر پریشان ہو رہی ہوں کہ کل شام تک اس جہاز میں کیسے وقت گزاروں گی۔"

"مجبوری ہے کسی نہ کسی طرح تو گزارنا ہی ہو گا۔"

کھانے کے بعد فرانسس نے مشورہ دیا کہ ہم اس کے ساتھ تاش کھیلیں۔ تاش کا کھیل ذرا لمبا ہو جائے تو وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوتا۔ ہم کھانے کے بعد فرانسس کے کیبن میں آ گئے۔ میرے ساتھ سونیا تھی۔ فرانسس کبھی اپنے لئے ایک خوبصورت ساتھی ڈھونڈ کر لے آیا۔ میں اپنے ماضی کو بھول لینے والا تاش کے پتوں کو بھی بھول چکا تھا لہٰذا مجھے تاش کا سب سے آسان کھیل کورٹ پیس سکھایا گیا۔ اس کھیل میں ہم نے دن سے شام کر دی۔ سونیا میری پارٹنر تھی۔ مجھ سے کھیلنے میں غلطی ہوتی تو وہ بازی بڑی چالاکی سے سنبھال لیتی۔ بظاہر انسان تاش کے پتوں سے کھیلتا ہے لیکن حقیقتاً تاش کے پتے انسانوں سے کھیلتے ہیں۔ بازی شروع ہونے سے پہلے کوئی نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ کون سا پتہ آنے والا ہے اور آنے والا پتہ اسے تخت پر بٹھائے گا یا اس کا تختہ کر دے گا۔

لیکن کچھ عرصہ پہلے تاش کے پتے میرے سامنے محض ایک کھلونا تھے۔ میں اپنے مقابل بیٹھے ہوئے کھلاڑیوں کی سوچ پڑھ کر معلوم کر لیتا تھا کہ کس کے پاس کون کون سے پتے آئے ہیں۔۔ آہ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کہاں چلی گئیں۔ اگر میں دوبارہ پھر سے مشق شروع کر دوں تو کیا یہ صلاحیتیں مجھے حاصل نہیں ہو سکیں گی؟

اس لمحے مجھے بڑا دکھ ہوا۔ اس لمحے مجھے موم بتی بھی یاد آئی جو کہ اس جہاز میں حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے دل برداشتہ ہو کر تاش کے پتے پھینک دیئے۔

"بس اب بوریت ہو رہی ہے۔ چلو سونیا ذرا باہر کی طرف چلیں۔"

ہم کیبن سے باہر نکلے تو اندھیرا ہو چکا تھا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو کیبن نمبر ایک کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ فرانسس تاش کا شوقین تھا اسی لئے تاش کے پتے پھینٹنے کیلئے اندر رہ گیا۔ میں نے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلو آج کا دن تو کسی طرح گزر ہی گیا۔ رات کو ہم سکون سے سو جائیں گے۔ اس کے بعد پتہ نہیں ایسی بے فکری کی نیند نصیب ہو گی یا نہیں۔"

سونیا نے مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔

"یہ بچے والی بات تمھارے دماغ میں کیسے آ گئی تھی؟"

"بس اچانک ہی آ گئی تھی ورنہ ایسے ہنگاموں میں تو باپ بننے کا ارادہ قطعی نہیں ہے۔"

وہ میرے بازو سے لگ گئی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بڑی محبت سے بولی۔

"میں چاہتی ہوں۔ پہلے میں نے ایک بچے کے بارے میں تو کیا کسی مرد کی قربت کے بارے میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ اتنی بڑی دنیا میں تمھارے جیسے شکست دینے والے مرد سے بھی سابقہ پڑے گا۔ اب بہت جی چاہتا ہے کہ تمھاری ایک نشانی ہو۔ تمھارا دوسرا ایک ننھا سا روپ ہو جسے میں سینے سے لگا کر رکھ سکوں۔"

میں نے فوراً ہی اس سے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"بائی گاڈ میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ مار دھاڑ کرنے والی اور قدم قدم پر موت سے پنجے لڑانے والی سونیا کے اندر بھی ایک عورت اس طرح جاگ سکتی ہے جو پہلے محبوبہ پھر دلہن پھر بچوں کے خواب دیکھ سکتی ہے۔ نہیں سونیا اس آرزو کو دل سے نوچ کر پھینک دو۔ جب کبھی ہم ایک گھریلو زندگی گزاریں گے تب دیکھا جائے گا۔"

سونیا کو شاید میری بات پسند نہ آئی ہو لیکن وہ میرے لئے مسکرانے لگی۔ عورت وہی اچھی لگتی ہے جو مرد کے ہر خیال میں ڈھل جاتی ہے بہرحال ہم نے دوسرے دن شام تک کیسے وقت گزارا، اگر اس کی تفصیل بیان کروں تو میرے پڑھنے والے شاید بور ہو جائیں لہٰذا میں دوسرے دن کی طرف چھلانگ لگاتا ہوں۔

جب جہاز فارموسا کے قریب پہنچنے لگا تو ہم جہاز کے پچھلے حصے میں اس جگہ پہنچ گئے جہاں موٹر بوٹ رکھی ہوئی تھی۔ میں نے موٹر بوٹ کا فیول چیک کیا۔ ایک بڑے سے ٹن میں فاضل پٹرول اور ڈیزل آئل بھی رکھا ہوا تھا۔ ہمارے لیے کھانے کا سامان، دو اسٹین گنیں، دو ریوالور اور ایک لکڑی کے صندوق میں کارتوس کا ذخیرہ رکھ دیا گیا تھا۔ قطب نما اور ایک چھوٹا سا نقشہ میرے پاس تھا۔ سونیا نے اپنے پاس ٹارچ رکھ لی تھی۔ رضا کی اٹیچی اور ایرج کے بریف کیس کو تو ہم چھوڑ ہی نہیں سکتے تھے۔ میں نے اور سونیا نے فرانسس اور اس کے ڈیڈی سے رخصتی کا مصافحہ کیا۔ جہاز کے دوسرے مسافروں کو ہاتھ ہلا کر الوداع کہا پھر موٹر بوٹ میں آکر بیٹھ گئے۔ فرانسس نے اس دروازے کو کھول دیا جو سمندر کی طرف کھلتا تھا۔ اس کے بعد میں نے انجن کو اسٹارٹ کیا۔ اسٹیئرنگ کو سنبھالا پھر محدود رفتار میں اسے آگے بڑھاتے ہوئے یکلخت رفتار بڑھا دی۔ موٹر بوٹ دروازے کے پاس پہنچ کر تیزی سے اچھلی پھر سمندر کی سطح پر آ کر اسی تیز رفتاری سے بھاگنے لگی۔

جہاز کے قریب بڑی بڑی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ وہاں میں نے بڑی مشکل سے اسٹیئرنگ کو کنٹرول کیا۔ جب ہم سمندر کی پرسکون سطح پر پہنچ گئے تو میں نے رفتار کو محدود کرتے ہوئے موٹر بوٹ کو ٹرن کیا اور جہاز کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ لوگ اب جہاز کے عرشے پر پہنچ گئے تھے اور وہاں سے سرچ لائٹ کے ذریعہ روشنی پھینک رہے تھے تاکہ ہمیں اس تاریکی میں دور تک سمندر نظر آتا رہے۔ میں نے اور سونیا نے ہاتھ ہلا کر آخری بار الوداع کہا پھر موٹر بوٹ کو اس طرف گھما دیا جدھر قطب نما کا کانٹا اشارہ کر رہا تھا یعنی ہم شمال کی طرف بڑھ رہے تھے۔

سرچ لائٹ کی روشنی سے دور نکل کر پتہ چلا کہ تاریکی کسے کہتے ہیں۔ پھر ایسی تاریکی جو زمین پر نہ ہو۔ بیکراں سمندر کے سینے پر پھیلی ہوئی ہو۔ اندھیرا آگے بھی تھا اور پیچھے بھی کہیں سے ایک جگنو کی چمک بھی نہ تھی۔ اس گہری تاریکی کی طرح سمندر بھی گہرا تھا۔ سونیا نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"یہاں تو کچھ نظر ہی نہیں آ رہا ہے۔ روشنی میں بیٹھ کر منصوبے بناؤ تو اندھیرے میں اندھے سفر کے خطرات یاد نہیں آتے۔ اُف ایسا لگ رہا ہے جیسے یہ دنیا مر گئی ہو۔ سورج، چاند، ستارے آپس میں ٹکرا کر ختم ہو چکے ہوں، اور ہم دونوں اس کائنات کی گھور تاریکی میں آنکھیں پھاڑے اپنے آپ کو بھی دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہے ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ٹارچ روشن کر دی۔ اس روشنی میں ہم نے موٹر بوٹ کے اس ڈائل اور کانٹے کو دیکھا جو ہمیں فاصلہ بتا سکتا تھا۔ ابھی ہم جہاز سے نکلنے کے بعد صرف دو میل آگے بڑھے تھے۔ بوڑھے اسکیپر نے سمجھایا تھا کہ شمال کی طرف تقریباً چھ میل جانے کے بعد ہم مشرق کی طرف مڑ جائیں۔ تقریباً [illegible] بیس میل کے فاصلے پر وہ تینوں چھوٹے چھوٹے جزیرے [illegible] دے سکتے ہیں۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"بس اب ٹارچ بجھا دو۔ ہمیں اس ٹارچ کو صرف ضرورت کے وقت استعمال کرنا چاہیے۔"

جب اس نے ٹارچ بجھا دی تو میں نے اس سے پوچھا۔

"تم نے ڈیش بورڈ کو دیکھا تھا کہ ہم نے کتنے میل کا سفر طے کیا ہے؟"

"یہ دیکھنا تو تمھارا کام تھا۔ اک ذرا دیر کے لئے تو روشنی کی بھیک ملی تھی اس لئے میں تمھیں دیکھ رہی تھی۔"

ہائے ایسی ٹوٹ کر چاہنے والی کی چاہت ملتی رہے تو مرد تمام مصائب خطرات اور کائنات پر چھا جانے والی اس بیکراں تاریکی کو بھول جاتا ہے۔ وہ میرے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی، میں نے اس سے کہا۔

"سونیا! ذرا میرے قریب آ جاؤ یہ تاریکی چھٹ جائے گی۔"

اس نے پیچھے سے اپنی دونوں باہیں میری گردن میں حمائل کر دیں اس کے ساتھ ہی تنہائی کا احساس مٹ گیا۔ اب اس کے لمس کو پا کر یقین آ رہا تھا کہ اس تاریک کائنات میں میرے علاوہ بھی میری کوئی ہے ایک گھنٹے بعد میں نے پھر اس سے ٹارچ روشن کرنے کے لئے کہا۔ جب ٹارچ روشن ہوئی تو ڈائل کا کانٹا بتلانے لگا کہ ہم چھ میل سے کچھ آگے

نکل آئے ہیں۔ میں نے موٹر بوٹ کو دائیں طرف موڑ دیا اور قطب نما پر نظریں جمائے رکھیں۔ جب اس بات کا یقین ہو گیا کہ ہم صحیح سمت جا رہے ہیں تو سونیا نے ٹارچ بجھا دی۔

پھر تقریباً دو گھنٹے تک ہم اندھیرے میں سفر کرتے رہے۔ موٹر بوٹ کی آواز کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی ہمیں اپنی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ اچانک ہمیں دور بہت دور ٹمٹماتی ہوئی روشنی سی نظر آئی۔ پہلے تو وہ دیئے کی لو کی طرح نظر آتی رہی۔ کچھ آگے بڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ شعلے لپک رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سمندر کی سطح پر آگ نہیں جل سکتی تھی۔ کسی نے کسی جزیرے کے ساحل پر آگ جلا رکھی تھی۔ اتنی زیادہ سردی نہیں تھی کہ لوگ وہاں آگ تاپنے کے لئے بیٹھ جاتے۔ میں نے موٹر بوٹ کی رفتار کو کچھ کم کرتے ہوئے سونیا سے کہا۔

"اس روشنی کا کوئی مقصد ہو سکتا ہے؟"

"ہاں! میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ شاید انھوں نے اس کہر میں بھٹکے ہوئے جہازوں یا لانچوں کو راستہ دکھانے کیلئے وہ آگ جلا رکھی ہے۔"

میں نے موٹر بوٹ کی رفتار کو بالکل ہی سست کرتے ہوئے کہا۔

"میری جان ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کو خاص سگنل دے رہے ہوں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نقشے پر نظر آنے والے وہ تینوں جزیرے بے نام تھے۔ ایسے بے نام جزیرے اسمگلروں کا اڈہ بن جاتے ہیں۔"

"اگر ایسا ہے تو ہم اسمگلروں کے درمیان پھنسنے والے ہیں۔"

"ہم تو پھنستے ہی رہتے ہیں اور پھانستے بھی رہتے ہیں کبھی شکاری شکار سے کھیلتا ہے۔ کبھی خود شکار کے ہاتھوں شکار ہو جاتا ہے۔ اب دیکھیں کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے؟"

جزیرے کے ساحل پر روشن ہونے والا وہ الاؤ لمحہ بہ لمحہ قریب آتا جا رہا تھا۔ میں نے موٹر بوٹ کو دائیں طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"سونیا! میں اس الاؤ سے دور ساحل کے تاریک حصے کی طرف بڑھ رہا ہوں۔ تم ٹارچ کی روشنی ساحل کی طرف پھینکتی رہو۔ اس طرح ہم یہ معلوم کر سکیں گے کہ تاریکی میں کتنی مصیبتیں ہمارے استقبال کیلئے چھپی ہوئی ہیں لیکن ذرا احتیاط سے۔ پہلے موٹر بوٹ پر لیٹ جاؤ پھر ہاتھ کو اونچا کرنے کے بعد ٹارچ کو روشن کرو۔ اس طرح ساحل سے اگر فائرنگ ہوئی تو تمھیں نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگی۔ ہم الاؤ کی روشنی سے دور ہو گئے تھے اور میں موٹر بوٹ کو ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھاتا جا رہا تھا۔ ٹارچ کی روشنی میں کھجور کے اونچے اونچے درخت نظر آ رہے تھے۔ ایک جگہ بانس کے چھوٹے چھوٹے خوبصورت کاٹج بھی نظر آ رہے تھے۔ اس کے بعد ویرانی ہی ویرانی تھی۔ ہم نے ایک گھنٹے میں پورے جزیرے کا طواف کر لیا۔ اس سے پتہ چلتا تھا کہ جزیرہ بہت چھوٹا ہے۔ دنیا گول ہے کے مصداق

جہاں سے ہم چلے تھے پھر وہاں پہنچنے لگے تو دور ہی سے الاؤ کی روشنی دکھائی دی۔ میں موٹر بوٹ کو خشکی پر لے آیا۔

سونیا نے تھوڑی دیر کے لئے ٹارچ بجھا دی۔ میں نے موٹر بوٹ کا انجن بند کر دیا تھا۔ اس طرح گہری تاریکی میں کوئی یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ ہم کتنے فاصلے پر ہیں۔ تھوڑی دیر تک ہم موٹر بوٹ میں بیٹھے اور چپ چاپ اندھیرے کو تکتے رہے۔ پھر ہماری آنکھیں اس تاریکی سے مانوس ہو گئیں۔ ہمارے قریب جو پام کے درخت تھے وہ اب مٹے مٹے سے نظر آ رہے تھے۔ اس سے ہم نے اندازہ لگایا کہ وہاں کے باشندے ہم سے زیادہ تاریکی میں دیکھنے کے عادی ہوں گے۔ ہمیں یہ خوش فہمی ختم کر دینا چاہیئے کہ کوئی ہمیں دیکھ نہیں سکے گا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"تم یہاں بیٹھو میں آگے بڑھ کر دیکھتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہاں قریب ہی کوئی چھوٹی سی بستی ہو گی یا ہو سکتا ہے کہ کسی دشمن کے بجائے کوئی دوست مل جائے۔ آگے بڑھ کر خطرہ مول لینے سے ہی کام بنے گا۔"

"اگر ایسی بات ہے تو میں آگے بڑھ کر دیکھتی ہوں۔"

"نہیں سونیا! کیا تم مجھے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنا کر بٹھانا چاہتی ہو۔ تم ایسی باتیں نہ کرو جس سے میری مردانگی کو ٹھیس پہنچے۔"

"فرہاد! تم بغیر سوچے سمجھے ناراض ہو جاتے ہو۔ یہ نہیں سمجھتے کہ تمھاری دلیری اور مردانگی نے ہی مجھے تمھارے قدموں سے لپٹ کر رہنے پر مجبور کیا ہے۔ میں تو ابھی آگے بڑھنے کے لئے اس لئے کہہ رہی ہوں کہ مجھے یاد آ رہا ہے کہ تھائی لینڈ کے درمیان جتنے جزیرے ہیں وہاں کی زبانیں میں کسی حد تک سمجھتی ہوں۔ اگر ان سے سامنا ہوا تو میں انجان بن کر ان کی باتوں سے اُن کے ارادوں کو سمجھ سکتی ہوں۔"

وہ معقول باتیں کر رہی تھی مگر میں یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ بزدل ہو کر ایک جگہ بیٹھ جاؤں اور عورت کو انجانے خطرات کی طرف دھکیل دوں۔ اگر ہم دونوں ہی آگے بڑھتے تو ہمارے پیچھے وہاں کے باشندے موٹر بوٹ پر قبضہ کر سکتے تھے۔ اس طرح ہمارے فرار ہونے کا وہ واحد سہارا ہاتھ سے نکل جاتا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" سونیا نے کہا۔

"یہی کہ یا تو میں تنہا جاؤں گا یا پھر ہم دونوں ساتھ چلیں گے۔"

"اور یہ موٹر بوٹ؟" اس نے وہی بات پوچھی جو میرے ذہن میں تھی۔ خطرات سے کھیلنے والی وہ عورت بڑی تیزی سے ہر پہلو کا جائزہ لے رہی تھی۔

"دیکھو سونیا! یہ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے تنہا نہیں جانے دو گی۔ تم بھی یہ سمجھ لو کہ میں یہاں بیٹھ کر تمھیں خطرات سے کھیلنے کی اجازت نہیں دوں گا یعنی ہم ایک دوسرے کی حفاظت کرنا اپنا اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں لہٰذا موٹر بوٹ اب یہاں چھوڑ ہی دو۔ ہم سلامت رہیں گے تو

ہمارا راستہ ڈھونڈ لیں گے۔"

یہ طے پانے کے بعد ہم موٹر بوٹ کو کھینچ کر پام کے ایک درخت کے نیچے لائے اور اسے رسی سے باندھ دیا۔ پھر ہم نے اپنی اپنی اسٹین گن شانے پر لٹکائی۔ اٹیچی اور بریف کیس کو اٹھایا۔ سونیا نے ٹارچ لی۔ میں نے بیلچہ ہاتھ میں لے لیا۔ اس کے بعد میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم اسمگلروں کے جال میں پھنس گئے تو بریف کیس اور اٹیچی کا مال ان کے لئے لاکھوں ڈالر کی آمدنی کا باعث بن جائے گا۔ دانشمندی یہ ہے کہ ہم کہیں زمین کھود کر انھیں چھپا دیں۔ اگر حالات سازگار ہوتے تو ہم انہیں وہاں سے نکال لیں گے۔"

"گڈ آئیڈیا!" سونیا نے تائید کی۔ ہم آہستہ آہستہ باتیں کرنے کے دوران ساحل کی طرف محتاط نظروں سے دیکھتے جا رہے تھے۔ اب تک ایک بھی آدمی ہمیں نظر نہیں آیا تھا۔ ساحل سے ذرا دور جب ریتلی زمین ختم ہو گئی اور قدموں تلے بھربھری مٹی محسوس ہونے لگی تو ہم ایک درخت کے نیچے رک گئے۔ اپنا تمام سامان وہاں رکھا۔ میں چاقو کھول کر اکڑوں بیٹھ گیا اور زمین کو کھودنے لگا۔ سونیا اسٹین گن ہاتھ میں لے کر ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ بیلچے کا پھل تیز، نوکیلا اور مضبوط تھا۔ زمین پتھریلی نہیں تھی۔ پندرہ بیس منٹ کی مسلسل مشقت کے بعد میں نے ایک ہاتھ گہرا گڑھا کھود لیا۔ اس کی چوڑائی اتنی رکھی کہ ایک بریف کیس اس میں سما سکے۔

اس کے بعد سونیا آگے آئی۔ اس کی اٹیچی میں بلیک میلنگ کا جتنا مال رکھا ہوا تھا اس نے اسے اٹھا کر بریف کیس میں رکھ دیا۔ بریف کیس سے میرے کپڑے نکال کر اٹیچی میں رکھ دیئے۔ اس کے بعد بریف کیس کو گڑھے کی تہہ میں رکھ کر مٹی سے اسے بھرنے لگی۔ اس دوران میں نے چاقو کی نوک سے درخت کے تنے پر ایک چھوٹا سا کراس بنا دیا۔ تاکہ وقتِ ضرورت اس نشان کے ذریعہ دفن کئے ہوئے بریف کیس کی جگہ معلوم ہو جائے۔

زمین ہموار کرنے کے بعد میں نے ٹارچ سنبھالی۔ سونیا نے اٹیچی اٹھائی اور ہم آگے بڑھ گئے۔ ہم ادھر جا رہے تھے جدھر الاؤ روشن کیا گیا تھا۔ جلد ہی ہم نے اس الاؤ کو دور سے دیکھ لیا۔ اب اس کے شعلے دھیمے پڑ گئے تھے، اور وہاں دو انسانی سائے نظر آ رہے تھے۔ میں نے ایک جگہ رک کر کہا۔

"وہ روشنی میں ہیں ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے۔ کیوں نہ ہم اُس طرف بڑھیں جہاں بانس کے کاٹج نظر آئے تھے۔"

سونیا نے کہا "پتہ نہیں ہم اندھیرے میں کہاں بھٹک جائیں، میرا خیال ہے کہ الاؤ کے پاس صرف وہی دو اشخاص ہیں۔ ہم ان پر بہ آسانی قابو پا سکتے ہیں۔ پھر ان سے اس جزیرے کے متعلق معلومات حاصل کر لینگے۔"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔

"نہیں ہم یہاں کسی کو چھیڑنے میں پہل نہیں کریں گے۔ خاموشی سے کچھ معلومات حاصل ہو جائیں تو بہتر ہے۔"

اُسی وقت وہ دونوں الاؤ کے پاس سے ہٹ گئے اور ایک طرف جانے لگے۔ یہ بہت بُرا ہوا۔ اب ہم اندھیرے میں انھیں دُور تک نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کے باوجود ہمیں بھی اسی سمت آگے بڑھنا پڑا۔ ہم ساری رات ایک ہی جگہ کھڑے نہیں رہ سکتے تھے۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ سونیا نے کہا۔

"میں نے سُنا ہے کہ سائنسدانوں نے ایسی عینک ایجاد کی ہے جسے پہن کر گہری تاریکی میں دیکھا جا سکتا ہے۔"

"اُلو کے دیدوں سے بنائی گئی ہو گی۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "جب بھی کوئی نئی سائنسی ایجاد ہوتی ہے لوگ اس پر یقین نہیں کرتے، اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔"

"تم درست کہتی ہو۔ سائنس نے ایسی حیرت انگیز ترقی کی ہے کہ اب کسی ایجاد پر حیرانی نہیں ہونا چاہیئے۔ ویسے اگر کوئی ایسی عینک ہے تو بھی وہ اس وقت تمھیں اندھیرے میں دیکھنے کے لیے نہیں ملے گی۔ صبر کرو۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْن ....."

وہ چونک کر بولی "ارے یہ تو شاید تم عربی زبان بول رہے ہو۔"

میں حیرانی سے سوچنے لگا کہ میں ایک عربی فقرہ کیسے بول گیا تھا۔ کیا میں ماضی میں یہ زبان جانتا تھا۔ سونیا نے کہا۔

"تم مسلمان ہو اور مسلمانوں کی مقدس آسمانی کتاب عربی زبان میں ہے۔ اس لیے تم نے یہ زبان پڑھی ہو گی۔"

میں نے کہا "یقیناً پڑھی ہو گی۔ اسی لئے بے ساختہ ایک فقرہ میری زبان سے نکل گیا۔ پتہ نہیں میں کیا تھا اور اب کیا بن کر بھٹک رہا ہوں۔ خدا مجھ پر رحم کرے۔"

اچانک مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس تاریکی میں انجانی جگہ ہمیں گفتگو سے پرہیز کرنا چاہیئے تھا۔ گفتگو کی ابتدا سونیا نے کی تھی۔ اس وقت سائنسی ایجادات کے متعلق باتیں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی مگر کچھ بھی ہو، سونیا آخر عورت ہی تھی اور عورت کا پیٹ غیر ضروری باتیں کئے بغیر ہلکا نہیں ہوتا۔ میں نے کہا۔

"بس ہمیں خاموش رہنا چاہیئے۔ ورنہ اندھیرے میں ہم اپنی آواز سے پکڑے جائیں گے۔"

کہتے ہیں کہ خاموشی ہزار بلاؤں کو ٹالتی ہے۔ بروقت ہماری خاموشی نے ہمیں بچا لیا کیونکہ تھوڑی دُور چپ چاپ دبے پاؤں چلتے رہنے کے بعد کسی کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ میرے لیے وہ اجنبی زبان تھی۔ ہم ایک جگہ درخت کے پیچھے ہو گئے۔ میں نے سونیا کے کان میں سرگوشی کی۔

"کیا تم وہ باتیں سمجھ سکتی ہو؟"

اس نے بھی سرگوشی میں جواب دیا "ذرا ٹھہرو، مجھے اچھی طرح سُن لینے دو۔"

ان کی آوازیں ہمارے سامنے سے گزرتی ہوئی بائیں سمت جا رہی تھیں۔ اگر ہم درخت کے پیچھے نہ چھپتے تب بھی وہ ہمیں نہ دیکھ سکتے تھے،

کیونکہ وہ بھی ہمیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ بس ان کی آواز بتا رہی تھی کہ وہ کہاں ہیں اور کدھر جا رہے ہیں۔ ہم بھی دبے قدموں اسی سمت بڑھنے لگے۔ سونیا چپ چاپ بڑی توجہ سے ان کی باتیں سنتی جا رہی تھی۔ کچھ دور چلنے کے بعد ہم رک گئے کیونکہ سامنے بانس کے ایک کاٹج کی کھڑکی سے کیروسین لیمپ کی روشنی باہر آ رہی تھی۔ وہ دونوں کاٹج کے دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ تب سونیا نے مجھے بتایا۔

"وہ دونوں ہمارے ہی بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ وہ اتنی دیر تک ہماری موٹر بوٹ کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ الاؤ کا سگنل پا کر ہم ان کی طرف آئیں گے۔"

ان کے ایسا سوچنے کی کوئی وجہ ہو گی۔"

"ہاں، وہ ہمیں اپنا آدمی سمجھ رہے تھے۔ انھیں بھی کسی موٹر بوٹ کا انتظار ہے۔ اب وہ اس کاٹج میں اپنے کسی صاحب کو رپورٹ دینے گئے ہیں۔"

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ میرا خیال درست نکلا کہ ایسے جزیروں میں اسمگلر پائے جا سکتے ہیں۔ رات کی تاریکی میں کسی موٹر بوٹ کا انتظار کرنا اور اس کے سگنل کے لیے الاؤ روشن کرنا اس بات کی دلیل تھی کہ یہاں شریف آدمیوں سے سامنا نہ ہوگا۔ سونیا نے کہا۔

"تمھارا شبہ درست نکلا۔ یہ کمبخت اسمگلر معلوم ہو رہے ہیں۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"ذرا انتظار کرنا ہوگا۔ ہم حتی الامکان اسی طرح چھپ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ یہاں کتنے لوگ ہیں؟ وہ ہم پر بھاری پڑیں گے یا ہم ان پر غالب آ جائیں گے۔"

باتوں کے دوران ہم کاٹج کے دروازے کی طرف دیکھتے جا رہے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ کاٹج کا دروازہ کھول کر ایک قد آور شخص باہر آیا اور چپ چاپ کھڑا ان دو آدمیوں کی باتیں سننے لگا۔ کھلے دروازے سے لیمپ کی روشنی باہر آ رہی تھی اور وہ اس ملگجی سی روشنی کی طرف پشت کیے کھڑا تھا۔ اس لیے اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اس کے قد اور اس کی جسامت سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ کوئی ہاتھی کا بچہ ہے۔ دور سے ہمیں اس کی غراہٹ سنائی دی لیکن اس نے کیا کہا، یہ سنائی نہ دیا۔ سونیا نے کہا۔

"وہ تو آدمی کے بجائے گینڈا نظر آتا ہے۔ کیسا جنگلی جانور کی طرح غرا رہا ہے۔"

وہ گینڈا پلٹ کر کاٹج کے اندر گیا پھر چند لمحوں بعد وہ کیروسین لیمپ بجھ گیا۔ کاٹج کے اندر اور باہر ایک دم سے گہری تاریکی چھا گئی۔ اب ہمیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"تم اس درخت کے پیچھے رہو۔ میں دوسرے درخت کے پیچھے جا رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس طرح ہم نہیں بچھڑ سکیں گے کیونکہ کسی وقت بھی تم میری بو سونگھ کر میرے قریب آ سکتی ہو۔"

"ہاں تم جاؤ۔ یہ اندھیرا مجھے تمھارے پاس آنے سے نہیں روک سکتا۔"

میں دبے قدموں چلتا ہوا اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتا ہوا سونیا سے ذرا دور ایک درخت کے پیچھے پہنچ گیا۔ اب ان لوگوں کے قدموں کی آہٹ سے یا ان کی باتوں سے پتہ چل سکتا تھا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔ میں تقریباً دس منٹ تک چپ چاپ درخت کے پیچھے کھڑا رہا۔ اندھیری رات، خاموشی اور تنہائی میں دس منٹ دس صدی کی طرح گزرے۔ میں نے بیزار ہو کر سوچا کہ اب کوئی خطرہ مول لے لینا چاہیے ورنہ اسی طرح کھڑے کھڑے زندگی گزر جائے گی۔ کیوں نہ میں کاٹج کے قریب پہنچ کر یہ معلوم کروں کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ لیکن میں اپنی سوچ پر عمل نہ کر سکا۔ اسی وقت دور پیچھے کی طرف سے آواز سنائی دی۔

"اجنبی دوستو! تم میں سے ایک کے ہاتھ میں ٹارچ ہے اسے روشن نہ کرنا ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔"

میں فوراً ہی گھوم کر اس درخت کے دوسری طرف چلا گیا۔ مجھے پھر آواز سنائی دی۔

"مجھ سے چھپنا فضول ہے اس لیے کہ میں دن کے اجالے کی طرح رات کی تاریکی میں بھی دیکھ لیتا ہوں۔"

اب میں اسے الو تو نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ الو انگریزی نہیں بولتے۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ اتنی گہری تاریکی میں اس نے مجھے اپنی پوزیشن بدلتے دیکھ لیا تھا۔ آواز سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ بہت دور ہے اور نہ جانے اتنی دور سے کیسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آواز پھر سنائی دی۔

"لڑکی! میں تمھیں بھی دیکھ رہا ہوں۔ تم درخت کے پیچھے چھپی ہوئی ہو لیکن تمھاری اسٹین گن نظر آ رہی ہے اور اسی زمین پر رکھی ہوئی ہے۔"

میں شدید حیرانی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ کیا یہ یقین کرنے کی بات تھی کہ کوئی انسان اندھیرے میں اتنے واضح طریقے سے دیکھ سکتا ہے؟ مجھے سونیا کی بات یاد آ گئی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے کہا تھا کہ سائنسدانوں نے ایسی عینک ایجاد کی ہے جسے پہن کر تاریکی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کیا وہ اندھیرے کا شیطان ایسی ہی کوئی عینک لگا کر ہمیں دیکھ رہا ہے؟ میں نے اسے مخاطب کیا۔

"تم کون ہو؟ اگر تم اندھیرے میں دیکھ سکتے ہو تو ہمیں بھی ٹارچ روشن کر کے دیکھنے دو۔"

اس بار مجھے اپنے دائیں طرف ذرا دور سے آواز سنائی دی۔

"معلوم ہوتا ہے کہ تم ابھی بچے ہو، یا پھر مجھے نادان بچہ سمجھتے ہو۔ تمھارے ہاتھوں میں اسٹین گن دیکھ کر کوئی احمق بھی خود کو تمھارے سامنے ظاہر نہیں کرے گا۔ اگر تم دوست بننا پسند کرتے ہو تو پھر اسٹین گن کو پھینک دو اور چپ چاپ اپنی بے بی فرینڈ کے ساتھ کاٹج میں چلے آؤ۔"

میں نے اسے جواب دیا۔

"ہتھیار اس لیے نہیں اٹھاتے جاتے کہ دشمن کا مشورہ مان کر اسے پھینک دیا جائے۔ پہلے ہم یہ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ واقعی ہم سے دوستی کا سلوک کیا جائے گا اور یقین اسی طرح کیا جا سکتا ہے کہ دوستانہ ماحول میں ہم سب کے پاس ہتھیار موجود رہیں۔"

دوسری طرف سے قہقہے کی آواز سنائی دی۔

"تم اس طرح شرط منوا رہے ہو جیسے بہت بڑی فوج لے کر ہم پر حملہ کرنے آئے ہو۔ نادانوں جیسی باتیں نہ کرو۔ تمھاری بھلائی اسی میں ہے کہ ہتھیار پھینک کر وہی کرو جو میں کہتا ہوں یعنی کاٹج میں چلے جاؤ۔"

میں نے کہا "تمھاری گفتگو کا انداز دوستانہ نہیں تحکمانہ ہے اور میں کسی کا حکم ماننے کے لیے پیدا نہیں ہوا۔ میں دوستی کی شرائط پر ہی ہتھیار سے الگ کر سکتا ہوں۔ ہمارے قبیلے کا دستور ہے کہ جب فریقین کے درمیان کوئی بات نہیں بنتی تو ہم اپنا اپنا رومال ایک جگہ رکھ دیتے ہیں۔"

پتہ نہیں میرا قبیلہ کون سا تھا۔ بظاہر میں نے بے تکی سی بات کی تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ سونیا میری باتوں کے پیچھے چھپے ہوئے مقصد کو سمجھ رہی تھی۔ اجنبی نے دور کہیں سے پوچھا۔

"تمھارے قبیلے کا یہ کیسا دستور ہے؟ اگر ہم اور تم اپنا اپنا رومال ایک جگہ رکھ دیں گے تو کیا اس سے دوستی قائم ہو جائے گی؟"

"ہاں ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ رومال سے رومال مل جائے تو ہاتھ سے ہاتھ اور دل سے دل بھی مل جاتے ہیں۔"

اس کے قہقہوں کی آواز سنائی دی۔

"معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی قدیم جنگلی قبیلے سے تعلق رکھتے ہو۔ ویسے تمھارا یہ عقیدہ میرے لیے بے ضرر ہے لہٰذا میں اسے مانے لیتا ہوں۔ تم انتظار کرو میں ابھی بتاؤں گا کہ میں نے اپنا رومال کہاں رکھا ہے۔"

میں انتظار کرنے لگا۔ اتنی دیر تک اس سے گفتگو کرنے کے بعد اس بات کا اندازہ ہوا کہ وہ تنہا ہمیں کنٹرول کرنا چاہتا ہے۔ یا تو اس کے دوسرے ساتھی نہیں ہیں یا اگر ہیں بھی تو وہ اندھیرے میں اس کی طرح دیکھ نہیں سکتے اور کسی بھی آتشی اسلحہ سے اس تاریکی میں ہمارا نشانہ نہیں لے سکتے۔ لہٰذا آج کی رات صرف اسی ایک اجنبی سے نمٹنا ہوگا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی۔

"تمھارے اور تمھاری بے بی فرینڈ کے ٹھیک سامنے تقریباً پندرہ قدم کے فاصلے پر ایک درخت ہے۔ میں نے وہاں اپنا رومال رکھ دیا ہے۔ جاؤ اب تم میرے رومال سے اپنا رومال ملا لو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمھارے عقیدے میں کتنی سچائی ہے؟"

میں نے سونیا کو آواز دی۔ اس سے اشارتاً کہا۔

"جاؤ سونیا ہمارے دستور کے مطابق پہلے عورت کو وہ رومال اٹھانا چاہیے۔ اسے سونگھ کر دیکھو کہیں اس میں رومال والے کے پسینے کی بو تو نہیں ہے؟"

یہ کہہ کر میں اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ دیکھیں اب سونیا کیا کرتی ہے؟ ویسے تو میں نے واضح طور پر اشارہ دے دیا تھا کہ اس اندھیرے میں اب وہی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر سکتی ہے۔ مجھے اس اجنبی کی آواز سنائی دی۔

"یہ تمھاری ساتھی بڑی سمجھدار ہے۔ شاید کہیں گوریلا جنگ میں حصہ لے چکی ہے۔ یہ ہاتھوں میں اسٹین گن لیے زمین پر اوندھی لیٹی ہوئی بڑی پھرتی سے رومال کی طرف رینگتی جا رہی ہے۔ میں اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا ہوں۔ اب وہ رومال اٹھا کر درخت کے پیچھے چلی گئی ہے۔ ہاں ہاں چھپ کر دیکھ لو، سونگھ لو میں نے یول ڈی لن کی خوشبو لگائی ہے۔ وہی خوشبو تمھیں رومال میں ملے گی۔"

اس کے جواب میں سونیا کی آواز سنائی دی۔

"واقعی بہت اچھی خوشبو ہے۔ اب یہ خوشبو تمھارے ہاتھ سے ریوالور گرا دے گی۔ اگر تم اندھیرے میں دیکھ سکتے ہو تو میں بھی تمھیں اندھیرے میں دیکھ کر فائرنگ کر سکتی ہوں، چلو اب سنبھل جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ اس کے ساتھ ہی اس اجنبی کی چیخ اور غراہٹ سنائی دی۔ اس کے چیخنے کے دوران میں نے سونیا کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنی۔ جدھر سے چیخ کی آواز سنائی دی تھی ادھر وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی گئی۔ پھر ایک جگہ قدموں کی آواز تھم گئی۔ اجنبی غرا کر کہہ رہا تھا۔

"سور کی بچی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم لوگوں نے میری دوستی کو ٹھکرا کر مجھے دھوکہ دیا ہے۔"

میں نے درخت کے پیچھے سے چلا کر کہا۔

"بچی کے سور باپ یہی ہمارے قبیلے کا دستور ہے۔ اندھیرے میں تمھارے پاس ایک حربہ تھا اس لیے ہمارے قبیلے کی بچی بھی اپنا ایک حربہ استعمال کر رہی ہے۔ اسے دھوکہ نہیں مصلحت اندیشی کہو۔ اب تم جہاں جاؤ گے وہیں تم پر گولیاں برسیں گی۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر اجنبی نے کسی درخت کے پیچھے سے کہا۔

"تم مجھے محض دھمکی دے رہے ہو۔ اس لڑکی نے اتفاقاً اسی جگہ فائر کیا جہاں میں کھڑا ہوا تھا۔ یہ ناممکن سی بات ہے کہ جو لڑکی اندھیرے میں اب تک اندھی بنی ہوئی تھی وہ اب اندھیرے میں دیکھ کر فائر کر سکتی ہو۔"

میں نے کہا "سانچ کو کیا آنچ؟ تم ذرا اپنی جگہ سے ادھر سے ادھر ہو کر دیکھ لو۔ اب یہ لڑکی گولیوں کی زبان سے بات کرے گی۔"

پھر ذرا دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد رات کے سناٹے میں دھپ کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے کہا۔

"تم نے مجھے سوّر کی بچی کہا ہے اس لیے میں تمھیں ڈیڈی کہتی ہوں۔ پیارے ڈیڈی تم کوئی پتھر پھینک کر یہ نہیں سمجھا سکتے تو تم نے اپنی موجودہ جگہ بدل دی ہے۔ میں تمھاری طرح صاف طور سے دیکھ رہی ہوں تم اسی جگہ کھڑے ہو۔"

سونیا اب اسے یہی تاثر دے رہی تھی کہ وہ بھی اندھیرے میں دیکھ رہی ہے حالانکہ وہ صرف بُو سُونگھ کر اس کی موجودہ پوزیشن کو سمجھ رہی تھی۔ اس نے پھر کہا۔

"سنو۔ میں زیادہ دیر انتظار نہیں کروں گی۔ دس تک گنوں گی۔ اگر تم نے اپنا ریوالور میری طرف نہ پھینکا تو میں لگاتار فائرنگ کرتی ہوئی تمھارے سامنے پہنچ جاؤں گی۔ تمھیں ریوالور استعمال کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔۔۔۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر گننے لگی۔ گنتی چھ تک پہنچی تو اجنبی نے فیصلہ کر لیا کہ ریوالور نہیں دے گا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ اسے بے وقوف بنایا جا رہا ہے لہٰذا سونیا کے "سات" کہتے ہی وہ کاٹج کی طرف بھاگنے لگا۔ اس کے دوڑتے ہوئے قدموں کے ساتھ ہی فائرنگ شروع ہو گئی۔ پھر اس اجنبی کی چیخ سنائی دی۔ دھپ سے اس کے گرنے کی آواز آئی اور میں نے آواز کی سمت ٹارچ روشن کر دی۔ وہ زمین پر اوندھا پڑا تڑپ رہا تھا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر اس سے ذرا دور ایک چھوٹے سے پتھر کے پاس پڑا ہوا تھا۔ وہ زخمی درندے کی طرح غرّاتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ جب ٹارچ روشن ہوئی اور اسے ریوالور نظر آیا تو وہ زمین پر گھسٹتا ہوا ریوالور کی طرف بڑھنے لگا۔ اس وقت تک میں بھی بڑھتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری وہ جنگلی بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا ایک طرف الٹ گیا۔ میں نے فوراً ہی ٹارچ بجھا کر ریوالور کو زمین سے اٹھا لیا۔

جب ٹارچ بجھانے کے بعد دوبارہ گہری تاریکی چھا گئی تب میں نے ایک خاص بات دیکھی۔ اس اجنبی کی آنکھیں اندھیرے میں جنگلی بلّے کی طرح چمک رہی تھیں۔ میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ اس نے کسی سائنسداں کی ایجاد کی ہوئی اندھیرے میں دیکھنے والی عینک پہن رکھی ہے لیکن وہاں تو اس کی آنکھیں ہی بتا رہی تھیں کہ وہ اندھیرے میں دیکھنے کی قدرتی صلاحیت رکھتا ہے۔ میں نے اسے ایک ہلکی سی ٹھوکر مار کر کہا۔

"اٹھو جنگلی بلّے اور اپنے آدمیوں سے کہو کہ کاٹج کا لیمپ روشن کر دیں۔"

وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے بولا۔

"میری دونوں ٹانگوں پر گولیاں لگی ہیں، میں اٹھ نہیں سکتا۔"

"کوئی بات نہیں پہلے اپنے آدمیوں سے لیمپ روشن کرنے کے لیے کہو۔ پھر وہ تمھیں اٹھا کر کاٹج میں لے جائیں گے۔"

وہ دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر بیٹھ گیا۔ پھر بلند آواز سے مقامی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ میں مطمئن تھا کہ سونیا اس کی باتوں کو سمجھ رہی ہے۔ وہ کچھ کہنے کے بعد مجھ سے مخاطب ہوا۔

"مسٹر! یہاں کے لوگ انگریزی زبان نہیں سمجھتے اس لیے میں نے ان کی زبان میں انھیں سمجھا دیا ہے کہ وہ تمھارے حکم کی تعمیل کریں۔ میرا خیال ہے کہ تم یہ زبان سمجھتے ہو گے؟"

"نہیں ہم یہ زبان نہیں جانتے۔ پتہ نہیں تم نے اس زبان میں ہمیں کتنی گالیاں دی ہیں۔"

"میں نے تم دونوں کے خلاف کچھ نہیں کہا ہے۔ مجھ پر اعتماد کرو۔"

"ضرور، ہم تو اعتماد کر رہے ہیں مگر یہ بھی سمجھ لو کہ ہمارا اعتماد توڑنا بھی تمھیں کتنا مہنگا پڑے گا۔"

دور کاٹج میں جب لیمپ روشن ہو گیا تو سونیا نے مجھ سے کہا۔

"اب اس کے آدمی اسے اٹھانے آئیں گے لہٰذا ہم اس سے ذرا دور کھڑے رہیں گے۔ فرہاد تم ادھر چلے آؤ۔"

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ اس زخمی سے ذرا اور دور ہٹ کر آہستگی سے بولی۔

"یہ کمبخت مقامی زبان میں کہہ رہا تھا کہ لیمپ روشن کرنے سے پہلے دو آدمی اسٹین گن لے کر کاٹج کے اندر چھپ جائیں۔ اب لیمپ روشن ہو چکا ہے۔ دو آدمی یقیناً وہاں چھپے ہیں۔ اب بتاؤ کیا کرنا چاہتے ہو؟"

میں کاٹج کی طرف دیکھنے لگا۔ وہاں سے چار آدمی اسٹریچر لیے اپنے زخمی صاحب کو اٹھانے آ رہے تھے۔ میں نے بھی آہستگی سے کہا۔

"کرنا کیا ہے ان دو چوہوں کو ان کے بل سے نکالنا ہے۔"

سونیا نے میرے بازو سے لگ کر پوچھا۔

"کیا میں یہ ظاہر کر دوں کہ میں ان کی زبان جانتی ہوں؟"

"نہیں یہ مناسب نہیں ہوگا۔ انھیں یہی سمجھنے دو کہ ان کی زبان ہمارے پلے نہیں پڑتی۔ جب ہم کاٹج کے سامنے پہنچیں گے تو اس زخمی کو کاٹج کے اندر جانے سے روک دیں گے۔ تم اسے یہی فریب دینا کہ تم صرف اندھیرے میں ہی نہیں روشنی میں بھی چھپے ہوئے لوگوں کو دیکھ لیتی ہو۔"

اب اس زخمی گینڈے کو اٹھا کر اسٹریچر پر ڈالا جا رہا تھا۔ میں نے اور سونیا نے انھیں اسٹین گن سے کور کرتے ہوئے کہا۔

"اسے اٹھا کر آہستہ آہستہ آگے بڑھو۔ اگر ہماری مرضی کے خلاف کسی نے کوئی حرکت کی تو ہم بے دریغ فائرنگ شروع کر دیں گے۔"

وہ ہمارے حکم کے مطابق اسٹریچر اٹھا کر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ کاٹج کے برآمدے میں پہنچ کر سونیا نے اچانک ہی حکم دیا۔

"ٹھہر جاؤ۔ اسٹریچر کو یہیں برآمدے میں رکھ دو۔"

وہ زخمی گینڈا سوالیہ نظروں سے سونیا کو دیکھنے لگا۔ سونیا نے کہا۔

"تم صرف اندھیرے میں چھپے ہوئے دشمنوں کو دیکھ سکتے ہو۔ میں اپنے قبیلے کے دستور کے مطابق دشمن کے ایک رُومال کے ذریعہ روشنی میں بھی چھپے ہوئے دشمنوں کو دیکھ سکتی ہوں۔ اس کاٹج کے اندر تمھارے دو آدمی چھپے ہوئے ہیں اگر وہ فوراً ہی باہر نہ آئے تو میں تمھیں اس اسٹین گن سے بھون کر رکھ دوں گی۔"

وہ بڑی بے بسی سے اسٹین گن کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا کہ یہ لڑکی ہے کیا بلا؟ میں نے اس کے کھلے ہوئے منہ میں اسٹین گن کی نال کو ٹھونستے ہوئے کہا۔

"سوچتے کیا ہو؟ کیا مرنا چاہتے ہو؟"

وہ دہشت زدہ ہو کر انکار میں سر ہلانے لگا۔ میں نے اس کے منہ سے اسٹین گن کی نال نکال لی تو اس نے تھراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"جارج۔ مائیک! تم دونوں اپنے ہاتھ اٹھا کر فوراً باہر آ جاؤ۔"

اس کا حکم سنتے ہی کاٹج کے اندر بڑبڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ اس کے بعد دو سُرخ چہروں والے انگریز اپنے ہاتھ اٹھا کر باہر آ گئے۔ اس کے بعد میں نے مقامی آدمیوں سے کہا کہ وہ زخمی کو اٹھا کر اندر لے جائیں۔ وہ انگریزی زبان تو نہ سمجھ سکے مگر میرے ہاتھ کا اشارہ سمجھ کر اسے اندر لے جانے لگے۔ میں نے آگے بڑھ کر جارج اور مائیک کی تلاشی لی۔ ایک کی جیب سے چاقو اور دوسرے کی جیب سے چھوٹا سا پستول نکلا۔ میں نے دونوں چیزوں کو اپنے قبضے میں لیتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں یہاں کھڑے رہو۔ اگر کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو ہم تمھارے باس کو ختم کر دیں گے۔"

ان میں سے ایک نے کہا۔

"وہ بہت زخمی ہے، ہمیں مرہم پٹی کرنے دو۔"

"ضرور کرنا۔ ابھی ہم تمھیں اندر بلائیں گے۔"

میں انھیں وہیں چھوڑ کر کاٹج کے اندر چلا گیا۔ سونیا ان دونوں کو اسٹین گن کی زد میں لئے کھڑی تھی۔ اندر وہ چاروں مقامی باشندے اپنے زخمی صاحب کو اسٹریچر سے اٹھا کر پلنگ پر ڈال رہے تھے۔ ان کے پاس ہتھیار نہیں تھے۔ شاید ان کے انگریز آقا انھیں صرف غلام بنائے رکھنے کے لیے نہتا رکھتے تھے۔ میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا اور اشاروں کی زبان سے سمجھایا کہ وہاں کوئی دوسرا لیمپ ہو تو اسے روشن کیا جائے۔

فوراً ہی میرے حکم کی تعمیل کی گئی۔ پھر میں نے اسے کہا کہ وہ لیمپ اٹھا کر میرے آگے آگے دوسرے کمرے میں چلے۔ وہ دو کمروں کا ایک کاٹج تھا۔ میں نے دوسرے کمرے کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد کچن اور باتھ روم کو بھی دیکھا۔ کاٹج کی پچھلی طرف کھلنے والے ایک دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد زخمی گینڈے کے کمرے میں آ کر ان دو اسٹین گنوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا جنھیں جارج اور مائیک وہاں چھوڑ گئے تھے۔ اس کے بعد سونیا کو آواز دی۔

"سونیا! اُن دونوں کو اندر لے آؤ۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اس کی مرہم پٹی کریں گے۔"

وہ دونوں اندر آ گئے۔ سونیا اسٹین گن اٹھائے دروازے پر کھڑی ہو گئی۔ میں نے ایک انگریز سے پوچھا۔

"مائیک! فرسٹ ایڈ باکس کہاں ہے؟"

"دوسرے کمرے میں۔" مائیک نے جواب دیا۔ "میں ابھی لے کر آتا ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے اس کے سینے پر اسٹین گن کی نال رکھ کر اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"اتنی تیزی نہ دکھاؤ۔ کسی مقامی آدمی سے کہو وہ لے آئے گا۔"

مائیک نے بے بسی سے مجھے گھور کر دیکھا، پھر پوچھا۔

"کیا تم مرہم پٹی کرو گے؟"

"نہیں۔" میں نے کہا "تم کرو گے۔"

اس نے مجھے تھینک یو کہہ کر ایک مقامی آدمی کو فرسٹ ایڈ باکس لانے کے لئے کہا۔ پتہ نہیں وہ زبان کیسی تھی کہ وہ صرف ایک فرسٹ ایڈ باکس لانے کے لئے بڑی لمبی بات کر رہا تھا۔ جب وہ آدمی حکم کی تعمیل کرنے چلا گیا تو میں نے مائیک سے کہا۔

"تم اسے کونسی لمبی چوڑی بات سمجھا رہے تھے؟"

"کچھ نہیں۔ تم خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہو۔ میں اسے سمجھا رہا تھا۔ فرسٹ ایڈ باکس کہاں رکھا ہے تاکہ اسے زیادہ تلاش نہ کرنا پڑے۔"

میں نے سونیا کی جانب دیکھا۔ وہ مطمئن نظر آ رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ مائیک نے اس آدمی کو ہمارے خلاف کوئی بات نہیں سمجھائی ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ دوسرے کمرے سے ایک بڑا سا فرسٹ ایڈ باکس اٹھا کر لے آیا۔ مائیک اسے لینے کے لئے فوراً آگے بڑھا۔ میں نے للکار کر کہا۔

"ہالٹ۔ میں تمھیں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں کہ زیادہ چالاکی نہ دکھاؤ۔ چلو پیچھے ہٹ جاؤ۔"

وہ پیچھے ہٹتے ہوئے غصے سے کہنے لگا۔

"ایک انسان زخموں کی تکلیف سے تڑپ رہا ہے۔ اسے فوراً ہی میڈیکل ایڈ ملنا چاہیئے اور تم خواہ مخواہ دیر کر رہے ہو۔"

"تم مجھے دیر کرنے پر مجبور کر رہے ہو۔ اگر فوراً ہی اپنے ساتھی کی مدد کرنا چاہتے ہو تو بلا چوں و چرا دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ میری بات ماننے پر مجبور تھا۔ زیرِ لب بڑبڑاتا ہوا دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ اس آدمی نے فرسٹ ایڈ باکس کو پلنگ کے سرہانے والی میز پر رکھ دیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کو کھولا۔ اس کے مختلف خانوں میں ڈھیر ساری دوائیں اور مرہم پٹی کا سامان رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کے نچلے خانے میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولنا چاہا تو بلا تکلف ایک ریوالور

میرے ہاتھ میں آگیا۔ میں نے پیچھے ہٹ کر اس ریوالور کو خالی کیا۔ کارتوس جیب میں رکھے پھر ریوالور کو ایک گوشے میں پھینک کر کہا۔

"چلو اب اس کی مرہم پٹی کرو۔"

مائیک اور جارج نے مجھے غصہ سے دیکھا پھر آگے بڑھ کر اپنے باس کی ایک ایک ٹانگ سنبھال لی اور اس کی مرہم پٹی کرنے میں مصروف ہو گئے۔ میں نے پوچھا۔

"تمہارے اس گینڈے باس کا کیا نام ہے؟"

"یہ مسٹر بولڈمین ہیں۔"

"اس جزیرے میں تم کُل کتنے آدمی ہو؟"

"مقامی باشندے تقریباً پچاس ہیں اور ہم تین ہیں۔"

میں نے جارج کی گردن پر اسٹین گن کی نال رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے جھوٹ بولو گے تو میں جہنم میں پہنچا دوں گا۔ سچ سچ بتاؤ تم گوری چمڑی کے لوگ تعداد میں کتنے ہو؟"

"میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں ہم صرف تین ہیں۔"

میں نے اسٹین گن کے دستے سے اس کے سر پر ایک ضرب لگائی۔ وہ بستر سے الٹ کر فرش پر جا پڑا۔ پھر میں نے مائیک سے کہا۔

"کیا تم نے ہمیں اپنا رشتہ دار سمجھ کر ساحل پر الاؤ روشن کیا تھا۔ ہم اتنے نادان نہیں ہیں کہ اس الاؤ کے سگنل کو نہ سمجھتے۔"

مائیک نے سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم بحری پولیس کے آدمی ہو؟"

"نہیں ہم بھٹکے ہوئے مسافر ہیں تم میرے سوال کو نہ ٹالو جواب دو۔"

مائیک نے فرش پر پڑے ہوئے جارج کو دیکھا جو بیہوش ہو چکا تھا۔ اسے اپنا بھی انجام سامنے نظر آیا تو اس نے کہا۔

"ہم کل چھ آدمی ہیں۔ باقی تین آدمی موٹر بوٹ کے ذریعہ آنے والے تھے۔"

"پھر وہ کیوں نہیں آئے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ جب وہ آئیں گے تو وجہ معلوم ہوگی۔ بعض اوقات وہ لیٹ ہو جاتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ایک رات نہ آئیں تو پھر دوسری رات کو پہنچتے ہیں۔"

"وہ کس ملک سے آئیں گے؟"

وہ جواب دینے سے ہچکچانے لگا۔ اس نے اپنے باس بولڈمین کی طرف دیکھا۔ بولڈمین نے نقاہت سے کہا۔

"ہمارا کاروبار ہانگ کانگ سے ہوتا ہے۔"

"ہانگ کانگ سے تم کیا لاتے ہو؟"

"یہ پوچھ کر تم کیا کرو گے۔ تم پولیس کے آدمی تو نہیں ہو۔"

"میں صرف معلومات حاصل کرنے کیلئے پوچھ رہا ہوں۔ تم دوست بنانا چاہتے تھے ہو سکتا ہے کہ ہم دوست بن کر تمہارے کام آسکیں۔"

بولڈمین نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"میں بھی دوستی کرنا چاہتا ہوں اس لئے تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم تھائی لینڈ سے افیون لے کر ہانگ کانگ جاتے ہیں۔ ہانگ کانگ میں انڈیا سے جو چرس آتی ہے اسے ہم فارموسا اور جاپان وغیرہ کی طرف اسمگل کرتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ تم یہاں بیٹھ کر فارموسا اور جاپان دونوں کی بحری پولیس سے نمٹتے رہتے ہو۔"

"دونوں سے نہیں۔" بولڈمین نے کہا۔ "فارموسا کی پولیس کو ہم نے اپنے ہاتھوں میں کر لیا ہے۔ ہم انھیں بڑی بڑی رقمیں ادا کرتے ہیں ہو جاپان کی بحری پولیس بہت سخت ہے۔ اکثر اس سے ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے۔"

اس وقت تک اس کی دونوں ٹانگوں کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ میرے حکم پر ایک مقامی باشندہ ایک بڑی سی مضبوط رسی لے آیا۔ میں نے اپنی اسٹین گن سونیا کے قریب رکھ کر جارج اور مائیک کے ہاتھ پاؤں اس رسی سے باندھ دیئے۔ اس کے بعد مقامی باشندوں سے کہا کہ انھیں گھسیٹتے ہوئے لے جا کر باتھ روم میں بند کر دیں۔ بولڈمین نے اعتراض کیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے مسٹر! ابھی تو تم نے کہا تھا کہ دوستی کرو گے۔"

"ہم دوستی ہی نبھا رہے ہیں۔ تم خود غور کرو پہلی بار تم نے اندھیرے میں دیکھنے والی صلاحیت سے فائدہ اٹھا کر ہمیں دوستی کا فریب دینا چاہا۔ دوسری بار ہم پر قابو پانے کے لیے تمہارے دو آدمی اس کاٹیج میں چھپ گئے۔ تیسری بار ہمیں ختم کر دینے کے لئے فرسٹ ایڈ باکس میں ریوالور رکھ کر منگوایا گیا۔ جب دوستی کے اصول یہی ہیں تو ہمیں بھی انہی اصولوں پر چلنے دو۔"

اسے معقول جواب دے کر میں باتھ روم کی طرف گیا۔ جارج ابھی تک بیہوش تھا۔ مائیک مقامی آدمیوں سے ان کی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ شاید اپنے ہاتھ پاؤں کھولنے کے لئے کہہ رہا تھا لیکن وہ لوگ سہمے ہوئے ایک طرف کھڑے ہوئے تھے اگرچہ وہ انگریز ان کے آقا تھے لیکن حاکم تو وہی ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں بندوق ہوتی ہے۔ اسی لئے میرا حکم چل رہا تھا۔ میرے سامنے ان دونوں کو گھسیٹ کر باتھ روم میں ٹھونس دیا گیا ان کے منہ میں کپڑے بھی ٹھونس دیئے گئے اور اوپر سے پٹی باندھ دی گئی۔ پھر میں نے باتھ روم کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔

جب میں ان آدمیوں کے ساتھ دوسرے کمرے میں واپس آیا تو بولڈمین آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"یہ تم بار بار اپنی آنکھیں کیوں بند کر لیتے ہو؟ کیا تکلیف زیادہ ہو رہی ہے؟"

"ہاں تکلیف کی شدت سے بار بار آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ذرا اپنی آنکھیں کھولو میں انھیں غور سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں مگر زیادہ دیر تک کھلی نہ رکھ سکا۔ جب آنکھیں دوسری بار بند ہو گئیں تو میں نے کہا۔

"تو روشنی میں نہیں دیکھ سکتا۔ اسی طرح تم بھی لیمپ کی روشنی میں بند کر لیتے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تم دن کے وقت کیسے دیکھتے ہو؟"

"میں دن کے وقت تاریک شیشوں کی عینک لگائے رکھتا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "تمہاری آنکھیں بڑی عجیب ہیں۔ میں انھیں نکال کر سائنسدان کو تجربے کے لیے دوں گا۔"

اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

"نن۔ نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ ظلم ہے۔ کسی زندہ انسان کی آنکھیں نکال کر تجربہ نہیں کیا جاتا۔"

"تم اپنی آنکھیں نکال کر تجربے کے لئے دو گے تو ساری انسانیت کا بھلا ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر وغیرہ تجربات کے بعد آپریشن کے ذریعے انسانوں کی آنکھوں میں بھی یہی صلاحیتیں پیدا کر دیں۔ اس طرح ساری دنیا میں تمہارا نام روشن ہو جائے گا۔"

میں نے مقامی آدمیوں سے کہا کہ بولڈمین کے دونوں ہاتھ پلنگ سے باندھ دیں۔ یہ کہہ کر میں نے اپنی جیب سے چاقو نکال لیا۔ میں اس کی آنکھیں نہیں نکالنا چاہتا تھا۔ صرف دہشت زدہ کرنا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کرنا چاہتا تھا کہ میں کتنا ظالم ہوں کسی وقت بھی کوئی بھی ظالمانہ حرکت سے باز نہیں آسکتا۔ اسے خوفزدہ کرنے کے بعد میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ یہاں صرف چھ آدمی جاپان کی منظم بحری پولیس کا مقابلہ کس طرح کرتے ہیں لیکن میرے پوچھنے سے پہلے ہی وہ خوف سے لرزتے ہوئے بولا۔

"مم... میری آنکھیں نہ نکالو میں سچ سچ بتا دیتا ہوں۔ میری آنکھیں عام انسانوں جیسی ہیں۔ یہ... یہ جو تم دیکھ رہے ہو یہ ایکسٹرا آئی لینس ہیں۔ رات کے وقت میں انھیں اپنی آنکھوں میں سیٹ کر لیتا ہوں۔"

میں اور سونیا ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھنے لگے۔ پھر سونیا نے اپنی آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں فرہاد! میں نے کیا کہا تھا۔ عینک نہ سہی لینس ہی سہی۔ انہوں نے اندھیرے میں اندھے پن کا علاج ڈھونڈ نکالا ہے۔"

میں نے بولڈمین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"فوراً یہ آئی لینس اپنی آنکھوں سے نکالو میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے دو آدمیوں سے کہا کہ اس کے ہاتھ کھول دیئے جائیں۔ وہ بہت مجبور تھا۔ میرے کسی حکم سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے ہاتھ کھلنے کے بعد پہلے تو وہ مجھے ٹالنے کی کوشش کرتا رہا پھر اس نے وہ آئی لینس آنکھوں سے نکال کر میری طرف بڑھا دیئے میں نے انھیں اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے رومال سے صاف کیا۔ میں پہلے بھی آئی لینس استعمال کر چکا تھا اور انھیں آنکھوں میں لگانے کا طریقہ جانتا تھا۔ میں نے ذرا سی کوشش کے بعد انھیں اپنی دونوں آنکھوں میں سیٹ کر لیا۔ پھر دروازے پر آکر باہر دور تک پھیلی ہوئی تاریکی میں دیکھنے لگا۔

واقعی انسان کا دماغ کیسی کیسی حیرت انگیز چیزیں ایجاد کر لیتا ہے آدم کی اولاد سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ اگر دور تک پھیلی ہوئی تاریکی میں کہیں کوئی شیطان چھپا ہوتا تو میں اسے بھی دیکھ لیتا کیونکہ حدِ نظر تک مجھے ہر چیز واضح طور پر نظر آرہی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے دن کا اُجالا تو نہیں تھا مگر دور تک ہلکی ہلکی نیلی نیلی سی روشنی تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے خوابگاہ میں ہلکی نیلی خواب آور روشنی ہوتی ہے۔ سونیا نے دروازے کے پاس آکر مجھ سے پوچھا۔

"کیا واقعی تمھیں نظر آرہا ہے؟"

"ہاں میری نگاہوں کے سامنے بہت خوبصورت منظر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پورے جزیرے میں خوابگاہ کی طرح ہلکی نیلی رازدار روشنی پھیلی ہے۔"

"چلو اچھا ہے ایک اچھی چیز ہاتھ آگئی ہے۔ اب سوچو گے کیا کرنا ہے؟"

میں نے اسے اپنے قریب کھینچ کر آہستگی سے کہا۔

"یہاں تو تم ہی زیادہ کام دکھا سکتی ہو۔ ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے علاوہ تین آدمی اور ہیں جو کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہاں جو تین انگریز موجود ہیں تم اُن کی بُو سے آشنا ہو چکی ہو۔"

"ہاں یہ تینوں کہیں بھی جائیں گے تو میں ان کی بُو سے انھیں تلاش کر لوں گی۔"

"بس تو پھر تمھیں ان تین آدمیوں کی بُو کو بھی پالینا چاہیئے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ وہ تینوں بھی اسی جزیرے میں رہتے ہیں۔ ان کا سامان یہاں موجود ہوگا۔ تم ان کے سامان کی تلاشی لو تمھیں کوئی ایسی چیز مل جائے گی جو تمھیں اُن کی بُو تک پہنچا دے گی۔"

سونیا میری ہدایت پر عمل کرنے کے لئے دوسرے کمرے میں سامان کی تلاشی لینے چلی گئی۔ اس دوران میں بولڈمین سے باتیں کرتا رہا۔ میں نے اس سے ایک اہم سوال کیا۔

"دیکھو بولڈمین! تم یہاں صرف چھ مسلح آدمی ہو۔ باقی مقامی باشندے نہتے بے ضرر اور بے چارے سے لوگ ہیں۔ اب تم مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تم لوگ جاپان کی منظم بحری پولیس کا مقابلہ کس طرح کرتے ہو؟ کیا تمھیں یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ کسی وقت تمھیں کہیں باہر سے مدد پہنچتی ہے۔"

اس نے پہلے تو مجھے ہچکچاتے ہوئے دیکھا پھر کہا۔

"ہمیں کہاں سے بیرونی مدد پہنچے گی۔ تم خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں آس پاس جو تینوں جزیرے ہیں وہ فارموسا کی حدود میں آتے ہیں۔ جاپانی پولیس ادھر نہیں آتی۔ جب ہم چرس

کی اسمگلنگ کے لئے جاپان کی طرف بڑھتے ہیں تو کھلے سمندر میں کبھی کبھی بحری پولیس سے سامنا ہو جاتا ہے۔ دو بار ہماری موٹر بوٹ پکڑی گئی مگر ہر بار ہم بچ کر نکل گئے۔"

اس کے جواب سے میں کسی حد تک مطمئن ہوگیا۔ اتنے میں سونیا دوسرے کمرے سے واپس آگئی۔ اس نے دروازے کے پاس مجھے بلا کر آہستگی سے کہا۔

"یہاں مجھے صرف انہی تین آدمیوں کی بو مل رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ تینوں جو موجود نہیں ہیں کسی دوسرے کاٹیج میں رہتے ہیں۔"

میں نے پلٹ کر بولڈ مین سے پوچھا تو اس خیال کی تصدیق ہو گئی۔ میں نے اس سے کہا۔

"تم اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ اس لڑکی کو اس کاٹیج میں لے جائیں جہاں وہ تینوں رہتے ہیں۔"

بولڈ مین نے ایک آدمی سے یہی بات کہہ دی۔ اس آدمی نے آگے بڑھ کر سونیا کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ سونیا مجھ سے ٹارچ لے کر اس کے ساتھ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد بولڈ مین نے پوچھا۔

"کیا تمہارا نام فراڈ ہے۔ ابھی وہ لڑکی تمہارا یہی نام لے رہی تھی۔"

مجھے اس بات پر ہنسی آگئی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم نے میرے نام کی خوب مٹی پلید کی ہے۔ چلو مجھے فراڈ ہی سمجھ لو۔"

"تو کیا یہ تمہارا نام نہیں ہے ہے ہاں۔ واقعی مجھ سے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔ کوئی بھی شخص اپنا نام فراڈ نہیں رکھ سکتا۔ تمہارا نام شاید فرائیڈ ہے۔"

"بھئی میں عیسائی نہیں مسلمان ہوں۔ میرا نام فرہاد ہے۔"

"آئی سی، تم محمڈن ہو مسٹر فرہاد۔ اچھا اس لڑکی کا نام کیا ہے؟"

"میری سونیے کا نام سب سے پیارا ہے۔ اس نام کے حسن اور اس کی شیرینی کو پنجاب کے لوگ ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ اس کا نام سونیا ہے۔"

"کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ سونیا میرے رومال کو پلٹتے ہی اندھیرے میں کیسے دیکھنے لگی تھی۔ پھر یہ کیسے جان گئی کہ اس کاٹیج میں جارج اور مائیک چھپے ہوئے تھے۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ مقامی زبان جانتی ہے۔"

"اگر سونیا نے مقامی زبان سمجھ کر چھپے ہوئے لوگوں کو برآمد کیا ہے، تو پھر اندھیرے میں تم پر فائرنگ کرنے کیلئے کون سی مقامی زبان سنی تھی؟"

وہ لاجواب ہو کر میرا منہ تکنے لگا۔ میں نے کہا۔

"تم سائنسی آئی لینس استعمال کرنے والے ہمارے عقیدوں کو نہیں سمجھ سکو گے۔ ہمارے قبیلے کی لڑکیاں، ایک دشمن کے رومال کو ہاتھ میں لے کر دور دور تک چھپے ہوئے باقی تمام دشمنوں کا پتہ بتا دیتی ہیں۔"

اس نے مرعوب ہو کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"[illegible] سمجھ گیا۔ ہم اسے بلیک میجک کہتے ہیں۔ افریقہ کے وچ ڈاکٹر [illegible] ایسے ہی کمالات دکھاتے [illegible]"

میں نے دل ہی دل میں کہا۔ "ہاں بیٹے، تم اسی طرح اپنی معلومات میں اضافہ کرتے رہو۔"

اس نے تھوڑی دیر بعد پریشان ہو کر کہا۔

"تم دونوں ہمارے لئے بہت سی مشکلات پیدا کر رہے ہو۔ کیا ہمارے درمیان دوستی کا معاہدہ نہیں ہو سکتا؟"

"نہیں، میں صرف ایک بار دھوکہ کھاتا ہوں، بار بار نہیں۔"

"میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ اب کبھی دھوکہ نہیں دوں گا۔ تم دلیر ہو اور سونیا بلیک میجک جانتی ہے۔ تم دونوں ہمارے لئے اتنے کارآمد ہو کہ ہم دشمنی کر ہی نہیں سکتے۔ میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے۔ اگر تم دونوں ساتھ دو گے تو ہم جاپان کی بحری پولیس کو تگنی کا ناچ نچا دیں گے۔"

"اچھا۔ وہ کیسے؟"

"ایسے کہ ہمارے ایجنٹ جو جاپان میں ہیں۔ ہم اُن کے ذریعہ تمام بحری پولیس افسروں کے رومال حاصل کر لیں گے اور سونیا کے ہاتھوں میں دے دیں گے۔ اس کے بعد جب بھی بحری پولیس چھاپہ مارنے آئے گی، یعنی کھلے سمندر میں ہمیں گھیرنے کی کوشش کرے گی تو سونیا بلیک میجک کے ذریعہ ہمیں بتا دے گی کہ وہ کس سمت سے آ رہے ہیں۔"

وہ بہت ہی لذیذ قسم کا خیالی پلاؤ پکا رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"بحری پولیس کس سمت سے آ رہی ہے۔ یہ تو لانچ یا موٹر بوٹ کی آواز سے ہی پتہ چل جاتا ہے۔ پھر تم میرے قبیلے کی لڑکی سے کام کیوں لینا چاہتے ہو؟"

"تم نہیں جانتے،" اس نے کہا۔ "جاپان کی بحری پولیس کے پاس جدید طرز کی بے آواز لانچیں اور موٹر بوٹ ہیں۔ وہ اتنی خاموشی کے ساتھ آتے ہیں کہ ہمیں بھاگنا پڑتا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "تم کیسے بھاگ سکتے ہو جبکہ وہ خاموشی سے سر پہ آ پہنچتے ہیں؟"

اس نے ایک گہری سانس لے کر جواب دیا۔

"ہمارے پاس بھی دفاعی ہتھکنڈے ہیں۔ ہماری لانچ اور موٹر بوٹ میں ایسے مقناطیسی آلات ہیں جو ہمیں یہ بتا دیتے ہیں کہ سو گز کی دوری پر لوہے کا کوئی ٹکڑا سمندر کی سطح پر تیر رہا ہے۔ ہم سمجھ لیتے ہیں کہ وہ پولیس کی لانچ یا موٹر بوٹ ہے۔"

میں نے اپنی رسٹ واچ دیکھی، ایک بج کر تیس منٹ ہوئے تھے۔ میں اور سونیا دن کے وقت بحری جہاز میں خوب سوئے تھے اور خوب آرام کیا تھا۔ اسی لئے آدھی رات کے بعد بھی ہم تازہ دم تھے البتہ لیمپ کی روشنی سے میری آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ میں نے بولڈ مین سے کہا کہ وہ اپنی تاریک شیشوں کی عینک مجھے دے دے یا پھر اندھیرے میں رہنا پسند کرے میں لیمپ بجھا دوں گا۔ اس نے کہا۔

"پتہ نہیں اندھیرے میں تم کیا کرو گے۔ پلیز لیمپ نہ بجھاؤ۔ مینٹل پیس پر میرا چشمہ ہے اسے پہن لو۔"

میں نے مینٹل پیس کے پاس جا کر وہ چشمہ پہن لیا۔ اس کے بعد لیمپ [illegible]میرے لئے ٹھنڈی پڑ گئی۔ میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر سوچنے لگا [illegible]نوں کے ساتھ ہمارا کس طرح گزارا ہوگا۔ مجھے اس جزیرے میں [illegible]ہیں گزارنا تھی۔ میں کسی طرح جاپان کے کسی شہر میں پہنچ کر کچھ عرصہ [illegible] ساتھ سکون سے رہنا چاہتا تھا اور اپنے ماضی کو یاد کرنا چاہتا تھا۔ [illegible]کر ایزی چیئر پر سیدھا بیٹھ گیا۔ ماضی کا خیال آتے ہی مجھے موم [illegible]گئیں۔ میں نے بولڈ مین سے پوچھا۔

"کیا یہاں موم بتیاں مل سکتی ہیں؟"

بولڈ مین نے کہا۔ "یہاں لیمپ موجود ہے۔ موم بتیاں کیا کرو گے؟"

"مجھے ضرورت ہے۔ اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ ایک درجن لے آئیں۔"

"ایک درجن کیا، یہاں ایک بھی نہیں ملے گی۔ کیا تم نہیں دیکھ [illegible] اس جزیرے میں تیز ہوائیں چل رہی ہیں۔ یہاں موم شمعیں نہیں جل سکتیں۔ ہم کاٹیجوں میں لیمپ روشن کرتے ہیں اور باہر [illegible] کام لیتے ہیں۔"

اس کی باتیں سن کر مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ ہم نے پچھلے دن جہاز [illegible] ایک مسافر سے پوچھا تھا۔ وہاں بھی کسی کے پاس ایک موم بتی [illegible] پتہ نہیں تقدیر میرے ماضی کو کب تک مجھ سے چھپانا چاہتی تھی۔ [illegible] وقت ایمان لانا پڑتا ہے کہ انسان ہزار باصلاحیت ہو لیکن اس [illegible] کچھ نہیں کر سکتا جب تک کہ خدا کو منظور نہ ہو۔

انسان ایک بات سوچنا شروع کرتا ہے۔ پھر اس سوچ کے تسلسل [illegible] کہاں کہاں کی سوچوں میں گم ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر پہلے میں نے سوچنا [illegible] تھا کہ اس جزیرے میں دشمنوں کے ساتھ کیسے وقت گزرے گا، [illegible] سوچ سے آگے بڑھتا بڑھتا پہنچ گیا ٹیلی پیتھی پر کہ موم شمعیں حاصل [illegible] تو میں ان کے ذریعے اپنے ماضی تک پہنچ جاتا۔ بہرحال ابھی [illegible] بات پر غور کرنا تھا کہ ان دشمنوں کو کس طرح کنٹرول کرتے ہوئے ہم [illegible] سکتے ہیں۔ مگر کتنی ہی دیر تک سوچنے کے باوجود ایک تو یہ سمجھ میں [illegible] تھا کہ یہاں ہمارا گزارہ کیسے ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ہم یہاں سے [illegible] جاپان کی طرف کیسے جائیں گے؟

ہمیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ جاپان کی بحری پولیس بہت ہی مستعد [illegible]ہے۔ اسمگلروں کے چھکے چھڑا دیتی ہے اور میں نے تو آج تک [illegible] طور پر کسی بھی ملک کی سرحد پر قدم نہیں رکھا تھا۔ لہٰذا اتنی جلدی [illegible] جزیرے کو چھوڑ کر آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کر رہا تھا۔ میرے [illegible] دوران سونیا واپس آگئی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے [illegible] تاکہ اس کی رپورٹ سن سکوں۔ سونیا نے کہا۔

"میں نے بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ یہاں قریب ہی جو [illegible] ہیں وہ اسمگلروں کا ہیڈ کوارٹر ہیں۔ ہیڈ کوارٹر سے جو حکم ملتا ہے بولڈ مین اور اس کے پانچوں آدمی اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس جزیرے میں چرس کا ذخیرہ چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ یوں سمجھ لو کہ یہاں جو چھ انگریز ہیں وہ پہریدار کے طور پر یہاں رہتے ہیں۔ بولڈ مین کی حیثیت محض ایک سپروائزر کی ہے۔"

"تمہیں یہ سب کچھ معلوم کیسے ہوا؟"

"میں نے یہاں کے لوگوں کو باتیں کرتے سنا ہے۔ یہاں تمام مقامی باشندوں تک خبر پہنچ گئی ہے کہ جو مسلح انگریز ناقابل شکست نظر آتے تھے انھیں ہم نے شکست دے دی ہے۔ وہاں بستی میں ہر جگہ اسی موضوع پر باتیں ہو رہی ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اگر ہیڈ کوارٹر تک اس واقعہ کی اطلاع پہنچ گئی تو پھر چاروں طرف سے ہمیں گھیر لیا جائے گا۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم بُری طرح پھنسنے والے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی یہاں سے نکل چلیں۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں لیکن ہم یہاں سے نکل کر کہاں جائیں گے؟"

میں سوچنے لگا۔ پاسپورٹ کے بغیر تو ہم کسی بھی ملک کی بندرگاہ پر قدم نہیں رکھ سکتے تھے۔ اسی وقت ہمیں رات کے سناٹے میں بہت دور سے موٹر بوٹ کی آواز سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر بولڈ مین کی طرف دیکھا وہ بھی آواز سن کر بستر پر اٹھ بیٹھا تھا۔ اس نے کہا۔

"مسٹر! اب ہمارے آدمی آ رہے ہیں۔ وہ تمہیں یہاں سے نکل کر جانے نہیں دیں گے۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ جارج اور مائیک کو آزاد کر دو اور انھیں ساتھ لے کر آنے والوں کے استقبال کے لئے ساحل پر چلے جاؤ۔"

سونیا برآمدے میں کھڑی ہوئی ادھر اُدھر منہ گھما کر گہری سانسیں لیتی ہوئی سونگھ رہی تھی۔ اس نے مجھے اپنے قریب بلا کر کہا۔

"میں نے دوسرے کاٹیج میں جا کر ان کے میلے کپڑوں کو سونگھا تھا اب میں اُن ہی تین آدمیوں کی مختلف بُو فضا میں سونگھ رہی ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بولڈ مین کے وہ تینوں آدمی واپس آگئے ہیں۔"

اب موٹر بوٹ کی آواز سنائی نہیں [illegible] اس بات سے اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ وہ ساحل پر اُتر گئے ہیں اور موٹر بوٹ کے انجن کو بند کر دیا گیا ہے۔ میں نے کہا۔

"ہمیں فوراً ہی اپنی موٹر بوٹ تک پہنچنا چاہیئے۔ آؤ پہلے ہم بولڈ مین کو لاک کر دیں۔"

ہم دونوں کمرے کے اندر بستر کے پاس آئے اور بولڈ مین کو زبردستی لٹا کر اس کے دونوں ہاتھ پلنگ کی پٹیوں سے باندھنے لگے۔ میں نے ایک مقامی آدمی کو اشاروں میں سمجھایا کہ وہ تالا چابی لے آئے۔ اس کے ہاتھ باندھنے تک ایک تالا اور دو چابیاں آگئیں۔ ہم نے مقامی آدمیوں کو [illegible]

نکال کر دروازے پر تالا لگاتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ اپنے گھروں کو جاؤ ہم یہاں اندھیرے میں چھپ کر دیکھتے رہیں گے۔ اگر کوئی تالا کھولنے یا توڑنے آئے گا تو ہم اسے شوٹ کر دیں گے۔"

وہ اشاروں کی زبان سمجھ کر اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ اس کے بعد دور سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ ایک مقامی باشندہ واپس جاتے جاتے رک گیا اور ہماری طرف یوں دیکھنے لگا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو۔ میں نے اشارے سے پوچھا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟ ہمیں اشارے سے بتاؤ ہم سمجھ جائیں گے۔"

اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر پہلے ساحل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹھائیں کی آواز نکالی۔ پھر کاٹیج کی طرف اشارہ کیا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"اب تم ان کی زبان میں پوچھ ہی لو۔ یہ ہمیں کوئی اہم بات سمجھا رہا ہے۔"

سونیا نے اس کی زبان میں اس سے سوال کیا۔ پہلے تو وہ چونک کر سونیا کو دیکھتا رہا۔ پھر جواب میں کچھ کہنے لگا۔ سونیا نے مجھے بتایا۔

"ابھی ساحل کی طرف سے جو فائرنگ ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ساحل پر اترنے والے بولڈ مین کی خیریت دریافت کر رہے ہیں، کیونکہ دستور کے مطابق انھیں الاؤ کا سگنل نہیں دیا گیا۔ دوسرے یہ کہ کوئی ان کے استقبال کے لیے ساحل پر نہیں گیا ہے۔ ایسی صورت میں وہ خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔"

میں نے سونیا سے کہا "تم اس سے پوچھو کہ فائرنگ کے جواب میں خیریت کی اطلاع کس طرح دی جا سکتی ہے؟"

سونیا اس سے پوچھنے لگی۔ اسی وقت ایک ہلکی سی فائرنگ ہوئی۔ جس طرح ماہتابی آسمان کی طرف پرواز کرتی ہے اسی طرح آگ کا ایک ننھا سا گولا تاریک فضا میں پرواز کرتا ہوا بہت بلندی تک گیا۔ پھر اس بلندی پر پٹاخوں کی آواز سنائی دی اور ان پٹاخوں سے رنگ برنگی شعاعیں نکلنے لگیں۔ اس مقامی باشندے نے سونیا سے جلدی جلدی کچھ کہا پھر وہاں سے بھاگ گیا۔ سونیا نے میرا بازو تھام کر کہا۔

"جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے بھاگ چلو۔ یہاں جو قریبی جزیرے ہیں یعنی ان کا جو ہیڈ کوارٹر ہے وہاں ماہتابی کے ذریعے خطرے کی اطلاع پہنچا دی گئی ہے۔ اب انھیں ہیڈ کوارٹر سے مدد پہنچنے والی ہے۔"

ہم اپنی موٹر بوٹ کو کہاں چھوڑ کر آئے تھے اس صحیح جگہ تک فوراً ہی نہیں پہنچ سکتے تھے کیونکہ اس وقت ہم اندھیرے میں بھٹکتے ہوئے آئے تھے اور میری آنکھوں پر یہ لینس بھی نہیں چڑھا ہوا تھا کہ میں صحیح راستے کو پہچان لیتا۔ اب راستے نظر آ رہے تھے تو منزل گم ہو گئی۔ بہرحال منزل کو تو تلاش کرنا ہی تھا اس لئے ہم تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ اب پوزیشن

یہ تھی کہ میں تاریکی میں دور تک دیکھ سکتا تھا۔ میں نے تاریک...
عینک اتار کر جیب میں رکھ لی تھی۔ اگرچہ سونیا کو اس تاریکی...
نہیں آ رہا تھا تاہم وہ دشمنوں کی بو سونگھ کر اپنی حفاظت کر...
کچھ دیر بعد ہمیں احساس ہوا کہ ہم بھٹک رہے ہیں...
تک ایک ہی جیسے پام کے درخت تھے۔ کوئی پہاڑی ٹیلہ یا...
مکان نہیں تھا کہ جسے ہم شناخت کے طور پر یاد رکھ کر کسی...
تھوڑی دیر بعد ہم ایک کاٹیج کے سامنے پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ...
وہی کاٹیج ہے جہاں سے ہم چلے تھے۔ میں نے دور سے دیکھا...
شخص دروازے پر لگے ہوئے تالے کو توڑنے کی کوشش کر رہا...
میں نے سونیا کو بتایا تو وہ کہنے لگی۔

"میں ابھی یہ کہنے والی تھی کہ ان تینوں کو اپنے اطراف...
کر رہی ہوں۔ ایک میری دائیں طرف کہیں چھپا ہوا ہے۔ دوسرا...
آ رہا ہے۔ تیسرے کو تم نے سامنے دروازے پر دیکھ ہی لیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے دائیں طرف چھپے ہوئے...
کھسکنے جا رہا ہوں۔ تم پیچھے والے کی طرف فائر کرو۔ سامنے والا...
کی آواز سنتے ہی بھاگ جائے گا۔"

یہی ہوا۔ سونیا نے پیچھے پلٹ کر اندھا دھند فائرنگ...
توڑنے والا اچھل کر بھاگتا ہوا کاٹیج کے پیچھے چلا گیا۔ دائیں...
سونیا نے کسی کی بو محسوس کی تھی، وہاں وہ ایک درخت کے...
ایک شخص نے اپنا سر اور ہاتھ نکال کر سونیا پر فائرنگ کرنا چا...
میں اسٹین گن سے نکلتے ہوئے ننھے ننھے شعلوں نے اسے بتا...
کہاں کھڑی ہوئی ہے مگر اس سے پہلے ہی میں نے اسٹین...
برسٹ مارا۔ وہ گالیاں دیتا ہوا پھر درخت کے پیچھے گم ہو...
کو کھینچتا ہوا ایک درخت کے پاس لے آیا۔

"تم یہاں کھڑی رہو ورنہ وہ گالیاں دینے والا جوابی...
وہ لوگ نہیں جانتے ہیں کہ میں انھیں اینٹی ڈارک لینس...
سکتا ہوں۔"

میں پوری طرح اسے سمجھا بھی نہ سکا۔ اچانک فائرنگ...
کے ساتھ ہی ایک گولی اس درخت کے تنے کو چھیلتی ہوئی...
ہم کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے فائرنگ کی سمت دیکھا...
ہوا دوسرے درخت کی طرف جا رہا تھا۔ میری اسٹین گن کے...
برسٹ نے اسے زمین پر گرا دیا۔ وہ لڑھکتا ہوا ذرا دور جا...
اسے گولی نہیں لگی تھی ورنہ وہ ساکت ہونے سے پہلے...
صرف دہشت زدہ ہو کر زمین سے چپک گیا تھا...
سے اس کے ساتھی کی آواز آئی۔

"ٹونی! ہوشیار رہو، دشمن اینٹی ڈارک...
اس کی بات سن کر دوسرے ساتھی محتاط ہو گئے...

...چھپی ہوئی جگہ سے ذرا بھی حرکت کریں گے تو مارے جائیں گے۔
...ہوئے ٹونی نے پھر اٹھنے کی جرأت نہیں کی۔ میں نے سونیا سے
...یہی موقع ہے وہ ہمارا پیچھا کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ ہم
...اسی طرف گھوم کر کہیں مڑے بغیر آگے بڑھتے رہیں گے اس طرح
...پہنچ سکتے ہیں۔"

...سونیا کا ہاتھ پکڑ کر دبے قدموں سے چلتا ہوا اس درخت سے
...جس کے پیچھے ایک شخص چھپا کھڑا تھا۔ میں اسے صاف طور سے
...تھا اس کے باوجود میں نے اسے نہیں چھیڑا۔ میں چاہتا تھا کہ
...ریکی میں اسی طرح سمجھے کہ اپنی جگہ پر ساکت و جامد رہیں دانستہ
...ایک مجھے گوارا نہ تھا۔ میرا مقصد تو صرف اپنی اور سونیا کی جان
...بچانا تھا۔

...جب ہم ساحل کے قریب پہنچنے لگے تو کتنی ہی موٹر بوٹ کی
...سنائی دینے لگیں۔ ہیڈ کوارٹر سے بڑی زبردست امداد پہنچ رہی
...دوربین میں سمندر کی سطح پر میں نے چار موٹر بوٹ کو سفید دھبوں
...کی طرح دیکھا جو دور تھیں مگر جزیرے کو گھیر رہی تھیں۔ میں ساحل سے
...درختوں کے پیچھے سونیا کا ہاتھ پکڑ کر بھاگنے لگا۔ آگے جا کر دو اور موٹر
...ساحل کی طرف آتی ہوئی دکھائی دیں۔ پتہ نہیں جزیرے کے دوسری
...کتنی موٹر بوٹ ہوں گی۔ باقاعدہ ایک فوج ہمیں گھیر رہی تھی۔

...سونیا نے پریشان ہو کر پوچھا "اب کیا ہوگا؟"

...وہی ہوگا جو منظورِ خدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا دیکھنے کیلئے، ہمیں
...آخری دم تک جد و جہد کرنا ہے۔ ہتھیار پھینک کر خود کو گرفتاری کے لئے
...پیش کرنا بزدلی ہے۔ بھاگتی رہو جب تک کہ ہماری موٹر بوٹ نظر نہ آئے۔"

...اب ہمیں ساحل نظر آ گیا تھا اس لئے اب بھٹکنے کا اندیشہ
...نہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ہم اسی طرح بھاگتے رہے تو اپنی موٹر بوٹ تک
...پہنچ جائیں گے لیکن دشمنوں کی موٹر بوٹ ہم سے زیادہ تیز تھی۔ وہ ہم سے
...پہلے ساحل پر پہنچ گئی تھیں۔ جہاں سے ہم بھاگتے ہوئے گزر رہے تھے،
...وہیں سامنے ہی ساحل پر ہمیں دو موٹر بوٹ نظر آئیں۔ خشکی پر پہنچتے ہی
...ان سے مسلح نوجوان چھلانگیں لگاتے ہوئے ریتیلی زمین پر آ گئے۔
...ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ ہمارے قریب ہی ایک
...درخت جڑ سے اکھڑ کر زمین پر گرا ہوا تھا۔ ہم دونوں فوراً ہی اس
...کے نیچے دبک کر لیٹ گئے۔

...میں نے بروقت سمجھداری سے کام لیا تھا کیونکہ وہ لوگ ساحل پر
...اب چاروں طرف کتنی ہی ٹارچ کی روشنیاں پھینک
...اس درخت کا تنا اپنی گولائی میں تقریباً پانچ فٹ کا تھا جس کے
...پیچھے ہم آسانی سے چھپ گئے تھے۔ کئی بار ٹارچ کی روشنی اس
...تنے کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔ دور دور تک ٹارچ کی روشنیاں دکھ کر
...ایسا لگتا تھا کہ وہ ادھر ادھر پھیل جانے کے بعد ہمیں تلاش کرتے ہوئے

آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ ایک ٹارچ کی روشنی ہماری پناہ گاہ کی طرف آ رہی تھی۔ چونکہ ہم درخت کے دوسری طرف اس کے سائے میں دبکے ہوئے تھے لہٰذا مخالف سمت سے آنے والی روشنی میں ہم نظر نہیں آ سکتے تھے مگر وہ روشنی بتا رہی تھی کہ کوئی لحظہ بہ لحظہ اس درخت کے قریب آتا جا رہا ہے۔

سونیا پریشان ہو کر مجھے دیکھنے لگی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ میں پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ کیونکہ وہ اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ میں نے آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر اس کے شانے کو تھپتھپایا۔ بڑی خاموشی سے اسے تسلی دی۔ اس وقت صرف تسلی ہی دی جا سکتی تھی ورنہ میں خود نہیں جانتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ ہم نے خود کو تقدیر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ وہ ٹارچ والا ایک بیک اچھل کر درخت پر چڑھ گیا۔ ہم نے اپنی سانسیں روک لیں۔ درخت کے تنے پر اس کے بوٹوں کی رگڑ محسوس ہو رہی تھی۔ تنے کی گولائی نے اس حد تک احاطہ کیا ہوا تھا کہ ٹارچ کی روشنی اس کے سائے میں نہیں پہنچ رہی تھی اور نہ ہی وہ بالکل قریب ہمارے سروں پر پہنچنے کے باوجود ہمیں دیکھ سکتا تھا۔ ہاں اگر وہ وہاں سے کود کر اور پھر پلٹ کر ٹارچ کی روشنی پھینکتا تو پھر ہم صاف طور پر نظر آ جاتے۔

وہ کچھ دیر تک اسی طرح تنے پر کھڑا ہوا اپنے اطراف روشنی پھینک کر دیکھتا رہا۔ پھر وہاں سے چھلانگ لگا کر ہم سے دو قدم کے فاصلے پر پہنچ کر تھوڑی دیر تک کھڑا رہا۔ ہم دونوں دم سادھے اس کے جوتوں کو دیکھتے رہے۔ شکر ہے کہ ان جوتوں کا رخ ہماری طرف نہیں ہوا۔ وہ سیدھا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب ہم بہت سی ٹارچ کی روشنیوں کو اپنے سامنے دور دور تک دیکھ رہے تھے اور وہ سب ہم سے اور دور ہوتی جا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد جب خطرہ ٹل جانے کا یقین ہو گیا تو ہم درخت کے تنے کے سائے سے نکل آئے۔

میں نے اپنے کپڑوں سے گرد جھاڑتے ہوئے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ ساحل پر وہ دونوں موٹر بوٹ نظر آ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔

"پتہ نہیں ہمیں اپنی موٹر بوٹ کے لئے اور کتنی دور جانا ہوگا؟ کیوں نہ ہم ان کی موٹر بوٹ لے کر فرار ہو جائیں۔"

سونیا نے کہا "ہمارے سامان کا کیا ہوگا؟ کیا ہم اسے یہاں چھوڑ کر چلے جائیں گے؟"

"فی الحال تو ہمیں اپنی حفاظت کرنا ہے۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم اس درخت کو تلاش کریں جس پر ہم نے کراس کا نشان بنایا تھا۔ اسے ڈھونڈنے تک ہم دشمنوں کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔ چلو آؤ اگر ہم بچ نکلے تو جاپانی پولیس کی مدد سے یہاں واپس آئیں گے کیونکہ اس بریف کیس میں جاپانی حکومت کے متعلق اہم دستاویزات ہیں۔ یہاں کی پولیس اس سلسلے میں ہماری مدد کرے گی۔"

میں موٹر بوٹ کی طرف بڑھتا ہوا سونیا کو سمجھا رہا تھا کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ میں محتاط نظروں سے چاروں طرف دیکھتا بھی جا رہا تھا۔

میری دانست میں ہمارے اطراف کوئی بھی نہ تھا۔ لیکن موٹر بوٹ کے قریب پہنچتے ہی ہالٹ کی آواز سنائی دی۔ ہم اُسی دم سے ٹھٹھک گئے۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

"ایک ذرا سی حرکت نہ کرنا۔ اگر میری کسی بات سے انکار کرو گے تو تم لوگوں کو پلٹ کر فائر کرنے کا موقع بھی نہ ملے گا۔ اگر اپنی موت منظور ہے تو کوئی چالاکی دکھاؤ ورنہ ہتھیار زمین پر پھینک دو۔"

ہم ساحل پر کھلی جگہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ درختوں کے جھنڈ ہم سے بہت دور تھے۔ ہم خواہ کتنی ہی پھرتی دکھاتے چھپتے ہوئے دشمن سے نہیں بچ سکتے تھے۔ میں نے سونیا کی طرف بے بسی سے دیکھا پھر اس سے آہستگی سے کہا۔

"مجبوری ہے۔ اسٹین گن پھینک دو۔ فکر نہ کرو مایک کی تلاشی لینے کے بعد جو پستول برآمد ہوا تھا وہ میری جیب میں موجود ہے۔ اگر کوئی تلاشی لینے والا قریب آئے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

ہم نے اسٹین گنوں کو ریت پر پھینک دیا۔ ہمیں پیچھے سے آواز سنائی دی۔

"کیا تم دونوں وہی ہو جن کی تلاش میں اتنے مسلح جوان آئے ہیں؟"

"ہاں ہم وہی ہیں۔"

"تمھارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟"

"ہم صرف دو ہیں۔ ہمارا کوئی تیسرا ساتھی نہیں ہے۔"

"کیا تم مجھے اپنا تیسرا ساتھی بناؤ گے؟ اگر دوستی منظور ہے تو پلٹ کر دیکھو۔"

ہم دونوں آواز کی سمت پلٹ گئے۔ سونیا دور اسے تاریکی میں نہیں دیکھ سکتی تھی، لیکن میں اسے صاف طور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک درخت کے پاس بالکل نہتا تھا اور ساتھ ہی تنہا بھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر! اندھیرے میں تمھاری آنکھیں چمک رہی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے اینٹی ڈارک لینس کے ذریعہ دیکھ رہے ہو۔ دیکھ لو میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ اب تو تم دونوں مجھ پر بھروسہ کر سکو گے۔"

"تم کون ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ آج دوپہر کو یہ لوگ مجھے فارموسا سے پکڑ کر لے آئے تھے۔ ہیڈ کوارٹر میں شاید ان کے ایک آدمی کو گولی لگی تھی۔ میں نے ایک قیدی ڈاکٹر کی حیثیت سے اس زخمی کے بازو سے گولی نکال دی ہے۔ اس کے بعد بھی یہ لوگ مجھے آزاد نہیں کرنا چاہتے۔"

میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ وہ دُبلا پتلا سا تھا۔ سیاہ سوٹ پہن رکھا تھا۔ آنکھوں پر بینائی کی عینک تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا وہ تمھیں پاس والے جزیرے میں لے گئے تھے؟"

"ہاں! جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مجھے قیدی بنا کر رکھیں گے تو میں وہاں سے بھاگنے کی فکر کرنے لگا۔ ابھی تقریباً ایک گھنٹہ پہلے میں موقع پا کر بھاگتا ہوا ساحل پر پہنچ گیا۔ وہ مجھے دُبلا پتلا بے ضرر سا آدمی سمجھ کر غافل ہو گئے تھے لیکن میری بدقسمتی کہ اسی وقت خطرے کا الارم بجنے لگا۔ بعد میں پتہ چلا کہ میری وجہ سے خطرے کا الارم نہیں بج رہا تھا بلکہ یہاں اس جزیرے سے خطرے کی اطلاع پہنچی تھی۔"

وہ ہمارے حالات کے عین مطابق باتیں کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"میں سمجھ گیا۔ ہماری وجہ سے تم پھنس گئے۔"

"ہاں! ہوا تو یہی ہے لیکن میں تم دونوں کو الزام نہیں دیتا۔ یہ سب کچھ میری کم فہمی کی وجہ سے ہوا۔ ان کی موٹر بوٹ میں جو آلات ہیں اور جو مختلف قسم کے بٹن ہیں انھیں اچھی طرح سمجھ نہ سکا۔ دوران ہی ان کے مسلح جوان وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے مجھے پکڑ کر پٹائی کی۔ ان کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ مجھے واپس اپنے ساتھ لے جاتے۔ اس لئے قیدی بنا کر اپنے ساتھ ہی یہاں لے آئے۔ انھوں نے مجھے یہاں چھوڑ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا کہ میں ان کی واپسی تک تنہا رہوں۔ انھیں اس بات کا یقین ہے کہ میں ان کی کسی کشتی کو ڈرائیو نہیں کر سکتا۔"

میں نے احتیاطاً آگے بڑھ کر اس کی تلاشی لی۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ اس نے کہا۔

"تم اچھی طرح اطمینان کر لو۔ اس کے بعد اگر اس موٹر بوٹ کے میکنزم کو سمجھ سکتے ہو تو پھر دیر نہ کرو۔ یہاں سے جلد نکل چلو۔ میں فارموسا تک تمھاری رہنمائی کروں گا۔"

اب ہمیں یقین ہو چکا تھا کہ وہ بھی ہماری طرح یہاں سے نکلنے کی فکر میں ہے۔ ہم اس کے ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے موٹر بوٹ کے پاس آئے۔ ہم نے اپنی اسٹین گنیں اٹھا لی تھیں۔ موٹر بوٹ میں پہنچ کر میں اس کے آلات اور میکنزم کو سمجھنے لگا۔ ہر بٹن پر نشانات یا الفاظ درج تھے۔ ایک سرخ بٹن سمجھ میں نہیں آیا تو میں نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"یہ بٹن کس لئے ہے؟"

ڈاکٹر نے جواب دیا "ہیڈ کوارٹر سے یہاں آتے وقت میں نے اس سرخ بٹن کو خاص طور سے دیکھا۔ یہ بٹن اس وقت دبایا جاتا ہے جب اپنی اپنی سیٹ کو آرام دہ بنانا ہوتا ہے۔"

میں اور سونیا اگلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ہمارے بیٹھتے ہی ڈاکٹر نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"پہلے ایزی ہو کر بیٹھ جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے سرخ بٹن کو دبا دیا۔ میں اور سونیا سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اچانک ہمیں اپنی پیٹھ میں چبھن کا احساس ہوا۔ وہ ایک پل کی بات تھی۔ اس کے بعد جیسے ہمارے احساسات ... میں نے چاہا کہ ہاتھ اٹھا کر ڈاکٹر کو پیچھے کی طرف دھکیل دوں لیکن ہاتھ نہیں اٹھ سکے۔ میرا تمام بدن سُن ہو گیا تھا۔ ہاتھ پاؤں ہلانا تو بڑی بات ہے میں پلکیں تک نہیں جھپک سکتا تھا۔

شاید سونیا کی بھی یہی حالت ہوگی۔ ایسی عجیب سی مجبوری تھی میں گردن گھما کر اسے دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس وقت صرف دو باتیں ایسی تھیں جن سے مجھے اپنی زندگی کا پتہ چل رہا تھا۔ ایک تو بہت آہستہ آہستہ سانس چل رہی تھی۔ دوسرے یہ کہ دماغ کام کر رہا تھا اور وہ دماغ مجھے ... رہا تھا۔

"تم زندہ ہو مگر ہاتھ پاؤں ہلا کر اپنی زندگی کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ ... رات کے سناٹے کو دیکھتے رہو۔ تم ایک جگہ ساکت بیٹھے بہت کچھ سوچ سکتے ہو۔ مگر کسی سوچ پر عمل نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ جسمانی طور پر تم مر چکے ہو۔"

واقعی میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کس طرح حرکت کروں۔ انسان یوں بھی منجمد ہوتا ہے یہ اس وقت تجربہ ہو رہا تھا۔ وہ دُبلا ... ڈاکٹر شیطان ہمارے سامنے ونڈ اسکرین کے اس پار آ کر بتیسی ... لگا۔

"ہی ہی، ہی ہی۔ یہ کتنی انگلیاں ہیں؟"

وہ میرے سامنے اپنی انگلیاں نچانے لگا۔ اس کی اس حرکت پر غصہ آنا چاہیے تھا لیکن میں غصہ، نفرت یا انتقامی جذبوں سے خالی ہو گیا تھا۔ میرا ذہن بالکل پُرسکون تھا۔ ایک ننھے بچے کی طرح اپنے سامنے کی ہر چیز کو جذبات و احساسات کے بغیر دیکھ رہا تھا۔ میں ... سے خالی ہو گیا تھا۔ بس اتنا تھا کہ کان سُن رہے تھے آنکھ دیکھ رہی تھی اور دماغ سوچ رہا تھا مگر اپنی سوچ کا کوئی گہرا تاثر نہیں چھوڑ رہا تھا۔ پھر وہ ڈاکٹر شیطان میرے سامنے سے ہٹ گیا۔ وہ میرے بائیں ... ادھر گیا تھا جدھر سونیا بیٹھی ہوئی تھی۔ وہاں جا کر وہ کیا کر رہا تھا ... سر گھما کر نہیں دیکھ سکا۔

تھوڑی دیر بعد سامنے اس کا چہرہ نظر آیا۔ اس نے میرے گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"چلو بیٹے! تمھاری میڈم پچھلی سیٹ پر پہنچ گئی ہے تم بھی وہیں ... جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک بٹن کو دبایا۔ میری سیٹ کی پشت پیچھے کی طرف ڈھلک گئی۔ میں بھی اسی طرف الٹ گیا۔ وہ میری بغلوں میں ہاتھ ڈال کر پچھلی سیٹ پر بٹھانے لگا۔ میں اس کے لئے بہت وزنی تھا۔ وہ ... مشکلوں سے مجھے کھینچ رہا تھا۔ اس کے ہانپنے اور گالیاں دینے کی آواز میرے کانوں میں پہنچ رہی تھی۔ آخر کار اس نے مجھے پچھلی سیٹ پر کسی نہ کسی طرح بٹھا ہی دیا۔ اس طرح بٹھایا کہ میں بائیں کروٹ بے حس پڑا سونیا کو دیکھتا رہا۔ سونیا کا رُخ بھی میری طرف تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ایک دوسرے کو پہچان رہے تھے مگر شناسائی کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔

"ہا ہا ہا ہا۔" مجھے ڈاکٹر شیطان کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"دشمنوں کو زیر کرنے کے لئے ہتھیار ضروری نہیں ہوتے صرف عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرے تمام ماتحت اسٹین گن مشین گن اور نجانے کیسی کیسی گنیں لئے پھرتے ہیں اور اب بھی وہ تمام بے وقوف تم دونوں کو تلاش کر رہے ہوں گے۔ اچھا ہے انھیں کوشش کرنے دو۔ جب وہ ناکام ہو کر ہیڈ کوارٹر واپس آئیں گے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ میں نے تنہا تم دونوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ ایسی ہی دلچسپ تفریح کیا کرتا ہوں اور اس طرح انھیں احساسِ کمتری میں مبتلا بھی کر دیتا ہوں کہ وہ مسلح ہو کر بھی میرے سامنے چوہوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔"

اس کی آواز انجن کے شور میں دب گئی۔ وہ موٹر بوٹ کو اسٹارٹ کرنے کے بعد سمندر میں لے جا رہا تھا۔ وہ بڑا ہی تفریح پسند دشمن تھا۔ اس نے ہمارے ہاتھوں کے پاس ہماری اسٹین گنیں رکھ دی تھیں۔ یعنی ہمارا مذاق اڑا رہا تھا کہ ہم اس ہتھیار کو چھو بھی نہیں سکتے۔ کیا ہو گیا تھا ہمیں؟ ہم اس طرح مُردہ کیوں ہو گئے تھے؟ میں نے دماغ پر زور ڈال کر سوچا تو کچھ یاد آیا کہ میری پیٹھ میں ایک سوئی جیسی کوئی چیز چبھی تھی اس کے بعد ہی میں بالکل ساکت ہو گیا تھا۔

اب کیا ہو سکتا تھا؟ اب میں کیا کر سکتا تھا؟ میری جان پر کھیل جانے والی..... جانِ حیات میری نگاہوں کے سامنے اتنی قریب تھی کہ جب موٹر بوٹ اچانک ٹرن لیتی تو ہمارے سر ٹکرا جاتے تھے لیکن ہم اپنی مرضی سے ایک دوسرے کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتے تھے۔ بس پلکیں جھپکائے بغیر ایک دوسرے کو یوں دیکھے جا رہے تھے جیسے پہلی مرتبہ عاشقانہ انداز میں آنکھیں لڑا رہے ہوں۔ جب میں زبان نہ ہلا سکا تو سوچ کے ذریعہ اسے پکارا۔

"سونیا! سونیا کیا تم میرے دل کی آواز سُن سکتی ہو؟"

مگر دل کی آواز تو صرف شاعری میں سُنی جا سکتی ہے اور دماغ کی آواز ٹیلی پیتھی کے علم میں سُنی جاتی ہے۔ ہائے میری ٹیلی پیتھی میں کس طرح دوبارہ وہ صلاحیت پیدا کروں؟ ایسے وقت میں بیکار ہو جاتا تب بھی ناکارہ رہتا۔ سوچ کے ذریعہ سونیا سے باتیں کرتا اور اسی سوچ کے ذریعے اس موٹر بوٹ کو ڈرائیو کرنے والے ڈاکٹر شیطان کا بھی کباڑا کر دیتا۔ ٹیلی پیتھی کا علم بھی کتنا عجیب و غریب ہوتا ہے۔ بعض اوقات مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ میں اس علم کا ماہر تھا۔ لیکن اب یقین کرنے یا نہ کرنے سے میرا

کچھ بھلا نہیں ہو سکتا تھا۔

دوسرا جزیرہ جہاں ہیڈ کوارٹر تھا وہ زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ موٹر بوٹ جلد ہی اس جزیرے کے ساحل پر پہنچ گیا۔ کوسٹ گارڈز ہاتھوں میں رائفلیں لئے کھڑے تھے۔ انھوں نے ڈاکٹر شیطان کو دیکھتے ہی فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔ ڈاکٹر نے انجن بند کرنے کے بعد کہا۔

"ان دونوں کو کنفیسنگ ہال میں پہنچا دو۔ یہ اپنے پیروں پر نہیں چل سکیں گے، ان کے لئے اسٹریچر لے آؤ۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس کے حکم کے مطابق دو اسٹریچر آ گئے۔ کوسٹ گارڈز مقامی لوگ تھے۔ میری جسامت کے مقابلے میں بونے لگتے تھے۔ چھ آدمیوں نے مل کر بڑی مشکل سے مجھے اٹھایا اور اسٹریچر پر لاکر پٹخ دیا۔ سونیا کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا مگر پٹخنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم تکلیف کے احساسات سے عاری تھے۔ وہ ہمیں اٹھا کر لے جانے لگے۔ پتہ نہیں وہ ہمیں کہاں لے جا رہے تھے۔ ہمیں راستے اور منزل کا پتہ نہیں تھا کیونکہ چاروں شانے چت لیٹنے کے بعد صرف آسمان کے ستارے نظر آ رہے تھے اور میں تارے گننے کے موڈ میں نہیں تھا اس لئے چپ چاپ پڑا ہوا تھا۔

پتہ نہیں کتنی دیر تک ہم دوسروں کے کاندھوں پر سفر کرتے رہے پھر ہمیں ایک بڑے سے ہال میں پہنچا دیا گیا۔ ہال کی تیز روشنی سے میری آنکھیں چندھیانے لگیں۔ آئی لینس کی وجہ سے مجھے تکلیف ہو رہی تھی۔ جب اسٹریچر زمین پر رکھ دیا گیا تو مجھے ڈاکٹر شیطان کی آواز سنائی دی۔ میں اس چالاک مسخرے کا نام نہیں جانتا تھا جو اسمگلروں کا سرغنہ تھا لہٰذا اسے ڈاکٹر شیطان ہی کہوں گا۔ وہ اپنے ایک آدمی سے کہہ رہا تھا۔

"روشنی میں اس الو کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں۔ اس کی آنکھوں سے آئی لینس نکال دو۔ مگر ذرا احتیاط سے۔"

اس کا حکم سن کر کوئی میرے قریب آیا تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ کوئی انگریز تھا اور بہت تجربہ کار تھا۔ اس نے بڑی مہارت سے آئی لینس کو میری آنکھوں سے نکال لیا۔ اتنی مہارت کے باوجود میری آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ شاید میری آنکھوں کو تکلیف پہنچی تھی جسے اس وقت میں محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بعد ہمیں سہارا دے کر بٹھا دیا گیا۔ میرے دونوں ہاتھ گھٹنوں سے نیچے لے جا کر رسی سے باندھ دیئے گئے۔ پھر دونوں پاؤں باندھے گئے۔ پھر اسی رسی کو میرے جسم کے اطراف لپیٹ کر مجھے اچھی طرح جکڑ دیا گیا۔

جب میں بالکل بے بس ہو گیا تو وہی انگریز ایک سرنج لے کر آیا۔ پھر اس کی سوئی میرے بازو میں انجکٹ کر دی گئی۔ چند ہی لمحوں کے بعد مجھے محسوس ہونے لگا کہ میرے جسم میں جان آ رہی ہے۔ میں پلکیں جھپکنے لگا اس بُری طرح بندھا ہوا تھا کہ ٹس سے مس نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے باوجود انگلیاں آزاد تھیں جو اب آسانی سے حرکت کر سکتی تھیں لیکن میں اس

طرح بندھا ہوا تھا کہ میرے ہاتھ پشت پر رسی کی گرہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا تو سونیا کو بھی اسی طرح باندھ دیا گیا تھا اور اسے بھی انجکشن لگایا گیا تھا۔ میں نے اسے پلکیں جھپکتے دیکھا۔

"مسٹر اینڈ مسز!" ڈاکٹر شیطان نے ہمیں مخاطب کیا۔ وہ ایک چیئر پر بیٹھا سگار کا کش لے رہا تھا۔ جب وہ قیدی ڈاکٹر کی حیثیت سے ہمارے سامنے آیا تھا اس وقت بہت ہی کمزور اور بے ضرر سا نظر آتا تھا مگر اب وہ آرام سے بیٹھا ہوا سگار کا کش لیتے ہوئے گولڈن فریم کی عینک پہنے ہوئے بہت ہی ذہین اور باوقار نظر آ رہا تھا۔ اس کی حاکمیت کا اندازہ اسی طرح ہو سکتا تھا کہ وہ نہتا بیٹھا ہوا تھا اور تمام مسلح افراد اس کے تابعدار تھے۔ اس نے ہمیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"مسٹر اینڈ مسز میں تم دونوں کو کس نام سے مخاطب کروں؟"

میں اور سونیا ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اس نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

"میں اپنے سوال کے جواب میں تاخیر پسند نہیں کرتا۔ ایک بار ذہن نشین کر لو کہ سچ بول کر دوست بن سکتے ہو۔ جھوٹوں کو میں جہنم پہنچا دیتا ہوں۔ چلو اب میرے سوال کا جواب دو۔"

میں نے جواب دیا۔ "میرا نام فرہاد ہے اور یہ میری وائف سونیا ہے۔"

"تم دونوں کہاں سے آئے ہو؟"

"ہم جزیرہ کوائی سے آئے ہیں۔ ہم کہاں سے آئے اور اس جزیرے میں کیسے پہنچے۔ پھر وہاں سے کس طرح فرار ہوئے، یہ ایک لمبی تھکا دینے والی داستان ہے۔"

"میں تھکنے والا انسان نہیں ہوں۔" ڈاکٹر شیطان نے کہا۔ "تم اپنی ہسٹری سناؤ۔ میں تمھارے سچ اور جھوٹ کو پرکھنا چاہتا ہوں۔"

میں اسے اس وقت سے اپنی داستان سنانے لگا جب میں نے نیا جنم لیا تھا۔ یعنی ماضی کو بھول کر ایک نئی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ میں نے اب تک کے تمام واقعات من و عن سنا دیئے۔ صرف تھوڑے سے جھوٹ کا اضافہ کیا کہ اسی جزیرہ کوائی میں سونیا سے میری شادی ہوئی تھی۔ اس بریف کیس کا ذکر نہیں کیا جس میں بلیک میلنگ کا مواد چھپا کر رکھا گیا تھا۔ میری باتیں سننے کے بعد اس نے کہا۔

"تم بہت گہرے آدمی ہو۔ اپنی اصلیت کو چھپانے کے لئے تم نے یادداشت گم ہونے کا خوبصورت بہانہ کیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ذہین ہو مگر میں بھی احمق نہیں ہوں۔ یہ کسی صورت میں تسلیم نہیں کر سکتا کہ تم اپنا ماضی بھول چکے ہو۔"

میں نے کہا۔ "میں تمھیں یقین نہیں دلا سکتا۔ بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ہم نے کوئی بات نہیں چھپائی ہے۔"

اس نے سگار کا ایک کش لیا۔ پھر دھواں چھوڑنے کے بعد کہا۔ "میں بفرضِ محال یقین کر لوں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ تم کسی کی اتنی زبردست تنظیم کا سربراہ تم سے بے حد خائف تھا۔ تمھیں بے کار بنانے کے لئے اس نے ذہنی جھٹکے پہنچائے ہیں۔ بتا سکتی ہو کہ تم اس تنظیم کیلئے کس حیثیت سے خطرناک تھے؟"

وہ سونیا کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "میں جزیرہ کوائی میں پیدا ہوئی اور وہیں جوان ہوئی۔ وہاں کے باشندے سپر ماسٹر کے حکم کے پابند ہیں۔ اس کے حکم سے میرے باپ نے اس سے میری شادی کر دی۔ شادی سے پہلے فرہاد میرے لئے اجنبی تھا۔ شادی کے بعد مجھے پتہ چلا کہ یہ اپنا ماضی بھول چکا ہے۔"

"جھوٹ کہتی ہو۔" اس نے غرا کر کہا۔ "تم دونوں سیدھی طرح نہیں اگلو گے۔ تمھیں ماضی یاد دلانا ہی ہوگا۔" اس نے اپنے آدمیوں کو ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "انھیں لٹکا دو۔"

میں نے سر اٹھا کر چھت کی طرف دیکھا۔ وہاں ذرا دُور دُور پر کڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ دو مقامی باشندے پٹ سن کا مضبوط بوریا لائے۔ پھر ایک بورے میں مجھے اور دوسرے میں سونیا کو اٹھا کر اُن میں ڈالنے لگے۔ ایسے مجبور تو ہم کبھی نہیں ہوتے تھے مگر آزادی کے لئے ہمارا کوئی راستہ نہ تھا۔ رسیوں کی بندش میں ہم ذرا سی بھی حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ اس پر ستم یہ کہ پٹ سن کے کھردرے بوروں کی.....

...میں ہمیں جکڑ دیا گیا تھا۔ صرف آنکھوں کے سامنے اس بورے میں سوراخ تھے جو سانس لینے کے لئے بنا دیئے گئے تھے۔ اس کے باوجود اس تنگ قید خانہ میں بڑی گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔

پھر مجھے محسوس ہوا کہ میں فضا میں اوپر اٹھ رہا ہوں۔ میں نے آنکھیں اس سوراخ کے باہر دیکھا۔ صرف سامنے ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ دروازہ نیچے کی طرف جا رہا تھا۔ یعنی میں اوپر چھت کی طرف جا رہا تھا اور پھر چھت اور فرش کے درمیان ٹھہر کر لٹکنے لگا۔ شاید سونیا کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔ اب مجھے دروازے کا درمیانی حصہ اور آس پاس کی اونچی اونچی دیواریں نظر آ رہی تھیں۔ ڈاکٹر شیطان نے وہاں پہنچ کر ہمارے بوروں کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں بہت آہستہ آہستہ بڑی سہولت سے اذیتیں پہنچاتا ہوں۔ تم دونوں اسی طرح اکڑوں بیٹھے بیٹھے مُردوں کی طرح اکڑ جاؤ گے مگر میرے سامنے سچ اگلنے کے لئے زندہ رہو گے۔"

یہ کہنے کے بعد وہ دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ اس کے پیچھے مسلح نوجوان بھی کیروسین لیمپ اٹھا کر باہر گئے اور دروازے کو بند کر دیا۔ ہال میں یکلخت ہی گھپ اندھیرا چھا گیا۔ اُف! اُس وقت کے احساسات میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ اندھا بنا دینے والی گہری تاریکی تو اکثر دیکھنے میں آتی ہے اور ہم اسے قبر کی تاریکی سے تشبیہ دیتے ہیں مگر مجھے تو اس وقت واقعی ایسا لگ رہا تھا جیسے زندہ قبر میں اتار دیا گیا ہوں اور اس قبر کو

چاروں طرف سے بند کر دیا گیا ہے۔ مُردے پھر بھی خوش نصیب ہوتے ہوتے ہیں کہ اُن کے ہاتھ پاؤں سیدھے ہوتے ہیں۔ ہمارے تو ہاتھ پاؤں لپیٹ کر رکھ دیئے گئے تھے۔ اگر رسیاں کھل جاتیں تب بھی اس بند تھیلے میں ہاتھ پاؤں سیدھے کرنے کی گنجائش نہ نکلتی۔

"فرہاد!" قبر کی اس تاریکی میں سونیا کی لرزتی ہوئی کمزور سی آواز سنائی دی۔

"سونیا!" میں نے اسے پکارا۔ "جانِ فرہاد تم کہاں ہو؟"

"میں کیا بتاؤں فرہاد! بڑی گھٹن ہو رہی ہے۔ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہوں مگر دل بُری طرح گھبرا رہا ہے۔ یہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے ہیں؟"

"بعض اوقات ایسی مصیبتیں نازل ہوتی ہیں جن کے متعلق انسان کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اب یہ سوچ کر غصہ بھی آتا ہے، حیرانی بھی ہوتی ہے کہ اس دُبلے پتلے ڈاکٹر نے کتنی آسانی سے ہمیں زیر کیا ہے۔"

"میرا سر چکرا رہا ہے۔ میں زیادہ دیر اس حالت میں نہیں رہ سکوں گی۔"

یوں تو میرا بھی سر چکرا رہا تھا۔ کمرہ بند، ہاتھ پاؤں بند، پورا جسم پٹ سن کے بورے میں بند۔ ایسی گرمی لگ رہی تھی کہ میں پسینے میں شرابور ہو گیا۔ ایسی حالت میں میں اندازہ لگا سکتا تھا کہ سونیا کا کیا حال ہوگا۔ کچھ بھی ہو وہ آخر ایک عورت ہے۔ اس لئے وہ دلیر ہونے کے باوجود اپنی فطرت سے مجبور تھی۔ میں نے اسے تسلی دی۔

"سونیا! ذرا ہمت سے کام لو۔ اس بار وہ کمرے میں آئیں گے تو میں کوئی چال چلوں گا۔"

میں نے محض اسے تسلی دی تھی۔ میرے ذہن میں کوئی تدبیر نہیں تھی کہ اگر وہاں کوئی آیا تو میں یوں بے دست و پا ہو کر کیا کر سکوں گا۔ سونیا نے کہا۔

"وہ لوگ میرے آہنی پنجے نکال کر لے گئے ہیں ورنہ میں اپنے ناخنوں سے رسی اور تھیلے کو کاٹنے کی کوشش کرتی۔"

"کوئی بات نہیں میری جان! جب وہ دُبلا پتلا شیطان نہتا ہو کر ہمیں زیر کر سکتا ہے تو ہمارے پاس بھی عقل ہے۔ اس وقت یہی بات میری سمجھ میں آ رہی ہے کہ میں اپنے ماضی کے متعلق ڈاکٹر کو سچ سچ بتا دوں بلکہ تم بتا دو کیونکہ مجھے تو کچھ یاد نہیں ہے۔ تم جس حد تک جانتی ہو اُس حد تک سچ کہہ دو گی تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں اس مصیبت سے نجات مل جائے۔"

"واقعی ایسی اذیت پہنچائی جا رہی ہے کہ جس کی تکلیف ہم بیان نہیں کر سکتے۔ میں اپنی زندگی کے بہت مہنگے تجربے سے گزر رہی ہوں۔ آج پتہ چلا کہ ایسے مقام پر حوصلے کس طرح پست ہو جاتے ہیں۔ اب میں ان سے سچ کہہ دوں گی۔"

ہم بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور ایک دوسرے کی موجودگی

کو سمجھ کر اپنے اندر حوصلہ پیدا کرتے رہے۔ میرے اندازے کے مطابق دن نکل چکا تھا۔ مگر بال میں اسی طرح رات کی سی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ہمارے آگے دن اور رات کا فرق مٹ چکا تھا۔ پتہ نہیں کتنا وقت گزرنے کے بعد دروازہ کھُل گیا۔ دروازہ کھلنے کے بعد تازہ ہوا کے جھونکے بھی آئے اور دن کی روشنی بھی محسوس ہوئی۔ ڈاکٹر شیطان اپنے چار آدمیوں کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے میرے تھیلے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"زندہ ہو یا مر گئے ہو"

میں نے کہا "ابھی تو تم سے اچھی طرح محبت کرنا ہے! اتنی جلدی نہیں مروں گا"

"شاباش! زندہ دل ہو۔ میں بولڈمین کی رپورٹ سُن کر یہاں آیا ہوں۔ اس کا بیان ہے کہ سونیا اینٹی ڈارک لینس کے بغیر اندھیرے میں صحیح فائرنگ کرتی ہے۔ بولڈمین کا بیان ذرا احمقانہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تمھاری عورت نے اس کا رومال ہاتھ میں لیتے ہی اندھیرے میں دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ میں ایسی احمقانہ باتوں پر یقین نہیں کرتا مگر ثبوت موجود ہے کہ اس نے اندھیرے میں سچی فائرنگ کی اور بولڈمین جیسے ناقابل شکست انسان کو بے کار بنا دیا"

مجھے سونیا کی کمزور سی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر۔ اب میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ ساری باتیں سچ سچ کہہ دوں گی۔ فار گاڈ سیک پہلے مجھے اس مصیبت سے نجات دلاؤ"

"ویری گڈ! میرا تجربہ ہے کہ عورت اتنی سی اذیتیں اٹھانے کے بعد سچ بولنا سیکھ جاتی ہے۔ میں تمھارا بیان سننے کے لئے صرف تمھیں آزاد کرتا ہوں۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تم نے سچ کہا ہے تو پھر تمھارے مرد کو بھی آزاد کر دیا جائے گا"

اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ سونیا کے تھیلے کو نیچے اُتارا جائے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ سونیا کو نجات پاتے دیکھ کر میرے ذہن کا بوجھ اتر گیا اب میں مردانہ وار اپنی اذیتوں سے گزر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر شیطان کی آواز آئی۔

"اسے چت لٹا کر ہاتھ پاؤں سیدھے کر دو"

چند لمحوں بعد مجھے سونیا کے کراہنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ نہ جانے ہم کتنی دیر سے بندھے ہوئے تھے۔ ہاتھ پاؤں کا اکڑ جانا یقینی تھا۔ میں نے سونیا کو آواز دی۔

"سونیا! اگر تم آزاد ہو چکی ہو تو میری نگاہوں کے سامنے آجاؤ۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں نے برسوں سے تمہیں نہیں دیکھا ہے"

تھوڑی دیر بعد جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہونے اور چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی تو میرے سامنے ... کھڑی ہو گئی۔ میں نے تنگ قید خانے کے سوراخوں سے دیکھا۔ وہ میرے تھیلے کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ ڈاکٹر شیطان نے کہا۔

"تم دونوں پکے عاشق معلوم ہوتے ہو مگر میں عشقیہ ڈرامہ دیکھنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ سونیا تم میرے ساتھ چل کر تنہائی میں بیان دو"

وہ دروازہ کھول کر باہر جانے لگا۔ سونیا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ٹھہرو ڈاکٹر! اگر تم چاہتے ہو کہ میرے بیان میں ایک لفظ بھی جھوٹ نہ ہو تو میری ایک خواہش پوری کر دو"

"اگر تمھاری کسی خواہش سے میرا کوئی نقصان نہیں ہوگا تو وہ پوری کر دی جائے گی"

"میں فرہاد کو اس مصیبت میں تو دیکھ سکتی ہوں مگر اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتی۔ میری اتنی سی خواہش ہے کہ اس کے لئے یہاں ایک موم بتی روشن کر دو"

میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ کیسی ذہین اور گریٹ عورت میرے حصے میں آئی تھی۔ جو بات میں بھول جاتا تھا وہ اسے یاد رہتی تھی۔ آزمائشی مرحلوں میں ہمیشہ حاضر دماغی سے کام لیتی ہے۔ ... اپنی ساری زندگی میں ایسی عورت نہیں دیکھی جو دلیر بے باک ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی ہو۔ ڈاکٹر نے کہا۔

"اچھی بات ہے یہاں ایک کیروسین لیمپ رکھ دیا جائے گا"

سونیا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں اپنے مرد کے مزاج کے مطابق خواہش کر رہی ہوں۔ فرہاد کو موم بتی کی ہلکی روشنی پسند ہے۔ تم عورت کے جذبوں کو نہیں سمجھ سکتے کہ وہ اپنے مرد کو کس طرح سمجھتی ہے۔ وہ ہر حال میں اس کے مزاج کے مطابق عمل کرنا چاہتی ہے"

ڈاکٹر شیطان نے بیزار ہو کر کہا۔

"اچھا اچھا یہاں موم بتی روشن کر دی جائے گی تم چلو یہاں سے"

"نہیں ڈاکٹر تم میرے سچ بولنے کی قیمت یہاں میرے سامنے چکا دو۔ جہاں میں کھڑی ہوئی ہوں ٹھیک اسی جگہ ایک اونچے اسٹینڈ پر میں اپنے ہاتھوں سے یہاں موم بتی روشن کر کے جاؤں گی"

ڈاکٹر ہماری حقیقت معلوم کرنے کے لیے بے چین تھا لہٰذا اس نے سونیا کی خواہش کا احترام کیا گیا۔ ایک اونچا سا لکڑی کا اسٹینڈ وہاں لا کر رکھا گیا۔ سونیا نے ایک کنگ سائز موم بتی اپنے ہاتھوں سے جلا کر وہاں رکھی۔ پھر میری طرف دیکھ کر کہا۔

"میں ڈاکٹر سے سچ بولنے جا رہی ہوں۔ تم بھی اس شمع کی لو کو دیکھ کر اپنی سچائی تک پہنچنے کی کوشش کرو"

اس نے کیسی معنی خیز بات کہی تھی۔ اتنی اذیتوں کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ وہ ڈاکٹر اور اس کے آدمیوں کے ساتھ چلی گئی۔ دروازہ بھی باہر سے بند کر دیا گیا۔ اب اس قید خانے میں ایک وہ شمع تھی۔ اس وقت ایک شعر یاد آگیا۔

سُرخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں

اُدھر جاتا ہے دیکھو یا اِدھر پروانہ آتا ہے

دل والے پروانے تو رُخ روشن کی طرف ہی جاتے ہیں اور میں دماغ والا پروانہ تھا۔ میرا دماغ ماضی میں شمع کی لو کی طرف بھٹک رہا تھا۔ بھٹکنا میں نے غلط کہا۔ کیونکہ میری نگاہیں شمع کی لو پر مرکوز ہو گئی تھیں اور جب دل دماغ اور آنکھیں ایک مرکز پر ٹھہر جائیں تو اسے بھٹکنا نہیں کہتے۔ کوئی دانستہ شمع کو دیکھتا ہے۔ نہ جانے کیا بات ہے کہ میں بے اختیار دیکھتا چلا جاتا تھا۔ میری نگاہیں آپ ہی آپ اس ننھی سی لو سے یا اپنے پُرانے رشتے سے لپٹ گئی تھیں۔

پہلے چند لمحوں تک میں بالکل ہی خالی الذہن ہو گیا تھا صرف اتنا محسوس کیا کہ دل اور دماغ ایک نا معلوم شناسائی کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔ پھر اس شمع کی لو سے نہ جانے کیسے کیسے رنگ بکھرنے لگے۔ ہر رنگ کا اپنا ایک مزاج تھا اور میں اس طرح بکھر کر ماضی کے بکھرے ہوئے مزاج کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ میرے اندر ایک ہیجان سا پیدا ہوتا تھا مگر میرا دماغ جو ایک مرکز پر ٹھہر جانے کا عادی تھا اس کی وجہ سے وہ ہیجان ختم ہو جاتا تھا۔

آ میرے ماضی۔ آ واپس آجا۔ میرے بچھڑے ہوئے رشتو تم کہاں ہو؟

اگر میں مومن ہوں تو میرا ایمان میرے دل و دماغ سے کہاں نکل گیا، اگر میرے ایمان میں ذرا بھی صداقت ہے تو اس صداقت کے ساتھ لوٹ آ۔ میرے ماضی اب آ بھی جا۔۔۔۔

میں سوچتے سوچتے ٹھہر گیا۔ میرا دماغ اک دم سے چپ ہو گیا۔ پھر دوسرے لمحے محسوس ہونے لگا کہ میرے چاروں طرف آندھیاں سی چل رہی ہیں۔ طوفانی ہوائیں سائیں سائیں کر کے گزر رہی ہیں۔ اس تاریکی میں اور تیز ہواؤں میں صرف ایک ننھی سی لو روشن ہے اور ہواؤں کے طوفانی شور میں دُور سے کوئی صدا سنائی دے رہی ہے۔

وہ کیسی صدا ہے؟ کوئی موذن ہے۔ دل میں اُترنے والی ایک آواز کے ساتھ اللہ کی تکبیر بیان کر رہا ہے۔ یہ آواز ہر مسلمان سنتا ہے لیکن وہ تکبیر اس لئے یاد نہیں رہتی کہ جب پہلی بار اللہ اکبر کی آواز کان میں آتی ہے تو وہ بالکل نوزائیدہ ہوتا ہے لیکن ہر نوزائیدہ مسلمان کے کانوں میں یہ جو ایمان کا سحر پھونکا جاتا ہے تو وہ کہیں اس کے اندر موجود رہتا ہے۔ جسم کے اندر نہ ہو تو رُوح کے اندر ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو آج سے تیس برس پہلے جب میں نوزائیدہ تھا اور جو اذان میرے کانوں میں ٹپکائی گئی تھی وہ قطرہ قطرہ میرے پاس واپس نہ آتی۔

اور وہ واپس آ رہی تھی۔ وقت اُلٹے قدموں واپس آ رہا تھا۔ ایمان اپنی سلامتی کے ساتھ لوٹ رہا تھا۔ ماضی کے دریچے کھل رہے تھے۔ ... کون ہوں؟ میں ... ہوں۔

میں فرہاد علی تیمور واپس آ رہا ہوں۔

اے شمع

تیری عمر طبعی ہے ایک رات ــــ
ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے۔

ہماری زندگی بھی شمع کی طرح جلتے جلتے ایک دن بجھ جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ چھلکی بھر زندگی خود کو تلاش کرتے کرتے گزر جاتی ہے اور میں تلاش کے مرحلے سے گزر رہا تھا۔ میرے سامنے وہ شمع روشن تھی اور اس کی ننھی سی روشنی میری زندگی کے ایک تاریک حصے کو منور کر رہی تھی۔

بہت آہستہ آہستہ میرے ذہن کے دریچے کھول کر کچھ چہرے جھانک رہے تھے جنہیں میں پہچان رہا تھا۔ کبھی چچا جان کی صورت جھلکتی تھی، کبھی وہ ظالم بھی نظر آتی تھی جسے میں نے سوچ کے ذریعہ زہر کا پیالہ پینے پر مجبور کیا تھا۔ پھر پھوپی جان کا ممتا سے پُر نور چہرہ دکھائی دیا۔ وہ اپنی باہیں پھیلا کر مجھے اپنی آغوش میں بلا رہی تھیں۔

میری نگاہوں کے سامنے وہ تمام مناظر گزر رہے تھے جو کبھی پھوپی جان اور کبھی زرینہ کے ساتھ پیش آئے تھے۔ اس تسلسل سے میں اُس دور میں پہنچ گیا جب میں شمع بینی کی مشق کر رہا تھا اور اپنی سوچ کو ایک مرکز پر لا کر رکھنے کا عادی ہو گیا تھا۔ پھر شمال کی طرف سے چلنے والی مقناطیسی ہوائیں میری سوچ کو اپنی دوش پر لے کر اڑنے لگیں۔ مجھے انسانی دماغوں کے اندھیرے دل تک پہنچانے لگیں۔ زندگی میں سب سے پہلے میں نے جس کے ذہن میں جھانک کر دیکھا تھا وہ زرینہ تھی اس اڑان نے مجھے بتایا کہ کسی کی سوچ تک اور کسی کے دماغ تک کس طرح پہنچا جاتا ہے۔ ذرا ٹھہر ٹھہر کر میرے لئے راہیں ہموار ہوتی جا رہی تھیں۔

بہت سا وقت گزر چکا تھا۔ وہ کنگ سائز کی موم بتی اپنے اختتام کو پہنچ رہی تھی اور میں اپنی منزل تک پہنچ چکا تھا۔ میں نے آزمائشی طور پر سونیا کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی ہے۔ جہاں وہ بیٹھی ہے وہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے۔ آس پاس کوئی نہیں ہے۔ اور وہ خاموش بیٹھی ہے اور اس کا دماغ سوچ رہا ہے۔

"اتنی دیر ہو چکی ہے۔ پتہ نہیں فرہاد کو شمع بینی کے مرحلے میں کامیابی ہوگی یا نہیں؟ اب تو موم بتی بھی ختم ہو چکی ہوگی"

میں سونیا کی سوچ کے لہجے کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس کے باوجود میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ کیا میں واقعی سونیا کی سوچ پڑھ رہا ہوں۔ یا یہ سب کچھ میرے ذہن کی اختراع ہے کہ میں اپنے طور پر اپنی دماغی آنکھوں سے اسے ایک کمرے میں بیٹھا دیکھ رہا ہوں۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے ... میں نے سونیا کے ذہن میں جھانک کر کہا۔

"اُف میں کتنی دیر سے بیٹھی ہوئی ہوں مجھے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھنا چاہیئے"

اس کے دماغ میں یہ سوچ آتے ہی وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آرام کرنے لگی۔ میں بے اختیار مسکرانے لگا۔ اتنی زبردست کامیابی کے بعد مارے خوشی کے کامیابی کا یقین نہیں ہو رہا تھا۔ میں ابھی اپنی صلاحیتوں کو کچھ اور آزمانے کے بعد سونیا کو یہ خوشخبری سنانا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس وقت میں نے ایک چور کی طرح اس کے ذہن میں جھانک کر دیکھا اور اس کی سوچ میں کہا۔

"خاموش رہنے سے بہتر ہے کہ میں اپنے اور ڈاکٹر شیطان کے درمیان ہونے والی گفتگو کا تجزیہ کرتی ہوں۔ مجھے شروع سے سوچنا چاہیئے کہ جب میں فرہاد کے سامنے ایک موم بتی روشن کر کے ڈاکٹر شیطان کے ساتھ یہاں آئی تو......

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی تاکہ اس کے بعد وہ بے اختیار سوچتی چلی جائے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ اس نے ادھوری بات کے تسلسل سے سوچا۔

"تو ڈاکٹر شیطان یہاں تنہائی میں بیٹھ کر مجھ سے کہنے لگا کہ میں وقت ضائع کئے بغیر سچائی سے سب کچھ بتا دوں۔ اس نے پہلا سوال کیا۔" تم ایشی ڈارک لینس کے بغیر اندھیرے میں کیسے دیکھ لیتی ہو؟"

اب چونکہ مجھے کوئی بات نہیں چھپانی تھی اس لئے میں نے جواب دیا۔

"مجھ میں جانوروں کی طرح سونگھنے کی حس ہے۔ یہ حس اتنی تیز ہے کہ ایک بار کسی انسان کی بُو سونگھنے کے بعد اس سے میلوں دور جا کر بھی شناخت کر سکتی ہوں کہ وہ کس سمت میں ہے۔"

"تم ناقابل یقین بات کہہ رہی ہو۔ کیا جھوٹ بول کر پھر دھوکہ دینا چاہتی ہو؟"

"ڈاکٹر تمہیں میری بات کا یقین کرنا چاہئے۔ برالڈ میں نے تمہیں بتایا ہے کہ اس نے اپنا رومال ایک جگہ رکھ دیا تھا۔ اب آپ خود سوچئے کہ اس رومال کو اٹھانے کے بعد میں نے اندھیرے میں کس طرح اس کا صحیح نشانہ لیا تھا؟ میرے لئے بالکل آسان سی بات تھی۔ آدمی جو لباس پہنتا ہے اور اپنا پسینہ پونچھنے کے لئے جو رومال استعمال کرتا ہے ان تمام چیزوں میں اس کے بدن کی بُو رچ بس جاتی ہے۔ میں اندھیرے میں دیکھ نہیں رہی تھی بلکہ بُو سونگھ رہی تھی۔ تاریکی میں اس کی بُو جس طرف جاتی تھی میں اسی طرف رُخ کر کے اسے چیلنج کرتی تھی اور اسے بتا دیتی تھی کہ اس وقت وہ کہاں ہے۔ پہلے میں نے اسے سمجھایا کہ وہ اپنا ہتھیار پھینک دے۔ جب اس نے میرا حکم ماننے سے انکار کر دیا تب مجبوراً مجھے فائر کرنا پڑا۔"

ڈاکٹر شیطان حیرت سے منہ کھولے میرا منہ تک رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔

"تم عملی طور پر ابھی اس کا ثبوت دے سکتی ہو؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"سانچ کو کیا آنچ۔ بولو کس طرح ثبوت چاہتے ؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"میں کمرے سے باہر جا رہا ہوں۔ اگر تم میری بُو سونگھ کر آ سکتی ہو تو اس جگہ چلی آنا جہاں میں چھپنے جا رہا ہوں ــــ ٹھیک پانچ منٹ کے بعد..."

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں اس کی بُو سونگھتی رہی۔ پہلے اس کی بُو دور چلی گئی پھر قریب آنے لگی ـــ قریب اور زیادہ قریب۔ اتنے قریب محسوس ہونے لگی کہ پانچ منٹ کے بعد میں نے باتھ روم کے دروازے پر دستک دے کر کہا۔

"ڈاکٹر باہر آ جاؤ۔ کیا بچوں کی طرح آنکھ مچولی کھیل رہے ہو۔"

باتھ روم کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر حیرت سے منہ پھاڑے میرے سامنے چلا آیا۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ نہ بول سکا۔ شاید خود اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا بولنا چاہتا ہے۔ باتھ روم کا دروازہ کھلنے کے بعد میں نے پہلی بار دیکھا تھا کہ باتھ روم کی پچھلی طرف بھی ایک دروازہ ہے۔ میں نے پوچھا

"کیا ہوا ڈاکٹر؟ تم اس طرح بوکھلا کر مجھے کیوں دیکھ رہے ہو؟"

اس نے میرے شانے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

"تم ـــ تم بہت گریٹ ہو ـــ اس ایشیائی باشندے کے ساتھ اپنی زندگی برباد کر رہی ہو۔ کیا نام ہے اس کا ـــ ہاں فرہاد۔ وہ فرہاد تمہیں کیا دے گا۔ تم میرے ساتھ ہو جاؤ میں تمہارے قدموں میں دولت کے ڈھیر لگا دوں گا۔ تمہیں مجھ سے کبھی دھوکہ نہیں ہو گا۔"

میں نے اپنے شانے پر سے اس کا ہاتھ ہٹا لیا پھر قہقہہ لگاتی ہوئی اس سے ذرا دور جا کر بولی۔

"دھوکہ ہا ہا ہا ـــ مجھے دھوکہ دینے والا ابھی کوئی پیدا نہیں ہوا۔ ڈاکٹر یہ بات ابھی تک تمہاری کھوپڑی میں نہیں آئی کہ میں دھوکے کی بُو بھی سونگھ لیتی ہوں۔ تم مجھ سے کیا چھپاؤ گے کہو تو میں ابھی جیبوں کی بُو سونگھتی ہوئی تمہارے خفیہ ذخیرے تک پہنچ جاؤں۔"

ڈاکٹر کا چہرہ اک دم سے زرد پڑ گیا۔ ناجائز دولت کمانے والوں کی سب سے بڑی کمزوری وہ خفیہ جگہ ہوتی ہے جہاں وہ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور پولیس والوں کو اس کی ہوا تک نہیں لگنے دیتے۔ مگر وہ ہوا بڑی آسانی سے مجھ تک پہنچ جاتی تھی۔ اب وہ ڈاکٹر شیطان ہوا کے دوش پر چلنے والی بُو کو تو نہیں روک سکتا تھا۔ وہ میری ناک کو یوں دیکھنے لگا جیسے میری ناک کاٹ کر پھینک دینا چاہتا ہو اس نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

"تم تو بہت ہی خطرناک عورت ہو۔"

"ڈاکٹر جب تم مجھ کو دھوکہ نہیں دینا چاہتے تو پھر اس بات سے کیوں ڈرتے ہو کہ میں تمہارے کسی بھی راز کی بُو تک پہنچ جاؤں گی۔"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں نے کبھی کسی کو اس حد تک رازدار بنانے کے متعلق نہیں سوچا۔ اب تمہارے متعلق بہت سنجیدگی سے سوچنا ہو گا۔ اب تم اسی کمرے میں قید رہو گی۔ میں کسی فیصلے پر پہنچنے کے بعد ہی یہاں آؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میرے اندازے کے مطابق تین گھنٹے گذر چکے تھے۔ اب میں یہاں کب تک اس کا انتظار کرتی رہوں گی۔ فرہاد کے سامنے موم بتی بجھ گئی ہو گی۔ مجھ سے بڑی بھول ہوئی مجھے وہاں ایک فاضل موم بتی کا انتظام کر کے آنا چاہیئے تھا۔ اب میں کیا کروں؟ اس طرح ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ اب کچھ کر گزرنا ہو گا۔

اب وہ بڑی تیزی سے سوچ رہی تھی کہ وہ کیا کر سکتی ہے میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"میں کیا کر سکتی ہوں؟ انھوں نے میرے آہنی پنجے نکال کر رکھ دیئے ہیں۔ یہاں تمام لوگ مسلح ہیں۔ میں نہتا کچھ نہیں کر سکتی۔"

میری اس سوچ نے اسے ٹھنڈا کر دیا۔ وہ بڑے جوشیلے انداز میں اُٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ میں نے بے بسی کا احساس دلا دیا تو وہ پھر کرسی پہ بیٹھ گئی۔ اب خود اس کا ذہن سوچ رہا تھا

"اگر میں ضد میں آ کر کچھ کر بیٹھوں گی تو فرہاد کو نقصان پہنچے گا۔ وہ ایک جگہ بندھا ہوا ہے۔ ہاں اگر وہ کسی طرح آزاد ہو جائے تو پھر ہم اپنے بچاؤ کے لئے کچھ کر سکیں گے۔"

بیچاری میرے لئے بہت پریشان تھی۔ میں اس کی ذہانت کو آزمانا چاہتا تھا کہ ایسی مجبوری کی حالت میں وہ کیا کر سکتی ہے؟ میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا تو وہ تھوڑی دیر سوچتی رہی۔

"میں فرہاد کو لڑائی جھگڑے کے ذریعہ آزاد نہیں کرا سکتی۔ کیوں نہ میں ڈاکٹر شیطان سے درخواست کروں کہ وہ فرہاد کے پاس ایک موم بتی اور پہنچا دے۔ بس اب تو یہی ایک راستہ نظر آتا ہے۔ نہ جانے کیوں میرا دل یقین سے کہتا ہے کہ فرہاد شمع بینی کے ذریعہ اپنی بھولی ہوئی صلاحیتوں کو پہچان جائے گا۔"

وہ اب تک اسی فکر میں مبتلا تھی کہ مجھے اپنی صلاحیتوں تک پہنچنے کے لئے مزید موم بتیوں کی ضرورت پڑے گی۔ اچانک مجھے شرارت سوجھی۔ میں نے اسے چھیڑنے کے لئے اس کے ذہن میں قہقہہ لگایا۔

"ہا ہا ہا ہا ـــ سونیا ہی ہی ہی ہی سونیا ہو ہو ہو ہو ـــ سونیا ہا ہا ہا ہا......"

سونیا نے گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا یہ میرے دماغ میں کیسے قہقہے گونج رہے ہیں؟ یہ مجھے کون پکار رہا ہے؟ فرہاد کیا تم ہو؟

میں نے بدستور قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ہا ہا ـــ ہا ہا میں ہوں ماسٹر لیوشے......"

وہ گھبرا کر انکار میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔

"یہ جھوٹ ہے۔ ماسٹر لیوشے مر چکا ہے۔"

"ہو ہو ہو ہو ـــ اس دنیا میں سبھی مرتے ہیں مگر انسان کی سوچ نہیں مرتی۔ انسان کی سوچیں کائنات کے بیکراں سناٹے میں بھٹکتی رہتی ہیں۔ میں ماسٹر لیوشے جو سوچ کا شہنشاہ تھا مر کر بھی نہ مر سکا پہلے میں گوشت پوست کا مجموعہ تھا۔ اب سوچوں کا مجموعہ ہوں اور بھٹکتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا ہوں جہاں تم نے فرہاد کے لئے موم بتی روشن کی تھی۔ وہ شمع بینی کے ذریعہ اپنے ماضی کو یاد کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میں اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔"

سونیا حیران اور پریشان آنکھیں پھاڑے خلاء میں گھور رہی تھی۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ک ک۔ کیا تم نے فرہاد کو نقصان پہنچایا ہے؟"

میں نے پھر قہقہہ لگا کر جواب دیا۔

"نہیں ـــ ابھی تو میں صرف اس کے بھیجے کے دو سوراخوں کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا تاکہ وہ موم بتی کو نہ دیکھ سکے۔"

وہ غصے سے چیخ کر بولی۔

"شیطان کے بچے تم اس دنیا میں پھر کیسے چلے آئے۔ مجھے یقین نہیں آتا۔"

"جب فرہاد سے ملاقات ہو گی تو یقین آ جائے گا۔ انسان اس دنیا میں جو بوتا ہے وہ مرنے کے بعد کاٹتا ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کا ماسٹر ساری زندگی موم بتی جلا کر اس کی روشنی پیتا رہا۔ اب ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ موم بتی کھا کر پیٹ بھرتا ہوں۔ اسی لئے جو موم بتی تم نے فرہاد کے سامنے روشن کی تھی اسے میں نے کھا لیا۔"

وہ غصے میں مٹھیاں بھینچ کر کہنے لگی۔

"میں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔"

"مرنے کے بعد میرا منہ نہیں رہا۔ صرف سوچ رہ گئی ہے۔ تم کسے نوچو گی؟"

وہ بے بسی سے کرسی پر پہلو بدلنے لگی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"میں نے فرہاد کے لئے موم بتی فراہم کر کے کیسی ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اُسے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس مل جائیں مگر اس شیطان نے میرے منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔ پھر بھی جانے کیوں مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ اب اس شیطان کی سوچ پھر دنیا میں واپس آ گئی ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں دستک دیتے ہوئے کہا۔

"سونیا ڈارلنگ یہ نہ بھولو کہ میں تمہاری سوچ پڑھ رہا ہوں۔ تم مجھے بار بار شیطان کہہ رہی ہو۔ یہ بُری بات ہے۔ مرنے والوں کو

گالی نہیں دینا چاہیئے۔ ویسے مرنے کے بعد میں رحم دل بن گیا ہوں میں تمہاری تین خواہشیں پوری کر سکتا ہوں۔ خوب سوچ سمجھ کر بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ تعجب سے سوچنے لگی کہ شیطان کس طرح مہربان ہو رہا ہے اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"کیا واقعی تم میری تین خواہشیں پوری کرو گے؟"

"آزما کر دیکھ لو۔"

"اچھا تو میری پہلی خواہش یہ ہے کہ فرہاد رسیوں سے بندھا ہوا چھت سے لٹک رہا ہے تم اس کی رسیاں کھول دو۔"

"سونیا میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ خوب سوچ سمجھ کر اپنی خواہش بیان کرو۔ اب مرنے کے بعد میرے ہاتھ پاؤں نہیں رہے چونکہ میرے ہاتھ نہیں ہیں اس لئے میں رسیاں نہیں کھول سکتا۔ لہٰذا تمہاری پہلی خواہش ضائع ہو چکی ہے۔"

وہ غصے سے چیخ کر بولی۔

"شیطان کے بچے میں تمہیں مار ڈالوں گی۔"

"میں مر چکا ہوں اس لئے یہ تمہاری دوسری خواہش بھی پوری نہیں ہو سکے گی۔ اب ایک آخری موقع ہے خوب سوچ سمجھ کر اپنی خواہش بیان کرو۔"

سونیا اس بار گہری سنجیدگی سے سوچنے لگی۔ پھر اس نے خوب سوچ سمجھ کر کہا۔

"ماسٹر پوشنے تم اپنی خیال خوانی کے ذریعہ مجھے اور فرہاد کو اس قید سے نجات دلا دو۔"

"ہاں! یہ معقول خواہش ہے۔ اب تم اپنی جگہ سے اٹھ کر اس شخص کو بلاؤ جس نے تمہیں قید کیا ہے۔ میں تمہارے ذریعہ اس کے ذہن میں جھانک کر اس سے نمٹ لوں گا۔"

سونیا نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ پھر وہاں سے اُٹھ کر دروازے کے پاس آئی اور دروازے کو دونوں ہاتھوں سے زور زور سے پیٹنے لگی۔ دروازے کے دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا بات ہے؟ کیوں شور مچا رہی ہو؟"

سونیا نے کہا۔ "دروازہ کھولو۔ میں تمہارے باس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"باس تمہارے بلاوے پر نہیں آئے گا۔ وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ تم شور نہ مچاؤ۔"

سونیا پھر شور مچانا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"بس میری جان۔ میں نے دروازے کے پیچھے اس آدمی کی آواز کو سن لیا ہے۔ اب میں اس کے لہجے اور اس کی سوچ کے ذریعہ اس کے باپ تک بھی پہنچ جاؤں گا۔"

سونیا خوش ہو کر اپنی جگہ واپس آ گئی۔ اب میں نے اس شخص کے ذہن میں جھانک کر دیکھا جو بند دروازے کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے کاندھے پر رائفل رکھی ہوئی تھی۔ رائفل کی نال اوپر کی طرف تھی اور اس کا بھاری کندا نیچے کی طرف تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"میں اتنی بھاری رائفل خواہ مخواہ اٹھائے کھڑا ہوں۔ لعنت ہے اس بوجھ پر۔ مجھے اسے زمین پر پٹخ دینا چاہیئے۔ یہ لو میں نے پٹخ دیا۔"

میں نے یہ بات اس کی سوچ میں اتنے جھٹکے سے کہی تھی کہ وہ اس کے اپنے دماغ کا حکم بن گیا۔ ہر انسان کا جسم اس کے دماغ کے تابع فرمان ہوتا ہے۔ اس نے یکبارگی رائفل کو ایک جھٹکے سے نیچے پٹخا تو اس کے بھاری کندے سے اس کا پاؤں کچل گیا۔

"مائی گاڈ۔" اس نے تکلیف سے بلبلا کر اپنے زخمی پاؤں کو اٹھا کر اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اور دوسری ایک ٹانگ پر ادھر سے اُدھر اچھلنے لگا۔ ذرا دیر بعد کچھ تکلیف کم ہوئی تو وہ غصے سے زمین پر پڑی ہوئی رائفل کو دیکھنے لگا۔ اس کا دماغ سوچ رہا تھا۔

"یہ مجھے ابھی کیا ہو گیا تھا؟"

میں نے اس کی منتشر سوچ میں کہا۔

"میں پاگل ہو گیا تھا۔ بلکہ اب بھی میری کھوپڑی گھوم رہی ہے بلکہ وہ سامنے والی دیوار گھوم کر اِدھر سے اُدھر جا رہی ہے۔ میرا دماغ ایک عاشق کے دل کی طرح اچھل رہا ہے نیچے سے اوپر ــــ اوپر سے نیچے ــــ تھرکتا ــــ تھرکتا....."

میں ہوا کی تال پر اس کے دماغ میں مسلسل چیختا چلا گیا۔ اس کی حالت قابلِ دید تھی۔ وہ جنونی انداز میں سر کو اِدھر سے اُدھر جھٹک رہا تھا اور کاریڈور کی دو طرفہ دیواروں سے کبھی یہاں کبھی وہاں ٹکرا رہا تھا۔ اب وہ پوری طرح میری سوچ کے شکنجے میں آ گیا تھا۔ میں نے کہا۔

"اب میں یہ رائفل اٹھا کر دروازے پر مار دوں گا۔"

"زور سے ــــ اور زور سے ــــ میں مار مار کر دروازہ توڑ دوں گا۔"

دھڑا دھڑ کا شور بلند ہو رہا تھا۔ دروازہ ٹوٹنے پر آ گیا تھا اسی وقت چاروں طرف سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یہ آوازیں میں اس شخص کے دماغ کے ذریعہ سن رہا تھا۔ پھر کسی کے للکارنے کی آواز سنائی دی۔ وہ مقامی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ میں کچھ نہ سمجھ سکا لیکن یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ جو شخص میری سوچ کا تابعدار بن کر جنونی حرکتوں میں مصروف ہے وہ انگریزی کے علاوہ مقامی زبان بھی جانتا ہے۔ میں نے پہلے کی طرح انگریزی زبان میں اس کی سوچ کے ذریعہ کہا۔

"مجھے یہ مقامی زبان نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کچھ سمجھنے کی بجائے میں فائر کر رہا ہوں۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی اس نے رائفل سیدھی کی اور ایک فائر کوریڈور کے دونوں طرف سے آنے والے مسلح جوان اچھل پڑے تاکہ اپنے ایک پاگل ساتھی کی فائرنگ سے بچ سکیں۔ میری سوچ کے مطابق وہ پھر رائفل کے کندے سے دروازے کو توڑنے لگا۔ دو چار ضربوں کے بعد ہی دروازہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اب میں یہ رائفل پھینک کر اپنے باس کے سامنے حاضر ہو رہا ہوں۔"

اس نے رائفل پھینک دی۔ پھر تیزی سے بھاگتا ہوا اپنے باس کی طرف جانے لگا۔ سونیا کمرے میں کھڑی ہوئی ٹوٹے ہوئے دروازے کو دیکھ کر سوچ رہی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا وہ مردہ ماسٹر پوشنے یہ ہنگامے کر رہا ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ہاں میری جان۔ وہ جو کچھ عرصے کے لئے مردہ ہو گیا تھا اب زندوں کے درمیان ہنگامے کرنے آ گیا ہے۔ تم اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھی رہو۔ اب ان کا باس تمہارے پاس خود ہی آئیگا۔"

وہ اطمینان سے بیٹھ گئی۔ میں اس لڑکی کی جتنی قدر کروں کم ہے کیونکہ وہ ہر لمحہ میرے لئے ہی سوچتی تھی۔ اس وقت بھی سوچ رہی تھی۔

یہ کم بخت ماسٹر پوشنے اس طرح کے طویل ہنگاموں سے دلچسپی لے رہا ہے اور وہاں میرے فرہاد کے ہاتھ پاؤں اکڑ گئے ہوں گے۔ شیطان کے بچے بعد میں تفریح کر لینا پہلے اُسے آزاد کرا دے۔"

وہ درست سوچ رہی تھی۔ میں خود بھی چاہتا تھا کہ کسی طرح فرہاد کو سیدھے کرنے کا موقع ملے۔ لیکن ہر خواہش فوراً ہی پوری نہیں ہو جاتی۔ اس کی تکمیل کے ضروری مرحلے طے کرنے پڑتے ہیں۔ اس ڈاکٹر شیطان سے آزادی حاصل کرنے کے لئے اور چار لوگوں کو اسی طرح اپنی سوچ کی انگلیوں پر نچانا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ڈاکٹر شیطان یا کسی کو بھی میری ٹیلی پیتھی کا پتہ چلے۔ اسی لئے اس ڈرامے بازی کی ضرورت پیش آ رہی تھی۔

جلد ہی وہ ڈاکٹر شیطان سونیا کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے کتنے ہی مسلح جوان تھے۔ دو آدمیوں نے اس شخص کو پکڑ رکھا تھا جو ابھی دروازہ توڑ کر اور فائر کر کے اپنے پاگل پن کا مظاہرہ کر چکا تھا۔ ڈاکٹر نے آتے ہی سونیا سے پوچھا۔

"یہ کیا ہو رہا تھا؟"

سونیا نے شدید حیرانی کا اظہار کیا۔

"میں خود حیران ہوں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کمرے کے اندر قید تھی۔ باہر نہ جانے یہ شخص کیا کر رہا تھا۔ مجھے صرف دروازہ توڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ جب دروازہ ٹوٹ گیا تو یہ رائفل پھینک کر نہ جانے کہاں چلا گیا۔"

ڈاکٹر اس شخص کو گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ اس شخص نے کہا۔

"باس میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ لڑکی یہاں اندر تھی۔ اس نے مجھے آپ کے خلاف نہیں بھڑکایا ہے۔ میں خود نہیں جانتا کہ مجھے کیا ہو گیا تھا۔"

سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ یہ شخص بہت زیادہ چرس کا نشہ کرتا ہوگا۔ شاید اس وقت بھی نشہ کر رہا ہوگا۔ اسی لئے اس کا دماغ الٹ گیا تھا۔"

"نان سنس۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "یہاں کتنے ہی لوگ چرس کا نشہ کرتے ہیں۔ مگر آج تک کسی نے پاگل پن کا مظاہرہ نہیں کیا۔"

ڈاکٹر یہ کہہ کر خاموش ہوا تو میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ اس بار جو چرس کی کھیپ آئی ہے۔ اس میں کسی ایسی چیز کی آمیزش ہو جو دماغ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جب خالص دودھ اور گھی میں ملاوٹ ہوتی ہے تو چرس میں بھی ضرور ملاوٹ ہوتی ہوگی۔"

میں نے ایسے دلائل سے اس کی سوچ میں یہ بات کہی کہ وہ اس پر سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ پھر اس نے اپنے ایک انگریز ماتحت سے کہا۔

"اس بار جو کھیپ آئی ہے اس کی تھوڑی سی مقدار مجھے دکھاؤ۔"

اس کے ماتحت نے جیب سے سگریٹ کا ایک پیکٹ نکالا۔ اس میں سے ایک سگریٹ نکال کر ڈاکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میں نے موجودہ کھیپ سے تھوڑی سی چرس نکال کر یہ سگریٹ تیار کی ہے۔"

ڈاکٹر نے وہ سگریٹ لے کر اپنے ہونٹوں میں دبایا۔ پھر اسے سلگا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ کش لگانے لگا۔ دو چار کش کے بعد میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر کہا۔

"تک دِھنا دِھن ــــ دِھنا دِھن تک دِھنا دِھن..."

پہلے تو وہ بوکھلایا پھر ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے ہی وہ کھڑا ہوا میں نے اس کے ذہن میں چیخ کر کہا۔

"اباؤٹ ٹرن۔" جیسے ہی وہ اباؤٹ ٹرن ہوا یعنی وہ دوسری طرف گھوما میں نے اس کی سوچ میں فوراً ہی حکم دیا۔

"کرسی تمہارے پیچھے ہے بیٹھ جاؤ۔"

مگر کرسی تو اس کے آگے تھی۔ اور جو دماغ کا حکم ہوتا ہے

وہ جسم کو عمل کرنے سے پہلے ایک لمحے کے لئے بھی ٹھٹھکنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ اپنے دماغ کے حکم پر بیٹھا اور دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ تمام ماتحت آگے بڑھ کر اُسے اٹھانے لگے۔ وہ اُلّو کی طرح دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

"یہ ابھی مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

میں نے اس کی منفی سوچ میں کہا۔

"ابھی تک دِھنا دِھن ہوا تھا — یہ تک دِھنا دِھن کیا ہوتا ہے مجھے ایک اور کش لگا کر دیکھنا چاہیئے۔

اس نے گھبرا کر بلند آواز سے چیختے ہوئے کہا۔

"اب میں اس سگریٹ کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

وہ سگریٹ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنے انگریز ماتحت کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم نے اپنے پیکٹ میں سے کوئی سگریٹ پیا تھا؟"

"نہیں — میں آخری سگریٹ تیار کر ہی رہا تھا کہ یہ ہنگامہ سنکر ادھر چلا آیا۔"

ڈاکٹر نے فرش پر پڑے ہوئے سگریٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"چلو تم اس سگریٹ کے کش لگا کر دکھاؤ۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس بار ہم کس طرح غلط مال اٹھا کر لے آئے ہیں؟"

اس کے ماتحت نے پیکٹ سے دوسرا سگریٹ نکالتے ہوئے کہا۔

"اس سگریٹ کو آپ آزما چکے ہیں۔ میں یہ دوسرا سگریٹ آزما کر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے اسے اجازت دے دی۔ وہ سگریٹ سلگا کر آہستہ آہستہ کش لگانے لگا۔ کمرے میں گہری خاموشی طاری ہو گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے سب ہی دم سادھے اب تیسرے شخص کے پاگل ہونے کا انتظار کر رہے ہیں لیکن میں نے دانستہ اس تیسرے شخص کو چھوٹ دے دی۔ مگر اس کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ وہ اندر ہی اندر گھبرا رہا تھا کہ پتہ نہیں کب اس پر پاگل پن کا دورہ پڑنے والا ہے۔

بعض اوقات انسان کے دل میں دہشت بیٹھ جائے تو وہ ہزار ضبط کے باوجود آنے والے خطرے کے خیال سے کانپنے لگتا ہے۔ سگریٹ کے کش لگاتے وقت اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس نے اپنے خوف کو چھپانے کے لئے جبراً بتیسی نکال کر ہی ہی کیا۔ اسے بے وجہ دانت نکال کر ہی ہی کرتے دیکھ کر سب پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے اُسے پاگل نہیں بنایا تھا مگر حالات ایسے تھے کہ اس کے ساتھی اسے پاگل سمجھنے لگے۔ ڈاکٹر نے مایوسی سے سر ہلا کر کہا۔

"تمہارے اس سگریٹ میں جو چرس ہے وہ زیادہ مہلک نہیں ہے۔ تم پر بہت ہلکا سا دورہ پڑا ہے۔ کم آن تیسرا سگریٹ سلگاؤ"

وہ دوسرے سگریٹ سے تیسرا سگریٹ سلگانے لگا

بار گہری خاموشی چھا گئی۔ سب لوگ اس کا منہ تک رہے تھے

سگریٹ سلگا کر ایک کش لینے کے بعد بھی دوسرے جلتے ہوئے سگریٹ کو اپنے دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے اس کے جھانک کر کہا۔

"میں اس سگریٹ کو خواہ مخواہ پکڑے ہوئے ہوں اپنے سامنے پھینک رہا ہوں۔"

سامنے ڈاکٹر فرش پر سے اٹھ رہا تھا۔ وہ جلتا ہوا سگریٹ کے منہ پر آکر لگا تو وہ لوکھلا کر فرش پر گر پڑا۔ پھر غصے سے

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ یو بلیڈی فول۔"

"تک دِھنا دِھن۔" سگریٹ کا کش لگانے والے نے میں اس کے دماغ میں کہہ رہا تھا۔ پھر میں نے اسے حکم کہا۔

"یہ سامنے ڈاکٹر کا چہرہ نہیں ایش ٹرے ہے۔ جھٹکنی چاہیئے۔"

اس نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر کے چہرے پر راکھ جھٹک وقت دوسرے ماتحتوں نے اسے پکڑ لیا۔ اسے دھکیلتے ہوئے گئے۔ پھر اس کے ہاتھ سے سگریٹ چھین کر پھینک دیا۔ اس بار غصہ نہیں آیا۔ اس نے فرش سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں مال پہنچانے والوں نے ہمارے ساتھ دھوکا اس بار جو کھیپ آئی ہے اسے سب سے الگ رکھا جائے۔ وہ مال لے کر آئیں تو ہم انہیں یہاں لا کر قید کریں گے اور استعمال کرنے پر مجبور کریں گے۔ ان کی یہی سزا ہے کہ ان کا دیا جائے۔"

یہ کہہ کر اس نے سونیا کو گہری نظروں سے دیکھا تھا۔

"بُو سونگھنے والی عورت بھی خطرناک ہے۔ کیوں نہ سگریٹ پلا کر اس کا دماغ الٹ دیا جائے۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔

"اس عورت کو پاگل بنانے سے کیا فائدہ حاصل ہو

اس کی اپنی سوچ نے حیرانی سے کہا۔

"ارے میں اس عورت کی حمایت میں کیوں سوچ رہا مجھے تو چاہیئے کہ اسے پہلی فرصت میں گولی مار دوں۔ اگر سے باہر جائے گی تو یہاں تک پولیس والوں کی میں چرس ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ چھپاؤں گا تو ہوگی اُدھر بھی پہنچ جائے گی۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں

سے ذہنی اذیتیں پہنچاؤں گا۔"

نے مثبت سوچ میں اسے سمجھایا۔

س کا نشہ سونیا کا دماغ تو الٹ سکتا ہے مگر اسے ذہنی اذیتیں سکتا۔ اس عورت کے تڑپنے کا تماشا اس وقت نظر آئے گا کے سامنے اس کے محبوب یا شوہر کو یہ چرس استعمال کرائی جب وہ پاگل بنے گا تو یہ ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہوتی

ی۔"

ٹر شیطان تائید میں سر ہلا کر سوچنے لگا۔

واقعی یہ عمدہ تدبیر ہے۔ میں ایک کو پاگل بناؤں گا تو دوسرے کی سزا ملتی رہے گی۔"

ئید کرتے ہی اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔

"جاؤ اس کے آدمی کو شیلف سے نکال کر لے آؤ۔"

اس کے ماتحت اس کے حکم کی تعمیل کے لئے وہاں سے چلے گئے۔ نتا تھا وہ آنے والے تھے۔ اب میں اپنی جسمانی حالت پر توجہ دینے لگا۔ میں اکڑ کر بیٹھے رہنے کے باعث میرا تمام جسم سُن ہو گیا تھا۔ کی گردش اعتدال پر نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہاتھ پاؤں سیدھے مجھے کتنی تکلیف ہوگی۔ میں اس تکلیف کا اندازہ کر سکتا تھا پنے دماغ کے ذریعہ خود اپنے جسم کو تابع فرمان بنانے لگا اور ا۔

"یں — میں صرف ایک دماغ ہوں۔ میرا جو جسم ہے وہ جیتا بھی ہے ہے۔ اپنی رگ رگ میں مسرت و انبساط کی لہروں کو محسوس کرتا ہے بل برداشت درد کی ٹیسیں بھی سہتا ہے۔ رنج و مسرت و شادمانی ہر تعلق دماغ سے ہے۔ دماغ محسوس کرتا ہے تو اس کا اثر ہے۔"

یں آہستہ آہستہ صرف اپنے دماغ تک محدود ہو کر جسمانی تکلیف سے نے کیلئے سوچ رہا تھا۔

"اب کچھ عرصے تک میرا دماغ جسمانی تکلیف کو محسوس نہیں کر سکے گا۔ انی احساسات دماغ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ دماغ ابھی مجھے سے آزاد رکھے گا۔ آزادی کا آسان راستہ یہ ہے کہ اب مجھے نیند

آہستگی سے اپنی آنکھیں بند کر کے کہنے لگا۔

"اب میں سو رہا ہوں۔ گہری نیند سو رہا ہوں۔ نیند کے دوران مجھ زرے گی اس سے میں بے خبر رہوں گا۔ جب میرے ہاتھ پاؤں ہو جائیں گے۔ جسم کے اندر خون کی گردش اعتدال پر آجائے گی بیدار ہو جاؤں گا۔"

ابتدا سے اس بات کا عادی تھا۔ سونے سے پہلے اپنے دماغ تا تھا کہ ایک مخصوص وقت تک میری نیند میں کسی قسم کی مداخلت نہ ہو اور میں فلاں وقت بیدار ہو جاؤں۔ پھر ایسا ہی ہوتا تھا۔ میرے سونے کے دوران خواہ زلزلہ ہی کیوں نہ آجاتا میں اس وقت تک بیدار نہ ہوتا جب تک کہ دماغ خطرے کی گھنٹی نہ بجاتا۔

اس وقت بھی یہی ہوا۔ ذرا سی دیر کے بعد مجھے گہری نیند آگئی۔ میں نہیں جانتا کہ ڈاکٹر شیطان کے ماتحت کب آئے۔ کیسے انہوں نے چھت سے اتار کر مجھے شیلف سے نکالا اور کتنی دیر تک میرے ہاتھ پاؤں کی مالش کرتے ہوئے مجھے سیدھا کرتے رہے۔ جب میرے ہاتھ پاؤں سیدھے ہو گئے اور وہ مجھے اسٹریچر پر ڈال کر لے جانے لگے تو میرے دماغ نے میری ہدایت کے مطابق مجھے بیدار کر دیا۔

میں نے ذرا سی آنکھیں کھول کر دیکھا وہ مجھے اسٹریچر پر اٹھائے ایک کوریڈور سے گزر رہے تھے۔ پھر وہ لوٹتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچ کر کمرے میں داخل ہو گئے اور اسٹریچر کو زمین پر رکھ دیا۔ اس وقت میں آنکھیں کھول کر چاروں طرف حیران ہو کر دیکھنے لگا۔ ڈاکٹر شیطان کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر فرہاد! اس وقت تم میرے سامنے ہو۔ تمہیں تکلیف تو ہو گی مگر کسی طرح بیٹھنے کی کوشش کرو۔"

میں آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھنے لگا۔ مجھے ذرا سی تکلیف بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی لیکن میں تکلیف کا اظہار کر رہا تھا اگر ایسا نہ کرتا تو وہ لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ سونیا کی طرح مجھ میں بھی کوئی غیر معمولی صلاحیت ہے جس کے ذریعے میں جسمانی تکلیف سے نجات حاصل کر لیتا ہوں۔ ڈاکٹر شیطان نے فاتحانہ انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر فرہاد! میں نے تمہیں اٹھارہ گھنٹے تک ٹیڑھا رکھ کر تمہاری رگ رگ سیدھی کر دی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب تم کوئی بات نہیں چھپاؤ گے۔"

میں نے پوچھا۔ "آخر تم پوچھنا کیا چاہتے ہو؟ میں تمہیں سب کچھ بتا چکا ہوں۔"

"جھوٹ نہ بولو تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ تمہاری عورت سونگھنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے اندر بھی کوئی غیر معمولی صلاحیت ہے جسے اب تک تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔"

"میرے پاس ایسی کوئی صلاحیت نہیں ہے اگر ہوتی تو میں اس قید سے آزاد ہونے کے لئے اس صلاحیت کا مظاہرہ کرتا۔"

"پھر تم میں کیا خوبی ہے کہ سونیا جیسی عورت تمہیں پسند کرتی ہے؟"

میں نے دونوں بازو پھیلا کر کہا۔

"تم خود دیکھ لو میں پہاڑ جیسا مرد ہوں۔ سونیا جیسی عورت مجھ جیسے مرد کی ہی دیوانی بن سکتی ہے۔ چونکہ میں مرد ہوں اس لئے مجھ میں مردانہ صلاحیتیں ہیں۔ تمہارا یہ قد آور انگریز ماتحت مجھ سے پنجہ نہیں لڑا سکے گا۔"

اس کا انگریز ماتحت مجھے گھور کر دیکھنے لگا اور اپنی مٹھیاں یوں

بھینچنے لگا جیسے پنجہ لڑانے کے لئے بیتاب ہو۔ ڈاکٹر شیطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم میرے اس ماتحت کو چیلنج نہ کرو۔ ہم اسے مسٹر جگر کہتے ہیں۔ تم نے ہولڈ میں جیسے گینڈے کو دیکھا ہے وہ گینڈا ابھی اس جگر سے ٹکرا کر ہار مان جاتا ہے۔ تم پنجہ لڑاؤ گے تو تمہاری انگلیوں کا کچومر نکل جائیگا۔"

جگر نے بڑی حقارت سے کہا۔

"باس اگر یہ چیلنج کرے گا تب بھی میں اس سے مقابلہ نہیں کروں گا کیونکہ اٹھارہ گھنٹے تک اکڑے رہنے کے بعد یہ اندر سے کمزور ہو چکا ہے اور ایک کمزور سے لڑنا شہ زور کی توہین ہے۔"

مجھے یاد آیا کہ موجودہ حالات کے تحت خود کو شہ زور ثابت نہیں کرنا چاہیئے۔ ورنہ پھر یہ میری غیر معمولی صلاحیت کے متعلق سوچنے لگیں گے مگر ڈاکٹر شیطان کے دماغ میں کچھ اور تھا اور وہ سوچ رہا تھا۔

"مجھے یوں بھی ان دونوں میاں بیوی کو زندہ نہیں چھوڑنا ہے میں اسے چرس استعمال کرنے پر مجبور کرنے والا تھا۔ اب ذرا تماشا ہو جائے۔ اسے پاگل بنانے سے پہلے کیوں نہ جگر کے ہاتھوں اس کے پنجے تڑوا دیئے جائیں۔ اچھا ہے یہ دونوں ہاتھوں سے بیکار ہو جائے گا۔"

یہ سوچ کر اس نے جگر سے کہا۔

"یہ کمزور ہو یا تم شہ زور ہو اس بات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ انگلیوں کے چٹخنے اور ٹوٹنے کی آواز کس طرح آتی ہے چلو آگے بڑھو اور اس سے پنجے لڑاؤ۔"

میں نے بظاہر گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"نن نہیں۔ میں ابھی۔ کمزور ہوں۔ یہ برابر کا مقابلہ نہیں ہوگا۔ میں ابھی اس سے پنجے نہیں لڑاؤں گا۔"

یہ کہہ کر میں آہستہ آہستہ یوں اٹھنے لگا جیسے گھبرا کر بھاگنے کا ارادہ ہو۔ میں نے خواہ مخواہ پنجے لڑانے والی بات کہہ دی تھی۔ مجھے اپنی جگہ سے اٹھتے دیکھ کر چار مسلح جوان لوٹتے ہوئے دروازے کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے تاکہ میں بھاگ نہ سکوں۔ میں نے دروازے کی طرف دیکھا تو سونیا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! تم اس وقت واقعی کمزوری محسوس کر رہے ہو گے۔ میں جانتی ہوں کہ تھیلے سے نکلنے کے بعد میں کس طرح کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ یہی حال تمہارا ہوگا۔ تم ایک طرف ہٹ جاؤ میں اس سے مقابلہ کرتی ہوں۔"

میں نے سونیا کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں میری جان۔ میری تقدیر میں جو لکھا ہے وہ ابھی سامنے آ جائے گا۔"

ڈاکٹر شیطان نے قہقہہ لگا [illegible]

"ہاں! سونیا جان تم اپنی جگہ جا کر بیٹھو۔ اس کی مردانگی تمہیں پسند ہے۔ یہ کیسے عورتوں کی طرح مار کھاتا ہے ذرا یہ بھی تماشا دیکھو۔"

اس کے دو ماتحتوں نے سونیا کو دونوں طرف سے پکڑ کر مجھ [illegible] ہٹا دیا۔ جان لینے والے دشمن کس قدر بے رحم ہوتے ہیں۔ [illegible] مارنے سے پہلے میری انگلیاں توڑ کر دونوں ہاتھوں سے [illegible] چاہتا تھا۔ ایسے وقت میں بے اختیار خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ [illegible] مجھے ایک حیرت انگیز اور غیر معمولی صلاحیت سے نوازا ہے۔ [illegible] میں حالات کے تحت اٹھارہ گھنٹے تک بندھے رہنے کے بعد [illegible] کمزور پڑ جاتا اور اپنی قوت ارادی سے اپنے دماغ کو اپنے [illegible] تکلیف سے مبرا نہ کرتا تو جگر کے ہاتھوں پلک جھپکتے ہی ٹوٹ [illegible]

جگر اس اعتماد سے آگے بڑھا کہ میں کمزور ہوں اور وہ زیادہ [illegible] استعمال نہیں کرے گا صرف ایک جھٹکے سے پنجہ مروڑنے کا ارادہ [illegible] کرے گا۔ اس نے میری جانب دونوں پنجے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آؤ۔۔۔ تم کمزور ہو۔ میں کچھ نہیں کروں گا۔ تم خود ہی [illegible] میری انگلیاں توڑ دو۔۔۔ آؤ بچو گھبراؤ نہیں۔"

وہ بڑی حقارت سے مجھے پچکارنے لگا۔ میں نے اپنے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کی انگلیوں میں انگلیاں پھنساتے وقت [illegible] سوچ کو پڑھ لیا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے کچھ کر گزرنے سے [illegible] ہی میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔

"تک دھنا دھن۔۔۔ چرس کا نشہ پھر بول رہا ہے۔ میرا [illegible] سے نیچے اور نیچے سے اوپر ہو رہا ہے۔ یہ میرے دماغ کو کیسے جھٹکے [illegible] رہے ہیں......؟"

جگر کے دونوں ہاتھ سست پڑ گئے وہ اپنے سر کو جھٹکے [illegible] کو توڑ ڈالنے کے فن سے میں بھی واقف ہوں۔ میں چاہتا تو ایک [illegible] اس کے دونوں ہاتھوں کو بیکار بنا دیتا۔ لیکن میں اپنی قوت [illegible] نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"وہ کم بخت فرہاد میرے دائیں طرف ہے۔ مجھے ایک [illegible] رسید کرنا چاہیئے۔"

ذہنی جھٹکے پہنچنے کے باعث اس کی آنکھیں بند تھیں۔ [illegible] طرف کھڑے ہوئے ڈاکٹر شیطان کے منہ پر اس کا الٹا ہاتھ پڑا۔ [illegible] باس جو ذہانت کے بل پر سب کا لیڈر بنا ہوا تھا اور جسمانی [illegible] کمزور تھا ایک ہاتھ پڑتے ہی فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا [illegible] ہوں کہ جگر کے ہاتھ فولادی تھے کیونکہ نتیجہ سامنے تھا۔ ڈاکٹر [illegible] پٹا ہوا تھا اور اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔

چند لمحوں تک کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا دیکھ رہا [illegible] اور کیا تماشا نظر آ رہا تھا۔ پھر انہوں نے فوراً ہی جگر کو چاروں [illegible] سے جکڑ لیا۔ ایک نے جبڑا انگریزی ریوالور دکھاتے ہوئے [illegible]

"تم چرس کے دو سگریٹ استعمال کر چکے ہو۔ تمہارا ذہنی [illegible] کر بگڑ جاتا ہے۔ جب تک تمہاری ذہنی حالت درست [illegible]

[illegible] ہمیں تمہارے نارمل ہونے کا یقین نہیں ہوگا اس وقت تک تم قید ہی رہو گے۔"

چار مسلح جوان اسے پکڑ کر وہاں سے لے گئے۔ دو چار ماتحت ڈاکٹر پر جھکے ہوئے تھے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر ہوش میں تو آ گیا مگر اس پر عجیب سی بدحواسی طاری رہی۔ دو آدمیوں نے سہارا دے کر اسے اٹھایا اور لا کر کرسی پر بٹھا دیا۔ اب بھی وہ باتیں کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اس وقت سونیا مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی۔

"مجھے یوں لگتا ہے کہ فرہاد کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں کیونکہ پنجے لڑاتے ہی جگر کے ذہن کو جھٹکا لگا اس نے پھر پاگلوں جیسی حرکتیں کیں۔ اپنے باس پر ہاتھ چھوڑ دیا۔ اگر یہ ماسٹر پوسٹے کی شرارت ہے تو پھر وہ اتنی دیر سے کہاں غائب ہو گیا ہے۔ اگر وہ غائب ہو گیا ہے تو جگر کو کس نے ذہنی جھٹکے پہنچائے ہیں؟"

یہ سوچتے ہی وہ پھر مجھے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگی۔ اسے شبہ ہو رہا تھا کہ میں ہی خیال خوانی کے ذریعہ شرارتیں کر رہا ہوں۔ میں نے جلدی سے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"سونیا یہ اچانک کیا ہو گیا ہے؟ کیا جگر پر پاگل پن کا دورہ پڑتا ہے؟"

پہلے تو سونیا کے دماغ نے سوچا "کیا فرہاد کا بچہ انجان بن رہا ہے؟" لیکن وہ زبان سے یہ بات نہ کہہ سکی۔ کیونکہ ڈاکٹر ہماری طرف دیکھ رہا تھا اس نے اپنی سوچ کے خلاف کہا۔

"ہاں! اس ڈاکٹر پر بھی اسی قسم کا دورہ پڑ چکا ہے۔ ان لوگوں نے مہلک قسم کی چرس سگریٹ میں استعمال کی ہے اس کے اثر سے ان کا دماغی توازن رہ رہ کر بگڑ جاتا ہے۔ اب ڈاکٹر پر بھی دوسری بار دورہ پڑ سکتا ہے۔"

ڈاکٹر نے گھبرا کر انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ فار گاڈ سیک ایسی منحوس باتیں نہ کرو۔ یہ تجربہ مجھے بہت مہنگا پڑا ہے۔ جگر میرا بہت وفادار ماتحت ہے۔ اس نے پاگل پن سے مجبور ہو کر ایسا کیا ہے۔ بہرحال اس وقت میں ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوں۔ ذرا آرام آتے ہی میں دونوں کو جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ ہمیں کسی دوسرے کمرے میں لے جا کر بند کر دیا جائے۔ یہ حکم دے کر وہ اپنے ایک ماتحت کا سہارا لیتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ ہمیں بھی رائفلوں کی زد پر رکھ کر دوسرے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جب وہ لوگ باہر سے دروازہ بند کر کے چلے گئے تو سونیا ایک بستر پر گر پڑی۔ اور سوچنے لگی۔

"اب میں تھوڑی دیر تک کچھ نہیں سوچوں گی۔ کیا کبھی دماغ سوچ سے خالی نہیں رہ سکتا؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"جب دماغ سوچ سے خالی ہوتا ہے تو وہ انسان کی موت کا وقت ہوتا ہے۔"

سونیا نے اپنی سوچ کے ذریعہ کہا۔

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ انسان خالی الذہن ہو جائے تو مر ہی جائے۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو فرہاد؟"

"میں دعوے کے ساتھ......"

اچانک ہی مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ میں سوچ کے ذریعہ سونیا کی سوچ کا جواب دے رہا ہوں۔ مگر بہت دیر ہو چکی تھی سونیا بستر سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر دوڑتی ہوئی آئی اور میرا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔

"فرہاد کے بچے تم مجھے بیوقوف سمجھتے ہو۔ میں بہت دیر سے موقع کے انتظار میں تھی آخر یہی تدبیر سمجھ میں آئی کہ خالی الذہن ہونے والی بحث شروع کروں۔ جب ذہنی قلابازیوں کی باتیں آئیں گی تو تم اپنے تجربات سے مجبور ہو کر بے اختیار بحث کرنے لگو گے۔ اور تم سے یہ غلطی ہو گئی۔"

"میری جان ہم دونوں ایک دوسرے کے رازدار ہیں۔ میں اپنی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو تم سے چھپانا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے موقع کا انتظار تھا کہ میں اس طرح تمہیں بازوؤں میں سمیٹ کر خوشخبری سناؤں کہ تمہارا اصلی ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد واپس آ گیا ہے۔"

وہ تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ میں سوچوں کا شہنشاہ بن گیا ہوں۔ لیکن میری زبان سے اس کی تصدیق ہوتے ہی وہ خوشی سے پاگل ہو گئی

"اب تو مجھے اتنا اطمینان ہے کہ صرف خدا سے ڈر لگتا ہے۔ ورنہ دنیا کی کوئی طاقت میرے فرہاد کا راستہ نہیں روک سکے گی۔"

"ہاں سونیا! صرف خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ وہ جب چاہتا ہے عظیم سے عظیم تر انسانوں کی صلاحیتیں چھین کر انہیں بالکل کھوکھلا کر دیتا ہے۔ سپر ماسٹر کی کیا مجال تھی کہ وہ خدا کی مرضی کے خلاف مجھے کھوکھلا بنا دیتا۔ اب اسی معبود کی رضا سے مجھے دوبارہ یہ علم حاصل ہو گیا ہے واقعی خدا سے ڈرنا چاہیئے اور اس کا شکر بھی ادا کرنا چاہیئے۔"

اگر اس کی مرضی سے سب کچھ ملتا ہے تو سونیا بھی اس کا دیا ہوا انعام تھی۔ ـــــ اسے بتاتا رہا کہ شمع ہی ... کے دوران کس طرح میں نے آہستہ آہستہ اپنے ماضی کو یاد کیا ہے اور ماضی کے بہت سے بچھڑے ہوئے رشتے کس طرح یاد آئے تھے۔ اگر میں اطمینان سے بیٹھ کر سوچوں تو کچھ اور بھولے ہوئے ساتھی بھی یاد آئیں گے۔ سونیا نے کہا۔

"پاکستان میں انٹیلی جنس کے ایک ڈائریکٹر جنرل تمہارے گھر

دوست تھے۔ ان کا نام مجھے یاد نہیں ہے۔"

مجھے فوراً یاد آ گیا۔ میں نے کہا۔

"ان کا نام سعید احمد ہے۔ ہم ایک طویل عرصے سے بچھڑے ہوئے ہیں۔ پتہ نہیں وہ میرے متعلق کیا سوچ رہے ہوں گے۔"

سونیا نے میرے گلے میں باہیں ڈال کر مشورہ دیا۔

"تو پھر ان کی سوچ پڑھ کر دیکھ لو ابھی پتہ چل جائے گا۔ کیا تم ان سے دماغی رابطہ قائم نہیں کرو گے؟"

"نہیں سونیا اب میں بہت زیادہ محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ سپر ماسٹر ..... اب تک اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گا کہ میں اپنا ماضی بھول چکا ہوں۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں میرے دماغ سے دُھل گئی ہیں۔ ایسی صورت میں وہ کہیں بھی میرے متعلق رپورٹ پہنچائے گا تو میری ٹیلی پیتھی کا ذکر نہیں کرے گا۔ اپنے گروہ کو دوبارہ منظم کرنے کے بعد اپنے تمام ماتحتوں کو یہی سمجھائے گا کہ میں اپنے ماضی کو بھول چکا ہوں اور اب میرے پاس کوئی غیر معمولی صلاحیت نہیں ہے۔"

سونیا نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں انہیں خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہیئے۔ نہ جانے کب اور کہاں اس سے ٹکراؤ ہو جائے۔ تم اپنی صلاحیتوں کو چھپا کر رکھو تو بہتر ہے۔"

"اسی لئے میں اپنے دوستوں سے بھی دماغی رابطہ قائم نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے کہ وہ دشمن میرے کسی نہ کسی دوست کے ذریعہ پھر میری اصلیت کو سمجھ سکتا ہے۔ ویسے یہ کہ میں چپ چاپ..... سعید صاحب کی خیریت معلوم کر سکتا ہوں۔ تم ذرا دیر کے لئے خاموش رہو میں ان کے ذہن میں جھانک کر دیکھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنی آنکھوں کے پیچھے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سعید احمد کے چہرے کو اچھی طرح یاد کرنے لگا۔ ان کے لب و لہجے کو پہچاننے لگا۔ جب ان کا لہجہ اچھی طرح یاد آ گیا تو میں اس کے ذریعہ ان کی سوچ کے پیچھے تک پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ وہ دولہا بنے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ان کے دماغ کے ذریعہ میں قاضی صاحب کی آواز سن رہا تھا۔

ثمر کے ساتھ ان کا نکاح پڑھایا جا رہا تھا۔ وہی ثمر جو سعید صاحب کی محبوبہ تھی اور جس کا باپ ایک سازش کے تحت پاگل خانے پہنچا دیا گیا تھا۔ ماسٹر بوشے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس کے باپ کو دیوانگی سے فرزانگی کی طرف لے آیا تھا۔ اب اس کا باپ صحیح الدماغ تھا اور اس وقت شادی کی تقریب میں موجود تھا۔ سونیا نے میرے چہرے پر خوشیوں کو پڑھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بات ہے خوشی سے کھل رہے ہو؟"

"ہاں سونیا! میں بہت خوش ہوں۔ آج میرے دوست... سعید صاحب کی زندگی میں بہار آ رہی ہے۔ ان کی محبوبہ ثمر کے ساتھ ان کا نکاح پڑھایا جا رہا ہے۔ آج انہیں وہی مسرتیں حاصل ہو رہی ہیں جو مجھے تم سے ہو رہی ہیں۔"

سونیا نے بڑی حسرت سے پوچھا۔

"ان کی شادی ہو رہی ہے نا؟"

"ہاں میری جان۔"

"کیا ہماری شادی نہیں ہو سکتی۔"

اس کے اس سوال میں کتنی حسرتیں مچل رہی تھیں۔ میں نے اسے بڑی مضبوطی سے پکڑ کر کہا۔

"شادی کے معنی ہیں خوشی اور یہ خوشی ہم سے دور نہیں ہے۔"

"نہیں فرہاد! اگر باقاعدہ کورٹ میرج کر لی جائے تو کیا حرج ہے؟ میں قانونی طور سے تمہاری بیوی بننے کا فخر حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"بیوی بننے کے بعد میرے بچے کی ماں بننے کا فخر حاصل کرنا چاہو گی۔ پھر نانی اور دادی بننے کا فخر حاصل کرنا چاہو گی اور زندگی مجھے اتنی فرصت نہیں دیتی کہ میں تمہیں دادی اماں کی منزل تک پہنچا دوں۔"

"تم ہمیشہ یہی کہہ کر ٹال دیتے ہو۔ کیا تم کبھی شادی نہیں کرو گے؟"

"تم خود ہی سوچو کہ میں کس طرح شادی کر سکتا ہوں۔ میری کوئی منزل نہیں ہے، میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ میں وقت کی طرح ہر لمحہ بہتا چلا جا رہا ہوں۔ تم دوست بن کر میرے ساتھ ساتھ بہہ سکتی ہو لیکن بیوی بن کر بچے پیدا کرنے کے لئے کسی ایک منزل پر نہیں ٹھہر سکتیں۔ کیا تم اسے پسند کرو گی کہ میں تمہیں کسی ایک گھر میں بسا دوں اور خود حالات کے دھارے پر بہتا ہوا آگے نکل جاؤں؟"

"نہیں میں تمہیں خطرات میں کودنے کے لئے کہیں تنہا نہیں جانے دوں گی۔"

"تو پھر بچے کو گود میں اٹھا کر میرے ساتھ کہاں چلو گی؟ میری جان صرف جذبات کو نہ دیکھو حالات کو بھی دیکھو نہ جانے سپر ماسٹر جیسے کتنے بدترین دشمن میرے راستے میں آئیں گے۔ میں بیوی بچوں کا قافلہ بنا کر ان کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ مگر اس کا دماغ خاموش نہیں تھا۔ وہ [illegible] ہوئی خود کو قائل کر رہی تھی کہ میں درست کہہ رہا ہوں۔ موجودہ حالات میں شادی ممکن نہیں ہے۔ یہ تو اسی وقت ممکن ہے جب سپر ماسٹر کا خاتمہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا دشمن بھی نہ رہے۔ تب میں [illegible] کے ساتھ اس کے ملک جا سکتی ہوں۔ اور وہاں پر سکون گھریلو زندگی گذار سکتی ہوں۔ لیکن یہ بھی تو ممکن نہیں ہے کہ اس دنیا میں ہمارا کوئی دشمن نہ ہو۔ [illegible] کے دشمن ہوتے ہیں۔ ہمارے زیادہ ہیں۔ شاید اس لئے کہ ہمارے پاس غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ کاش کہ میں اور فرہاد انسانوں جیسے ہوتے۔ پھر ہماری شادی میں کوئی رکاوٹ پیش...

وہ گھوم پھر کر شادی کے متعلق ہی سوچ رہی تھی اور مایوس ہوتی جا رہی تھی۔ شادی کے ذکر پر اچانک ہی مجھے فریال یاد آ گئی۔ اس کا حسین چہرہ نگاہوں کے سامنے پھرنے لگا۔ میری زندگی میں وہی ایک ایسی لڑکی آئی تھی جس کے لئے میں ذرا جذباتی بن گیا تھا۔ اس کے قریب رہ کر میں نے سنجیدگی سے شادی کے متعلق سوچا تھا لیکن وہ وقت بھی گذر چکا تھا۔ جذبات کے جاگنے اور سونے کا وقت ہوتا ہے۔ فریال کے لئے کبھی جو جذبات ابھرے تھے وہ اب سو گئے تھے۔ گذرے ہوئے وقت نے سمجھا دیا تھا کہ مجھ جیسے گردش میں رہنے والے شخص کو کبھی شادی کے متعلق نہیں سوچنا چاہیئے۔

بہرحال فریال سے پھر بھی جذباتی تعلق تھا۔ اس کے ساتھ میں بہت سے رنگین اور سنگین لمحات گذار چکا تھا۔ جب تک میں اسے بھولا ہوا تھا تو کوئی بات نہ تھی لیکن اب اس کی خیریت دریافت کرنا میرا فرض تھا۔ میں آنکھیں بند کر کے اس کا تصور کرنے لگا۔ وہ کس طرح باتیں کرتی تھی اس کے لہجے کو یاد کرنے لگا۔ اس کے بعد میں نے اس کی سوچ کے پیچھے تک پہنچنے کی کوشش کی۔ مگر وہ نہیں مل رہی تھی میں حیرانی و پریشانی سے اسے تلاش کرنے لگا۔ سوچ کے اندھیروں میں بھٹکنے لگا۔

"کہاں ہو فریال؟ کہاں ہو؟ تمہارا فرہاد تمہیں پکار رہا ہے۔"

مگر وہ چپ تھی۔ موت کی سی خاموشی تھی۔ کوئی بھی انسان اپنی زندگی میں سوچ سے خالی نہیں ہوتا۔ مگر وہ خالی ہو گئی تھی۔ میری سوچ کا جواب نہیں دے رہی تھی۔ وہ کیا جواب دیتی اس کا دماغ جواب دے گیا تھا۔ کیا وہ مر.......

اس نتیجے پر پہنچتے ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ایک لمحے کے لئے یوں لگا جیسے میرے دل سے دھڑکنیں چھین لی گئی ہوں۔ وہ کیسے چپ چاپ اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔ مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ پتہ کیسے چلتا جبکہ میں خود کو بھولا ہوا تھا۔ آہ یہ خیال میرے دل پر گھونسے مار رہا تھا کہ آخری ہچکی کے وقت بھی اس نے مجھے پکارا ہو گا۔

"فرہاد —" مجھے کسی کی پکار سنائی دی۔ میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اوہ یہ تو سونیا مخاطب کر رہی تھی۔

"فرہاد — کیا بات ہے ابھی تو تم خوشی سے کھلے جا رہے تھے اور اب اک دم اداس نظر آ رہے ہو۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔

"ہاں! خوشی اور غم ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ابھی میں نے ایک دوست کی خوشیاں دیکھیں اور دوسرے ہی لمحے ایک پیاسی پیاری سی [illegible] دنیا میں نابود پایا۔ تم سے پہلے فریال نام کی ایک لڑکی میری زندگی میں آئی تھی۔ اب وہ اپنی زندگی سے بھی دور ہو گئی۔"

"مجھے افسوس ہے فرہاد۔"

سونیا اتنا کہہ کر چپ ہو گئی۔ ایک عورت دوسری عورت کو اپنے محبوب کے پیار میں شریک نہیں کرتی سونیا کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"خدا مجھ پر مہربان ہے۔ مجھے اس بیچاری کے مرنے کا افسوس ہے مگر اطمینان بھی ہے۔ اب فرہاد کی سوچ صرف میرے لئے ہو گی۔"

میں اس کے خیالات کو زیادہ دیر تک نہ پڑھ سکا۔ دروازہ کھلنے کی آواز آ رہی تھی۔ ہم دونوں اٹھ کر بیٹھ گئے۔ چار مسلح نوجوان ہمیں لینے آئے تھے۔ وہ چاروں مقامی باشندے تھے اس لئے انہوں نے اشاروں سے ہمیں اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ اس دوران مجھے ڈاکٹر شیطان کے دماغ میں جھانک کر دیکھنا چاہیئے تھا۔ مگر میں نے بہت سا وقت ضائع کر دیا تھا۔ ان کے ساتھ اس کے کمرے سے نکلتے وقت میں یہ معلوم کرنے لگا کہ ڈاکٹر شیطان کہاں ہے؟ اور ہمارے لئے کیا سوچ رہا ہے؟

وہ کہیں آرام سے بستر پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی قوت ارادی کے ذریعہ خود کو مطمئن کر رہا تھا کہ اب اس کی ذہنی حالت درست ہے آئندہ اس پر پاگل پن کا دورہ نہیں پڑے گا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ کم بخت فرہاد اور سونیا خواہ مخواہ ہمارے راستے میں آ گئے اب میرے آدمی انہیں دوسری جگہ لے جا رہے ہوں گے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے وہ دونوں بڑے ہی سخت جان ہیں۔ آسانی سے نہیں مریں گے۔"

ڈاکٹر شیطان نے اپنی سوچ میں کہا۔

"مریں گے، اتنی آسانی سے مریں گے کہ جیسے چیونٹیاں مرتی ہیں۔"

"لیکن کس طرح مریں گے؟"

میں اس کی سوچ کو کریدنے لگا تو وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا اور پریشان ہو کر سوچنے لگا

"یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کیسے مریں گے۔ پھر جانتے ہوئے بھی سوچ رہا ہوں کہ وہ کیسے مریں گے۔ کیا میں ذہنی طور پر پھر بہک رہا ہوں؟"

وہ اپنا سر سہلانے لگا۔ اس کی سوچ میرے قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ موجودہ حالات کے تحت خود ہی پریشان تھا۔ ایک ہی بات بار بار سوچتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ کہیں یہ بھی پاگل پن نہ ہو۔ جس عمارت میں ہمیں قید کیا گیا تھا ہم وہاں سے باہر آ گئے تھے۔ ایک مقامی باشندہ ہمارے آگے چل رہا تھا۔ باقی تین ہمارے پیچھے تھے اس وقت رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ کچھ دور آگے بڑھنے کے بعد سونیا نے انگریزی زبان میں کہا۔

"میں ان کی زبان سمجھ رہی ہوں۔ یہ ہمیں ایک چھوٹے سے کاٹج میں لے جا رہے ہیں۔ اس کاٹج میں شاید کچھ اور بھی قیدی ہیں۔ وہاں ہم سب کو ایک ساتھ ختم کر دیا جائے گا۔"

میں نے اس کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"تم کسی طرح یہ معلوم کرو کہ وہ کس طرح مارنا چاہتے ہیں؟"

"یعنی تم چاہتے ہو کہ میں ان کی زبان میں باتیں کروں؟"

"ہاں! چاہتا تو یہی ہوں۔ پھر سوچتا ہوں کہ کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ اتنے احمق تو نہیں ہیں کہ اپنے منصوبوں سے ہمیں آگاہ کردیں۔"

"پھر کیا کیا جائے؟"

میں سوچنے لگا کہ کیا کیا جائے۔ اگر وہاں ڈاکٹر شیطان کا کوئی انگریز ماتحت ہوتا تو میں اس کی زبان کو اور اس کی سوچ کو سمجھ لیتا۔ لیکن یہ مقامی باشندے دماغی طور پر میرے تابعدار نہیں بن سکتے تھے۔ ایک خیال یہ آیا کہ اچانک ہی ان پر حملہ کردیا جائے۔ ان کے پاس رائفلیں تھیں۔ جتنی دیر میں یہ رائفلیں سیدھی کرتے اتنی دیر میں ہم تابڑتوڑ حملوں سے انہیں حواس باختہ کر سکتے تھے۔ میں سونیا پر ارادہ ظاہر کرنا چاہتا تھا لیکن بعض اوقات تقدیر سوچنے کا موقع نہیں دیتی۔ میرے سوچتے سوچتے ہی اچانک وہ کاٹیج سامنے آگیا جو ہمارے لئے موت کا گھر بننے والا تھا۔ اگر تاریکی نہ ہوتی اور وہ کاٹیج دور ہی سے نظر آجاتا تو میں اتنا وقت کبھی سوچنے میں ضائع نہ کرتا۔ مگر اب کاٹیج کے آس پاس دوسرے مسلح جوان بھی نظر آرہے تھے۔ اب کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

سونیا سوچ رہی تھی کہ شاید میں خاموش رہ کر کسی کے دماغ میں جھانک رہا ہوں۔ اس لئے اس نے راستے میں مجھے دوبارہ مخاطب نہیں کیا تھا۔ کاٹیج کے قریب پہنچتے ہی اس نے پریشان ہوکر کہا۔

"کیا بات ہے فرہاد! تم بالکل ہی خاموش ہوگئے ہو؟"

"ہاں کوئی بات نہیں بن رہی ہے۔ زندگی میں بعض مقامات ایسے بھی آتے ہیں جہاں ٹیلی پیتھی بیکار ہو جاتی ہے۔"

ہم کاٹیج کے دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ وہاں کھڑے ہوئے ایک شخص نے دروازے کا تالا کھولنے کے بعد اپنے ساتھیوں کو ہاتھ کا اشارہ کیا کہ ہمیں اندر لے جائیں۔ میں نے دروازے میں داخل ہونے کے بجائے ان سے کہا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہمیں اس کاٹیج کے اندر کیوں لے جارہے ہو؟"

وہ میری بولی نہیں سمجھتے تھے۔ وہ مجھے اور سونیا کو رائفل کی نال کے ٹھوکے دیتے ہوئے اندر لے گئے۔ وہاں کچھ مقامی باشندے نظر آئے۔ ان میں تین عورتیں بھی تھیں۔ جب ہمارے پیچھے دروازہ بند ہو گیا تو میں نے سونیا سے کہا۔

"یہاں سب مقامی باشندے ہیں اور ہماری طرح قیدی ہیں۔ یہ ہمارے دوست اور ہمدرد بن سکتے ہیں۔ تم ان سے باتیں کرو۔"

سونیا میری ہدایت کے مطابق ان سے باتیں کرنے لگی۔ اس وقت باہر سے کوئی شخص اونچی آواز میں بولنے لگا۔ سونیا اور دوسرے مقامی باشندے پوری توجہ سے اس کی باتیں سننے لگے۔ وہ بولتا جا رہا تھا اور سننے والوں کے چہروں پر خوف اور دہشت طاری ہوتی جا رہی تھی۔ پھر وہ عورتیں رونے لگیں۔ مرد بھی ایسے سہمے ہوئے تھے کہ عورتوں کو تو کیا خود کو بھی تسلیاں نہیں دے سکتے تھے۔ سونیا نے میرے قریب آکر کہا۔

"باہر وہ شخص کہہ رہا ہے کہ آدھی رات کے بعد اس کاٹیج کو دھماکے سے اڑا دیا جائے گا۔"

اب پتہ چلا کہ عورتیں کیوں رو رہی ہیں اور مرد اتنے سہمے ہوئے کیوں ہیں۔ کیونکہ ان سب کی موت کا ایک وقت مقرر کر دیا گیا تھا۔ لاعلمی بڑی اچھی چیز ہے۔ جب تک انسان کو اپنی موت کا علم نہیں ہوتا اس وقت تک وہ موت کو سمجھتا تو ہے مگر اس سے ڈرتا نہیں ہے۔ جب موت کا وقت مقرر ہو جاتا ہے تو وہ وقت سے پہلے ہی مرجاتا ہے۔ اس وقت وہ سب ہی حواس باختہ ہو گئے تھے اور موت سے دور بھاگنے کے لئے دروازوں اور کھڑکیوں کو پیٹ رہے تھے۔

میں سوچنے لگا کہ وہ کس طرح اس کاٹیج کو بارود کے دھماکے سے اڑائیں گے۔ صاف ظاہر تھا کہ دھماکے کے وقت کاٹیج کے آس پاس ..... کوئی نہیں رہے گا۔ ایک بہت لمبا سا تار بچھا دیا جائے گا۔ اس تار کے ایک سرے کو آگ دکھائی جائے گی۔ پھر وہ تار سلگتا ہوا کاٹیج کے قریب آتا جائے گا۔ پھر یہاں پہنچ کر بارود کے ذخیرے کو آتش فشاں بنا دے گا۔ میرے خیال کے مطابق بارود کے کئی گولے کاٹیج کے آس پاس رکھے گئے ہوں گے جو بیک وقت پھٹیں گے۔ اگر وہ گولے کاٹیج کے اندر رکھے جاتے تو وہ ہمیں وقت سے پہلے موت کی اطلاع نہ دیتے۔ پھر بھی میں نے سونیا سے کہا

"تم ان لوگوں کو سمجھاؤ کہ شور نہ مچائیں۔ ان سے کہو کہ کاٹیج کے اندر بارود کے گولے تلاش کریں۔ اگر وہ مل گئے تو ہم تار کے کنکشن کو کاٹ دیں گے۔"

سونیا انہیں سمجھانے لگی۔ وہ سب اپنی جان بچانے کی فکر میں دروازہ توڑ کر نکل جانا چاہتے تھے جو ان سے نہیں ٹوٹ سکتا تھا۔ اس لئے وہ سونیا کی ہدایت کے مطابق کاٹیج کے ایک ایک گوشے میں بارود کے گولے تلاش کرنے لگے یہ فضول سی کوشش تھی۔ وہ اتنے احمق نہیں تھے کہ فلیتے کی طرح جلنے والے تار کو ہم تک پہنچا دیتے۔ وہ کاٹیج تین کمروں پر مشتمل تھا۔ تینوں کمروں کو اچھی طرح دیکھ لینے کے بعد وہ تھک ہار گئے۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ ہمیں آدھی رات تک کیوں زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ شخص کچھ اور بھی کہہ رہا تھا؟"

"ہاں وہ کہہ رہا تھا کہ قریبی سمندر سے گیارہ بجے رات کو جاپان کا ایک جہاز گذرنے والا ہے۔ اگر ابھی اس کاٹیج کو بارود کے دھماکے سے اڑا دیا جائے گا تو اس جلنے والے کاٹیج کے شعلے دور تک نظر آتے رہیں گے اور جہاز والوں کے لئے خطرے کی گھنٹی بن جائیں گے اسی لئے

انہوں نے آدھی رات کے بعد ہماری موت کا وقت مقرر کیا ہے۔"

یہاں کے لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ کس روز اور کس وقت کون سے ملک کے جہاز قریبی سمندر سے گذرتے ہیں۔ اسی کے مطابق ڈاکٹر شیطان آدھی رات کے بعد دھماکہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"پتہ نہیں ابھی کیا وقت ہوا ہے۔ تم دروازے کے پاس جاکر ان سے کہو کہ وہ ہمیں کم از کم وقت بتاتے رہیں۔"

سونیا دروازے کے پاس جاکر کسی کو مخاطب کرنے لگی۔ اور مقامی زبان میں باتیں کرنے لگی۔ اس کی باتیں سن کر ہمارے ساتھ قید ہونے والے انکار میں اپنا سر ہلاتے ہوئے کچھ کہنے لگے۔ سونیا میرے پاس آکر کہنے لگی۔

"یہ لوگ گھبرا رہے ہیں کہ انہیں وقت نہ بتایا جائے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی لاعلمی میں وقت گذر جائے۔ یہ اپنے طور پر درست کہہ رہے ہیں فرہاد۔ انہیں جیسے جیسے علم ہوتا جائے گا کہ وقت قریب آرہا ہے ان میں سے کتنے ہی دہشت سے مرجائیں گے۔"

سونیا کی بات ختم ہوتے ہی باہر سے ٹن ٹن کی آوازیں آنے لگیں۔ وقت بتایا جارہا تھا کہ نو بج گئے ہیں یعنی دو گھنٹے بعد جاپان کا ایک جہاز گذرنے والا ہے اور اس کے ایک گھنٹے بعد ہم اس دنیا سے گذرنے والے تھے۔ شاید وہ اس طرح ہمیں کبھی وقت نہ بتاتے لیکن قیدیوں کی باتیں سننے کے بعد وہ سمجھ گئے تھے کہ موت سے پہلے ہمیں اسی طرح تڑپایا جاسکتا ہے۔

"فرہاد کچھ کرو۔ ہم سب مجبور ہیں۔ اپنی جسمانی قوت کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔ اگر دروازہ توڑنے میں کامیاب ہوگئے تب بھی باہر کھڑے ہوئے مسلح جوانوں سے نہیں بچ سکیں گے۔"

میں نے اس کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ مجھے یقین ہے کہ میں کچھ کر گزروں گا۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے فی الحال مجھے تنہائی کی ضرورت ہے۔"

سونیا نے دوسرے قیدیوں کو سمجھایا کہ وہ سب دو کمروں میں رہیں اور ایک کمرہ خالی چھوڑ دیں۔ ہم وہاں سکون سے بیٹھ کر ان کے لئے تدبیر کریں گے۔ سونیا کی خواہش کے مطابق ایک کمرہ خالی کر دیا گیا لیکن ایک نیا مسئلہ پیش آیا۔ ایک عورت دردِ زہ میں مبتلا ہوگئی تھی۔ اس کا وقت قریب آگیا تھا۔ لہٰذا اس کے لئے بھی ایک کمرے کی ضرورت تھی۔

میں بہت دیر سے اس عورت کے کراہنے کی آوازیں سن رہا تھا۔ مجھے حیران ہونا پڑا تھا کہ ہم سب موت کے منہ میں جانے والے تھے اور ایک نیا انسان جنم لینا چاہتا تھا۔ مرنے اور پیدا ہونے کا سلسلہ یوں بھی جاری ہے۔ دنیا کے شرپسند انسان بارود کے دھماکوں میں بھی جنم لینے سے باز نہیں آتا۔ آخر یہ ہوا کہ تمام مرد سمٹ کر ایک کمرے میں آگئے۔ عورتیں اس کمرے میں چلی گئیں جہاں ایک ماں موت سے لڑتے لڑتے اپنے بچے کو زندگی دینا چاہتی تھی۔

میں تیسرے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد ننگے فرش پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ میرا رخ شمال کی طرف تھا جب میری صلاحیتیں مجھ سے بچھڑ گئی تھیں تو اس وقت سمت کا تعین کرنے کے لئے مجھے قطب نما کی ضرورت پیش آئی تھی۔ رات کی تاریکی میں موٹر بوٹ ڈرائیو کرتے وقت میں قطب نما کا محتاج تھا..... چونکہ شمال کی طرف سے چلنے والی مقناطیسی ہواؤں کا تعلق ٹیلی پیتھی سے ہوتا ہے اس لئے مجھے آپ ہی آپ وہ مقناطیسی ہوائیں اپنی طرف متوجہ کرلیتی تھیں۔

میں نے شمال کی سمت بیٹھ کر اپنی آنکھیں بند کرلیں اور سوچنے لگا کہ کسے اپنا ٹارگٹ بنانا چاہیئے؟ وہاں میں تین انگریزوں کو جانتا تھا ایک ڈاکٹر شیطان دوسرا جیگر اور تیسرا وہ انگریز تھا جسے جیگر کو اس شبہ پر قید کیا تھا کہ اس کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں ہے۔ میں اس تیسرے انگریز کے دماغ میں جھانکنے لگا وہ کسی کاٹیج کے ایک کمرے میں صوفے پر بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ اس کے پہلو میں ایک نوجوان لڑکی تھی۔ وہ اپنی زبان میں اس لڑکی سے محبت کا اظہار کر رہا تھا لیکن لڑکی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو شاید میں اس منظر سے لطف اندوز ہوتا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ لڑکی میرے لئے گونگی ہے۔ اس کی بولی میری سمجھ میں نہیں آتی۔ لہٰذا جب تک نشہ زیادہ نہیں ہوگا اس وقت تک مزہ نہیں آئے گا۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا۔

"ہاں! واقعی نشے میں گونگے پن کا احساس مٹ جائے گا۔ مجھے ایک لمبا پیگ لینا چاہیئے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے ایک بڑا سا پیگ بنایا۔ پھر اسے غٹا غٹ پینے لگا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ بالکل ہی مدہوش ہو جائے اور ایسے وقت اس کے دماغ میں صرف میری ہی سوچ کام کرے۔ اس لئے میں اسے ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا بڑا پیگ پینے پر اکساتا رہا اور اس کے دماغ کو کنٹرول کرتا رہا کہ وہ پینے کے دوران نشے کی زیادتی محسوس نہ کرے۔ میں اس کی سوچ میں کہتا تھا۔

"میں نشے میں نہیں ہوں۔ یہ شراب میرے لئے پانی ہے۔ میں ایسے کئی بڑے بڑے پیگ حلق میں اتار کر ہضم کر سکتا ہوں۔"

اس طرح اس کے اندر قوتِ ارادی پیدا ہوگئی تھی۔ چار بڑے پیگ کے بعد جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تو وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ اس کی قوتِ ارادی یکلخت ختم ہوگئی۔ اس کا سر بُری طرح چکرانے لگا۔ وہ لڑکی اسے مدہوشی کی حالت میں دیکھ کر

ذرا دور کھڑی ہو گئی تھی اور گھبرا رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔
"ہت تیری نشے کی ایسی تیسی۔ میں نشے میں نہیں ہوں۔ اگر یہ لڑکی میرے لئے گونگی ہے تو اس کی بھی ایسی کی تیسی۔ شکار کو بھون کر کھاتے وقت اس کی بولی نہیں سنی جاتی۔ بس اسے چکھا جاتا ہے۔
جب وہ اس کے قریب پہنچ گیا تو میں نے اس کی سوچ میں کہا۔
"تعجب ہے شراب میں نے پی ہے اور نشہ اس لڑکی کو ہو رہا ہے۔ یہ کمبخت الٹی کھڑی ہوئی ہے۔ یعنی اس کا سر نیچے ہے ٹانگیں اوپر ہیں مجھے ڈانٹ کر اسے سیدھا کرنا چاہیئے۔"
پھر میں جیسے جیسے اس کی سوچ میں کہتا گیا اسی کے مطابق وہ اپنی زبان سے بولتا اور عمل کرتا گیا۔ اس نے کہا۔
"اے الو کی پٹھی تم سمجھتی ہو کہ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کرلو گی تو میں تم تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ یہ دیکھو
یہ کہہ کر وہ فرش پر جھک گیا جھکتے وقت اپنا توازن نہ سنبھال سکا اس لئے لڑکی کے قدموں میں گر پڑا۔ لیکن نشے اور طبلی پیتھی کا ملا جلا کمال تھا کہ لڑکی اسے سر کے بل کھڑی نظر آرہی تھی۔ وہ اپنے ہونٹ آگے جھکا کر اس کے قدموں کا بوسہ لینے لگا۔
ارے سر کہاں چلا گیا ؟۔ سالی پھر سیدھی ہو گئی۔"
وہ ایک قریبی صوفے کا سہارا لے کر اٹھنے لگا۔ اب وہ دماغی طور سے پوری طرح میرے قابو میں آگیا تھا۔ اب میں اسے اپنی مرضی کے مطابق نچا سکتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔
"یہ لڑکی اسی طرح الٹی سیدھی ہوتی رہے گی۔ شراب پینے کا مزہ اسی میں ہے کہ باہر کھلی فضا میں چہل قدمی کی جائے۔"
میری ہدایت کے مطابق وہ لڑکھڑاتے قدموں سے دروازے کی طرف جانے لگا۔ لڑکی نے اسے آواز دے کر پوچھا کہ کیا وہ جا سکتی ہے ؟ لیکن میں نے اس کی آواز کو شرابی کے ذہن تک پہنچنے نہیں دیا۔ اسے کاٹج سے باہر لے آیا۔ پھر میں نے کہا۔
"بہت دیر ہو چکی ہے۔ مجھے جگلر کی خبر لینی چاہیئے۔ اب شاید اس کا دماغ درست ہو گیا ہو گا۔"
وہ ڈگمگاتا ہوا اس کاٹج کی طرف بڑھنے لگا جہاں جگلر کو قید کیا گیا تھا۔ کاٹج کے دروازے پر مسلح جوان پہرہ دے رہے تھے جنہوں نے اسے دیکھتے ہی اس کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ وہ کاٹج کے اندر پہنچا تو جگلر سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ وہ میری سوچ کے مطابق کہنے لگا
"ہیلو مسٹر جگلر! اب تمہاری دماغی حالت کیسی ہے ؟"
"میں بالکل ٹھیک ہوں مسٹر جیکب۔"
اس وقت مجھے پتہ چلا کہ جسے میں خراب کے نشے میں مدہوش کرنے کے بعد دماغی طور پر اپنا غلام بنا چکا تھا اس کا نام جیکب ہے جگلر کہہ رہا تھا۔
"اس وقت سے اب تک مجھ پر دورہ نہیں پڑا ہے لیکن مسٹر جیکب آج تم بہت نشے میں نظر آرہے ہو۔ سیدھی طرح کھڑے بھی نہیں ہو سکتے۔ ادھر سے ادھر ڈگمگا رہے ہو۔ مگر تعجب ہے کہ اتنے نشے کے باوجود ہوشمندوں کی طرح باتیں کر رہے ہو۔"
وہ اپنا سینہ ٹھونک کر کہنے لگا۔
"میرا نام جیکب ہے۔ اور جیکب شراب کو پانی کی طرح پیتا ہے اور پانی کی طرح نکال دیتا ہے۔ میں پورے ہوش و حواس میں ہوں اور اب چاہتا ہوں کہ تمہیں باس کے پاس پہنچا دوں۔ وہاں تم دونوں بیٹھ کر باتیں کرو گے تاکہ ہم سب کو یقین ہو جائے کہ تم دونوں کی ذہنی حالت درست ہو گئی ہے۔"
یہ کہہ کر وہ کاٹج سے باہر آیا۔ جو کچھ میری سوچ اس کے دماغ میں کہہ رہی تھی وہ اسی کے مطابق عمل کرتا جا رہا تھا۔ اس نے پہریداروں کو حکم دیا۔
"مسٹر جگلر کو باس کے کاٹج میں پہنچا دو۔ میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں۔"
یہ کہنے کے بعد وہ ڈاکٹر شیطان کی طرف جانے لگا۔ ڈاکٹر اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا دودھ پی رہا تھا۔ شاید اپنے دماغ کو تقویت پہنچانا چاہتا تھا۔ جب سے دماغ میں گڑبڑ ہوئی تھی تب سے وہ خود کو نارمل رکھنے کے لئے طرح طرح کے جتن کر رہا تھا۔ جیکب میری دماغی لائن پر چلتا ہوا اس کے پاس پہنچ کر بولا۔
"باس آپ کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ آپ نارمل ہیں۔ یوں بھی آپ جگلر کے مقابلے میں پختہ قوتِ ارادی کے مالک ہیں۔ ہمارے آدمی جگلر کو یہاں لے کر آرہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کم از کم آدھ گھنٹے تک اس سے باتیں کریں۔ آدھ گھنٹے کی گفتگو میں آپ اسے آزما لیں گے۔"
ڈاکٹر شیطان نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔
"ٹھیک ہے اسے آنے دو۔ مگر آج تم نے بہت زیادہ پی لی ہے"
"یس باس۔ زیادہ پی ہے۔ مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں ہوش و حواس میں ہوں۔ آپ میری فکر نہ کریں۔ اب میں قیدیوں کی خبر لینے جا رہا ہوں۔ مجھے اپنا فرض اچھی طرح یاد ہے۔ آدھی رات کے بعد ان کے چیتھڑے اڑا دیئے جائیں گے۔"
اسی وقت ٹن ٹن کی آواز سنائی دی۔ میں آنکھیں کھول کر وہ آواز سنتا رہا۔ جب دس بجے کا اعلان ختم ہو گیا تو میں نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ دس کا گھنٹہ بجنے تک میں نے جیکب کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اتنی سی دیر میں وہ کچھ گڑبڑ بھی کر سکتا تھا لیکن خیریت ہوئی۔ اس دوران ڈاکٹر شیطان بول رہا تھا اور وہ فرمانبردار ماتحت کی طرح کھڑا

چپ چاپ اس لئے کھڑا تھا کہ نشے کی زیادتی کے باعث پھر اس کی کھوپڑی گھوم رہی تھی اور وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی دوران میں نے اس کے دماغ کو کنٹرول میں لے کر سنبھال لیا۔ وہ پھر میری ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگا۔ اس نے کہا۔
"باس اب مجھے اجازت دیجئے۔ میں آدھ گھنٹے کے بعد پھر حاضر ہو جاؤں گا۔"
اتنے میں دوسرے ماتحت جگلر کو وہاں لے آئے۔ جیکب کاٹج سے باہر آگیا۔ اور اب ہمارے کاٹج کی طرف آنے لگا۔ ہمارا کاٹج بہت دور سب سے الگ تھلگ تھا تاکہ دھماکوں کا اثر دوسرے کاٹجوں پر نہ پڑے۔ اس وقت میں اس کی سوچ میں کہنے لگا۔
"کیا ضروری ہے کہ آدھی رات کے بعد دھماکہ کیا جائے۔ جب ان قیدیوں کو مارنا ہی ہے تو پھر خواہ مخواہ انتظار کرنے کی ضرورت کیا ہے میں ابھی جا کر حکم دیتا ہوں کہ ابھی اور اسی وقت بارودی دھماکے سے اس کاٹج کو اڑا دیا جائے۔"
میں اسے مشورہ دے کر ذرا خاموش ہوا تو اتنے نشے کے باوجود اس کے دماغ میں یہ بات آگئی کہ گیارہ بجے قریبی سمندر سے ایک جہاز گزرنے والا ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا۔
"وہ جہاز یہاں سے گیارہ بجے گزرے گا۔ ابھی بہت وقت ہے اگر ابھی دھماکہ کیا جائے تو اس کاٹج سے اٹھنے والے شعلے اس وقت تک مدھم پڑ جائیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوا تب بھی پانی سے بجھا دیا جائے گا۔ کچھ بھی ہو دھماکہ ابھی ہونا چاہیئے۔"
وہ میری سوچ میں بہتا ہوا ہمارے کاٹج کے قریب آگیا۔ پھر کاٹج کے پہاڑ میں اس نے ایک پہریدار سے پوچھا۔
"مجھے بتاؤ بلاسٹ ہونے والے بم کہاں کہاں رکھے گئے ہیں ؟"
وہ پہریدار اسے ساتھ لے کر کاٹج کے اطراف گھومتے ہوئے بتانے لگا۔ اس کاٹج کے چاروں سمت چار بارودی گولے رکھے گئے تھے۔ جو چاروں طرف سے بیک وقت پھٹنے والے تھے جیکب نے میری سوچ کے مطابق کہا۔
"باس نے پروگرام بدل دیا ہے۔ اس کاٹج کو ابھی اور اسی وقت اڑا دیا جائے گا۔ تم یہ بتاؤ اس کا تار کتنی دور تک بچھایا گیا ہے ؟"
ایک مقامی باشندہ جو انگریزی سمجھتا تھا اس نے جواب دیا۔
"پچاس گز کی دوری تک بچھایا گیا ہے۔ ہم وہاں سے فلیتے کو آگ لگائیں گے۔"
"ٹھیک ہے۔ اب یہاں سے جاؤ اور اس فلیتے کو آگ لگا دو۔"
وہ حکم کے بندے تھے۔ اپنے انگریز حاکم کی بات نہیں ٹال سکتے تھے۔ وہاں سے سب چلے گئے کیونکہ دھماکے کے وقت کوئی کاٹج کے قریب رہنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ جیکب بھی کاٹج کے پیچھے چلا آیا۔ اس طرح سب ایک دوسرے کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ یوں بھی تاریکی نے انہیں چھپا لیا تھا۔ جیکب کی کھوپڑی میں میرا دماغ کام کر رہا تھا۔ اس نے کاٹج کے پیچھے آکر بارودی گولے کو اٹھا لیا۔ پھر کاٹج کے دائیں طرف جا کر دوسرے گولے کو بھی اٹھا لیا۔ اسی طرح اس نے چاروں بارودی گولوں کو سمیٹ کر اپنے دونوں بازوؤں میں بھر لیا۔ ایک تار کے ذریعہ وہ چاروں گولے ایک دوسرے سے منسلک تھے۔
اس وقت تک اس کے ماتحت پچاس گز کی دوری پر تار نما فلیتے کو آگ لگا چکے تھے۔ اب وہ تار سرسر کی آواز کے ساتھ تیزی سے جلتا ہوا اپنی آگ کو گولوں کی سمت لے جانے لگا۔ اسی وقت دور سے ٹارچ کی روشنی پھینکی گئی۔ پھر مقامی باشندے یہ دیکھ کر چیخنے لگے کہ جیکب چاروں گولوں کو اپنے بازوؤں میں سنبھالے ہوئے کھڑا ہے۔ ان کے چیختے ہی وہ تیزی سے دوڑنے لگا۔ اس کے دوڑتے ہی تمام مسلح نوجوان چیختے ہوئے دور بھاگنے لگے۔ لیکن جیکب دوسری طرف بھاگ رہا تھا کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ کوئی اس کے قریب پہنچ کر اس کے ہاتھوں سے گولے چھین لیتا کیونکہ وہ تار بڑی تیزی سے جلتا ہوا اپنی آگ گولوں کے قریب پہنچا رہا تھا اور میں اتنی ہی تیزی سے جیکب کو بھگا رہا تھا۔
کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیئے۔ کس طرح باس تک یہ خبر پہنچانا چاہیئے۔ کاٹج میں بیٹھے ہوئے ڈاکٹر شیطان اور جگلر نے بھی دور سے چیخنے چلانے کی آوازیں سنیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کاٹج سے نکلتے جیکب دوڑتا ہوا کاٹج میں داخل ہو گیا اور اک دم سے ان کے قریب پہنچ گیا۔ اسی وقت ایک زبردست کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا —— دھائیں —— دھائیں — دھائیں۔ موت حلق پھاڑ کر چیخ رہی تھی۔
پھر میں نہیں جانتا کہ وہاں کیا ہوا۔ کیونکہ وہ تینوں انگریز جن کے دماغوں میں میں جھانک سکتا تھا وہ موت کی ابدی تاریکی میں گم ہو گئے تھے۔ اب ان کی زندگی میں جھانکنے کے لئے خیال خوانی کا کوئی دریچہ نہیں کھلتا تھا۔ اب تو میں اور میرے ساتھ کاٹج میں بند رہنے والے قیدی صرف دھماکوں کی ایسی آوازیں سن رہے تھے کہ جن سے ہمارے کاٹج کا فرش بھی لرز رہا تھا۔ دیواریں کانپ رہی تھیں۔ تمام قیدی یوں چیخ رہے تھے جیسے وہ خود بم کے دھماکوں سے اڑ رہے ہوں۔ وہ جو دہشت بٹھا دی گئی تھی اس کی وجہ سے عورتیں بھی چیخ رہی تھیں اور تو اور وہ ماں بننے والی بھی دردِ زہ سے یکلخت نجات پا گئی تھی۔ اکثر بم کے دھماکے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ پچھلی جنگِ عظیم میں کتنے ہی نوزائیدہ بچے ان دھماکوں سے وجود میں آگئے تھے۔ اب میں اپنے کمرے میں بیٹھا اس نوزائیدہ بچے کے رونے کی آواز سن رہا تھا۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ سونیا دروازے کے

پاس ہی بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی جلدی سے آکر لپٹ گئی۔ وہاں تمام قیدی سراسیمہ نظر آ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی اپنے ہوش و حواس میں نہ ہو۔ سونیا نے میرے سینے سے سر اٹھا کر پوچھا۔

"فرہاد! یہ سب کیا ہے؟ دھماکے تو کسی دوسری جگہ ہو رہے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں صیاد اپنے دام میں آپ آ گئے۔ وہ ڈاکٹر شیطان، جیگر اور ان کا ایک ساتھی جیکب تینوں اپنے ہی بارودی گولوں کا شکار ہو گئے۔ یہ سب کیسے ہوا؟ یہ میں تمہیں اطمینان سے بتاؤں گا۔ اب تم لوگوں کو سمجھا دو کہ موت کا وقت ٹل گیا ہے۔ ہم اسی وقت مریں گے جب خدا کی مرضی ہو گی۔"

سونیا میرے پاس سے جا کر انہیں سمجھانے لگی۔ وہ اس کی باتیں سنتے رہے۔ پہلے تو انہیں یقین نہیں آیا۔ وہ یہی سوچ رہے تھے کہ انہیں چاروں طرف سے بند کر دیا گیا ہے۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اور ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے سے موت کبھی نہیں ٹلتی۔ پھر کسی کوشش کے بغیر کیسے ٹل گئی؟ سونیا نے مجھے ان کے خیالات بتلائے اور وہ خود ہی اپنے طور پر انہیں سمجھاتی رہی کہ جسے اللہ رکھتا ہے اسے کوئی نہیں چکھتا اس نے میری صلاحیتوں کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ ہم دونوں پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے کہ میری خیال خوانی کی صلاحیت اب ہمیشہ راز بن کر رہے گی۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"ٹھیک ہے تم انہیں سمجھاتی رہو۔ میں اب ذرا یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کالج کے باہر کیا ہو رہا ہے۔"

میں وہاں سے پھر اپنے کمرے میں آ گیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد پھر اسی طرح فرش پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ اب میں اس مقامی باشندے سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا جس نے جیکب کے ساتھ انگریزی زبان میں گفتگو کی تھی اور اسے بتایا تھا کہ بارودی گولے کہاں کہاں رکھے گئے تھے۔ میں ایک ہی بار کسی کی آواز اور اس کا لہجہ سن کر اسے فوراً ہی ذہن نشین کر لیتا ہوں۔ خیال خوانی کی ابتدا سے مجھے اس کی خاصی مشق ہو گئی ہے۔

میں نے آنکھیں بند کرنے کے بعد اس کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے دماغ کے ذریعہ مجھے چاروں طرف کا شور سنائی دے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں وہ منظر اس کے دماغ تک پہنچ رہا تھا مگر اس کی سوچ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ مقامی باشندہ انگریزی جاننے کے باوجود اپنی پیدائشی عادت کے مطابق اپنی زبان میں سوچ رہا تھا۔ میں نے اسے انگریزی زبان کی طرف مائل کرنے کے لئے اس کے لہجے میں کہا۔

"یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ مسٹر جیکب تو ہوشمندوں کی طرح باتیں کر رہے تھے پھر وہ اچانک ہی پاگل کیسے بن گئے؟ اپنے ساتھ باس اور جیگر کو بھی لے مرے۔"

جب اس کے دماغ کے اندر انگریزی زبان کی سوچ ابھرنے لگی تو اس نے حیرانی سے کہا۔

"تعجب ہے اس سے پہلے تو میں کبھی انگریزی زبان میں نہیں سوچتا تھا۔ اب یہ انگریزی خود بخود میرے اندر ٹپک رہی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ٹھیک تو ہے کیونکہ صبح و شام ان انگریزوں کے ساتھ رہتا ہوں اسی لئے انہی کی زبان میرے اندر گونجتی رہتی ہے۔ بہرحال اب مجھے یہ سوچنا چاہیئے کہ میرے سامنے کیا ہو رہا ہے۔"

"ہو گا کیا؟ کالج دھڑا دھڑ جل رہا ہے۔ دھماکوں سے اس کی چھت اڑ گئی ہے۔ کالج کے جس حصے میں بلاسٹنگ ہوئی تھی وہاں کی دیواریں بھی ریت اور کنکر کی طرح اڑ گئی ہیں۔ ان تین صاحبوں کے ساتھ ہمارے تین آدمی بھی مارے گئے ہیں جو کالج کے باہر کھڑے ہوئے تھے وہ بھی اس بری طرح زخمی ہوئے ہیں کہ اگر زندہ بچ گئے تو اپاہجوں کی طرح زندگی گزاریں گے۔"

وہ روانی میں سوچتا جا رہا تھا اور میں اپنی جگہ خاموش بیٹھا سن رہا تھا۔ اب وہ قدرے دہشت زدہ ہو کر کہہ رہا تھا۔

"ہم مہاتما بدھ کے پیروکار ہیں۔ مہاتما کے بھکشوؤں نے ہمیں سمجھایا تھا کہ ہمیں سچی خوشی اور نروان کا راستہ اسی وقت مل سکتا ہے جب ہم کسی کو دکھ نہ دیں۔ انسان تو انسان کسی چیونٹی کی بھی جان نہ لیں مگر ہم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ہم نے ایک کالج میں کتنے ہی انسانوں کو کبوتروں مکوڑوں کی طرح بند کر دیا۔ لیکن موت کسے آئی؟ اسے۔ جس کے نصیب میں لکھی ہوئی تھی۔ یہ موت میری طرف بھی آ سکتی تھی کیونکہ میں نے ہی بارود کے فلیتے کو آگ دکھائی تھی۔ مجھے اس بھیانک واقعہ سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔"

واقعی اس قسم کے عبرتناک واقعہ سے اگر انسان عبرت حاصل کرنا چاہے تو بہت کچھ سیکھ لیتا ہے اور سنبھل جاتا ہے۔ میں نے اسے سنبھلتے ہوئے دیکھا تو اور سنبھالنے کی کوشش کی۔ اس کی مثبت سوچ میں کہا۔

"میں اب بھی ان مظلوموں کے کام آ سکتا ہوں جنہیں کالج میں بند کر دیا گیا ہے۔ وہ تین بڑے انگریز جو ہم پر حکومت کر رہے تھے ان کے تو چیتھڑے اڑ گئے۔ باقی جو انگریز بچے ہیں ہم ان سے نمٹ سکتے ہیں۔ مجھے حساب کرنا چاہیئے کہ یہاں کتنے انگریز رہ گئے ہیں۔"

وہ حساب کرنے لگا کہ اس جزیرے میں اور اس کے ساتھ والے جزیرے میں کتنے انگریز ہیں۔ ایک ایک کو گننے کے بعد پتہ چلا

سفید فام ہیں۔ میں نے اسے اکسایا۔

پندرہ کس گنتی میں ہیں۔ انہیں تو ایک ہی ہلے میں ختم کیا جا سکتا ہے۔ یہ جزیرہ ہمارا ہے۔ یہاں صرف ہماری حکومت ہونا چاہیے۔ میں اپنے آدمیوں کو بغاوت پر آمادہ کروں گا۔"

وہ خود آمادہ ہو گیا اور اپنے آس پاس کھڑے ہوتے مقامی باشندوں سے اپنی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ میں اس کی زبان تو نہیں سمجھتا تھا لیکن اس کے بدلے ہوئے تیور سمجھ رہا تھا۔ میں نے کچھ دیر بعد اس سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کمرے سے پہلے دوسرے کمرے میں اب تمام قیدی کسی حد تک بظاہر پرسکون نظر آ رہے تھے اور ایک دوسرے سے آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ سونیا کو بتانے لگا کہ موت ڈاکٹر شیطان وغیرہ کی طرف کس طرح پلٹ گئی تھی اور اب میں یہاں کے ایک مقامی باشندے کو اپنا ہم خیال بنا رہا ہوں۔ پھر میں نے سونیا سے پوچھا۔

"کیا تم نے معلوم کیا ہے کہ یہ مقامی باشندے قیدی کیوں بنائے گئے ہیں؟"

"ہاں! ڈاکٹر شیطان ان لوگوں کو باغی سمجھتا تھا۔ یہ لوگ بڑی مدت سے یہ تحریک چلا رہے تھے کہ اسمگلروں کو اس جزیرے سے نکال دیں لیکن یہاں کے بہت سے مقامی باشندے ان اسمگلروں کے ساتھی ہیں۔ انہوں نے اس خفیہ تحریک کی اطلاع ڈاکٹر شیطان کو پہنچا دی تھی جس کے نتیجے میں یہ گرفتار ہو گئے۔ ابھی کچھ باغی باقی ہیں جنہیں یہ انگریز شناخت نہیں کر سکے اس لئے وہ ابھی آزاد ہیں۔ اگر انہیں موقع مل گیا تو وہ ان انگریزوں کو چن چن کر قتل کر دیں گے۔"

سونیا سے باتیں کرنے کے دوران کالج کے قریب ہمیں قدموں کی آواز سنائی دی۔ پھر کوئی دروازے کے قریب آ کر مقامی زبان میں بولنے لگا۔ تمام قیدی اس کی باتیں توجہ سے سننے لگے۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی جواباً کچھ کہنے لگے۔ سونیا نے مجھے بتایا کہ باہر سے بات کرنے والا ان قیدیوں کا ساتھی ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ وہ دروازے کا تالا کھول رہا ہے۔ لہٰذا ہم اسے اپنا دشمن نہ سمجھیں اور دروازہ کھلتے ہی اس پر حملہ نہ کریں۔ باہر جو ہماری مدد کے لئے آئے ہیں۔ ان کے پاس اتنے ہتھیار نہیں ہیں کہ تمام لوگوں میں تقسیم کئے جا سکیں۔ لہٰذا باہر نکلتے ہی سب اپنی اپنی حفاظت آپ کریں۔

اتنے میں دروازہ کھل گیا۔ آزادی کی خواہش میں سبھی ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے باہر نکلنے لگے۔ میں اور سونیا ایک گوشے میں کھڑے رہ گئے۔ اس وقت ہمیں اس عورت کی آواز سنائی دی جو رو رہی تھی۔

"میں اس ننھی سی جان کو لے کر کہاں جاؤں گی۔ خدا کے لئے میری مدد کرو۔ مجھے میرے گھر تک پہنچا دو۔"

سونیا اس کی زبان سمجھ رہی تھی اس نے مجھے بتلایا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

"اس عورت کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے فرہاد! یہ ننھے سے نوزائیدہ بچے کو لے کر کہاں جائے گی؟"

"ہاں یہاں سبھی کو اپنی اپنی فکر ہے لیکن ہم اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ تم اسے جا کر تسلی دو۔ میں باہر جا کر اپنی حفاظت کا کچھ انتظام کرتا ہوں۔"

سونیا اس عورت کے پاس چلی گئی۔ اتنی دیر میں وہ کالج خالی ہو گیا۔ سبھی باہر چلے گئے تھے۔ میں بھی باہر آ کر لوگوں کو دیکھنے لگا۔ قید سے رہا ہونے کے بعد بہت سے لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے تھے۔ اندھیرے میں چند افراد نظر آ رہے تھے۔ میں خیال خوانی کے ذریعہ جس مقامی باشندے کے دماغ تک پہنچ گیا تھا اسے شکل و صورت سے نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے دوبارہ اس کے ذہن میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ بھی کالج کے قریب موجود ہے۔ تب میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ جو فرہاد اور سونیا نام کے دو اجنبی پکڑے گئے ہیں انہیں ہمارا باس خطرناک کہتا تھا۔ مجھے فرہاد سے تعارف حاصل کرنا چاہیئے۔ وہ ہمارے کام آ سکتا ہے۔ وہ یہیں کہیں ہو گا۔ کہاں ہے وہ؟"

اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھ رہا ہے۔ یعنی مجھے تلاش کر رہا ہے۔ پھر وہ کالج کے دروازے کی طرف دیکھ کر میری طرف آنے لگا۔ میں انجان بن کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ اس نے میرے قریب آ کر کہا۔

"ہیلو مسٹر فرہاد! میرا نام جوجو ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے یہاں آنے سے ان اسمگلروں پر تباہی آئی ہے۔"

میں نے مسکرا کر انجان بنتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہارا اپنا خیال ہے۔ ورنہ تم بھی جانتے ہو کہ میں اسی کالج میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ موت کی بازی کس طرح پلٹ گئی۔ ویسے اگر تم دوست بن کر آئے ہو تو اپنی یہ اسٹین گن مجھے دے دو۔"

اس نے اپنی اسٹین گن کو کاندھے سے اتار کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اگر اس سے ہماری دوستی مستحکم ہوتی ہے تو اسے رکھ لو۔ لیکن یہاں ہتھیاروں کے ذخیروں پر ابھی ان انگریزوں کا قبضہ ہے اگر انہیں یہ معلوم ہو تا کہ اب میں بھی باغیوں کا ساتھ دے رہا ہوں تو وہ یہ اسٹین گن کبھی کی مجھ سے چھین لیتے۔"

میں نے کہا۔ "تم فکر نہ کرو۔ ابھی اپنے ہم خیال لوگوں کو جمع کرو۔ مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تمام ہتھیار کہاں رکھے گئے ہیں؟"

اس نے دور اندھیرے میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"جس عمارت میں تم دونوں کو چھت سے لٹکایا گیا تھا وہیں ایک کمرے میں اسلحہ کا ذخیرہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے کچھ لوگوں کے پاس رائفلیں ہوں۔ لیکن وہ اسٹین گنوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکیں گے۔ پھر بھی میں انہیں ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں کاٹیج کے اندر جا کر سونیا کو آواز دی۔ سونیا اس نوزائیدہ بچے کو گود میں لے کر آ گئی۔ پھر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو کتنا پیارا بچہ ہے۔ اسے گود میں لے کر مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔"

میں سمجھ گیا کہ سونیا کے دل میں کیا ہے۔ پھر اس کے اندر کی عورت اور ممتا جاگ گئی تھی۔ میں نے کہا۔

"بچے کبھی پیارے ہوتے ہیں اور یہ عورت کی گود میں پھول کی طرح کھلتے ہیں۔ لیکن اس وقت تمہارے ہاتھوں میں بچے کی نہیں اسٹین گن کی ضرورت ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے اسٹین گن اس کی طرف بڑھا دی۔ اس نے ایک ہاتھ سے بچے کو اور دوسرے ہاتھ سے اسٹین گن کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"کیا ارادہ ہے تمہارا؟ ہم اس کاٹیج سے جائیں گے یا یہیں رہیں گے۔"

"اس عورت اور بچے کی حفاظت ہم پر لازم ہے اور باہر نکل کر ہمیں موجودہ حالات سے نمٹنا بھی ہے اس لئے تم اس عورت کے پاس رہو۔ میں باہر جا رہا ہوں۔"

"کیا تم ہتھے جاؤ گے؟"

میں دروازے کی طرف بڑھ گیا پھر وہاں سے پلٹ کر بولا

"خدا کا شکر ہے کہ اس نے خیال خوانی کا سب سے بڑا ہتھیار مجھے دیا ہے۔ تعجب ہے کہ تم مجھے نہتا سمجھ رہی ہو۔"

وہ میرے جواب سے مطمئن ہو کر مسکرانے لگی۔ میں باہر تاریکی میں چلا آیا۔ جس کاٹیج میں میں نے سونیا کو چھوڑا تھا وہ بستی سے ذرا دور تھا۔ میں بستی کی طرف اندازے کے مطابق اس عمارت کی سمت جانے لگا جہاں ہمیں چھت سے لٹکایا گیا تھا۔ لیکن میں اندھیرے میں بھٹکتا ہوا کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ وہاں کسی سمت سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ آس پاس کے تمام مکانوں کی بتیاں بجھ گئی تھیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ فائرنگ کون کر رہا ہے وہ اندھی گولیاں میری طرف بھی آ سکتی تھیں۔ میں ایک مکان کے سائے میں چھپ کر بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ ایسے ہنگامے کے دوران اس جزیرے سے نکل جانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ ایسے گمنام جزیرے چند بدمعاشوں اور اسمگلروں سے کبھی خالی نہیں رہ سکتے۔ اسمگلروں کے کسی گروہ سے دوسرے جرائم پیشہ لوگوں کے تعلقات ہوں گے۔ اگر یہ مر گئے تو دوسرے ان کی جگہ آ جائیں گے۔ لہٰذا ہمیں ایسی جگہ سے نکل جانا چاہیئے۔

لیکن ایک مشکل آن پڑی تھی۔ ایک ماں اور نوزائیدہ بچے کی حفاظت کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ ایسے وقت کبھی اپنی جانیں بچا کر ہم میں اور سونیا بھی یہاں سے کسی طرح فرار ہو سکتے تھے لیکن مردانگی اسے گوارا نہیں کرتی تھی۔ اپنے لئے تو کبھی خطرات مول لئے جاتے ہیں اور کسی طرح بچ نکلتے ہیں۔ مگر انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ دوسروں کے لئے خطرات کا سامنا کیا جائے۔ ایک بچہ ابھی ابھی اس دنیا میں زندگی کا حق لے کر آیا تھا اور میں اسے اس کے حق سے محروم نہیں کر سکتا تھا۔

میں اس مکان کے سائے سے نکل کر دوسرے مکان کی طرف بڑھنے لگا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ فائرنگ کہاں سے ہو رہی ہے اور وہ عمارت کہاں ہے جس میں گولہ بارود ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر سونیا کی سونگھنے کی حس کا سہارا لیتا تب بھی اس ذخیرے تک نہ پہنچ سکتا کیونکہ اب چاروں طرف بارود کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ مجھ جیسا عام انسان بھی اس بو کو اپنے چاروں طرف محسوس کر رہا تھا۔

استے میں پھر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ اندھیرے میں کسی کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز آ رہی تھی۔ میں فوراً ہی دیوار کی آڑ میں ہو گیا۔ وہ بھاگنے والا میرے قریب ہی سے گزر رہا تھا کہ اچانک ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ میں نے ایک چھلانگ لگا کر اسے دبوچ لیا۔ وہ مارے خوف کے مقامی زبان میں بڑبڑانے لگا۔ میں نے اس کی آواز سے پہچان لیا۔

"ہیلو جوجو! میں فرہاد ہوں تم اس طرح کہاں بھاگے جا رہے ہو۔"

وہ ہانپتے ہوئے سستانے کر بیٹھ گیا۔

"ہم بری طرح پھنس گئے ہیں۔ یہ انگریز بڑے چالاک ہیں دماغ سے اور کچھ اپنی طاقت سے بغاوت کو کچل رہے ہیں۔ یہاں کے باشندے جنہیں ہمارا ساتھ دینا چاہیئے تھا ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ بھاگتا ہوا ساحل کی طرف گیا تھا مگر وہاں بھی ان کا پلہ بھاری ہے۔ جتنی موٹر بوٹ ہیں ان سب پر ان کا قبضہ ہے اب تم بھی ہماری طرح پھنس گئے ہیں۔ اس جزیرے سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔"

جوجو کی باتیں سن کر میری یہ خوش فہمی ختم ہو گئی کہ ہم دشمنوں پر غالب آ سکتے ہیں۔ ڈاکٹر شیطان، جیگرا اور جیکب کی موت کے بعد یقین ہو گیا تھا کہ ہم نے راستے کی دیواروں کو گرا دیا ہے۔ صبح ہونے سے پہلے اس جزیرے پر مقامی لوگوں کی حکومت قائم ہو جائے گی اور میں یہاں سونیا کے ساتھ کچھ عرصہ اطمینان سے رہ کر اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ مگر ایسا ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ جوجو نے پوچھا۔

"مسٹر فرہاد! اسٹین گن کہاں ہے؟"

"میں نے سونیا کو دے دی ہے وہ ایک ماں اور اس نوزائیدہ بچے کی حفاظت کر رہی ہے۔"

جوجو نے زمین سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا حماقت ہے؟ یہاں ہر قدم پر ہماری جان کو خطرہ ہے اور تم نے سونیا کو اسٹین گن دے کر چلے آئے۔ میں سمجھتا تھا کہ تم ہمارے کام آؤ گے۔ مگر تم تو کام آنے والی چیز کو بھی ہاتھ سے گنوا بیٹھے۔"

میں نے اس کے شانے تھپکتے ہوئے کہا۔

"بھئی غصہ کیوں دکھاتے ہو۔ تم ایک اسٹین گن سے کتنے دشمنوں کو ختم کر سکتے ہو اور اس چھوٹے سے جزیرے میں کہاں محاذ بنا کر لڑ سکتے ہو؟"

اس نے بدستور غصے سے جواب دیا۔

"ایسے وقت ایک چھوٹا سا چاقو بھی مل جائے تو بہت بڑا سہارا ہے اور اسٹین گن تو ایسی چیز ہے کہ میں گھنٹوں اپنی حفاظت اور مقابلہ کر سکتا ہوں۔"

میں نے اس کا بازو پکڑ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو پھر اسی کاٹیج کی طرف چلو میں سونیا سے اسٹین گن لے کر دوں گا۔"

اس نے میری گرفت سے اپنے بازو کو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو کہ میں تمہاری بات کا یقین کر لوں۔ اس اسٹین گن سے تم مجھے ہلاک کر سکتے ہو۔ مگر اسے واپس نہیں دے سکتے۔"

میں نے کاٹیج کی طرف جاتے ہوئے کہا

"اگر تمہیں میری باتوں کا یقین ہے تو آ جاؤ۔ ورنہ جہنم میں جاؤ۔"

میں اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا لیکن جو مجھے غصہ دکھاتا ہے اس سے میں غافل نہیں ہوتا۔ اسے پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھتے ہی میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ مجھے گالیاں دے رہا تھا۔ اگرچہ میں اس کی زبان نہیں جانتا تھا لیکن اجنبی زبان کے تیور بھی بتا دیتے ہیں کہ دعائیں دی جا رہی ہیں یا گالیاں — پھر میں نے دماغ کی اسکرین پر اسے ایک چھوٹا سا چاقو نکالتے ہوئے دیکھا۔ چاقو نکالتے ہی اس نے دبے پاؤں بھرے پھر مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ چاقو کی نوک ٹھیک میری گردن کی جانب تھی۔ میں فوراً ہی ایک طرف ہٹ گیا وہ اوندھے منہ گرا اور چاقو کا پھل مٹی میں پیوست ہو گیا۔ پھر میں نے پلٹ کر اس کو ایک ٹھوکر ماری۔ میرے جوتے کی نوک اس کی ناک پر لگی وہ ایک دم سے تڑپنے لگا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ میں نے جھک کر چاقو اٹھا لیا۔ اتنی سی دیر میں وہ ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ میں نے جھک کر دیکھا تو وہ زندہ تھا۔ صرف بیہوش ہو گیا تھا۔

پہلے میں نے سوچا کہ اسے ختم کر دوں۔ وہ خواہ مخواہ میری جان کا دشمن بن گیا تھا۔ غصے میں ایسا سوچنے کے باوجود میں کسی کی زندگی سے گریز کرتا ہوں۔ ہر شخص کو اپنی زندگی عزیز ہوتی ہے۔ جوجو بھی حماقت کے لئے پاگل ہو گیا تھا۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا کہ ہوش میں آنے کے بعد پھر اپنی جان بچاتا پھرے۔ اب مجھے اس کی طرف سے خطرہ نہیں تھا۔ کیونکہ وہ نہتا تھا اس کے پاس جو ایک چاقو تھا وہ بھی میں لے جا رہا تھا۔

تھوڑی دور جا کر میں پھر پلٹ گیا۔ جوجو کے پاس واپس آ کر میں نے اس کے ہاتھ کے پاس اس چاقو کو زمین میں گاڑ دیا۔ خدا نے مجھے خود حفاظتی کی صلاحیتیں عطا کی تھیں۔ اس لئے میں کسی دوسرے سے اس کی حفاظت کا سہارا نہیں چھیننا چاہتا تھا۔ چاقو اس کے پاس چھوڑ کر میں سونیا کی طرف جانے لگا۔ کیونکہ جوجو کی زبانی یہ پوزیشن معلوم ہو چکی تھی کہ جزیرے سے باہر نکلنے کے راستے مسدود ہو چکے ہیں اور اسمگلروں کا پلہ بھاری ہے۔ ایسی صورت میں مجھے اور سونیا کو ایک ساتھ رہنا چاہیئے تھا۔

کچھ دور آگے بڑھنے کے بعد مجھے ٹارچ کی روشنی دکھائی دی روشنی دیکھتے ہی میں ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا پہلے تو دور اندھیرے میں یہی نظر آیا تھا کہ کوئی ایک شخص ٹارچ کی روشنی اِدھر سے اُدھر پھینک رہا ہے۔ روشنی آگے بڑھتی جا رہی ہے یعنی وہ بھی آگے بڑھتا جا رہا ہے لیکن جب وہ روشنی قریب آنے لگی تو پتہ چلا کہ وہ تعداد میں چار ہیں۔ دو انگریز تھے اور دو مقامی باشندے تھے۔ وہ دونوں صاحب بہادر آپس میں باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ قریب سے گزرتے وقت میں نے ان کی آواز صاف طور سے سنی۔ ایسے وقت انہوں نے اس درخت کی طرف بھی روشنی پھینکی۔ انہیں وہ درخت تو نظر آیا لیکن اس کے پیچھے وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ ان میں سے ایک کہتا جا رہا تھا۔

"ہم فضول اس کاٹیج کی طرف جا رہے ہیں۔ تمام قیدی وہاں سے نکل کر بھاگ گئے ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ فرہاد اور سونیا وہاں ہمارے انتظار میں بیٹھے ہوں گے۔"

اتنی سی بات کہتے کہتے وہ مجھ سے دور نکل گئے۔ اب ان کی منمناتی ہوئی آواز صاف طور سے سنائی دے رہی تھی۔ مگر بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لیکن میں نے جس انگریز کی آواز اور اس کا لہجہ سن لیا تھا وہ میرے لئے لائن آف ایکشن بن گیا تھا۔ میں فوراً اس کے ذہن میں جھانک کر دوسرے کی جوابی گفتگو سننے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"اب تو کاٹیج کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ وہاں جا کر دیکھ لینے میں حرج کیا ہے۔ ایک مقامی باشندے نے بتایا کہ ایک عورت نے اس کاٹیج میں ایک بچے کو جنم دیا ہے سونیا اس عورت کے ساتھ اسی کاٹیج میں رہ گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فرہاد بھی کہیں آس پاس ہو۔"

ان کی باتوں سے پتہ چلا کہ میں کاٹیج کی طرف جانے کے بجائے دوسری طرف بھٹکتا جا رہا تھا۔ راستہ وہی تھا جدھر وہ جا رہے تھے۔ میں نے فوراً ہی سونیا کے ذہن پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"ہیلو سونیا — میں فرہاد بول رہا ہوں۔"
"ہاں! میں سن رہی ہوں۔ تم کہاں ہو فرہاد؟"
"دماغی رشتے سے بہت قریب ہوں۔ ایک ضروری اطلاع ہے۔ دشمن تمہارے کالج کے قریب آرہے ہیں۔ ان میں دو انگریز ہیں جن کے پاس اسٹین گن ہیں اور دو مقامی باشندوں کے پاس رائفلیں ہیں۔ تم کیا کر رہی ہو؟"
"میں بچے کو گود میں کھلا رہی ہوں۔"
"کیا مصیبت ہے۔ یہ بچہ کھلانے کا وقت ہے؟ چلو اسٹین گن اٹھاؤ۔"
"بچے کو مصیبت کہو گے تو میں تمہاری بات نہیں مانوں گی۔"
"کیا بچے کے ساتھ مرنے کا ارادہ ہے۔"
"ایسی منحوس باتیں زبان سے نہ نکالو۔ یہ میرا بچہ ہے۔ جس بچے کا باپ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہو اسے وقت سے پہلے کوئی نہیں مار سکتا۔"
"کیا مطلب؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔
"مطلب یہ کہ میں جس بچے کی ماں ہوں تم اس کے باپ ہو۔ تم ایکبار کہہ دو کہ میرے بچے کے باپ ہو اور پھر دیکھو کہ میں کس طرح دشمنوں کو بھون کر رکھ دیتی ہوں۔"
"وہ تو میں جانتا ہوں۔ چلو اب بکواس نہ کرو اور کالج میں فوراً اندھیرا کر دو۔ وہ لوگ قریب پہنچنے ہی والے ہیں۔"
یہ ہدایت دے کر میں بھی آہستہ آہستہ کالج کی طرف بڑھنے لگا اب میں تاریکی میں راستے سے بھٹک نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ میں اس انگریز کے ذہن کو پڑھتا جا رہا تھا۔ جدھر سے وہ گذرتا جاتا تھا میں اس راستے پر پہنچ جاتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ اب انہیں کالج نظر آرہا ہے۔ پھر وہ سب ایک جگہ رک کر کالج کو دونوں طرف سے گھیرنا چاہتے تھے۔ میں بھی آہستہ آہستہ کالج کی طرف بڑھنے لگا اور سونیا کو ان کی پلاننگ سے آگاہ کرتا رہا۔ سونیا بچے کو اس کی ماں کے حوالے کرنے کے بعد کالج میں اندھیرا کر چکی تھی اور اب کھڑکی کے پاس آکر اسٹین گن سنبھالے باہر تاریکی میں دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اسی وقت ایک انگریز نے للکار کر کہا۔
"جو لوگ کالج میں ہیں وہ باہر آجائیں۔"
سونیا جواب میں خاموش رہی۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد اسی انگریز نے دروازے کی طرف ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ پھر وہ روشنی رینگتی ہوئی کھڑکی کی طرف جانے لگی۔ اسی وقت سونیا نے اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ اس انگریز کے حلق سے چیخ نکلی پھر وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ٹارچ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر لڑھکتی جا رہی تھی اس کی روشنی بھی ادھر سے ادھر ہوتی جا رہی تھی۔ ایک مقامی باشندہ کالج کے دوسری طرف دوڑتا جا رہا تھا۔ لڑھکتی ہوئی روشنی نے اسے اپنی زد میں لے لیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ [illegible] گن کی زد میں آکر زمین پر گر پڑا۔ اسی وقت میں نے سونیا کو خطرے سے آگاہ کیا۔
"سونیا خبردار۔ وہ دوسرا انگریز کھڑکی کی طرف فائرنگ [illegible] آرہا ہے۔"
میری طرف سے اطلاع ملتے ہی سونیا کھڑکی سے ہٹ کر دیوار سے لگ گئی۔ اسی وقت کھڑکی پر فائرنگ ہونے لگی۔ فائرنگ کے دوران نسوانی چیخ سنائی دی۔ میں نے گھبرا کر سونیا سے پوچھا۔
"میری جان کیا بات ہے؟ خیریت سے تو ہو؟"
سونیا کی سوچ نے بتایا۔
"وہ عورت اپنے بچے کی حفاظت کے لئے اندرونی کمرے [illegible] بھاگ رہی تھی۔ فائرنگ کی زد میں آگئی ہے۔"
یہ کہہ کر سونیا فرش پر گھٹنوں کے بل چلتی ہوئی اس عورت کے پاس پہنچ گئی۔ میں اس کی سوچ کے ذریعہ سمجھ رہا تھا وہ اندھیرے میں بچے اور عورت کو ٹٹول کر دیکھ رہی تھی۔ دونوں ماں بیٹے خون میں [illegible] ہوئے تھے۔ دونوں ساکت ہو گئے تھے۔ سونیا کا دل ڈوب رہا [illegible] اس نے جلدی سے اسٹین گن کو رکھ کر بچے کو اٹھا لیا اور اسے سینے سے لگا کر بھینچنے لگی۔ اسی وقت بچے نے اپنی زندگی کی گواہی دی اور [illegible] کر رونے لگا۔ سونیا فرطِ مسرت سے اسے چومنے لگی
وہ دشمنوں کی طرف سے غافل ہو گئی تھی۔ میں اس انگریز کی حرکات کو سمجھنے لگا۔ وہ کالج کی دیوار سے جا کر لگ گیا تھا اور [illegible] آہستہ آہستہ دبے قدموں کھڑکی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے سونیا کو اطلاع دی۔
"سونیا کیا کر رہی ہو اسٹین گن اٹھاؤ وہ انگریز کا بچہ دیوار سے لگا ہوا کھڑکی کی طرف آرہا ہے۔"
سونیا ایک ہاتھ میں بچے کو لے کر اور دوسرے ہاتھ میں [illegible] اٹھا کر دیوار کی آڑ میں آگئی پھر اس نے بلند آواز میں کہا۔
"الو کے پٹھے تم کھڑکی کی طرف نہیں اپنی موت کی طرف آرہے ہو۔"
وہ اک دم سے بوکھلا گیا کہ وہ دیکھا جا رہا ہے۔ اب اسے آگے بڑھنے کی جرأت نہیں تھی۔ وہ تیزی سے پلٹ کر کھڑکی سے دور ہو گیا۔ میں کالج کے قریب پہنچ گیا تھا۔ لیکن عملی طور پر سونیا کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ میرے ہاتھ خالی تھے۔ اس انگریز کی حرکتوں کو تو میں اس کی سوچ کے ذریعہ سمجھ رہا تھا مگر اس مقامی باشندے کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس تاریکی میں کہاں چھپا... ہو سکتا ہے اس کا ایک ساتھی اپنے انگریز صاحب کے ساتھ مارا گیا تھا۔ مجھے خطرے کا احساس ہوا کہ وہ اس تاریکی سے فائدہ اٹھا کر مجھ پر حملہ کر سکتا ہے۔ میں [illegible]

اس انگریز کی سوچ میں کہا۔
"وہ بلڈی نوزل کہاں ہے۔ اپنے پاس رائفل رکھ کر فائرنگ نہیں کر رہا ہے۔ مجھے اسے آواز دینی چاہیئے۔"
وہ اپنے طور پر سوچنے لگا۔
"واقعی بہت دیر سے اس کی آواز نہیں آرہی ہے۔ بیر کمنت کہاں چلا گیا ہے؟"
اس نے نام لے کر پکارا۔ اسے جواب نہیں ملا۔ دوسری بار آواز دی پھر اسے گالیاں بکنے لگا۔ اس طرح مجھے پتہ چل گیا کہ وہ مقامی باشندہ بزدل تھا اپنے ساتھی کو مرتے دیکھ کر وہاں سے بھاگ گیا۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں اس کے دماغ میں جھانکتے ہوئے اس کی پوزیشن کو سمجھتا جا رہا تھا اور دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ اگر وہ ذرا سا بھی چونکتا اور سنبھلنے کی کوشش کرتا تو اس تاریکی میں نہ دیکھنے کے باوجود دماغی آنکھوں سے میں اسے بآسانی دیکھ سکتا تھا۔
جب اس سے دو قدم کا فاصلہ رہ گیا تب میں نے اس کی چونکتی ہوئی سوچ کو پڑھا۔ اس کی چھٹی حس نے اسے ایک نامعلوم خطرے کا احساس دلا دیا تھا۔ اس نے پلٹ کر اندھیرے میں میری جانب دیکھنے کی کوشش کی تو میں نے اس پر حملہ کر دیا۔ میں نے ایک زوردار لات اس کے پیٹ پر ماری۔ وہ کراہتے ہوئے ایک ہاتھ سے پیٹ پکڑ کر جھکنے لگا۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ اس کے ایک ہاتھ میں اسٹین گن ہے وہ اسے استعمال کرنا چاہتا ہے مگر پیٹ کی شدید تکلیف اسے مہلت نہیں دے رہی ہے۔ میں نے اس کے منہ پر دوسری ٹھوکر ماری۔ وہ چیختا ہوا دیوار سے ٹکرایا پھر زمین پر گر پڑا۔ میں نے اس پر چھلانگ لگا کر اسے دبوچ لیا اور اس سے اسٹین گن چھیننے لگا۔ وہ بڑا جی دار تھا۔ زبردست ٹھوکریں کھانے کے باوجود اسٹین گن کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔ وہ اسٹین گن... ہم دونوں کے ہاتھوں میں ہم دونوں کے درمیان تھی اور ہم اسے اپنی اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ یک بیک میں نے ڈھیل دے دی۔ وہ اتنی قوت سے کھینچ رہا تھا کہ خود اس کے ہاتھوں اسٹین گن اس کے منہ پر جا لگی۔ میں اس گن کو اس کی گردن پر رکھ کر دبانے لگا۔
ویسے اتنی جدوجہد کی ضرورت نہیں تھی۔ میں دماغی جھٹکے پہنچا کر اسے کمزور بنا سکتا تھا مگر دل چاہ رہا تھا کہ ذرا ہاتھ پاؤں کی ورزش کی جائے۔ بہت دنوں سے اپنی جسمانی قوت کو نہیں آزمایا تھا۔ اب جو اس کی گردن پر اسٹین گن رکھ کر قوت آزمائی تو وہ اک دم سے تڑپنے لگا مچھلی کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ آخر وہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ میں نے سونیا کو آواز دی۔
"سونیا اب لیمپ روشن کر لو کوئی خطرہ نہیں ہے۔"
میں اسٹین گن اٹھا کر اس طرف گیا جہاں ٹارچ ابھی تک پڑی ہوئی کالج کے مخالف سمت روشنی بکھیر رہی تھی۔ میں نے اسے اٹھا کر بجھا دیا۔ جب میں کالج میں پہنچا تو سونیا بچے کے خون آلود جسم کو گیلے کپڑے سے پونچھ رہی تھی۔ لیمپ روشن ہو چکا تھا۔ اس عورت کی لاش فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ سونیا نے بچے کو ایک صاف ستھرے کپڑے میں لپیٹ کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔
"اس بیچاری کی لاش کو دفن کرنا چاہیئے۔"
میں نے کہا "یہ تو دفن ہو جائے گی مگر بچے کا کیا ہوگا؟"
"بچہ ہمارے پاس رہے گا۔ میں اسے کسی کو نہیں دوں گی۔ پتہ نہیں دوسرے اس کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ دیکھو یہ میری گود میں آکر کتنا پرسکون رہتا ہے۔"
اسی وقت بچہ رونے لگا۔ وہ اٹھ کر ٹہلتی ہوئی اسے چپ کرانے لگی۔ میں نے کہا۔
"یہ بچہ اپنی بناسپتی ماں کے پاس چپ نہیں رہے گا۔ خواہ مخواہ ایک مصیبت میں اضافہ نہ کرو۔"
"مصیبت میری گود میں ہے، تمہارے پاس تو نہیں۔ باپ ہو کر ایسی باتیں کہتے ہو شرم نہیں آتی۔"
"[illegible] زبردستی باپ بنا رہی ہو۔"
"زبردستی نہیں۔ ذرا اس کی صورت دیکھو تم سے کتنی مشابہت ہے۔ ناک میری طرح ہے آنکھیں تمہاری طرح ہیں بڑا ہو کر تمہاری طرح دوسروں کے دماغوں میں جھانکے گا۔"
"اچھا بابا اسے چپ تو کراؤ۔"
وہ اسے بازوؤں کے پالنے میں لے کر پھر ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی۔ ہو ہو۔ ہا ہا کی آوازیں منہ سے نکال کر اسے بہلانے لگی۔ میں نے کہا۔
"بچے کی اماں جان یہ بھوکا ہے اسے دودھ پلاؤ۔"
"آں۔" وہ سٹپٹا کر بولی "ایسی باتیں کہتے شرم نہیں آتی۔ مم۔ میں دودھ کہاں سے پلاؤں گی۔ ایسے وقت شہد چٹایا جاتا ہے۔ ہاں یہ شہد تو ہے ذرا اسے پکڑو میں لے کر آتی ہوں۔"
اس نے بچے کو میری طرف بڑھایا۔ میں ہچکچانے لگا تو وہ بولی۔
"مشین گن اٹھا لیتے ہو ایک ننھے سے بچے کو نہیں اٹھا سکتے۔ انکار کرو گے تو میں تم سے نہیں بولوں گی۔"
اس کے ناراض ہونے کی یہ ادا مجھے بہت اچھی لگی۔ میں نے اسٹین گن رکھ کر بچے کو دونوں ہاتھوں میں سنبھالیا۔ وہ دوسرے کمرے میں جاتی ہوئی بولی۔
"میں ابھی آتی ہوں۔ اسے زمین پر نہ رکھنا ٹھنڈ لگ جائے گی۔"
اف یہ تو پوری اماں جان بن گئی تھی مگر مجھے بابا جان بنتے ڈر لگ رہا تھا۔ سونیا جیسی جانِ حیات کو ناراض بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اسے بچے کے ساتھ خوش دیکھ کر مجھے بھی خوشی ہو رہی تھی کہ چلو دل

بہلانے کے لئے اسے ایک کھلونا مل گیا۔ مگر اچانک ہی وہ کھلونا پیشاب کرنے لگا۔ میں نے چونک کر کہا۔
"ارے ارے جلدی آؤ یہ میرے کپڑے خراب کر رہا ہے۔"
سونیا جلدی سے دوڑتی ہوئی آئی۔ اس کے ہاتھ میں شہد کی ایک چھوٹی سی شیشی تھی۔ وہ میرے بھیگے ہوئے لباس کو دیکھ کر ہنستے ہوئے بولی۔
"اب تم پورے باپ بن گئے ہو۔ دیکھو تو میرا بیٹا کتنا شریر ہے اپنے ڈیڈی کے کپڑے خراب کر دیتا ہے۔"
وہ اسے ایک دوسرے کپڑے میں لپیٹنے لگی۔ بچہ بدستور رو رہا تھا۔ اس نے ایک انگلی میں ذرا سا شہد لے کر اسے چٹایا تو وہ فوراً دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔ جب زبان سے شہد کی مٹھاس ختم ہوئی تو پھر رونے لگا۔ میں نے کہا۔
"یہ صرف بھوکا نہیں ہے ممتا کی حرارت بھی چاہتا ہے۔ بچوں کو سینے سے لگ کر دودھ بھی ملتا ہے اور ماں کے جسم کی حرارت بھی ملتی ہے۔ یہ بچہ قدرتی طور پر بیک وقت دونوں چیزوں کا مطالبہ کر رہا ہے۔"
اس نے مجھ سے چھپ کر بچے کو سینے کے پاس چھپا لیا۔ مجھے اس کی پشت نظر آ رہی تھی۔ مگر اس کی حرکتیں بھی سمجھ میں آ رہی تھیں۔ وہ ایک انگلی میں شہد لے کر کہیں سکاتی تھی پھر بچے کا منہ وہاں لگا دیتی تھی۔ وہ ممتا کے جنون میں بھول گئی تھی کہ اسے چھپنے کے باوجود سوچ کے ذریعہ اس کی حرکتوں کو سمجھ رہا ہوں اس کے احساسات اور اس کے پاکیزہ جذبات کو سمجھ رہا ہوں۔ میری نوجوان محبوبہ کے سینے سے اس نوزائیدہ بچے کے ہونٹوں کا ایک مقدس رشتہ تھا۔ جب وہ شہد کو چوسنے لگتا تو اس کے دل میں اور دماغ میں نور کا ہالہ پھیل جاتا جو مقدس مریم کے اطراف نظر آتا تھا۔ کیونکہ بی بی مریم کی گود میں بھی کچھ اسی طرح ایک بچے نے ممتا کی حرارت جگائی تھی۔
ایک بچے کو اپنی نوجوان محبوبہ کے سینے سے لگے دیکھ کر مجھے یاد آیا کہ ہر انسان اپنی ابتدا میں اسی منزل سے گزرتا ہے جو کسی کی محبوبہ ہوتی ہے وہ ہماری ماں ہوتی ہے۔ جو ہماری محبوبہ ہوتی ہے وہ کسی کی ماں ہوتی ہے۔ اچھی ہوتی ہے یا بری ہوتی ہے مگر اپنے تقدس اور اپنی عظمت کا سکہ جما دیتی ہے۔ اس لمحے سونیا کے ممتا بھرے جذبات میری سمجھ میں آتے۔ میں سونیا کی پشت کے پاس آ کر دو زانو ہو گیا پھر اسے بچے سمیت اپنے بازوؤں میں لے کر بولا۔
"سونیا میں تمہارے بچے کا باپ ہوں۔ آج سے یہ بچہ ہم دونوں کا ہے۔ آج سے ہم اس بچے کے لئے زندہ رہیں گے۔"
سونیا خوشی سے نہال ہو گئی۔ بڑی محبت سے اپنا ہاتھ میرے چہرے پر پھیرنے لگی۔ میں نے کہا۔
"تم یہاں بچے کو سنبھالو میں باہر جا کر دو چار مقامی باشندوں کو بلا کر لاتا ہوں وہ اپنی رسوم کے مطابق اس عورت کو دفن کر دیں گے۔"
"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"
"نہیں سونیا اب تم وہ عورت نہیں رہیں جو بے خوف و خطر میرے شانہ بشانہ دشمنوں کا مقابلہ کرتی تھی۔"
"فرہاد ایسی باتیں کر کے میرا دل نہ توڑو۔ جب عورت شوہر اور بیٹے کی محبت میں تقسیم ہوتی ہے تو بیک وقت دونوں محاذوں پر کھڑی ہو کر جنگ کرتی ہے۔ اگر میں دشمنوں کے خوف سے چار دیواری میں رہوں گی تو میرا بچہ بزدل بن جائے گا۔ نہیں فرہاد یہ دوسرا فرہاد بنے گا۔ اور آج ہی سے بنے گا۔"
اس نے بچے کو کپڑے میں لپیٹنے کے بعد اس کے منہ کو ذرا سا کھلا رکھا۔ پھر اپنے شانے سے اسٹین گن لٹکا کر بولی۔
"چلو ہم باہر جا کر اپنے بچے کو گولے بارود کی لوریاں سنائیں گے۔"
میں اپنی اسٹین گن اٹھا کر اس کے ساتھ باہر آ گیا۔ بچے کو ساتھ لے جانے سے اس لئے منع نہیں کیا کہ اب ہمیشہ کا ساتھ ہے اور سونیا کی یہ بات درست تھی کہ ہم اپنے بچے کو اپنے ساتھ ہر میدان عمل سے گزاریں گے۔ جب یہ آگ اور خون کے دریا سے گزر کر جوان ہوگا تو اس میں ایسی حیرت انگیز صلاحیتیں پیدا ہو جائیں گی، ایسا کندن بنے گا کہ انسانی عزم و ہمت کی تاریخ میں انشاء اللہ اس کا نام سرفہرست آئے گا۔
ہم کاٹیج کو بند کر کے اندازے کے مطابق بستی کی طرف جانے لگے۔ راستے میں سونیا نے کہا۔
"ہمارے بچے کا کوئی بہت ہی خوبصورت سا نام ہونا چاہیئے۔"
"ہر انسان کو اپنا ہی نام خوبصورت اور پیارا لگتا ہے۔"
"ہر انسان کو نہ کہو۔ یوں کہو کہ ہر مرد کو اپنا نام پیارا لگتا ہے ورنہ عورت تو اپنے نام سے زیادہ اپنے مرد کا نام چٹخارے سے لیتی ہے بس فرہاد جیسا نام ہونا چاہیئے۔"
"تو پھر اس کا نام فرہاد رکھ لو۔ میں اپنا نام پیتر رکھ لوں گا۔"
وہ ہنستی ہوئی بولی۔
"مذاق نہ کرو۔ میں تمہاری آدھی محبت بچے کو دے سکتی ہوں مگر نام نہیں دے سکتی۔ اس لئے کہ یہ نام میرے جذبات کے آنگن میں مہکتا ہے۔ فرہاد کے ساتھ کچھ اور جذبات ہیں اور اس بچے کے ساتھ کچھ اور۔"
"اچھا تو اگر اس کا نام فرہاج رکھا جائے تو کیسا رہے گا؟"
"ہاں! یہ نام تمہارے نام سے کچھ قریب ہے۔ مگر نہیں فرہاد کوئی اور آسان سا نام بتاؤ۔"
"تو پھر اسے فرمان کہو۔"
"فرمان — فرمان — ہاں فرمان کہتے وقت اچھا لگتا ہے۔

یہ نام بڑی آسانی سے ادا ہو جاتا ہے مگر یہ ابھی بچہ ہے نا میں اسے نومی کہہ کر پکارا کروں گی۔"
"آخر ماں ہو نا اپنی پسند کی چھاپ ضرور لگاؤ گی۔ ویسے اس پیارے سے بچے کے لئے نومی پیارا نام ہے۔"
ہم باتیں کرتے ہوئے ایک اندازے کے مطابق آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ اتفاق سے ہم اسی عمارت کے سامنے پہنچ گئے جہاں پہلی بار ہمیں قید کیا گیا تھا اور چھت سے لٹکایا گیا تھا۔ وہ عمارت ویران نظر آ رہی تھی۔ اس کے اطراف کوئی پہرے دار نہیں تھا۔ سونیا نے کہا۔
"ہمیں اندر جا کر دیکھنا چاہیئے اگر وہاں کوئی انگریز ہوگا تو ہم اسے قابو میں کر کے اس کی رہنمائی میں ساحل تک جائیں گے اور اس کے ذریعہ ایک موٹر بوٹ حاصل کریں گے۔"
"ٹھیک ہے تم یہاں دیوار کے سائے میں کھڑی رہو۔ کوئی اندر آنا چاہے تو اسے روکنے کی کوشش کرنا۔ میں اندر والوں سے نمٹ لوں گا۔"
میں اسے چھوڑ کر عمارت میں داخل ہو گیا۔ تمام دروازے کھلے ہوئے تھے اور تمام کمرے خالی نظر آ رہے تھے اب یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ تمام لوگ ساحل کی طرف گئے ہوں گے۔ کیونکہ دو گھنٹے پہلے اس طرف سے فائرنگ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جوجو نے بھی یہی بتایا تھا کہ وہ لوگ اپنی موٹر بوٹوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ بعض اوقات کسی کا نام لو تو وہ شیطان کی طرح سامنے چلا آتا ہے جوجو ایک کمرے میں میٹھا شراب پی رہا تھا۔ میری آہٹ سنتے ہی اس نے پاس رکھی ہوئی رائفل اٹھالی۔ میں نے اسے اسٹین گن کی زد پر رکھتے ہوئے کہا۔
"بیٹھے رائفل رکھ دو۔ ورنہ اپنی آخری سانسیں گننے کی مہلت بھی نہیں ملے گی۔"
اس نے رائفل کو فرش پر پھینکتے ہوئے کہا۔
"فرہاد! میں تمہیں تلاش کر رہا تھا۔ تم مجھے وہاں بیہوشی کی حالت میں چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ ہوش میں آنے کے بعد مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ تم ایک عظیم انسان ہو۔ تم چاہتے تو مجھے میرے ہی چاقو سے ہلاک کر سکتے تھے۔ مگر تم نے وہ چاقو بھی میرے پاس میری حفاظت کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ میں تمہارے سامنے احسان مندی سے جھک رہا ہوں۔"
وہ میرے سامنے جھکنے لگا تو میں نے آگے بڑھ کر اسے روک دیا۔
"نہیں جوجو میں انسان ہوں، جھکنا ہے تو خدا کے سامنے جھکو۔ تم یہ بتاؤ کہ ایسے وقت جبکہ یہ انگریز تمہارے دشمن ہیں تم ان کے اڈے پر بیٹھ کر شراب کیوں پی رہے ہو؟"
"اس لئے کہ اب زندہ رہنے کی امید باقی نہیں رہی ہے۔ ان لوگوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ میں صبح تک پکڑا جاؤں گا یہ سوچ کر یہاں آ گیا تھا کہ وہ لوگ یا تو مجھے معاف کر دیں گے یا گولی مار دیں گے۔ مگر یہاں وہ لوگ نہیں ملے یہ رائفل اور شراب کی بوتل مل گئی۔"
"تم بہت جلدی مایوس ہو جاتے ہو۔ خدا اس کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتا ہے۔ تم میرے ساتھ رہ کر جوانمردی کا ثبوت دو، اپنی زندگی کے لئے لڑو، اگر مرنے کا وقت آئے تو ہنس کھیل کر موت کو گلے لگاؤ۔"
"تمہارے جیسا حوصلہ دینے والا ساتھی مل گیا ہے۔ اب میں یہی کروں گا۔ کیا یہاں سے بچ نکلنے کی امید ہے؟"
"ہاں امید نہ ہو تو کوئی انسان زندہ نہ رہے۔ تم یہاں سے نکلنے سے پہلے یہ بتاؤ کہ وہ تمہارا باس ڈاکٹر شیطان یہاں کس کمرے میں آرام کرتا تھا۔ تمہارے سامنے میری آنکھوں سے اینٹی ڈارک لینس نکالا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ایسی چیزیں اسی کمرے میں رکھی جاتی ہیں۔"
"تمہارا خیال درست ہے یہی وہ کمرہ ہے۔ اس الماری میں شاید تمہیں اپنے مطلب کی چیزیں مل جائیں۔"
میں نے آگے بڑھ کر الماری کو کھولنے کی کوشش کی۔ وہ مقفل تھی۔ ہم دونوں اس کے دروازے کو توڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ لکڑی کا دروازہ تھا۔ رائفل کے کندے کی ضربیں کھاتے کھاتے ایک طرف سے ٹوٹ گیا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا اس میں بہت سے کاغذات تھے۔ جاپانی کرنسی اور امریکی ڈالر تھے۔ کچھ جدید طرز کی رائفلیں اور کیمرے وغیرہ تھے۔ وہیں سونیا کے آہنی پنجے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں جیب میں رکھ لیا۔ ایک آٹومیٹک ریوالور مجھے بہت پسند آیا۔ میں نے اسے لوڈ کر لیا۔ جوجو نے بھی ایک خوبصورت سا ریوالور لوڈ کر کے اپنے پاس رکھ لیا۔ اب میں جوجو کی طرف سے مطمئن تھا۔ کیونکہ اس کی سوچ میرے خلاف نہیں تھی۔ چونکہ وہ اندر سے مخالف نہیں تھا خطرناک نہیں تھا اس لئے اوپر سے بے ضرر تھا۔
ہم اور آپ کسی دوسرے کے اندر چھپی ہوئی کمینگی کو نہیں پہچان سکتے۔ ہماری اس دنیا میں ایسے لوگ قدم قدم پر ملتے ہیں جو اوپر سے انسان اور اندر سے شیطان ہوتے ہیں۔ ایسے مہذب انسان ہوتے ہیں کہ آپ ان کی ظاہری محبت اور ہمدردی سے اور ان کی ایماندارانہ باتوں سے متاثر ہو کر کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ اندر سے مطلب پرست خود غرض اور بے ایمان بھی ہو سکتے ہیں۔
میں نے جوجو سے کہا "تم یہاں کے راستوں سے اچھی طرح واقف ہو۔ مجھے اور سونیا کو ساحل کی طرف لے چلو۔ ہم یہاں سے فرار ہونے کے لئے موٹر بوٹ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور ہاں یاد آیا جس عورت نے ایک بچے کو جنم دیا تھا وہ مر گئی ہے تم یہاں سے یہ ڈالر کی گڈیاں اٹھاؤ اور یہاں کے کچھ مقامی باشندوں کو کچھ نوٹ

"دے کر اس کے کفن دفن کا انتظام کرو۔"

ہم دونوں نے کچھ امریکی اور کچھ جاپانی کرنسی اپنی اپنی جیبوں میں بھرلی۔ پھر عمارت سے نکلتے وقت میں نے سونیا کو اطلاع دی کہ میں جوجو کے ساتھ باہر آ رہا ہوں۔ یہاں آس پاس کوئی خطرہ نہیں ہے۔ عمارت سے باہر نکلنے کے بعد سونیا ہمارے ساتھ ہو گئی۔ پھر جوجو ہمیں ایسی جگہ لے گیا جہاں بہت سے شکستہ جھونپڑے تھے اس نے چار مقامی باشندوں کو بلا کر انہیں پچاس ڈالر دیئے اور ان سے کہا کہ فلاں کاٹیج میں جا کر ایک لاش کو دفن کرنا ہے۔

ہم اس فرض سے سبکدوش ہو کر جوجو کے ساتھ ساحل کی طرف چل پڑے۔ اندھیرے میں ہم ٹارچ روشن نہیں کر سکتے تھے۔ کوئی دشمن روشنی کی سمت فائر کر سکتا تھا۔ میں نے سونیا سے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"تم ہمارے ساتھ نہ چلو ٹومی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اگر تم ہم سے بہت پیچھے رہ جاؤ گی۔ تب بھی ہماری بُو سونگھتی ہوئی صحیح راستے پر چلتی رہو گی۔"

"ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گی۔"

وہ آہستہ آہستہ ہم سے بہت پیچھے رہ گئی۔ جوجو نے پوچھا۔

"یہ تمہاری ساتھی اندھیرے میں کہاں گم ہو گئی ہے؟"

"وہ ہمارے پیچھے آ رہی ہے تاکہ بچے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

"لیکن وہ اندھیرے میں کیسے جانے گی کہ ہم کہاں سے گزر رہے ہیں۔" پھر اس نے چونک کر کہا۔ "اوہ میں سمجھ گیا۔ ہمارا باس کہہ رہا تھا کہ تمہاری ساتھی کی سونگھنے کی حس بہت تیز ہے۔ وہ سونگھتی ہوئی چرس کے ذخیرے تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ اب بھی وہ ہماری بُو سونگھتی ہوئی راستوں کو پہچان رہی ہو گی۔"

"تم نے ٹھیک کہا۔ مگر اب خاموش رہو۔ اگر کہیں آس پاس چھپے ہوئے دشمنوں نے سن لیا تو وہ ہمیں چھوڑ کر سونیا تک پہنچ جائیں گے۔"

میں نے بروقت اسے بولنے سے منع کیا تھا۔ کیونکہ چند قدم کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہالٹ کی آواز سنائی دی۔ کوئی اندھیرے میں چھپا ہوا مقامی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ جوجو نے آہستہ سے کہا۔

"ہم چاروں طرف سے گھیر لئے گئے ہیں۔ وہ وارننگ دے رہے ہیں کہ ہم چپ چاپ کھڑے رہیں اور اپنے ہتھیار پھینک دیں۔"

میں نے اسٹین گن اور جوجو نے اپنی رائفل پھینک دی۔ پھر میں نے فوراً ہی سونیا کو اطلاع دی کہ نادیدہ دشمنوں نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ اسے اطلاع دینے کے بعد میں نے جوجو سے کہا۔

"تم یہ معلوم کرو کہ ہمیں گھیرنے والوں میں کوئی انگریز ہے یا نہیں۔"

وہ باتیں کرنے لگا۔ جواب میں ایک شخص کی آواز قریب آنے لگی۔ بہت قریب آنے کے بعد میں نے چار مقامی باشندوں کو دیکھا۔ وہ چاروں طرف سے ہمیں رائفلوں کی زد میں لئے ہوئے محتاط نظر آ رہے تھے۔ یہ تو سمجھ میں آ گیا کہ ان کے ساتھ کوئی انگریز نہیں تھا۔ جوجو نے بتایا۔

"یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ چھ انگریز اور کچھ مقامی باشندے ساحل کے پاس ہیں اور سمندر میں ایک جاپانی لانچ کھڑی ہوئی ہے۔ جاپان کا ایک بحری پولیس آفیسر جزیرے کے لوگوں کو وارننگ دے رہا ہے کہ وہ ہتھیار پھینک کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں۔ یہاں جو مقامی باشندے ہیں یہ ہمیں ان انگریزوں تک پہنچنے سے روک رہے ہیں۔"

جوجو کی بات ختم ہوتے ہی ہمارے آس پاس ہلکی سی روشنی پھیل گئی۔ بعد میں پتہ چلا کہ جاپانی لانچ پر سے سرچ لائٹ کی روشنی پھینکی جا رہی ہے۔ اس کی ہلکی ہلکی جھلک ہم تک پہنچ رہی تھی۔ اس روشنی سے سونیا کا بھلا ہو گیا۔ اب وہ دُور سے دیکھ سکتی تھی کہ ہم کس پوزیشن میں ہیں اور دشمن ہم سے کتنے فاصلے پر کھڑے ہوئے ہیں۔ جوجو انہیں باتوں میں لگائے ہوئے تھا اور میں سونیا کے ذہن میں جھانک رہا تھا۔

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ ایک درخت کی آڑ میں کھڑی ہوئی ہے۔ وہ اس الجھن میں تھی کہ فائرنگ کس طرح کرے۔ فائرنگ کرنے کے لئے ٹومی کو زمین پر لٹانا ضروری تھا۔ مگر اس بات کا ڈر لگ رہا تھا کہ بچے کو کیڑے مکوڑے نقصان نہ [illegible] میں نے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"سونیا خدا پر بھروسہ کرو۔ [illegible] کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ذرا دیر کے لئے اُسے زمین پر لٹا دو صرف ایک منٹ کی فائرنگ میں فیصلہ ہو جائے گا۔ میری جیب میں ریوالور ہے۔ جیسے ہی تمہاری فائرنگ سے ان [illegible] کا دھیان بٹے گا میں جیب سے ریوالور نکال لوں گا۔"

سونیا کا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ بچے کو اپنے سینے سے جدا کرے مگر میری ہدایت پر عمل کرنا بھی اس کا فرض تھا۔ اس نے ایک نظر اپنے بچے پر ڈالی۔ وہ سو رہا تھا۔ سونیا نے اسے آہستگی سے چوم کر جیسے ہی زمین پر لٹایا وہ چونک کر رونے لگا۔ ہم نے کبھی بچے نہیں پالے تھے اس لئے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک بچہ گھر کا بھیدی بن سکتا ہے اور اچانک بیدار ہو کر دشمنوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے وہ سب چونک کر دُور تاریکی میں آواز کی سمت دیکھنے لگے۔

سونیا کی یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ ایسے مرحلوں میں حواس باختہ نہیں ہوتی۔ اور اب تو وہ ماں بن کر بھی سوچتی تھی۔ اس نے فوراً ہی سمجھ لیا کہ ایک لمحے کی بھی دیر ہوئی تو دشمن بچے کی آواز کی سمت فائر کریں گے۔ لہٰذا اسی نے پہل کر دی۔ میرے سامنے کھڑے ہوئے دشمن زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ میں بھی یوں گر گیا جیسے گولیوں نے مجھے چاٹ لیا ہو۔ کم از کم دشمنوں نے یہی سمجھا۔ میں نے گرتے گرتے ریوالور نکال کر تیسرے کا نشانہ لیا۔ کیونکہ وہ سونیا کی طرف فائرنگ کر رہا تھا۔ چوتھا شخص ایک درخت کے پیچھے چھپنے کے لئے بھاگ رہا تھا۔ مگر سونیا کی فائرنگ نے اسے ہمیشہ کے لئے موت کی گود میں چھپا دیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے میدان صاف ہو گیا۔ جوجو بیوقوفوں کی طرح دیدے پھاڑے منہ کھولے اِدھر اُدھر پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ وہ تو بزدلوں کی طرح اپنی موت

ے میں سوچ رہا تھا۔ اس کی تقدیر اچھی تھی کہ اتنی فائرنگ کے ان ایک بھی گولی اس کے قریب نہیں آئی۔ مگر چونکہ دل میں فائرنگ تھی اسی لئے وہ تھوڑی دیر تک بیوقوفوں کی طرح کھڑے رہنے کے بعد دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"لعنت ہے تم پر جب اُٹھنے کا وقت آیا ہے تو گر رہے ہو۔ اُٹھ جاؤ۔ تم مرد کی طرح لڑ نہیں سکتے۔ عورت کی طرح بچے سکتے ہو۔"

سونیا بچے کو اٹھائے ہوئے قریب آ گئی۔ جوجو نے اسے دیکھ کر کہا۔

"میڈم تم نے تو کمال کر دیا۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو۔۔۔۔"

"تو دُم دبا کر بھاگ جاتے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم اپنی یف نہ کرو ہم تمہیں اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ چلو اب ہم اس روشنی کی ن جائیں گے۔"

ہم سرچ لائٹ کی روشنی کی طرف بڑھنے لگے۔ تھوڑی دُور جانے بعد فائرنگ کی آوازیں [illegible] سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ [illegible]

"فائرنگ بند کر دو۔ ہم جزیرے کے بے گناہ باشندوں کو مارنا نہیں تے۔ ہماری کشتیاں اس جزیرے کو چاروں طرف سے گھیر رہی ہیں۔ تمہارے چاروں طرف سے فائرنگ ہوئی تو تم بے بس ہو جاؤ گے تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ ہتھیار پھینک دو۔"

اب ہم ساحل کے قریب پہنچ گئے تھے۔ دُور کھڑے ہوئے انگریز ر مقامی باشندے نظر آ رہے تھے ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں رائفلیں تھیں۔ ان کا رُخ جاپانی لانچ کی طرف تھا۔ میں نے سونیا کہا۔

"موقع اچھا ہے۔ ہمیں فائرنگ کرنی چاہیئے۔ یہ لوگ یہی سمجھیں ہ جاپانی سپاہی پیچھے سے فائرنگ کر رہے ہیں انہیں ہماری تعداد ہیں ہوگی اس لئے ہماری طرف بڑھنے سے کترائیں گے۔"

میں نے سونیا کو اپنے بائیں طرف دُور ایک درخت کے پیچھے نے کے لئے کہا۔ جوجو کو دائیں طرف بھیجتے ہوئے اچھی طرح سمجھا دیا ہ کسی طرف بھاگتا ہوا آئے اُسے گولی کا نشانہ بنا دے۔ جب نیا اور جوجو مجھ سے دُور جا کر درختوں کے پیچھے چھپ گئے تو میں نے کھڑے ہوئے لوگوں کو للکار کر کہا۔

"بی بریو۔ اگر ذرا بھی حرکت کرو گے تو مارے جاؤ گے جاپانی اہیوں نے تمہیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔"

میری للکار سنتے ہی وہ میری طرف پلٹ گئے۔ میں نے سوچ ذریعہ سونیا سے کہا۔ "فائر"

وہ فائر کرنے لگی۔ وہ لوگ سونیا کی طرف جوابی فائر کرنا چاہتے کہ اسی وقت لانچ کی طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ میں نے بھی

فائرنگ شروع کر دی۔ ایسی صورت میں ان کا بدحواس ہو جانا یقینی تھا۔ ان میں سے کچھ فائرنگ کی زد میں آ گئے۔ جو باقی بچے انہوں نے گھبرا کر ہتھیار پھینک دیئے اور اپنے ہاتھ اٹھا لئے۔ اب لانچ کے پاس سے چھوٹی چھوٹی کشتیاں ساحل کی طرف آنے لگیں۔ سرچ لائٹ کی تیز روشنی میں مسلح سپاہی نظر آ رہے تھے۔ ہم چپ چاپ اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ سونیا نے بچے کو گود میں اٹھا لیا تھا۔ اب وہ جنگی اسلحہ کے ساتھ ساتھ بچے کی ضرورت کو بھی اہم سمجھتی تھی۔ اس لئے اپنے ساتھ شہد کی شیشی لائی تھی۔ اور ایک سپاہی کی طرح گولیاں چلانے کے بعد ایک ماں کی طرح بچے کو شہد چٹا رہی تھی۔

جاپانی سپاہی ساحل پر پہنچ گئے تھے۔ جو چار انگریز زندہ بچ گئے تھے انہیں ہتھکڑیاں پہنا رہے تھے۔ ایک پولیس آفیسر جاپانی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ اس کا رُخ ہماری طرف تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ہمیں اپنے سپاہی سمجھ کر ہم سے کچھ کہہ رہا ہے۔ میں نے درخت کے پیچھے سے نکل کر بلند آواز میں کہا۔

"آفیسر۔ ہم تمہارے جاپانی سپاہی نہیں ہیں۔ مگر تم ہم پر اعتماد کر سکتے ہو کیونکہ ہم نے تمہاری مدد کی ہے۔"

جاپان کے پولیس آفیسر نے انگریزی زبان میں کہا۔

"ٹھیک ہے ہم تمہارے شکر گزار ہیں۔ اگر تم دوست ہو تو سامنے [illegible]ر ہتھیار پھینک دو۔"

میں نے سونیا سے سوچ کے ذریعہ کہا کہ وہ اب ساحل کی طرف چلے۔ جوجو کو بھی بلند آواز سے ساحل کی طرف بلایا۔ پھر خود آگے بڑھتا ہوا پولیس آفیسر کے سامنے پہنچ کر اسٹین گن زمین پر پھینک دی۔ ریوالور بھی جیب سے نکال کر اس کے آگے ڈال دیا۔ سونیا اور جوجو نے بھی یہی کیا۔ پولیس آفیسر نے کہا۔

"تم تینوں ایشیائی باشندے ہو۔ ان اسمگلروں سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "ان انگریز اسمگلروں نے ہمیں قیدی بنا رکھا تھا اور ہمیں جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ مگر ان کا ایک انگریز ساتھی اچانک ہی پاگل ہو گیا تھا اس نے اپنے باس کو مار ڈالا اور خود بھی مر گیا۔ تب سے ہم آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔"

پولیس آفیسر نے ایک انگریز قیدی سے پوچھا۔

"تم لوگوں نے انہیں کیوں قید کیا تھا اور کیوں مار ڈالنا چاہتے تھے؟"

وہ انگریز تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ جب آفیسر کا ایک طمانچہ اس کے منہ پر پڑا تو وہ بولنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے میرے اور سونیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ دونوں میاں بیوی ہیں۔ یہ لوگ پاس والے جنوبی جزیرے میں پتہ نہیں کہاں سے آ گئے تھے۔ پہلے ہمیں شبہ ہوا تھا کہ یہ کسی

ملک کے جاسوس ہیں۔ جب ہم انہیں قید کرکے یہاں سے آئے تو ہمارے باس کو پتہ چلا کہ اس عورت کی سونگھنے کی حس بہت تیز ہے۔ یہ کسی انسان یا کسی چیز کی بُو سونگھ کر خفیہ اڈوں تک پہنچ سکتی ہے۔ ایسی خطرناک عورت اور اس کے مرد کو ہم زندہ نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ مگر ہمارے ایک آدمی کے پاگل پن نے ہمیں اس مصیبت میں گرفتار کرادیا۔"

پولیس آفیسر نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میڈم ابھی تم لوگوں نے ہماری مدد کی ہے۔ اگر اس انگریز کے بیان کے مطابق تمہارے پاس سونگھنے کی غیر معمولی صلاحیت ہے تو پھر مزید ہماری مدد کرو۔"

سونیا نے کہا۔ "میں سمجھ گئی تم کیا چاہتے ہو۔ میں قانون کی مدد کروں گی اور جرس کے ذخیرے تک لے چلوں گی۔"

پولیس آفیسر نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ قیدیوں کو لانچ میں پہنچا دو اور جلد ہی واپس آجاؤ۔ فوراً ہی حکم کی تعمیل کی گئی۔ آدھ گھنٹے کے بعد جب وہ واپس آئے تو ان کے ساتھ جاپان کی بحری پولیس کا سینئر آفیسر تھا۔ جونیئر آفیسر اسے اپنی زبان میں شاید ہمارے متعلق کچھ بتا رہا تھا کیونکہ اس کی باتیں سننے کے بعد سینئر آفیسر نے مسکرا کر مجھ سے اور سونیا سے مصافحہ کیا۔ اب ہماری بھلائی اسی میں تھی کہ زیادہ سے زیادہ جاپانی پولیس کا اعتماد حاصل کریں۔ جب سونیا انہیں جرس کے ذخیرے کی طرف لے جانے لگی تو میں راستے میں سینئر آفیسر سے باتیں کرنے لگا۔

میں نے اس سے صرف ایک جھوٹ کہا کہ میں اپنی یادداشت کھو چکا ہوں۔ دشمنوں نے مجھے ایسے ذہنی جھٹکے پہنچائے ہیں کہ اب مجھے اپنا ماضی یاد نہیں رہا۔ یہ جھوٹ میں نے اس لئے کہا کہ اب میں ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپانا چاہتا تھا۔ جب میں نے اسے بتایا کہ میں اور سونیا جزیرہ کوائی میں قید کئے گئے تھے تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس نے کہا۔

"اس جزیرے میں ایک بہت ہی پراسرار بلیک میلر رہتا ہے بڑے بڑے ملکوں کے راز اس کی مٹھی میں رہتے ہیں۔ ہمارے ملک جاپان کا بھی ایک راز پتہ نہیں وہاں تک کیسے پہنچ گیا۔ ہم اس بلیک میلر سے اس راز کا سودا کرنے کے لئے جزیرہ کوائی جانا چاہتے تھے مگر ہمیں دو دن پہلے اطلاع ملی کہ ابھی ہم جزیرہ کوائی کی طرف نہ جائیں۔ ایک ہفتے بعد سودا ہوگا۔"

"مسٹر آفیسر۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ اس نے ایک ہفتے کے لئے کیوں ٹال دیا ہے۔ ہم نے وہاں تباہی مچادی تھی۔ وہ بلیک میلر جو سُپر ماسٹر کہلاتا ہے وہاں سے فرار ہو چکا ہے۔ ہم بھی وہاں سے بھاگ کر یہاں آگئے ہیں۔ ویسے اب فکر نہ کریں آپ کے ملک کا راز میرے پاس محفوظ ہے۔"

سینئر آفیسر چلتے چلتے ٹھٹھک گیا۔ پھر مجھے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا واقعی ــــ؟ ہمارے وہ اہم کاغذات کہاں ہیں؟"

"میں نے پاس والے جزیرے میں ایک جگہ حفاظت سے چھپا رکھے ہیں۔ آپ وہاں چلیں میں وہ کاغذات آپ کے حوالے کردوں گا۔"

سینئر آفیسر نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ وہ میڈم سونیا کے ساتھ جاکر جرس کے ذخیروں پر قبضہ کریں اور وہ میرے ساتھ پاس والے جزیرے میں جائے گا۔ میں نے کہا۔

"آفیسر میں اپنی بیوی کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا۔ ہم سب ایک ساتھ پاس والے جزیرے میں چلیں تو بہتر ہے۔"

سینئر آفیسر نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"فرہاد علی تیمور۔"

"ویل مسٹر فرہاد ــــ تم اپنی بیوی کی فکر نہ کرو۔ تم نے دوستی کا ثبوت دیا ہے ہم بھی دوستی کا ثبوت دیں گے۔ تم دونوں میاں بیوی کو معزز مہمان کی حیثیت سے اپنے ملک میں لے جائیں گے۔ آؤ دیر نہ کرو، وہ کاغذات ہمارے لئے بہت اہم ہیں۔"

ہم واپس ساحل کی طرف آگئے۔ میں نے آفیسر سے کہا۔

"میں سونیا کے ساتھ اس جزیرے کے مغربی ساحل پر آیا تھا۔ ساحل سے کچھ دور ایک درخت کے پاس بلیک میلنگ کی وہ چیزیں دفن کردی تھیں۔ لہٰذا یہاں ایسا درخت تلاش کیا جائے جس کے تنے پر سے کراس کا نشان بنا ہے۔"

تمام سپاہی ٹارچ کی روشنی میں اس درخت کو تلاش کرنے لگے۔ ہم موٹر بوٹ سے غلط جگہ اتر گئے تھے۔ اس لئے تلاش کرتے کرتے رات کے چار بجے وہ درخت نظر آیا۔ میں نے اس درخت کے سامنے کھڑے ہو کر اندازہ کیا۔ پھر ایک جاپانی سپاہی کو اشاروں کی زبان میں سمجھایا کہ جا کر اس جگہ کو کھودیں جہاں میں بتا رہا ہوں۔ وہاں کی مٹی ملائم تھی وہ اس جگہ کو کھودنے لگا۔ بہت جلد وہ بریف کیس باہر نکل آیا۔ سینئر آفیسر نے زمین پر دو زانوں ہو کر اس بریف کیس کو کھول لیا۔ پھر ٹارچ کی روشنی میں تمام کاغذات کو اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگا۔ اس میں دوسرے ملکوں کے بھی اہم کاغذات تھے لیکن مطلوبہ کاغذات جلد ہی ہاتھ آگئے۔ پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور مجھے گھور کر دیکھنے لگا۔ اچانک ہی اس کے تیور بدل گئے تھے اس نے غرا کر کہا۔

"ہم اس بلیک میلر سُپر ماسٹر کو ایک گہری سازش کے تحت مروانا چاہتے تھے کیونکہ وہ ان کاغذات کو پڑھ چکا تھا۔ مسٹر فرہاد تم بھی ایسا شخص ہمارے اس اہم راز سے واقف ہو چکا ہو گیا ہم اسے زندہ نہیں چھوڑ سکتے۔"

"بے شک اسے گولی سے اڑا دینا چاہیئے۔" میں نے کہا۔

"بیشک۔" سینئر آفیسر نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "تم بھی ان کاغذات کو پڑھ چکے ہو۔"

میں نے اک دم سے چونک کر دیکھا۔ سینئر آفیسر کی انگلی ریوالور کے ٹریگر پر پہنچ چکی تھی۔

اگر اس کی انگلی ریوالور کے ٹریگر تک پہنچ گئی تھی تو کیا ہوا؟ بعض لوگ موت کو انگلی دکھا کر یا ٹھینگا دکھا کر زندگی کی طرف واپس آجاتے ہیں کیونکہ تدبیر ان کا ہتھیار ہوتی ہے اور تقدیر ان کا ساتھ دیتی ہے اور دشمن کے ہتھیاروں کو زنگ آلود بنا دیتی ہے۔

جس وقت وہ جاپانی آفیسر مجھے موت کی سزا دینا چاہتا تھا۔ اسی وقت اچانک ہی سمندر کی طرف سے تیز ہوائیں چلنے لگیں اور بریف کیس میں رکھے ہوئے اہم کاغذات تیزی سے اِدھر اُدھر اڑنے لگے۔ ان کاغذات میں جاپان کے اہم راز پوشیدہ تھے۔ ان کی نظر میں وہ کاغذات میری زندگی اور موت کے فیصلے سے زیادہ اہم تھے اس لئے وہ مجھے چھوڑ کر ان کی طرف دوڑنے لگے، جو بے پر کے محوِ پرواز تھے۔

میں چپ چاپ کھڑا ہوا یہ تماشا دیکھنے لگا۔ ٹارچ کی روشنیاں ادھر ادھر پھسل رہی تھیں۔ اندھیرے اجالے کے کھیل میں وہ کاغذات پتنگ کی طرح ڈول رہے تھے۔ کچھ کاغذات ایسے تھے، جن کی اڑان اونچی تھی اور کچھ اتنی بلندی پر اڑ رہے تھے کہ درختوں کی چوٹیوں تک پہنچ رہے تھے۔ میں ایک درخت سے ٹیک لگا کر جاپانی آفیسر کے دماغ میں جھانکنے لگا۔

وہ جاپانی زبان میں سوچ رہا تھا۔ اس کی سوچ میرے پلے نہیں پڑ رہی تھی۔ میں نے اسے انگریزی زبان کی طرف مائل کرنے کے لئے اس کی سوچ میں کہا۔

"وہاٹ نان سنس آئی ایم تھنکنگ اباؤٹ ...."

وہ چونک کر اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے سوچنے لگا۔

"میں فضول باتیں تو نہیں سوچ رہا ہوں۔ اگر ان میں سے ایک بھی گم ہوگا تو مجھے ہائی کمان کے سامنے جوابدہ ہونا پڑیگا۔ کیا مصیبت ہے۔ میں تو فرہاد کو شوٹ کرنے کی محض دھمکی دے رہا تھا مقصد یہ تھا کہ اگر اس نے کچھ اور کاغذات کہیں چھپا رکھے ہوں تو وہ اپنی جان کی امان پانے کے لئے انہیں بھی پیش کردے۔ میں تو قانوناً اسے وزارتِ خارجہ کے دفتر میں پہنچانا چاہتا تھا۔ مگر یہ کیا ہوگیا؟ میری ذرا سی غفلت سے کاغذات اڑ گئے۔ ارے وہ دیکھو ــ وہ ایک کاغذ اونچی شاخ پر جا کر اٹک گیا ہے ...."

وہ درخت کی بلندی پر ٹارچ کی روشنی پھینکتے ہوئے اپنے ایک ماتحت سے کہنے لگا۔

"چلو جلدی سے اس درخت پر چڑھو اور اس کاغذ کو حفاظت سے اتار کر لاؤ۔"

وہ حکم دے رہا تھا اور ادھر سے اُدھر دوڑتا پھر رہا تھا۔ مجھے اس کے خیالات پڑھ کر اطمینان ہو گیا کہ ابھی میری زندگی کے دن باقی ہیں۔ جاپانی وزارتِ خارجہ کے افسران میرے متعلق کوئی فیصلہ سنائیں گے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد انہوں نے تمام اڑنے والے کاغذات کو پکڑ کر جمع کرلیا۔ اسی وقت سونیا بچے کو گود میں لئے جاپانی پولیس کی دوسری ٹیم کے ساتھ وہاں آگئی۔ دوسری ٹیم کے آفیسر نے پوچھا۔

"کیا بات ہے۔ ہم نے بہت سی ٹارچ کی روشنیوں کو اِدھر اُدھر لہراتے دیکھا ہے۔ خیریت تو ہے؟"

دوسرا آفیسر اُسے کاغذات کے متعلق بتانے لگا اس کے بعد وہ دوبارہ کاغذات کا ترتیب سے مطالعہ کرنے لگے۔ مگر ترتیب میں فرق آگیا تھا۔ ایک صفحہ درمیان سے کم ہوگیا تھا۔ آفیسر نے مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے مجھے مکمل کاغذات نہیں دیئے ہیں۔ اس کا ایک صفحہ اور کہاں ہے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بہت خوب۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ ایک گھنٹہ پہلے جب آپ نے ان کاغذات کا مطالعہ کیا تھا تو یہ مکمل تھے۔ آپ کو اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرلینا چاہیئے۔ مجھے شوٹ کردینے کی دھمکی دینے سے پہلے یہ سوچنا چاہیئے تھا کہ یہ کاغذات تیز ہواؤں کی زد میں آسکتے ہیں۔"

"یو شٹ اپ۔" اس نے ڈانٹ کر کہا۔ "وہ صفحہ پہلے ہی کم تھا اسی لئے میں تمہیں مارنے کی دھمکی دے رہا تھا۔"

دوسری ٹیم کے آفیسر نے مداخلت کرتے ہوئے اس آفیسر سے کہا۔

"مگر آفیسر ان کاغذات کو ترتیب دینے سے پہلے آپ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ آپ مکمل کاغذات کا مطالعہ کرچکے ہیں۔"

"اں ــــ نہیں تو ــــ میں نے ایسا نہیں کہا تھا۔ آپ کے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔"

آفیسر اپنے بچاؤ کے لئے صاف جھوٹ بول رہا تھا۔ دوسرا آفیسر ذہین اور مصلحت اندیش تھا۔ اس نے کہا۔

"ہوسکتا ہے مجھ سے سننے میں غلطی ہوئی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ایک صفحہ اڑ کر ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہو۔ ہمیں پھر ایک بار تلاش کرنا چاہیئے۔"

"ہم دُور دُور تک تلاش کرچکے ہیں۔ ٹارچ کی روشنی میں آخر کہاں تک تلاش کریں گے؟"

وہ آفیسر بہانے کر رہا تھا اور یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے اور کاغذات پہلے سے نامکمل ہیں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعہ سونیا سے کہا۔

"میری جان یہ آفیسر خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اب تمہیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ یہ مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہا ہے۔ کیا تم ایک ہی طرح کے کاغذ کی بُو سونگھ سکتی ہو؟"

"ہاں میں ایسا کرسکتی ہوں۔ ٹھہرو میں ذرا آفیسر سے بات کرتی ہوں۔" وہ آفیسر سے مخاطب ہو کر بولی۔

"آفیسر آپ لوگوں کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جس طرح میں آپ کو جریس کے خفیہ ذخیرے تک لے گئی تھی اسی طرح میں اس گمشدہ کاغذ تک پہنچ سکتی ہوں۔"

آفیسر تھوڑی دیر کے لئے سونیا کی صلاحیتوں کو بھول گیا تھا۔ سونیا نے یاد دلایا تو وہ خوش ہو کر چٹکی بجاتے ہوئے بولا۔

"اوہ! میں اس بحث میں بھول ہی گیا تھا کہ تم ایک حیرت انگیز صلاحیت کی مالک ہو۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں مادام۔ چلو میں تمہارے ساتھ وہاں تک چلوں گا جہاں تک تم کاغذ کی بو سونگھتی ہوئی جاؤ گی۔"

سونیا ان کاغذات کو اپنے ہاتھ میں لے کر سونگھنے لگی۔ تمام جاپانی اسے بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ وہ کاغذات واپس کرنے کے بعد دوسری ٹیم کے آفیسر کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔ میرے آس پاس ... کھڑے جاپانی آپس میں باتیں کرنے لگے۔ میں ان کی باتیں نہیں سمجھ سکتا تھا اس لئے ان سے ذرا دور ایک پتھر پر جا کر بیٹھنے لگا۔ اس آفیسر نے غرا کر کہا۔

"یو نان سنس ۔ تم کہاں کے لارڈ ہو کہ ہمارے سامنے بیٹھ رہے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ مجرموں کو کھڑا رکھا جاتا ہے۔ اسٹینڈ اپ۔"

میں اس سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے مجرم کیوں سمجھ رہا ہے۔ اس سے دشمنی مول لے کر میں کسی نئی مصیبت کو دعوت نہیں دینا چاہتا تھا۔ ایسے وقت مجبوراً حکم کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ میں اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس کی سوچ میں کہا۔

"میں خوامخواہ فرہاد سے دشمنی کر رہا ہوں۔ ابھی وہ مادام بو سونگھ کر اس کاغذ کو لے آئے گی تو میری پوزیشن کمزور پڑ جائے گی۔ مجھے فرہاد کی حمایت کرنی چاہیئے۔ اس طرح یہ دوسرے آفیسروں کے سامنے میرے خلاف کوئی بیان نہیں دے گا۔ مجھے دوستانہ انداز میں اسے بیٹھنے کے لئے کہنا چاہیئے۔"

اس خیال کے تحت اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا کوئی بات نہیں بیٹھ جاؤ۔"

میں آرام سے پتھر پر بیٹھ گیا۔ وہ میرے قریب آتے ہوئے دوستانہ انداز میں کہنے لگا۔

"مسٹر فرہاد! مجھے اپنے پچھلے رویّے پر شرمندگی ہے۔ پلیز فارگٹ اِٹ۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیٹس آل رائٹ۔ آپ اپنی پوزیشن صاف رکھنے کے لئے ان کاغذات کو نامکمل کہہ رہے تھے۔ ہر شخص اپنے بچاؤ کے لئے تھوڑا سا جھوٹ ضرور بولتا ہے۔ میری سونیا ابھی وہ کاغذ ڈھونڈ کر لے آئیگی۔"

وہ کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا۔

"ہاں! مگر میری پوزیشن کمزور ہو جائے گی۔"

"آپ فکر نہ کریں اگر مجھ سے پوچھا جائے گا تو میں یہی کہوں گا، آپ کو ان کاغذات کے مطالعہ کا پوری طرح موقع نہیں ملا ... کے دوران ہی کاغذات اڑ گئے تھے۔"

وہ خوشی سے میرا ہاتھ تھام کر بولا

"اوہ مائی فرینڈ تم کتنے اچھے ہو۔ اب میں تمہیں سچ سچ بتا ... میں اس وقت شوٹ کرنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ درنہ دل کی بات ... یہ ہے کہ میں پہلی ہی ملاقات میں تمہیں دل سے پسند کرنے لگا تھا۔"

میں دل ہی دل میں ہنسنے لگا۔ اس کم بخت کو معلوم نہیں تھا ... میں اس کے دل کی باتیں کتنی دور تک سمجھتا ہوں۔ ہماری باتوں ... دوران سونیا واپس آ گئی اس کے ساتھ جو آفیسر گیا تھا اس کے ہاتھ ... وہ کاغذ نظر آ رہا تھا۔ وہ سونیا کی تعریفیں کئے جا رہا تھا۔ سونیا ... سے بے نیاز ہو کر اس روتے ہوئے بچے کو پچکار رہی تھی جس کا نام ... فرمان رکھا تھا اور جسے پیار میں نومی کہہ کر پکارتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہم سب موٹر لوٹش میں بیٹھ کر دوسرے جزیرے کی طرف گئے جس کے ساحل پر جاپانی لانچ کھڑی ہوئی تھی۔ تقریباً ... پہلے جاپانی پولیس اس لانچ پر سے سرچ لائٹس کی روشنی پھینک ... اور ڈاکٹر شیطان کے آدمیوں کو ہتھیار پھینکنے کے لئے کہہ رہی تھی ... ساحل پر کھڑے ہوئے اسمگلر لڑنے مرنے پر آمادہ تھے۔ اس وقت ... نے پیچھے سے آ کر بازی پلٹ دی تھی۔ میں نے پیچھے کی طرف سے ... تو وہ اس دھوکے میں آ گئے کہ جاپانی پولیس نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ لہٰذا وہ ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہو گئے۔ اب ان میں ... اسمگلر مر چکے تھے اور کچھ قیدی بنا لئے گئے تھے۔

یوں تو میں اور سونیا بھی ان کے قیدی تھے۔ مگر آزاد قیدی ... وہ جاپانی آفیسر یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی وزارت خارجہ والے ... اور سونیا کے متعلق کیا فیصلہ کریں گے۔ ہمیں اپنا دوست سمجھیں ... دوسرے ملکوں کے راز چرانے والے خفیہ ایجنٹ سمجھ کر ہمیں سزا دیں ... لہٰذا وہ دونوں جاپانی آفیسر فی الحال ہمیں یہ تاثر نہیں دینا چاہتے تھے ... کہ ہم بھی قیدی بنا لئے گئے ہیں۔ انہوں نے بڑی فراخ دلی سے ... لانچ میں آزاد چھوڑ دیا تھا۔

اب صبح ہو رہی تھی۔ تمام رات ایسی بھاگ دوڑ ہوئی تھی ... گئے تھے۔ اس لئے ہم ایک کیبن میں آ کر آرام سے لیٹ گئے ... فرمان پریشان کر رہا تھا۔ اب تک اس کی بھوک شہد چٹا چٹا کر ... جا رہی تھی۔ سونیا نے آفیسر سے کہا کہ بچے کے لئے دودھ کا انتظام ... جائے مگر وہ پولیس والے اسمگلروں کو پکڑنے آئے تھے۔ انہوں ... کے لئے دودھ کے ڈبے نہیں لا سکے تھے۔ انہوں نے وعدہ کیا ... ناگاساکی پہنچتے ہی سب سے پہلے بچے کے دودھ کا انتظام کیا جائے گا ... میں تو بستر پر لیٹتے ہی سو گیا تھا۔ پتہ نہیں سونیا بچے کے ...

... لاتی رہی اور پھر کب اسے اپنے سینے سے لگا کر سو گئی۔ ہمیں جیسے ... دنوں کے بعد سونے کا موقع ملا تھا۔ میں تو شام تک ساری دنیا سے ... ناتے توڑ کر سوتا رہا۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا سونیا بچے کو بوتل ... سے دودھ پلا رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا تم اب تک جاگ رہی ہو؟"

"نہیں۔ مجھے سونے کا موقع ملا تھا۔ مگر یہ شریر بار بار اٹھا دیتا ... تھا۔ تم نے تو خوب نیند پوری کی۔ جانتے ہو شام ہو چکی ہے۔"

میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ شام ہونے کا مطلب یہ تھا کہ میں تقریباً گیارہ گھنٹے سوتا رہا۔ میں نے سونیا سے پوچھا۔

"اس وقت ہم کہاں ہیں؟"

"ہم ناگاساکی پہنچ گئے ہیں۔ لانچ ساحل پر کھڑی ہوئی ہے۔ لانچ کے عرشے پر پولیس والے موجود ہیں۔ دونوں آفیسر یہ کہہ کر گئے ہیں کہ ان کی واپسی تک لانچ سے باہر نہ جائیں۔ یہاں ہماری تمام ضرورتیں پوری ہوتی رہیں گی۔"

میں وہاں سے اُٹھ کر باتھ روم میں چلا گیا۔ ہم جزیرے سے اپنے کپڑوں کی اٹیچی لے آئے تھے۔ بریف کیس جاپانی آفیسر لے گئے تھے انہوں نے اٹیچی کی تلاشی لینے کے بعد ہمارے لئے کپڑے اور ڈالر کی گڈیاں چھوڑ دی تھیں۔ میں نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا۔ پھر لانچ کے عرشے پر آ گیا۔ شام ڈوب رہی تھی۔ دور شہر کے قمقمے آنکھیں کھول رہے تھے۔ اس شہر کی روشنیاں دیکھ کر میرے دل میں ایک درد سا پیدا ہوا کیونکہ وہ شہر کبھی ایٹم بم کی زد میں آ کر زندہ لاشوں کا قبرستان بن گیا تھا۔ اب وہ شہر دوبارہ آباد کیا گیا تھا۔ مگر اب بھی اُسے دیکھ کر بڑی طاقتوں سے اور ان کے جنگی ارادوں سے شدید نفرت ہونے لگتی ہے۔

میں ان لوگوں کی یاد میں چند لمحے ساکت کھڑا رہا جو ایٹم بم کا شکار ہو کر اپاہجوں کی طرح زندگی گزارتے ہوئے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے تھے۔ ان چند لمحوں میں میں نے خداوند کریم سے دعا مانگی خدایا ہماری اس دنیا کو تیسری جنگِ عظیم سے محفوظ رکھ۔ ہماری اس دنیا کو ایٹمی دھماکوں کی نہیں مال کے دودھ کی ضرورت ہے۔ ہم اپنی آئندہ نسل کو اپاہج نہیں بنانا چاہتے۔ میں پوری پاکستانی قوم کی طرف سے امن کی بھیک مانگتا ہوں خدایا میری دعا قبول فرما......

سونیا نے کیبن سے باہر آ کر یاد دلایا کہ ہم بھوکے ہیں۔ بھوک تو واقعی لگ رہی تھی۔ ہماری فرمائش پر فوراً ہی کھانے کا انتظام کر دیا گیا۔ کھانے کے دوران میں نے ایک جاپانی آفیسر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنی مادری زبان میں کسی سے باتیں کر رہا تھا اس کے انداز سے پتہ چل رہا تھا کہ بڑی ہی زبردست قسم کی بحث جاری ہے۔ میں نے اسے انگریزی زبان میں سوچنے پر مجبور نہیں کیا۔ کیونکہ اس کے آس پاس سبھی جاپانی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس ماحول میں آفیسر کا انگریزی ... یا انگریزی زبان میں سوچنا فطرت کے خلاف ہوتا۔ جب میں سونیا کی جانب دیکھنے لگا تو اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"جناب کس کے دماغ میں جھانک رہے تھے؟"

"میں معلوم کر رہا تھا کہ وہ آفیسر کیا کر رہے ہیں۔ مگر ان کی زبان میری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہمیں یہ زبان سیکھنی ہوگی۔"

سونیا نے مجھے گھور کر دیکھا پھر زیرِ لب مسکراتی ہوئی بولی۔

"ہاں۔ یہاں کی زبان سیکھ کر یہاں کی لڑکیوں سے فری ہونے کا موقع مل جائے گا۔ یہاں کی گڑیا جیسی دوشیزاؤں کا حسن بہت مشہور ہے۔ میں تمہاری نیت کو خوب سمجھتی ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"عورت کو جب لڑنے کے لئے کچھ نہیں ملتا تو وہ اپنے سائے سے لڑنے لگتی ہے۔ ابھی تک تو میں نے کسی جاپانی گڑیا کو نہیں دیکھا ہے اور تم نے لڑنا شروع کر دیا۔ پتہ نہیں یہاں ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے۔ اگر ان لوگوں نے ہمارے ساتھ قیدیوں جیسا سلوک کیا تو یہاں سے فرار ہونا مشکل ہو جائے گا۔"

سونیا سوچنے لگی۔ اس کے دماغ میں بھی یہی بات تھی کہ پتہ نہیں ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ اگر یہاں کی حکومت ہماری دشمن بن گئی تو آسمان سے گرنے اور کھجور میں اٹکنے والی بات ہو جائے گی۔ رات کے آٹھ بجے وہ جاپانی آفیسر ایک جاپانی عورت کے ساتھ آ گئے۔ ایک آفیسر نے کہا۔

"ہمارے افسران تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ تم اور مادام ہمارے ساتھ چلو اور اپنے بچے کو اس آیا کے حوالے کر دو۔"

سونیا نے فرمان کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔ میں جہنم میں بھی جاؤں گی تو بچہ میرے ساتھ رہے گا۔"

جاپانی افسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مادام یہ ممتا نہیں خود غرضی ہے۔ آپ اپنی تسکین کی خاطر بچے کو بھی جہنم میں لے جانے کی سوچتی ہیں۔ ویسے میں یقین دلاتا ہوں کہ ہم جہاں جا رہے ہیں وہاں آپ کو دوستانہ ماحول ملے گا۔ چونکہ ضروری باتوں کے دوران یہ بچہ پریشان کرے گا اس لئے ہم نے اس کے لئے ایک آیا کا بندوبست کیا ہے۔"

سونیا مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں نے اسے سمجھایا۔

"سونیا یہ ناگاساکی ہے یہاں ایک وقت ایسا آیا تھا جب ایٹم بم کی زہریلی فضا میں یہاں کے ننھے بچے یا تو اندھے ہو گئے تھے یا ہاتھ پاؤں سے مفلوج ہو گئے تھے یا پھر زہریلی فضا میں سانس لیتے لیتے زہریلی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جاپانی قوم بچوں کے درد کو سمجھتی ہے یہ فرمان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ تم بلا جھجک اسے آیا کے حوالے کر دو۔"

"دونوں جاپانی آفیسر مجھے تعریفی نظروں سے دیکھنے لگے۔ سونیا نے دل پر جبر کرتے ہوئے فرمان کو آیا کے حوالے کر دیا۔ پھر ہم لانچ سے اتر کر ساحل پر آ گئے۔ وہاں ایک بڑی سی ویگن کار کھڑی ہوئی تھی جس میں ہمیں بیٹھنے کے لئے کہا گیا۔ میں قدرے مطمئن تھا کیونکہ آفیسروں کا رویہ دوستانہ تھا۔ ہم اس گاڑی میں بیٹھ کر مختلف راستوں سے گذرتے ہوئے ایک کھلے میدان میں پہنچے جہاں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ جب گاڑی سے اتر کر ہمیں ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے کے لئے کہا گیا تو سونیا نے پھر اعتراض کیا۔

"ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟ میں اپنے بچے کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

جاپانی آفیسر نے نرمی سے سمجھایا۔

"مادام آپ ضد نہ کریں۔ ہم پر بھروسہ کریں۔ کل دوپہر تک آپ کا بچہ آپ کو مل جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "سونیا ہمیں ان پر بھروسہ کرنا ہی پڑے گا۔ کل دوپہر تک صبر کرو۔"

وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھتی ہوئی ناگواری سے بولی۔

"میں سمجھتی تھی کہ تم باپ بن کر میرے بچے کے بارے میں سوچو گے مگر اب سمجھ گئی ہوں کہ تمہیں میرے جذبات کا ذرا بھی احساس نہیں ہے یاد رکھو اگر فرمان کو کچھ ہو گیا تو میں اپنے ساتھ دو چار کو لے مروں گی۔"

ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ پھر میں نے سوچ کے ذریعہ سونیا سے کہا۔

"میری جان تم یہ کیوں بھول گئیں کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ بچے کی خیریت معلوم کر سکتا ہوں۔ فرمان کے رونے کی آواز کے ذریعہ اس کے ننھے سے دماغ تک پہنچ سکتا ہوں۔"

سونیا اک دم سے خوش ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس نے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"اوہ فرہاد! تم کتنے گریٹ ہو۔ ایسے وقت جبکہ میری ممتا بالکل مجبور ہے تو تم مجبور نہیں ہو۔ وہ مجھ سے دور ہے مگر تمہاری خیال خوانی کے پالنے میں جھول رہا ہے۔ مجھے بتاؤ وہ رو تو نہیں رہا ہے۔"

"نہیں میری جان وہ بڑے آرام سے ہے اور آیا کی گود میں ممتا کی حرارت محسوس کر رہا ہے۔"

سونیا کی سوچ نے کہا۔ "پہلے میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ بچوں کے احساسات بھی سمجھے جاتے ہیں ننھے سے دماغ میں جھانکتے ہوئے کیا محسوس ہوتا ہے فرہاد؟"

میں تھوڑی دیر تک ننھے فرمان کے دماغ میں جھانکتا رہا پھر میں نے جواب دیا۔

"اسے دنیا میں آئے ہوئے پورے چوبیس گھنٹے ہو چکے ہیں اتنی سی عمر کے بچے اپنے آس پاس کی چیزوں کو دیکھتے ضرور ہیں مگر ان کی نظروں میں دھندلاہٹ چھائی رہتی ہے۔ کچھ عرصے تک یونہی دیکھتے کا عمل جاری رہتا ہے پھر رفتہ رفتہ سمجھنے کا مرحلہ آتا ہے۔ نوزائیدہ دماغ سب سے پہلے چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے وہ مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اسی لئے بچوں کو رنگ برنگے کھلونے دیئے جاتے ہیں۔ یہ تو سمجھنے کی بات ہوئی بچہ پیدا ہوتے ہی وہ احساسات کے ذریعہ اپنی ضرورت کو سمجھتے ہیں جیسے ابھی وہ گود کی گرمی کو محسوس کر رہا ہے یا پھر بھوک کا احساس ہوتا ہے تو رونا شروع کر دیتا ہے۔"

میں اسے بچوں کے...... دماغ کے متعلق سمجھاتا رہا۔ اس کے بعد ہم "فکوکا" کے ہوائی اڈے پر پہنچ گئے۔ وہاں سے جاپان ایئر لائن کے ذریعہ ٹوکیو کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب ان میں سے صرف ایک آفیسر ہمارے ساتھ تھا۔ اسے اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ ہم اس اکیلے کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ سفر کے دوران میں نے اس سے پوچھا۔

"آپ تنہا ہمیں ٹوکیو لے جا رہے ہیں کیا آپ یہ نہیں سوچ سکتے کہ ہم کسی وقت بھی آپ سے پیچھا چھڑا کر فرار ہو سکتے ہیں۔"

آفیسر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"آپ فرار ہو کر کہاں جائیں گے؟ آپ جہاں جائیں گے جاپانی پولیس کو مستعد اور چاق و چوبند پائیں گے۔ یوں بھی مجھے تم دونوں سے ایسی نادانی کی توقع نہیں ہے۔ اگر دل چاہے تو نادانی کر کے دیکھ لو۔"

"نہیں آفیسر اگر میرے پاس مجرمانہ ذہن ہوتا تو میں آپ کی حکومت کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے لئے آپ ہی کے ملک کا اتنا اہم راز آپ کے حوالے نہ کرتا۔"

"رائیٹ یو آر ــــ ہم تمہاری نیک نیتی کو تسلیم کرتے ہیں اسی لئے میں تنہا تمہارے ساتھ ہوں اور تم دونوں کو قیدیوں کی حیثیت سے نہیں لے جا رہا ہوں۔"

لیکن اس تنہا آدمی نے ٹوکیو پہنچ کر ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ ایئر پورٹ کی عمارت کے باہر جاپان آرمی کی ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ کئی فوجی ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے۔ آفیسر نے ہمیں فوجیوں کے حوالے کر دیا۔ یہ بات میری توقع کے خلاف نہیں تھی۔ اس ملک کا ایک بہت بڑا راز ہمارے ہاتھوں سے گزرا تھا۔ اس لئے یہ کیس صرف پولیس والوں تک محدود نہیں رہ سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہمیں ملٹری انٹیلی جنس والوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

ہم مختلف شاہراہوں اور تنگ گلیوں سے گذرتے ہوئے ایک بڑی سی عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔ بیرونی گیٹ پر مسلح فوجی کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ آنے والے فوجیوں کا شناختی کارڈ دیکھا پھر ہماری گاڑی کو اندر جانے کی اجازت دی۔ عمارت کمپاؤنڈ میں اور عمارت کے برآمدوں میں مسلح فوجی مستعد نظر آ رہے تھے

پیشِ نظر انتظامات تھے کہ کوئی پرندہ بھی وہاں پر نہیں مار سکتا تھا۔ ہم گاڑی سے اتر کر بیرونی برآمدے میں آ گئے۔ چار فوجی ہمیں درمیان میں لے کر چل رہے تھے۔ وہ ایک دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ ایک فوجی نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ دروازے پر لگے ہوئے اسپیکر سے آواز آئی۔ وہی جاپانی آواز تھی جسے ہم سمجھ نہیں سکتے تھے۔ بہر حال انہیں کوئی حکم دیا گیا تھا۔ اس حکم کے مطابق وہ ہمیں دوسرے کوریڈور میں لے گئے ایک دروازے کے پاس پہنچ کر ایک فوجی نے سونیا سے کہا۔

"مادام آپ اندر تشریف لے جائیں۔"

سونیا نے میری جانب دیکھا۔ انکار کی گنجائش نہیں تھی۔ فوجی حکم کی تعمیل کرنی ہی پڑتی ہے اس لئے وہ دروازہ کھول کر اندر چلی گئی اس دروازے کے سامنے کوریڈور کے دوسری طرف دوسرا دروازہ تھا مجھے وہاں جانے کے لئے کہا گیا۔ میں دروازہ کھول کر اندر گیا۔ وہ کمرہ عمدہ فرنیچر سے آراستہ تھا۔ ایک صوفے کے سامنے سینٹر ٹیبل پر ایک بڑا سا کیسٹ ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی دیوار پر لگے ہوئے اسپیکر سے آواز آئی۔

"مادام سونیا اور مسٹر فرہاد۔ آپ دونوں کے سامنے کیسٹ ریکارڈر رکھے گئے ہیں۔ آپ اطمینان سے بیٹھ کر اسے آن کریں اور اپنی ہسٹری بیان کریں۔ آپ دونوں کو دو مختلف کمروں میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ ایک دوسرے کے مشورے سے غلط بیان نہ دیں۔ اگر ایک کوئی غلط بات کہے گا تو دوسرے کے بیان سے اس کا جھوٹ پکڑا جائے گا۔"

وہ بہت محتاط تھے اور بڑی ذہانت سے کام لے رہے تھے۔ اگر میرا بیان سونیا سے مختلف ہوتا یا وہ میرے متعلق میرے بچاؤ کے لئے ہی کوئی الٹی سیدھی بات کہہ جاتی تو ہم دونوں کے بیان میں بڑا تضاد پیدا ہو جاتا۔ لیکن ایسا تضاد دو سروں کے درمیان ہو سکتا تھا۔ کم از کم میرے لئے یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں نے آرام سے صوفے پر بیٹھ کر سب سے پہلے سونیا کو مخاطب کیا۔

"سونیا میں اپنا بیان دیتے وقت تم سے دماغی رابطہ قائم رکھوں گا میری آواز میری سوچ کے ذریعہ تم تک پہنچتی رہے گی۔ تم اسی بیان کو دوسرے الفاظ میں اس کی ترتیب بدلتے ہوئے ریکارڈ کرتی رہنا ــــ اوکے؟"

"اوکے فرہاد میں بالکل تیار بیٹھی ہوں۔"

میں نے اپنے سامنے رکھے کیسٹ ریکارڈر کو آن کیا پھر وہی باتیں کہنے لگا۔ جو کہ جزیرے میں جاپانی آفیسروں سے مختصراً کہہ چکا تھا اس بار میں نے تفصیل سے...... انہیں بتایا کہ ماسٹروں کی تنظیم کے ایک خطرناک ماسٹر پیٹر سے کس طرح میرا ٹکراؤ ہوا تھا۔ یہ باتیں اگرچہ سلجھی ہوئی نہیں ہیں کیونکہ...... ذہنی جھٹکے پہنچنے کے باعث میں اپنا ماضی بھول چکا ہوں۔ یہ پچھلی کچھ باتیں مجھے سونیا نے بتائی ہیں کیونکہ وہ ماسٹروں کی تنظیم میں تھی اور ماسٹر پیٹر کے ساتھ ہمارے ملک آئی تھی۔ وہیں سے میری اور سونیا کی دوستی ہوئی۔ پھر یہ دوستی میاں بیوی کے رشتے میں بدل گئی۔

بیان دینے کے دوران میں ایک سگریٹ سلگانے کے لئے رک گیا۔ تاکہ سونیا کو گائیڈ کر سکوں۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"تم سب کچھ سن رہی ہو نا؟"

"ہاں۔ سن رہی ہوں۔ تمہارا بیان سننے کے لئے ضروری تھا کہ ابھی اپنا بیان شروع نہ کروں۔ اس لئے میں نے چائے کی درخواست کی۔ ان سے کہا ہے کہ میں ذرا تازہ دم ہو کر بیان دینا چاہتی ہوں۔ تم اطمینان رکھو میں تمہاری باتیں ذہن نشین کرتی جا رہی ہوں۔ بس ذرا جلدی جلدی بیان دے ڈالو۔"

میں دوبارہ کیسٹ ریکارڈر کو آن کر کے فوراً ہی شروع ہو گیا۔ وہ تمام باتیں ریکارڈ کرنے لگا کہ کس طرح پیر ماسٹر مجھے ذہنی طور پر مفلوج کرنے کے بعد اپنا آلہ کار بنانا چاہتا تھا اور ہم کس طرح اس کے چنگل سے نکل کر اس گمنام جزیرے تک پہنچے تھے اور کس طرح ہم نے جاپانی پولیس کی مدد کی تھی۔ بیان ختم کرنے کے بعد میں سونیا کے دماغ کو پڑھنے لگا۔ وہ بیچاری میرے بیان کے ختم ہونے کے انتظار میں چائے کی تین پیالیاں پی چکی تھی۔ میرا بیان ختم ہوتے ہی اس نے کہا۔

"بس کرو فرہاد۔ میرا پیٹ خراب ہو جائے گا۔ اب تک میں تین پیالیاں ختم کر چکی ہوں اب چوتھی کی گنجائش نہیں ہے۔"

"مجھے افسوس ہے سونیا کہ تمہیں خلافِ عادت اتنی چائے پینی پڑی چلو اب شروع ہو جاؤ۔"

وہ شروع ہو گئی۔ جو باتیں میں کہہ چکا تھا وہ وہی باتیں دوسری ترتیب کے ساتھ اپنے الفاظ میں کہہ رہی تھی اس کے علاوہ اس نے بتایا کہ اس کا باپ جانوروں کا بہت بڑا ڈاکٹر تھا۔ وہ جانوروں کی سونگھنے کی حس کو اتنی گہرائی سے سمجھتا تھا کہ وہی حس اس نے سونیا کے اندر برسوں کی محنت کے بعد پیدا کر دی تھی۔ سونیا نے بیان کے آخر میں کہا۔

"میرا بیان ختم ہو چکا ہے مگر مجھے بتایا جائے کہ میرے شوہر کو جس طرح الگ رکھ کر ان سے بیان لیا جا رہا ہے کیا اسی طرح آپ میرے بچے سے بھی بیان لے رہے ہیں۔ بچے کو اس کی ماں سے جدا کر دینا کہاں کا انصاف ہے۔ فار گاڈ سیک اسے میرے پاس پہنچا دیں۔"

میں اس کی باتیں سن کر مسکرانے لگا۔ وہ ماؤں سے بھی بڑھ کر ماں بن چکی تھی۔ بہر حال اس کا بیان ختم ہوتے ہی پھر دیوار پر لگے اسپیکر سے آواز آنے لگی۔ بولنے والا کہیں بیٹھا ہوا ہمارے بیانات کو سن چکا تھا۔ انہیں کے مطابق وہ ہم سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگا۔ ملٹری انٹیلی جنس کے افسران اپنے طور پر بہت محتاط تھے اور اپنی ذہانت کا ثبوت ...... دے رہے تھے۔ وہ سوالات کے ذریعہ ہمارے ذہن کو الجھانا چاہتے تھے

تاکہ ہم نے کوئی بات چھپا رکھی ہو تو پھر ہمارے جوابات میں تضاد پیدا ہو جائے لیکن سونیا سے میرا دماغی رابطہ قائم تھا اس لئے تضاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سوال و جواب کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ تب میں نے اسپیکر کی جانب دیکھا۔ وہاں سے جو آواز مجھ تک پہنچ رہی تھی اس آواز کے سہارے میں اس بولنے والے کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ مگر اس کے دماغ میں وہی اجنبی بولی تھی۔ جاپانی ہر جگہ اپنی مادری زبان میں باتیں کرتے ہیں خواہ وہ فوجی ہوں یا عام شہری۔ سبھی کو اپنی مادری زبان سے دلی عقیدت ہے۔ بیرونی ممالک سے آنے والوں کے سامنے وہ اپنی ضرورت سے مجبور ہو کر انگریزی بول لیتے ہیں میں کوشش کرنے لگا کہ وہ جاپانی زبان بولنے والا کسی طرح انگریزی زبان کی طرف مائل ہو جائے۔ میں نے دوبارہ اس کی سوچ اور اس کے لہجے میں اسے چھیڑا وہ دو تین بار جھنجھلا کر اپنے سر کو جھٹکنے لگا۔ اور اپنی زبان میں کچھ بڑبڑانے لگا۔

یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ میں اس کی فطرت کے خلاف عام حالات میں اسے بدیسی زبان کی طرف مائل نہیں کر سکتا۔ میں نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"سونیا یہ اجنبی زبانیں میرے سامنے بہت بڑی رکاوٹیں بن جاتی ہیں۔ میری ٹیلی پیتھی کہیں کام آتی ہے اور کہیں میں بے بس ہو کر رہ جاتا ہوں۔"

سونیا نے جواب دیا۔

"ہاں۔ میں تمہاری مجبوریوں کو سمجھتی ہوں۔ ویسے آڑے وقت پر تمہاری یہ ٹیلی پیتھی نجات کا باعث بن جاتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم آپس میں دماغی رابطہ قائم کر کے کتنے ہی آزمائشی مرحلوں سے گزر جاتے ہیں۔ جیسا کہ ابھی ہم ایک بہت بڑے مرحلے سے گزر چکے ہیں۔ بہرحال جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں فرمان کے لئے تڑپ رہی ہوں تم اس کی خیریت معلوم کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں معلوم کرتا ہوں۔ تم ذرا انتظار کرو۔"

میں نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر اپنی ساری توجہ فرمان کی آواز کی طرف مرکوز کر دی۔ اس وقت وہ بالکل خاموش تھا۔ مگر میں اس کے پُرسکون دماغ تک پہنچ گیا۔ وہاں کتنے ہی رنگوں کی ٹھنڈی چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ خوبصورت پریوں کے حریری لباس ہوا کے دوش پر لہرا رہے تھے اور وہ ہوا کے دوش پر اڑ رہی تھیں۔ کوئی اپنی باہیں پھیلا کر فرمان کو اپنی طرف بلا رہی تھی اور کوئی مور کے سنہرے پروں سے اسے ہولے ہولے گدگدا رہی تھی اور وہ نیند میں ہنس رہا تھا۔ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔ میں نے سونیا سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔

"میری جان۔ فرمان کو تمہاری ضرورت نہیں ہے وہ خوابوں کی دنیا میں پریوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔"

"میری ضرورت کیوں نہیں ہے؟ جب وہ جاگے گا تو میرے لئے ضرور روئے گا۔"

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں وہ جاگتے ہی کہے گا میری سونیا ممی کہاں ہے میں تو بس اپنی ممی کا دودھ پیوں گا۔"

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

"سونیا تم کہنے کو تو ماں بن گئی ہو مگر بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دو چار دن کے بچے ماں باپ کو شکل و صورت سے نہیں پہچانتے۔ انہیں پینے کے لئے دودھ اور آرام کرنے کے لئے گود کی حرارت چاہیئے۔ اور یہ دونوں چیزیں فرمان کو میسر ہیں اس لئے تمہیں اس کی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔"

"میں تمہاری طرح سنگدل نہیں ہوں تم مجھے نصیحت نہ کرو۔"

"عقل کی باتیں سمجھانا میرا فرض ہے۔ تم خود ہی سوچو کہ ابھی ہم کن حالات سے دوچار ہیں۔ پتہ نہیں ابھی کیسے کیسے مراحل سے گزرنا ہو گا۔ اگر بچہ اس وقت ہمارے ساتھ ہوتا تو اس کے لئے معلوم نہیں کتنا پریشان ہونا پڑتا۔"

یہ کہتے ہی میں اس کی سوچ میں کہنے لگا۔

"ہاں! مجھے سچ مچ ایک ماں بن کر سوچنا چاہیئے کہ اس وقت میرا بچہ آیا کی نگرانی میں آرام سے ہو گا پتہ نہیں ابھی ہمیں یہاں سے کہاں جانا ہے اور کن مصیبتوں کا سامنا کرنا ہے اچھا ہے کہ وہ ایک جگہ محفوظ رہے۔ بچے تو معصوم ہوتے ہیں اس لئے یہ لوگ فرمان سے دشمنی نہیں کریں گے۔"

میں اس کی سوچ اور اس کے لہجے میں نصیحتیں کر رہا تھا اور وہ کسی حد تک قائل ہوتی جا رہی تھی۔ پھر وہ اچانک ہی چونک کر سوچنے لگی

"ہائیں میں ایسا کیوں سوچ رہی ہوں؟ کیا یہ میری سوچ ہے؟ نہیں نہیں — فرہاد کے بچے تم میری سوچ میں مجھے قائل کر رہے ہو؟ میں تمہارے خیال خوانی کے ہتھکنڈوں کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔"

سوچ کے ذریعہ یہ بات کہنے کے بعد وہ میرے جواب کا انتظار کرنے لگی۔ لیکن میں نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ اس نے دو تین بار مجھے آوازیں دیں۔

"فرہاد اگر تم میرے دماغ میں جھانک رہے ہو تو اس طرح خاموش رہ کر مجھے نہ الجھاؤ۔ تم جواب کیوں نہیں دے رہے ہو؟"

میں بدستور خاموش رہا۔ تب اُسے یقین ہو گیا کہ میں بہت پہلے ہی اس سے دماغی رابطہ ختم کر چکا ہوں۔ اور بچے کے متعلق جو باتیں اس کے دماغ میں آ رہی تھیں وہ اس کی اپنی سوچ تھی اس لئے وہ قائل ہو گئی کہ فرمان کو فی الحال آیا کی نگرانی میں رہنا چاہیئے۔ ہم نے جو

بیان ریکارڈ کیا تھا اس کے بعد کتنا وقت گزر گیا مجھے پتہ نہ چلا۔ کیونکہ میری رسٹ واچ بند ہو گئی تھی۔ ایک طویل انتظار کے بعد اس کمرے کا دروازہ کھلا۔ ایک فوجی نے مجھے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ فوجیوں کا اشارہ بھی ایک حکم ہوتا ہے میں باہر آ گیا۔ وہاں کوریڈور میں سونیا بھی کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ بھی ایک فوجی نوجوان تھا۔ ہم ان کے ساتھ مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں پہنچے جو ایک ڈرائنگ روم کی طرح آراستہ تھا۔ چند فوجی آفیسر ادھر اُدھر صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک صوفے پر ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا۔

تمام لوگ فوجی لباس میں تھے صرف وہی بوڑھا ایک بہترین ڈارک بلو سوٹ میں نظر آ رہا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی ایک طرف صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب ہم بیٹھ گئے تو اس نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تم دونوں کے بیانات سن چکا ہوں۔ بظاہر تم دونوں کے بیانات میں کوئی کھوٹ نظر نہیں آ رہا ہے اور تم نے سمگلروں کے خلاف ہماری پولیس کا ساتھ بھی دیا ہے۔ جاپانی حکومت کے ساتھ تمہارا سب سے بڑا تعاون یہ ہے کہ ہمارے ایک اہم راز کو تم تک پہنچا دیا۔ تم دونوں انعام کے مستحق ہو اور تم دونوں کو ضرور انعام دیا جائے گا۔"

میں نے کہا "ہمارے لیے سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ آپ ہماری باتوں پر اعتماد کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنی ہسٹری آپ کے سامنے پیش کر دی آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ہم ایک عرصے سے ادھر اُدھر بھٹک رہے ہیں۔ کوئی نہ کوئی دشمن ہمارے پیچھے لگ جاتا ہے۔ پھر ہم ایک جگہ سے فرار ہو کر دوسری جگہ پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہاں بھی ہم پناہ چاہتے ہیں اور ایک باعزت شہری کی طرح زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔"

بوڑھے آفیسر نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں صاف گوئی کا عادی ہوں۔ اگر تم باقاعدہ پاسپورٹ کے ذریعہ اپنے ملک سے یہاں آتے تو میں فوراً تمہیں واپس بھیج دیتا۔ مگر تم ہماری اہم دستاویزات کے ساتھ ہمارے ہاتھ آئے ہو اور ہم تم پر اعتماد کرنے کے باوجود تمہیں اپنے ملک سے باہر نہیں جانے دیں گے کیونکہ تم ہمارے اہم راز سے واقف ہو۔ ہم نہیں چاہتے کہ تم کسی غیر ملکی ایجنٹ کے ہتھے چڑھ جاؤ۔ یہاں تم دونوں آزادانہ شہری زندگی گزارو گے اور ہم درپردہ تمہاری حفاظت کرتے رہیں گے۔"

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو خاموش نگاہوں سے دیکھا پھر سونیا نے سوال کیا۔

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی نگرانی میں رہیں گے؟ آپ کو ہماری طرف سے کس بات کا خدشہ ہے؟"

بوڑھے نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں مادام — فی الحال تو کوئی خدشہ نہیں ہے۔ تم دونوں کی حفاظت اس لئے کی جائے گی کہ سپر ماسٹر یہاں بھی تم لوگوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دے گا۔ وہ انتقاماً کوئی کارروائی کرے گا۔ وہ اس اہم راز کے سلسلے میں ہم سے بہت بڑی قیمت وصول کرنا چاہتا تھا۔ ہم سودے کے لئے تیار تھے۔ ساتھ ہی ہمارے جاسوس اس کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔ اس کے آلۂ کار ہمارے ہاتھ لگ جاتے تھے مگر وہ نامعلوم کتنے پردوں میں چھپا رہتا ہے۔ اس کی کوئی شناخت ہمارے پاس نہیں ہے — مادام سونیا تم اس کی تنظیم میں رہ چکی ہو کیا تم اس سلسلے میں ہماری کچھ مدد کر سکتی ہو؟"

سونیا انہیں بتانے لگی کہ سپر ماسٹر کو ماسٹر سائمن کے سوا شاید کسی نے نہیں دیکھا جب کہ ماسٹر سائمن مر چکا ہے۔ پھر وہ جزیرہ کوائی کی اس عمارت کے متعلق بتانے لگی جہاں کے ہر کمرے میں ٹی وی سسٹم کے ذریعہ ہمیں دیکھا جاتا تھا۔ وہاں مختلف ممالک کے جو ایجنٹ اہم دستاویزات کا سودا کرنے آتے تھے ان کی کوئی بات اور کوئی حرکت سپر ماسٹر سے پوشیدہ نہیں رہتی تھی۔ وہ اپنے خفیہ چیمبر میں بیٹھ کر ایک بڑے سے اسکرین پر اس عمارت کے ہر کمرے کے لوگوں کو دیکھتا رہتا تھا۔ کوئی خطرہ پیش آنے سے پہلے ہی محتاط ہو جاتا تھا۔ ایسے ہی حفاظتی انتظامات کے باعث وہ ہمارے ہاتھوں سے بھی نکل گیا۔

تمام افسران سونیا کی باتیں گہری توجہ اور دلچسپی سے سن رہے تھے۔ سونیا سے بہت سی معلومات حاصل کرنے کے بعد بوڑھے آفیسر نے کہا۔

"ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوائی جیسے چھوٹے سے جزیرے میں سپر ماسٹر جدید آلات کے ذریعہ اتنا مضبوط قلعہ بنا چکا ہے ہم اپنے جاسوس وہاں بھیجنے والے تھے اچھا ہوا کہ ہم نے اپنی پلاننگ پر اب تک عمل نہیں کیا تھا مگر اب تم دونوں کی موجودگی سے یہ توقع ہے کہ [illegible] کا رُخ ضرور کرے گا۔"

اس وقت ہمارے درمیان انگریزی زبان میں گفتگو ہو رہی تھی۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر بوڑھے افسر کی سوچ میں کہا۔

"ہاں فرہاد اور سونیا اس ملک میں رہیں گے تو سپر ماسٹر یا اس کے خاص آدمی یہاں ضرور پہنچیں گے کیا ایسے وقت سونیا اپنے [illegible] کی تنظیم میں واپس جائے گی؟"

اس سوالیہ سوچ کے جواب میں وہ بوڑھا افسر سوچنے لگا۔

"کچھ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ سونیا آئندہ کیسا کردار ادا کرے گی۔ میں دنیا جہاں کے تجربات سمیٹے بیٹھا ہوں۔ میں نے ایسے چالاک مجرم دیکھے ہیں جو بظاہر اپنے گروہ سے کٹ جاتے ہیں۔ پولیس والوں کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے ہیں لیکن اندر ہی اندر قانون کی مضبوط گرفت کو کمزور بناتے رہتے ہیں۔ اب سونیا اور فرہاد ہمارا چوری راز واپس لے کر آئے ہیں تو اس راز کی دوسری نقل سپر ماسٹر کے پاس موجود ہو گی۔ اس منفی پہلو کو بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ یہ دونوں اب بھی اس تنظیم کے وفادار ہو سکتے ہیں۔ اور یہاں کسی زبردست مہم کے سلسلے میں ہمارا اعتماد حاصل کر

رہے ہیں۔ بہرحال انہیں کڑی نگرانی میں رکھا جائے گا اور اس لئے بھی کہ ......"

وہ یک بیک انگریزی کے بجائے جاپانی زبان میں سوچنے لگا۔ ہم جیسے لوگ بھی اکثر اردو بولتے بولتے کبھی انگریزی اور پھر کبھی اُردو زبان میں بولنے لگتے ہیں۔ اس نے بھی یہی کیا۔ میں نے پھر اُسے اپنے طور پر سوچنے کے لئے مجبور نہیں کیا۔ اتنی ہی معلومات کافی تھیں کہ ہم ان کی نظروں میں مشکوک ہیں۔ اب ہم اس خوش فہمی میں نہ رہتے کہ وہ ہم پر مکمل اعتماد کر رہے ہیں۔ بوڑھے آفیسر نے کہا۔

"مسٹر فرہاد! تم دونوں کے لئے بہترین رہائش کا بندوبست کیا گیا ہے۔ وہاں تمہیں ہر طرح کا آرام ملے گا۔ اس کے علاوہ بھی کوئی خواہش ہو تو بیان کرو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے اپنی خواہش بیان کی۔

"مجھے جاپانی زبان سے دلی لگاؤ ہے۔ ہم دونوں میاں بیوی یہ زبان سیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ اس کے لئے کوئی انتظام کر دیں۔"

وہاں بیٹھے ہوئے تمام آفیسر خوش ہو کر ہمیں دیکھنے لگے۔ بوڑھے آفیسر نے کہا۔

"یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم ہماری زبان سیکھنا چاہتے ہو۔ اس کا انتظام ہو جائے گا۔"

اس کے بعد اس نے اٹھ کر رخصتی مصافحہ کیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"اگر ہم کسی ضرورت کے تحت آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہیں تو کیا آپ سے ملاقات ہو جائے گی؟"

اس نے ہمیں ایک فون نمبر بتایا اور اپنا نام اور عہدہ بھی بتایا۔ وہ وہاں کی سیکرٹ سروس کا چیف تھا اور اپنے مخصوص حلقے میں کرنل جوشوہو کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ عمارت کے باہر اس بار ہمیں دوسری گاڑی میں بٹھایا گیا اور ہمیں ساتھ لے جانے والا عام شہری لباس میں تھا۔ وہ ہمیں ٹوکیو کے ایک بہت ہی خوب صورت رہائشی علاقے میں لے گیا۔ ایک بڑی سی جھیل کے کنارے پگوڈا کی طرز کا ایک چھوٹا سا بنگلہ تھا۔ اس کے وسیع لان میں رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ اس کے چاروں طرف ہریالی تھی اور خوش رنگ پرندے مختلف سُروں میں چہچہا رہے تھے۔

جب ہم بنگلے کے سامنے پہنچے تو ایک جاپانی ملازم اور ملازمہ نے ہمارا استقبال کیا۔ ملازم نے مجھے میری زبان میں اور ملازمہ نے سونیا کو اس کی مادری زبان میں خوش آمدید کہا۔ اسی وقت میری سمجھ میں آ گیا کہ یہ خاص بیرونی ممالک سے آنے والوں کے لئے تربیت یافتہ ملازم ہیں وہ ہمیں مکان کے اندر لے جا کر وہاں کے مختلف کمرے دکھانے لگے۔ ڈرائنگ روم میں ایک ٹیلر ماسٹر موجود تھا جو ہمارے لئے لباس تیار کرنے آیا تھا۔ ذرا سی دیر میں پتہ چل گیا کہ وہاں ہماری چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کا خیال رکھا جا رہا ہے۔

دوسرے دن سے جاپانی زبان سکھانے کے لئے ایک ٹیوٹر آنے لگا۔ کچھ دنوں کے لئے راوی نے ہمارے لئے چین و آرام لکھ دیا۔ سونیا کو فرمان واپس مل گیا تھا۔ ہم اپنی پسند کا کھانا کبھی اپنے بنگلے میں کبھی وہاں کے مختلف ہوٹلوں میں کھاتے تھے۔ سونیا زیادہ تر فرمان کے ساتھ مصروف رہتی تھی۔ لہٰذا کلب وغیرہ ...... میں تنہا جایا کرتا تھا۔ میری رہنمائی کے لئے وہ اردو بولنے والا جاپانی ملازم کبھی کبھی میرے ساتھ ہو جاتا تھا۔ پہلے میرا خیال تھا کہ وہی میری نگرانی کے لئے مامور کیا گیا ہے اس کا نام شنگیرو تھا۔ وہ ایک وفادار ملازم کی طرح میرے ہر حکم کی تعمیل کرتا تھا۔ جب میں کبھی اس سے کہہ دیتا کہ آج اس کی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے تو وہ بلا چون و چرا مجھے تنہا چھوڑ دیتا تھا۔ وہ لوگ یہی تاثر دے رہے تھے کہ ہم بالکل آزاد چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ مگر اب ہم خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہو سکتے تھے۔ یوں بھی ہم وہاں کسی غلط مقصد کے تحت قیام نہیں کر رہے تھے ہم کوئی ایسی حرکت کر ہی نہیں سکتے تھے جس سے ان کے شبہ کو تقویت پہنچتی۔

تقریباً چھ ماہ میں میں نے بڑی حد تک جاپانی زبان سیکھ لی۔ اب وہ زبان بولنے اور سمجھنے میں دشواری پیش نہیں آتی تھی۔ صرف لکھنے پڑھنے میں خاطر خواہ روانی نہیں تھی۔ جب مجھے اس حد تک اعتماد ہو گیا کہ اب میں وہاں کے کسی بھی باشندے کے دماغ میں جھانک سکتا ہوں تو سب سے پہلے میں نے اسی بوڑھے آفیسر جوشوہو کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ پہلے تو میں اس کے جاپانی لہجے کو اچھی طرح سمجھتا رہا کہ وہ کس طرح ٹھہرے ہوئے انداز میں بولتا اور سوچتا ہے۔ اس طرح میں اس کی مصروفیات کو بھی سمجھتا رہا۔ کرنل جوشوہو بہت ہی ریزرو رہنے والا آفیسر تھا۔ اپنے ماتحتوں سے بھی خاص ضرورت کے وقت ملاقات کرتا تھا۔ اس کا زیادہ وقت اپنے بند کمرے میں گزرتا تھا اور وہ سیکرٹ سروس کے اہم معاملات پر غور کیا کرتا تھا۔

اس وقت وہ ایک غیر ملکی ایجنٹ کے متعلق غور کر رہا تھا۔ وہ ایجنٹ ایک بہت بڑے ملک سے آیا تھا۔ اس ملک سے جاپانی حکومت کے دوستانہ تعلقات تھے لیکن بڑی طاقتیں دوستی کی آڑ میں دوست ممالک کی کمزوریاں تلاش کرتی ہیں۔ وہ ایجنٹ بظاہر کاروباری سلسلے میں وہاں آیا ہوا تھا اور ایک بہت بڑے ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی سرگرمیوں کا پتہ چلا۔ وہ اس طرح کہ وہ اکثر شام کو کلبوں میں جایا کرتا تھا اور فوجی افسران کی بیگمات سے دوستی بڑھانے کی کوشش کرتا تھا۔ اسی کوشش کے دوران اس کی دوستی کرنل جوشوہو کی نوجوان بیٹی سوزوکو سے ... ہو گئی تھی۔

میں یہ معلومات کرنل جوشوہو کے دماغ سے حاصل کر رہا تھا۔ اس کی بیٹی سوزوکو جتنی حسین تھی اتنی ہی ذہین بھی تھی اور محبِ وطن ایسی

کہ ملک دشمن عناصر سے محتاط رہنا اچھی طرح جانتی تھی۔ جب اس غیر ملکی ایجنٹ جیمز ہاروے نے اس میں دلچسپی لینا شروع کی تو وہ اس کی دوست بن گئی اور پہلی فرصت میں اپنے باپ کرنل جوشوہو تک یہ اطلاع پہنچا دی کہ ایک غیر ملکی جیمز ہاروے اس سے دوستی بڑھا رہا ہے۔ اسی وقت سے انٹیلی جنس کے آدمی اس کے پیچھے لگ گئے۔ لیکن ابھی تک دور ہی دور سے نگرانی ہو رہی تھی۔ وہ اسے چھیڑنا نہیں چاہتے تھے۔ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ اپنے ملک کی طرف سے کس اہم مشن پر آیا ہے۔

سوزوکو سے اس کی دوستی صرف ایک ہفتے کی تھی اور وہ لڑکی ابھی تک اس سے کچھ اگلوا نہیں سکی تھی۔ اس وقت میں نے کرنل جوشوہو کی سوچ میں کہا۔

"اس طرح کام نہیں چلے گا۔ مجھے سوچ سمجھ کر نئے سرے سے پلاننگ کرنی ہو گی۔ اگر ہمارا کوئی آدمی اس کے آس پاس رہے گا تو اپنے قریب جاپانی صورتیں دیکھ کر محتاط ہو جائے گا۔ لہٰذا کسی قابلِ اعتماد غیر ملکی کو اپنے اعتماد میں لے کر اسے ہاروے کے پیچھے لگانا چاہیئے۔"

کرنل جوشوہو اپنے طور پر سوچنے لگا۔

"مگر ہم کسی غیر ملکی پر کس حد تک اعتماد کر سکتے ہیں۔ اوہو، میں تو بھول ہی گیا تھا۔ فرہاد یا سونیا سے یہ کام لیا جا سکتا ہے۔ ابھی تک ان دونوں کا ریکارڈ اچھا ہے۔ اب اس مشن پر انہیں آزمایا بھی جا سکتا ہے کہ وہ کس حد تک ہمارے لئے کام کے آدمی ہیں۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا کہ مجھے اور سونیا کو اپنا آلۂ کار بنانا کہاں تک مناسب ہو گا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا جو بظاہر ایک اسٹور روم تھا۔ مگر وہاں ٹرانسمیٹر کے مختلف آلات نصب تھے۔ میں اس کے ارادے کو سمجھ گیا تھا کہ وہ میرے جاپانی ملازم شنگیرو سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ میں اُسے چھوڑ کر شنگیرو کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ ذرا سی دیر میں میں نے اس کے دماغ میں ٹک ٹک کی آواز سنی۔ فوراً ہی اس کی سوچ نے کہا۔

"یہ آواز میرے سگریٹ لائٹر سے آ رہی ہے۔ مجھے کال کیا جا رہا ہے۔"

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ لائٹر کے ایک بٹن کو دبایا تو وہ ٹک ٹک کی آواز بند ہو گئی۔ اس وقت وہ کچن میں تھا اور اب سرونٹ کوارٹر میں جانا چاہتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ وہ کچن سے نکل کر مختلف کمروں میں مجھے تلاش کرتا ہوا میرے بیڈ روم کی کھڑکی کے پاس آیا۔ میں آرام سے آنکھیں بند کئے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ مطمئن ہو کر ہمارے بنگلے کے پیچھے سرونٹ کوارٹر میں چلا گیا۔ پھر اپنے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد ایک سوٹ کیس کھول کر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا اور تھوڑی دیر پہلے آنے والی کال کے جواب میں رابطہ قائم کرنے لگا۔

چند لمحوں بعد وہ کرنل جوشوہو سے باتیں کر رہا تھا۔ کرنل ہمارے متعلق سوال کر رہا تھا۔ اس نے جواباً کہا۔

"مادام سونیا اور مسٹر فرہاد بالکل بے ضرر ہیں۔ میں متعلقہ آفیسر کو روزانہ رپورٹ دیتا رہتا ہوں۔ دونوں میاں بیوی کے بیڈ روم میں جو خفیہ ریکارڈر رکھے ہوئے ہیں ان کے ذریعہ بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ یہ مجرمانہ ذہنیت کے لوگ نہیں ہیں۔"

میں ان کی باتیں سن کر مسکرا رہا تھا۔ بیچاروں نے ہماری اصلیت معلوم کرنے کے لئے کیسے کیسے انتظامات کر رکھے تھے ان کا خیال تھا کہ میں اور سونیا اپنی خوابگاہ کی تنہائی میں چپکے چپکے ایسی اہم باتیں کریں گے جو ہم ان سے چھپا رہے ہیں یا اگر ہم ماسٹروں کی تنظیم کے وفادار ہیں تو سپر ماسٹر سے یا اس کے کسی خاص آدمی سے کسی نہ کسی طرح رابطہ قائم کریں گے۔ مگر اس تنظیم سے تو ہمارا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اسی لیے کسی سے رابطہ قائم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

ہاں! یہ ضرور ہے کہ میاں بیوی اپنی خوابگاہ کی تنہائی میں بہت سی اہم اور بہت سی گرم باتیں کرتے ہیں گرم باتیں تو ہم کرتے ہی تھے۔ اگر وہ ریکارڈ ہوتی ہیں تو ہوتی رہیں لیکن جب کوئی خاص بات کرنی ہوتی تو ہم سوچ کے ذریعہ کرتے تھے۔ اور اس سوچ کو ریکارڈ کرنے والا کوئی آلہ اب تک ایجاد نہیں ہوا ہے۔

شنگیرو کی رپورٹ ختم ہونے کے بعد میں نے پھر کرنل جوشوہو کی طرف دماغی چھلانگ لگائی۔ اب وہ مثبت انداز میں ہمارے متعلق سوچ رہا تھا کہ بڑے سے بڑا مجرم اپنی تنہائی میں کوئی نہ کوئی بات یا کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کرتا ہے جس سے وہ بے نقاب ہو جاتا ہے۔ لیکن میرے آدمیوں نے اور ہمارے نصب کئے ہوئے آلات نے فرہاد اور سونیا کی تنہائی کو بھی کھنگال ڈالا ہے اب ان کے ظاہر کی طرح ان کا باطن بھی صاف نظر آ رہا ہے۔ اب وقت آیا ہے کہ انہیں عملی طور پر بھی آزمایا جائے۔

کرنل اب اپنے پرائیویٹ چیمبر میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ وہاں بھی وہ تھوڑی دیر تک ہمارے متعلق سوچتا رہا۔ پھر اس نے میز کے ساتھ لگے ہوئے ایک بٹن کو دبایا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ادھیڑ عمر کے فوجی آفیسر نے اندر آ کر اسے سیلوٹ کیا۔ کرنل نے کہا۔

"ہاروے کے سلسلے میں ہماری پلاننگ ذرا سی تبدیل ہو رہی ہے وہ ہوٹل کے کمرہ نمبر بتیس میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اس کے آس پاس کا کوئی کمرہ فرہاد علی تیمور کے نام سے حاصل کرو۔ اس کے بعد فرہاد سے ملاقات کرو۔ اسے ہاروے کے متعلق تفصیل سے سمجھاؤ اور اپنا مقصد بتاؤ کہ ہم ہاروے کے خفیہ مشن کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ آفیسر تمام احکامات سننے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ کرنل مجھ سے دینے کے سلسلے میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ پھر وہ فون کا ریسیور

اٹھا کر اپنی رہائش گاہ کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جب دوسری طرف سے کسی نے ریسیور اٹھایا تو کرنل نے اپنی بیٹی سوزو کو طلب کیا۔ تھوڑی دیر بعد سوزو کی مترنم آواز سنائی دی۔ اس طرح میں سوزو کی گفتگو کے انداز، اس کے لہجے اور اس کی سوچ کی اسٹڈی کرنے لگا۔ کرنل اس سے کہہ رہا تھا۔

"بیٹی تم نے مجھے بتایا تھا کہ آج رات کلب میں پھر ہاروے سے ملاقات کرنے جاؤ گی۔"

"یس پپا۔ وہ آٹھ بجے مجھ سے ملاقات کرے گا۔"

"تم اپنے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کر دو۔ آج شام کو اس کے ہوٹل پہنچ جاؤ۔ تم اس سے کہنا کہ تنہائی میں بور ہو رہی تھیں اس لئے وقت سے پہلے چلی آئی ہو۔ اس طرح وہ خوش فہمی میں مبتلا ہو جائے گا کہ تم نادان لڑکی ہو اور اس کے عشق میں مبتلا ہو گئی ہو۔"

"پپا یہ سب تو میں کر لوں گی۔ مگر میری یہ شدید خواہش ہے کہ میں آپ کی طرح جاسوسی کارنامے انجام دوں۔ آپ مجھ سے کوئی اہم کام کیوں نہیں لیتے۔"

"میری گڑیا جو کچھ تم کر رہی ہو وہ بھی جاسوسی ہے۔ آج ایک اہم کام تمہیں دے رہا ہوں۔ ہاروے کے آس پاس کے کسی کمرے میں ایک پاکستانی نوجوان نظر آئے گا۔ وہ ہمارا آدمی ہے مگر تم ہاروے کے سامنے اس پاکستانی نوجوان پر شبہ ظاہر کرنا کہ وہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہے اور اس کے محتاط انداز سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی غلط ارادے سے ہمارے ملک میں آیا ہے۔"

"یہ کیسی جاسوسی ہے پپا کہ میں آپ کے ہی آدمی کو اپنا دشمن کہوں؟"

"بیٹی یہ شاطرانہ چالیں ہیں۔ ایک مجرم دوسرے مجرم کی ذات سے دلچسپی لیتا ہے۔ ہاروے بھی ہمارے اس آدمی سے قریب ہونے کی کوشش کرے گا۔ اس کے بعد کیا ہوگا یہ تمہیں رفتہ رفتہ معلوم ہوتا رہے گا۔ کیرآن مائی انسٹرکشن۔"

کرنل نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بھی اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد میں نے سونیا کو سوچ کے ذریعہ مخاطب کیا۔

"ہیلو سونیا۔ کیا کر رہی ہو؟"

اس کا جواب سنائی دیا۔

"تمہارے شریر بیٹے کو سلا رہی ہوں۔"

"بس تم اسی قابل رہ گئی ہو۔ تمہیں ایک بیٹا مل گیا ہے اور نہ معلوم کتنا عرصہ زندگی گذارنے کے لئے یہ خوبصورت بنگلہ مل گیا ہے۔ اب تم گھریلو عورت کے فرائض ادا کرتی رہو گی۔"

"ایسا تو نہ کہو فرہاد۔ صلاحیتوں کو کبھی زنگ نہیں لگتا۔ ابھی تو تقدیر میں آرام ہی آرام لکھا ہے۔ اس لئے میں پرسکون بیٹھی ہوں۔ اگر کوئی آزمائشی وقت آپڑا تو میں شیرنی کی طرح جھپٹ پڑوں گی۔"

"نہیں ابھی تمہارے لیے کوئی موقع نہیں آیا۔ البتہ بڑی مدت کے بعد مجھے ذرا ہاتھ پاؤں ہلانے کا موقع مل رہا ہے۔"

میں اسے تمام باتیں بتانے لگا کہ کرنل ہوشو ہوا ہم پر کس حد تک اعتماد کر رہا ہے اور اب مجھ سے ایک اہم کام لے رہا ہے اور آج سے کچھ دنوں کے لئے میرا قیام ایک ہوٹل میں ہوگا۔ سونیا نے کہا۔

"تم کہیں بھی رہو مگر دو باتوں کا خیال رکھنا۔ پہلی بات تو یہ کہ مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرتے رہنا۔ بعض اوقات میں سوچ کے ذریعہ تمہیں پکارتی ہی رہ جاتی ہوں۔ کاش میں بھی تمہارے دماغ پر دستک دینے کا طریقہ جانتی۔۔۔۔"

"کاش کہ میں بھی تمہاری طرح سونگھنے کی حس رکھتا۔ اب ایک دوسرے کی صلاحیت سے للچانے کا کیا فائدہ۔ اپنی دوسری بات کہو۔"

"دوسری بات یہ کہ باہر جا کر لڑکیوں کے چکر میں نہ پھنسنا۔ ورنہ کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔"

"ہاں ایک تجربہ تو ہو رہا ہے۔"

"اچھا تو میں مصیبت ہوں۔"

میں قہقہہ لگانے لگا۔ اسی وقت میری نظر دروازے پر پڑ گئی۔ میرا ملازم شنگرو وہاں کھڑا ہوا حیرانی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ حیرانی کی بات ہی تھی۔ وہ بیچارہ کیسے سمجھتا کہ سونیا دوسرے بیڈروم میں ہونے کے باوجود میری سوچ کی نگری میں میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے جھینپتے ہوئے کہا۔

"ہیلو شنگرو۔ بھئی مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا تھا۔ اس لئے بے اختیار ہنسنے لگا۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں! میرے ساتھ بھی ایک آدھ بار ایسا ہو چکا ہے۔ تنہائی میں کسی بات پر ہنسی آجاتی ہے تو میں چونک کر آس پاس دیکھنے لگتا ہوں کہ کوئی مجھے پاگل تو نہیں سمجھ رہا ہے۔"

اس کی بات سن کر مجھے اطمینان ہو گیا کہ اسے مجھ پر کسی قسم کا شبہ نہیں ہوا ہے۔ یوں شبہ ہوتا بھی کیسے کوئی یہ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ میں خیال خوانی کے ٹرانسمیٹر سے گفتگو کرتا ہوں۔ بہرحال دوپہر کو وہ ادھیڑ عمر کا فوجی آفیسر مجھ سے ملنے آگیا۔ پہلے تو میری اور سونیا کی بہت تعریفیں کرتا رہا۔ پھر ہم پر مکمل اعتماد ظاہر کرنے کے بعد اپنے مطلب کی وہی باتیں کرنے لگا جو مجھے پہلے ہی معلوم ہو چکی تھیں۔ میں نے خوشی کا اظہار کیا کہ یہاں کی سیکرٹ سروس والے مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں۔ [illegible] نے مجھ سے کہا۔

"ہوٹل کا کمرہ نمبر چونتیس تمہارے لیے ریزرو ہے۔ تم ایک سوٹ کیس میں کپڑے لے کر یہاں سے نکلو۔ باہر تمہارے لیے ایک ٹیکسی کھڑی ہے۔

تمہارا پاسپورٹ اور ویزا ہے۔ تم ابھی تین بجے کی فلائیٹ سے یہاں پہنچے ہو۔ یعنی ہانگ کانگ سے آئے ہو۔ ہوٹل کے کاؤنٹر پر جا کر اپنا نام بتا دو۔ تمہیں کمرہ نمبر چونتیس میں پہنچا دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "چونتیس کے تین اور چار کو ملایا جائے تو لکی نمبر سات بن جاتا ہے یہ نمبر میرے لئے بھی خوش نصیبی لائے گا۔"

آفیسر مسکرانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں اپنا سوٹ کیس لے کر باہر ٹیکسی میں آکر بیٹھ گیا۔ جب ٹیکسی ہوٹل کی طرف چل پڑی تو ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے جاپانی زبان میں کہا۔

"مسٹر فرہاد! اب آپ ہماری زبان اچھی طرح سمجھنے لگے ہیں۔"

میں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا کہ وہ میرا نام کیسے جان گیا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"آپ حیران نہ ہوں، میں انٹیلی جنس کا آدمی ہوں اور یہ میرا شناختی کارڈ ہے۔"

اس نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر میری طرف بڑھایا۔ میں نے اس کارڈ پر ایک نظر ڈال کر اُسے واپس کر دیا۔ مجھے وہ کارڈ پڑھنے کی قطعی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میں اس کے دماغی کارڈ کے سچ اور جھوٹ کو پڑھ سکتا تھا۔ اس نے کہا۔

"مسٹر فرہاد! جب تک آپ ہوٹل میں قیام کریں گے میں ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں، ہوٹل کے قریب ہی ٹیکسی اسٹینڈ کے پاس ہونگا آپ اس ٹیکسی کے نمبر کو یاد رکھیں کیونکہ میری ڈیوٹی تبدیل ہو گی تو یہاں میری جگہ ہمارا کوئی دوسرا آدمی آئے گا۔ آپ ضروری رپورٹ اس ٹیکسی کے کسی بھی ڈرائیور تک پہنچا سکتے ہیں۔"

اس نے مجھے ٹیکسی کا نمبر بتایا۔ میں نے اُسے ذہن نشین کر لیا۔ اس کے خاموش ہوتے ہی میں اس کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ اس وقت وہ سوچ رہا تھا۔

"اگر یہ پاکستانی نوجوان اس مہم میں کامیاب ہو جائے تو ہمارے محکمے میں اس کا بڑا نام ہوگا۔ اب دیکھنا ہے کہ یہ کتنی ہوشیاری سے کام کرتا ہے۔"

مجھے یقین ہو گیا کہ وہ کوئی فراڈ نہیں ہے۔ ہوٹل پہنچ کر میں نے کاؤنٹر پر اپنا نام بتایا تو مجھے خوش آمدید کہا گیا۔ کاؤنٹر پر رجسٹر کی خانہ پری کرنے کے بعد میرا سوٹ کیس اٹھا کر مجھے دوسری منزل پر لے جایا گیا۔ میں مختلف کمروں کے سامنے سے گذرتے ہوئے نمبروں کو پڑھتا جا رہا تھا۔ بتیس نمبر کے بعد تینتیس اور اس کے بعد چونتیس نمبر کا کمرہ تھا۔ میں نے اس کمرے میں آکر چائے کا آرڈر دیا۔ پھر تنہائی میں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ جیمز ہاروے سے کس طرح تعلق۔۔۔ بڑھانا چاہیئے میرے لئے یہ کوئی مشکل کام نہ ہوتا اگر میں ہاروے کے دماغ تک پہنچ جاتا۔ اور یہ اُسی وقت ہوتا جب سوزو کو اس سے ملنے آتی۔

چائے پینے کے دوران سوزو کو یاد آنے لگی۔ پتہ نہیں وہ یہاں کس وقت پہنچنے والی تھی۔ میں ہولے ہولے خیال خوانی کی دہلیز سے رینگتا اس کے دماغ کے آنگن میں پہنچ گیا۔ بڑا ہی پھولوں بھرا آنگن تھا ایک بہت ہی عمدہ سی خوشبو اس کے جسم سے اٹھ رہی تھی اور اس کے ذہن میں جاپانی طرز کی موسیقی گونج رہی تھی۔ وہ اپنے بند کمرے میں اس موسیقی کے سُر تال پر تھرک رہی تھی۔ ایسی عمر میں انگڑائیاں لے کر بدن توڑنے کو جی چاہتا ہے اور اگر رقص کا موقع مل جائے تو تھرکنے کے بہانے انگ انگ سے انگڑائی کا غبار نکلتا رہتا ہے۔

ایک طرف ریکارڈ پلیئر سے موسیقی ابھر رہی تھی دوسری طرف وہ قدِ آدم آئینے کے سامنے بدن کے مختلف زاویے بناتی ہوئی اپنے آپ کو دیکھ رہی تھی اور میں اس کے دماغ کے آئینے میں اسے پھولوں بھری شاخ کی طرح لچکتے، بل کھاتے اور مستی میں جھومتے دیکھ رہا تھا۔ یوں تو تماشائی ذرا فاصلے سے تماشا دیکھتے ہیں۔ مگر میں اس کے اندر اس کے جذبات و احساسات میں ڈوب کر اس کی جو رستیوں کو سمجھ رہا تھا۔ وہ کہیں سے کمان کی طرح خم کھا کر کھنچتی تو میں اس کے احساسات سے اس کے کھنچنے کی صدا سن لیتا تھا۔ ایسا تو شاید ہی کوئی خوش نصیب ہوگا جو کسی کے اندر اتنی دور تک اتر جاتا ہو۔

چائے ختم ہو گئی۔ پھر بھی میں اپنی ذات سے بہت دور اس جاپانی گڑیا کی رنگوں بھری دنیا میں گم تھا۔ جب وہ تھک کر بستر پر گر پڑی تو میں اس کے ہانپتے ہوئے وجود کی نزاکت کو احساسات کی انگلیوں سے محسوس کرتا رہا۔ پھر اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ میں بہک رہا ہوں۔ تقریباً سات ماہ آرام و آسائش کی زندگی گذارنے کے بعد شاید میں آرام طلب ہو گیا تھا۔ اسی لئے میں گدگداتی ہوئی تفریح کی طرف پھسل گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس جاپانی گڑیا کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر میں نے اپنا سوٹ کیس کھولا اور لباس تبدیل کرنے لگا۔ ایک بہترین سوٹ پہننے کے بعد میں کمرے سے نکل آیا۔ مقصد یہ تھا کہ باہر اگر کوئی انگریز نظر آجائے تو میں اسے سمجھنے کی کوشش کروں کہ وہی میرا شکار ہے یا نہیں؟

میں لفٹ کے ذریعہ گراؤنڈ فلور پر آیا۔ پھر وہاں سے سوئمنگ پول کے لان میں آکر ایک میز پر بیٹھ گیا۔ وہاں جاپانی زیادہ نظر آرہے تھے مگر غیر ملکی بھی خاصی تعداد میں تھے۔ دیس دیس کی دوشیزائیں سوئمنگ کے مختصر سے لباس میں دور دور تک نظر آرہی تھیں۔ پول کے صاف شفاف پانی میں جل پریوں کی طرح تیر رہی تھیں۔ میں نے دل ہی دل میں لاحول پڑھتے ہوئے سوچا کہ میں پھر تفریح کی طرف چلا آیا ہوں۔ میں پول کی طرف سے نظریں ہٹا کر آس پاس کی میزوں کو دیکھنے لگا۔

میری میز پر شربت کا گلاس رکھا ہوا تھا۔ مگر دوسری میزوں پر وھسکی سے بھرے جام تھے۔ آس پاس کی میزوں پر اتفاق سے انگریزی نظر آرہے تھے۔ ایک انگریز کے ساتھ ایک امریکن لڑکی تھی دوسرے کے ساتھ ایک جاپانی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

میں نے سوچا ہاردے یہاں تنہا آیا ہے لہٰذا اس کے ساتھ کوئی لڑکی نہیں ہوگی۔ پھر ایسے وقت جبکہ وہ سوزوکو سے دوستی بڑھا رہا تھا تو احتیاطاً کسی دوسری لڑکی سے فلرٹ نہیں کرے گا۔ چونکہ دور دور تک اور کوئی انگریز نظر نہیں آرہا تھا اس لئے میں قریب کے لوگوں میں ہی دلچسپی لینے لگا۔ ان دنوں میں جاپانی زبان کا طالب علم تھا اور جاپانی حسن اپنے اطراف دیکھتا رہتا تھا۔ لہٰذا میں سوچ کے ذریعہ اس جاپانی لڑکی کی باتیں سننے لگا جو انگریز نوجوان کے ساتھ بیٹھی ہوئی وھسکی سے شغل کر رہی تھی وہ کہہ رہی تھی۔

"جاپان دنیا کا سب سے ترقی یافتہ ملک ہے۔ یہاں کا ایک ایک مقام قابلِ دید ہے۔ جب تم اپنی مہم سر کر لوگے تو میں تمہیں پورے ملک کی سیر کراؤں گی۔"

اس کی بات سنتے ہی میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ کیونکہ وہ کسی مہم کی بات کر رہی تھی۔ وہ نوجوان خوشی سے کہہ رہا تھا۔

"میں نے ملک ملک کی سیر کی ہے۔ سچ پوچھو تو میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ صرف تمہاری سیر کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ دل ہی دل میں مسکرائی۔ لیکن اوپری دل سے ذرا سخت لہجے میں بولی۔

"میں عشق و محبت کی باتیں نہیں کرنے آئی ہوں۔ اگر تم مجھے اتنا ہی چاہتے ہو تو پہلے اپنا کام کرو۔ بعد میں ہوسکتا ہے کہ میں انعام کے طور پر تمہیں مل جاؤں۔ چلو اب کام کی باتیں کرو۔ مجھے رپورٹ پہنچانی ہے کہ سوزوکو سے تمہاری بے تکلفی کس حد تک بڑھی ہے۔"

سوزوکو کا نام آیا تو میں نے خوش ہو کر شربت کا ایک بڑا سا گھونٹ لیا۔ یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ میں ہاردے کے قریب پہنچ گیا ہوں۔ لیکن وہ جاپانی لڑکی مجھے ہاردے سے زیادہ اہم نظر آرہی تھی۔ کیونکہ وہ اس سے رپورٹ طلب کر رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ رپورٹ وہ کسی دوسری جگہ پہنچانے والی تھی اس لئے میں فی الحال اسی کے دماغ سے منسلک رہا۔ اور اسی کے دماغ سے ہاردے کی باتیں بھی سنتا رہا۔ وہ سوزوکو کے متعلق کہہ رہا تھا۔

"اس سے بے تکلفی صرف باتوں کی حد تک بڑھی ہے۔ کبھی کبھی وہ ہاتھ پکڑنے کی اجازت دیتی ہے۔ ایک بار میں نے اسے بازوؤں میں لینے کی کوشش کی تو وہ دور ہٹ گئی۔"

اس جاپانی لڑکی نے بیزاری سے کہا۔

"پلیز مسٹر ہاردے۔ ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ تم اسے بازوؤں میں لینا چاہتے تھے۔ جب باتوں کی حد تک بے تکلفی بڑھ رہی ہے تو تمہیں اس سے کہنا چاہیئے کہ تمہیں جاپانی طرز کے کھانے اور جاپانی طرز کا گھریلو ماحول بہت پسند ہے یہ سن کر وہ تمہیں اپنے گھر چلنے کی دعوت ضرور دے گی۔ ایک بار تمہیں وہاں مہمان کی حیثیت سے داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی تو پھر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔"

ہاردے نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"مس مونیکا جیسا کہ آپ لوگوں کی معلومات ہیں کرنل اپنے دفتر میں آکر کچھ کھاتا پیتا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اپنا پسندیدہ سگار بھی نہیں پیتا۔ اگر گھر میں مہمان آئیں تو وہ ان کے ساتھ بھی کھانے میں شریک نہیں ہوتا۔ اس قدر محتاط آدمی کو کس طرح زہر دیا جاسکتا ہے۔"

مونیکا نے وھسکی کے جام سے ایک چسکی لینے کے بعد کہا۔

"یہی مشکل تو ہمارے آڑے آرہی ہے کہ وہ بوڑھا بہت محتاط رہنے کا عادی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم میں سے کوئی بھی اسے با آسانی زہر دے سکتا تھا۔ اسی لئے ہم نے یہ پلاننگ کی ہے کہ تم بہت ہی خوبصورت اور اسمارٹ ہو۔ سوزوکو کے لوائے فرینڈ بن کر اس کے گھر اکثر آجا سکتے ہو۔ اکثر آنا جانا رہے گا تو تمہیں کرنل کی کسی بھی کھانے پینے کی چیز میں زہر ملانے کا موقع مل جائے گا۔ یہ کام اطمینان سے اور بہت احتیاط سے کرنا ہوگا۔ ہم بہت آہستہ آہستہ یہاں کی سیکریٹ سروس کے اندر تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں۔ وہ بوڑھا کرنل مر جائے گا تو اس کی پوسٹ پر ہمارے کام کا آدمی آجائے گا۔"

اس کی باتیں سن کر میرے دماغ میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ کیسی گہری سازش ہو رہی تھی۔ کوئی بڑی طاقت وہاں کی ..... سیکریٹ سروس میں اپنے مفاد کی خاطر تبدیلیاں لانے کی کوشش میں تھی۔ میں کنکھیوں سے اس میز کی جانب دیکھنے لگا۔ مونیکا اپنا پرس کھول رہی تھی پھر اس نے پرس میں سے ایک سیاہ رنگ کا قلم نکالتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ہاردے یہ بظاہر ایک فاؤنٹین پن ہے لیکن اس کے اندر روشنائی کی بجائے زہر ہے اس قلم کی نب کی ساخت ایسی ہے کہ تم اس کے ذریعہ کسی بھی کھانے پینے کی چیز میں زہر کو انجکٹ کر سکتے ہو۔ یہ قلم تمہاری جیب میں لگا رہے گا تو کسی کے فرشتوں کو بھی شبہ نہیں ہوگا کہ تم ایک مہلک اور زود اثر زہر لئے پھر رہے ہو۔"

وہ اسے ہولے ہولے بتانے لگی کہ اس قلم کو کس طرح آپریٹ کرنا چاہیئے۔ ہاردے اسے ہینڈل کرنے کا طریقہ سمجھتا رہا۔ پھر اس نے قلم کو اپنی قمیض کی جیب میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا تو پھر تم سے کب ملاقات ہوگی؟"

مونیکا نے جواب دیا۔

"میں نے اپنا مکان تبدیل کر دیا ہے۔ اب گنزا اسٹریٹ کے پیچھے یوکوہاما اسٹریٹ میں چار سو بارہ نمبر کا مکان میرا ہے۔ میرا فون نمبر نوٹ کر لو۔ اس نمبر پر ملاقات کی جگہ اور وقت مقرر کر لینا۔ میں ٹھیک وقت پر اسی جگہ پہنچ جاؤں گی۔"

وہ فون نمبر بتانے لگی۔ ایسے وقت میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے نوازا ہے یہاں کی سیکرٹ سروس والے کئی دنوں سے ہاردے کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ یہ معلوم کرنے میں ناکام رہے تھے کہ وہ کس خطرناک مشن پر یہاں آیا ہے۔ خداوند کریم کی مہربانیوں سے مجھے کامیابی نصیب ہو رہی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے میں ان کے سازشی منصوبے تک پہنچ گیا تھا۔ شربت کا گلاس خالی کرنے کے بعد بیرا میرے نام کا چارجنگ کارڈ لایا۔ میں نے بل کی جگہ دستخط کر دیئے پھر وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل کے وسیع کمپاؤنڈ سے باہر جانے لگا۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ ہوٹل کے فون کے ذریعہ کرنل سے رابطہ قائم کروں۔ مگر فون پر کوئی مخبر بھی ہماری گفتگو سن سکتا تھا۔ اس لئے میں..... ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر ٹیکسی اسٹینڈ کے پاس آگیا۔ پروگرام کے مطابق وہ ٹیکسی میرے انتظار میں موجود تھی ٹیکسی ڈرائیور کی شکل میں وہی شخص موجود تھا جو مجھے ہوٹل تک لایا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ٹیکسی ڈرائیوروں کے خاص انداز میں ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ جب میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تو اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ اتنی جلدی رپورٹ دینے آئیں گے۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے اسے آگے بڑھاتا ہوا بولا۔

"کیا اس غیر ملکی سے سامنا ہوا تھا؟"

میں نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر نہایت اطمینان سے کہا۔

"تمہیں سنانے کے لئے میرے پاس کوئی رپورٹ نہیں ہے۔ میں کرنل سے ملنا چاہتا ہوں۔"

اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے گاڑی کی رفتار کو ذرا سست کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب؟ تم کرنل سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کرنل کوئی معمولی ہستی نہیں ہے وہ براہ راست کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔ تمہیں جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہو۔"

"سوری مسٹر۔ میں کرنل سے اپنے ذاتی معاملات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری ڈیوٹی صرف اتنی ہے کہ میری بات کو وہاں تک پہنچا دو۔"

اس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ پھر میری طرف گھور کر بولا۔

"میں اپنی ڈیوٹی تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ کرنل تک صرف کام کی باتیں پہنچائی جائیں گی۔ اگر تمہارا کوئی ذاتی مسئلہ ہے تو اسے ہم حل کریں گے۔"

"تو پھر حل کرو۔ میرا ذاتی مسئلہ یہی ہے کہ میں کرنل تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔" وہ الجھ کر رہ گیا۔ پتہ نہیں اس کے بعد کیا بڑبڑاتا رہا۔ میں اس کی بڑبڑاہٹ کے پیچھے اس کی دبی دبی سی سوچ کو پڑھنے لگا۔ اس کے دماغ میں یہ بات تھی کہ میرے پاس کوئی ایسی رپورٹ ہے جسے میں ذاتی طور پر کرنل کے روبرو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بڑبڑانے کے بعد سوچنے لگا۔

"یہ اس طرح نہیں مانے گا اس سے دوستانہ انداز میں بات اگلوانی ہوگی۔ پتہ نہیں کم بخت نے اتنی سی دیر میں کس قسم کی معلومات حاصل کی ہیں۔ سنا ہے یہ اور اس کی بیوی دونوں ہی بے حد چالاک ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس نے مونیکا اور ہاردے کو باتیں کرتے سن لیا ہو۔ میں نے خود دیکھا ہے آدھ گھنٹہ پہلے مونیکا ہوٹل میں ہاردے سے ملنے گئی تھی۔"

اس کی سوچ پڑھتے ہی میں کھٹک گیا۔ بیشک وہ ملڑی..... انٹیلیجنس کا آدمی تھا مگر اپنے ہی ملک کا غدار تھا یہ بات تو سبھی سمجھتے ہیں کہ ملک کے اندر سازشوں کا جال اسی وقت پھیلتا ہے جب اس ملک کے ہی کچھ لوگ غداری پر آمادہ ہو جاتے ہیں اب وہ بڑے ہی دوستانہ انداز میں مجھ سے باتیں کر رہا تھا اور مجھے سمجھا رہا تھا کہ میں اس کی پوزیشن کا خیال کروں۔ اگر میری رپورٹ اس کے ذریعہ کرنل تک پہنچے گی تو ایک جاسوس کی حیثیت سے اس کی کارکردگی میں فرق آجائے گا۔ میں بھی اسے سمجھانے لگا۔

"میرے دوست۔ اگر ہاردے کے متعلق کوئی رپورٹ ہوتی تو میں اصول کے مطابق اسے تمہارے ذریعہ کرنل تک پہنچاتا۔ اس کم بخت ہاردے سے تو اب تک میرا سامنا نہیں ہوا ہے میں بھلا اس کے متعلق کیا معلومات حاصل کر سکتا ہوں۔ کرنل نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر کبھی میں ان سے ذاتی طور پر ملاقات کرنا چاہوں تو ایک خاص نمبر پر ان سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں۔ لیکن میں نے اس لئے فون نہیں کیا کہ تم ہوٹل کے پاس موجود رہتے ہو۔ میں تمہاری ٹیکسی میں بیٹھ کر ان کے پاس با آسانی پہنچ سکتا ہوں اگر تم مجھے نہیں پہنچانا چاہتے تو مجھے کسی ٹیلی فون بوتھ پر پہنچا دو۔ میں ان سے رابطہ کر لوں گا۔"

اس کا دماغ پھر اُلجھ کر رہ گیا کہ اگر وہ مجھے کرنل تک نہیں پہنچائے گا تو اس سے جواب طلب کیا جائے گا۔ اس نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔

" اگر تمہارا ذاتی مسئلہ ہے تو کوئی بات نہیں۔ چلو میں تمہیں کرنل کی رہائش گاہ تک پہنچا دیتا ہوں۔"

وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے سوچنے لگا۔

" ہاں! یہ بات دل کو لگتی ہے کہ اتنی جلدی ہاروے سے اس کا سامنا نہیں ہوا ہوگا۔ اگر ہوا بھی ہو تو اتنی برق رفتاری سے کوئی کام کی بات معلوم نہیں ہو سکتی۔ مگر یہ کرنل کے پاس کونسا ذاتی مسئلہ لے کر جا رہا ہے؟ وہ بھی کرنل جوشو جیسے آدمی کے سامنے جو اپنے گھریلو مسائل سے بھی دلچسپی نہیں رکھتا۔ نہیں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔"

وہ جتنی تیزی سے ڈرائیو کر رہا تھا اتنی ہی تیزی سے سوچتا بھی جا رہا تھا۔ پھر اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ میرے اور کرنل کے درمیان ہونے والی بات کو ریکارڈ کرنا چاہتا ہے وہ اس طرح کہ اس کے پاس ایک پاکٹ ٹرانسسٹر ریڈیو موجود تھا۔ جس میں خفیہ طور سے ایک ٹیپ لگا ہوا تھا جسے آن کیا جائے تو اس کا ریڈیو کام کرتا تھا۔ آف کرنے کے بعد ریڈیو بند ہو جاتا تھا آف کرنے کا جو پوائنٹ تھا اس کے بعد ہی ایک زیرو پوائنٹ تک دوبارہ آف کیا جا سکتا تھا۔ اسی پوائنٹ پر ریکارڈنگ شروع ہو جاتی تھی۔

اس کی سوچ کو پڑھنے کے دوران میں زیرِ لب مسکراتے ہوئے اپنا سر کھجانے لگا۔ وہ بھی ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالے دوسرے ہاتھ سے سر کھجاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ وہ پاکٹ ریڈیو یا ریکارڈر کس بہانے سے مجھے دے سکتا ہے میں نے اس کی مشکل آسان کرنے کے لئے کہا۔

" تمہاری ٹیکسی میں خاموشی دیکھ کر مجھے اپنے ملک کے لوگ یاد آ رہے ہیں۔ میرے ملک کے لوگ موسیقی کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔ اس لئے وہاں کے ٹیکسی والے اپنی ٹیکسیوں میں ریڈیو لگا کر رکھتے ہیں۔"

اس نے خوش ہو کر جلدی سے پوچھا۔

" پھر تو آپ کو بھی موسیقی سے دلچسپی ہو گی؟"

" بہت زیادہ ۔ آئندہ میں ایک ٹرانسسٹر ریڈیو اپنے ساتھ رکھا کروں گا۔"

اس نے خوش دلی سے مسکرا کر کہا۔

" تمہاری ضروریات کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔ میرے پاس ایک پاکٹ ریڈیو موجود ہے۔ میں ایک دوست کی حیثیت سے یہ تمہیں دینا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالنے لگا۔ میں نے کہا۔

" نہیں دوست یہ تمہارے شوق کی چیز ہے۔ اگر میں لے لوں گا تو تم اس سے محروم ہو جاؤ گے۔"

" بالکل نہیں ۔ دوستانہ جذبے سے کوئی چیز دی جائے تو محرومی کا احساس کبھی نہیں ہوتا۔ تم اسے قبول کر کے میرے دوستانہ جذبے کی قدر کرو گے۔"

یہ کہہ کر اس نے چھوٹے سے ریڈیو کو جیب سے نکالا پھر اُسے آن کرنے کے بعد میری طرف بڑھا دیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ کرنل کی رہائش گاہ تک پہنچنے تک ریڈیو آن رکھنا چاہتا ہے۔ وہاں پہنچ کر وہ مجھے ریڈیو کو آف کرنے کا طریقہ بتلاتے ہوئے اسے زیرو پوائنٹ پر آف کر دے گا۔ تاکہ اسی وقت سے ریکارڈنگ شروع ہو جائے۔

میں اس کی مرضی کے مطابق بظاہر بیوقوف بنتا رہا۔ اور ریڈیو سے اُبھرنے والی موسیقی سے دلچسپی لیتا رہا۔ کرنل کی رہائش گاہ کے سامنے پہنچ کر اس نے کہا۔

" اب ریڈیو کو بند کر کے اپنی جیب میں رکھ لو۔ کرنل خشک مزاج ... ہیں ایسی چیزوں کو پسند نہیں کرتے۔"

میں نے ریڈیو آف کیا تو اس نے کہا۔

" ایسے نہیں۔ اگر اسے زیرو پوائنٹ پر آف کرو گے تو اس کی بیٹری خود بخود چارج ہوتی رہے گی۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا۔

" واہ بیٹے خوب باتیں بنانا جانتے ہو۔" میں نے ریڈیو کو زیرو پوائنٹ پر آف کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

" یہ دیکھو کیا اس طرح بیٹری خود بخود چارج ہوتی رہے گی؟"

" ہاں اسی طرح چارج ہوتی رہے گی۔ اب تم اسے جیب میں رکھ لو۔"

میں نے اسے جیب میں تو رکھ لیا لیکن اس طرح میں نے اس کی آواز بھی ریکارڈ کر لی تھی۔ وہ مین گیٹ پر ٹیکسی سے اتر کر وہاں کھڑے ہوئے مسلح فوجی سے کچھ کہنے لگا۔ وہ فوجی نوجوان گیٹ کے پاس بنے ہوئے ایک چھوٹے سے کیبن میں جا کر کسی سے فون پر باتیں کرنے لگا۔ یعنی وہ کرنل کو میرے متعلق بتا رہا تھا کہ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد میرے لئے گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھول دیا گیا۔ میں ٹیکسی سے اتر کر رہائش گاہ کے احاطے میں چلا گیا۔ کرنل کی رہائش گاہ میں بڑا سخت پہرہ تھا۔ جب میں برآمدے میں پہنچا تو ایک فوجی مجھے پاس والے کمرے میں لے گیا۔ وہاں میری تلاشی لی گئی۔ بڑے اچھے انتظامات تھے وہاں قابلِ اعتماد لوگوں کی بھی تلاشی لی جاتی تھی۔ میری جیب میں رومال، سگریٹ کا پیکٹ، جاپان کے کرنسی نوٹ کے علاوہ وہ ننھا ٹرانسسٹر ... تھا۔ تلاشی لینے والے سپاہی نے کہا۔

" مسٹر فرہاد! کرنل کے سامنے تمباکو نوشی کی اجازت نہیں ہے سگریٹ کا پیکٹ اور ریڈیو امانت کے طور پر یہاں رکھتے ... واپسی پر آپ کو یہ چیزیں مل جائیں گی۔ اب آپ میرے ساتھ آئیے۔"

میں اس کے ساتھ اس کمرے سے باہر آیا۔ پھر اس نے مجھے ایک خوبصورتی سے آراستہ کئے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا۔ میں ایک ... صوفہ پر بیٹھ کر کرنل جوشو کی خبر لینے لگا کہ اس وقت وہ کیا کر رہا ہے؟ مجھ سے ملنے ... آ رہا ہے یا نہیں؟ وہ اپنے بیڈ روم میں سوزوکو سے باتیں کر رہا تھا۔

" بیٹی! ابھی تم ہاروے سے ملنے کے لئے نہ جاؤ۔ پتہ نہیں فرہاد مجھ سے کیوں ملنے آیا ہے۔ پہلے میں اس سے باتیں کر لوں۔ پھر تمہیں ... پروگرام بتاؤں گا۔"

مجھے کرنل کے دماغ سے سوزوکو کی باتیں سنائی دیں۔

" پپا یہ فرہاد کون ہے؟"

" وہی پاکستانی نوجوان ہے، تم ہوٹل میں ہاروے کے سامنے ... نوجوان کو مشکوک ظاہر کرنے والی تھیں۔"

" اوہو۔ تو پھر میں اُسے ضرور دیکھوں گی۔"

" سوزی ابھی نہیں، اس بات کا خیال رکھو کہ ڈرائنگ روم کی طرف کوئی نہ آئے۔"

یہ حکم دے کر وہ تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم کی ایک کھڑکی کے پاس آ کر رک گیا۔ چونکہ کھڑکی پر پردہ پڑا ہوا تھا اس لئے میں پردے کے دوسری طرف اُسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ صرف اپنے علم سے معلوم کر سکتا تھا کہ ذرا سا سرک جانے والے پردے کے پیچھے وہ چپ چاپ کھڑا گہری نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ذرا دیر بعد وہ کھڑکی کے پاس سے آگے بڑھ کر دروازے پر آیا۔ پھر ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی افسرانہ انداز میں بولا۔

" کیا مجھ سے ملنا بہت ضروری تھا؟"

میں احتراماً کھڑا ہو گیا۔

" جی ہاں، میں جو رپورٹ پیش کرنے آیا ہوں اُسے صرف آپ ہی کی ذات تک محدود رہنا چاہیئے۔"

اس نے گہری نظر مجھ پر ڈالی۔ پھر صوفہ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" معلوم ہوتا ہے تم نے کوئی کارنامہ انجام دیا ہے۔ بیٹھ جاؤ۔"

میں نے بیٹھتے ہوئے کہا " میں نے اس ہوٹل میں صرف ڈھائی گھنٹے گزارے ہیں۔ اب اسے اتفاق کہیئے یا ہماری خوش نصیبی کہ میں اتنی سی دیر میں دشمنوں کے سازشی منصوبوں کو کھنگال کر آ گیا ہوں۔ وہ ... کی خاطر یہاں کی سیکرٹ سروس میں تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں۔"

کرنل ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا تھا اور اس کا دماغ کہہ رہا تھا۔

" یہ تو میں ایک عرصہ سے سمجھ رہا ہوں کہ ہمارے محکمے کے اندر کہیں گڑبڑ ہو رہی ہے۔ مگر یہ گڑبڑ کہاں سے اور اس میں کس کا ... ہاتھ ہے؟ اس کا سراغ نہ لگ سکا۔ اب یہ نوجوان بھی یہی کہہ رہا ہے۔ مگر ۔۔۔ مگر یہ ناممکن سی بات ہے کہ یہ ڈھائی گھنٹے کے اندر اتنی بڑی سازش کو سمجھ گیا ہو ....."

چند لمحے بعد اس نے بے یقینی سے کہا۔

" تم جو کچھ کہہ رہے ہو۔ اگر وہ سچ ہے تو پھر تم جادو منتر جانتے ہو۔ مجھے فوراً بتاؤ کہ تمہیں اس سازش کا علم کیسے ہوا؟"

میں نے کہنا شروع کیا کہ اس ہوٹل میں میں نے کس طرح وقت گزارا ہے۔ سوئمنگ پول کے لان پر میرے بائیں طرف والی میز کے اطراف ایک جاپانی لڑکی مس مونیکا، جیمز ہاروے سے باتیں کر رہی تھی۔ میں ان کی تمام گفتگو سنتا رہا۔ کرنل نے مداخلت کرتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

" ٹھہرو ۔۔۔ ایسی باتیں صرف جاسوسی ناولوں میں پڑھنے میں آتی ہیں کہ ایک جاسوس دوسری میزوں پر بیٹھے ہوئے مجرموں کی گفتگو سن لیتا ہے۔ جبکہ مجرم ہمیشہ محتاط انداز میں بہت آہستہ آہستہ تقریباً سرگوشیوں میں باتیں کرتے ہیں۔ پھر لان میں جو میزیں ہوتی ہیں، ان کے درمیان دو ڈھائی گز کا فاصلہ ہوتا ہے۔ تم کسی جاسوسی ناول کا کردار نہیں ہو کہ اتنی دور سے ان کی تمام گفتگو سن سکو پھر تم نے یہ تمام باتیں کیسے سن لیں؟"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ اتنے فاصلے سے دوسروں کی سرگوشیوں کو سن لینا ایک مضحکہ خیز بات تھی۔ اور میں یہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ یہ سب خیال خوانی کا کمال ہے۔ میں نے بات بنائی۔

" جناب! میری قوتِ سماعت بہت تیز ہے میں ذرا فاصلے سے ہونے والی گفتگو سن لیتا ہوں۔"

" پھر بھی ڈھائی گز کا فاصلہ کم نہیں ہوتا۔ جبکہ سرگوشیوں میں باتیں کی جا رہی ہوں، تم کوئی بائیونک مین تو نہیں ہو۔"

میں نے کہا " جدید آپریشن کے تجربات سے بائیونک مین بنتے ہیں۔ یہ بھی قصے کہانیوں کی باتیں ہیں کہ آپریشن کے ذریعہ ایک شخص کی آنکھوں کو دوربین بنا دیا جاتا ہے یا اس کی قوتِ سماعت اتنی بڑھا دی جاتی ہے کہ وہ میلوں دور ہونے والی گفتگو سن لیتا ہے میں نے اپنی ہسٹری شیٹ جو آپ کے سامنے پیش کی تھی اس میں اپنی ایک صلاحیت چھپائی تھی، جسے اب ظاہر کر رہا ہوں۔"

وہ مجھے تیز ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔

" میں قدرتی طور پر بائیونک ہوں۔ میری پیدائش کے وقت

سے میری قوتِ سماعت حیرت انگیز ہے۔ میں دس گز کے فاصلے پر ہونے والی سرگوشیوں کا ایک ایک لفظ سن سکتا ہوں۔"

"کیا۔۔؟" وہ شدید حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا۔ "کیا تم یہاں مجھ سے مذاق کرنے آئے ہو؟"

"جی نہیں، میں اپنی سچائی ابھی ثابت کر سکتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک مجھے گھورتے رہنے کے بعد بولا۔

"میں ابھی یہاں آنے سے پہلے اپنی بیٹی سوزو کو سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کمرے کے باہر تم سے تقریباً دس گز کا فاصلہ تھا۔ بتاؤ کہ میں نے اپنی بیٹی سے کیا باتیں کی تھیں؟"

میں وہ باتیں سن چکا تھا لیکن کوئی یہ نہیں چاہتا کہ اپنے گھر میں ہونے والی باتوں کو باہر کا کوئی آدمی سنے۔ اگر میں وہ باتیں کہہ دیتا تو کرنل مجھے خطرناک آدمی سمجھنے لگتا۔ میں نے پھر بات بنائی۔

"جناب! میں صرف وہ باتیں سن سکتا ہوں جو کھلی فضا میں ہوتی ہیں۔ اگر میرے اور باتیں کرنے والوں کے درمیان کوئی دیوار حائل ہو جائے تو ان کی آوازیں گڈمڈ ہو جاتی ہیں۔ جب آپ اپنی صاحبزادی سے باتیں کر رہے تھے تو پتہ نہیں اس گھر کی کتنی دیواریں اور پردے حائل ہوتے رہے۔ اسی لئے میں آپ کی باتیں نہ سن سکا۔"

میری باتوں نے اسے مطمئن کر دیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"اچھی بات ہے میں اس کمرے کے اس گوشے میں جاتا ہوں اور تم اُدھر جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہارا امتحان لوں گا کہ تم میری بڑبڑاہٹ کو سن سکتے ہو یا نہیں؟"

وہ ڈرائنگ روم کے ایک گوشے میں چلا گیا۔ مجھے جو جگہ بتائی گئی تھی، میں وہاں جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت ہمارے درمیان تقریباً سات گز کا فاصلہ قائم ہو گیا تھا۔ اتنے فاصلے سے کسی کی بڑبڑاہٹ کو لفظ بہ لفظ سن لینا بالکل ہی ناممکن تھا لیکن میرا علم مجھے سنا رہا تھا۔

جب اُس نے بڑبڑانے کے بعد پلٹ کر میری جانب دیکھا تو میں کان کے پاس ہاتھ رکھے یوں کھڑا تھا جیسے اب تک اس کی آواز کو کھینچ رہا ہوں۔ پھر میں نے اپنے صوفہ کی طرف واپس آ کر کہا۔

"آپ بہت ہی دھیمی بڑبڑاہٹ میں فرما رہے تھے۔ یہ ناممکن ہے کہ اتنے فاصلے سے فرہاد میری باتیں لفظ بہ لفظ سن لے۔ اور اگر سن لے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہماری دنیا میں کچھ لوگ ناقابلِ یقین صلاحیتوں کے مالک ہیں۔"

میں نے اس کی بڑبڑاہٹ کو من و عن بیان کر دیا۔ اس وقت حیرانی کی شدت سے کرنل کی حالت ایسی تھی جیسے وہ مجھے عجوبہ سمجھ کر دیکھ رہا ہو۔ تھوڑی دیر تک اس کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ اس کے کچھ نہ کہنے کے باوجود میں اس کے خیالات کی کتاب پڑھ رہا تھا۔

اور زیرِ لب مسکرا رہا تھا۔ آخر اس نے کہا۔

"تم دونوں میاں بیوی آخر کیا بلا ہو، ایک کے پاس سونگھنے کی اور دوسرے کے پاس سننے کی حیرت انگیز صلاحیتیں ہیں۔"

"یہ سب خدا کی دین ہے۔"

"کمال ہے۔ اگر میں تم دونوں کے متعلق کسی کتاب میں پڑھتا تو کبھی یقین نہ کرتا۔ ویسے اب بھی تمہیں عملی طور سے آزما لینے کے باوجود یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا کہ تم دُور سے ہونے والی گفتگو سن لیتے ہو۔ بھئی کمال ہے۔ تم نے اپنی اس صلاحیت کو ہم سے کیوں چھپایا تھا؟"

"بس یونہی میں اپنی صلاحیت کی پبلسٹی نہیں چاہتا۔ آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ یہ بات آپ اپنے ہی تک محدود رکھیں گے۔"

"بیشک۔۔ لیکن میری بھی ایک درخواست ہے۔"

"آپ درخواست نہ کریں۔ آپ تو حکم دے سکتے ہیں۔"

"ہاں اب تک میں حکم ہی دیتا آیا ہوں۔ میرا عہدہ ایسا ہے کہ یہاں بڑے سے بڑے باصلاحیت لوگ میرے ماتحت رہتے ہیں۔ لیکن تم میاں بیوی کی صلاحیتیں بڑی عجیب و غریب ہیں۔ اب تم دونوں کو ماتحت سمجھ کر حکم نہیں دوں گا۔ بلکہ درخواست کروں گا کہ اب مجھے چھوڑ کر کہیں نہ جانا۔ یقین کرو کہ میں تم دونوں کو اپنے دو بازو سمجھنے لگا ہوں۔"

"آپ واقعی قدردان ہیں اس لئے ہمارے متعلق ایسا سوچ رہے ہیں۔ ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ قدر کی جائے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک ہماری قدر ہوتی رہے گی ہم آپ کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں گے۔ بہرحال کام کی بات رہ گئی ہے۔ آپ نے پوری رپورٹ نہیں سنی کہ وہ کس طرح آپ کے محکمے کو کمزور بنانا چاہتے ہیں۔"

"ہاں! میں ایک عرصے سے محسوس کر رہا ہوں کہ ہمارے محکمے کے اندر کچھ گڑبڑ پیدا ہو گئی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمارا وہ راز... پیرماسٹر تک نہ پہنچتا۔ یہ بھی تمہارا احسان ہے کہ تم وہ دستاویزات واپس لے آئے۔ اب تم پھر یہ رپورٹ پیش کر رہے ہو کہ ہاردے اسی قسم کی سازش کے لئے یہاں آیا ہے۔ مجھے فوراً ہی تمہاری یہ تفصیلی رپورٹ سننی چاہئے۔ مگر تم نے اچانک ہی اپنی ایسی عجیب صلاحیت کا انکشاف کیا کہ اصل بات ادھوری رہ گئی۔ ویسے مجھے یاد ہے کہ تم کہہ رہے تھے کہ مونیکا نام کی ایک جاپانی لڑکی اس سلسلے میں اہم رول ادا کر رہی ہے اور وہ ہاردے کی رپورٹ کسی دوسری جگہ پہنچاتی ہے۔"

"جی ہاں۔ ہاردے مونیکا سے کہہ رہا تھا کہ آج وہ آٹھ بجے آپ کی صاحبزادی سے ملاقات کرے گا اور اس کے سامنے یہ تاثر دے گا کہ اسے جاپانی طرز کی رہائش اور یہاں کے گھریلو کھانے پسند ہیں۔ اس طرح مس سوزو کو اخلاقاً اسے یہاں آپ کے اس گھر میں آنے کی دعوت دینی پڑے گی اور اس طرح آپ کی فیملی سے راہ و رسم بڑھتی رہے گی۔ وہ یہاں وقتاً فوقتاً آتا رہے گا۔ پھر کسی دن موقع پا کر آپ کے کھانے پینے کی کسی چیز میں زہر ملا دے گا۔"

میری یہ بات کرنل کے لئے دھماکہ ثابت ہوئی۔ وہ اک دم سے اچھل کر سیدھا بیٹھ گیا۔

"کیا۔۔۔؟ کیا کہا تم نے؟ وہ۔۔ وہ مجھے کیوں مارنا چاہتے ہیں؟"

"وہ آپ کی پوسٹ پر اپنے کام کا آدمی لانا چاہتے ہیں۔"

"میری پوسٹ پر تو کوئی جاپانی باشندہ ہی آ سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس غیر ملکی سازش میں ہمارے ملک کی بھی کچھ اہم شخصیتیں شریک ہیں۔ ہاں ایسا ممکن ہے ہر ملک اور ہر قوم میں کچھ غدار ہوتے ہیں۔ پتہ نہیں ہمارے ملک کا وہ غدار کون ہے؟"

میں نے کہا۔ "آج نہیں تو کل میں اس غدار کو بے نقاب کر دوں گا۔ آپ بتائیں کہ آپ اپنے کھانے پینے کے سلسلے میں کب سے محتاط رہنے لگے ہیں؟"

"میرے جیسے عہدے پر رہنے والے اصولی طور پر محتاط رہتے ہیں میں کچھ زیادہ ہی محتاط رہتا ہوں۔ کھانے کی میز پر کھانے پینے کی ہر چیز کو پہلے میری بیوی چکھتی ہے اس کے بعد میں اس کھانے کو ہاتھ لگاتا ہوں۔ اگر مجھے ہاردے کی سازش کا علم نہ ہوتا تو یقیناً وہ ہمارے یہاں مہمان بن کر آتا۔ ہم جاپانی کچھ زیادہ ہی مہمان نواز ہوتے ہیں۔ مگر یہ مہمان نوازی بہت مہنگی پڑتی۔ اگر ہاردے کسی کھانے کی چیز میں زہر ملاتا تو میری حفاظت کرنے والی بیوی کی موت واقع ہو جاتی۔ فرہاد تم جو احسانات ہم پر کر رہے ہو۔ میں انہیں کبھی فراموش نہیں کروں گا۔"

"جناب ہاردے کو تو اس سازش سے روک دیا جائے گا مگر اس کے بعد بھی دشمن دوسری چالیں چل سکتے ہیں۔ کوئی ضروری تو نہیں کہ کھانے کی ہر چیز آپ کی بیوی چکھتی ہوں کوئی ایسی بھی چیز ہو سکتی ہے جسے وہ چکھنا پسند نہ کرتی ہوں۔"

"ہاں! صرف سگار ایک ایسی چیز ہے جسے براہِ راست میں ہی استعمال کرتا ہوں۔ مگر ہاردے جیسے دشمن سگار کے تمباکو میں کس طرح زہر ملا سکتے ہیں؟"

"سگار میں زہر باآسانی انجکٹ کیا جا سکتا ہے۔"

"کیسے؟" وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

میں اسے بتانے لگا کہ مونیکا نے ہاردے کو ایک سیاہ رنگ کا قلم دیا ہے جو اب ہمیشہ اس کی جیب میں رہے گا۔ یہاں آنے والوں کی تلاشی لی جاتی ہے لیکن قلم ایسی چیز ہے کہ تلاشی لینے والے اعتراض نہیں کر سکتے۔ بظاہر وہ ایک قلم ہے لیکن اس کے اندر زہر رقیق مادے کی صورت میں ہے۔ اس کی نب کے ذریعہ سگار میں زہر باآسانی انجکٹ کیا جا سکتا ہے۔

میری باتیں سن کر وہ تائید میں سر ہلا رہا تھا کہ ایسا ممکن ہے اس کے ساتھ ہی اس کا دماغ کہہ رہا تھا۔

"میرے محکمے میں ایسے ہی نوجوان کی ضرورت ہے۔ اگرچہ یہ پاکستانی ہے اور ہم کسی غیر ملکی پر بھروسہ نہیں کرتے مگر یہ تو بہت ہی قابلِ اعتماد ہے اور اعتماد ایسی چیز ہے کہ بعض اوقات غیروں پر ہو جاتا ہے اپنوں پر نہیں ہوتا۔ فرہاد نے تھوڑی سی مدت میں جو اعتماد بحال رکھا ہے اور جو کارنامے انجام دیئے ہیں ایسا تو ہمارے کسی بھی سیکرٹ ایجنٹ کا ریکارڈ نہیں ہے۔"

میں اس کے دل و دماغ پر چھا گیا تھا۔ وہ ہر لمحہ مجھ سے متاثر ہوتا جا رہا تھا۔ آخر اس نے کہا۔

"فرہاد! یہاں آؤ۔ یہاں میرے پاس بیٹھو۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے کھسک کر میرے قریب آ گیا۔ پھر میرا ہاتھ تھام کر بولا۔

"تم میرے بیٹے ہو۔ کیا میرا بیٹا۔۔ بننا پسند کرو گے؟"

"یہ میرے لئے خوشی اور فخر کی بات ہے کہ آپ مجھے اپنا بیٹا بنا رہے ہیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم ماتحت بن کر نہیں بلکہ میرے بیٹے بن کر میری حفاظت کرو۔ تم دیکھ رہے ہو کہ اتنے حفاظتی اقدامات کے باوجود ہاردے کس طرح وہ زہریلا قلم لے کر یہاں پہنچنے والا تھا۔ یہ درست ہے کہ گھر کے باہر مسلح فوج میری حفاظت کر سکتی ہے لیکن گھر کے اندر صرف تمہارے جیسے بیٹے پر ہی بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اب وعدہ کرو کہ آئندہ مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاؤ گے۔"

"میں نے آپ کو ساری باتیں بتا دی ہیں۔"

"نہیں بیٹے۔ تم نے سننے والی حیرت انگیز صلاحیت کو مجھ سے چھپا رکھا تھا۔ اگر تم نے اپنی ہسٹری شیٹ میں مزید کسی غلط بیانی سے کام لیا ہے تو مجھے ابھی بتا دو۔"

میں چند لمحے خاموش رہا اور اس کی سوچ کو پڑھتا رہا کہ اسے اب مجھ پر کس بات کا شبہ ہے۔ وہ میرے ٹیلی پیتھی کے علم کو تو سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ یہی ایک بات میں نے اس سے چھپائی تھی۔ تب اس کے خیالات سے پتہ چلا کہ وہ میرے متعلق کسی اور ہی انداز سے سوچ رہا ہے۔ یعنی اسے میرے اور سونیا کے تعلقات پر شبہ تھا۔ اس وقت مجھے یاد آیا کہ میں نے سونیا کو اپنی بیوی کہہ کر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ میں اپنے اس بیان پر قائم رہ سکتا تھا لیکن جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے اتنے خلوص اور محبت سے بیٹا بنا رہا ہے تو میں نے فوراً کہہ دیا۔

"جی ہاں، میں نے ایک اور غلط بیان دیا ہے۔ سونیا

میری دوست ہے بیوی نہیں ہے۔"
اس نے میرے شانے کو تھپتھپا کر کہا۔
"شاباش۔ تم نے میرے ذہن کا ایک بوجھ ہلکا کر دیا۔ اب میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ بات یہ ہے کہ میں نے تمہاری خوابگاہ میں ایک ریکارڈر رکھوایا ہے اس کے ذریعہ مجھے پتہ چل گیا تھا کہ سونیا تمہاری بیوی نہیں ہے۔ وہ ایک رات تم سے شکایت کر رہی تھی کہ تم اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتے۔"

یہ بات تو میں جانتا تھا کہ میری اور سونیا کی نگرانی کرنے کے لئے اور ہمارے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ہماری رہائش گاہ میں بہت سے خفیہ انتظامات کئے گئے ہیں لیکن یہ بات میں بھول گیا تھا کہ سونیا نے اپنی عادت کے مطابق مجھ سے پھر شادی کے لئے ضد کی ہوگی۔ بہت سی اہم باتوں کے دوران ایک آدھ بات دماغ سے نکل جاتی ہے۔ پھر یہ کہ میں کرنل جوشو ہو کے.... یا کسی بھی شخص کے دماغ کے ہر گوشے کو کھنگال نہیں سکتا۔ خیال خوانی کے دوران دماغ کا کوئی نہ کوئی گوشہ چھوٹ جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ کرنل میرے اور سونیا کے چور رشتے کو سمجھ گیا اور میں کرنل کی سوچ کے اس حصے کو ٹٹول نہ سکا ورنہ میں پہلے ہی محتاط ہو جاتا۔ کرنل نے پوچھا۔
"تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں پہلے ہمارے درمیان اعتماد اتنا مستحکم نہیں تھا۔ اسی لئے میں نے آپ سے باتیں چھپائیں۔ اور آپ نے بھی ہماری... لاعلمی میں ایک ریکارڈر ہماری خواب گاہ میں رکھ دیا۔ کیا میں امید کروں کہ وہ ریکارڈر اب وہاں سے ہٹا دیا جائے گا۔"
"بیشک۔ تم وہاں پہنچو گے تو وہ تمہارے سامنے وہاں سے ہٹا دیا جائے گا۔"

ہم اپنی اس دنیا میں کسی بھی مخلص انسان کے خلوص پر مکمل اعتماد نہیں کر سکتے۔ لوگ بڑے خلوص اور عقیدت سے بیٹا بنا کر گلے لگا لیتے ہیں اور اعتماد حاصل کرنے والی ہر ممکن باتیں کرتے ہیں۔ جیسا کہ کرنل نے کیا اور مجھے خفیہ ریکارڈر کی بات بھی بتا دی۔ اس کے بعد بھی مخلص انسانوں کے اندر کھوٹ رہ جاتا ہے کرنل نے یہ نہیں بتایا کہ میرا ملازم دستگیر بھی اس کے محکمے کا ایک جاسوس ہے اور اپنے سرونٹ کوارٹر میں جا کر باقاعدہ ٹرانسمیٹر کے ذریعہ رابطہ قائم کرتا ہے۔ اے میرے ٹیلی پیتھی کے علم تیرا شکریہ کہ تو سچے اور مخلص انسانوں کے چھپے ہوئے جھوٹ سے مجھے بچا دیتا ہے۔
کرنل نے پھر بڑی محبت سے بیٹا کہہ کر مجھے مخاطب کیا۔
"بیٹے اب میں تمہاری معلومات سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ ہارڈے کو اس گھر میں آنے کا موقع دوں گا۔ پھر میری تلاشی لینے والے گارڈ اس کی جیب میں رکھے ہوئے قلم کو کھول کر دیکھیں گے اور یہاں...

لانے کے الزام میں اسے گرفتار کر لیں گے۔"
"ہاں! ہمارے پاس مونیکا کا موجودہ پتہ موجود ہے۔ میں ہارڈے کے بعد مونیکا کے پیچھے لگ جاؤں گا۔ ویسے ایک بات یہ ہے کہ آپ کا جو ٹیکسی ڈرائیور میری رپورٹ حاصل کرنے کے لئے مارا گیا ہے مجھے اس پر شبہ ہے۔"
"اچھا — وہ کیسے؟" اس نے تشویش آمیز لہجے میں پوچھا۔
میں اسے بتانے لگا کہ کس طرح وہ مجھے یہاں لانا نہیں چاہتا تھا۔ پہلے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں یہاں کس قسم کی رپورٹ پیش کرنے آ رہا ہوں۔ میں نے اسے سمجھایا کہ میں ذاتی مسئلہ پر گفتگو کرنے جا رہا ہوں لیکن اس نے میرے جھوٹ پر شاید یقین نہیں کیا۔ پہلے اس نے ناراضگی ظاہر کی۔ پھر اچانک دوستانہ انداز میں گفتگو کرنے لگا۔ پھر اس نے ایک دوست کی حیثیت سے ایک پاکٹ ریڈیو مجھے دیا۔ ساتھ ہی اس نے یہ سمجھا دیا کہ کرنل کو یہ چیزیں پسند نہیں ہیں لہٰذا مجھے اس ریڈیو کو جیب میں چھپا کر رکھنا چاہئے۔ کرنل جوشو ہو نے اپنا ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "کہاں ہے وہ ریڈیو مجھے دکھاؤ۔"
"وہ تو باہر تلاشی لینے والے گارڈ کے پاس ہے۔"
کرنل میرے پاس سے اٹھ کر پچھلی دیوار کی طرف گیا۔ پھر اس نے دروازے کے پاس لگے ہوئے ایک سرخ بٹن کو دبایا۔ اس کے جواب میں فوراً ہی ایک مسلح گارڈ ڈرائنگ روم میں حاضر ہو گیا۔ کرنل نے اس سے کہا۔
"فرہاد کی جیب سے جو پاکٹ ریڈیو برآمد ہوا ہے اسے فوراً ہی چیک کرو۔"
وہ حکم کی تعمیل کے لئے چلا گیا۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اس ریڈیو کے خفیہ ریکارڈنگ سسٹم کو سمجھ گیا ہوں۔ ایسا کہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ بیس منٹ کے بعد ہی دو مسلح گارڈ ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ ایک کے ہاتھ میں کھلا ہوا ریڈیو تھا۔ اس نے کرنل کو بتایا کہ اس ریڈیو کے ذریعہ کس طرح ریکارڈنگ ہوتی ہے۔ اس ریکارڈر کو کرنل کے سامنے آپریٹ کیا گیا۔ ریکارڈر آن ہوتے ہی اس میں سے پہلے میری آواز سنائی دی۔
"یہ دیکھو کیا بیٹری اس طرح خود بخود چارج ہوتی رہے گی؟"
میری بات کے جواب میں میرے دوست ٹیکسی ڈرائیور کی آواز سنائی دی۔
"ہاں اسی طرح چارج ہوتی رہے گی۔ اب تم اسے جیب میں رکھ لو۔"
اس کے بعد ریکارڈر سے ٹیکسی رکنے، دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں اور قدموں کی چاپ سنائی دیتی رہی پھر میری تلاشی لینے والے فوجی کی آواز سنائی دی۔
"مسٹر فرہاد! کرنل کے سامنے تمباکو نوشی کی اجازت نہیں ہے۔ ...

...یٹ کا پیکٹ اور یہ ریڈیو امانت کے طور پر یہاں رکھتے ہیں۔ واپسی پر ...یہ چیزیں ... اب آپ میرے ساتھ آیئے۔"
اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ ریکارڈر آف کر دیا گیا۔ کرنل نے غرا کر حکم دیا کہ وہ سیکرٹ ایجنٹ جو ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں کام کر رہا ہے اسے ...گرفتار کر لیا جائے۔ وہ باہر ٹیکسی میں میری واپسی کا انتظار کر رہا تھا تاکہ مجھے واپس ہوٹل تک پہنچا دے۔ میں نے کرنل سے پوچھا۔
"کیا اب مجھے ہوٹل واپس جانا ہوگا؟"
کرنل نے جواب دیا۔
"ہاں! میرا خیال ہے کہ اب تم ہارڈے کا پیچھا چھوڑ دو اور مونیکا کی نگرانی کرو۔ دیکھو کہ وہ کہاں جاتی ہے اور کن لوگوں سے ملتی ہے۔ ہوٹل میں جو تمہارا سامان ہے وہ تمہاری رہائش گاہ میں پہنچا دیا جائے گا۔ اب جا سکتے ہو۔ آئندہ جب بھی مجھ سے ملاقات کرنا چاہو یہاں کسی وقت بھی آ سکتے ہو۔"
میں وہاں سے اٹھ کر باہر آیا تو مجھے میری رہائش گاہ تک پہنچانے کے لئے دوسری گاڑی کا انتظام ہو چکا تھا۔ باہر کھڑی ہوئی ٹیکسی اپنے ڈرائیور سے محروم تھی۔ وہ فوجی اس ڈرائیور کو گرفتار کر کے کہیں لے گئے تھے۔ جو گاڑی مجھے میری رہائش گاہ تک لے جا رہی تھی میں اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ میری مصروفیات بڑھ گئی تھیں۔ جو میرے دوست تھے اور دشمن بننے والے تھے ان سب کا سوچ کے ذریعے محاسبہ کرنا تھا۔ دوستوں اور دشمنوں کی فہرست میں کرنل جوشو ہو، مس سوزد کو، ٹیکسی ڈرائیور مونیکا اور ہارڈے کے نام تھے۔ میں نے سب سے پہلے کرنل کا محاسبہ لیا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے بیٹا بنا کر محبت سے رخصت کرنے کے بعد میری عدم موجودگی میں میرے متعلق کیا رائے قائم کرتا ہے۔
میرے رخصت ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک وہ اسی ڈرائنگ روم میں بیٹھا نہ جانے کیا سوچتا رہا کیونکہ اس وقت اس سے میرا دماغی رابطہ نہیں تھا۔ جب میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اپنے کسی ماتحت سے کہہ رہا تھا۔
"مونیکا نام کی ایک لڑکی گنزا اسٹریٹ کے پیچھے یوکوہاما اسٹریٹ کے مکان نمبر چار سو بارہ میں رہتی ہے۔ اس کے متعلق جتنی جلدی... ہو زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرو۔ اور وہ معلومات فرہاد تک پہنچا دو۔"
کرنل میرے لئے زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کر رہا تھا۔ وہ اپنے ماتحت کو حکم دینے کے بعد ڈرائنگ روم سے نکل کر اپنے بیڈ روم کی طرف جا رہا تھا۔ اس وقت بھی وہ میرے متعلق سوچ رہا تھا۔
"اس نوجوان کو کس طرح اپنی گرفت میں رکھا جائے؟ اس کی ہسٹری شیٹ بتاتی ہے کہ یہ کہیں ایک جگہ نہیں ٹھہرتا۔ وقت کی طرح تیزی سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ یہ جو سپر ماسٹر کے آہنی قلعہ ... کر آیا ہے کسی دن ... بھی چکر دے کر یہاں سے بھاگ جائے گا۔ مجھے کوئی ایسی تدبیر...

چاہئے کہ یہ ہمیشہ میرے ملک کے مفاد کے لئے کام کرتا رہے۔
میں زیر لب مسکراتے ہوئے اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ اب وہ اپنی خوابگاہ میں پہنچ کر سوچ رہا تھا۔
"اسی لئے میں نے اُسے بیٹا بنا لیا ہے تاکہ وہ مجھ سے اپنائیت محسوس کرے۔ اب اس کے لئے ایسی دلچسپیاں پیدا کر دی جائیں کہ وہ یہیں کا ہو کر رہ جائے۔ مگر وہ کن چیزوں سے زیادہ دلچسپی لے سکتا ہے؟"
ایسا سوچتے وقت اچانک ہی سوزد کو اس کی خوابگاہ میں پہنچ گئی۔ کرنل ایک ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنے باپ کے قریب... کرسی کے ہتھے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔
"پپا! وہ فرہاد آپ سے رخصت ہو کر جا رہا تھا میں نے اُسے کوریڈور سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ مجھے تو اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ مگر آپ نے اُسے اہمیت دی ہے اس کی موجودگی میں مجھے ڈرائنگ روم تک آنے کی اجازت نہیں دی۔"
"تم سوچتی ہو کہ فرہاد کی موجودگی میں میں نے تمہاری اہمیت کم کر دی تھی اس لئے انتقاماً تمہیں اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ پہلے تو یہ بات دماغ سے نکال دو کہ باپ کی نظروں میں بیٹی کی اہمیت کم ہو سکتی ہے۔ میری گڑیا بیٹی، تم تو میری جان ہو مگر فرہاد میرے محکمے کی جان بنتا جا رہا ہے۔ اس لئے اُسے اہمیت دینی پڑتی ہے۔ بہرحال تم اپنی آج کی ڈیوٹی اچھی طرح سمجھ لو......"
وہ بیٹی کو بتانے لگا کہ آج کلب میں جیمز ہارڈے اس سے گفتگو کے دوران جاپانیوں کے طرزِ رہائش اور گھریلو پکوان کی تعریفیں کرے گا ایسے وقت سوزد کو اسے اپنے گھر کھانے کی دعوت دے گی۔ سوزد کو نے پوچھا۔
"پپا! آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہارڈے آج مجھ سے اس قسم کی گفتگو کرے گا۔"
"بیٹی تم اس قسم کے سوالات نہ کیا کرو۔ صرف اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرو۔"
"نہیں پپا! صرف اس سوال کا جواب دے دیجئے پھر میں کچھ نہیں پوچھوں گی۔"
"بھئی یہ سمجھ لو کہ یہ فرہاد کی پیشین گوئی ہے۔ ہارڈے تم سے ایسا کہے گا۔"
"اچھا!" وہ تعجب سے بولی۔ "کیا فرہاد نجومی ہے؟"
"ہاں۔" کرنل نے ضدی بیٹی سے پیچھا چھڑانے کے لئے ہاں کہہ دی۔ اسی وقت میں نے سوزد کو کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ سوچ رہی تھی۔
"اونہہ! بڑا آیا نجومی کہیں کا۔ ہارڈے کو میں گھیر رہی ہوں۔ مجھے کریڈٹ ملنا چاہئے مگر وہ نجومی بن کر مجھ پر سبقت لے جانا چاہتا ہے۔ ...دوں گی اُسے بھی....."

وہ میری دشمن نہیں تھی۔ کیونکہ میں اس کے ملک کے لیے کام کر رہا تھا۔ البتہ وہ مجھ سے نفرت کر رہی تھی۔ کیونکہ میں اس کے باپ کے دل میں جگہ بنا رہا تھا۔ میں مسکراتے ہوئے اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اور تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی گاڑی کی کھڑکی سے گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھنے لگا۔ میرے سامنے دو فوجی بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک جوان گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں نے احتیاطاً دونوں کے دماغوں کو ٹٹول کر دیکھ لیا۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور کی طرح غدار نہیں تھے۔ پھر میں اس ٹیکسی ڈرائیور کے خیالات کو پڑھنے لگا۔

وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے ایک نیم تاریک کوٹھری میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس پر گھبراہٹ طاری تھی۔ اس نے گرفتار کرنے والوں سے پوچھا تھا کہ اسے کس جرم میں قید کیا جا رہا ہے۔ مگر اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ ویسے وہ اپنے طور پر سمجھ گیا تھا کہ اس پاکٹ ریکارڈر کا بھید کھل گیا ہے اب اسے ناقابلِ برداشت اذیتیں پہنچائی جائیں گی اور اس سے جبراً اگلوایا جائے گا۔ وہ کس کے لئے کام کر رہا ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں پوچھا "کیا میں اذیتیں برداشت کر سکوں گا؟"

"نہیں۔" اس کی سوچ نے کہا۔ "یہاں ایسی اذیتیں دی جاتی ہیں کہ روح جسم کی قید سے فرار ہو جانا چاہتی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ کے تسلسل سے کہا۔

"اسی لئے میں برداشت نہیں کر سکوں گا۔ میں انہیں بتا دوں گا کہ میں اس کے لئے کام کر رہا ہوں۔ کس کے لئے؟"

میں نے اس کے دماغ میں ایک سوال چھوڑ دیا۔ وہ ذرا ہچکچایا۔ پھر سوچنے لگا۔

"مم۔ مگر۔ میں۔ میجر یاماگوچی کا نام کیسے زبان پر لاؤں گا؟ میری بات کا کوئی یقین نہیں کرے گا۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ہمارے محکمہ کا ذہین سخت مزاج اور قابلِ احترام محبِ وطن میجر یاماگوچی ایک غدار ہے اور کرنل جو شوہو کے اعلیٰ عہدہ پر قابض ہونے کے لئے بہت بڑی طاقت کے اشاروں پر ناچ رہا ہے۔۔۔۔"

میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ اطمینان سے بیٹھے بیٹھے میں اصل مجرم کا نام معلوم کر چکا تھا۔ میجر یاماگوچی نام کا ایک ایسا آفیسر وہاں کی سیکرٹ سروس کو اندر سے کھوکھلا کر رہا تھا۔ جس پر کوئی شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ کرنل جو شوہو جیسا آفیسر بھی کسی ثبوت کے بغیر یاماگوچی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اب اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کا مسئلہ آن پڑا تھا۔ میں منطقی دلائل کے بغیر کرنل سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اصل مجرم میرے سامنے بے نقاب ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہی مناسب تھا کہ [illegible] وقت کا انتظار کروں۔ جب اس ڈرائیور کو اذیتیں پہنچائی جائیں گی اور وہ یاماگوچی کا نام اگل دے گا تب اس سلسلے میں کرنل مجھے ضرور طلب کرے گا۔"

گاڑی میری رہائش گاہ کے احاطہ میں پہنچ گئی۔ جہاں خوبصورتی سے باغیچے میں سونیا رنگ برنگے پھولوں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے گاڑی سے اترتے دیکھ کر وہ میری جانب بڑھتی ہوئی بولی۔

"بڑی جلدی واپس آ گئے۔ خیریت تو ہے؟"

"بالکل خیریت ہے۔ آؤ ہم اپنے کمرے میں چلیں۔"

میں اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر مکان کے اندر جانے لگا۔ سونیا نے میٹھی ناراضگی سے کہا۔

"باہر سے آ کر پہلے تمہیں اپنے بیٹے کے بارے میں تو کچھ محبت سے پوچھنا چاہیئے۔"

"ڈارلنگ! میں باہر اتنے مسائل میں الجھا رہتا ہوں کہ گھر میں آ کر باپ بننے کی ریہرسل نہیں کر سکتا۔"

"یہ کہہ کر تم میرا دل توڑ دیتے ہو۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ جب تم میرے شوہر نہیں بننا چاہتے تو میرے بچے کے باپ کیسے بنو گے؟"

ہم اپنی خوابگاہ کے سامنے پہنچ گئے۔ جاپانی ملازم شنگیرو ہماری خوابگاہ سے باہر آ رہا تھا اس نے مجھے دیکھتے ہی اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ایک ریکارڈر کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"فرہاد سان (صاحب) یہ ریکارڈر آپ کی خوابگاہ میں چھپا کر رکھا گیا تھا۔ کرنل کے حکم سے میں اسے نکال کر لے جا رہا ہوں۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ جب وہ چلا گیا تو سونیا نے خوابگاہ میں داخل ہوتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ کیا حرکت ہے۔ کیا اب ہمارے متعلق خفیہ طور سے معلومات حاصل نہیں کی جائیں گی؟"

میں نے سوچ کے ذریعہ سونیا کو جواب دیا۔

"یہ بھی ایک ڈرامہ ہے۔ ہم پر ظاہر کیا جا رہا ہے کہ اب یہ لوگ ہم پر مکمل اعتماد کرنے لگے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ شنگیرو ایک جاسوس کی حیثیت سے ہماری ٹوہ میں لگا رہتا ہے۔"

پھر میں نے بلند آواز سے کہا۔

"ہاں سونیا! کرنل نے مجھے بیٹا بنایا ہے۔ ہم بھی ہمیشہ کی طرح ان کے اعتماد کو بحال رکھیں گے۔ ویسے کرنل کو یہ پتہ چل گیا ہے کہ ہم قانونی طور سے میاں بیوی نہیں ہیں۔ ایک رات تم مجھ سے شادی کے لئے ضد کر رہی تھیں۔ تمہاری وہ آواز ریکارڈ ہو کر وہاں پہنچ گئی تھی۔ خدا کے لئے آئندہ بیوی بننے کی ضد نہ کرنا۔۔۔۔"

سونیا برا مان گئی۔ ہر عورت برا مان جاتی ہے۔ جب وہ محبوبہ کی حیثیت سے استعمال ہوتی رہے اور بیوی بننے کی منزل تک نہ پہنچے ہر عورت اپنا تحفظ چاہتی ہے اس لئے اپنے محبوب کو اپنا شوہر بنا کر اپنی جاگیر بنا لینا چاہتی ہے۔ حالانکہ سونیا خود اپنی حفاظت کر سکتی تھی لیکن یہ بھی ایک نفسیاتی علم کا حاصل ہے کہ عورت کسی مرد کو اپنا محافظ بنا کر مطمئن ہوتی ہے اس کے بغیر اس کی تسلی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ [illegible]

[illegible] ہی تھی کہ میں اس کا شوہر نہیں بننا چاہتا تھا۔

اور میں اپنے متعلق کیا کہوں۔ میری اب تک کی داستان پڑھنے والے قارئین میری فطرت کو سمجھ گئے ہوں گے کہ میں ہر طرح کی بندش سے آزاد رہنا چاہتا ہوں اور عورت کی بندش تو بڑی ہی خطرناک ہوتی ہے۔ میں ایک بات بتا دوں کہ عورت کی شبابی اداؤں میں بڑی محبوبیت ہوتی ہے مگر بڑی سیاست بھی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر یہی دیکھ لیجئے جب سونیا نے یہ محسوس کیا کہ میں باقاعدہ شادی کر کے اسے بیوی بنانے پر آمادہ نہیں ہوں تو اس نے بچے کو گود لے لیا۔ بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے مجھے احساس دلانے لگی کہ عورت کیا ہوتی ہے، ممتا کیا ہوتی ہے اور مجھ جیسے شخص کو باپ بن کر سوچنا چاہیئے کہ ایک بچے کی محبت کیا ہوتی ہے ایک بیوی ہو، ایک خوبصورت بیٹا ہو تو کس طرح ایک خوبصورت گھر کی جنت تخلیق ہو جاتی ہے۔

بیشک ہر انسان اپنے گھر کی جنت کو مکمل کرنا چاہتا ہے۔ اکثر انسانوں کی منزل ایک جنت کی تکمیل ہوتی ہے۔ قارئین کرام آپ لوگوں میں سے اکثر لوگ ایسی جنت میں جہنمی زندگی گزار رہے ہوں گے میں آپ جیسے لوگوں کو دیکھتا ہوں اور عبرت حاصل کرتا ہوں۔ اسی لئے میں خود کو شادی کی زنجیروں میں جکڑنا نہیں چاہتا اگرچہ سونیا ایسی پرشباب اور پرکشش عورت ہے جو پرسکون تنہائی کے لمحات میں اور زندگی کے قیامت خیز ہنگاموں میں برابر ساتھ دیتی ہے تنہائی کے رنگین لمحات میں میرے سامنے کمزور بن جاتی ہے اور زندگی کے قیامت خیز ہنگاموں میں شہ زور بن کر دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیتی ہے۔ اس کے باوجود میں اسے بیوی نہیں صرف دوست بنا کر رکھنا چاہتا ہوں۔ جس دن میں اسے بیوی بناؤں گا اس دن سے قیدی بن جاؤں گا۔ پھر عام انسانوں کی طرح ایک عام سی زندگی گزاروں گا اور میری اس داستان کا سلسلہ پلک جھپکتے ہی ختم ہو جائے گا۔ کیا آپ اسے پسند کریں گے؟

نہیں۔۔۔ نہ میں اسے پسند کرتا ہوں نہ آپ کریں گے۔ لہٰذا میری اس ہنگامہ خیز داستان کو جاری رہنا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حالات میں سونیا کے برا ماننے پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ مجھ سے بری طرح متاثر ہے اور ہمیشہ مجھ سے چپک کر رہے گی۔ فرض کیجئے کہ وہ خود غرض ہو اور صرف اپنے جذبات کو اہمیت دیتی ہو تو کسی دن بھی میرا ساتھ چھوڑ کر چلی جائے گی اور خود غرض عورت ساتھ چھوڑ کر چلی جائے تو اتنا دکھ نہیں ہوتا۔

میں خوابگاہ میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ سوچ کے دوران مجھے یاد نہ رہا کہ میں سونیا کی طرف سے غیر حاضر ہو گیا ہوں۔ وہ بہت دیر تک میرے بولنے کا انتظار کرتی رہی۔ جب میں مسلسل سوچ میں گم رہا تو وہ مجھ پر جھکتی ہوئی بولی۔

"فرہاد! میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اس وقت تم خاموشی سے میرے دماغ میں جھانک رہے ہو۔ تم میرے خیالات اور جذبات کو اچھی طرح سمجھ رہے ہو کہ میں کس طرح تمہاری شریکِ حیات بننے کے لئے تڑپ رہی ہوں اور سب کچھ سمجھنے کے باوجود تم مجھ سے انجان بن رہے ہو کاش میں بھی تمہارے جوابی خیالات کو پڑھ سکتی۔"

میں نے اپنے جوابی خیالات نہیں بتائے کہ میں اسے بیوی نہیں صرف محبوبہ بنا کر رکھنا چاہتا ہوں لیکن روبرو ہو کر کوئی نہ کوئی بات تو کہنا ہی پڑتی ہے اس لئے میں نے جھوٹ بولا۔

"میری جان! میں تمہیں اپنے جوابی خیالات بتا دیا کرتا ہوں۔ میں صرف تمہیں ایک محبوبہ کی طرح نہیں بلکہ شریکِ حیات سمجھ کر بھی تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں لیکن اب تمہیں میری فطرت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر کوئی کچا سا دھاگہ میرے اطراف باندھ دے جسے میں آسانی سے توڑ سکتا ہوں پھر بھی میں اس کچے دھاگے کی بندش کو برداشت نہیں کروں گا کیونکہ میری فطرت میں آزادی کا جذبہ جا بسا ہوا ہے۔ اسی لئے میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ صرف محبوبہ بن کر رہو۔ اگر بیوی بننے کے خواب دیکھتی رہو گی اور ضد کرتی رہو گی تو ایک نہ ایک دن ہمارے درمیان بہت بڑی خلیج پیدا ہو جائے گی۔"

وہ اک دم سے گھبرا کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"نہیں۔۔۔ میرے اور تمہارے درمیان ایک بہت بڑی خلیج تو کیا ایک معمولی سے [illegible] کی دیوار بھی پسند نہیں کروں گی۔ میں نہیں چاہتی کہ تم مجھ سے چھن جاؤ۔"

"نہیں فرہاد! میں اب کبھی شادی کے متعلق نہیں سوچوں گی۔ میں بیوی بننے کے بعد ایک بچے کی آرزو [illegible] وہ بچہ مجھے کسی نہ کسی طرح مل گیا ہے۔ مجھ پر اتنا کرم کرو کہ [illegible] اس سے محبت کرتے رہو۔ پھر میں سمجھوں گی کہ مجھے سب کچھ مل گیا ہے۔"

میں اس کے جذبات کو سمجھ رہا تھا۔ جب انسان ہوا میں اڑ نہیں سکتا تو وہ اپنے خیالات کے پر لگا کر اڑنے لگتا ہے۔ سونیا کی دیرینہ آرزو پوری نہیں ہو رہی تھی کہ وہ مجھ جیسے ایک جوان کی بیوی بنے اور ایک بچے کو جنم دے اس لئے اس نے خود کو بہلانے کے لئے مجھے اپنے تن من کا ساتھی بنا لیا تھا اور ایک لے پالک بچے کی ماں بن کر اپنی تمام دیرینہ خواہشات کی تکمیل کر رہی تھی اسی لئے وہ میری سانسوں کے قریب آ کر بظاہر تو وعدے کر رہی تھی کہ اب کبھی بیوی بننے کا خواب نہیں دیکھوں گی لیکن میں جو سوچ کی نگری کا مسافر ہوں کبھی چھوٹے سے چھوٹا فریب نہیں کھانا چاہتا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"اوہ گاڈ۔۔۔ اوہ! بدھ اعظم۔۔۔ میں کیا کروں؟ کونسی تدبیر کروں کہ یہ دل و جان پر حکومت کرنے والا صرف میرا ہی بن کر رہ جائے صرف ایک

ہی قانونی راستہ ہوتا ہے کہ شادی کے بعد یہ میرے علاوہ اور کسی کا نہ بن سکے گا مگر یہ بہت محتاط ہے اس لئے اب میں دل کے قانون کی کتاب کھولوں گی اور اس سے ایسی بے مثال محبت کروں گی اور اس سے اس طرح ٹوٹ کر محبت کروں گی کہ یہ میرے بعد کسی حسین سے حسین عورت کا سپنا نہ دیکھے۔"

وہ سوچ رہی تھی اور اپنے پُرشباب وجود کی سوغات پیش کر رہی تھی کیونکہ اس دنیا میں ہر جگہ رشوت پیش کرنے کا دستور ہے۔ اگر میں انسانوں کے ذہنوں کو ٹٹولنا نہ جانتا تو شاید اس خوبصورت رشوت کو نہ سمجھ سکتا۔ ویسے میں یہ کہتا چلوں کہ سونیا کی نیت میں کھوٹ نہیں تھا۔ وہ مجھے محبت سے اپنا لینا چاہتی تھی۔ ہر بیوی بننے والی عورت محبت سے اپنا لیتی ہے۔ لیکن بچوں کی فوج بنوا لینے کے بعد عقل آتی ہے کہ ہم نے ساری زندگی بچے پیدا کرنے میں گذار دی۔ میں اس عقل سے پہلے ہی کام لے لینا چاہتا تھا۔ اس لئے صرف ایک دوست کی حیثیت سے وہ تنہائی گذار رہا تھا۔

لیکن وہ تنہائی جلدی گذر گئی۔ کیونکہ دوسرے کمرے میں فرمان رو رہا تھا اور اپنی بناسپتی ماں کی کمی محسوس کرتے ہوئے سونیا کو مجھ سے چھین لینا چاہتا تھا۔ وہ میرے پاس سے اُٹھ کر چلی گئی۔ اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ مجھے یاد آیا کہ یہ سوزدکو اور ہارڈے کے ملنے کا وقت ہے۔ یہ یاد آتے ہی میں چپ چاپ سوزدکو کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اس وقت وہ ہارڈے کے ساتھ کلب کے کسی حصے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ہارڈے اس سے بڑی لگاوٹ کی باتیں کر رہا تھا۔

"مس سوزدکو میں تم سے مل کر ساری دنیا کو بھول گیا ہوں۔ جاپانی لڑکیاں ایک تو بے حد حسین ہوتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنی پیار بھری اداؤں سے دل جیت لینے کا فن جانتی ہیں اور تم تو اتنی حسین ہو کہ میں تمہارے سامنے خود کو ہار گیا ہوں۔"

سوزدکو بڑی ہی دل لبھانے والی ادا سے شرما رہی تھی اور مسکرا رہی تھی جیسے ہارڈے کی محبت بھری باتوں سے سحر زدہ ہو رہی ہو۔ مگر وہ دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔

"اُلو کا پٹھا۔ مجھے موم کی گڑیا سمجھ رہا ہے کہ میں اس کی باتوں کی گرمی سے پگھل جاؤں گی۔ یہ کم بخت ابھی یہ نہیں سمجھ رہا ہے کہ میری محبت اسے جیل کی کسی تاریک کوٹھڑی میں لے جائے گی۔"

اسی وقت ہارڈے اپنے مطلب کی بات کرنے لگا۔

"مجھے تمہارے جاپان سے محبت ہو گئی ہے۔ مجھے یہاں کے لوگوں کا رہن سہن اور یہاں کے گھریلو کھانے بہت پسند ہیں۔ یہاں کا رہن سہن تو میں دیکھ رہا ہوں مگر یہاں کے گھریلو کھانوں کے متعلق صرف کتابوں میں پڑھا ہے یا پھر دوسروں سے تعریفیں سنی ہیں۔ مگر کسی جاپانی کے یہاں مہمان بننے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔"

اس کی باتیں سن کر سوزدکو ایک دم سے چونک گئی تھی اور سوچ رہی تھی۔

"کمال ہے فرہاد تو واقعی نجومی ہے۔ پتہ نہیں یہ کیسا علم ہے۔ ... پیشین گوئی کر دی تھی کہ ہارڈے ایسی باتیں کہنے والا ہے اور یہ کمبخت بالکل یہی باتیں کہہ رہا ہے۔"

ہارڈے نے اسے سوچ میں گم دیکھ کر پوچھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"آں — کچھ نہیں — بس تمہاری باتیں سن رہی ہوں۔"

"شاید تم یہ سوچ رہی ہو کہ کہیں مجھے اپنا مہمان نہ بنانا پڑ جائے۔"

"نہیں یہ تمہارا خیال ہے۔ ہم جاپانی مہمان نواز ہوتے ہیں۔ تم میرے گھر چلو گے تو پاپا تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

"کیا وہ ہماری دوستی پر اعتراض نہیں کریں گے؟"

"بالکل نہیں۔ میرے گھر والے بہت آزاد خیال ہیں۔ اگر تم ابھی چلنا پسند کرو تو میں یہاں سے ممی کو فون پر اطلاع دے دوں گی کہ میں اپنے ایک فرینڈ کو ساتھ لا رہی ہوں۔"

"اوہ مائی سویٹ سوزدکو۔ تم لوگ واقعی مہمان نواز ہو۔ میں ابھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

سوزدکو وہاں سے اُٹھ کر فون کرنے چلی گئی۔ یہ تو میں جانتا ہی تھا کہ وہ کرنل سے فون پر کیا کہے گی۔ اس لئے میں ہارڈے کی سوچ کو ٹٹولنے لگا۔ اسے اچانک ہی کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ اس لئے وہ مارے خوشی کے اندر سے بہت بے چین ہو گیا تھا۔ بے چینی کی ایک وجہ یہ تھی کہ سوزدکو نے خلافِ توقع اسی وقت گھر چلنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح مونیکا کو کامیابی کی اطلاع دے۔ یہ سوچتے ہی وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اب وہ بھی مونیکا کو فون کرنے جا رہا تھا۔

کلب میں ایک ہی فون تھا۔ جب سوزدکو فون کرنے کے بعد واپس آنے لگی تو ہارڈے سے اس کا سامنا ہو گیا۔ ہارڈے نے اس سے اجازت چاہی کہ وہ بھی ایک ضروری فون کرنا چاہتا ہے۔ سوزدکو مسکرا کر میز کی طرف چلی گئی۔ ہارڈے نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا پھر مونیکا کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جب دونوں کے درمیان رابطہ قائم ہوا تو میں نے فوراً ہی مونیکا کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"ہیلو ہارڈے۔ اس وقت تو تمہیں سوزدکو کے ساتھ کلب میں ہونا چاہیئے تھا۔ تم کہاں ہو؟"

"میں کلب سے بول رہا ہوں۔ خلافِ توقع فوراً ہی کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔ سوزدکو ابھی مجھے اپنے ساتھ گھر لے جا رہی ہے۔"

"ویری گڈ۔ یہ تو کمال ہو گیا۔ اب سوزدکو کے خاندان سے راہ و رسم بڑھانا تمہارا کام ہے۔ جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ اطمینان سے کام کرو۔ ہمارے آدمی تمہاری حفاظت کے لئے تمہارے آس پاس موجود رہیں گے۔ تم فکر نہ کرنا۔"

ہارڈے نے ریسیور رکھ دیا۔ لیکن بدستور مونیکا کے ذہن سے چپکا رہا۔ ریسیور رکھنے کے بعد وہ بڑی تیزی سے سوچ رہی تھی۔

"کرنل کے رشتے دار بھی پہلے سے وقت مقرر کئے بغیر اس کی رہائش گاہ نہیں جاسکتے۔ پھر سوزدکو پہلے سے وقت مقرر کئے بغیر ہارڈے کو اسی لئے کیسے لے جا رہی ہے؟ مجھے تو کچھ دال میں کالا نظر آرہا ہے۔"

یہ سوچتے ہی وہ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔

"ہیلو۔ میں مونیکا ہوں۔ میجر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ انتظار کرنے لگی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ میجر یاماگوچی سے بات کرنا چاہتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد میجر کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو مونی۔ کیا بات ہے؟"

مونیکا اسے بات بتانے لگی کہ ہارڈے اس وقت سوزدکو کے ساتھ اس کے گھر جا رہا ہے۔ کرنل نے اک دم سے چونک کر کہا۔

"کیا مطلب۔ سوزدکو اتنی جلدی اسے اپنے گھر لے جانے کے لئے راضی ہو گئی؟ اوہ مونی ڈارلنگ ہمارا کھیل بگڑ رہا ہے۔ ہمارا جو آدمی ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں کام کر رہا تھا اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ایک گھنٹے تک اسے لاک اپ میں رکھا گیا۔ پھر اس سے ہمارا سازشی منصوبہ اگلوانے کے لئے وہ اسے کنفیشنگ چیمبر میں لے جانے لگے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کتنا خطرناک چیمبر ہے۔ وہاں پہنچ کر اچھے اچھوں کی قوتِ ارادی خاک میں مل جاتی ہے اور وہ سارا حال اگل دیتے ہیں۔ اسی لئے میں نے اُسے کنفیشنگ چیمبر میں پہنچنے نہیں دیا۔ ہمارے ایک آدمی نے اسے راستے میں ہی گولی مار دی۔ ابھی اس کی طرف سے اطمینان ہوا ہے تو یہ ہارڈے وہاں پھنسنے جا رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ابھی کلب سے نہیں نکلے ہوں گے۔ تم فوراً ہی اُسے دوبارہ کال کرو۔ اور وہاں جانے سے روک دو۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اب میں یاماگوچی کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ کسی طرح بھی ہارڈے کو وہاں جانے سے روکنا چاہئیے۔ اگر مونیکا اس سے کلب میں رابطہ قائم نہیں کر سکے گی تو بہت برا ہوگا۔ یہ سوچتے ہی وہ ریسیور اٹھا کر ڈائلنگ کرنے لگا۔ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔

"ہیلو۔ نجی ہارا۔ فوراً اپنے آدمیوں کو لے کر نکلو۔ گولڈن نائٹ کلب سے سوزدکو ہارڈے کو لیکر اپنے گھر جا رہی ہے انہیں راستے میں ہی روک لو۔ اگر مداخلت کرنے والا نہ ہو اور موقع مل رہا ہو تو سوزدکو کو اٹھا کر کیسل میں لے آؤ۔ ہری اپ۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور سوچنے لگا۔

"ہاں! یہ میں نے صحیح فیصلہ کیا ہے۔ اب سوزدکو کو غائب کرکے مجھے کرنل کو بلیک میل کرنا ہوگا۔ یہ ساری گڑبڑ اس پاکستانی نوجوان کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ کرنل اس پر بہت زیادہ اعتماد کرنے لگا ہے۔ اعتماد کی بات ہے کہ وہ آج دوپہر ہارڈے کی نگرانی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ پتہ نہیں اس نے دو ڈھائی گھنٹے کے اندر کس قسم کی معلومات حاصل کرلیں۔ وہ واپس کرنل کے یہاں پہنچا تو ٹیکسی ڈرائیور گرفتار کر لیا گیا۔ تھینکس گاڈ کہ ہم نے اُسے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ ورنہ میرا نام مشتبہ افراد کی فہرست میں آجاتا۔ اب یہ سوزدکو اچانک ہی ہارڈے کو اپنے یہاں لے جا رہی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فرہاد نے ہارڈے کے متعلق اہم معلومات فراہم کی ہیں۔"

وہ ایک سگار نکال کر اس کے آخری حصے کو دانتوں سے کاٹنے لگا۔ اسے سلگانے کے دوران بھی وہ سوچ رہا تھا۔

"جب سوزدکو غائب ہو جائے گی تو کرنل یقیناً فرہاد کو ہی اس کی تلاش میں بھیجے گا اور سونیا تو ضرور اس کے ساتھ ہو گی کیونکہ وہ کتیا کی طرح سونگھنا جانتی ہے۔ سوزدکو کی بُو پر وہ ہمارے پیچھے دوڑے گی۔ اچھا ہے اس طرح دونوں میاں بیوی کو ٹریپ کرنے کا موقع ملے گا۔"

میں اطمینان سے اپنے بستر پر لیٹا ہوا اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ حالانکہ وہ اطمینان کا وقت نہیں تھا۔ مجھے فوراً ہی میدانِ عمل میں آجانا چاہیئے تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ سوزدکو اغوا کر کے لے جاتے میں کرنل کے آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچ جاتا اور ان کے منصوبے کو ناکام بنا دیتا۔ مگر کیسے؟

میں کرنل سے کیسے کہتا کہ مجھے سوزدکو کے اغوا ہونے کا علم کس طرح ہوا ہے؟ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو میں کسی صورت میں بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنے راز کو اپنی حد تک محدود رکھنا دانشمندی ہے۔ فرض کیجئے اگر میں کرنل کے سامنے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ظاہر کر دیتا تو وہ مجھ سے متاثر ہونے کے بجائے خوفزدہ ہو جاتا۔ اس کے دماغ میں سب سے پہلے یہی بات آتی کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس ملک کی وزارتِ خارجہ کے ہر چھوٹے بڑے راز سے باخبر ہوتا رہوں گا۔ ابھی جبکہ اُسے میری سننے والی صلاحیت کا علم ہوا تھا تو وہ مجھے ملک سے باہر جانے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اور اگر اُسے ٹیلی پیتھی کا علم ہو جاتا تو وہ مجھے کسی نہ کسی طرح ختم کر دینے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔

بہتر یہی تھا کہ ابھی میں اطمینان سے بستر پر پڑا رہتا جیسا کہ .. میجر یاماگوچی سوچ رہا تھا کہ سونیا سوزدکو کی بُو سونگھتی ہوئی ان کے پیچھے دوڑے گی تو پھر اس کے منصوبے کے مطابق کام ہونا چاہیئے۔ اب میں دوڑنے کے بجائے سونیا کو دوڑاؤں گا۔ یاماگوچی کی سوچ پڑھنے کے دوران اس کے دماغ سے فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھایا تو مونیکا کی آواز سنائی دی۔

"میجر آئی ہوپ مسنگ ہارڈے۔ وہ کلب سے جا چکا ہے۔"

میجر یاماگوچی نے "نیور مائنڈ" کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ پھر سوچ کے ذریعہ رینگتا ہوا سوزدکو تک پہنچ گیا۔ وہاں تک پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی۔ اس وقت تک نجی ہارا اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اس کے آدمیوں نے سوزدکو کو ریوالور کی زد میں لے کر اسے کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا تھا اور اس کے خوبصورت کنوارے ہونٹوں پر ٹیپ لگا دیا تھا تاکہ وہ بلند آواز سے جوانی کا کوئی ترانہ نہ سنا سکے۔ کار

کی کھڑکیوں پر ایسے کلرڈ شیشے لگے ہوئے تھے کہ جن کے آر پار باہر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ مگر باہر سے اندر بیٹھے ہوئے لوگ نظر نہیں آتے تھے۔ مجی ہارا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ پچھلی سیٹ پر سوزدکو اور ہاروے ایک جاپانی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے جس کے ہاتھ میں ایک بھرا ہوا ریوالور تھا۔ سوزدکو کے ہونٹ بند تھے اور آنکھیں دہشت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ اپنی تسلی کے لئے سوچ رہی تھی کہ پپا کے آدمی ضرور اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ یہ سوچنے کے باوجود اس کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ کیوں کہ سیکرٹ سروس کا کوئی آدمی اس کی مدد کے لئے نہیں پہنچ رہا تھا۔

ایسا سوچتے وقت وہ کبھی کھڑکی اور کبھی ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی جا رہی تھی۔ ساتھ ہی اس کا دماغ کہتا جا رہا تھا کہ وہ کہاں سے گذر رہی ہے اور میں راستوں کو سمجھتا جا رہا تھا۔ جب آدھ گھنٹہ گذر گیا تو میں نے تھوڑی دیر کے لئے سوزدکو کا ساتھ چھوڑ دیا اور کرنل جوشو ہو کی خبر لینے لگا وہ بے چینی سے اپنی بیٹی کا انتظار کر رہا تھا۔ جو ہاروے کو اپنے ساتھ لانے والی تھی۔ پروگرام کے مطابق جب ہاروے وہاں پہنچتا تو اس کی تلاشی لی جاتی۔ پھر اس کی جیب سے زہریلا قلم برآمد ہوتے ہی اسے حراست میں لے لیا جاتا۔ بیچارہ کرنل اس بات سے بے خبر تھا کہ میجر یاماگوچی اس سے زیادہ تیزی دکھا چکا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ سیج کے ذریعہ اسے سوزدکو کے متعلق تشویش میں مبتلا کروں کہ وہ اب تک واپس کیوں نہیں آئی ہے۔ مگر اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کرنل نے ریسور اٹھایا تو دوسری طرف سے آواز آئی

"ہیلو کرنل۔ ہمارا جو آدمی سوزدکو کی نگرانی کر رہا تھا اس کی کار میں اچانک ہی خرابی پیدا ہو گئی اس نے ہمیں اطلاع دی کہ ہم مس سوزدکو کی کار کا تعاقب کریں اور ہم تعاقب کر رہے تھے کہ اچانک ہی کار کا ٹائر برسٹ ہو گیا۔ کسی نے پیچھے پر فائر کیا تھا۔ ہم نے فائر کرنے والے کو تلاش کیا مگر پتہ نہیں وہ کہاں غائب ہو گیا۔ خدا آپ کی صاحبزادی کو محفوظ رکھے ہمارا خیال ہے کہ وہ بخیریت آپ کے پاس پہنچ گئی ہوں گی۔"

کرنل غصے سے دہاڑنے لگا۔ انہیں لعنت و ملامت کرنے لگا کہ انہوں نے سوزدکو کا تعاقب کیوں نہیں کیا مگر وہ کیسے کرتے انہیں فوری طور پر دوسری گاڑی دستیاب نہ ہو سکی تھی۔ کرنل تیزی سے چلتا ہوا اپنے پرائیویٹ چیمبر میں پہنچ گیا پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعہ وسیع پیمانے پر اطلاع پہنچانے لگا کہ سوزدکو اغوا کی جا رہی ہے۔ شہر کی جس گاڑی پر شبہ ہو اسے فوراً روک کر چیک کیا جائے۔ یہ خبر اس نے میرے جاپانی ملازم تنگیر و تک بھی پہنچائی اور اس کے ذریعہ مجھے فوراً ہی طلب کیا۔ پھر کرنل کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ تنگیر و کو صرف ملازم کی حیثیت سے میرے پاس رہنا چاہیئے۔ اس کے ذریعہ مجھے اطلاع نہیں کرنی چاہیئے اس نے فوراً ہی تنگیر و کو یہ پیغام پہنچانے سے روک دیا۔ پھر وہ پرائیویٹ چیمبر سے نکل کر فون کے پاس آیا۔ اپنی نوجوان لاڈلی بیٹی کی گمشدگی کے باعث اس پر گھبراہٹ طاری ہو گئی تھی۔ اب وہ سنبھل کر فون پر مجھ سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔

چند لمحوں بعد میرے کمرے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں مسکراتا ہوا اپنی جگہ سے اُٹھ کر ٹیلی فون کے پاس آیا آئندہ پیش آنے والی باتیں قبل از وقت معلوم ہو جائیں تو حالات سے ایک عجیب سی دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے بیشک بعض اوقات پیش آنے والے حالات کے متعلق معلوم ہونے کے باوجود کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ سوچیں گے کہ میں اصل مجرم یاماگوچی سے دماغی رابطہ قائم کر کے اس کے پاس پہنچ سکتا تھا اور جیسا کہ مجرموں کے ساتھ میرا طریقہ رہا ہے میں میجر یاماگوچی کو بھی دماغی خلل میں مبتلا کر کے اس سے جرم کا اعتراف کرا سکتا تھا۔ لیکن بات صرف یاماگوچی تک ہی محدود نہیں تھی کیونکہ وہ تو صرف اپنے مفاد کی خاطر کرنل جوشو ہو کے عہدے پر قائم ہونے کے لئے کسی غیر ملکی خفیہ تنظیم کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا تھا اگر میں فوراً ہی یاماگوچی پر ہاتھ ڈالتا تو اس خفیہ تنظیم کے اندر تک پہنچنے کے راستے دشوار ہو جاتے۔ بہرحال میں نے ٹیلی فون کا ریسور اٹھایا تو کرنل کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو فرہاد کیا تم ہو؟"

"جی ہاں! فرمایئے۔"

وہ فرمانے لگا۔ سوزدکو کے متعلق وہی باتیں جو مجھے معلوم ہو چکی تھیں اپنی بات پوری کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"تم فوراً اپنی گاڑی لے کر یہاں آ جاؤ۔ اغوا کرنے والوں کے اطراف جال پھیلا دیا گیا ہے کہیں سے اطلاع ملتے ہی تم سوزدکو کو لینے جاؤ گے۔"

میں نے فوراً ہی کہا۔

"آپ ریسور نہ رکھیں پہلے میری بات سن لیں۔ سوزدکو کی گمشدگی نے آپ کو پریشان کر دیا ہے۔ پریشانی میں آپ یہ بات بھول گئے کہ آپ کی بیٹی بڑی آسانی سے لائی جا سکتی ہے۔"

"وہ کیسے؟ جلدی بتاؤ۔"

میں نے کہا "سوزدکو نے کلب جانے سے پہلے لباس تبدیل کیا ہو گا۔ اپنا جو لباس وہ گھر میں اتار کر گئی ہے اسے حفاظت سے رکھیں سونیا اسے سونگھ کر سوزدکو تک پہنچ جائے گی۔"

کرنل نے خوشی سے چیختے ہوئے کہا۔

"بریوو۔ خدا کی قسم تم اور سونیا دونوں ہی لاجواب ہو۔ میں تو گھبراہٹ میں بھول ہی گیا تھا۔ سونیا کو فوراً ہی لے کر آؤ۔"

میں ریسور رکھ کر سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ فرمان کو سلا چکی تھی میں نے اس سے کہا۔

"سونیا فوراً تیار ہو جاؤ۔ کرنل کی بیٹی سوزدکو اغوا کر لی گئی ہے تمہیں اب اس کی بو کے پیچھے دوڑنا ہے۔ فرمان کو تو اب سنبھالے گی"

وہ الماری کھول کر کپڑے نکالتے ہوئے بولی۔

"تم فرمان کیوں کہتے ہو۔ پیار سے نومی کیوں نہیں کہتے۔"

"اچھا بھئی ہزار بار نومی کہا کروں گا۔ خدا کے لئے جلدی تیار ہو جاؤ۔"

وہ کپڑے تبدیل کرنے کے لئے باتھ روم میں چلی گئی۔ وہ تھوڑی دیر بعد سیاہ چست پتلون اور کھلے گلے کی گلابی بنیان پہن کر آ گئی۔ دوست دشمنوں پر بھی بجلی گرانے کے لئے یہ لباس کافی تھا۔ کرنل کی رہائش گاہ کی طرف جاتے ہوئے میں نے کہا۔

"میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں کہ سوزدکو کہاں ہے۔ میں سوچ کے ذریعہ تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا تم آسانی وہاں پہنچ جاؤ گی۔ مگر یہ مجبوری ہے کہ سارا کام میں کروں گا اور کریڈٹ تمہیں ملے گا۔"

"جی نہیں۔ میں تمہاری محتاج نہیں ہوں۔ تم مجھے گائیڈ نہیں کرو گے تب بھی میں سوزدکو تک پہنچ جاؤں گی۔ مجھے بھی اپنی صلاحیت پر بھروسہ ہے۔"

"اچھا۔" میں نے چیلنج کے انداز میں کہا "شرط لگاؤ گی؟"

"ہو جائے شرط۔ بولو کیا ہارو گے؟"

"سونیا۔ میں نے ہارنا نہیں سیکھا۔"

"اچھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعہ مجھے راستے سے بھٹکا دو گے۔ دیکھو یہ بدمعاشی نہیں چلے گی۔"

"ارے ساری بدمعاشیاں تو تم سے ہو چکی ہیں۔ اس بار اپنے نومی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ نہیں بھٹکاؤں گا۔"

میں نے فرمان کو اپنا بیٹا نومی کہا تھا اس لئے وہ خوش ہو کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"ہاؤ سوئیٹ یو آر۔ تم نے نومی کو بیٹا کہہ کر مجھے سارے جہان کی خوشیاں دے دی ہیں۔ اب میں تم پر ضرور اعتماد کروں گی کہ تم سوچ کے ذریعے مجھے مس گائیڈ نہیں کرو گے۔ ہاں مگر شرط کیا ہو گی یہ طے کر لو۔ اگر میں جیت جاؤں گی اور سوزدکو کو اپنی صلاحیت کے بل پر واپس لاؤں گی تو تم روزانہ ایک گھنٹہ نومی کو اپنی گود میں کھلایا کرو گے۔"

"اچھی بات ہے اگر تم ہار جاؤ گی تو آئندہ کبھی شادی کا لفظ زبان پر نہیں لاؤ گی۔"

"آں۔" وہ پریشان ہو کر میرا منہ تکنے لگی۔ میں ایک عورت کی سب سے بڑی خوشی ایک بازی میں جیت لینا چاہتا تھا یعنی اسے اسی کی ضد سے محروم کر دینا چاہتا تھا۔ وہ چند لمحے سوچ کر بڑے عزم سے بولی۔

"تم سمجھتے کیا ہو۔ تمہاری طرح میں نے بھی ہارنا نہیں سیکھا ہے۔ اب جیتنے کے لئے جان کی بازی لگا دوں گی۔ سوزدکو میرے ہاتھوں ہی لائی جائے گی۔"

وہ جو کہتے ہیں "کسی کی جان گئی، آپ کی ادا ٹھہری" تو وہی حال ہمارا تھا وہاں سوزدکو کی جان پر بنی ہوئی تھی اور یہاں ہم شرطیں لگا رہے تھے۔ ویسے یہ میں بتا دوں کہ میجر یاماگوچی میرا ٹارگیٹ تھا اور میں اسی میجر کے پیچھے کام کرنے والی تنظیم تک پہنچنا چاہتا تھا۔ مجھے سوزدکو کی فکر نہیں تھی کیونکہ وہ صرف کرنل کو بلیک میل کرنے کے لئے یا اسے موجودہ عہدے سے ہٹانے کے لئے سوزدکو کو ضمانت کے طور پر لے جا رہے تھے وہ اس لڑکی کو جانی یا جسمانی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اسی لئے میں نے اسے سونیا کے بھروسے پر چھوڑ دیا۔

ہم کرنل کی رہائش گاہ پر پہنچے تو اس بار ہماری تلاشی نہیں لی گئی ہمیں فوراً ہی کرنل کے پاس پہنچا دیا گیا۔ وہ اپنی بیٹی کا لباس لئے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ سونیا کو دیکھتے ہی فوراً اس کی جانب لباس بڑھاتے ہوئے بولا۔

"سونیا! تم بھی میری بیٹی ہو۔ خدا کا شکر ہے اپنی بہن سوزدکو کو فوراً ڈھونڈ کر لے آؤ۔ میں نے ابھی تک اس کی ماں کو اس کی گمشدگی کی خبر نہیں دی ہے۔ اسے معلوم ہو گا تو وہ بیٹی کے لئے رو رو کر بُرا حال کر لے گی۔"

سونیا اس کے لباس کو سونگھنے لگی۔ سامنے میز پر دو ریوالور دو پاکٹ سائز ٹرانسمیٹر اور کارتوس کی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ کرنل نے مجھ سے کہا۔

"تمہیں اور سونیا کو ان چیزوں کی ضرورت ہے انہیں رکھ لو۔ اور ٹرانسمیٹر کے ذریعہ ایک ایک پل کی خبر پہنچاتے رہو۔"

"میرا اور سونیا کا ایک ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔ آپ کے محکمے میں جو آپ کے دشمن ہیں وہ سونیا کی صلاحیت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ وہ یقیناً پہلے سے جانتے ہوں گے کہ سوزدکو تک پہنچنے کے لئے سونیا سے کام لیا جائے گا۔ لہٰذا وہ سونیا کو گھیرنے یا اُسے نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے اگر آپ مناسب سمجھیں تو سونیا کو اپنے چند فوجی جوانوں کے ساتھ روانہ کریں۔ میں اپنی کار میں ان سے کچھ فاصلے پر رہوں گا۔"

کرنل میرے مشورے پر کچھ اعتراض کرنا چاہتا تھا۔ اسی وقت سونیا نے کہا۔

"مجھے سوزدکو کی بُو مل رہی ہے آپ فوراً اپنے آدمیوں کو میرے ساتھ کر دیں۔"

کرنل سب کچھ بھول کر ہمارے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ اس کے حکم پر فوراً ہی ایک جیپ کار گیراج سے نکالی گئی۔ سونیا اس میں چار مسلح نوجوانوں کے ساتھ بیٹھ کر روانہ ہو گئی۔ میں نے بھی اپنی کار ان کے پیچھے لگا دی۔ کچھ دور جانے کے بعد میں سوزدکو کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اس وقت وہ ایک بند کمرے میں ایک طرف آئینے

کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک شخص اس کے بائیں طرف ریوالور لئے کھڑا تھا۔ دوسرا شخص اس کے چہرے پر ماسک چڑھانے کے بعد میک اپ .... کا آخری ٹچ دے رہا تھا۔ پھر وہ ایک وگ کے ذریعہ اس کا ہیر اسٹائل بدلنے لگا۔ اب سوزو کو خود کو نہیں پہچان رہی تھی۔ اس کا چہرہ بالکل بدل گیا تھا۔

اب اس کے ماں باپ بھی اُسے نہیں پہچان سکتے تھے لیکن میں پہچان سکتا تھا۔ میک اپ اور گٹ اپ سے چہرہ بدل سکتا ہے دماغ اور اس کی سوچ نہیں بدل سکتی۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"میں کہاں ہوں؟ یہ کونسی جگہ ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "پتہ نہیں یہ لوگ مجھے کہاں لے آئے ہیں۔ یہاں پہنچنے سے پہلے ان شیطانوں نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ مجھے اس کمرے میں لاکر پٹی کھول دی۔"

میں اس کی سوچ پڑھ کر وقتی طور پر مایوس ہو گیا کیونکہ وہ لوگ جب تک اُسے وہاں سے باہر دوسری جگہ نہ لے جاتے۔ تب تک میں اس کے دماغ کے ذریعہ اس جگہ کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ ویسے سونیا بازی لے جا رہی تھی۔ سوزو کو کا چہرہ بدل گیا تھا مگر اس کے بدن کی مخصوص بُو دبی تھی جس کی کشش پر سونیا تیزی سے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

کیا وہ جیت جائے گی؟ کیا میں ہار جاؤں گا؟ اپنی شکست کون پسند کرتا ہے۔ میں سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ وہ جس گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی اس کے ڈرائیور کو ہدایات دے رہی تھی کبھی دائیں بائیں مڑنے کو کہتی تھی کبھی سیدھے راستے پر چلنے کا مشورہ دیتی تھی۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعہ کرنل کو بتایا کہ وہ سوزو کو کے قریب پہنچتی جا رہی ہے۔

ایک چھ منزلہ عمارت کے قریب پہنچ کر سونیا نے گاڑی روکنے کے لئے کہا۔ یعنی وہ منزل کے قریب پہنچ گئی تھی۔ سوزو کو اسی عمارت کے کسی کمرے سے برآمد کی جا سکتی تھی۔ میں نے سوزو کو کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اب وہ سہ طرفہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ میک اپ مین اس کے اطراف گھوم کر جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے مطمئن ہو کر کہا۔

"ایک دم پرفیکٹ۔ اب تو تمہارا باپ بھی تمہیں نہیں پہچان سکے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے سنگار میز پر سے تسینل کی بوتل اٹھائی پھر سوزو کو کے لباس پر خوشبو اسپرے کرنے لگا۔ دوسری طرف سونیا ایک دم ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔ سوزو کو کے بدن کی بو تسینل کی خوشبو میں گم ہو گئی تھی۔ اب پتہ نہیں چل رہا تھا کہ سوزو کو کس سمت پائی جا سکتی ہے۔

اور سونیا جیتی ہوئی بازی ہارنے والی تھی مگر وہ مٹھیاں بھینچ کر سوچ رہی تھی۔ "نہیں میں ہارنا نہیں جانتی۔ شکست فرہاد کی ہوگی....."

چھ منزلہ عمارت کے اندر زینے کے نچلے سرے پر کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں تک وہ بڑی کامیابی سے سوزو کو کی بو سونگھتی ہوئی پہنچ گئی تھی۔ یقیناً اس عمارت کے کسی کمرے میں سوزو کو موجود تھی لیکن زینے تک پہنچتے ہی سوزو کو کی جیتی بازی ہارنے لگی۔

سوزو کو تسینل کی خوشبو میں نہا گئی تھی۔ اور اس کے بدن کی وہ مخصوص بو گم ہو گئی تھی جو سونیا کو کھینچ کر اس طرف لا رہی تھی۔ سونیا تھوڑی دیر تک وہاں کھڑی پریشانی سے سوچتی رہی۔ ایک فوجی نوجوان نے اس سے پوچھا۔

"کیا بات ہے مادام؟ کیا آپ غلط جگہ پر آ گئی ہیں؟"

"نہیں ــــ سوزو کو اسی عمارت میں کہیں موجود ہے۔ مگر دشمن بہت زیادہ چالاک ہیں انہوں نے اُسے کسی دوسری قسم کی بو میں چھپا دیا ہے۔ میں ٹھیک اسی جگہ نہیں پہنچ سکتی جہاں وہ موجود ہے۔"

دوسرے فوجی نوجوان نے لفٹ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ ہم پوری عمارت کی تلاشی لیں گے۔ آپ دو آدمیوں کے ساتھ زینے کے ذریعہ اوپر جائیں اور ہم لفٹ کے ذریعہ جا رہے ہیں۔ ہم یہاں کی ہر منزل کو چیک کرتے ہوئے اوپر جائیں گے۔"

میں نے عمارت سے ذرا دور پہنچ کر گاڑی روک دی تھی اور اگلی سیٹ پر بیٹھا چپ چاپ دماغ کی اسکرین پر سونیا اور سوزو کو کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ ایسے موقع پر میں نے اس کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"سونیا ڈارلنگ مان جاؤ۔ اس وقت تمہیں میری ضرورت ہے۔ ہار مان جاؤ ورنہ سوزو کو ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

وہ دو فوجی جوانوں کے ساتھ زینے پر چڑھتی ہوئی سوچ کے ذریعہ بولی۔

"میں ہار نہیں مانوں گی۔ تم مجھے نروس نہ کرو۔ میں دیکھوں گی کہ وہ لوگ کب تک سوزو کو کو چھپا کر رکھتے ہیں۔ ہر انسان کے جسم کی بو اس کی آخری سانس تک اس کے ساتھ رہتی ہے۔ باقی خوشبوئیں آتی جاتی ہیں۔ سوزو کو جس خوشبو میں چھپی ہوئی ہے وہ تھوڑی دیر بعد ختم ہو جائے گی۔ میں وہاں تک پہنچ جاؤں گی۔"

وہ آگے بڑھتی ہوئی اس عمارت کی پہلی منزل پر پہنچ گئی۔ میں نے اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر سوزو کو کی طرف توجہ دینے لگا۔ پتہ نہیں وہ عمارت کی کس منزل پر تھی۔ اب اس کے پاس فجی ہارا کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں کے اندر تھے اور وہ سوزو کو سے کہہ رہا تھا۔

"دیکھو میری دائیں جیب میں پستول ہے۔ میں تمہارے پاس تمہارے ساتھ ساتھ چلتا رہوں گا۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتی ہو تو اس عمارت سے باہر نکلتے وقت شور نہ مچانا اور نہ ہی کسی کو اشارتاً اپنی جانب

متوجہ کرنے کی کوشش کرنا۔ یہ حسن، یہ جوانی اور یہ زندگی بہت قیمتی ہے اس کی قدر کرو اور چپ چاپ چلتی رہو۔"

وہ دونوں اس کمرے سے نکل کر کوریڈور میں آ گئے اور شانہ بشانہ چلتے ہوئے لفٹ کی طرف جانے لگے۔ لفٹ کے سامنے پہنچ کر سوزو کو نے دروازے پر نظر کی تو اس کے ذریعہ مجھے پتہ چلا کہ وہ تیسری منزل پر ہے لفٹ کے دو دروازے تھے ایک لفٹ سے نیچے کے لوگ اوپر آ رہے تھے اور دوسری لفٹ سے اوپر کے لوگ نیچے جا رہے تھے دونوں لفٹیں بیک وقت آ کر تیسری منزل پر رکیں۔ دونوں کے دروازے بیک وقت کھلے۔ نیچے سے آنے والے دو فوجی لفٹ سے باہر آئے انہیں دیکھتے ہی سوزو کو کی آنکھوں میں امید کی چمک پیدا ہوئی۔ وہ اک دم سے اڑ کر ان کی پناہ میں پہنچ جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت فجی ہارا کی دائیں جیب سوزو کو کی بائیں پسلی پر آئی۔ وہ پستول کی نال محسوس کر رہی تھی اور فجی ہارا کی جھبتی ہوئی سرگوشی سن رہی تھی۔

"میری انگلی ٹریگر پر ہے اور گولی چلنے ہی والی ہے۔ بہتر ہے کہ اس سے پہلے تم لفٹ کے اندر چلو۔"

اتنی سی دیر میں وہ دونوں فوجی اس پر ایک سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے گذر گئے تھے۔ وہ اسے کسی دوسری لڑکی کے میک اپ میں کبھی بھی پہچان نہیں سکتے تھے۔ وہ ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ لفٹ کے اندر چلی گئی۔ لفٹ کا دروازہ بند ہو گیا۔ دروازے پر لکھے ہوئے نمبر بتا رہے تھے کہ اب وہ نیچے جا رہی ہے۔ سونیا سیڑھی چڑھتی ہوئی اوپر پہنچ گئی۔ میں نے اُسے پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ وہ بھٹک جائے گی۔ ویسے بڑے سے بڑے سراغرساں بھی مجرموں کے تعاقب میں بھٹکتے ہیں۔ چوہے بلی کے اس کھیل میں سسپنس رہے تو دلچسپی بڑھتی ہی جاتی ہے میں بھی بڑی دلچسپی سے اس وقت کا انتظار کر رہا تھا کہ دیکھوں سونیا کب اپنی صلاحیت کے بل پر سوزو کو تک پہنچتی ہے۔

یہ انتظار اس لئے بھی تھا کہ میں خود اس خفیہ تنظیم تک پہنچنا چاہتا تھا جو بیجر یا گوچی کو اپنے مفاد کی خاطر سیکرٹ سروس کا چیف بنانا چاہتی تھی۔ اگر ہمارا مقصد صرف سوزو کو کی واپسی ہوتا تو اب تک فجی ہارا کی گردن میرے ہاتھوں میں ہوتی۔ اب وہ سوزو کو کو لے کر عمارت کے باہر آ گیا تھا۔ میں دور اپنی کار میں بیٹھا ہوا انہیں دیکھ رہا تھا۔ سوزو کو کا بدلا ہوا میک اپ اور گیٹ اپ ایسا تھا کہ میں بھی اسے چہرے سے پہچان نہیں سکتا تھا لیکن چلتے پھرتے وقت انسان کا دماغ سمجھاتا رہتا ہے کہ وہ کہاں کہاں سے گزر رہا ہے۔ سوزو کو کے دماغ نے بھی جب یہ کہا کہ وہ عمارت سے باہر آ رہی ہے تب میں نے ایک نوجوان لڑکی کو ایک جاپانی کے ساتھ باہر نکلتے دیکھا۔ وہ دونوں فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ سڑک کے کنارے دور تک کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ایک کار کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ مجھے ان کے قریب جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں جہاں تھا وہیں سے انہیں دیکھ سکتا تھا اور سن سکتا تھا۔ فجی ہارا سوزو کو کو حکم دے رہا تھا۔

"چلو پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ جاؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لئے مجبور تھی۔ کیونکہ اسے اپنی زندگی سے اور اپنے آپ سے بہت محبت تھی۔ چونکہ مرنے سے ڈرتی تھی اس لئے دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ فجی ہارا بھی اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا جب کار آگے بڑھ گئی تب میں نے بھی اپنی کار کو آگے بڑھاتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے ان سے رابطہ ختم کر دیا اور سونیا کا حال معلوم کرنے لگا۔ چونکہ تیسری منزل سے تسینل کی زوردار خوشبو گذر چکی تھی اس لئے سونیا اب پھر سوزو کو کی بو محسوس کر رہی تھی۔ اس نے کوریڈور کی طرف بڑھتے ہوئے مسلح نوجوان سے کہا۔

"جلدی آؤ میں نے اسے پھر ڈھونڈ لیا ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کوریڈور کے آخری سرے پر ایک دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ پھر اس نے آہستگی سے کہا۔

"سوزو کو اس کمرے میں ہے۔ ذرا احتیاط سے جاؤ۔"

وہ سب دروازے کے آس پاس دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے ریوالور نکال کر دروازے پر دستک دی۔ دستک دیتے ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔ کمرہ بالکل خالی تھا۔ ایک نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"یہاں تو کوئی نہیں ہے۔ مادام آپ ہمیں خواہ مخواہ بھٹکا رہی ہیں۔"

سونیا بدستور سونگھتی ہوئی اور آگے بڑھتی ہوئی باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔ وہاں سوزو کو کا وہ لباس رکھا ہوا تھا جسے وہ اتار کر گئی تھی۔ اس کے چہرے کے ساتھ ساتھ اس کے لباس کو بھی بدل دیا گیا تھا۔ سونیا لباس اٹھا کر باتھ روم سے باہر آئی اور فوجی نوجوان سے بولی۔

"ابھی تم نے کہا تھا کہ میں تم لوگوں کو بھٹکا رہی ہوں۔ یہ دیکھو یہ سوزو کو کا لباس ہے۔ اگر اسے تم نہیں پہچانتے تو کرنل سے جا کر پوچھو۔"

یہ کہہ کر اس نے غصے سے اس لباس کو فوجی نوجوان کے منہ پر پھینک دیا۔ پھر اسی طرح بگڑتی ہوئی بولی۔

"تم جیسے لوگ میری صلاحیت کو چیلنج نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ سوزو کو کو یہاں لائے تھے اور ابھی یہاں سے لے گئے ہیں۔"

سونیا غصے میں ان سے کہہ رہی تھی کہ وہ لوگ اس کی صلاحیت کو چیلنج نہیں کر سکتے۔ دراصل چیلنج تو میں نے کیا تھا اور وہ غصہ ان پر اتار رہی تھی۔ وہ لوگ کمرے کی ایک ایک چیز کو اٹھا کر دیکھنے لگے میک اپ ... کا سامان اور سر کے بالوں کے کچھ ٹکڑے یہ ظاہر کر رہے تھے کہ سوزو کو نے میک اپ کیا ہے یا پھر جبراً اس کا گٹ اپ تبدیل کیا گیا ہے تاکہ تعاقب کرنے والے اسے پہچان نہ سکیں۔ سونیا ٹرانسمیٹر آن کر کے کرنل سے باتیں کر رہی تھی۔ اس نے اب تک کی رپورٹ پیش کرنے کے بعد کہا۔

"جناب دشمنوں کو یہ علم ہے کہ میں اپنی صلاحیتوں کے بل پر ان کا پیچھا کر رہی ہوں۔ اس لئے وہ سوزوکو کو کسی خوشبو میں چھپا کر میرا راستہ کاٹ رہے ہیں لیکن میں بے بس اور مجبور نہیں ہوں۔ وہ خوشبو ختم ہوتے ہی میں پھر سوزوکو کی بو کو پالوں گی۔"

ان کی باتیں ختم ہوتے ہی میں نے ٹرانسمٹر سے رابطہ قائم کیا۔

"جناب میں سونیا کے پیچھے چلتا ہوا ایک عمارت کے سامنے پہنچ گیا ہوں۔ سونیا عمارت کے اندر گئی تھی مگر اب تک واپس نہیں آئی۔ اگر آپ حکم دیں تو میں بھی عمارت کے اندر جاؤں۔ اوور۔"

"نہیں فرہاد تم وہیں ٹھہرو۔ اگر کوئی بھی کسی لڑکی کو اس عمارت سے لے کر باہر نکلے تو تم انہیں فوراً چیک کرو۔ سونیا کی رپورٹ ہے کہ سوزوکو کا گٹ اپ بدل دیا گیا ہے۔"

میں نے جواباً کرنل کو بتایا کہ ابھی میں نے ایک لڑکی کو ایک آدمی کے ساتھ عمارت سے باہر نکلتے دیکھا ہے پھر وہ دونوں ایک کار میں بیٹھ کر جنوب کی طرف گئے ہیں۔ میں نے شبہ ظاہر کیا تو کرنل نے فوراً ہی ان کا پیچھا کرنے کو کہا۔ میں یہی چاہتا تھا کیونکہ میں پہلے ہی ان کے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔ کرنل نے مجھ سے ان کی گاڑی کا رنگ پوچھا تھا۔ وہ سوزوکو کو بلیو رنگ کی سیڈان میں لے گئے تھے۔ لیکن میں نے کرنل کو سفید رنگ کی ٹیوٹا بتایا۔ کیونکہ میں سوزوکو کو وہاں ضرور پہنچانا چاہتا تھا۔ جہاں میجر یاما گوچی کے حکم سے مجی ہارا اُسے لے جا رہا تھا۔

ان کا تعاقب کرنے کے دوران میں نے یاما گوچی کی خبر لی۔ اب وہ دماغ کی اسکرین پر ٹوکیو انٹرنیشنل ائیرپورٹ کی عمارت میں نظر آ رہا تھا تھوڑی دیر بعد میں نے اسے ایک ٹوائیلٹ میں پایا۔ میں نے لاحول... پڑھتے ہوئے سوچا ٹوائیلٹ میں کسی کو نہیں دیکھنا چاہیئے۔ لیکن پھر اس کا ارادہ ظاہر ہو گیا۔ وہ اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمٹر نکال کر اسے آن کرنے کے بعد دھیمی آواز میں کہنے لگا۔

"ہیلو۔ فرسٹ مین کالنگ۔ ہیلو فرسٹ مین کالنگ۔ اوور۔"

وہ خود کو یاما گوچی نہیں کہہ رہا تھا۔ اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس کی آواز کرنل کے ٹرانسمٹر میں بھی پکڑی جا سکتی ہے۔ شاید فرسٹ مین اس کا کوڈ نیم تھا۔ دوسری طرف سے جواب ملتے ہی اس نے کہا۔

"مال ڈلیور کر دیا گیا ہے۔ مال لے جانے والے کو جو بھی راستہ آسان ملے گا وہ اسی راستے سے وہاں پہنچ جائے گا۔ میں دو گھنٹے بعد کی فلائیٹ سے پہنچ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے یہ نہیں بتایا کہ کہاں پہنچ رہا ہے۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے ذہن کو کریدتا رہا تو پتہ چلا کہ وہ جاپان کے چوتھے بڑے جزیرے "کونا یشیو" کی طرف جا رہا ہے اور اس کی منزل شہر "فوکوکا" ہے۔

میں نے یاما گوچی کا پیچھا چھوڑ دیا۔ تاکہ دو گھنٹے بعد وہ فوکوکا پہنچ جائے تو پھر میں اس کی خبر لوں۔ اس عرصے میں مجی ہارا کی کار ٹوکیو شہر سے باہر نکل گئی تھی۔ میری کار بھی ہائی وے پر آ گئی تھی۔ میں اتنے فاصلے پر ان کے پیچھے جا رہا تھا کہ نہ وہ مجھے دیکھ سکتے تھے نہ میں انہیں دیکھ سکتا تھا۔ صرف سوچ کی صراطِ مستقیم پر ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ اس وقت میں نے مجی ہارا کے دماغ کو کریدنا شروع کیا تو پتہ چلا کہ وہ شہر اوسلیکا کی طرف جا رہا ہے جو بندرگاہ بھی ہے۔ وہ وہاں سے لانچ کے ذریعہ کوبو ٹو جائے گا۔ پھر...... ٹرین کے ذریعہ فوکوکا پہنچے گا۔ میں نے ہائی وے کے کنارے گاڑی روک دی پھر ٹرانسمٹر کے ذریعہ رابطہ قائم کرتے ہوئے کرنل سے کہا۔

"جناب میں سفید رنگ کی ٹیوٹا کو تلاش کرتے ہوئے ہائی وے تک پہنچ گیا ہوں مگر وہ گاڑی نظر نہیں آئی۔ اگر سونیا نے ٹریس آؤٹ کیا ہو تو بتائیں۔"

میں سب دکھاوے کا کام کر رہا تھا۔ میں سونیا سے سوچ کے ذریعہ معلوم کر سکتا تھا۔ مگر کرنل پر اپنی کارکردگی ظاہر کرنی تھی لہٰذا اس کی وساطت سے سونیا کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ کرنل نے جواب دیا۔

"سونیا ابھی تک بُو کا انتظار کر رہی ہے وہ کہتی ہے کہ وہ لوگ جس گاڑی میں سوزوکو کو لے جا رہے ہیں اس گاڑی کے تمام شیشے چڑھا دیئے گئے ہیں ورنہ تیز رفتاری سے بھاگنے والی کار کی کھڑکیاں کھلی ہوں تو بدن پر لگائی ہوئی خوشبو جلد اڑ جاتی ہے اور بدن کی مخصوص بُو جاگر ہو جاتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ دشمن سونیا کی طرف سے بہت زیادہ محتاط ہیں۔ اگر وہ مسلح نوجوانوں کے ساتھ نہ ہوتی تو دشمن اسے گھیر کر ضرور مار ڈالتے۔ وہ اس وقت اسی عمارت کے سامنے اپنی گاڑی میں بیٹھی ہوئی ہے۔ کیا تم اس کے پاس واپس جاؤ گے۔ اوور۔"

"جناب میرا ایک مشورہ ہے۔ وہ یہ کہ آپ سونیا کو تنہا چھوڑ دیں اپنے مسلح نوجوانوں کو واپس بلا لیں۔ اب سوزوکو کی واپسی کی یہی صورت ہے کہ دشمن سونیا کو تنہا سمجھ کر اسے گھیرنے کی کوشش کریں۔ وہ تنہا دو چار پر بھاری ہے۔ پھر یہ کہ میں اس کی نگرانی کرتا رہوں گا اس طرح دشمن کے آدمی میری نظر میں آ جائیں گے۔ اس وقت ضرورت اسی بات کی ہے کہ ہم دشمن کے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو پہچان سکیں۔ اوور۔"

"فرہاد تم نے میرے دل کی بات کہی ہے۔ یہ آئیڈیا میرے دماغ میں بھی آیا تھا لیکن میں نے سونیا کو اس لئے تنہا نہیں چھوڑا کہ وہ تمہاری محبت ہے۔ میں ایسا کرتا تو تم مجھے خود غرض سمجھنے لگتے۔ بہرحال اب تم کہہ رہے ہو تو میں مسلح نوجوانوں کو واپس بلا لیتا ہوں۔ اب وہ تنہا رہے گی تم دور سے اس کی نگرانی کرو۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے ٹرانسمٹر کو پاس والی سیٹ پر رکھ دیا۔ اس کے بعد

سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت وہ ٹرانسمٹر پر کرنل سے گفتگو کر رہی تھی کرنل کے حکم کے مطابق اس نے مسلح نوجوانوں سے کہہ دیا کہ وہ واپس چلے جائیں ان کے جانے کے بعد سونیا نے سوچ کے ذریعہ مجھے پکارا۔

"فرہاد! تم کہاں ہو؟ اگر تم میرے دماغ میں موجود ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے اس کی خیالی پکار کا جواب نہیں دیا۔ اس کی ضروری باتیں تو میں اس کی سوچ کے ذریعہ بھی پڑھ سکتا تھا اس لئے چپ چاپ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ خود کیا پلاننگ کرتی ہے۔ وہ پھر سوچنے لگی۔

"دیکھو فرہاد اگر تم میرے اندر چھپے ہوئے ہو تو بتا دو۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ ہمارے درمیان جو شرط لگی ہے میں اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ سمجھ لو کہ تم سے ہار ماننے والی ہوں۔"

وہ مجھے بھڑکا رہی تھی کہ میں اپنی جیت کی خوشی میں بے اختیار اس سے باتیں کرنے لگوں۔ مگر میں بدستور خاموش رہا۔ تب وہ مطمئن ہو کر سوچنے لگی۔

"فرہاد اس وقت میرے دماغ میں نہیں جھانک رہا ہے۔ اس وقت وہ ضرور کسی دوسرے سے دماغی رابطہ قائم کر رہا ہو گا۔ اُف کیسے آدمی سے پالا پڑا ہے۔ جس سے چھپ چھپ کر بہت سنبھل سنبھل کر سوچنا پڑتا ہے۔ ابھی کرنل جوشو ہو کہہ رہا تھا کہ فرہاد کے مشورے پر مجھے تنہا چھوڑا جا رہا ہے۔ اس مشورے کے پیچھے فرہاد کا اپنا کوئی مقصد ضرور ہو گا۔ کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ وہ چاہتا کیا ہے بہرحال یہ بات تو یقینی ہے کہ وہ میرا پیچھا کرے گا۔ پتہ نہیں یہ سوزوکو کہاں مر گئی ہے۔ کم از کم اس کی بُو ہی مل جاتی تو میں فرہاد سے بہت آگے نکل جاتی۔ اب تو ہوائیں سونگھتے رہنا ہی مقدر ہو گیا ہے۔"

مجھے اس کی بڑبڑاتی ہوئی سوچ پر ہنسی آ گئی۔ اب کرنل کے حکم کے مطابق مجھے سونیا کی طرف جانا تھا۔ تاکہ دور ہی سے اس کی نگرانی کرتا رہوں لیکن اس قسم کے احکامات میرے راستے کی رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ اب میں تمام پابندیاں توڑ کر آزادی سے دشمنوں تک پہنچنا چاہتا تھا۔ میں تیزی سے کوئی ایسی تدبیر سوچنے لگا جس سے کرنل اور سونیا وغیرہ سے پیچھا چھوٹ جائے۔ میں نے ایک سگریٹ سلگایا اور اس کے کش لگاتے ہوئے سوچنے لگا۔ میری کار ہائی وے کے کنارے پر کھڑی ہوئی تھی کبھی کبھی تیز رفتار گاڑیاں میرے قریب سے گزر جاتی تھیں۔ مگر میری سوچ صرف اپنی ذات تک مرکوز ہو گئی تھی کہ میں آزاد ہوں اور ہمیشہ آزادی سے آگے بڑھتے رہنے کا عادی ہوں۔ میرے چاروں طرف جو محبت اور قانون کی بندشیں ہیں انہیں ٹوٹ جانا چاہیئے۔

سوچتے سوچتے بات سمجھ میں آ گئی۔ جو تدبیر دماغ میں آئی تھی میں نے اس پر دوبارہ غور کیا۔ پھر اطمینان ہونے کے بعد ٹرانسمٹر کو اٹھا کر سیٹ کے نیچے پھینک دیا۔ ریوالور نکال کر اس کے دستے سے کار ریڈیو کے ڈائل کو توڑ دیا۔ کار کے اندر اسی طرح کی ابتری پھیلا دی پھر کار کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ ہائی وے پر دو گاڑیاں دور جاتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئیں تو میں نے کار کے اگلے ٹائر پر فائر کر کے اسے بیکار بنا دیا۔ اب میرے اغوا کئے جانے کی پلاننگ مکمل ہو چکی تھی۔

میں وہاں سے پیدل ٹوکیو شہر کی طرف جانے لگا۔ تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں شہر کی طرف جانے والی گاڑیوں کو لفٹ کے لئے روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ آخر ایک ٹرک والے نے لفٹ دے دی۔ اس نے مجھے شوکوما کے چوراہے پر لا کر چھوڑ دیا۔ وہاں میں نے ایک کافی ہاؤس میں بیس منٹ گزارے اور میرے لئے سب سے بڑا مسئلہ خود کو چھپانے کا تھا۔ کیونکہ جب ہائی وے پر میری گاڑی پائی جاتی تو کرنل وغیرہ یہی سوچتے کہ دشمنوں نے مجھ پر حملہ کیا ہے اور مجھ پر غالب آنے کے بعد مجھے کہیں لے گئے ہیں اور سونیا یہ سوچتی کہ میں اغوا کئے جانے کے باوجود سوچ کے ذریعہ اس سے رابطہ قائم کر سکتا ہوں اور جب اس سے دماغی رابطہ بھی قائم نہیں ہو گا تو وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گی کہ دشمنوں نے میری کھوپڑی پر ستم ڈھایا ہے اور مجھ پر طویل بیہوشی طاری ہو گئی ہے۔ فی الحال ان لوگوں سے تعلق توڑنے کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ مگر ان لوگوں سے خود کو چھپا کر فوکوکا تک پہنچنا بھی ضروری تھا۔

اور ان سے چھپنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ سوزوکو کی طرح میں بھی اپنا گٹ اپ بدل دیتا۔ ٹوکیو جیسے جدید شہر میں میک اپ کے لوازمات حاصل کرنا بڑی بات نہ تھی۔ میں وہاں سے اٹھ کر سپر مارکیٹ کا ایک چکر لگانے لگا۔ ایک بہت بڑے دو منزلہ جنرل اسٹور میں میری مراد بر آئی۔ میں نے ایک چھوٹی سی اٹیچی میک اپ کا سامان اور ایک ریڈی میڈ سوٹ خریدا۔ پھر ریلوے انکوائری کا نمبر ڈائل کر کے وہاں سے فون کیا۔ پتہ چلا کہ ایک ٹرین وہاں سے ایک گھنٹے بعد جائے گی۔ میں ٹیکسی میں بیٹھ کر ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا۔ اپنے لئے ایک برتھ ریزرو کرانے کے بعد ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جہاں دوسروں سے چھپ کر میک اپ کر سکوں۔ اسٹیشن کے ویٹنگ روم میں کئی مسافر نظر آئے۔

ٹوکیو شہر کی آبادی تقریباً ایک کروڑ ہے۔ انسان کیڑے مکوڑوں کی طرح رینگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایسی جگہ تنہائی نصیب نہیں ہو سکتی تھی۔ ٹرین آنے کے بعد میں فوراً ہی اپنے کمپارٹمنٹ کے باتھ روم میں گھس گیا۔ جب تک ٹرین پلیٹ فارم پر کھڑی رہتی ہے اس وقت تک کوئی ٹوائیلٹ کی ضرورت کے لئے وہاں نہیں جاتا ہے۔ مجھے اطمینان تھا کہ ٹرین چلنے تک کوئی دروازے پر دستک نہیں دے گا۔ اسی اطمینان کے ساتھ میں نے اپنا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ پندرہ منٹ بعد

ٹرین چل پڑی۔ میں بار بار دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ مگر تقدیر ساتھ دے رہی تھی۔ آدھ گھنٹے تک کسی نے دروازے پر دستک نہیں دی۔ جب میں اپچی سے کر ٹوائیلٹ سے باہر نکلا تو میرا لباس اور میرا چہرہ بدل چکا تھا۔ اب وہاں کی سیکرٹ سروس والے تو کیا میری سانسوں کے قریب رہنے والی سونیا بھی مجھے نہیں پہچان سکتی تھی۔

میرے کمپارٹمنٹ کے مسافر اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بوڑھے جاپانی کے پاس میری سیٹ خالی پڑی ہوئی تھی۔ میں وہاں آکر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دو جاپانیوں کو درمیانی راہداری سے گذرتے دیکھا۔ وہ دونوں آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو غور سے دیکھتے ہوئے گذر رہے تھے۔ جیسے کسی کو تلاش کر رہے ہوں۔ ان میں سے ایک ادھیڑ عمر کا تھا اور دوسرا نوجوان چہرے سے بدمعاش نظر آرہا تھا۔ ایسے بدمعاش کسی بری نیت سے ہی کسی کو تلاش کرتے ہیں۔ میرے دل میں تجسّس پیدا ہوا تو میں نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ اس وقت وہ بھی میری سیٹ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اور مجھ پر بھی ایک نظر ڈالتا ہوا گذر رہا تھا۔ اتنی سی دیر میں میں اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"تعجب ہے وہ کہاں جا سکتا ہے۔ اسے اسی کمپارٹمنٹ میں ہونا چاہئیے۔"

پھر اس نے اپنے ادھیڑ عمر کے ساتھی کو مخاطب کیا۔

"جوزف میرا خیال ہے تمہیں دھوکہ ہوا ہے۔ یوں بھی تمہاری آنکھیں کمزور ہیں۔ تم نے دُور سے پہچاننے میں غلطی کی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ تمہیں اب عینک لگانی چاہئیے۔"

"تم مجھ پر طنز نہ کرو۔ میں نے اُسے صاف طور سے دیکھا ہے وہ اسی کمپارٹمنٹ میں آیا ہے۔"

"تو پھر میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ تم فرہاد کو چہرے سے نہیں پہچانتے ہو۔ تمہیں کسی دوسرے پاکستانی نوجوان پر شبہ ہوا ہوگا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ فرسٹ مین نے ہم سب کو فرہاد کی تصویر دکھائی ہے۔ میں اُسے چہرے سے اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ جب وہ اس کمپارٹمنٹ میں داخل ہو رہا تھا تو میں فوراً ہی بھاگتا ہوا ٹیلیفون بوتھ کی طرف چلا گیا۔ پہلے میں نے فرسٹ مین کو فون کیا۔ پتہ چلا کہ وہ ٹوکیو سے باہر گیا ہے۔ اس کے بعد میں نے تمہیں بلایا ہے۔ مگر تم مجھے اندھا سمجھ رہے ہو۔ مگر میرے پاس یہ دو بڑی بڑی آنکھیں ہیں۔"

"اُلو کی بھی آنکھیں بڑی ہوتی ہیں مگر دن کے وقت اُسے بھی نظر نہیں آتا۔"

"میں تم سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ جاؤ تم اُسے تلاش کرتے رہو۔ میں اپنی ٹیم میں واپس جا رہا ہوں۔"

وہ غصے سے جھلاتا ہوا کمپارٹمنٹ کے آخری سرے کی طرف جانے لگا۔ وہ بدمعاش اُسے ناگواری سے دیکھتا ہوا سوچ رہا تھا۔

"اُلو کا پٹھا۔ خواہ مخواہ مجھے فون کر کے بلا لیا۔ اب میں اگلے اسٹیشن پر اتر جاؤں گا۔"

ہمارے لئے بڑی دُور تک جال پھیلایا گیا تھا۔ میں ہر انسان کے سوچ نگر تک پہنچ جاتا ہوں لیکن میں بھی یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ بھیر یا ماگوچی عرف فرسٹ مین نے اپنے کتنے لوگوں کو میری اور سونیا کی تصویریں دکھائی ہیں اور کتنے لوگ ہماری نگرانی کے لئے کہاں کہاں پہنچ رہے ہیں؟ بہرحال اب تو ان کے فرشتے بھی مجھے نہیں پہچان سکتے تھے۔ البتہ سونیا کی خیر نہیں تھی۔ میں اس کی خبر لینے لگا۔ وہ میرا انتظار کرنے کے بعد کرنل کے پاس واپس چلی گئی تھی۔ وہ دونوں اس بات سے پریشان تھے کہ میں دو گھنٹے سے کہاں غائب ہوں۔ انہوں نے ٹرانسمٹر کے ذریعہ بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ میں اپنا ٹرانسمٹر کار کے اندر پھینک کر چلا آیا تھا اس لئے انہیں میری طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ کرنل نے سونیا سے کہا۔

"کیا مصیبت ہے سوزوکو کے ساتھ فرہاد بھی غائب ہو گیا۔ آخری بار اس نے ہائی وے سے گفتگو کی تھی۔ مجھے فوراً ہی وہاں آدمی بھیجنا چاہئیے۔"

اب وہ لوگ میری تلاش میں نکلنے والے تھے۔ میں نے دماغ کی اسکرین سے تلاش کرنے والے منظر کو ختم کر دیا۔ ابھی انہیں میرے ٹوکیو جانے کا حال نہیں معلوم تھا۔ میں نے سوچا جب انہیں معلوم ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ اس لئے اب میں اس ادھیڑ عمر کے جاپانی سے لو لگانے لگا جس نے مجھے اس کمپارٹمنٹ میں آتے دیکھا تھا اور اپنے ایک آدمی کو بلا کر مجھے یہاں تلاش کر رہا تھا۔ جو بدمعاش اگلے اسٹیشن پر اتر جانے والا تھا اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ ادھیڑ عمر کا جاپانی اپنی کس ٹیم کے ساتھ کہاں جا رہا ہے وہ کمپارٹمنٹ کے آخری سرے پر جہاں بیٹھا ہوا تھا اس کے آس پاس ٹیم کے افراد موجود تھے۔ میں اس جاپانی کی دماغی آنکھوں سے ان افراد کو دیکھنے لگا۔

اس کے سامنے ایک حسین انگریز دوشیزہ بیٹھی ہوئی تھی اس نے سیاہ چار خانے والا پنک کلر کا اسکرٹ اور سیاہ بلاؤز پہن رکھا تھا۔ اس کے سنہری بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اسکارف کی گلابی رنگت سے اس کا چہرہ گلابی گلابی ہو رہا تھا۔ اسکارف کی گرہ سانسوں کی اٹھان پر آہستہ آہستہ لرز رہی تھی۔ وہ کھڑکی کے باہر دیکھتی ہوئی اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو بے خیالی میں چوس رہی تھی۔ وہ ایک ننھی سی بچی کی سی حرکت کر رہی تھی۔ شاید اسے احساس نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ لیکن دیکھنے والوں کے لئے اس معصوم ادا میں ایک نامعلوم سی جذباتی کشش تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ بچپن اور جوانی کے سنگم پر آ کر ٹھہر گئی ہو۔

میں اتنی دور سے اس کا تفصیلی جائزہ نہیں لے سکتا تھا چونکہ ادھیڑ عمر کا جاپانی اسے حریصانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا اور دماغ کی کوٹھڑی میں ایک چور کی طرح بیٹھا سوچ رہا تھا تو اس کے چور خیالات سے میں اس حسینہ کو سمجھ رہا تھا۔ انسان یوں تو اخلاقی حدود میں رہنے کی کوشش کرتا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ دماغ کے اندر رہ کر کس طرح اخلاقیات کی حدیں پھلانگتا ہے۔ ایسی گنہگار چھلانگوں کو میں قلم کی نوک تک نہیں لا سکتا۔ مجبوری ہے۔

اس کے علاوہ بھی کچھ ایسی باتیں ہیں جنہیں میں قبل از وقت بیان کر دوں تو میری اس داستان میں سسپنس باقی نہیں رہے گا۔ ابھی میں یہ نہیں بتاؤں گا کہ وہ ادھیڑ عمر کا جاپانی اپنے سامنے بیٹھی ہوئی دوشیزہ کے متعلق کس قسم کی پلاننگ کر چکا تھا۔ میں پیش آنے والے واقعات بیان کرتا جاؤں گا۔ آپ ذرا اپنی ذہانت کو آزما کر اس کی پلاننگ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اس طرح آپ میرے ساتھ ساتھ ایک دہشت ناک داستان کے کلائمکس تک پہنچیں گے۔ ویسے میں ان سب کے متعلق اہم معلومات فراہم کر رہا ہوں۔ اب آپ ذرا توجہ سے پڑھیں۔ اس ادھیڑ عمر کے جاپانی نے اس حسینہ کی طرف ایک البم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مس رینی — ہماری فلم کا ایک منظر جو تم دیکھ چکی ہو یہ اسی منظر کی تصویریں ہیں۔"

رینی نے چونک کر اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو اپنے گلابی ہونٹوں کے دائرے سے نکال لیا۔ جاپانی نے اپنی بتیسی دکھا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں مس رینی۔ آپ کے بیان کے مطابق آپ کو انگوٹھا چوسنے کی عادت بچپن سے ہے۔ بعض مرد بھی بڑھاپے تک اس عادت سے نجات نہیں پاتے۔"

وہ البم لے کر جھینپتی ہوئی بولی۔

"میں تو بہت کوشش کرتی ہوں۔ مگر نادانستگی میں ایسا ہو جاتا ہے۔"

وہ البم کھول کر دیکھنے لگی۔ پہلے صفحے پر ایک بہت ہی پرانے کھنڈر نما آسیب زدہ قلعہ کی تصویر نظر آرہی تھی۔ اس تصویر میں ایک طوفانی رات کا منظر تھا۔ بجلی چمک رہی تھی۔ بجلی کی لمحاتی روشنی میں وہ قلعہ ایک سیاہ فام قد آور دیو کی طرح نظر آرہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی رینی کی سوچ دوسرے اس منظر کی طرف منتقل ہو گئی۔ جسے وہ ایک پروجیکشن روم میں دیکھ کر آئی تھی۔ اب اس کے دماغ کی اسکرین پر وہ فلم چل رہی تھی اور میں اسے دیکھ رہا تھا۔

قلعہ کا ایک ویران اور اجڑا سا کمرہ تھا۔ تمام کمرے میں نیم تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ باہر طوفان کا شور تھا اور اندر ایک حسین دوشیزہ سفید گاؤن پہنے کھڑی ہوئی تھی۔ اندھیرے میں وہ واضح طور سے نظر نہیں آرہی تھی لیکن وقتاً فوقتاً جب بجلی زور سے کڑکنے لگی تو اس کی روشنی میں اس کا حسین چہرہ نظر آجاتا تھا۔ اس کے چہرے سے دہشت عیاں تھی اور سہمی سہمی سی آنکھیں جیسے کسی کو مدد کے لئے پکار رہی تھیں۔ لیکن اس آسیب زدہ قلعہ میں کوئی اس کی مدد کے لئے پہنچنے والا نہ تھا۔ باہر آندھی کا شور تھا اور کمرے میں موت کا سناٹا تھا۔ پھر اس دہشت زدہ عورت نے نادیدہ پروں کے پھڑپھڑانے کی آواز سنی۔ موت شاید پھڑپھڑاتے ہوئے بھی آتی ہے۔

وہ لرز گئی۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں کو اپنے سینے پر رکھ لیا۔ اس کے چہرے پر بجلی کی چمک کبھی جل رہی تھی کبھی بجھ رہی تھی۔ کبھی امید کی روشنی تھی کبھی موت کا اندھیرا تھا۔ اسی وقت کھلی ہوئی کھڑکی کے سامنے ایک بہت بڑی چمگادڑ اپنے پروں کو پھڑپھڑانے لگی۔ اس حسینہ نے ایک بار پھر پلک جھپک کر دیکھا تو کھڑکی کے اندر سیاہ لبادہ پہنے ایک قد آور شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلے ہوئے تھے۔ کلائیوں تک لبادہ کی آستینیں اتنی چوڑی تھیں کہ چمگادڑ کے پروں کی طرح پھیل گئی تھیں اور کھڑکی سے آنے والی ہواؤں کی زد میں پھڑپھڑا رہی تھیں۔

پھڑپھڑ — پھڑپھڑ — ہی ہی ہی ہی — سیاہ آستینیں بھیانک ہنسی کی طرح پھڑپھڑاتی جا رہی تھیں۔ اچانک نمودار ہونے والے شخص کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ گالوں کی ہڈیاں اُبھری ہوئی تھیں اور دانت — دو نوکیلے دانت بند ہونٹوں کے باہر نظر آرہے تھے — ڈریکولا......

رینی سوچنے کے دوران لرز گئی۔ میں نے لاحول پڑھی کہ وہ ڈریکولا جیسے گھسے پٹے موضوع پر فلمائے ہوئے منظر کے متعلق سوچ رہی تھی۔ مجھے ایسے مناظر سے دلچسپی نہیں ہوتی جو حقیقت سے بعید ہوں۔ اس کے باوجود مجھے اُس وقت رینی کے دماغ سے چپک کر بہت کچھ معلوم کرنا تھا۔ لہٰذا اب میں نے اس کی دماغ کی اسکرین پر دیکھا۔ وہ ڈریکولا اس حسینہ کی طرف بڑھتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"میری جان! تم نے مجھے پکارا۔ میں چلا آیا۔ آؤ میرے گلے لگ جاؤ....."

"نہیں۔" وہ حسینہ سہم کر بولی "تم — فرینک — یہ تم ہو؟ نہیں، میرا محبوب، میرا فرینک مر چکا ہے۔ تم کون ہو؟"

"میری جان! میں تمہارا فرینک ہوں۔ میں مر کر بھی زندہ ہوں۔ تم میری آغوش میں آجاؤ۔ تمہیں بھی ابدی زندگی مل جائے گی۔ پھر ہم ہر رات چمگادڑوں کی طرح اس ویرانے میں پھڑپھڑاتے ہوئے پروں کے نغمے سنتے سناتے رہیں گے — آؤ۔ آجاؤ....."

وہ آگے بڑھا۔ وہ پلٹ کر بھاگ جانا چاہتی تھی۔ مگر فرینک کے ہاتھ بہت لانبے تھے۔ موت کی طرح دُور دُور تک پہنچ سکتے تھے۔ اس نے اپنی محبوبہ کے بازو کو پکڑ کر کھینچ لیا۔ پھر اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اس کے بعد حسینہ کے ننگے شانے پر اس کا چہرہ جھک گیا۔ دوسرے ہی

لمحے اس کے دونوں نوکیلے دانت اپنی محبوبہ کی گردن میں پیوست ہوگئے ویران قلعہ میں ایک نسوانی چیخ چمگادڑ کے پروں کی طرح پھڑپھڑاتی ہوئی دور تک گئی پھر وہی پراسرار سناٹا چھا گیا۔

فلم کا وہ منظر ختم ہو گیا۔ مگر رینی کی سوچ ختم نہ ہوئی۔ اب وہ پھر بے خیالی میں اپنا انگوٹھا چوس رہی تھی۔ اس کی سوچ نے مجھے جو کچھ بتایا وہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ رینی ہالی ووڈ کی مشہور اداکارہ تھی اور اس کے سامنے جو ادھیڑ عمر کا جاپانی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ایک فلم کا پروڈیوسر تھا۔ اس کا نام موسُو موٹو تھا۔ رینی ایک بھاری معاوضہ پر اس کی فلم میں کام کرنے آئی تھی۔ فلم کا نام بلڈ سنٹر (خون آشام) تھا۔ فلم کی کہانی کے مطابق فرینک نامی شخص ہیرو تھا۔ اس نے یکے بعد دیگرے تین لڑکیوں سے محبت کی۔ پہلی محبوبہ نے بیوفائی کی تو وہ دوسری کی طرف مائل ہو گیا۔ جب دوسری نے بھی اُسے چھوڑ کر دوسرے سے شادی کر لی تو وہ بھٹکتا ہوا ایک تیسری حسینہ کی آغوش میں پہنچ گیا۔ تیسری محبوبہ نے اس سے شادی کی۔ مگر چند دنوں کے بعد ہی اس کی دولت حاصل کرنے کے لئے اس عورت نے اُسے زہر دے کر مار ڈالا۔ اب وہی فرینک مرنے کے بعد انتقام کے لئے بھٹک رہا تھا۔

اس کہانی کے مطابق وہ منظر فلمایا جا چکا تھا کہ فرینک نے مرنے کے بعد اس ویران قلعہ میں پہنچ کر اپنی پہلی محبوبہ سے انتقام لیا۔ اب رینی دوسری محبوبہ کا رول ادا کرنے آئی تھی۔ پانچ لاکھ ڈالر کے معاوضے پر وہ فلمی معاہدہ کر چکی تھی کہ جاپان آ کر فرینک عرف ڈریکولا کی دوسری محبوبہ کا رول ادا کرے گی پھر ڈریکولا کے ہاتھوں سے (بلکہ دانتوں سے) فلمی موت مرنے کے بعد ہالی ووڈ واپس چلی جائے گی۔ رینی کے ساتھ والی سیٹ پر اس کا ایک نوجوان سیکریٹری ہیری سن بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر اس فلم کا کیمرہ مین بیٹھا ہوا سوچ میں گم تھا۔ اس کے سامنے والی تین سیٹوں پر وہی ادھیڑ عمر کا جاپانی موسُو موٹو فلمساز بیٹھا تھا۔ باقی دو سیٹوں پر اسٹوری رائٹر اور ڈائرکٹر تھے۔ رینی کے سیکریٹری ہیری سن نے کہا۔

”مسٹر موسُو موٹو۔ کیا چار دنوں میں مس رینی کا کام مکمل ہو جائے گا؟“

”بالکل ہو جائے گا۔“ موسُو موٹو نے بتیسی دکھاتے ہوئے کہا۔ ”ہم پانچویں دن آپ کو اور مس رینی کو ٹوکیو کے ایئرپورٹ سے روانہ کر دیں گے۔“

ہیری سن نے کہا۔ ”مگر اتنی جلدی شوٹنگ کیسے مکمل ہو گی۔ آپ کیمرہ وغیرہ ساتھ لے کر نہیں آئے ہیں۔“

”مسٹر ہیری سن یہ ہماری دردِ سری ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمیں کس طرح شوٹنگ کا شیڈول بنانا چاہئیے ویسے آپ کے اطمینان کے لئے بتا دوں کہ ہم کل شام کو فوکوکا کی آبادی سے دور اس ویران قلعہ میں پہنچ جائیں گے۔ ہمارے اسٹوری رائٹر ڈائرکٹر اور کیمرہ مین شہر کے ایک ہوٹل میں قیام کریں گے۔ میں آپ اور مس رینی قلعہ میں رات گزاریں گے دوسری صبح کیمرہ، لائیٹس اور ساؤنڈ ریکارڈنگ کا تمام سامان پہنچ جائے گا۔ پھر بغیر تاخیر کے شوٹنگ شروع ہو جائے گی۔“

میں اپنی سیٹ پر خاموش بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ لب... اس ملک کی سیکرٹ سروس کے معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ اب اس معاملہ میں فلم والوں کا اضافہ ہو رہا تھا۔ کہاں سیکرٹ سروس اور کہاں فلمساز اور دونوں کے گٹھ جوڑ سے بڑے ہی ڈرامائی انداز میں وہ کوئی تماشا دکھانے والے تھے۔ میں بھی اس تماشے کا ایک کردار بننا چاہتا تھا کیونکہ ان کی منزل بھی فوکوکا کا شہر تھا۔ میجر یاماگوچی بھی وہاں گیا تھا۔ اس کے آدمی بھی سوزو کو وہاں لے جانے والے تھے۔ لہٰذا میں سوچنے لگا کہ کس تدبیر سے ان کے قریب رہ سکتا ہوں۔

میں ان کی باتیں سن رہا تھا اور ان کے تمام پروگرام کو بھی سمجھ رہا تھا۔ آدھ گھنٹے بعد ہی وہ سب وہاں سے اُٹھ کر ڈائننگ کار کی طرف جانے لگے۔ رینی اپنی سیٹ چھوڑنے سے پہلے اپنا پرس کھول کر اس کے آئینے میں دیکھتی ہوئی اپنا میک اپ درست کر رہی تھی۔ اس کی گردن میں ایک ہیرے کا لاکٹ پڑا ہوا تھا۔ جب میک اپ درست کرنے کے دوران اس کے ہاتھ اپنی گردن کے پیچھے گئے تو میں نے اس کے ذہن کو ذرا دیر کے لئے بھٹکا دیا۔ چند ساعتوں تک اسے محسوس ہی نہ ہوا کہ اس کے ہاتھ کی انگلیاں دماغی حکم کے زیرِ اثر لاکٹ کا ہک کھول چکی ہیں۔ لاکٹ وہاں سے پھسل کر پہلے اس کے زانو پر آیا۔ پھر وہاں سے اس کی ہی سیٹ پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔ میں نے رینی کے دماغ کو اتنی فرصت ہی نہیں دی کہ وہ لاکٹ کی طرف دھیان دیتی۔

اس کا سیکریٹری ہیری سن بڑا زبردست چمچہ تھا۔ ہمیشہ اس کی خوشامد میں لگا رہتا تھا۔ اور اٹھتے بیٹھتے اس کی ہر چیز کا خیال رکھتا تھا۔ لہٰذا اس سے پہلے کہ رینی اپنے لاکٹ کو بھول کر وہاں سے اٹھتی میں نے ہیری سن کے ذہن کو بھٹکا دیا۔ اس میں یہ تحریک پیدا کی کہ رینی کا ہاتھ پکڑ کر اسے اُٹھنے کے لئے سہارا دے کر اس کے شانہ بشانہ چلنا چاہئیے۔ اس طرح جاپانی فلمساز یہ دیکھ کر مرعوب ہو جائے گا کہ ہالی ووڈ کی اداکارائیں اپنے سیکریٹریوں کے ساتھ محبوبانہ انداز میں سلوک کرتی ہیں۔

اس نے یہی کیا۔ میں فوراً ہی اپنی سیٹ سے اٹھ کر ان کی طرف جانے لگا۔ وہ لوگ آگے جا چکے تھے۔ اس کمپارٹمنٹ سے گزر کر دوسرے کمپارٹمنٹ میں پہنچ گئے تھے۔ پہلے میں نے اپنے آس پاس دیکھا۔ میری طرف کوئی متوجہ نہیں تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس لاکٹ کو اٹھایا اور اسے جیب میں رکھ کر ڈائننگ کار کی طرف بڑھ گیا۔ آگے دو کمپارٹمنٹ کے بعد ڈائننگ کار تھی۔ وہاں فیملی کیبن الگ تھے اور رومانی جوڑوں کے لئے کیبن الگ بنے ہوئے تھے۔ موسُو موٹو اپنی فلمی ٹیم کے ساتھ ایک بڑے سے کیبن میں جا کر بیٹھ گیا تھا۔ رینی اپنے سیکریٹری کے ساتھ دوسرے کیبن میں تھی۔ ان لوگوں کو تلاش کرنے کے لئے مختلف کیبنوں میں

جھانکنے کی ضرورت تھی۔ لیکن میں نے دماغوں میں جھانک کر تلاش کر لیا۔ سیدھے رینی کے کیبن پر جا کر دستک دی۔

”کم ان۔“ اندر سے آواز آئی۔ ہیری سن کا خیال تھا کہ بیرا آرڈر لینے آیا ہے۔ لیکن میں پردہ ہٹا کر اندر پہنچا تو رینی اور ہیری سن دونوں ہی مجھے چونک کر دیکھنے لگے۔ رینی کی نظریں مجھ پر اُٹھتے ہی میری آنکھوں نے اُسے جکڑ لیا۔ پھر میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں کہا۔

”او! کتنا اسمارٹ اور ہینڈسم نوجوان ہے۔ یہ میرا دل کیوں دھڑک رہا ہے؟“

میں نے اس کی دماغی حالت سے محسوس کیا کہ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا ہے۔ میں نے اسی وقت لاکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری تنہائی میں مخل ہو رہا ہوں۔ یہ لاکٹ تمہارا ہے۔“

رینی نے فوراً اپنے گلے پر ہاتھ پھیرا۔ پھر احسانمندی سے بولی۔

”اوہ تھینکس اے لاٹ۔ یہ آپ کے پاس کہاں سے آ گیا؟“

میں نے کہا ”میں تمہارے کمپارٹمنٹ میں سفر کر رہا ہوں۔ میں نے وہاں تمہیں دُور سے دیکھا تھا۔ جب میں یہاں آنے لگا تو تمہاری سیٹ کے پاس سے گزرتے وقت اس لاکٹ کو وہاں پڑا دیکھا۔“

یہ کہتے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

”مجھے اس اجنبی نوجوان کو بیٹھنے کے لئے کہنا چاہئیے۔“

وہ دوبارہ شکریہ ادا کرتی ہوئی بولی۔

”اگر تمہارے ساتھ کوئی پارٹنر نہ ہو تو یہاں بیٹھو۔ کیا تم میرے ساتھ ڈنر میں شریک ہونا پسند کرو گے؟“

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میں تمہاری دعوت ضرور قبول کر لیتا لیکن اس چھوٹے سے کیبن میں تیسرے کی گنجائش نہیں ہے۔“

اس نے ہچکچاتے ہوئے ہیری سن کی طرف دیکھا پھر کہا۔

”پلیز مسٹر ہیری سن۔ اگر تم مائنڈ نہ کرو تو دوسرے کیبن میں چلے جاؤ۔“

ایک سیکریٹری بھلا انکار کیسے کر سکتا تھا۔ اس نے اپنی سیٹ سے اٹھتے ہوئے مجھے ناگواری سے دیکھا۔ پھر چپ چاپ کیبن سے باہر چلا گیا۔ میں نے اس کی جگہ بیٹھتے ہوئے رینی سے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ تم نے اپنے ساتھی کو ناراض کر دیا ہے۔ مس...“

”میرا نام رینی لوکر ہے۔ میں ایک فلم آرٹسٹ ہوں۔“

”اوہ“ میں نے حیرانی کا اظہار کیا۔ ”اب مجھے یاد آیا کہ میں نے اخبارات اور رسالوں میں تمہاری تصویریں دیکھی ہیں۔ کمپارٹمنٹ میں بیٹھا تمہاری طرف دیکھ کر بار بار یہی سوچ رہا تھا کہ تمہیں کہیں ضرور دیکھا ہے۔ تم بہت مشہور فلم سٹار ہو۔ اگر میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں تو فلمی حلقوں میں تمہیں سیکس کا ایٹم بم کہا جاتا ہے۔“

مغربی عورتوں کی یہ سب سے بڑی خوبی ہے کہ ایسی باتیں سن کر وہ شرماتی نہیں ہیں۔ وہ خوش ہو کر مسکرانے لگی پھر اس نے پوچھا۔

”تم نے اپنے متعلق کچھ بتایا نہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ تمہارا تعلق کسی مشرقی ملک سے ہے۔“

”تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں برما کا رہنے والا ہوں۔ میرا نام جو تھن سُو ہے۔“

میرے جواب دینے سے پہلے ہی بیرا آرڈر لینے آ گیا۔ ہم نے ایک دوسرے کی پسند کے مطابق کھانے کا آرڈر دینے کے بعد مسکرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اسی وقت میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر اُسے اس بات پر مائل کرتا رہا کہ وہ میرے چہرے میرے مضبوط بازوؤں اور میرے کشادہ سینے کو بار بار دیکھتے ہوئے میرے متعلق پوری پوری ایک عورت کی طرح رائے قائم کرتی رہے۔ میں بھی اس ایٹم بم کو بار بار دیکھتے ہوئے احساس دلا رہا تھا کہ میں اسے چاہت کی نظروں سے دیکھ رہا ہوں اور اس کی خواہش پر اس کا دوست بن سکتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر میرے متعلق سوالات کرنے لگی۔ میں نے جواباً کہا۔

”میں ایک رئیس باپ کا بیٹا ہوں اور سیر و سیاحت کی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ اور اب جزیرہ کیوشو کی طرف جا رہا ہوں۔“

”میں بھی شوٹنگ کے لئے کیوشو کے شہر فوکوکا جا رہی ہوں۔“

”اچھا۔“ میں نے اپنی دلچسپی کا اظہار کیا۔ ”میں نے کبھی فلم کی شوٹنگ نہیں دیکھی۔ کاش کہ تمہاری فلم کی یونٹ کے لوگ مجھے شوٹنگ دیکھنے کی اجازت دے دیں۔“

وہ ہنستی ہوئی بولی۔

”یہ کونسی بڑی بات ہے۔ تم میرے مہمان بن کر میرے ساتھ چل سکتے ہو۔ میں اس فلم کی ہیروئن ہوں۔ تم میرے ساتھ رہو گے تو کوئی اعتراض کی جرأت نہیں کرے گا۔“

اتنے میں بیرا آ کر میز پر کھانا چننے لگا۔ کھانے کے دوران بھی ہم ایسی باتیں کرتے رہے جن کے ذریعہ ایک دوسرے سے دلچسپی کا اظہار ہوتا رہا۔ ہم تقریباً دو گھنٹے کیبن میں بیٹھے رہے آہستہ آہستہ کھاتے رہے اور کھانے کے بعد کافی سے شغل کرتے رہے تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت ایک ساتھ گزار سکیں آخر اس کے سیکریٹری سے صبر نہ ہو سکا۔ اس نے کیبن میں آ کر کہا۔

”مسٹر موسُو موٹو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ کھانے کا بل ادا ہو چکا ہے اب ہمیں کمپارٹمنٹ میں واپس چلنا چاہئیے۔“

رینی نے میرے ساتھ کیبن سے باہر آ کر فلمساز موسُو موٹو سے

میرا تعارف کرایا۔ اور اسے بتایا کہ میں بھی شوٹنگ دیکھنے کی غرض سے ان کے ساتھ اس ویران قلعہ میں جاؤں گا۔ موتسوموٹو پریشان ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اجنبی ان کے ساتھ اس قلعہ تک جائے۔ اس وقت وہ اعتراض نہ کر سکا۔ جبراً مسکرا کر رہ گیا۔ کمپارٹمنٹ میں واپس آ کر ہم اپنی اپنی سیٹوں پر چلے گئے۔ جب میں ان سے دور ہو گیا تب موتسوموٹو نے رینی سے کہا۔

"مس رینی۔ میں شوٹنگ کے دوران غیر ضروری لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر تمہارے ساتھ ہونے والے معاہدے کے مطابق ہم صرف تمہارے اور تمہارے سیکریٹری کے اخراجات برداشت کریں گے۔ میری درخواست ہے کہ تم اس اجنبی جوتھن سو کو اپنا مہمان نہ بناؤ۔"

رینی کو اس کا مشورہ ناگوار گزرا۔ اس نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔

"مسٹر۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ میں کسی سے بھی دوستی کروں آپ اس پر اعتراض نہیں کر سکتے۔ رہ گئی اخراجات کی بات تو میں کوئی دو ٹکے کی ہیروئن نہیں ہوں۔ ساری عمر جوتھن سو کے اخراجات برداشت کر سکتی ہوں۔"

"مگر یہ جوتھن سو ہے کون؟ بڑا عجیب سا نام ہے۔ ایسا نام تو میں نے کبھی نہیں سنا۔ ایک اجنبی کو اس قلعہ میں لیجانا مناسب نہیں ہے۔"

رینی نے کہا "مسٹر موتسوموٹو۔ تم ایسے اعتراض کر رہے ہو جیسے تم اس قلعہ میں شوٹنگ کے لئے نہیں کسی سازش کے لئے جا رہے ہو۔ یا ہم سب وہاں کوئی جرم کرنے والے ہیں۔ صرف ایسی ہی جگہ کسی اجنبی کا داخلہ ممنوع ہوتا ہے۔"

"آں۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" موتسوموٹو اک دم سے گڑبڑا گیا۔ کیونکہ رینی نادانستگی میں اس کے خفیہ منصوبے کو اپنی زبان پر لے آئی تھی۔ اس کے دل میں چور تھا اس لئے وہ وقتی طور پر گھبرا گیا تھا۔ پھر وہ جلدی سے سنبھل کر بولا۔

"مس رینی۔ میں آپ کے ذاتی معاملات میں کچھ نہیں بولوں گا۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس ویران قلعہ کا تھوڑا سا حصہ رہائش کے قابل ہے۔ وہاں زیادہ لوگوں کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم نے آپ کے سیکریٹری کے لئے بڑی مشکل سے گنجائش نکالی ہے۔"

رینی نے اپنے سیکریٹری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ مسٹر ہیریسن آپ کی ٹیم کے ساتھ ہوٹل میں قیام کریں گے اور قلعہ کا جو کمرہ آپ نے مسٹر ہیریسن کے لئے مخصوص کیا ہے اس میں مسٹر جوتھن سو رہیں گے۔"

اب آگے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ موتسوموٹو پریشان ہو کر میرے متعلق سوچنے لگا۔

"یہ کم بخت جوتھن سو کون ہے؟ کہاں سے رینی کو پھانس لا[ya] گیا ہے۔ کہیں کوئی جاسوس تو نہیں ہے۔۔۔ مگر نہیں۔ میں یہاں کی انٹیلی جنس کے تمام لوگوں کو اچھی طرح پہچانتا ہوں لیکن ان کے سوا مجھے کوئی نہیں پہچانتا۔ میں یہاں ایک بزنس مین کی حیثیت سے مشہور ہوں اور محض نمائش کے طور پر ایک کبھی نہ ختم ہونے والی فلم میں سرمایہ لگا رہا ہوں۔ لہٰذا مجھ پر کوئی شبہ نہیں کر سکتا۔ اور جوتھن سو بھی جاسوس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا تعلق ہمارے ملک سے نہیں ہے۔ اچھی بات ہے اگر یہ تنہا ہے تو پھر اس قلعہ سے ا[ٹھ] کر کبھی باہر نہیں جا سکے گا۔"

میں مسکراتے ہوئے ایک سگریٹ سلگانے کے بعد رینی سے خیالی رابطہ جوڑنے لگا۔ وہ کمپارٹمنٹ میں دور میری جانب کبھی کبھی دیکھنے کی کوشش کرتی تھی اور میں نظر نہیں آتا تھا۔ پھر وہ مایوس ہو کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ میں نے اس کے دماغ میں چپکے سے کہا "انگوٹھا۔"

وہ بے اختیار اپنا انگوٹھا چوسنے لگی۔ اس کے چور خیالات کو میں ہی سمجھ سکتا تھا۔ ایسا کرتے وقت وہ میرے انگوٹھے کے متعلق سوچنے لگی۔ میں نے تھوڑی دیر کے لئے اسے سوچ کی حالت میں چھوڑ دیا۔ پھر یاما گوچی کی خبر لینے لگا۔ وہ بہت پہلے [illegible] پہنچ گیا تھا۔ اب وہاں سے وہ ایک کار میں بیٹھ کر شہر سے دور سمندر کے ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی منزل وہی ویران قلعہ تھی۔ شہر سے قلعہ تک تقریباً دو گھنٹے کا فاصلہ تھا۔ میں یہ دو گھنٹے اس کی کھوپڑی میں بیٹھ کر نہیں گزار سکتا تھا۔ جبکہ رینی جیسی حسینہ اپنی سوچ کے بلاوے دے رہی تھی لیکن ان کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے میں نے سوزو کو اور سونیا کی باری باری خبر لی۔ فجی ہارا سوزو کو قیدی بنا کر ایک لانچ کے ذریعے جا رہا تھا۔ ان کی لانچ صبح ہونے سے پہلے ہیروشیما کے قریب "اٹاجی ما" کے جزیرے تک پہنچنے والی تھی۔ اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ سوزو کو ایک کیبن میں سونے کے لئے بستر پر لیٹ گئی تھی۔ مگر اس کی آنکھ لگنے سے پہلے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ سوزو کو نے بستر سے اٹھ کر دروازہ کھولا تو وہاں ایک بوڑھی جاپانی عورت اپنے ہاتھ میں ایک شیشی لئے کھڑی تھی۔ اس نے کہا۔

"بیٹی گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں تم پر یہ خوشبو چھڑک کر چلی جاؤں گی۔"

سوزو کو نے غصے سے کہا۔

"کیا مصیبت ہے۔ یہ تم لوگ بار بار مجھ پر خوشبو کیوں چھڑکتے رہتے ہو۔ کیا اب سوتے وقت بھی یہ ضروری ہے؟"

"ہاں! بے حد ضروری ہے۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختی بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ میں نے اسی وقت سونیا کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ کیونکہ خوشبو اور تو[...]

کی بات تھی۔ سوزو کو پر پہلی بار لگائی ہوئی خوشبو کے اڑنے اور دوسری بار پھر خوشبو چھڑکنے کے درمیان جو وقفہ تھا۔ اس وقفہ میں سونیا نے ضرور سوزو کو کی مخصوص بو سونگھ لی ہوگی اور یقیناً ایسا ہی ہوا تھا۔ سونیا کو بو سونگھنے کا دوبارہ موقع ملا تھا۔ ایک بار اس وقت جب فجی ہارا سوزو کو کو کار سے اتار کر اوساکا کی بندرگاہ پر لایا تھا۔ کھلی فضا میں تیل کی خوشبو اڑ گئی تھی اور سونیا نے ایک دم سے چونک کر کرنل کو اطلاع دی تھی کہ سوزو کو جاپان کے جنوبی علاقہ کی طرف جا رہی ہے۔ کرنل نے فوراً حکم دیا۔

"سونیا کو ہیلی کوپٹر میں لے جاؤ۔"

لیکن بو کسی قسم کی ہو، اس کی پرواز کی بلندی محدود ہوتی ہے۔ سونیا ہیلی کوپٹر میں بیٹھ کر زیادہ بلندی سے بو کا تعاقب نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے اس نے اندازے کے مطابق ہیلی کوپٹر کو اوساکا میں لینڈ کرنے کے لئے کہا تاکہ دوبارہ بو سونگھ کر صحیح سمت کا تعین کرے۔ مگر اس وقت تک سوزو کو پر پھر خوشبو چھڑک دی گئی تھی اور اسے لانچ کے ایک کیبن میں قید کر دیا گیا تھا۔

دوسری بار سوزو کو گیارہ بجے سونے کے لئے بستر پر گئی تھی اس وقت سونیا نے پھر اسے پا لیا۔ اس نے ہیلی کوپٹر کے پائلٹ کو ہدایت دی کہ اس بار جنوب مغرب کی سمت پرواز کرے۔ وہ بیچاری پوری طرح اپنی صلاحیتوں کو آزما رہی تھی اور بلاشبہ کامیابی سے تعاقب کر رہی تھی۔ لیکن پھر رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ جس وقت ہیلی کوپٹر فضا میں بلند ہوا اسی وقت وہ بوڑھی عورت کیبن میں آ کر سوزو کو کو تیل سے معطر کرنے لگی۔

سونیا جزیرہ شوڈو میں اتر کر مطلوبہ بو پانے کی کوشش کرتی رہی۔ ایسے وقت وہ مجھے بھی یاد کرتی رہی اور پریشان ہو کر سوچتی رہی کہ دشمنوں نے کہیں مجھے ٹھکانے نہ لگا دیا ہو۔ پھر اس کا دماغ سمجھاتا تھا کہ فرہاد اتنی آسانی سے موت قبول نہیں کرے گا۔ مرے گا تو خدا کی رضا سے ہی مرے گا۔ دشمنوں کی سازشیں اسے نہیں مار سکتیں۔

پھر وہ اپنے بیٹے فرمان عرف نومی کے متعلق سوچنے لگی۔ میں نے فوراً ہی اس سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ کیونکہ اسی وقت مجھے اپنے قریب ملکہ رینی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول کر کمپارٹمنٹ کا منظر دیکھا۔ رینی اپنی جگہ سے اٹھ کر میری سیٹ کے قریب آ گئی تھی اور میرے پاس والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے بوڑھے جاپانی سے کہہ رہی تھی۔

"پلیز کیا آپ ادھر میری سیٹ پر جانا پسند کریں گے۔ یہ مسٹر جوتھن سو میرے دوست ہیں۔ میں یہاں بیٹھنا چاہتی ہوں۔"

بوڑھا جاپانی رینی کا منہ تکنے لگا۔ کیونکہ وہ انگریزی نہیں جانتا تھا اور میں ایک برمی باشندے کے روپ میں جاپانی بول کر موتسوموٹو کی نظروں میں مشکوک نہیں ہونا چاہتا تھا۔ آخر موتسوموٹو اپنی جگہ سے اٹھ کر ہمارے قریب آیا اور رینی کی باتیں جاپانی کو اپنی زبان میں سمجھانے لگا۔ بوڑھے نے مسکراتے ہوئے رینی کو دیکھ کر کہا۔

"جوانی جوانی کو کھینچتی ہے اور بڑھاپے کو ایک طرف دھکا دیتی ہے۔ کیا کیا جائے اخلاقاً اس حسینہ کو جگہ دینی ہوگی۔"

رینی اس کی بات نہیں سمجھ رہی تھی۔ وہ بوڑھا بڑبڑاتا ہوا موتسوموٹو کے ساتھ چلا گیا۔ رینی اس کی سیٹ پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"مسٹر جوتھن سو! میں دن رات فلمی لوگوں میں رہ کر بور ہو جاتی ہوں۔ اسی لئے اب تمہارے پاس آ کر خوشگوار تبدیلی محسوس کر رہی ہوں۔"

میں نے بھی خوشدلی کا مظاہرہ کیا۔

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ تم جیسی مایۂ ناز اداکارہ کی صحبت نصیب ہو رہی ہے۔"

اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔ پھر آہستگی سے بولی۔

"پتہ نہیں تمہاری شخصیت میں کیا بات ہے کہ میں تم سے دور نہ رہ سکی۔ اٹھتے بیٹھتے کمر دکھنے لگی ہے۔"

"تم ذرا اٹھو میں ان سیٹوں کو بستر میں تبدیل کر دیتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ جاپان کی ٹوکیڈو لائن دنیا کی سب سے ترقی یافتہ ریلوے ہے۔ یہاں مسافروں کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورتوں اور سہولتوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ تمام کمپارٹمنٹ میں بیڈ سیٹیں ہوتی ہیں۔ یہ سیٹیں دن کے وقت بیٹھنے کے لئے ایزی چیئر کی طرح ہوتی ہیں۔ رات کو سونے کے لئے ... ان سیٹوں کی پشت کو پیچھے کی طرف ڈھلکا کر آرام دہ بستر بنا لیا جاتا ہے۔ میں نے بھی یہی کیا۔ پھر ہم دونوں اپنے اپنے کرسی نما بستر پر آ کر لیٹ گئے۔ چونکہ سونے کا وقت ہو چکا تھا اس لئے کمپارٹمنٹ کی روشنی بدل گئی تھی۔ اب دھیمی دھیمی سی خواب آور روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سفر خوب تھا، ہم سفر بھی خوب تھی۔ وقت اچھا گزرتا جا رہا تھا۔

لیکن وقت میری مرضی کے مطابق نہیں گزر رہا تھا۔ کیونکہ میں میجر یاما گوچی کی خبر لینا چاہتا تھا مگر رینی اتنی باتونی تھی کہ مجھے سوچ کے سفر کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ میں ذرا بھی سوچ میں گم ہونے کی کوشش کرتا تو وہ فوراً ٹوک دیتی۔

"کہاں کھو گئے؟ شاید کسی حسینہ کے متعلق سوچ رہے ہو۔ کیا وہ مجھ سے بھی زیادہ حسین ہے؟"

ایک حسینہ کے سامنے کسی دوسرے حسن کی تعریف کرنا سراسر حماقت ہے۔ مقابلہ حسن میں ہارنا عورت کبھی پسند نہیں کرتی۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ میں نے اپنی پیدائش سے لے کر آج تک اس جیسی حسین عورت نہیں دیکھی ہے اور نہ اپنے مرنے تک شاید دیکھ سکوں گا۔ خدا خدا کر کے وہ دو بجے کے قریب سو گئی۔ تب میں نے یاما گوچی کے

دماغ کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔ مگر اب اس ادھیڑ عمر کے میجر کے دماغ میں بوڑھے خواب کا سناٹا تھا۔ میں آہستہ آہستہ اس کے خواب میں پہنچ گیا۔ وہ کہیں اپنی خواب گاہ میں تنہا سو رہا تھا اور نیند میں میری مرضی کے مطابق بڑبڑا رہا تھا۔

"میں ٹیلی فون یا ٹرانسمٹر کے ذریعہ رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لئے مجھے ٹوکیو سے یہاں تک خود آنا پڑا۔ جو باتیں میں سمجھا رہا ہوں ان پر سختی سے عمل کریں۔ سوزوکو یہاں یرغمال کے طور پر لائی جا رہی ہے۔ ہمارا مقصد صرف کرنل جوشوہو کو بلیک میل کرنا ہے۔ ہم اسے مجبور کریں گے کہ وہ اپنے موجودہ عہدے سے استعفیٰ دیدے۔ جب تک ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جائیں اس وقت تک سوزوکو کو آرام سے رکھا جائے گا۔ آپ اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ آپ کے درندے ڈریکولا کی نظر تلے میں نہ آئے۔"

اس کی بڑبڑاہٹ ذرا دیر کے لئے تھم گئی۔ جیسے وہ اپنے مخاطب کی باتیں سن رہا ہو۔ پھر وہ جواباً کہنے لگا۔

"میں کوئی عذر نہیں سنوں گا۔ اگر وہ بلا بُو سونگھ کر حملہ کرتی ہے تو آپ اسے کسی دوسری جگہ منتقل کر دیں۔ مگر سوزوکو کو چھپا کر رکھنے کے لئے قلعہ سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہے۔ کیا مصیبت ہے۔ سونیا بھی بُو سونگھنے والی ایک مصیبت ہے۔ یقیناً ہارا برشی مشکلوں سے سوزوکو کی مخصوص بو کو زائل کرتا ہوا اُسے یہاں لا رہا ہوگا۔ وہ یہاں پہنچے گی تو تمہاری وہ پالتو بلا اس کے پیچھے پڑ جائے گی۔ کیا آپ اسے یہاں سے دور نہیں بھیج سکتے؟"

میجر یاماگوچی پھر تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔ بیداری کی حالت میں اس نے جس شخص سے جو باتیں کی تھیں وہی نیند میں بڑبڑا رہا تھا۔

"اگر وہ بلا آپ کے لئے ایک بہترین باڈی گارڈ ہے تو مہربانی فرما کر آپ بھی اس کے ساتھ یہاں سے چلے جائیں۔ یا پھر اُسے تہ خانے میں قید کر دیں۔ جب اپنا مقصد حاصل ہونے کے بعد سوزوکو واپس بھیج دی جائے گی تو پھر آپ اُسے تہ خانے سے آزاد کر دیجئے گا۔"

کمپارٹمنٹ میں خاموشی چھائی ہوئی تھی اور میں چپ چاپ اس کی بڑبڑاہٹ سن رہا تھا۔ پتہ نہیں وہ کونسی بلا تھی جو سونیا کی طرح بُو سونگھ لیتی تھی۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ سونیا بھی اس قلعہ میں پہنچ جاتی۔ دونوں سونگھنے والی بلاؤں کے ٹکراؤ کا تماشا دلچسپ بھی ہوتا اور دہشت ناک بھی۔ سونیا کو وہاں تک پہنچانا کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن وہ اپنے چیلنج سے باز آنے والی عورت نہیں تھی۔ وہ اپنی صلاحیتوں کے بل پر سوزوکو کو واپس لانا چاہتی تھی۔ ایسی صورت میں مجھے کب بڑی تھی کہ میں اس ضدی عورت کی رہنمائی کرتا۔ اس لئے میں نے اس کا خیال چھوڑ دیا۔

بہت رات ہو چکی تھی۔ میں بھی اپنی نیند پوری کرنا چاہتا تھا اس لئے میں نے اپنے دماغ کو حسب معمول ہدایت دی کہ صبح چھ بجے میری آنکھ کھل جائے۔ اس کے بعد میں آرام سے نیند کی آغوش میں چھپ گیا۔ دوسرے دن بھی ٹرین کا سفر جاری رہا۔ ریٹی ایک اچھی ہم سفر ثابت ہوئی۔ اس کی رفاقت میں وقت گذارنے کا احساس نہ ہوا۔ شام سے پہلے ہم فوکوکا پہنچ گئے۔ موتسوموٹو کے پروگرام کے مطابق اس کی فلم کے یونٹ کے لوگوں نے اسی شہر کے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ ریٹی کے سیکریٹری کا ریکن کو بھی ان کے ساتھ ہوٹل میں رہنا پڑا۔ کیونکہ اس کی جگہ میں نے لی تھی۔ ہم قلعہ کی طرف جانے کے لئے ایک کار میں آ گئے۔ پچھلی سیٹ پر میں اور ریٹی بیٹھ گئے۔ اگلی سیٹ پر موتسوموٹو اور اس کا ایک جاپانی ڈرائیور تھا۔ وہاں سے قلعہ تک دو گھنٹے کا سفر تھا۔ ریٹی نے راستے میں پوچھا۔

"مسٹر موتسوموٹو! جہاں شوٹنگ ہونے والی ہے وہ قلعہ کس کی ملکیت ہے؟"

موتسوموٹو نے جواب دیا۔

"وہ قلعہ دو سو سال پرانا ہے۔ اس کا مالک کنسوفنٹابا ہے۔"

"یہ کیا چیز ہے؟" ریٹی نے پوچھا۔

"یہ چیز نہیں۔ بلکہ اس قلعہ کے مالک کا نام کنسوفنٹابا ہے۔ تمہاری آسانی کے لئے میں اسے صرف فنٹابا کہوں گا۔ وہ اپنے ایک انگریز ملازم آرتھر مائیک کے ساتھ وہاں رہتا ہے۔ وہاں تم آرتھر کی بہن رُوتھ مائیک سے ملاقات کرو گی۔ ان کا ایک بوڑھا خبطی باپ بھی ہے اس کا نام مائیک ہے۔ یہ چار افراد وہاں پہلے سے موجود ہیں اس لئے تمہیں وہاں تنہائی اور ویرانی کا احساس نہیں ہوگا۔ بس تم اس بوڑھے مائیک اور اس کی بیٹی روتھ کی فرسودہ باتوں پر دھیان نہ دینا۔"

میں نے پوچھا "وہ کس قسم کی فرسودہ باتیں کرتے ہیں؟"

"وہی جو عام طور سے پرانے قلعوں اور کھنڈرات سے متعلق ہوتی ہیں۔ ویسے یہ درست ہے کہ پچھلی صدی میں اس قلعہ کے اندر بہت خون خرابہ ہوا تھا۔ اس قلعہ کا موجودہ مالک فنٹابا وہاں کی داستان سناتے ہوئے کہتا ہے کہ پہلے وہ قلعہ آسیب زدہ تھا۔ مگر اب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ صرف وہ خبطی بوڑھا مائیک اور اس کی بیٹی روتھ یہ کہا کرتے ہیں کہ وہ قلعہ اب بھی آسیب زدہ ہے۔ کوئی بدروح ہے جو انتقام لینے کے لئے راتوں کو وہاں بھٹکتی رہتی ہے۔"

ریٹی پریشان ہو کر میرا منہ تکنے لگی۔ میں نے اس کے گورے گورے گلابی ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر تسلی دی۔

"ڈونٹ بی وری۔ یہ سائنسی دور ہے۔ آج کل بدروحوں نے اس دنیا میں آنا چھوڑ دیا ہے۔"

میں اسے دیر تک تسلی دیتا رہا تو اُسے اطمینان ہو گیا۔ اس وقت شام گہری ہوتی جا رہی تھی۔ ہلکی ہلکی سردی تھی اور کافی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ ہم نے "نکانہ" کی بستی میں ایک ریسٹورنٹ کے سامنے کار رکوائی اور کافی پینے کے لئے ریسٹورنٹ کے باہر بچھی ہوئی ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ موتسوموٹو ڈرائیور سے جاپانی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔ وہ اسی قلعہ کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ دوسری میز پر بیٹھے ہوئے دو جاپانیوں نے جب اس قلعہ کا ذکر سنا تو چونک کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ ان میں سے ایک نے موتسوموٹو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"وہ قلعہ آسیب زدہ ہے۔ شام ہونے کے بعد لوگ اس کے قریب سے نہیں گزرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ یہاں اجنبی ہیں۔"

موتسوموٹو جان بوجھ کر ان کے سامنے اجنبی بن گیا۔ انہیں یہ تفصیل نہیں بتائی کہ وہ فلم کی شوٹنگ کے لئے وہاں جا رہا ہے۔ اسے اس بات کا بھی اطمینان تھا کہ میں اور ریٹی ان کی زبان سے ناواقف ہیں۔ میں بھی مطمئن تھا کہ چلو ریٹی ان کی باتیں نہیں سمجھ رہی ہے ورنہ ایسی دہشت زدہ ہوتی کہ فلمی معاہدہ منسوخ کر کے وہیں سے بھاگ جاتی۔

کافی پینے کے بعد ہم پھر قلعہ کی طرف بڑھ گئے۔ وہاں سے صرف آدھ گھنٹے کا راستہ رہ گیا تھا۔ شام کی ڈوبتی ہوئی روشنی میں ہم نے اس قلعہ کو دور سے دیکھا۔ وہ چھوٹی سی پہاڑی پر واقع تھا۔ پہاڑی کے اطراف گول چکر دار راستہ وہاں تک لے جاتا تھا۔ جیسے جیسے ہم قریب پہنچتے گئے تاریکی بڑھتی گئی آدھے چاند کی آدھی چاندنی میں وہ مہیب اور دیو قامت قلعہ ایک بہت بڑی سیاہ چمگادڑ کی طرح اپنے پر پھیلائے کھڑا تھا۔

قلعہ کا آہنی پھاٹک ہمارے استقبال کے لئے کھلا ہوا تھا۔ دور تک پھیلے ہوئے احاطے میں خاردار جھاڑیاں اور مٹی کے ڈھیر نظر آ رہے تھے۔ گاڑی کے پہیوں کے نیچے سوکھے پتے جیسے کراہتے ہوئے بیں بددعائیں دے رہے تھے۔ اب قلعہ کی شکستہ حالی نظر آ رہی تھی۔ دیواروں پر سے جا بجا پلستر اکھڑا ہوا تھا۔ جیسے دو سو سال پرانا بوڑھا اپنے جھریوں دار چہرے کی نمائش کر رہا ہو۔ جب گاڑی قلعہ کے آہنی دروازے کے سامنے جا کر رُکی تو اچانک ہی خوابیدہ آسیب زندہ ہو گئے۔ اس سناٹے میں زوردار پھڑپھڑاہٹ کی آواز اُبھری۔ پھر وہ آواز کار کی کھڑکیوں سے ٹکراتی ہوئی گذر گئی۔ ریٹی چیخ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ موتسوموٹو نے کہا۔

"مس ریٹی ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ اس قلعہ کے پیچھے ایک کھنڈر ہے وہاں سے چمگادڑیں اڑتی ہوئی یہاں آ گئی ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ کار کا دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکل گیا۔ ریٹی میری بانہوں میں چپکی ہوئی تھی۔ میں اُسے دلاسہ دیتا ہوا کار سے باہر آیا۔ وہ خوف اور غصے سے بڑبڑا رہی تھی۔

"میں نے ایسی جگہ شوٹنگ کے لئے معاہدہ نہیں کیا تھا۔ یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟"

موتسوموٹو اس کی باتوں کو نظر انداز کر کے آہنی دروازے کے پاس چلا گیا تھا۔ دروازے کے اوپر چھت سے ایک موٹا سا رسا لٹک رہا تھا وہ رسے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کھینچنے لگا۔ ڈھن —— ڈھن —— ڈھن —— دروازے کے اندر ایک بہت بڑے دل ہلا دینے والے گھنٹے کی آواز گونجنے لگی۔ اس آواز سے صرف دل نہیں ہل رہے تھے بلکہ قلعہ کی پرانی دیواریں بھی لرز رہی تھیں۔ دو سو سال پہلے ایسی ہی کال بیل ہوا کرتی تھی جس کی آواز سننے کے لئے بڑے دل گردے کی ضرورت پڑتی تھی۔ ریٹی کے دل گردے کو تو میں نے سنبھال رکھا تھا ورنہ اس کا ہارٹ فیل ہو جاتا۔

تھوڑی دیر بعد وہ بڑا سا دروازہ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ کھلنے لگا۔ دروازہ کھولنے والا ایک قد آور انگریز تھا۔ اس کے ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل تھی۔ اس کی زرد روشنی میں اس انگریز ملازم کے چہرے سے درشتی اور سنگدلی عیاں تھی۔ اس نے جاپانیوں کے انداز میں سر کو ذرا سا خم دے کر کہا۔

"مسٹر موتسوموٹو! تشریف لائیں۔ مسٹر فنٹابا آپ لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔"

ہم مسٹر موتسوموٹو کے پیچھے قلعے کے دروازے میں داخل ہوئے ریٹی مجھ سے چپکی ہوئی چل رہی تھی۔ ایک بہت بڑے سے دالان سے گذرنے کے بعد ہم ایک بہت بڑے ہال میں پہنچے۔ وہاں برسوں پرانا فرنیچر تھا۔ اور صدیوں پہلے کا جتنا آرائشی سامان تھا سب گرد سے اٹا ہوا تھا۔ فرش پر بھی اتنی گرد تھی کہ ہمارے قدموں کے نشانات پڑتے جا رہے تھے۔ ہال کے دونوں سروں پر دو چکر دار لکڑی کے بوسیدہ زینے اوپر نا معلوم کہاں تک چلے گئے تھے۔ جب ہم ایک شکستہ زینے پر چڑھتے ہوئے پہلی منزل کی طرف جانے لگے تو زینے کی لکڑیاں ڈراؤنی آوازیں کرنے لگیں۔ پہلی منزل کا حصہ رہائش کے قابل بنا لیا گیا تھا۔ وہاں صفائی تھی اور ڈرائنگ روم میں جدید طرز کا قیمتی فرنیچر تھا۔ ریٹی کے لئے سب سے زیادہ اطمینان کی بات یہ تھی کہ وہاں بجلی کے بلب روشن تھے۔ انگریز ملازم آرتھر نے کہا۔

"مس ریٹی۔ آپ کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے کے لئے ہمارے باس نے ایک جنریٹر کا انتظام کیا ہے تاکہ آپ کو بجلی کی روشنی مل سکے۔ لیکن یہ جنریٹر زیادہ بجلی سپلائی نہیں کر سکتا اسی لئے آپ کو صرف پہلی منزل پر یہ سہولتیں ملیں گی۔"

قلعہ کے مالک فنٹابا نے ڈرائنگ روم میں ہمارا استقبال کیا۔ فنٹابا فٹ بال کی طرح گول مٹول تھا۔ قد اتنا چھوٹا تھا کہ چلتے وقت گیند کی طرح لڑھکتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ صوفہ میں بیٹھتے وقت یوں

دھنس جاتا تھا کہ اس کا نصف قد قوم کے گدّے میں چھپ جاتا تھا۔
جب وہ رینی سے متعارف ہونے کے بعد میرے روبرو آیا تو اس کے قد کی آخری بلندی میری کمر تک تھی۔ میرے سامنے جیسے کوئی بچّہ کھڑا ہوا تھا۔ اس سے مصافحہ کرتے وقت پتہ چلا کہ وہ بھاری بھرکم بچّہ غیر معمولی جسمانی قوت کا مالک ہے۔ مصافحہ کے بہلنے ہتھیلی کی ہڈیوں کا کچومر نکال سکتا ہے۔ پہلے تو اس نے مجھے رینی کا سیکریٹری سمجھا۔ لیکن موسُو موٹے نے جب اُسے بتایا کہ ٹرین میں اچانک ہی میری رینی سے دوستی ہوگئی تھی اور اب میں رینی کا مہمان دوست بن کر آیا ہوں تو فنٹابا مجھے تشویش بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔

"آپ برما سے کب یہاں آئے ہیں؟ مس رینی سے دوستی کیسے ہوگئی؟"

میرے جواب دینے سے پہلے ہی رینی نے ناگواری سے کہا۔

"مسٹر فنٹابا! آپ ہماری دوستی کے سلسلہ میں میزبان بن کر سوالات کر رہے ہیں یا پولیس بن کر تفتیش میں مصروف ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کا یہ قلعہ شوٹنگ کے لئے کرایہ پر حاصل کیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ صرف اپنے کرائے کی رقم سے مطلب رکھیں۔"

فنٹابا جبراً مسکراتے ہوئے اور رینی کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ اب میں اپنے مطلب پر ہی نظر رکھوں گا۔"

اتنے میں ایک نوجوان عورت نے وہاں آکر کہا کہ ہمارے لئے ڈنر تیار ہے۔ ہم سب ڈائننگ روم میں آگئے۔ آرتھر اور وہ نوجوان عورت میز پر کھانے کی ڈشیں لاکر رکھ رہے تھے۔ میں نے دماغ کے اوراق اُلٹ کر دیکھ لیا۔ وہ نوجوان عورت آرتھر کی بہن روتھ بائیک تھی۔ جاپان میں وہ دونوں انگریز ملازم کچھ عجیب سے لگ رہے تھے۔ روتھ خدمت گذاری کے دوران بار بار رینی کو دیکھ رہی تھی جیسے قصائی قربانی کی بکری کو دیکھتا ہے۔ کھانے کے بعد کافی کا دور چلا۔ اس کے بعد فنٹابا نے روتھ سے کہا کہ وہ ہمیں ہمارے کمروں تک پہنچا دے۔ ہم اس کے ساتھ ڈائننگ روم سے باہر آئے۔ وہ ایک راہداری سے گذرتی ہوئی بڑی لگاوٹ سے بولی۔

"مسٹر جوبھن سوا میں نے شاید پہلے بھی آپ کو کہیں دیکھا ہے میں یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"تم یاد نہ کرو تو تمہاری صحت اچھی رہے گی۔" رینی ناگواری سے بولتی ہوئی میرے اور روتھ کے درمیان آگئی یعنی اُسے مجھ سے دُور ہٹادیا۔ میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ صرف چوبیس گھنٹے کی شناسائی میں رینی مجھے اپنی جاگیر سمجھ رہی تھی۔ وہ روتھ کو بھگا رہی تھی۔ اگر سونیا یہاں ہوتی تو وہ رینی کو مکھی کی طرح اڑا دیتی۔

اس وقت رینی کو وہاں ڈر نہیں لگ رہا تھا کیونکہ وہاں اچھی خاصی روشنی تھی۔ قلعہ کی ویرانی اور دہشت انگیزی نہیں تھی۔ روتھ نے ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے بتایا کہ وہ کمرہ رینی کے لئے ہے اور اس کے سامنے والا میرے لئے ہے۔ پہلے ہم رینی کی خوابگاہ میں داخل ہوئے۔ پرانے طرز کا کمرہ بہت کشادہ تھا۔ جدید طرز کا فرنیچر، الماری اور ایک بڑا سا پلنگ اپنی اپنی جگہ سلیقے سے رکھے گئے تھے۔ پلنگ کے سرہانے دیوار پر ایک قدآدم رنگین روغن سے بنی ہوئی تصویر لگی ہوئی تھی۔ اُسے دیکھتے ہی میں چونک گیا۔ وہ سونیا کی تصویر تھی۔

سونیا کی وہ تصویر باقاعدہ کسی مصوّر سے بنوائی گئی تھی۔ میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"تصویر میں یہ عورت کون ہے؟"

"یہ حرامزادی ہے۔" روتھ نے کہا۔

مجھے غصہ تو بہت آیا۔ مگر برداشت کرنا پڑا۔ رینی نے پوچھا۔

"یہ تصویر یہاں کیوں لگائی گئی ہے؟"

"یہ ہم نے نہیں لگائی۔ یہ ڈیڑھ سو سال سے اس کمرے میں اسی طرح لگی ہوئی ہے۔ یہ حرامزادی قلعہ کے موجودہ مالک مسٹر فنٹابا کی پڑدادی کی دادی ہے۔ اسے حرام کاری کے الزام میں قتل کردیا گیا تھا۔ قتل کرنے والا اس کا شوہر تھا۔ میرے ڈیڈی کہتے ہیں کہ قلعہ کے ویران حصّوں میں اس کی روح بھٹکتی رہتی ہے۔ اپنے قاتل شوہر کو تلاش کرتی رہتی ہے اور اس کا شوہر اس حرامزادی کے عاشق کی بُو سونگھتا پھرتا ہے۔ اس نامراد عاشق کو بھی قتل کردینا چاہتا ہے۔ مگر مجھے تو یہ باتیں بکواس لگتی ہیں۔"

رینی سہم کر بولی۔ "یہ باتیں بکواس ہوسکتی ہیں۔ مگر فی الحال یہ میرا کمرہ ہے۔ اس حرامزادی کی تصویر کو یہاں سے ہٹادو۔"

"سوری مس۔" روتھ نے معذرت ظاہر کی۔ "یہ تصویر قلعہ کی تاریخی یادگاروں میں سے ایک ہے۔ یہ یہاں سے ہٹائی نہیں جاسکتی۔"

میں نے رینی کو سمجھایا۔ "رینی یہ تصویر بُری تو نہیں ہے، اور نہ ہی دہشت ناک ہے کہ تم ڈر جاؤ گی اسے یہیں رہنے دو۔ میں تمہارے سامنے والے کمرے میں موجود ہوں گا۔ تمہیں ڈرنا نہیں چاہیئے۔ آؤ ذرا میں اپنا کمرہ بھی دیکھ لوں۔"

ہم تینوں اس کمرے سے نکل کر کوریڈور کے دوسری طرف دوسرے کمرے کا دروازہ کھول کر داخل ہوئے۔ وہ کمرہ بھی کشادہ تھا۔ وہاں بھی ضرورت کا تمام سامان موجود تھا۔ مگر پلنگ کے سرہانے دیوار پر جو قدآدم تصویر لگی ہوئی تھی۔ اُسے دیکھتے ہی میں اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ کیوں کہ وہ میری تصویر تھی۔

میں اپنی تصویر کے متعلق کچھ پوچھنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر رینی نے پوچھ ہی لیا۔

"یہ کس کی تصویر ہے؟"

روتھ نے جواب دیا۔ "یہ بڑا حرامزادہ ہے۔ اس حرامزادی کا عاشق ہے۔ وہ قاتل شوہر اس عاشق کی بُو سونگھتا پھرتا ہے۔ اس حرام....."

میں نے دانت پیستے ہوئے غصّہ کو برداشت کیا۔ پھر روتھ سے کہا۔

"تم ہمارے سامنے کسی کو گالیاں نہ دو۔ کیا تم اس کا نام نہیں لے سکتیں؟"

"ہاں۔" اس نے میری تصویر کی جانب اُنگلی اٹھا کر کہا۔ "اس کا نام زیاد علی تیمور ہے اور اس کی معشوقہ کی جو تصویر مس رینی کے کمرے میں ہے۔ اس کا نام سونیا ہے۔ ان دونوں کی روحیں بھٹکتی ہوئی یہاں آئیں گی پھر اس قلعہ کے تہہ خانہ میں انہیں قیامت تک کیلئے سلا دیا جائے گا۔"

رینی نے میرا بازو تھام کر سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ۔۔ یہ سب کیسی باتیں ہو رہی ہیں؟ میں تو یہاں شوٹنگ کیلئے آئی ہوں مگر اس فلم سے زیادہ یہ قلعہ بھیانک لگ رہا ہے۔"

"گھبراؤ نہیں رینی۔" میں نے اُسے پھر تسلی دی۔ "یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ اگر ان میں کچھ سچائی بھی ہو تو میں ان بیچ بیچ کے بھوتوں سے نمٹ لوں گا۔"

روتھ زیر لب مسکراتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ میں رینی کے ساتھ اس کے کمرے تک آیا پھر اُسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ دروازے کو اندر سے بند کرکے سو جائے۔ جب تک میں آواز نہ دوں وہ دروازہ نہ کھولے وہ میرے گلے میں باہیں ڈال کر مجھے روکتے ہوئے بولی۔

"جوبھن سوا تم اپنے کمرے میں نہ جاؤ۔ ہم دونوں اسی کمرے میں رات گزاریں گے۔"

وہ بڑی خوبصورتی سے رت جگے کی دعوت دے رہی تھی۔ میں یقیناً اس رات جاگنا چاہتا تھا لیکن رینی کے ساتھ نہیں بلکہ جاگتے ہوئے دشمنوں کے دماغ کے ساتھ ساتھ رہنا چاہتا تھا۔ اگر میں چاہتا تو اسی وقت دشمنوں کو دماغی قلابازیاں کھلا سکتا تھا لیکن جو دشمن نظروں کے سامنے تھے وہ میرے کسی کام کے نہیں تھے۔ میجر یاماگوچی ٹوکیو واپس چلا گیا تھا۔ لیکن ایک اور اہم ہستی اس قلعہ میں کہیں موجود تھی جس کے دماغ تک پہنچنے کا موقع مجھے نہیں مل رہا تھا۔

وہ پُراسرار ہستی شاید ہستی نہیں تھی۔ ہستی سے بود تک پہنچ گئی تھی ایک طرح سے نابود تھی۔ اگر اس کا کوئی پتہ ٹھکانہ ہوتا تو میری گرفت سے بچ کر نہیں رہ سکتی تھی اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ ہستی فی الحال میرے لئے مردہ تھی اور شیطان صفت لوگ مرنے کے بعد ڈریکولا بنتے ہیں۔

ایسے وقت میں رینی کی دعوت قبول نہیں کر سکتا تھا۔ ابھی مجھے بہت سے پاپڑ بیلنے تھے۔ میں نے اسے بڑی محبت سے سمجھایا۔

"رینی تم ایک حسین انعام ہو۔ میں اس انعام کو ضرور قبول کروں گا۔ تھوڑی دیر کے لئے تمہیں تنہا رہنا ہوگا۔ میں باہر جاکر معلوم کرنا چاہتا ہوں

کہ یہ کمبخت فلمی شوٹنگ کے لئے آئے ہیں یا تمہارے ساتھ کوئی سنگین مذاق کر رہے ہیں۔"

وہ مجھے اتنی آسانی سے چھوڑنے والی نہیں تھی مگر میں نے اس کی اپنی سوچ کے ذریعہ اسے قائل کردیا کہ میں اس کی بھلائی کے لئے باہر جا رہا ہوں صرف تھوڑی دیر کے لئے وہ تنہا رہے گی اس کے بعد میری رفاقت حاصل ہو جائے گی۔ اس نے قائل ہوکر میرا پیچھا چھوڑ دیا۔ میرے باہر نکلتے ہی اس نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ مجھے اطمینان ہوگیا کہ اب وہ ساری رات میرا انتظار کرتی رہے گی مگر اس میں اتنی جرأت نہیں ہوگی کہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر میرے کمرے کی طرف تنہا آسکے۔

میں کوریڈور سے گذرتا ہوا زینے تک آگیا۔ زینے کے نیچے بڑے ہال میں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ چونکہ میں روشنی میں کھڑا ہوا تھا اس لئے تاریکی کچھ اور گہری نظر آرہی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا ہوا سوچتا رہا کہ مجھے کس طرف جانا چاہیئے۔ کیونکہ جس کی تلاش تھی اس کا کوئی پتہ ٹھکانہ میرے پاس نہیں تھا اور نہ ہی میری نظروں میں آنے والے دشمنوں کی سوچیں میری رہنمائی کرسکتی تھیں۔ اتنی سی بات تو آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ چھپنے والے اندھیرے کا سہارا لیتے ہیں۔ میں نے نیچے جھانک کر اندھیرے میں دیکھا اور خود کو آمادہ کرنے لگا کہ اس تاریکی میں جاکر کوئی خطرہ مول لینا چاہیئے۔

میں نے ایک قدم زینے پر رکھا پھر ایک دم سے ٹھٹھک کر اسی جگہ ٹھہر رہ گیا۔ اوپری منزل کے برآمدے کے آخری سرے پر لکڑی کا چکردار زینہ تھا وہ زینہ بھی نیچے ہال کی طرف جاکر تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔ اب اس تاریکی سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے کوئی زینے پر آہستہ آہستہ قدم رکھ رہا ہو۔ لکڑی کا شکستہ حال زینہ سناٹے میں کراہتا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو جاتا تھا گہرے سناٹے میں یہ آواز حد درجہ اعصاب شکن تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ٹھہر ٹھہر کر اوپر آنے والا کراہتے ہوئے زینے کو رہ رہ کر چپ کرا رہا ہو۔ میں آنے والے کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے باری باری ہر ایک کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ میں نے پہلے موسُو موٹے کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ایک کمرے میں آرتھر کے ساتھ بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ پھر میں نے فنٹابا کے دماغ کو ٹٹول کر دیکھا تو وہاں بھی وھسکی کا دور چل رہا تھا اور روتھ اس کے پاس موجود تھی۔

اس طرح خیال خوانی سے یہ پتہ چل گیا کہ ان چاروں میں سے کوئی بھی اس تاریک زینے پر نہیں ہے کوئی انجانی ہستی ہے۔ شاید اسی کی مجھے تلاش تھی۔ میں پیچھے کی طرف ہٹتا ہوا دیوار سے جاکر لگ گیا۔ آنے والا تاریکی میں تھا۔ لہٰذا اس نے مجھے دیکھ لیا ہوگا۔ اس کے باوجود وہ احتجاج کرتے ہوئے زینے پر اس طرح ٹھہر ٹھہر کر چڑھتا آرہا تھا جیسے آخری وقت سانس ٹھہر ٹھہر کر آتی ہے۔ "انتظار کے لمحات بہت ہی جان لیوا تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں بھی اندھیرے میں اس دشمن کو نہیں پہچان رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد زینے

کے اوپری روشن حصّے میں ایک بالوں بھری کھوپڑی نظر آئی۔

ہی ہی ہی ہی۔ ہنسی کی آواز آئی جیسے پہیہ پنکچر ہوگیا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ دانت ایک بھی نہیں تھا اس لئے ہنسی ہوا کے بھبکے کی طرح نکل رہی تھی۔ سوکھے گرد سے اٹے ہوئے بال چہرے پر بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ گالوں کے پچکنے کی وجہ سے چہرے کی ایک ایک ہڈی اُبھری ہوئی تھی۔ وہ اوپری برآمدے میں آکر کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہی اس کی سوچ میں سوال کیا۔

"میں کون ہوں؟ میرا نام کیا ہے؟"

اسے جواباً سوچنا چاہیئے تھا مگر وہ بڑبڑانے لگا۔ میں نے غور سے سننے کی کوشش کی۔ مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ کیونکہ اس کی آواز بڑی کمزور تھی اور جو بات وہ کہہ رہا تھا وہ اس کے پوپلے منہ سے ہوا کے بھبکے کی طرح نکل رہی تھی۔ پھر میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے یہ تم کونسی زبان بول رہے ہو۔"

"ہی ہی ہی۔ بڑھاپے کی زبان جوانی کی سمجھ نہیں آتی۔ مگر وہ جو جوان لہو کا پیاسا ہے میں اس کی آواز سن رہا ہوں تم بھی جوان ہو۔ وہ تمہارے بھی خون کا پیاسا ہے، بھاگ جاؤ۔ بھاگ جاؤ۔ مگر تم بھاگ کر کہاں جاؤ گے قلعہ کے آہنی دروازے بند ہیں۔ وہ دروازے قبر کی مٹی سے زیادہ مضبوط ہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں ایسی جگہ چھپادوں گا کہ وہ تمہاری بُو نہیں سونگھ سکے گا۔"

اس کی آدھی باتیں پوپلے منہ کی ہوا میں اُڑ جاتی تھیں۔ پھر بھی میں نے سمجھ لیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ میں نے اندازے کے مطابق کہا۔

"میں سمجھ گیا، تم آرتھر اور روتھ کے ڈیڈی ہو۔ تمہارا نام مائیک ہے۔"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں! میں ان کا باپ ہوں۔ مگر وہ سب مجھے خبطی اور دیوانہ سمجھتے ہیں۔ مگر میں خبطی نہیں ہوں۔ میں ۔۔۔ میں ہوشمند ہوں۔ میں ۔۔۔ میں اندھیرے میں شیطان کے قدموں کی آہٹ سن لیتا ہوں۔ دیکھو وہ تمہاری بُو سونگھتا ہوا آرہا ہے۔ ذرا کان لگا کر اس آواز کو سنو۔"

یک بیک رات کا سناٹا لرز گیا۔ پھڑپھڑ۔۔ پھڑپھڑ کی آواز کے ساتھ لکڑی کا زینہ پھر کراہنے لگا۔ کیا چمگادڑیں بھی پروں کو ۔۔۔۔ پھڑپھڑاتی ہوئی زینے پر چڑھتی ہیں؟ بوڑھے مائیک نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

"دیر نہ کرو۔ اپنی بُو کو اس سے دور لے جاؤ۔ چلو بھاگو۔ جلدی آؤ۔۔۔۔"

اس بوڑھے میں اتنی قوت نہیں تھی کہ مجھے کھینچ کر لے جا سکتا لیکن میں خود کھنچتا چلا گیا۔ ہم دونوں آگے بڑھتے ہوئے روشن حصّے سے نکل کر تاریک حصّے میں پہنچ گئے۔ بوڑھا مائیک دیوار پر دونوں ہاتھ رکھ کر اس کے درمیان سے ایک پتھر نکال رہا تھا۔ اسی وقت پھر پَروں کے پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دی۔ دور لکڑی کا زینہ کراہ رہا تھا۔ پھر قریب ہی ایک دم سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ میں دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ اس گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی اچانک اس دیوار کے اندر چلا گیا۔ چند لمحوں تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اب میں فرش پر گرا ہوا تھا۔ گڑگڑاہٹ کی آواز پھر سنائی دی۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ مگر قبر کی ہولناک تاریکی میں کچھ نظر نہیں آتا۔ چند لمحوں تک میں فرش پر بیٹھا اپنے ذہن کو پرسکون بناتا رہا۔ پھر یہ بات سمجھ میں آگئی کہ جس دیوار سے میں ٹیک لگا کر کھڑا ہوا تھا وہ پیچھے کی طرف ہٹ گئی تھی۔ ایسے وقت میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اور اس تاریک حصّے میں آکر گر پڑا تھا۔ اب وہ متحرک دیوار اور وہ بوڑھا مائیک اور اوپری منزل کا وہ روشن حصّہ سب کچھ نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا۔

میں نے بیٹھے بیٹھے سامنے کی طرف دونوں ہاتھ بڑھائے میرا ہاتھ پتھریلی دیوار سے جا کر لگ گئے۔ میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر میں نے پلٹ کر اپنے دونوں ہاتھ آگے کی طرف بڑھائے پھر سنبھل کر آگے کی طرف قدم اٹھایا۔ دو قدم آگے بڑھتے ہی میرے دونوں ہاتھ پھر دیوار سے ٹکرا گئے۔ یعنی میرے آگے پیچھے دونوں طرف متوازی دیواریں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے بائیں طرف گھوم کر اسی طرح دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر چلنا شروع کیا۔ وہاں تین قدم کے فاصلے پر ہی تیسری دیوار نے راستہ روک لیا۔ واقعی قبر کی طرح چاروں طرف سے دیواریں چن دی گئی تھیں۔ پتہ نہیں تقدیر نے مجھے کہاں لا پھینکا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ بیٹے فرہاد علی تیمور اب بیٹھے خیال خوانی کرتے رہو۔

میں نے بوڑھے مائیک کے خیال کو پڑھا۔ کیا پڑھا؟ یہ نہیں بتاؤں گا اس لئے کہ میں آپ کو بھی اپنے ساتھ قبر کے اس اندھیرے میں سفر کرانا چاہتا ہوں ویسے اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ بیچارے مائیک نے مجھ سے دشمنی نہیں کی تھی اور وہ چاروں یعنی موسو مولو، فنابا، آرتھر اور روتھ بھی مجھ سے بہت دور تھے بہرحال اس آنکھیں پھوڑ دینے والی تاریکی میں تین طرف دیواروں کو محسوس کر چکا تھا۔ اس کے بعد میں دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر چوتھی سمت آہستہ آہستہ قدم اٹھانے لگا۔ ذاتی تجربے سے پتہ چل رہا تھا کہ اندھے کس طرح زندگی کے اندھیرے راستے پر چلتے ہونگے۔

چوتھی سمت کسی دیوار نے راستہ نہیں روکا۔ میں سنبھل سنبھل کر قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ قلعہ کی کوئی بہت ہی خفیہ راہداری تھی جیسا عام طور سے داستانوں میں پرانے قلعوں کے خفیہ راستوں اور تہہ خانے کے متعلق سنا جاتا ہے۔ بالکل ایسے ہی کسی راستے سے میں گزر رہا تھا۔ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اندھی راہداری بتدریج نیچے کی طرف جا رہی ہے۔ دس منٹ کے بعد ہی میں چلتے چلتے ذرا ٹھہر گیا۔ وہ گھُپ اندھیرے میں دو ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں مل کر دیکھا تو وہ دو آنکھیں سلگتی ہوئی نظر آئیں۔ میں جو کسی کی بھی آنکھوں میں اتر کر دماغ میں پہنچ جاتا ہوں تو ان آنکھوں میں بھی اترنے کی کوشش کی۔ مگر ان آنکھوں کے پیچھے کوئی دماغ نہیں تھا۔

میں تھوڑی دیر تک حیرانی سے سوچتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا ذرا قریب پہنچ کر مجھے اپنی بوکھلاہٹ پر شرمندگی ہوئی۔ کیونکہ وہ آنکھیں نہیں دو سوراخ تھے۔ سوراخوں کی بناوٹ بالکل آنکھوں کی طرح تھی اور ان کے پیچھے زرد روشنی نظر آرہی تھی۔ مجھے کچھ امید نظر آئی کہ اب اس قبر کی ٹھنڈی تاریکی سے نکلنے کا موقع ملے گا۔ میں نے بالکل قریب پہنچ کر ان دونوں سوراخوں پر اپنی دونوں آنکھیں لگا دیں۔ دوسری طرف مجھے ایک کشادہ کمرہ نظر آیا۔ سنگار میز کے ایک طرف ایک شمعدان رکھی ہوئی تھی جس میں چار موم بتیاں سلگ رہی تھیں۔ ایک درمیانے قد کی نوجوان لڑکی شمعدان کی طرف رُخ کئے اپنا لباس اتار رہی تھی ایسے وقت ہر شریف آدمی کو آنکھیں بند کر لینا چاہئیں لیکن اتنی دیر سے تو میں آنکھیں کھلی رکھنے کے باوجود اندھا بنکر وہاں تک پہنچا تھا اب باہر نکلنے کی امید نظر آرہی تھی تو میں کیسے آنکھیں بند کر لیتا۔

اس کے مختصر سے لباس سے پتہ چل رہا تھا کہ اب وہ سونے کیلئے جارہی ہے۔ لباس کے بوجھ سے آزاد ہونے کے بعد وہ ایک بھرپور انگڑائی لیتی ہوئی پلٹ گئی۔ تب میں نے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ سوزوکو تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر اس کی خیریت معلوم کی۔ پتہ چلا کہ وہ قید کئے جانے کے باوجود مطمئن ہے اسے اطمینان اس لئے تھا کہ اب تک کسی نے اس پر ظلم نہیں کیا تھا۔ کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف نہیں ہوئی تھی۔ اس کے آرام کا خاص خیال رکھا جارہا تھا۔ پھر اسے یقین تھا کہ اس کا باپ کرنل اور سیکرٹ سروس کے لوگ اسے ضرور ڈھونڈ نکالیں گے۔

بہرحال اب میں اپنے آپ کو اس قید سے نکالنا چاہتا تھا اور میرا خیال تھا کہ سوزوکو کے کمرے میں پہنچنے کے لئے وہاں سے کوئی دروازہ ضرور ہوگا۔ میں اس دیوار کو ٹٹولنے لگا۔ ایک جگہ دیوار ذرا ہلتی ہوئی نظر آئی۔ میں دو قدم ہٹ کر پیچھے کی طرف گیا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اپنی پشت سے دروازے پر زور کا دھکا مارا۔ پھر جیسے میں ایک ساعت کیلئے فضا میں معلق ہوگیا۔ اپنی جگہ سے جیسے اڑتا ہوا آیا۔ پھر بڑے سے پلنگ کے ملائم بستر پر چاروں شانے چت گر پڑا۔ سوزوکو سونے کے لئے اسی پلنگ پر آرہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے زور کی چیخ ماری۔ پھر دروازے کی طرف بھاگتی چلی گئی۔ میں آنکھیں پھاڑے اپنے سامنے کی دیوار کو دیکھ رہا تھا۔ وہاں بھی دیوار پر ایک قد آدم تصویر لگی ہوئی تھی اور وہ [illegible]

بس اسی تصویر کے پاس سے اڑتا ہوا اس پلنگ پر آیا تھا یعنی وہ دیوار جس حصّے پر لگی ہوئی تھی پتھریلی دیوار کا وہ حصّہ متحرک تھا۔ یوں سمجھئے ریوالونگ چیئر کی طرح وہ دیوار گھومتی تھی اور آنے جانے کا راستہ دینے کے بعد پھر گھوم کر اپنی جگہ آجاتی تھی اس دیوار کے میکنزم کو سمجھنے کے بعد میں نے سوزوکو کی طرف توجہ دی۔ وہ کمرے سے باہر نکلنے کے لئے دروازے کو پیٹ رہی تھی۔ چونکہ وہ قیدی تھی اس لئے دروازہ باہر سے بند تھا۔ وہ سہم سہم کر میری جانب بھی دیکھتی جارہی تھی۔ اگر میں میک اپ میں نہ ہوتا تو وہ مجھے پہچان لیتی۔ کیونکہ ایک بار وہ مجھے دیکھ چکی تھی۔

میں نے خود کو اس پہ ظاہر نہیں۔ میں فی الحال یہ ظاہر نہیں کرنا ... چاہتا تھا کہ بحیثیت فرہاد میں اس کے پاس پہنچ گیا ہوں میں سونیا کو موقع دینا چاہتا تھا کہ وہ اپنی شرط کے مطابق سوزوکو تک پہنچ جائے سوزوکو کو وہاں سے واپس لے جانے کا جہاں تک سوال تھا تو میں تقریباً وہ شرط جیت چکا تھا کیونکہ اب میں کسی وقت بھی سوزوکو کو وہاں سے نکال کرلے جا سکتا تھا لیکن ایک مرد کی جیت اس میں بھی ہے کہ وہ اپنی عورت کو شرط ہارنے سے بچالے۔ میں سونیا کے غرور کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ پھر جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں میں کسی نہ کسی طرح اس ڈریکولا تک پہنچنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ موسو مولو، روتھ، آرتھر اور فنابا بدحواسی میں دوڑتے ہوئے کمرے میں چلے آئے۔ فنابا کے ہاتھ میں ریوالور اور آرتھر کے ہاتھ میں ایک ننگا چاقو تھا۔ میں اطمینان سے پلنگ پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ سوزوکو دہشت زدہ ہو کر روتھ سے لپٹ گئی تھی اور کہہ رہی تھی۔

"یہ ۔۔ یہ بدمعاش پتہ نہیں میرے کمرے میں کہاں سے آگیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھت سے ٹپک پڑا ہے۔ کون ہے یہ؟"

سب لوگ مجھے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے فنابا نے ایک قدم آگے بڑھ کر مجھ سے پوچھا۔

"تم ۔۔ تم اس کمرے میں کہاں سے آگئے ہو؟"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"اللہ بڑا کارساز ہے۔ کبھی چھپّر پھاڑ کر دولت دیتا ہے کبھی دیوار پھاڑ کر مجھے حسینوں کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ ویسے یہ جاپانی گڑیا بڑی حسین ہے۔ کہاں سے اڑا کر لائے ہو؟"

"بکواس مت کرو۔" فنابا نے غصّے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔ "سیدھی طرح بتاؤ کہ اس کمرے میں کس طرح آئے ہو؟"

میں نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مسٹر فنابا! تم اس قلعہ کے مالک ہو تمہیں اچھی طرح معلوم ہونا چاہیئے کہ اس بند کمرے میں میں کدھر سے آسکتا ہوں۔"

فنابا اور آرتھر ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ سوزوکو نے احتجاج کیا۔

"یہ کمرہ محفوظ نہیں ہے، میں یہاں نہیں رہوں گی۔ مجھے بتایا جائے یہ بدمعاش کہاں سے آیا ہے؟"

میں نے بڑے پیار سے پچکارتے ہوئے کہا۔

"میری جاپانی گڑیا۔ مجھے بدمعاش کہہ کر میرا دل نہ توڑو۔ میں تمہارے حسن کا دیوانہ ہوں۔ یہ دیوانے جو تمہارے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں یہ شاید تمہیں کبھی نہ بتاتے کہ اس کمرے میں آنے کا ایک چور راستہ بھی ہے لیکن میرے یہاں اچانک نازل ہونے پر اب انہیں بتانا ہی پڑے گا۔ چلو میں بتائے دیتا ہوں۔ یہ جو تمہارے سرہانے ایک بوڑھے کی تصویر لگی ہوئی ہے اس کے پیچھے چور راستہ ہے اور یہ دیوار ریوالونگ ہے میں اسی دیوار سے ٹکرا کر پرواز کرتا ہوا تمہارے بستر پہ آیا ہوں۔"

فاطمہ بانے انجان بنکر حیرانی سے پوچھا۔

"کیا اس دروازے کے پیچھے چور راستہ ہے؟ تعجب ہے میں یہاں کا مالک ہوں اور آج تک مجھے یہ بات نہ معلوم ہوسکی۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ میں خود دیکھوں گا کہ یہ دیوار کس طرح گھوم کر کھلتی ہے۔"

وہ ریوالور کو جیب میں رکھ کر تیزی سے چلتا ہوا دیوار کے پاس گیا۔ اس کے پیچھے آرتھر اور موگسو مولو بھی گئے۔ پھر وہ لوگ دیوار کو ادھر اُدھر سے دھکے دے کر خفیہ دروازے کو تلاش کرنے لگے میں نے کرنل جوشو ہو کی تصویر کو دیکھا جس کی دو آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے۔ میں نے انہی سوراخوں سے جھانک کر اس کمرے کو دریافت کیا تھا۔ پھر میں بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اسی دیوار کے پاس آیا اور اس ریوالونگ دروازے کو تلاش کرنے لگا۔ لیکن یہاں سے وہاں تک وہ ایک ٹھوس دیوار تھی۔

وہ سب مجھے گھور کر دیکھنے لگے سوزو کو سوچ رہی تھی کہ جب وہ دیوار ٹھوس ہے تو میں اس کمرے میں کہاں سے ٹپک پڑا۔ لیکن دوسروں کے دماغ کیا سوچ رہے تھے یہ میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی طنزیہ انداز میں دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ میں وہاں ایک چور دروازے کی موجودگی کا ثبوت نہیں دے سکا تھا فاطمہ بانے غرا کر کہا۔

"مس سوزو کو دہشت زدہ کرنا چاہتے ہو کہ اس کمرے میں آنے کا کوئی راستہ بھی ہے۔ تم سیدھی طرح نہیں بتاؤ گے کہ اس کمرے میں کس طرح آئے ہو۔"

اس نے پھر جیب سے ریوالور نکال لیا میں نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے حقارت سے کہا۔

"تم بار بار مجھے یہ کھلونا کیوں دکھا رہے ہو۔ صاف بات یہ ہے کہ میں اسی دیوار سے نکل کر آیا ہوں۔ اگر یقین نہیں آتا تو سمجھ لو کہ میں کوئی جادوگر ہوں اور اپنے کالے عمل سے پتھریلی دیواروں کے آر پار چلا آتا ہوں۔"

فاطمہ باد غیرہ کے دماغ میں یہ سوال کلبلا رہا تھا کہ آخر میں اس چور راستے تک کیسے پہنچ گیا۔ یہ سوال زوتھ نے مجھ سے کیا۔ میں نے جواب دیا۔

"روتھ ڈارلنگ تمہارے بوڑھے باپ کی مہربانی سے میں اس اندھے راستے پر پہنچ گیا تھا۔ کیا وہ بوڑھا پوپلے منہ والا تمہارا باپ نہیں ہے؟"

آرتھر نے غصے سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"تم میرے ڈیڈی کا مذاق اڑا رہے ہو۔ وہ پوپلے نہیں ہیں بلکہ بڑھاپے میں بھی ان کے تمام دانت موجود ہیں۔"

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تم نے اپنے ڈیڈی سے ایک صدی پہلے ملاقات کی ہوگی۔ اب اچھے بچے کی طرح اپنے باپ سے جاکر ملاقات کرو۔ ان کے سارے دانت جھڑ گئے ہیں اور تم ایسے غصے سے میری طرف نہ بڑھو ایسا نہ ہو کہ تمہارے دانت بھی جھڑ جائیں۔"

فاطمہ بانے آرتھر کا بازو پکڑ کر اسے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ یہ اس طرح نہیں مانے گا۔ اسے میں اپنے کمرے میں لے جاکر پوچھوں گا۔ جو ہتن سو اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو اس ریوالور کے سامنے چپ چاپ چلتے رہو اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر کے پیچھے رکھ لو۔"

میں نے اپنے دونوں ہاتھ سر کے پیچھے رکھ لئے پھر اس کے آگے آگے چلتا ہوا دروازے کی طرف جانے لگا۔ سوزو کو جلدی سے دروازے کے آگے آکر راستہ روکتی ہوئی بولی۔

"ٹھہر جاؤ۔ پہلے میری رہائش کا انتظام کرو۔ میں اس کمرے میں تنہا نہیں رہوں گی۔"

فاطمہ بانے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"اچھی بات ہے، تم روتھ کے ساتھ چلی جاؤ۔ اس کے ساتھ رات گذار لو۔"

سوزو کو دروازے کے پاس سے ہٹ گئی۔ میں فاطمہ با کے حکم کے مطابق اس کے آگے آگے چلتا ہوا ایک کوریڈور سے گذرنے لگا۔ باقی تمام لوگ پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ تنہا مجھے ریوالور کی زد پہ لے جا رہا تھا۔ اس اکیلے سے نمٹنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ویسے فاطمہ با کو اپنی طاقت اور پھرتیلے پن پر بڑا ناز تھا۔ وہ چار فٹ کا بونا ریوالور کے بغیر بھی مجھے زیر کرنے کے داؤ پیچ جانتا تھا۔ میرے لئے تو اتنا ہی کافی تھا کہ میں اس کے ذہن کو ذرا سا جھٹکا دیتا۔ اس وقت تک ہم گراؤنڈ فلور کے تاریک ہال میں پہنچ گئے تھے۔ اب اس ہال میں دو مومی شمعیں روشن تھیں۔ میں زینے کی طرف بڑھنے لگا تو اس نے للکار کر کہا۔

"ٹھہرو۔ اِدھر نہیں اُدھر چلو۔"

میں نے کہا۔ "پہلے میں اوپر مس رینی کی خیریت معلوم کرنے جاؤں گا۔ تم ریوالور دکھا کر فضول دھمکی نہ دو۔"

"اچھا تم یہ جتانا چاہتے ہو کہ اس ریوالور سے تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ ٹھیک ہے میں اس ریوالور کو یہاں رکھ دیتا ہوں۔"

جس میز پر مومی شمعیں روشن تھیں وہاں اس نے ریوالور کو رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ یہاں رکھا ہوا ہے۔ میں پیچھے ہٹ جاتا ہوں۔ اگر تم یہ ریوالور اٹھا سکو تو پھر یہ تمہارا ہو جائے گا۔ اور تم اوپر جاکر رینی سے بھی مل سکو گے۔"

یہ کہہ کر وہ تقریباً تین قدم پیچھے چلا گیا۔ پھر کنگ فو آرٹ کی نمائش کرنے کے لئے اپنے ہاتھ پاؤں کے مختلف زاویئے بنانے لگا۔ اس وقت وہ بونا شیطان بہت ہی خطرناک نظر آرہا تھا اور میں اس کے دماغ کو پڑھ چکا تھا کہ وہ جاپانی مارشل آرٹ کا بلیک بیلٹر ہے۔ اس وقت میں نے اس کی پلاننگ سمجھ لی کہ جب میں آگے بڑھ کر ریوالور کی طرف ہاتھ بڑھاؤں گا تو وہ کس طرح میری طرف چھلانگ لگائے گا۔ پھر میری گردن کو دونوں ٹانگوں میں پھنسا کر مجھے وہاں سے الٹا کر ریوالور سے دور لے جائے گا اس کے بعد ہیڈ لاک کے ذریعہ میرے بارہ بجا دے گا۔

"جو ہتن سو۔ کیا سوچ رہے ہو؟ ریوالور تم سے صرف ایک قدم کے فاصلے پر ہے۔ آگے بڑھو اور اسے اٹھا لو۔"

پہلے تو میں نے ذرا ہچکچاہٹ کا اظہار کیا۔ اس کے کنگ فو کے پینترے دیکھ کر خوفزدہ ہونے کی ایکٹنگ کی۔ پھر ریوالور کی طرف میں نے قدم بڑھایا اور ٹھیک اسی وقت میں اس کے دماغ میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اس لئے میں اس کی ایک ایک جنبش کو سمجھ سکتا تھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے فضا میں اچھل کر میری گردن میں ٹانگوں کی قینچی ڈالنے آیا۔ اس کا نشانہ بالکل درست تھا لیکن میں نے جھکائی دے کر دونوں ہاتھوں سے اسے اپنی پشت کی جانب اچھالا کر دیا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ فرش سے اٹھتا میں نے پھرتی سے ریوالور کو اٹھایا پھر جلتی ہوئی شمعوں کو پھونک مار کر بجھا دیا اب ہال میں گہری تاریکی چھا گئی تھی ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ فرش سے اٹھتا ہوا اپنے کپڑوں سے گرد جھاڑتا ہوا مجھے گالیاں دے رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"گالیاں نہ دو ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔"

وہ گھبرا کر چپ ہوگیا۔ مگر اس کی سوچ گالیاں بک رہی تھی اور وہ آہستہ آہستہ شمعدان کی طرف اندازے کے مطابق بڑھ رہا تھا۔ میں نے پھر اسے دھمکی دی۔

"بونے شیطان۔ میں اندھیرے میں دیکھ سکتا ہوں تم میز کی طرف بڑھ رہے ہو۔ کیا ارادہ ہے تمہارا؟ شاید تم وہ شمعدان اٹھا کر میری آواز کی سمت حملہ کرنا چاہتے ہو۔"

وہ ٹھٹھک کر کھڑا ہوگیا۔ میں نے اسے حکم دیا۔

"اب زینے کی طرف بڑھو اور رینی کے کمرے کی طرف چلو۔"

وہ فوراً ہی پلٹ کر زینے کی طرف جانے لگا۔ اس کے دماغ نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ روشنی میں پہنچ کر مجھ سے دو دو ہاتھ کرسکے گا اور مجھے رینی کے کمرے تک پہنچنے نہیں دے گا۔ وہ آگے آگے زینے پر چڑھ رہا تھا اور میں ہاتھ میں ریوالور لئے اس کے پیچھے تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اگر میں جو ہتن سو کو رینی کے کمرے تک لے جاؤں تو کیا حرج ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا۔

"ہائیں، یہ کیسی بات میں سوچ رہا ہوں۔ میں اس کمبخت کو اس کمرے میں کیسے لے جاسکتا ہوں رینی تو اب وہاں نہیں ہوگی۔"

دماغ بیک وقت کتنی ہی سوچوں کی آماجگاہ ہوتا ہے انسان ایک بات سوچتے وقت ٹھیک اسی لمحے اپنی کسی دوسری حرکت کے متعلق بھی سوچتا ہے۔ ٹھیک اسی لمحے اس نے مجھے دولتی جھاڑنے کی بات سوچی۔ میں نے اس سوچ کو پڑھتے ہی سنبھلنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ غضب کا پھرتیلا تھا۔ میرے سنبھلتے سنبھلتے بھی اس نے ایک ہاتھ بڑی پھرتی سے زینے پر ٹیکا اور گدھے کی طرح پیچھے سے ایک لات جھاڑ دی۔ وہ ٹھوکر میرے منہ پر پڑی تھی۔ میں اپنا توازن نہ سنبھال سکا۔ پیچھے کی طرف الٹ کر زینے پر لڑھکتا ہوا نیچے کی طرف جانے لگا۔ نیچے ہال کے گرد آلود فرش پر پہنچ کر مجھے سنبھلنے کا موقع ملا۔ اگرچہ سخت چوٹیں آئی تھیں لیکن رینی کو بچانے کے خیال سے میں تکلیف برداشت کرتا ہوا جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

اس وقت تک فاطمہ با پہلی منزل کے روشن حصے میں پہنچ چکا تھا میں جلدی جلدی زینے پر چڑھنے لگا۔ ریوالور اب تک میرے ہاتھ میں دبا ہوا تھا لیکن میں فائر کرکے دوسروں کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جب میں اوپری منزل پر پہنچا تو وہ نظروں سے اوجھل ہوچکا تھا۔ جسمانی طور پر اس کا تعاقب کرنا ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ میری سوچ اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ میں تیزی سے چلتا ہوا رینی کے کمرے تک پہنچا۔ وہ اسی کمرے میں گیا تھا۔ میں دروازہ کھول کر اندر آیا۔ پلنگ پر رینی کا لباس تار تار نظر آرہا تھا مگر رینی وہاں نہیں تھی۔ میں تیزی سے دوڑتا ہوا دیوار سے لگی ایک الماری کے پاس پہنچا کیونکہ فاطمہ با اسی الماری کے اندر گیا تھا۔

میں نے الماری کو کھول کر دیکھا تو وہ خالی تھی۔ دوسروں کیلئے یہ جادوگری کا تماشا ہوتا کہ وہ الماری کے اندر پہنچ کر کیسے غائب ہوگیا لیکن میں اس کے ایک ایک عمل کو پڑھتا ہوا اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ لہٰذا جب میں نے اندر پہنچ کر الماری کے دروازے کو بند کیا تو اس کے بند ہوتے

ہی الماری کے ساتھ لگی ہوئی دیوار دروازے کی طرح کھل گئی ہیں ... بے خوف وخطر اس دیوار سے گزر کر پھر ایک تاریک خفیہ راستے پہ پہنچ گیا۔

پھر وہی قبر کی تاریکی تھی۔ میں اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ پھر اس تاریکی میں فناٹابا کیسے نظر آتا۔ وہ اس اندھیرے میں کہیں سے بھی آکر حملہ کر سکتا تھا البتہ طلبکہ اس کے پاس الو کے دیدے ہوتے البتہ میں اندھیرے میں بھی سوچ کی کتاب پڑھ سکتا تھا اور مجھے اطمینان تھا کہ قلعہ کی اس اندھی گلی میں فناٹابا مجھ سے بہت دور ہے۔ وہ الماری کے خفیہ راستے سے یہاں آنے کے بعد دائیں سمت گیا تھا۔ میں بھی اسی طرف بڑھنے لگا راستہ پہلے جیسا تھا۔ دونوں طرف پتھریلی دیواریں ایستادہ تھیں، اور سامنے کا راستہ بتدریج نشیب کی طرف جا رہا تھا۔

آگے بڑھتے بڑھتے میں فناٹابا کو چھوڑ کر رینی کی خبر لینے لگا۔ اس کے بستر پر پڑا ہوا پھٹا لباس بتا رہا تھا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا گیا ہے۔ میں چلتے چلتے ایک جگہ ٹھہر گیا۔ دیوار سے ٹیک لگا کر رینی کے دماغ کو اچھی طرح ٹٹولنے لگا۔ کیونکہ وہ ہوش کی دنیا میں نہیں تھی کہیں بیہوش پڑی ہوئی تھی۔ ایک زبردست طوفان اس کے دماغ سے گذر چکا تھا۔ ایسے وقت انسان بیہوش ہو کر ذرا دیر کے لئے پرسکون ہو جاتا ہے۔ میں اس کے خوابیدہ دماغ میں ایسی کمزور سوچوں کو پڑھ رہا تھا، جو واضح طور سے سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ جس طرح زیر لب بڑبڑاہٹ ہوتی ہے اور واضح طور سے سنائی نہیں دیتیں اسی طرح اس کی سوچیں گڈمڈ ہو گئی تھیں۔

میں آہستہ آہستہ ان سوچوں کو ترتیب دینے لگا۔ ہولے ہولے اسے پکارنے لگا ”رینی۔ رینی تم خود کو گم کر دینے کے باوجود میری آواز سن رہی ہو۔ بولو رینی بولو۔ تمہارے دماغ کے سناٹے میں صرف میری آواز گونج رہی ہے اور تم سن رہی ہو۔۔۔۔۔“

تھوڑی دیر بعد اس کے ہونٹ لرزنے لگے۔ وہ پھر ڈوبتی ہوئی آواز میں بولی۔

”ہاں، میں سن رہی ہوں۔ تم کون ہو؟“

”میں تمہارا ہمدرد ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ تم پر کیا گزری ہے؟“

وہ ایک بیمار کی طرح بڑی نقاہت سے بولنے لگی۔

”وہ آیا تھا۔ جب میرے کمرے سے جوہتن سو چلا گیا تو میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ مجھے اطمینان تھا کہ اس بند کمرے میں کوئی نہیں آسکے گا۔ میں نے سوچا کہ جوہتن سو کی واپسی تک میں اپنے کپڑے سوٹ کیس سے نکال کر الماری میں رکھوں گی۔ اس خیال سے میں الماری کے پاس آئی۔ لیکن اس کے دونوں پٹ کھولتے ہی مجھ پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ ایک دم سے جیسے قوت گویائی ختم ہو گئی میں پوری قوت سے چیخنا چاہتی تھی مگر حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔“

”تم نے الماری کے اندر کسی کو دیکھا تھا؟“ میں نے سوچ کے ذریعہ اسے ٹوک دیا۔

”ہاں الماری کے اندر وہ کھڑا ہوا تھا۔ جو ڈیڑھ سو سال پہلے اس قلعہ کی حرامزادی سے عشق کرتا تھا۔“

”تم کس حرامزادی کی بات کر رہی ہو؟“

”وہی جس کی تصویر میرے کمرے کی دیوار پر لگی ہے۔ روستم نے اس کا نام سونیا بتایا تھا۔ میرے سامنے الماری کے اندر اسی سونیا کا عاشق فرہاد علی تیمور کھڑا ہوا تھا۔“

میں اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ رینی کو یہ داستان سنائی گئی تھی کہ میں فرہاد علی تیمور ڈیڑھ سو سال سے اپنی محبوبہ سونیا کے لئے اس ویران قلعہ میں بھٹک رہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ رینی اس وقت کسی فرہاد علی کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ اس کی محبوبہ سونیا کے کمرے میں کھڑی ہوئی تھی جبکہ بھٹکنے والے عاشق کے سامنے رینی کو نہیں اس کی محبوبہ کو ہونا چاہیئے تھا۔

رینی بڑبڑا رہی تھی۔ ”پھر فرہاد علی الماری سے باہر آگیا اور مجھے سونیا کہہ کر اپنی آغوش میں بلانے لگا۔ میں کہنا چاہتی تھی کہ میں اس کی سونیا نہیں ہوں۔ وہ دیوار پر لگی ہوئی اپنی محبوبہ کی تصویر کو کیوں نہیں دیکھتا۔ میں اس سے مختلف ہوں۔ میں رینی ہوں۔ مگر میرے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ میں گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن اس نے لپک کر مجھے پکڑ لیا۔

اُف کیسی فولادی گرفت تھی۔ جی چاہتا تھا اس گرفت میں پگھل جاؤں۔ مگر دل میں یہ دہشت تھی کہ وہ ڈیڑھ سو سال پہلے کا مُردہ ہے اور میرے اندر زندہ جذبات ہیں۔ مجھے ایک مُردے سے دور بھاگنا چاہیئے میں خوف کے مارے خود کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگی۔ وہ میرے بدن سے لباس کو نوچ رہا تھا۔ بڑی زیادتیاں کر رہا تھا۔ میں ذرا سی دیر میں بھول گئی کہ وہ مُردہ ہے۔ وہ اپنے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ ان دانتوں کو دیکھ کر مجھے اس فلم کا ڈریکولا یاد آگیا اگرچہ مردہ فرہاد کے دانت بڑے بڑے ڈراؤنے نہیں تھے تاہم وہ لشکارے تھے۔ اس نے بڑی محبت سے میری گردن پر جھک کر دانتوں سے ہولے سے کاٹ لیا اس کے بعد تو میں نشے کے عجیب جہان میں پہنچ گئی۔ مجھے کچھ ہوش نہیں رہا کہ میں کہاں ہوں۔۔۔۔۔“

رینی اتنی دیر تک بڑبڑاتے رہنے کے بعد تقریباً ہوش میں آگئی تھی۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اس وقت وہ کہاں ہے؟ مگر وہ آنکھیں کھول کر خود ہی حیرانی سے سوچ رہی تھی۔

”میں کہاں ہوں؟ میرے چاروں طرف اندھیرا کیوں ہے؟ میرے کمرے میں تو بجلی کی روشنی تھی۔“

وہ آہستہ آہستہ اُٹھ کر بیٹھنے لگی۔ اس کا سر گھوم رہا تھا۔ جیسے بہت زیادہ پی لینے کے بعد اب نشہ ٹوٹ رہا ہو۔ پھر وہ بڑبڑانے لگی ”کیا میں قبر کے اندھیرے میں ہوں؟ فرہاد تم کہاں ہو؟ میرے پاس آؤ۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ آؤ مجھے بھی ڈیڑھ سو سال

لے جاؤ۔ میں تمہارے لئے یہ دنیا چھوڑ دوں گی۔“

وہ کمبخت بنا بنایا فرہاد کی دیوانی ہو گئی تھی۔ اس تاریکی میں اس کے پیار کے انداز کو سوچ رہی تھی اور اس کے دانتوں کے لمس کو یاد کر کے تڑپ رہی تھی۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ اس بہروپیئے فرہاد کے دانت زہریلے نشے کا سرچشمہ تھے۔ نشہ کی معراج تک پہنچا دیتے تھے۔ رینی کو اب اس نشے کا چسکا پڑ گیا تھا۔ میں نے اسکی سوچ میں کہا۔

”یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں ایک زندہ عورت ہوں مجھے ایک مردے سے محبت نہیں کرنی چاہیئے۔“

اس کی ضدی سوچ نے کہا۔

”نہیں، وہ محبت کا دیوتا ہے۔ اس کی آغوش میں محبت کا نشہ ہے۔ اگر وہ قبر کی تاریکی سے اُٹھ کر آتا ہے تو میں بھی مر کر اس کی آغوش میں دفن ہو جاؤں گی۔“

میں نے پھر اس کی سوچ میں سمجھایا۔

”میں زندہ اور ہوشمند ہوں۔ میں اپنی دنیا کے لوگوں سے پیار کروں گی اور میں جوہتن سو سے محبت کرتی ہوں۔“

اس نے جھلا کر جوہتن سو کو زبردست گالی دی اور اپنا سر پیٹ پیٹ کر کہنے لگی کہ اس کے دل میں مردہ فرہاد کے سوا کسی کے لئے جگہ نہیں ہے اگر اس کے دماغ نے فرہاد کے خلاف کچھ کہا تو وہ اپنا سر پھوڑ لے گی۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر فرہاد کو پکارتی ہوئی تاریکی میں بھٹکنے لگی۔ اسے بار بار ٹھوکریں لگ رہی تھیں جیسا کہ نشے کی دیوانگی میں لگتی رہتی ہیں۔ وہ کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر دیواروں سے ٹکرا رہی تھی۔ پھر وہ اسی طرح چکراتی اور بھٹکتی ہوئی واپس اسی بستر پہ آکر گر پڑی۔

اب رینی کے پیچھے سر کھپانا فضول تھا۔ وہ ایسے ہی وقت کام آسکتی تھی۔ جب وہ ڈریکولا فرہاد اُسے دوبارہ نشہ کی آغوش میں سلانے آتا۔ اسی وقت میں رینی کے ذریعہ اس شیطان کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا۔ میں نے اس سے رابطہ ختم کرنے کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ میں اسی چور راستے کی تاریکی میں دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ پتہ نہیں کتنا وقت گذر چکا تھا۔ میں نے فناٹابا کی خبر لی تو معلوم ہوا کہ اب وہ اس چور راستے سے نکل چکا تھا اور اپنے کمرے میں بیٹھا آرتھر کو بتا رہا تھا کہ کس طرح میں نے اس کا خانہ خراب کیا ہے۔ اگر مجھے قابو میں کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ اس قلعہ کی خرابی ہو جائے۔ آرتھر نے مجھ پر جھلاتے ہوئے کہا۔

”مسٹر فناٹابا! میں نے پہلی نظر میں پہچان لیا تھا کہ جوہتن سو خطرناک آدمی ہے۔ اب میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ ٹیلی پیتھی جیسی کا ہے بڑی مکاری سے رینی کا دوست بن کر آیا ہے۔ اب اسے ڈھونڈ کر ٹھکانے لگانا ہی ہو گا۔“

”ٹھہرو۔“ فناٹابا نے کہا۔ ”میرا ریوالور اس کمبخت کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اسی لئے میں اپنی جان بچا کر چلا آیا۔ فری اسٹائل کا موقع ملتا تو اس کی ہڈیاں توڑ کر رکھ دیتا۔ اچھا جاؤ رائفلیں لے آؤ۔“

اب وہ رائفلیں لے کر میری تلاش میں آنے والے تھے۔ میں آگے بڑھ کر اس خفیہ راستے سے نکلنے کا کوئی دروازہ ڈھونڈنے لگا۔ میرے دائیں بائیں جو دیواریں تھیں میں انہیں ٹھونک بجا کر اور زور سے دھکا لگا کر دیکھتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دور جاتے ہی اچانک ہی پروں کے پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دی۔ ایک چمگادڑ میرے سر کے اوپر سے اڑتی چلی گئی۔

چمگادڑ کی موجودگی بتا رہی تھی کہ وہ خفیہ راستہ قلعہ کے باہر بھی لے جاتا ہے۔ وہ چمگادڑ یقیناً باہر سے اُڑتی ہوئی آئی ہو گی۔ وہ پھر پروں کو پھڑپھڑاتی ہوئی میرے سر کے اوپر سے گذر گئی۔ میں نے دور ہونے والی آواز کی سمت دیکھا تو سامنے ہی دو سلگتی ہوئی آنکھیں نظر آئیں۔ پہلے تو میں نے یہی سمجھا کہ وہ فریب نظر ہے کیونکہ اس سے پہلے میں آنکھوں کی طرح بنے ہوئے دو سوراخوں کو دیکھ چکا تھا۔ وہ بھی سوراخ ہو سکتے تھے اور ان کے پار یقیناً کوئی کمرہ ہو گا۔ میں انہیں قریب سے دیکھنے کے لئے آگے بڑھا۔ اسی وقت میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ ایک زبردست گھونسہ میرے منہ پر پڑا۔ میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے کی طرف جا کر فرش پہ گر پڑا۔

اس فولادی مکّے نے مجھے سمجھا دیا تھا کہ حملہ کرنے والا کوئی ہیوی ویٹ باکسر ہے۔ وہ اس گہری تاریکی میں مجھے بڑی آسانی سے دیکھ رہا تھا۔ فرش پر میں جہاں گر پڑا تھا ٹھیک اسی جگہ اس نے مجھ پر چھلانگ لگائی لیکن اب میں اس کی سلگتی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر اس کی حرکات کو سمجھ سکتا تھا اور اس کے ارادے کو سمجھتے ہی میں نے کروٹ بدل لی۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ لڑھک گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فرش پر اوندھے منہ گر پڑا یقیناً اسے سخت چوٹ آئی ہو گی لیکن اس کی قوت برداشت حیرت انگیز تھی اس کے منہ سے اُف تک نہ نکلی۔

میں اچھل کر کھڑا ہو گیا چونکہ وہ اوندھے منہ فرش پر گرا تھا۔ اس لئے اس کی آنکھیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اندازے سے اُسے ایک ٹھوکر ماری۔ دوسرے ہی لمحہ میں اپنی ٹانگ پکڑ کر کراہنے لگا۔ کیونکہ میں نے سامنے دیوار کو ٹھوکر ماری تھی۔ وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ اسی وقت پیچھے سے میری گردن پر کراٹے کا ایک زوردار ہاتھ پڑا۔ میں تلملا کر دوسری طرف پلٹ گیا۔ یہ بعد میں پتہ چلا کہ وہ اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ لیتا تھا تاکہ وہ سلگتی ہوئی آنکھیں اس کی نشاندہی نہ کر سکیں۔

میں تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ جب اندھیرے میں آنکھیں کام نہیں کرتیں تو پھر اندھیرے میں ہاتھ آگے بڑھا کر ٹٹولا جاتا ہے۔ میں نے اُسے ڈھونڈنے کے لئے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھایا۔ ایک لمحہ کے لئے وہ سلگتی ہوئی آنکھیں نظر آئیں۔ دوسرے ہی لمحہ میں

نے میرا ہاتھ کھینچ کر جوڈو کا داؤ مارا۔ میرے قدم اکھڑے اور میں فضا میں اچھلتا ہوا دوسری طرف جا کر پختہ فرش پر گر پڑا۔ مجھے یوں لگا جیسے میری ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ چند لمحوں تک اٹھنے کی سکت نہ رہی۔

یہ برابر کا مقابلہ نہیں تھا۔ وہ تاریکی میں مجھے دیکھ کر حملے کر رہا تھا اور جب میں اُسے دیکھنا چاہتا تو وہ اپنی آنکھیں چھپا لیتا۔ یہ کوئی مردانگی نہیں تھی اگر ایسے وقت میں تنہا مردانگی دکھانے کی حماقت کرتا تو اسی قلعہ میں کہیں دفن کر دیا جاتا۔ لہٰذا ان چور حملوں سے بچنے کے لئے میں نے فوراً ریوالور نکال لیا۔ وہ میری طرف بڑھ رہا تھا، ریوالور دیکھتے ہی دوسری طرف پلٹ گیا۔ پھر اس کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ میں نے للکار کر کہا۔

"رک جاؤ، ورنہ گولی مار دوں گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے فائر کر دیا۔ اندھیرے میں ایک شعلہ لپکا۔ شعلہ کی لمحاتی روشنی میں دور خفیہ راستے کا موڑ نظر آیا۔ وہ اس موڑ پر غائب ہو چکا تھا۔ فائرنگ کی آواز اس مقبرے میں تھوڑی دیر تک گونجتی رہی پھر خاموشی چھا گئی۔ میں فرش پر سے اٹھ کر اپنی کمر سیدھی کرنے لگا۔ اُس اندھیرے کے شیطان کا پیچھا کرنا مناسب نہیں تھا۔ وہ اس تاریکی میں چھپ کر میرے ریوالور پر ہاتھ صاف کر سکتا تھا۔ اگر اس کا دماغ میرے بس میں ہوتا تو میں اسی وقت معلوم کر لیتا کہ وہ بھاگتا ہوا کہاں گیا ہے تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد میں نے فنٹابلا کے دماغ کو ٹٹول کر دیکھا۔ اس کے ساتھ آرتھر اور موسو موٹو تھے۔ تینوں کے پاس رائفلیں تھیں اور وہ میری طرف آنے کے لئے ایک چور دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اسی وقت وہ چور دروازہ خود بخود کھل گیا۔ ان تینوں نے چونک کر رائفلیں سیدھی کر لیں۔ ان کا خیال تھا کہ میں ان سے ٹکرانے کے لئے پہنچ گیا ہوں۔

ہاں، میں ان کے سامنے پہنچ گیا تھا لیکن وہ میں نہیں تھا۔ ان کے سامنے نقلی فرہاد کھڑا ہانپ رہا تھا۔ موسو موٹو نے رائفل کی نال کو جھکاتے ہوئے کہا۔

"کیا مصیبت ہے اسے دیکھ کر دل یوں دہلتا ہے جیسے سچ مچ فرہاد سامنے آ گیا ہو۔ آخر یہ کہاں سے بھاگتا آ رہا ہے؟"

آرتھر نے آگے بڑھ کر بناسپتی فرہاد کو مخاطب کیا۔

"کیا ریی کے ساتھی جوتھن سو سے تمہارا سامنا ہوا تھا؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر ایک گونگے کی طرح اشاروں میں بتانے لگا کہ مجھ سے مقابلہ ہوا تھا۔ پھر میں نے اس پر فائر کیا تو اسے بھاگنا پڑا۔ فنٹابا نے کہا۔

"آرتھر! اپنی اس زہریلی بلا سے کہو کہ زبان سے باتیں کرے جب۔ گونگا نہیں ہے تو اشاروں کی زبان میں کیوں بولتا ہے؟"

آرتھر نے کہا۔ "مسٹر فنٹابا! میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ہم اپنے اس آدمی کو فرہاد علی کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ اسے ناقابل برداشت اذیتیں پہنچائیں۔ تب بھی یہ منہ سے آواز نہیں نکالے گا۔"

فنٹابا نے کہا۔ "لیکن فرہاد کے موجودہ ریکارڈ کے مطابق اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم ہو چکی ہیں۔ اب اس سے محتاط رہنا کیا ضروری ہے؟"

"ضروری ہے، بلکہ دانشمندی ہے۔ فرہاد کے دماغ کو تنہا کیا گیا تھا۔ اس بات کا امکان ہے کہ اس کی یادداشت واپس آ جائے لہٰذا اس کی طرف سے محتاط رہنا چاہیئے۔"

"لعنت ہو فرہاد پر۔ اس سے پوچھو کہ جوتھن سو سے جب مقابلہ ہوا تو اس نے اپنے زہریلے دانت کیوں استعمال نہیں کیے؟"

"مسٹر فنٹابا آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ جوتھن سو کے پاس آپ کا ریوالور ہے ریوالور کی موجودگی میں اسے دانتوں سے حملہ کرنے کا موقع نہیں ملا ہو گا۔ اس کی عادت ہے کہ پہلے یہ دشمنوں سے زور آزمائی کرتا ہے۔ ناکامی کی صورت میں دانتوں سے حملہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔"

ان کی باتیں سن کر میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اگر میں جوانمردی کے زعم میں ریوالور نہ نکالتا تو وہ کسی موقع پر اپنے زہریلے دانت ضرور استعمال کرتا۔ میں نے اب تک کبھی سنا تھا نہ دیکھا تھا کہ کسی انسان کے دانت زہریلے ہیں۔ اس زہریلے آدمی کے متعلق معلومات حاصل کرنا ضروری تھا یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ ان زہریلے دانتوں سے ریی کی موت واقع کیوں نہ ہوئی۔ اسے صرف زہریلا نشہ حاصل ہوا تھا اور وہ مزید نشہ کی تمنا کر رہی تھی۔

بہرحال ابھی وقت نہیں تھا کہ میں آرتھر وغیرہ کے دماغ کو کرید کر اس زہریلے آدمی کے متعلق معلومات حاصل کرتا۔ وہ لوگ مجھے تلاش کرتے ہوئے ادھر آ رہے تھے۔ میں پھر آس پاس کی دیواروں کو ٹھونکتے بجاتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ وہ لوگ کھلنے والی دیواروں کو کسی طرح لاک کر دیتے ہیں۔ اسی لئے مجھے ریوالونگ دیوار کا دروازہ نہیں مل رہا تھا۔ کچھ دور جانے کے بعد میرا خیال غلط ثابت ہوا۔ ایک جگہ میں نے دیوار کو دھکا دیا تو وہ اندر کی طرف کھلتی چلی گئی۔

میرے سامنے ایک روشن کمرہ تھا۔ مجھے فوراً ہی اندر جانا چاہیئے تھا لیکن میں نے ذرا دیر کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس ریوالونگ دیوار کا دوسرا حصہ گھوم کر میرے پیچھے آیا۔ مجھے زور کا ایک دھکا لگا اور میں لڑکھڑاتا ہوا سامنے پلنگ پر آ کر گر پڑا۔ پلنگ پر سونے والی کو مجھ سے دھکا لگا تو وہ نیند میں کسمسا کر بولی۔

"اونہہ۔ روتھ یہ کیا حرکت ہے مجھے آرام سے سونے دو۔"

بڑا آرام دہ بستر تھا۔ سوزو کو دوسری طرف کروٹ لئے لیٹی ہوئی تھی۔ جی میں آیا کہ اسی خوابیدہ حسن کی چھاؤں میں سو جاؤں۔ مگر پھول کے ساتھ جو کانٹے ہوتے ہیں، وہ میری طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔ میں فنٹابا کے دماغ میں بیٹھا سمجھ رہا تھا کہ وہ کس طرح تلاش کر رہے ہیں۔ اس خفیہ راستے میں جتنے دروازے تھے ان سب کو وہ کھول کر دیکھتے چلے آ رہے تھے

میں نے سوزو کو پر ایک حسرت بھری نظر ڈالی۔ پھر پلنگ سے اٹھ کر ریوالونگ دیوار کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک منٹ کے بعد ہی وہ زہریلے آدمی اور آرتھر کے ساتھ اس دیوار کے پیچھے آ کر رک ... نے آرتھر سے کہا۔

"اس دیوار کے پیچھے روتھ کا کمرہ ہے ہمیں یہاں بھی دیکھ لینا چاہیئے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالونگ دیوار کو دھکا دیا۔ دیوار دروازے کی صورت میں گھومنے لگی۔ میں بھی اس کے ایک حصہ کے ساتھ گھومتا خفیہ راستے میں پہنچا اور وہ تینوں دروازے کے دوسرے حصے کے ساتھ چلتے ہوئے کمرے میں پہنچ گئے۔

اب اس کمرے میں سوزو کو تنہا بے خبر سو رہی تھی۔ وہ تینوں دیوار ... چلتے ہوئے پلنگ کے نیچے اور الماری کے پیچھے مجھے ڈھونڈنے ... فنٹابا کی سوچ سے پتا چلا کہ وہ زہریلا آدمی سوزو کو کے حسن و شباب ... ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے فنٹابا فوراً ہی اس کے سامنے دیوار ... کھڑا ہو گیا۔ آرتھر اس زہریلے آدمی کو سمجھانے لگا۔

"یہ لڑکی تمہارے لئے نہیں ہے۔ یہ یرغمال کے طور پر لائی گئی ہے اگر تم اسے ہاتھ لگاؤ گے تو ہمارے مشن کو نقصان پہنچے گا۔ چلو، یہاں سے واپس چلو۔"

آرتھر اسے کھینچتا ہوا ریوالونگ دیوار تک لے آیا۔ مگر وہ زہریلی ... بھری نظروں سے سوزو کو دیکھے جا رہا تھا۔ آرتھر سوچ رہا تھا۔

"مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میجر یاماگوچی نے سختی سے تاکید کی تھی کہ سوزو کو اس زہریلی بلا کی نظروں میں نہ آنے دے۔ میں نے تو سوزو کو اس سے چھپا رکھا تھا۔ مگر یہ بھول گیا تھا کہ روتھ اس لڑکی کو اپنے کمرے میں لے آئی ہے۔ اب سوزو کو اس کمرے سے بھی ہٹانا ہو گا۔"

یہ سوچتے ہی اس نے ریوالونگ دیوار کو دھکا دیا۔ وہ دیوار گھومنے لگی۔ میں اس کے ایک حصہ کے ساتھ چلتا ہوا کمرے میں آیا وہ تینوں اس دوسرے حصہ کے ساتھ چلتے ہوئے خفیہ راستے میں پہنچ ... آرتھر نے پریشان ہو کر کہا۔

"پتہ نہیں وہ کمبخت کہاں جا کر چھپ گیا ہے اس چور راستے ... قلعہ کے باہر نکلنے کے راستہ پر موسو موٹو رائفل لئے بیٹھا ہے۔"

فنٹابا نے ناگواری سے کہا۔

"تمہارے اس بوڑھے خبطی باپ نے جوتھن سو کو چھپا دیا ..."

آرتھر نے کہا۔ "اب ڈیڈی پاگل ہیں تو میں ان کا کیا علاج کر سکتا ہوں۔ فی الحال میں نے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اپنے ... میں قید کر دیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ جوتھن سو بھٹکتا ہوا ... پہنچ جائے۔"

"چلو تہہ خانہ میں بھی اسے تلاش کر لیتے ہیں۔" فنٹابا یہ کہہ کر تہہ خانہ کی طرف جانے لگا۔ میں فوراً ہی فنٹابا کے قدموں کو گننے لگا۔ بائیس قدم چلنے کے بعد وہ بائیں طرف مڑ گیا۔ پھر وہاں سے سات قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ اب اس کے ہاتھ بائیں طرف کی دیوار کو ٹٹول رہے تھے اسے دیوار کا ایک پتھر ذرا سا ہلتا ہوا محسوس ہوا وہ اس پتھر کو دیوار کے اندر دھکیلنے لگا اس کے ساتھ ہی قدموں کے پاس فرش کا کچھ حصہ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ اپنی جگہ سے ہٹنے لگا۔ گڑگڑاہٹ کی آواز ختم ہوئی تو اس نے ٹارچ کی روشنی میں ایک چھوٹے سے زینے کو دیکھا جو نیچے تہہ خانہ میں چلا گیا تھا۔

میں باری باری فنٹابا اور آرتھر کے دماغوں میں جھانک کر یہ دیکھنے لگا کہ وہ تہہ خانہ کے متعلق کیا سوچ رہے ہیں اس سلسلہ میں آرتھر اہم نظر آیا، میں اس کے دماغ سے چپک گیا وہ سوچ رہا تھا۔

"جوتھن سو کو اس تہہ خانہ کا علم نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک پہنچنے کا راستہ آسان نہیں ہے۔" میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"لیکن یہاں تک پہنچنا بالکل ہی ناممکن نہیں ہے، اگر جوتھن سو یہاں پہنچ جائے تو؟"

"تو غضب ہو جائے گا یہاں اس کمبخت کو ہمارے جرائم کے بہت سے ثبوت مل جائیں گے۔"

میں نے اطمینان کی ایک لمبی سانس لی اتنی بھاگ دوڑ کے بعد اب صحیح منزل کا پتہ معلوم ہوا تھا۔ اب وہاں تک پہنچنے کیلئے ذرا صبر کی ضرورت تھی، جلد بازی میں وہ زہریلا آدمی میرے راستے کی دیوار بن جاتا۔ یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ اس خفیہ تنظیم کو چلانے والے خاص طور سے میرے لئے اس زہریلے آدمی کو پال رہے تھے اُسے گونگا بن کر رہنے کی ٹریننگ دی گئی تھی، چور راستے کی تاریکی میں وہ اینٹی ڈارک لینس آنکھوں پر چڑھائے ہوتے تھا۔ عام حالات میں بھی اس کی آنکھوں پر ایسی لینس رہتا ہو گا تاکہ میں اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکوں۔

وہ کون لوگ تھے، جو میری طرف سے اس قدر محتاط تھے۔ میجر یاماگوچی وغیرہ میرے متعلق مکمل صحیح معلومات نہیں رکھتے تھے۔ ان حالات میں میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ اس تنظیم کے پیچھے بھی سپر ماسٹر کا ہاتھ تھا۔ وہی اچھی طرح جانتا تھا کہ میری یادداشت کسی وقت بھی واپس آ سکتی ہے اور میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دوبارہ اس کے لئے مصیبتیں پیدا کر سکتی ہیں۔ اس لئے وہ مجھ سے نمٹنے کیلئے زہریلے آدمی جیسے نہ جانے کتنے آلۂ کاروں کو مجھ سے محفوظ رہ کر مقابلہ کرنے کی ٹریننگ دے رہا تھا، پتہ نہیں وہ میرے خلاف محاذ بنا کر اور کیا کچھ کر رہا ہو گا۔

فنٹابا، آرتھر اور وہ زہریلا آدمی تہہ خانہ میں مجھے تلاش کرنے

کے بعد ناکام واپس آنے لگے۔ تہہ خانے کے راستہ کو بند کرنے کے بعد فنٹابا نے اچانک سی چونک کر آرتھر سے پوچھا۔

"کیوں آرتھر! تم تو کہتے تھے کہ تمہارا یہ زہریلا آدمی سونیا کی طرح دشمنوں کی بو سونگھ کر ان پر حملے کرتا ہے۔ کیا ابھی یہ جوتھن سو کی بو کو نہیں پا سکتا؟"

آرتھر ذرا سا ہچکچایا پھر کہنے لگا۔

"میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ ہر ایک کی بو سونگھ لیتا ہے۔ یہ صرف عورتوں کا شیدائی ہے۔ صرف ان کی بو کے پیچھے بھاگتا ہے۔"

فنٹابا نے غصہ سے کہا۔

"تم بات بدل رہے ہو۔ مجھے بیوقوف بنا رہے ہو۔ میرا کیا ہے اگر سونیا کسی طرح یہاں مکاری سے پہنچے گی تو پھر اس زہریلے گونگے کی بو کے پیچھے لگ جائے گی۔"

آرتھر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر فنٹابا! کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ یہ فرہاد کے روپ میں ہے۔ سونیا جیسے ہی اسے فرہاد سمجھ کر اس کے قریب آئے گی یہ پہلے ہی ملے میں اسے زہریلے نشہ کی معراج تک پہنچا دے گا۔"

ان کی باتیں سن کر اچانک یاد آیا کہ میں نے بہت دیر سے سونیا کی خبر نہیں لی ہے۔ میں نے اسے دماغ کی اسکرین پر آخری بار جزیرہ شوڈ میں دیکھا تھا وہ سوزدکو کی بو کے انتظار میں وہاں ٹھہر گئی تھی اب رات کے دو بجنے والے تھے وہ آرام سے سو رہی ہو گی میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا معلوم ہوا کہ وہ پرسکون ہے اور آنکھیں بند کئے سو رہی ہے۔ نیند کی حالت میں اس کی سوچ تھکی تھکی سی تھی میں نے یہی سمجھا کہ وہ مسلسل بھاگ دوڑ کے بعد تھک کر سو رہی ہے اگر میں اس کی سوچ کو چھیڑتا تو حقیقت معلوم ہو جاتی۔ وہ سو نہیں رہی تھی بلکہ بے ہوشی کی حالت میں تھی۔

میں مصروفیت کے باعث حقیقت کو سمجھ نہ سکا مصروفیت یہ تھی کہ میں اپنے تعاقب کرنے والوں کی مصروفیت کو سمجھ رہا تھا۔ آرتھر اپنے زہریلے ساتھی کے ساتھ چور دروازے سے گزرتا ہوا اس تاریک کمرے میں پہنچ گیا جہاں ریتی ایک بستر پر پڑی ہوئی تھی

آرتھر نے اس شیطان سے کہا۔

"ہم تمہاری ہر خواہش پوری کرتے ہیں۔ تم نے فلمی رسالوں میں ریتی کی تصویریں دیکھ کر اسے حاصل کرنے کی تمنا کی تھی۔ اب دیکھ لو فلمی شوٹنگ کے بہانے ہم نے اسے ہالی وڈ سے بلا کر تمہاری آغوش میں پہنچا دیا۔ باس اس وقت تک تم پر مہربانیاں کرتا رہے گا جب تک تم وفاداری کا ثبوت دیتے رہو گے۔ باس کا حکم ہے کہ اس جاپانی لڑکی کی تمنا نہ کرو جسے تم ابھی روتھ کے کمرے میں دیکھ کر آئے ہو۔ اگر تم اسے ہاتھ بھی لگاؤ گے تو یہ تنظیم سے غداری ہو گی اور غداری کی سزا تم اچھی طرح جانتے ہو....."

یہ کہہ کر وہ اس تاریک کمرے میں ان دونوں ہوس پرستوں کو چھوڑ کر باہر آگیا۔ اس نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا تاکہ وہ زہریلا آدمی صرف ریتی تک محدود رہے۔ وہاں سے نکل کر سوزدکو تک نہ پہنچے۔ [illegible] احتیاطی تدبیر کے بعد وہ فنٹابا کی طرف جانے لگا۔ میں روتھ کے کمرے میں اسی طرح ریوالو تنگ دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ میرے سامنے [illegible] پلنگ پر محو خواب تھی۔ جب اطمینان ہو گیا کہ دشمنوں میں سے کوئی نہیں آئے گا تو میں ذرا کمر سیدھی کرنے کے لئے

اس کمرے میں عیش و آرام کا تمام سامان موجود تھا مگر ابھی آرام کی گھڑیاں نصیب نہیں تھیں۔ ابھی یہ معلوم کرنا تھا کہ فنٹابا اور آرتھر کو نیند آتی ہے یا وہ میری تلاش میں نکلتے ہیں۔ میں نے آرتھر کی سوچ کی ڈور تھام کر دیکھا وہ فنٹابا کے کمرے میں پہنچ گیا تھا۔ فنٹابا ٹرانسمیٹر پر کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے اس کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا۔

"یہ تو کمال ہو گیا۔ وہ کیسا کس طرح تمہارے قابو میں آگئی؟"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "وہ تنہا تھی۔ اس نے اپنے ساتھی کو جزیرے سے واپس بھیج دیا تھا۔ اسی وقت ہمیں موقع مل گیا [illegible] نے پیچھے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ جدوجہد نہ کر سکی بے ہوش ہو گئی۔ ہم اسے قلعہ میں پہنچانے آ رہے ہیں۔"

فنٹابا نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ اسے فوراً پہنچا دو۔ فرہاد اس کے پیچھے ضرور آئے گا۔ اس کا خیال رکھو۔ اوور اینڈ آل۔"

یہ باتیں سنتے ہی فوراً میری سمجھ میں آگیا کہ سونیا اس وقت سو نہیں رہی تھی بلکہ بیہوش پڑی تھی۔ فنٹابا اور آرتھر پلاننگ کر رہے تھے کس طرح سونیا کو قلعہ کے اندر لایا جائے گا اور جب میں اس کے لئے آؤں گا تو مجھے کس طرح گھیرا جائے گا۔ ان کی پلاننگ کو سمجھنا [ضروری] نہیں تھا۔ کیونکہ میں تو یہاں پہنچ ہی گیا تھا اور سونیا بھی پہنچنے ہی والی تھی۔ لہٰذا میں سونیا کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اب وہ ہوش میں آ گئی تھی اور ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی اسی طرف چلی آ رہی تھی۔ اس کے آس پاس دو جاپانی ریوالور لئے بیٹھے تھے۔ وہ مطمئن نظر آ رہی تھی۔ [illegible] نے اس کی سوچ میں کہا۔

"پتہ نہیں یہ لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ کیا مجھے [مطمئن] رہنا چاہیئے؟"

اس نے اپنے آس پاس دیکھتے ہوئے سوچا۔

"میں کر بھی کیا سکتی ہوں۔ میرے آس پاس ریوالور ہیں۔ میں تو نہیں جانتی کہ مجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے، لیکن میرے دماغ [کو] منزل کا پتہ بتا دے گا۔"

بھلا اس کا دماغ اسے کیسے بتا سکتا تھا۔ میں فوراً ہی اس کے [اس] انداز کو سمجھ گیا۔ وہ مجھ پر طنز کر رہی تھی۔ دوسرے ہی لمحے اس نے

"بس کرو فرہاد! یہ خیال خوانی کے ہتھکنڈے اپنے ہی پاس رکھو۔ [میں] تمہاری طرح کسی کی سوچ کے ذریعہ اپنی منزل کا پتہ معلوم نہیں کر سکتی۔ [لیکن] اپنی صلاحیت بھی کوئی چیز ہے۔ میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتی [ہوں کہ] اس وقت میں تمہاری ہی طرف چلی آ رہی ہوں۔"

میں اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ میری بو سونگھتی چلی آ رہی ہے۔ میں نے کہا۔

"تعجب ہے سونیا! جب میں ٹوکیو میں تمہیں اپنا ہمراز بنائے بغیر [غائ]ب ہو گیا تھا تو اس وقت تم کرنل جو شوہو کی طرح میری گمشدگی کی وجہ [سے] پریشان تھیں۔ کیا اس وقت تم میری بو سونگھ کر میرا پتہ نہیں معلوم [کر سک]تی تھیں؟"

"کیوں نہیں۔ میں تمہارے ہتھکنڈوں کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ [میر]ا خیال تھا کہ تم مجھ سے رابطہ قائم کرو گے لیکن جب تم نے ایسا ضروری [نہیں سمجھ]ا تو میں نے بھی جان بوجھ کر کرنل جو شوہو کی تائید کی کہ دشمن تم [پر] غالب آ گئے ہیں اور سوزدکو کی طرح تمہاری بو کو بھی مجھ سے چھپا رہے ہیں۔"

"یہ تم نے اچھا کیا کہ کرنل کو میری حقیقت نہیں بتائی۔ لیکن اس [دور]ان میں نے دو تین بار تمہارے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا تمہاری [سو]چ سے یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ تم میری طرف سے مطمئن ہو۔ بلکہ تم میرے [لئے] پریشان تھیں۔"

سوچ کے ذریعہ اس کی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"فرہاد! یہ میرا کمال ہے تمہارے ساتھ اتنا عرصہ رہ کر اتنا تو سمجھ [میں آ]گیا ہے کہ تم مجھے کن حالات میں کس طرح اپنے طور پر سوچنے پر مجبور [کر]تے ہو۔ میں کافی عرصہ سے تمہاری مرضی کے مطابق اپنی سوچ کو کنٹرول [میں] رکھنے کی مشق کر رہی ہوں تم یہی چاہتے تھے کہ میں تمہارا پیچھا نہ کروں [او]ر تمہارے لئے پریشان ہوتی رہوں تو پھر دیکھ لو کہ سب کچھ میں نے تمہاری مرضی کے مطابق ہی کیا ہے۔"

میں مسکرانے لگا۔ میرے پاس لیٹی ہوئی سوزدکو کروٹ بدل رہی [تھ]ی اس کے بدن سے بدستور نشیلی کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے سونیا [س]ے پوچھا۔

"بہر حال یہ بتاؤ۔ سوزدکو کہاں ہے؟ تم اس کی بو پا رہی ہو یا نہیں؟"

"نہیں فرہاد! دشمن بڑے چالاک ہیں۔ اسے مسلسل خوشبوؤں [میں] چھپا رہے ہیں۔ مگر تم سچ سچ بتاؤ کیا تم جان بوجھ کر یہ سوال نہیں [ک]ر رہے ہو؟ کیا تمہیں سوزدکو کے متعلق کوئی علم نہیں ہے؟"

"میری بات نہ پوچھو۔ اگر پوچھنا ہی چاہتی ہو تو اپنی شرط ہار جاؤ۔"

"میں سمجھ گئی۔ تم سوزدکو تک پہنچ گئے ہو۔ اور اب میں بھی پہنچنے [وا]لی ہوں۔"

"تو پھر جلدی سے تسلیم کر لو کہ شرط ہار چکی ہو۔ اپنی صلاحیت [سے] [و]ہاں نہیں پہنچ رہی ہو۔ کیونکہ تمہاری مطلوبہ لڑکی اب تک تمہیں نہیں مل رہی ہے۔"

میری اس بات پر سونیا گڑبڑا گئی۔

"آں۔ نہیں۔ ارے واہ کیا زبردستی شرط ہار جاؤں، میرے سر کا پچھلا حصہ اب تک دکھ رہا ہے۔ کم بختوں نے پیچھے سے زبردست حملہ کیا تھا۔ آخر میں کسی نہ کسی طرح تکلیفیں برداشت کرتی ہوئی سوزدکو تک پہنچ رہی ہوں نا۔"

"بیشک پہنچ رہی ہو لیکن یاد کرو کہ تم نے اپنی صلاحیت پر ناز کیا تھا اور یہ شرط لگی تھی کہ تم اسی صلاحیت کے بل پر سوزدکو کو واپس لاؤ گی، اور اب یہ تمہارے لئے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک تم یہاں پہنچو گی تو پھر یہ لوگ سوزدکو کو خوشبوؤں میں نہیں چھپائیں گے۔ پھر یہ کہ میں تم سے بہت پہلے سوزدکو تک پہنچ گیا ہوں۔ تمہیں اب تک موقع دے رہا تھا۔ اب موقع دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا عام عورتوں کی طرح فضول بحث نہ کرو۔ خوشی سے ہار مان جاؤ۔"

اس کا منہ لٹک گیا۔ وہ ناراض ہو گئی تھی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں جب تم یہاں آؤ گی تو میں تمہیں منا لوں گا۔"

اس نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ میں نے اسے چھیڑنا چاہا لیکن اسی وقت سوزدکو نیند میں کسمسائی۔ اس نے چونک کر آنکھ کھول دی۔

میں پہلے سے تیار تھا۔ لہٰذا اس بار اسے چیخنے کا موقع نہیں ملا۔ میں نے فوراً ہی اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کی چیخ حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔ پیاری پیاری کجلائی سی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں اور خوفزدہ ذہن سوچ رہا تھا۔

"وہی ہے ۔۔ یہ وہی اجنبی ہے۔ یہ کم بخت کسی بھی بند کمرے میں کیسے پہنچ جاتا ہے؟ میں کیا کروں۔ یہ مجھے مار ڈالے گا۔"

میں نے بڑی نرمی سے کہا۔

"ڈرو مت۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں تمہارے دشمنوں کا دشمن ہوں۔ اگر تم چلاؤ گی تو میں تمہاری کوئی مدد نہیں کروں گا۔"

اس کا خوف قدرے کم ہو گیا۔ میں نے اس کے منہ پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔ وہ ہکلاتی ہوئی بولی۔

"تت۔ تم کون ہو؟ روتھ کہاں ہے؟"

"وہ یہاں ہوتی تو میں نہ ہوتا۔"

"مم۔ مگر تم نے تو کہا تھا کہ تم دوست ہو۔ کیا دوستی کا یہی طریقہ ہے؟"

"بالکل۔ دوستی میں دو دل اسی طرح شیر و شکر ہوتے ہیں۔ تم خود ہی بتاؤ کہ ابھی مجھے دشمن بن کر تمہارا گلا دبوچنا چاہیئے یا محبت سے پیش آنا چاہیئے؟"

وہ جتنی حسین تھی اتنی ہی بزدل بھی تھی۔ موت سے ڈرتی تھی۔ گلا دبوچنے کے خیال سے ہی لرز کر بولی۔

"مم۔ مم۔ محبت سے۔"

میں محبت سے پیش آنے لگا۔ ایک بار جب میں اس کے باپ سے ملنے کے لئے اس کی کوٹھی میں گیا تھا تو اس نے مجھے چھپ کر دیکھا تھا اور میرے متعلق رائے قائم کی تھی "او نہہ بس یونہی سا ہے۔" اور میں یونہی سا آدمی اس وقت جوتھن سو کے روپ میں تھا اور اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ یونہی سے آدمی کے پاس یونہی چلی آئی ہے۔ میں تھوڑی دیر تک یونہی وقت گذارتا رہا۔ تھوڑی دیر میں سوزو کو نے مجھے دوست کی حیثیت سے تسلیم کرلیا۔ اس نے کہا۔

"جوتھن سو! وعدہ کرو تم مجھے کسی طرح اس قلعہ سے نکال کر لے جاؤ گے۔ میرے ڈیڈی تمہیں منہ مانگا انعام دیں گے۔"

انعام تو مجھے مل چکا تھا۔ جاپانی گڑیا کو تو لوگ گھر کے ڈرائنگ روم میں سجاتے ہیں میں انعام کے طور پر اسے دل میں بٹھا سکتا تھا۔ مگر سونیا قہر بن کر نازل ہونے والی تھی۔ میں تو سچ مچ ایک بیچارے سے شوہر کی طرح ڈرنے لگا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"اگر یہ جوتھن سو سلامت رہا تو تمہارا ساتھ نہیں چھوڑے گا لیکن اس وقت تو مجھے ساتھ چھوڑ کر جانا ہوگا تاکہ میں اس قلعہ سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرسکوں۔"

یہ کہہ کر میں بستر سے اٹھ گیا۔ سوزو کو میرے ساتھ دروازے تک آئی لیکن دروازہ باہر سے بند تھا وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"انہوں نے مجھے قید کر رکھا ہے اور تقدیر تمہیں میرے ساتھ قیدی بنا کر رکھنا چاہتی ہے۔"

"تم یہاں آرام کرو۔ میں جس طرح یہاں آیا ہوں اسی طرح باہر بھی جا سکتا ہوں۔"

میں اس کا جواب سنے بغیر ریوالونگ دیوار کے پاس آیا پھر اس کے ساتھ گھومتے ہوئے چور راستے میں پہنچ گیا۔ اب اس تاریکی میں میں ایک اندھے کی طرح سفر کرسکتا تھا۔ تہہ خانے تک پہنچ سکتا تھا لیکن اس وقت وہاں جانا مناسب نہیں تھا کیونکہ مجھے سونیا کا انتظار تھا۔ وہ یہاں آکر دشمنوں کو الجھا کر رکھتی تو میں اطمینان سے تہہ خانے کی سیر کرسکتا تھا۔ اس لئے میں اُدھر گھوم گیا جدھر سے میں قلعہ کی پہلی منزل تک پہنچ سکتا تھا۔ وہ راستہ بتدریج اوپر کی طرف جا رہا تھا دس منٹ کے بعد میں اسی دیوار کے پاس پہنچ گیا جو مجھے الماری کے اندر لے جاتی۔ وہ ریئی کے کمرے کی الماری تھی۔ وہ زہریلا آدمی ریئی کو اسی راستے سے اٹھا کر لے گیا تھا۔ پہلے میں الماری کے اندر آیا پھر اس کے پٹ کھول کر کمرے میں پہنچ گیا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ صرف دیوار پر لگی ہوئی سونیا کی تصویر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں بھی چند لمحے اُسے چاہت سے دیکھتا رہا۔ یہ محض رسمی چاہت نہیں تھی اتنے عرصے تک اس کے قریب رہ کر مجھے یوں لگتا تھا جیسے وہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے اور اب اس سے بچھڑے ہوئے صدیاں گذر گئی ہیں۔ اس وقت میری سب سے بڑی آرزو یہی تھی کہ میری سونیا جلد سے جلد میرے پاس پہنچ جائے۔

میں اس کمرے سے نکل کر کوریڈور میں آگیا کوریڈور کے دوسری طرف جو کمرہ میرے لیے مخصوص کیا گیا تھا اور اس کمرے کی دیوار پر میری تصویر لگائی گئی تھی کمبختوں کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ فرہاد کو ہی اس تصویر کا فریب دے رہے ہیں میں دروازے پر آیا اور پھر ہینڈل کو پکڑ کر اسے آہستگی سے کھولا وہ کمرہ خالی نہیں تھا جہاں میری تصویر تھی اس کے نیچے پلنگ تھا اور اس پلنگ کے ملائم بستر پر ایک نوجوان عورت سو رہی تھی۔ میری آہٹ پاتے ہی اس نے دروازے کی طرف کروٹ لی میں خوشی سے کھل گیا ——— وہ سونیا تھی، میری سونیا۔

وہ مجھے دیکھتے ہی بستر سے اٹھ گئی میں آہستہ آہستہ اسکی طرف بڑھنے لگا وہ دونوں بانہیں پھیلا کر میری طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"فرہاد، میرے فرہاد! تم کہاں تھے؟ میں ڈیڑھ سو سال سے تمہیں تلاش کر رہی ہوں۔"

میں ٹھٹھک گیا کیوں کہ میں جوتھن سو کے روپ میں تھا پھر وہ مجھے فرہاد کیسے سمجھ رہی تھی؟ نقلی فرہاد نے کچھ اسی طرح ریئی کو سونیا بنا کر میرے کمرے میں میری ڈیڑھ صدی پرانی تصویر رکھی۔ اور سامنے والے کمرے میں سونیا کی جو تصویر تھی، سونیا ڈیڑھ سو سال بعد اس تصویر سے نکل کر میرے سامنے آگئی تھی۔

اسی وقت ڈھن ڈھن کی آواز سنائی دینے لگی۔ دو سو سال پرانا کال بیل اسی طرح شور مچاتی تھی اس آہنی گھنٹے کی آواز سے پرانے قلعہ کے در و دیوار لرز رہے تھے کوئی قلعہ کا آہنی دروازہ کھولنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ میرے سامنے تھی مگر میرے سامنے نہیں تھی۔

میری سونیا دشمنوں کے نرغے میں قلعہ کے باہر آہنی دروازہ کھلنے کا انتظار کر رہی تھی۔

مطالعہ کرنے امتحان دینے اور یادداشت بڑھانے کیلئے ایک بے حد کارآمد نفسیاتی کتاب
امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے
قیمت ۲۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ا

قلعہ

کے باہر گھنٹے کی گونجتی گرجتی آواز تھم گئی تھی۔ اور پھر باہر کے آہنی دروازے کو کھول رہا تھا دروازے پر سونیا دو ریوالوروں کے درمیان قیدی بنی کھڑی ہوئی تھی۔ قلعہ کے اندر دوسری سونیا میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور اس سونیا کا دعویٰ تھا کہ وہ ڈیڑھ سو سال سے اپنے عاشق فرہاد علی تیمور کی تلاش میں بھٹک رہی ہے۔ اس نے پھر میری طرف ایک قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرے فرہاد۔ تم خاموش کیوں ہو؟ کیا تم اپنی سونیا کو بھول گئے ہو؟"

وہ مجھے بیوقوف بنا رہی تھی۔ میں نے بھی بیوقوف بنتے ہوئے کہا۔

"تم سونیا ہو۔ میں نے تمہاری تصویر سے تمہیں پہچان لیا ہے۔ لیکن تم فرہاد کی اس تصویر کو دیکھ کر سمجھ سکتی ہو کہ میں فرہاد نہیں ہوں۔"

وہ میرے بالکل قریب آگئی۔

"تم میرے فرہاد ہو۔ تم نے دوسرے روپ میں جنم لیا ہے۔ تم کتنے ہی روپ بدلو میں تمہیں پہچان لوں گی۔"

اس نے میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ میں نے اسے بازوؤں میں جکڑ کر کہا۔

"اگر تم مجھے ہر روپ میں پہچان سکتی ہو تو پھر آؤ میں بھی تمہارے اس روپ کے پیچھے تمہیں پہچان کر دکھاتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے اپنے بازوؤں کا حلقہ تنگ کر دیا۔ اسے اتنے زور سے بھینچنے لگا کہ اس کے حلق سے رُک رُک کر آواز نکلنے لگی۔

"آ — آہستہ — فر — فرہاد — ایسے تو میں مر جاؤں گی۔"

"نہیں میری ڈیڑھ سو سال کی باسی محبوبہ! اتنے عرصے تک تمہیں زندہ رہنے کی پریکٹس ہو چکی ہے۔ بھلا تم کیسے مر سکتی ہو۔"

"مجھے چھ — چھ — چھوڑ دو۔"

"کیسے چھوڑ دوں، ہم ڈیڑھ سو سال بعد مل رہے ہیں اگر تم زندہ رہنا چاہتی ہو تو سیدھی طرح رُوتھ بابیک بن جاؤ۔"

رُوتھ کے دونوں ہاتھ میری گردن کے پیچھے تھے۔ جب وہ میرے قریب آئی تھی تو اس وقت سونیا کی طرح اس کے دونوں ہاتھ کی انگلیاں بھنچی ہوئی تھیں یعنی وہ بھی سونیا کی طرح آہنی ناخنوں سے مسلح ہو کر آئی تھی۔ اسی لئے میں نے پہلی ہی فرصت میں اسے اتنی شدت سے بھینچ لیا تھا کہ وہ میری پشت پر ناخنوں سے حملہ کرنا چاہتی تو اسکی سانسیں رُک رُک جاتیں۔ اس نے دو چار بار مجھے باتوں میں لگا کر اپنا آہنی پنجوں کو استعمال کرنا چاہا مگر میں نے اسے موقع نہیں دیا۔ آخر وہ نڈھال ہو کر بولی۔

"مجھے معاف کر دو، میں واقعی رُوتھ ہوں، مجھے چھوڑ دو۔"

مگر اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ میری گرفت سے نکلتے ہی مجھ پر حملہ کرے گی۔ وہ بھی سونیا کی طرح لڑنے کے فن سے واقف تھی اور مجھ پر اپنے داؤ آزمانا چاہتی تھی۔ اب میں ایک عورت سے کیا مقابلہ کرتا۔ لیکن اس کے آہنی پنجوں سے بچنا بھی ضروری تھا۔ لہٰذا میں نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہی اس کے سر پر ایک کھڑا ہاتھ رسید کیا۔ جیسے ہی وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے کی طرف گئی میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر مروڑ دیا۔ پھر اسے زمین پر گرا کر اپنا ایک پاؤں اس کی گردن پر رکھا۔ پھر اس کے ہاتھوں سے وہ آہنی پنجے نکالنے لگا۔ وہ منہ سے آواز نکالنے کی کوشش کرتی تو میں اس کی گردن پر اپنے پاؤں کا دباؤ سخت کر دیتا۔

ان آہنی پنجوں کو اپنی جیب میں رکھنے کے بعد میں نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ بڑی پھرتی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا دماغ چغلی کھا رہا تھا کہ اب وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر میری طرف کراٹے کا ہاتھ مارا تھا لیکن میں نشانے سے ہٹ گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اچھلنے کے بعد دوبارہ اوندھے منہ زمین پر پہنچ گئی۔ میں نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری تو وہ چیختی ہوئی دوسری طرف پلٹ گئی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ شور مچا کر دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرے۔ اس لئے میں اچھل کر اس پر سوار ہو گیا۔ اس کا کچومر نکالنے کے لئے میرا وزن کافی تھا۔ میں نے اس کے دائیں ہاتھ کو پشت کی طرف موڑ کر آرم لاک لگاتے ہوئے کہا۔

"اب اگر ذرا بھی حرکت کرو گی تو تمہارا بازو ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذا شرافت سے میری باتوں کا جواب دو۔"

وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی بولی۔

"میں جواب دوں گی، مجھے چھوڑ دو۔"

"نہیں تم اسی طرح حسین لگ رہی ہو۔ جلدی جلدی بتاؤ کہ تم نے اور اس زہریلے آدمی نے سونیا اور فرہاد کا بھیس کیوں بدلا ہے؟"

وہ بدستور کراہتی ہوئی بولی۔

"یہاں — اس قلعہ میں ہمیں سونیا اور فرہاد بننے کی ٹریننگ دی جا رہی ہے۔ فار گاڈ سیک میرا ہاتھ چھوڑ دو۔"

میں نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔ لیکن اس کی تکلیف میں ذرا کمی کر دی۔

"لو اب تم آسانی سے بول سکتی ہو۔ پہلے بتاؤ اس زہریلے آدمی کا نام کیا ہے؟"

"میں اس کا اصل نام نہیں جانتی۔ یہاں سب اسے گرلاش کہتے ہیں۔"

"تم دونوں کو کس طرح ٹریننگ دی جاتی ہے؟"

"سات سو مردوں اور عورتوں میں سے میرا اور گرلاش کا انتخاب کیا گیا ہے۔ میں سونیا کی طرح جوڈو کراٹے جانتی ہوں اور گرلاش فرہاد کی طرح ضدی اور تہ زور ہے۔ ہم دونوں بڑے کامیاب نقال ہیں۔ ہم دونوں کو ٹیپ کے ذریعے سونیا اور فرہاد کی گفتگو سنائی جاتی ہے ہم ان

کی آواز اور لہجے کی نقل کرتے ہیں اور ان کے چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کے انداز کو سمجھتے اور سیکھتے رہتے ہیں۔"

"اس ٹریننگ کے بعد تم لوگوں سے کیا کام لیا جائے گا؟"

"تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟ ان باتوں سے تمہارا بھلا نہیں ہوگا۔ اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنا چاہتے ہو تو میرے دوست بن جاؤ۔ ہماری تنظیم میں رہ کر کام ..... کرو۔ ہمارے یہاں تم جیسے لوگوں کی بہت زیادہ قدر کی جاتی ہے۔"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ جلدی بتاؤ کہ سونیا اور فرہاد بن کر تم دونوں کیا کرنے والے ہو؟"

وہ مجبور ہو کر بولنے لگی۔

"سونیا اور فرہاد کرنل جوشو کے بہت قریب ہیں۔ انہیں کرنل کا اعتماد بھی حاصل ہے۔ ہماری تنظیم والوں نے ایسی پلاننگ کی ہے کہ فرہاد اور سونیا یہاں لازماً آئیں گے بلکہ سونیا آچکی ہے فرہاد بھی اس کی خاطر یہاں ضرور آئے گا۔ پھر وہ دونوں اس قلعہ کے تہہ خانے سے کبھی نہیں نکل سکیں گے۔ میں اور گرلاش ٹوکیو پہنچ کر ان کی جگہ لے لیں گے اور کرنل کے قریب رہ کر اس کا اعتماد حاصل کرتے رہیں گے۔ بس ہمیں اتنا ہی کام بتایا گیا ہے۔"

آگے میں سمجھ گیا کہ یہ لوگ نقلی سونیا اور فرہاد کے ذریعہ کرنل کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے پھر اس سے سوال کیا۔

"کیا گرلاش کے دانت زہریلے ہیں؟"

"وہ سر سے پاؤں تک زہریلا ہے۔"

"میں کیسے یقین کرلوں۔ وہ انسان ہے سانپ تو نہیں ہے کہ زہریلا بن جائے۔"

"یقین کرو، وہ جنوبی افریقہ کے ایک سپیرے کی اولاد ہے۔ افریقہ میں اب بھی ایسے لوگ ہیں جو بچپن ہی سے تھوڑا تھوڑا سا زہر دوا کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور پھر اس کا توڑ بھی کرتے ہیں اس طرح وہ جوان ہونے تک اس قدر زہریلے بن جاتے ہیں کہ اگر وہ کسی کو ایک بار دانتوں سے کاٹ لیں تو وہ انتہائی نشے کی حالت میں بیہوش ہو جاتا ہے۔ جو عورتیں چرس، افیون اور ہیروئن کی عادی ہو جاتی ہیں وہ ایسے زہریلے آدمی کی قربت سے بہت لطف اندوز ہوتی ہیں۔"

مجھے رینی یاد آگئی۔ میں نے پوچھا۔

"کیا رینی بھی نشے کی عادی ہے؟"

"ہاں! گرلاش نے اسے نشے کی انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ لیکن اگر وہ بار بار گرلاش کی آرزو کرے گی تو وہ نشہ بتدریج زہر بن کر اسے ہلاک کردے گا۔ کوئی بھی نشے کی عادی عورت گرلاش کو ایک دو دن سے زیادہ برداشت نہیں کرسکتی۔"

"اگر وہ مجھے دانتوں سے کاٹ لے تو کیا ہوگا؟"

"وہی جو میں نے کہا ہے۔ اگر تم میں برداشت کی قوت ہوگی تو زیادہ سے زیادہ ایک دو دن زندہ رہو گے پھر وہ نشہ آور زہر تمہارا کام تمام کردے گا۔"

اس کے بعد میں نے سوال کیا۔ "رینی یہاں کیوں لائی گئی ہے؟"

"گرلاش کے لئے ۔۔۔ وہ حسین عورتوں کا رسیا ہے۔ اسے دولت کا لالچ نہیں ہے۔ وہ تنظیم کے سربراہ سے معاوضے کے طور پر پسند کی عورتیں طلب کرتا ہے۔ اسی لئے رینی کو فلم کی شوٹنگ کے بہانے ہالی وڈ سے یہاں بلایا گیا ہے۔"

"اگر گرلاش کی زہریلی محبت اسے مار ڈالے تو؟ کیا تم لوگ قانون کی نظروں میں نہیں آؤ گے؟ کیونکہ وہ باقاعدہ پاسپورٹ لے کر اس ملک میں آئی ہے۔"

"رینی کو مرنے نہیں دیا جائے گا۔ آرتھر ایک بہت ہی تجربہ کار ڈاکٹر ہے۔ وہ گرلاش کے زہر کا توڑ جانتا ہے۔ آرتھر کی ڈیوٹی یہی ہے کہ وہ ہمیشہ گرلاش کے ساتھ رہے اور اگر کوئی حسینہ اس کے زہر کا شکار ہو جائے تو وہ اسے مرنے سے بچالے۔ رینی یہاں سے صحیح سلامت واپس جائے گی۔"

"کیا وہ یہاں سے واپس جاکر یہ رپورٹ نہیں کرے گی کہ اس کے ساتھ کیا جانے والا فلمی معاہدہ سراسر فراڈ تھا؟"

"عورتیں گرلاش کی زہریلی محبت کی خاطر اپنی زندگی اور عزت لٹا دیتی ہیں۔ رینی گرلاش سے دوبارہ ملنے کی آرزو میں اپنی زبان بند رکھے گی۔ یہاں اس ملک میں ہمارے خلاف کوئی رپورٹ درج نہیں کرائے گی۔ گرلاش اس ملک سے باہر اس سے ملنے کا وعدہ کرے گا۔ وہ اس وعدے کے مطابق باہر جائے گی جہاں کہیں نہ کہیں موت اس کا انتظار کررہی ہوگی۔"

"کیا تمہیں رینی کی موت پر افسوس ہوگا؟"

"رینی کی طرح اب تک کتنی ہی حسین لڑکیاں گرلاش کو دوبارہ پانے کی آرزو میں بے موت مرچکی ہیں۔ میں کہاں تک کتنوں کے لئے افسوس کروں گی۔"

"تم نے درست کہا، مرنے والیوں میں تمہارا نام بھی آجائے تو مجھے افسوس نہیں ہوگا۔"

یہ کہتے ہی میں نے آرم لاک کے داؤ پر ذرا قوت صرف کرتے ہوئے ایک زور کا جھٹکا دیا۔ اس کے حلق سے فلک شگاف چیخ نکلی۔ اس کے بازو کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ میں اسے چھوڑ کر فرش سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"یہاں کی عدالت تمہیں سزائے موت کا فیصلہ سنائے گی۔ چونکہ تمہیں گرفتار کرکے لے جانے کے لئے میرے پاس ہتھکڑی نہیں ہے اس لئے مجبوراً تمہارا ایک بازو اکھاڑ دیا ہے۔"

وہ تکلیف کی شدت سے فرش پر پاؤں پٹک رہی تھی اور چیختی جا رہی تھی۔ یہ شور سن کر اس کے حمایتی آنے ہی والے تھے۔ میں تیزی سے اس کمرے سے نکل کر سامنے والے کمرے میں آیا۔ وہی کمرہ جو پہلے سونیا کے لئے مخصوص تھا۔ جہاں سونیا کی قد آدم تصویر لگی ہوئی تھی۔ اس کمرے کی الماری سے گزر کر پھر چور راستے کی تاریکی میں چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے اطمینان سے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بہت پہلے ہی قلعہ کے اسی ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی تھی جہاں مجھے اور رینی کو پہلی بار بلایا گیا تھا۔ وہاں وہ فنٹایا اور آرتھر سے باتیں کررہی تھی۔ لیکن روتھ کی چیخ سنتے ہی اب وہ لوگ بھاگتے ہوئے مختلف کمروں میں جھانکتے پھر رہے تھے۔

سونیا اسی ڈرائنگ روم میں دو دیواروں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ یعنی دو جاپانی اس کے آس پاس تھے اور اس کے سامنے ایک صوفے پر موسوموٹو بیٹھا ہوا تھا۔ سونیا اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے میرا انتظار تھا۔ روتھ کی چیخیں سن کر وہ سمجھ گئی تھی کہ میں ہی کچھ گڑبڑ کررہا ہوں۔ اس نے مزید معلومات کیلئے موسوموٹو کو مخاطب کیا۔

"کیوں مسٹر۔ کیا اس قلعہ میں کوئی ہسٹریا کی مریضہ ہے جو اس طرح چیخ رہی ہے؟"

"شٹ اپ" موسوموٹو نے غرا کر کہا۔

"کیا اس چیخنے والی کو شٹ اپ نہیں کراسکتے؟"

موسوموٹو نے یکبارگی چونک کر کہا۔

"سونیا تم اس بدمعاش کی بو سونگھ کر اسے ہمارے سامنے حاضر کرسکتی ہو۔"

"تم کس بدمعاش کا ذکر کررہے ہو؟"

"وہ ۔۔۔ اس کا نام جوبھن سو ہے بلم بخت بڑی چالاکی سے رینی کا ایک ہیروئن کا مہمان دوست بن کر یہاں آگیا ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ہمارے لئے دردِ سر بن جائے گا۔ وہ تقریباً آدھی رات سے اس قلعہ کے اندر ادھر سے ادھر دوڑ رہا ہے۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تعجب ہے تم اتنے لوگ ہو اور اس قلعہ کی چہار دیواری میں وہ ایک آدمی تمہارے ہاتھ نہیں آرہا ہے اگر میری مدد چاہتے ہو تو مجھے اس کی کوئی چیز دکھاؤ۔ میں جوبھن سو کی بو تک پہنچ جاؤں گی۔"

موسوموٹو نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے آدمیوں سے کہا۔

"آؤ، سونیا کو جوبھن سو کے کمرے میں لے چلو۔"

سونیا ان کے ساتھ اسی کمرے میں جانے لگی جہاں روتھ فرش پر پڑی ہوئی اپنے ٹوٹے ہوئے بازو کا ماتم کررہی تھی۔ اب میں آرتھر کے دماغ کے ذریعہ اور فنٹایا کو دیکھ رہا تھا۔ اتنی دیر میں روتھ انہیں بتا چکی تھی کہ جوبھن سو نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ وہ سب جھلا رہے تھے اور جوبھن سو کو گالیاں دے رہے تھے۔ آرتھر نے پوچھا۔

"روتھ! اس نے تم پر قابو کیسے پالیا؟ تم ایک بہترین فائٹر ہو، تمہارے پاس آہنی پنجے بھی تھے۔"

وہ کراہتی ہوئی بولی۔ "اس نے مجھے موقع ہی نہیں دیا۔ وہ دبے قدموں میرے پیچھے آیا تھا پھر اس نے میرے بازو اور گردن میں قینچی ڈال دی۔ اب مجھے پتہ چلا کہ وہ اناڑی نہیں ہے۔ میرا بازو توڑنے کے بعد اس نے آہنی پنجے نکال لئے۔"

"کیا اس نے تم سے کسی قسم کی معلومات حاصل کی تھیں؟"

"نہیں۔ میرے چیختے ہی وہ یہاں سے بھاگ گیا۔"

وہ اپنے لوگوں سے جھوٹ بول رہی تھی اگر ان سے سچ بولتی کہ وہ نقلی سونیا اور فرہاد کے متعلق اس تنظیم کے اہم منصوبے کو میرے سامنے اگل چکی ہے تو اسے کسی صورت سے بھی معاف نہ کیا جاتا۔ اسی وقت سونیا ایک قیدی کی حیثیت سے وہاں پہنچ گئی۔ موسوموٹو نے پوچھا۔

"ہائیں، یہ روتھ کو کیا ہوگیا؟"

وہ جواب میں جوبھن سو کو گالیاں دینے لگی۔ موسوموٹو نے کہا۔

"وہ گالیاں سن کر ہمارے سامنے گرفتار ہونے کے لئے نہیں آئیگا۔ آپ لوگ سونیا کو بھول گئے ہیں۔ یہ اس کی بو سونگھ کر ہمیں اس کے پاس پہنچائے گی۔"

آرتھر اور فنٹایا چونک کر سونیا کو دیکھنے لگے۔ فنٹایا نے خوش ہو کر کہا۔

"سونیا کو ٹھیک وقت پر یہاں لایا گیا ہے۔ سونیا اگر اس سلسلے میں تم ہماری مدد کرو گی تو ہم تمہارے ساتھ نرمی سے پیش آئیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "میری طرح ہر قیدی یہی چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ میں اس بدمعاش کو ضرور پکڑوں گی۔ مجھے اس کی کوئی چیز دکھاؤ۔"

جس کمرے میں میری اٹیچی رکھی ہوئی تھی۔ اسے سونیا کے سامنے کھول دیا گیا۔ وہ اٹیچی میں نے ٹوکیو میں خریدی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک نیا سوٹ اور میک اپ کا سامان خریدا تھا۔ سوٹ اس وقت میرے جسم پر تھا اور میرا اترا ہوا لباس اٹیچی میں تھا۔ سونیا تو سمجھ رہی تھی کہ جوبھن سو کے پس پردہ کون ہنگامے کررہا ہے میرے لباس کو سونگھ کر اس بات کی اور تصدیق ہوگئی۔ آرتھر نے اٹیچی سے میک اپ کا سامان نکالتے ہوئے کہا۔

"یہ دیکھو میک اپ کے سامان سے ثابت ہو جاتا ہے کہ جوبھن سو انٹیلی جنس کا آدمی ہے۔ اگر اسے فوراً ہی ٹھکانے نہ لگایا گیا تو یہ ہم سب کو ٹھکانے لگا دے گا۔"

فنٹایا نے سونیا کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ سونیا بھی قانون کا ساتھ دیتی ہوئی یہاں تک آئی ہے۔ ہم کیسے یقین کرلیں کہ یہ جوبھن سو جیسے قانون کے محافظ تک ہمیں پہنچائے گی۔"

"کیسے نہیں پہنچائے گی۔" آرتھر نے کہا "ہم اس کے ساتھ چلیں گے

اگر یہ ذرا بھی چالاکی دکھائے گی تو ہم اسے گولی مار دیں گے۔"
فنٹابا اپنے ساتھیوں کے ساتھ سونیا کو لے کر کمرے سے باہر جانے لگا۔ آرتھر رُدتھ کے بازو کی ہڈی بٹھانے کے لئے وہیں رہ گیا۔ تب میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر کہا۔
"ہیلو سونیا۔ تم انہیں کمرے میں واپس لیکر جاؤ اور مغربی دیوار سونگھنے کے بعد بتاؤ کہ میں کہیں قریب ہی مغرب کی سمت پایا جا سکتا ہوں۔"
سونیا نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ انہیں واپس کمرے میں لے گئی۔ اور انہیں بتانے لگی کہ میں کہاں پایا جا سکتا ہوں۔ اس کی بات سن کر فنٹابا نے کہا۔
"اس کا مطلب ہے کہ وہ کمبخت ابھی تک چور راستے میں بھٹک رہا ہے۔"
یہ کہتے ہوئے وہ جنوب کی سمت دیوار کی طرف گیا۔ پھر ایک الماری کو کھولتے ہوئے کہا۔
"میرے پیچھے آؤ۔ اور سونیا سے ہر لمحہ محتاط رہو۔"
وہ لوگ فنٹابا کے پیچھے سونیا کو ساتھ لے کر الماری کے اندر داخل ہونے لگے۔ میں دوسری الماری سے نکل کر پھر ریتی کے کمرے میں آگیا اور سونیا کو سمجھا دیا کہ وہ تھوڑی دیر تک انہیں چور راستے میں بھٹکاتی رہے۔ اس کے بعد میں پھر اپنے کمرے کے دروازے پر آیا۔ جیب سے ریوالور نکال کر دروازے کو آہستگی سے کھولا۔ آرتھر فرش پر دوزانو بیٹھا ہوا تھا۔ اسکی پشت میری جانب تھی اور وہ رُدتھ کے بازو کی ہڈی بٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں بہت آہستگی سے دبے قدموں اس کی طرف بڑھنے لگا۔ رُدتھ نے تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے دوسری طرف منہ کیا تو میں نظر آگیا۔ وہ چیخ کی بولی۔
"جوجو۔ جوبھتن سو۔"
آرتھر فوراً ہی میری طرف پلٹ گیا۔ میں کب پیچھے رہ سکتا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ایک زور کی ٹھوکر ماری۔ وہ رُدتھ پر سے ہوتا ہوا الٹ کر دوسری طرف چلا گیا۔ پھر فرش سے فوراً ہی اٹھتے وقت اپنی جیب سے ریوالور نکالنا چاہا۔ میں نے بلا تاخیر گولی چلا دی "ٹھائیں" کی آواز کے ساتھ آرتھر کی چیخ بلند ہوئی پھر وہ اپنا دایاں بازو تھام کر دوبارہ فرش پر گر پڑا۔ میں نے قریب پہنچ کر اس کی جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔
"اب رُدتھ کے ساتھ تم بھی یہیں لیٹے رہو۔ شاید کوئی تیسرا تم دونوں کی مرہم پٹی کرنے آجائے۔"
میں اس کا ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کمرے سے باہر آگیا۔ اس دروازے کو باہر سے بند کرنے کے بعد میں پھر ریتی کے پہلے والے کمرے میں آیا۔ میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے ساتھ جتنے آدمی تھے وہ سب فائرنگ کی آواز سے چونک گئے تھے۔ چونکہ اس قلعہ میں آواز چاروں طرف گونجتی تھی اس لئے وہ فائرنگ کی صحیح سمت کا تعین نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے فوراً ہی سونیا کو ہدایت دی۔
"سونیا! اب ان سے کہو جہاں رُدتھ زخمی پڑی ہوئی ہے وہاں سے میری بو آرہی ہے۔"
سونیا نے جیسے ہی انہیں بتایا۔ وہ بے تحاشہ اسی طرف بھاگنے لگے۔ بدحواسی کے باوجود انہیں سونیا کا خیال تھا کہ کہیں وہ عورت ان کے لئے مصیبت نہ بن جائے۔ جب وہ بھاگتے ہوئے کمرے میں پہنچے تو اب رُدتھ کے ساتھ آرتھر بھی وہاں فرش پر پڑا نظر آیا۔ فنٹابا اور موسّو مولٹو ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اب ان کے دلوں میں دہشت بیٹھ گئی تھی کیونکہ میں ان میں سے ایک ایک کو چن چن کر ہاتھ پاؤں سے بیکار بنا رہا تھا۔ فنٹابا نے سونیا کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔
"تم نے ہمیں دھوکہ دیا ہے، تم نے اسی وقت جوبھتن سو کی بو کیوں نہ سونگھ لی جب وہ اس کمرے میں آرتھر کے پاس آیا تھا۔"
سونیا نے جواب دیا۔
"جوبھتن سو اِدھر سے اُدھر پوزیشن بدلتا جا رہا تھا۔ ایسی صورت میں فوراً ہی یہ نہیں بتا سکتی تھی۔ اگر بو سونگھ کر اپنے شکار تک پہنچنا اتنا آسان ہوتا تو میں بہت ہی پہلے سوزو کو تک پہنچ چکی ہوتی۔"
فنٹابا نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔
"اب تو تم سمجھ رہی ہوگی کہ سوزو کو کہاں ہے۔"
سونیا نے بھی طنزیہ انداز میں کہا۔
"اچھی طرح سمجھ رہی ہوں، فی الحال تم لوگوں کو سمجھنا چاہئے جوبھتن سو تمہاری شہ رگ کے قریب ہے۔"
فنٹابا اور موسّو مولٹو پھر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگا۔ موسّو مولٹو نے خوفزدہ ہو کر کہا۔
"اب ہم میں سے کسی کو تنہا نہیں رہنا چاہئے۔ اس کی چالاکی یہی ہے کہ ہمیں ایک دوسرے سے الگ کرے، پھر ہم میں سے کسی کو پا کر رُدتھ اور آرتھر کی طرح بیکار بنا دے۔"
فنٹابا نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔
"ہاں! وہ بدمعاش یہی چاہتا ہے۔ اب ہم میں سے کوئی اس کمرے میں تنہا نہیں رہے گا۔ کیونکہ یہ کمرہ اس کی کمین گاہ بن گیا ہے۔ وہ کسی دوسرے کمرے میں اتنی آسانی سے ہم پر حملہ نہیں کر سکے گا۔"
موسّو مولٹو نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"مسٹر فنٹابا! آپ یہ بھول رہے ہیں کہ وہ بدمعاش یہاں کے راستوں اور چور دروازوں کو اچھی طرح جانتا ہے وہ کہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔"
فنٹابا نے کہا "میں اس قلعہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ یہاں کمرے ایسے ہیں جہاں وہ چور دروازے سے نہیں پہنچ سکتا۔"
آرتھر نے تکلیف سے کراہتے اور جھنجھلاتے ہوئے کہا۔
"لعنت ہے تم دونوں پر پہلے ہمیں طبی امداد پہنچانی چاہیئے۔ تم لوگوں کو اپنی ہی جان کا خوف کھائے جا رہا ہے۔ مجھے سہارا دے کر میرے کمرے میں لے چلو۔ پلیز۔"

رُدتھ نے بھی کراہتے ہوئے کہا۔
"یہ لوگ خود غرض ہیں، انہیں ہماری تکلیف کا ذرا بھی احساس نہیں ہے۔"
ان کی باتیں سن کر فنٹابا اور موسّو مولٹو نے سونیا کو اپنے اپنے ریوالوروں کی زد میں لیا۔ پھر ان دونوں جاپانیوں سے کہا کہ وہ رُدتھ اور آرتھر کو سہارا دے کر طبی امداد کے لئے لے جائیں۔ ایک جاپانی آرتھر کو سہارا دے کر جانے لگا۔ فنٹابا نے سونیا سے کہا۔
"تم ہمارے ساتھ چلو۔ اب ہم تمہاری مدد لے کر کسی مصیبت میں نہیں پڑنا چاہتے۔ ہمیں پہلے ہی سمجھ لینا چاہیئے تھا کہ تم ایک مکار عورت ہو۔"
سونیا ان کے ساتھ کمرے سے نکل کر کوریڈور سے گذرنے لگی فنٹابا کی سوچ نے بتایا کہ اس کا کمرہ ایسا ہے جہاں سے کوئی چور دروازہ نہیں کھلتا ہے۔ وہ سونیا کو اسی کمرے میں لے گئے۔ وہاں اس نے موسّو مولٹو سے کہا کہ وہ سونیا کو ریوالور سے کور کرے۔ پھر اپنا ریوالور جیب میں رکھ کر ایک الماری سے سونیا کے لئے ہتھکڑی نکالنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی۔
"میں اس طرح قید ہو کر نہیں رہ سکتی۔ یہ فنٹابا جیسے ہی میرے قریب آئے گا میں اس پر جوڈو کا داؤ آزماؤں گی اور اسے موسّو مولٹو پر پھینک دوں گی۔"
میں نے اسے سمجھایا۔
"نہیں سونیا ایسی حرکت نہ کرنا۔ فنٹابا ایک خطرناک فائٹر ہے وہ آسانی سے تمہارے داؤ میں نہیں آئے گا۔ پھر یہ کہ تم ایک ریوالور کی زد میں ہو۔ خود کو خطرے میں نہ ڈالو۔"
وہ جھنجھلا کر سوچ کے ذریعہ کہنے لگی۔
"تمہیں شرم نہیں آتی دور ہی دور سے نصیحتیں کر رہے ہو۔ کیا تم فنٹابا کو دماغی جھٹکے نہیں پہنچا سکتے؟"
"نہیں ۔۔۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اپنی صلاحیت کا مظاہرہ کروں گا تو میرے دشمن ہوشیار ہو جائیں گے۔ اب تک وہ تذبذب میں ہیں انہیں مجھ پر شبہ ہے مگر یقین نہیں ہے کہ میری یادداشت واپس آچکی ہے۔ فی الحال میرا طریقہ کار یہی ہے کہ میں چپ چاپ دوسروں کے دماغوں میں جھانک کر معلومات حاصل کرتا رہوں۔ میں نے اب تک ان کے دماغ کو خیال خوانی کے ذریعہ چھیڑا نہیں ہے اس لئے میں فنٹابا کو چھیڑنا نہیں چاہتا۔"
ان باتوں کے دوران فنٹابا سونیا کو ہتھکڑی پہنا چکا تھا۔ اس طرح کہ ہتھکڑی کا ایک حصہ سونیا کی دائیں کلائی میں اور دوسرا حصہ اس کے ٹخنے میں پہنا دیا۔ اب وہ فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ اور ذرا بھی چلنے دوڑنے کے قابل نہ رہی تھی۔ پھر فنٹابا نے موسّو مولٹو کو اس کمرے سے جانے کے لئے کہا۔ موسّو مولٹو نے پریشان ہو کر کہا۔
"میں تنہا کہیں نہیں جاؤں گا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ بدمعاش میرے ہاتھ پاؤں بھی توڑ کر رکھ دے۔"
"بزدل کہیں کے۔" فنٹابا نے ناگواری سے کہا۔ "کیا تمہارے پاس ریوالور نہیں ہے۔"
"ریوالور تو آرتھر کے پاس بھی تھا اور رُدتھ کے پاس آہنی پنجے تھے۔ انہوں نے جوبھتن سو کا کیا بگاڑ لیا۔"
فنٹابا کی پیشانی پر سوچ کی شکنیں پھیل گئیں۔ موسّو مولٹو نے معقول بات کہی تھی کہ حفاظتی اقدامات کے باوجود اس قلعہ کے دو افراد اپنے اپنے ایک ہاتھ سے معذور ہو گئے تھے۔ وہ سوچتا ہوا کمرے کے ایک گوشے میں گیا۔ وہاں ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر میجر یاماگوچی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔
"ہیلو فرسٹ مین۔ ہیلو ہیلو۔ فٹبال کالنگ یو۔"
وہ میجر یاماگوچی کو فرسٹ مین کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ اور وہ فنٹابا ٹرانسمیٹر پر خود کو فٹ بال کہہ رہا تھا۔ ان لوگوں نے کوڈ کے طور پر اپنا اپنا الگ نام رکھ چھوڑا تھا۔ دوسری طرف سے یاماگوچی نے جواب دیا تو فنٹابا قلعہ کی موجودہ سچویشن بتلانے لگا تمام باتیں سننے کے بعد یاماگوچی نے غصّہ سے کہا۔
"تم ایسے نالائق تو نہیں تھے جب ریتی اپنے کسی مہمان دوست کو لیکر وہاں آئی تھی تو تمہارا فرض تھا کہ تم مجھے اسی وقت اطلاع دیتے تم کہو گے کہ اس وقت تمہیں جوبھتن سو پر شبہ نہیں ہوا تھا کیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ دشمن شبہ سے بالاتر ہو کر چالیں چلتے ہیں۔ تم نے مجھے پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔ اب رہ رہ کر میرے دماغ میں یہی بات آرہی ہے کہ جوبھتن سو کے روپ میں فرہاد تو نہیں ہے۔"
اتنا کہہ کر یاماگوچی ذرا دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔ وہ میرے متعلق سوچ رہا تھا چونکہ وہ ملٹری سیکرٹ سروس میں ایک میجر کی حیثیت سے موجود رہتا تھا اس لئے اسے یہ خبر مل گئی تھی کہ فرہاد علی تیمور ٹوکیو کے سپر ہائی وے سے اغوا کر لیا گیا۔ اس کی کار کے اگلے پہیئے پر فائر کیا گیا تھا اور کار کی اندرونی حالت سے پتہ چلتا تھا کہ کافی جدوجہد کے بعد دشمنوں نے اسے قابو کیا ہے۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ میں نے اپنے اغوا کا ڈرامہ خود ہی کھیلا تھا۔ مگر یاماگوچی میری اس فراڈ ڈرامہ بازی کو سمجھ گیا۔ کیونکہ اس کے آدمیوں نے مجھے اغوا نہیں کیا تھا۔
اب وہ میجر اسی لائن پر سوچ رہا تھا کہ میں نے سبھی کو دھوکے میں رکھ کر اور بھیس بدل کر ٹرین میں ریتی سے دوستی کی اور قلعہ تک پہنچ گیا۔ میجر نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد کہا۔
"فنٹابا مجھے یقین ہے کہ فرہاد وہاں پہنچ گیا ہے۔ اب ذرا عقل سے کام کرو۔ فی الحال اس سے الجھنے کی کوشش نہ کرو۔ میں بہت جلد

مسلح نوجوانوں کو بھیج رہا ہوں، وہ لوگ قلعہ کا محاصرہ کر لینگے۔ اوور اینڈ آل۔"

ان کی باتیں سنتے ہی میں ریمی کے کمرے سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا فنٹابا کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اب مجھے بھی اپنے بچاؤ کی فکر کرنی تھی۔ اگر وہ لوگ قلعہ کو گھیر لیتے تو ہمارا وہاں سے بچ کر نکلنا... مشکل ہو جاتا۔ میں نے آرتھر کے کمرے کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کے دماغ کی اسکرین پر دیکھا۔ وہ اپنے بازو کی مرہم پٹی کر رہا تھا اور ان دو جاپانیوں کو سمجھا رہا تھا کہ کس طرح بازو کی الگ ہونے والی ہڈی کو بٹھایا جاتا ہے۔ آرتھر زخمی ہونے کے بعد اس قابل نہیں رہا تھا کہ وہ روتھ کو اس کی تکلیف سے نجات دلاتا۔ اس لئے دوسروں کو ہڈی بٹھانا سکھا رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"فنٹابا نے سونیا کو قید کر دیا ہو گا۔ پتہ نہیں اب وہ موتسو مولو کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ اسے یہاں بلانا چاہیئے۔ وہ طاقتور آدمی ہے روتھ کا بازو ٹھیک کر دے گا۔"

اس سوچ نے آرتھر کو قائل کر دیا۔ اس نے ایک جاپانی سے کہا۔

"تم فوراً جاؤ اور مسٹر فنٹابا کو بلا کر یہاں لے آؤ۔"

میں آگے جا کر ایک دیوار کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ وہ جاپانی کمرے سے نکل کر ہاتھ میں ریوالور لئے محتاط انداز میں آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ جب وہ میرے قریب سے گزر کر جانے لگا تو میں نے اپنے ریوالور کی نال اس کی گردن پر رکھ دی۔ پھر بڑی آہستگی مگر سفاکی سے کہا۔

"خبردار۔ منہ سے ایک آواز نہ نکالنا۔ ورنہ تمہاری گردن میں سوراخ ہو جائے گا۔"

میں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور چھین لیا پھر اس کے چیمبر کو خالی کرنے کے بعد دوبارہ اس کے ہاتھ میں ریوالور دیتے ہوئے کہا۔

"اب چپ چاپ آگے بڑھو۔ فنٹابا کے کمرے میں پہنچ کر کہو کہ روتھ کی حالت بڑی نازک ہے آرتھر نے موتسو مولو کو بلایا ہے۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق آگے بڑھنے لگا۔ میں نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ وہ فنٹابا کے کمرے میں پہنچنے کے بعد بھی میرے نشانے پر رہے گا۔ اور کوئی چالاکی دکھانے سے پہلے ہی مر جائے گا۔ اپنی جان کسے پیاری نہیں ہوتی۔ اپنی جان کی سلامتی کے لئے وہ حکم کا بندہ بن گیا۔ فنٹابا کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا میں باہر دروازے کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ وہ میری ہدایت کے مطابق موتسو مولو کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہنے لگا۔ فنٹابا نے کہا۔

"موتسو مولو اب تمہیں ڈرنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ تم دونوں کے پاس ریوالور ہے۔ اب وہ بدمعاش تمہارا سامنا نہیں کرے گا۔"

موتسو مولو اس جاپانی کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ میں دروازے کی آڑ میں تھا۔ وہ مجھے دیکھ نہ سکا آگے بڑھتا چلا گیا میں پنجوں کے بل چلتا ہوا ان دونوں کا پیچھا کرتا رہا۔ تھوڑی دور جا کر میں نے موتسو مولو کی گردن پر ریوالور کی نال رکھ دی۔

"بس اب ذرا بھی حرکت نہ کرو۔ اپنا ریوالور مجھے دیدو۔"

وہ سہم کر اپنے ساتھی کو دیکھنے لگا۔ لیکن اس کے ساتھی کا ریوالور میں پہلے ہی خالی کر چکا تھا۔ میں نے ذرا سی دیر میں اس کے ریوالور کو خالی کر دیا۔ پھر اسے موتسو مولو کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"اب تم دونوں فنٹابا کے پاس واپس چلو۔ اور اسے اپنے ریوالور کے نشانے پر رکھ کر دروازے پر کھڑے ہو جاؤ۔ اس سے زیادہ تم دونوں کو کچھ نہیں کرنا ہے۔ مگر اچھی طرح یاد رکھو تمہارا انداز ایسا ہی ہو جیسے تم دونوں ہی فنٹابا کو گولی مارنا چاہتے ہو۔"

موتسو مولو نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مگر فنٹابا کا ریوالور بھرا ہوا ہے اور ہمارا خالی ہے اگر اس کا نشانہ لیں گے تو وہ ہم پر فائر کر دے گا۔"

میں نے اس کے سر پر ایک چپت مارتے ہوئے کہا۔

"پاگل کے بچے۔ فنٹابا کو کیسے معلوم ہو گا کہ تم دونوں کے ریوالور خالی ہیں۔ اس نے تم دونوں کے پاس بھرے ہوئے ریوالور دیکھے ہیں۔ وہ تم میں سے کسی پر بھی فائر کرتے ہوئے ڈرے گا چلو آگے بڑھو۔"

وہ دونوں اپنے اپنے ہاتھ میں ریوالور پکڑے چپ چاپ چلتے ہوئے فنٹابا کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے میں پہلے کی طرح دروازے کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ فنٹابا نے ان دونوں کو دیکھتے ہی چونک کر پوچھا۔

"کیا بات ہے، واپس کیوں آ گئے ہو؟"

ان دونوں نے خاموشی سے اپنے اپنے ریوالور کا رخ اس کی جانب کر دیا۔ میں اس وقت براہ راست فنٹابا کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔

"کیا ماجرا ہے؟ کیا یہ دونوں مجھ پر فائر کرنا چاہتے ہیں مجھے فوراً ہی اپنا ریوالور نکالنا چاہیئے۔"

میں نے موتسو مولو کی سوچ میں کہا۔

"مسٹر فنٹابا! آپ اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیں۔ ریوالور نکالنے کی حماقت نہ کریں۔"

موتسو مولو نے بے اختیار اس سوچ کے مطابق فنٹابا سے یہی بات کہی۔ فنٹابا مجبور ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولا۔

"یہ کیا مذاق ہے؟ کیا تم دونوں کا دماغ چل گیا ہے؟"

میں دروازے کی آڑ سے نکل کر ان دونوں کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں میرے آگے نشانہ بشانہ کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے اپنا ریوالور ان دونوں کے سروں کے درمیان رکھتے ہوئے فنٹابا سے کہا۔

"تمہارے سامنے تین ریوالور ہیں تم کس کے ہاتھوں مرنا پسند کرو گے؟"

وہ اک دم سے گھبرا کر بولا۔

"ن۔ نہیں جوتشی ہو۔ مجھ پر گولی نہ چلاؤ میں تمہیں ناقابل شکست تسلیم کرتا ہوں۔ تم میرے ساتھ مل کر کام کرو، میں تمہیں آسمان کی بلندیوں ...

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"مجھے زمین پر رہنے دو۔ تمہارے سامنے جو چابی رکھی ہوئی ہے وہ چپ چاپ سونیا کی طرف پھینک دو۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ میں نے ایک بار پھر موتسو مولو کے سر پر چپت مارتے ہوئے کہا۔

"جاؤ بیٹے سونیا کی ہتھکڑی کھول دو۔"

وہ سونیا کے پاس جانے لگا۔ سونیا سوچ رہی تھی کہ موتسو مولو قریب آئے گا تو وہ اس سے ریوالور لے لے گی۔ میں نے اسے سوچ کے ذریعہ سمجھایا۔

"سونیا۔ موتسو مولو کا ریوالور خالی ہے تم وہاں سے اٹھ کر فنٹابا کے ریوالور پر قبضہ کر لو۔"

موتسو مولو اس کی ہتھکڑی کھول چکا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر فنٹابا کے پیچھے گئی۔ پھر اس کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا میں نے کہا۔

"فنٹابا۔ تمہارے آدمیوں نے تمہیں نشانے پر رکھا ہے ابھی چند منٹ پہلے یہ تمہارے اپنے تھے، تمہارے وفادار تھے۔ اب میرے غلام ہیں۔ کیا تمہاری عقل کام کرتی ہے کہ اتنی جلدی کیسے کایا پلٹ گئی؟"

فنٹابا کا باپ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ ان کے ریوالور خالی ہیں اسے ان ریوالوروں سے اپنی موت نظر آ رہی تھی وہ سچ مچ بہت زیادہ حیران تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا۔

"اب تمہاری زندگی کی ضمانت صرف اسی شرط پر دی جا سکتی ہے کہ تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرو۔ بولو منظور ہے؟"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے مزید کچھ کہنے سے پہلے اپنی جیب سے آہنی ناخنوں والے پنجے نکال کر سونیا کی طرف اچھال دیئے اور اس سے کہا

"سونیا اسے پہن لو۔ اگر فنٹابا میرے کسی حکم سے انکار کرے تو اس کے جسم کے کسی بھی حصے سے ایک پاؤ گوشت نوچ لینا۔"

وہ اپنی انگلیوں پر آہنی ناخن چڑھانے لگی۔ فنٹابا خوفزدہ ہو کر ... رہا تھا۔ وہ نہ تو کمزور تھا اور نہ ہی بزدل تھا۔ لیکن ایسے وقت بڑے سے بڑے زور آور بھی مجبور ہو جاتے ہیں۔ جب چاروں طرف سے ریوالور ... بھانے کے لئے تیار ہوں۔ اسکے سامنے اس کے دو ساتھیوں ... ریوالور تھے۔ تیسرا ریوالور میرے ہاتھ میں تھا۔ چوتھا ریوالور سونیا نے اس کی جیب سے نکال لیا تھا۔ اس پر ستم ظریفی یہ کہ اب آہنی ناخنوں کا اضافہ ہو گیا تھا اس کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔

"فنٹابا! تمہارے پاس ٹرانسمٹر کا کافی ٹرانسیٹ ہے۔ میں جانتا ہوں جدید میکنزم کے تحت اس میں فریکوئنسی تبدیل ہو جاتی ہے تم اس کے ذریعہ کرنل جوشو ہو کے ٹرانسمیٹر کی گفتگو بھی سنتے ہو گے جواب دو کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

اس نے ٹرانسمیٹر اور مختلف آلات کی جانب کنکھیوں سے دیکھا اس کا دماغ کہہ رہا تھا۔

"یہ کمبخت ان مشینوں کو استعمال کرنا جانتا ہے، تبھی ایسی بات کہہ رہا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی جھوٹ کام نہیں آئے گا۔"

یہ سوچنے کے بعد اس نے اقرار کر لیا کہ فریکوئنسی تبدیل کر کے دوسروں کے ٹرانسمٹروں کی آوازیں پکڑی جا سکتی ہیں، اور ان سے رابطہ بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔ میں نے اس سے کہا۔

"ٹھیک ہے، اب کرنل جوشو ہو سے رابطہ قائم کرو۔"

وہ ہچکچانے لگا۔ سونیا نے بڑے پیار سے اسکے سر کو آہنی ناخنوں سے سہلاتے ہوئے کہا۔

"میرے فٹبال بیٹے، دیر نہ کرو ورنہ ان ناخنوں سے فٹبال کی ہوا نکل جائے گی۔"

وہ مجبوراً ٹرانسمٹر کی طرف جھک کر کرنل جوشو ہو سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں نے سوچ کے ذریعہ سونیا سے کہا۔

"میری جان۔ جیسے ہی رابطہ قائم ہو تم ٹرانسمٹر کا مائیک اپنے ہاتھ میں لے لینا۔ پھر کرنل سے وہی باتیں کرنا جو میں سوچ کے ذریعہ تم سے کہتا جاؤں گا۔"

سونیا نے یہی کیا۔ فریکوئنسی تبدیل ہوتے ہی وہ اپنے ہاتھ میں مائیک لے کر بولنے لگی۔

"ہیلو ہیلو۔ سونیا کالنگ۔ ہیلو۔ مسٹر جوشو ہو سونیا کالنگ۔ اوور۔"

دوسری طرف سے کرنل جوشو ہو کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو سونیا۔ جوشو ہو اٹینڈنگ۔ تم کہاں غائب ہو گئی تھیں؟ میں بہت پریشان ہوں کیا سوزو کو مل گئی؟ اوور۔"

"جی ہاں! سوزو کو اور فرہاد دونوں ہی مل گئے ہیں۔ اب میں جو کچھ کہتی ہوں آپ اس کے مطابق فوراً ایکشن لیں۔ آپ سب سے پہلے میجر یاماگوچی کو حراست میں لے لیں۔ وہی آپ کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ اوور۔"

"سونیا یہ میرے لئے چونکا دینے والی خبر ہے کہ میجر یاماگوچی جیسا ذمہ دار افسر غدار ہے کیا تم اس کے خلاف کوئی ثبوت پیش کر سکتی ہو؟ اوور۔"

"یہاں چند مجرموں کو اس کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کیا جا

سکتا ہے۔ ہم ثبوت حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ فی الحال حفاظتی اقدام کے طور پر اسے نظر بند تو کر سکتے ہیں؟۔ اوور۔"

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ تم کم از کم مجھے سوزوکو کی آواز سناؤ۔ میں اس کے لئے بہت بے چین ہوں۔ اوور۔"

"آپ اپنی بیٹی کی آواز سن لیں گے، مگر ابھی وہ دوسرے کمرے میں ہے۔ ہمیں ایک قلعہ میں محصور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں اس قلعہ کا پتہ بتا رہی ہوں۔ آپ فوراً ہی مسلح فوج کو یہاں روانہ کریں۔ بڑی احتیاط کی ضرورت ہے قلعہ کے باہر مسلح دشمن ان سے ضرور ٹکرائیں گے۔"

اس کے بعد وہ قلعہ کا محل وقوع بتانے لگی۔ جب گفتگو ختم ہو گئی تو اس نے مائیک کو میز پر رکھ دیا۔ میں نے فناٹا سے کہا۔

"اب بتاؤ کہ تم میجر یاماگوچی کے خلاف کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو؟"

اس سے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"تت۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، میجر یاماگوچی کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

میں نے سونیا سے کہا۔ "پنجہ مارو۔"

وہ شیرنی کی طرح غرائی پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے دائیں شانے کا گوشت نوچ لیا۔ فناٹا ایک چیخ مار کر کرسی سے لڑھک گیا مجھے خطرہ کا احساس ہوا۔ کیونکہ آرتھر کے پاس ایک جاپانی ایسا تھا جس کے پاس بھرا ہوا ریوالور موجود تھا۔ وہ چیخ کی آواز سنکر ادھر آ سکتا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"تم ان تینوں کو سنبھالو میں ابھی آ رہا ہوں۔"

سونیا نے کہا۔ "تم فکر نہ کرو۔ اگر ان لوگوں نے کچھ گڑبڑ کی تو میں پہلی ہی فرصت میں گولی مار دوں گی۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا آرتھر کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ میرا خیال درست نکلا۔ ادھر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں فوراً ہی دیوار کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ وہ جاپانی تیزی سے دوڑتا آ رہا تھا کیونکہ اب ایک ہی دوڑنے کے قابل رہ گیا تھا۔ جب وہ میرے قریب سے گذر کر آگے نکل گیا تو میں نے اس کے پاؤں پر گولی چلا دی۔ وہ اچھل کر گرا۔ پھر اپنی بائیں ران پکڑ کر تڑپنے لگا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا پڑا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا پھر میں نے سوچ کے ذریعہ سونیا سے کہا۔

"اب یہاں تقریباً سبھی زخمی ہیں۔ تمہارے سامنے صرف ایک جاپانی اور موسوتو صحیح سلامت کھڑے ہوئے ہیں تم اپنی آسانی کے لئے انہیں بھی ہاتھ پاؤں سے معذور بنا سکتی ہو۔ اب میں اس زہریلے آدمی کی طرف جا رہا ہوں جو ان لوگوں کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے تم ان لوگوں سے میجر یاماگوچی کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

یہ کہہ کر میں تیزی سے چلتا ہوا آرتھر کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کے جس بازو پر گولی لگی تھی وہاں اب پٹی بندھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ سونیا پلنگ پر لیٹی ہوئی اب تک تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ کوئی اس کے بازو کی ہڈی درست کرنے والا نہ تھا۔ اور آرتھر ایک ہاتھ سے یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی گڑگڑانے لگی۔

"جوبھتن سو! خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو میں تکلیف سے مری جا رہی ہوں۔ میرا بازو ٹھیک کر دو۔ میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

میں نے کہا۔ "ڈارلنگ میں جوبھتن سو نہیں ہوں، فرہاد ہوں تم اس وقت سونیا کے روپ میں ہو اگر سچ مچ کی سونیا ہوتیں تو ان بانہوں کو اپنی گردن میں سجانے کے لئے ضرور درست کر دیتا۔"

وہ خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پہلے اسے شبہ تھا کہ میں جبشی جنس کا آدمی ہوں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس نقلی سونیا کے سامنے اصلی فرہاد آ سکتا ہے۔ آرتھر سمجھ رہا تھا کہ میں روتھ کی طرف متوجہ ہوں اس لئے وہ آہستہ آہستہ میز کی طرف کھسک رہا تھا۔ اس کے دماغ نے چغلی کھائی کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ میں اس سے انجان بنا روتھ سے گفتگو کر رہا تھا۔ پھر جیسے ہی اسکا ہاتھ میز کی دراز کی طرف بڑھا میں نے فائر کر دیا۔ وہ ایک گول چکر کھا کر فرش پر گر پڑا۔ بیچارے کا دوسرا بازو بھی ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گیا تھا۔

روتھ سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ خوف کے مارے وہ تھوڑی دیر کے لئے اپنی تکلیف بھول گئی کیونکہ اب میرے ریوالور کا رخ اس کی جانب تھا۔ میں نے بڑی سفاکی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوکے ڈارلنگ۔ اب تمہارے دوسرے بازو کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

"نن نہیں۔" وہ پلنگ پر پیچھے کی جانب کھسکنے لگی۔ "خدا کے لئے گولی نہ چلاؤ، مجھ پر رحم کرو۔"

پیچھے کی جانب کھسکنے کی وجہ سے اسکی تکلیف بڑھ گئی۔ میں نے کہا۔

"میں تم پر رحم کر سکتا ہوں۔ اگر تم میری دوست بنکر میرا ساتھ دو۔"

"میں دل و جان سے تمہارا ساتھ دوں گی۔ تمہاری دوستی میرے لئے فخر کا باعث ہو گی۔ تم مجھے آزما کر دیکھ لو۔"

"اچھا تو میں آزما رہا ہوں۔ میرے سوال کا صحیح جواب دو۔ کیا تم کوئی ثبوت پیش کر سکتی ہو کہ تمہاری تنظیم سے میجر یاماگوچی کا گہرا تعلق ہے۔"

"ہاں! میں ثبوت پیش کر سکتی ہوں۔ اس قلعہ کے تہہ خانے میں تمہیں اس کے خلاف بہت سا مواد ملے گا۔"

"شاباش۔" میں نے جیب میں ریوالور رکھ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم واقعی دوستی کا ثبوت دے رہی ہو۔ میں ابھی تمہارے بازو کی ہڈی ٹھیک کئے دیتا ہوں۔"

میں پلنگ پر آ گیا۔ پھر اس پر جھک کر اس کے بازو کو تسلی سے تھام کر بازو سے اکھڑی ہوئی ہڈی کو دھیرے دھیرے سہلانے لگا۔ اسے جوڑ کی طرف پہنچانے لگا۔ وہ تکلیف کی شدت سے بے حال ہو رہی تھی۔ پھر اچانک ہی میں نے اس کے بازو کو ایک زوردار جھٹکا دیا۔ کھٹ کی آواز کے ساتھ ہڈی جوڑ میں بیٹھ گئی۔ وہ ایک زوردار چیخ مار کر بالکل نڈھال سی ہو گئی گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ اس کا بازو درد کر رہا تھا۔ مگر پہلے جیسی تکلیف نہیں تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"تمہارے ڈاکٹر آرتھر کے پاس مالش کے لئے یقیناً کوئی زود اثر دوا ہو گی۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں تمہارا بازو ڈھونڈ کر شانے اور بازو کی مالش کر سکوں۔ یہ کام تم خود ہی کرو۔"

میں اسے چھوڑ کر پھر سونیا کی طرف جانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی میں روتھ کے خیالات کو پڑھتا جا رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر دواؤں کی الماری کے پاس جانا چاہتی تھی۔ آرتھر اپنی تکلیف سے کراہتے ہوئے اس سے التجائیں کر رہا تھا۔

"روتھ میری مدد کرو میرا خون تیزی سے بہہ رہا ہے۔"

"سوری آرتھر۔ میں فرہاد سے پوچھ کر مدد کروں گی۔ اس لئے کہ مجھے اپنی زندگی سے پیار ہے۔"

وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"کیا بکتی ہو، کیا تم تنظیم سے غداری کرو گی؟"

وہ تنظیم کو ایک نسوانی قسم کی گالی دیتی ہوئی بولی۔

"یہ تنظیم ہماری حفاظت کے لئے کیا کر رہی ہے؟ وہ تنہا آدمی ہم سب کو چوہوں کی موت مار رہا ہے۔ تم دیکھ لو کہ خود کس طرح سسک رہے ہو، تڑپ رہے ہو۔ میں نے کئی بار گولیاں چلنے کی آوازیں سنی ہیں صاف ظاہر ہے کہ ہمارے دوسرے ساتھیوں کی حالت بھی تم سے مختلف نہیں ہے ایسے وقت گولاش ہمارے کام آتا ہے مگر تم نے اسے بھی رینا کے ساتھ ایک کمرے میں بند کر دیا ہے۔ نہیں آرتھر اب میں فرہاد کی مرضی کے خلاف کوئی قدم اٹھا کر کسی مصیبت میں نہیں پڑوں گی۔"

میں اس کی باتیں سنتا ہوا فناٹا کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اسی وقت سونیا نے اس جاپانی نوجوان پر گولی چلائی تھی جس کے ہاتھ میں خالی ریوالور تھا۔ اس نے سونیا کو غافل سمجھ کر اس پر چھلانگ لگائی تھی پھر فضا میں اچھلتے ہی زمین پر آ گیا تھا۔ کیونکہ سونیا کی گولی نے اسے زمین پر پہنچا دیا تھا اسکی قمیص سینے پر لہو سے بھیگ رہی تھی۔ میں دروازے پر کھڑا چپ چاپ وہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے فناٹا سے کہا۔

"میں عورت ہوں، مگر میرے دل میں رحم نہیں ہے اسلئے فرہاد نے تھوڑی دیر پہلے جو سوال کیا تھا اس کا فوراً جواب دو۔"

وہ اپنے شانے کے ادھڑے ہوئے گوشت پر ہاتھ رکھ کر لرز کر بولا۔

"مم میں نے جھوٹ بولا تھا۔ میجر یاماگوچی کا تعلق ہماری تنظیم سے ہے۔ مم۔ مگر ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

میں نے سونیا سے کہا۔

"یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ پنجہ مارو۔"

فناٹا فوراً ہی فرش پر سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اب وہ مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا تھا لیکن سونیا بھی اسکی طرح پھرتیلی تھی۔ اس نے اس کے منہ پر پنجہ مارا۔ وہ واقعی بیرحم اور سنگدل تھی۔ دشمنوں سے مروت کرنا جانتی ہی نہ تھی۔ فناٹا دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر چیخ رہا تھا۔ چہرے پر ہاتھ رکھنے سے پہلے میں نے اس کی ایک جھلک دیکھی تھی اور میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ اس کا شناختی کارڈ اب اس کے لئے بیکار ہو گیا تھا کیونکہ اس کا چہرہ ناقابل شناخت ہو کر رہ گیا تھا۔

"سونیا۔" میں نے کہا۔ "اب اس سے کچھ نہ پوچھو میں معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ تم یہاں ٹرانسمٹر کے پاس رہو۔ میں سوزوکو کو یہاں لے کر آتا ہوں۔"

"کیا میں اسے یہاں نہیں لا سکتی۔ تمہارا جانا کیا ضروری ہے؟"

پھر اس میں عورت پن آ گیا۔ وہی حسد اور رقابت کا جذبہ کہ وہ مجھے کسی لڑکی کے قریب نہیں دیکھ سکتی۔ میں اس سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے لاپرواہی کا اظہار کیا۔

"مجھے سوزوکو سے کیا لینا ہے تم ہی اس کے پاس جاؤ لیکن یہ موسوتو صحیح سلامت نظر آ رہا ہے۔ اب سبھی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہئے۔ اسے ہتھکڑی پہنا دو۔"

سونیا نے اس کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں میں ہتھکڑی پہنا دی۔ میں نے اسے سوزوکو کے کمرے کا پتہ بتایا۔ وہ پھر اترا کر بولی۔

"مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کی بو تک پہنچ سکتی ہوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے طنز کیا۔

"ہاں! تم ایسا دعویٰ پہلے بھی کر چکی ہو۔ ہم بچپن سے پڑھتے اور سنتے آئے ہیں کہ غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس بار تم پھر سوزوکو تک نہ پہنچ سکو۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میرا راستہ روکو گے، میرے ذہن کو بھٹکا دو گے۔"

"میں ایسی اوچھی حرکتیں نہیں کرتا۔ میں نے تو ایک بات کہی ہے کہ قانون قدرت کے مطابق غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔"

"اونہہ۔" وہ اٹھلاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ میں ٹرانسمٹر کے پاس کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ فناٹا اب فرش پر بیہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کے قریب ہی جاپانی نوجوان کی لاش پڑی ہوئی تھی اور موسوتو ہاتھ پاؤں میں ہتھکڑیاں پہنے فرش پر بیٹھا مجھے ملتجی نظروں سے دیکھ رہا

تھا۔ میں نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں، تمہارے ہاتھ پاؤں نہیں توڑے جائیں گے۔ تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اس تنظیم کے متعلق جو کچھ جانتے ہو مجھے بتا دو۔"

وہ لرزتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

"میں مہاتما بدھ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس تنظیم کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ میں براہِ راست یا ماگوچی کا ملازم ہوں اسکے حکم کے مطابق میں نے فلم سازی کا چکر چلایا۔ اس قلعہ میں آ کر مجھے پتہ چلا کہ یہ تنظیم بہت دور تک پھیلی ہوئی ہے اور میرا باس یاماگوچی اس تنظیم کا ایک معمولی رکن ہے۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ میں تھوڑی دیر تک اسکی سوچ پڑھتا رہا پتہ چلا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔ میں نے کہا۔

"اگر تم میجر یاماگوچی کے خلاف گواہی دو گے اور کوئی ثبوت پیش کرو گے تو میں تمہاری سزا میں کمی کرنے کی سفارش کروں گا۔"

"میں گواہی دوں گا کہ وہ کسی غیر ملکی طاقت کیلئے کام کر رہا ہے اور کرنل جوشو کو عہدے سے ہٹانا چاہتا ہے۔ ٹوکیو میں اس کی اپنی رہائش گاہ کے علاوہ اس کا ایک چھوٹا سا بنگلہ ہے جہاں بظاہر اس کی ایک بھتیجی اور اس کا شوہر رہتا ہے لیکن دراصل وہ اس کا خفیہ اڈہ ہے اسکے ایک کمرے میں ایک بڑا ٹرانسمیٹر اور ضروری فائلیں رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں تمہارا اور سونیا کا مکمل ریکارڈ موجود ہے۔"

"ویری گڈ۔ اس بنگلے کا پتہ بتاؤ۔"

وہ بتانے لگا۔ میں نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر آپریٹ کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں کرنل جوشو سے رابطہ قائم ہو گیا۔ میں نے کرنل کو اس بنگلے کا پتہ بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ فوراً اس بنگلے پر چھاپہ ماریں۔ میجر یاماگوچی کے خلاف کافی ثبوت مل جائیں گے اور آپ یہ بتائیں کہ ہمارے لئے کیا کر رہے ہیں؟"

کرنل نے بتایا کہ ہمارے لئے حفاظتی اقدامات کئے جا رہے ہیں پچاس مسلح نوجوان طیارے کے ذریعہ ایک گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ جائیں گے پھر کرنل نے کہا۔

"سوزدکو کہاں ہے؟ تم لوگ مجھے اسکی آواز کیوں نہیں سنا رہے ہو؟"

میں ایک باپ کی بےچینی کو سمجھ رہا تھا اس وقت مجھے جھوٹ بولنا پڑا۔

"جناب وہ بخیریت ہے اور دوسرے کمرے میں آرام سے سو رہی ہے اگر آپ کہیں تو میں اسے جگا کر یہاں لے آؤں۔ اوور۔"

"نہیں۔ رہنے دو، پتہ نہیں وہ کتنی پریشانی اور تھکن کے بعد سو رہی ہے جیسے ہی وہ بیدار ہو مجھے اس کی آواز سنا دینا۔ اوور اینڈ آل۔"

میں نے مائیک کو میز پر رکھ دیا۔ کافی دیر ہو گئی تھی۔ سونیا سوزدکو کو لیکر ابھی تک نہیں آئی تھی میں نے فوراً ہی سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ پھر اک دم سے چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا دماغ شعور کی منزل سے بھٹک گیا تھا۔ میں نے اسے آواز دی۔

"سونیا۔ ہوش میں آؤ۔ میں فرہاد ہوں تمہیں آواز دے رہا [illegible]"

اس کے خیالات شرابی کی طرح بہک رہے تھے نشے میں [illegible] لڑکھڑا رہے تھے کہ شعوری گفتگو کی خاص ترتیب تک نہیں پہنچ سکتے [illegible] کے دماغ سے اتنا پتہ چل گیا کہ وہ نشے کی زیادتی سے اس حال کو پہنچ [illegible]

میرا خیال فوراً ہی گرلاش کی طرف گیا۔ میں نے تیزی سے دوڑ لگائی [illegible] اس کمرے کی طرف تھا جہاں آرتھر نے گرلاش کو بند کیا تھا کیونکہ [illegible] سوچ میری رہنمائی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ کہاں ہے۔ میں پہلی منزل [illegible] اتر کر نیچے آیا جہاں بدستور تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے جیب سے [illegible] اسے روشن کیا۔ دور میز پر موم کی شمعیں نظر آئیں۔ اس میز کے پاس پہلے [illegible] فناپا نے مجھے چیلنج کیا تھا اس نے میز پر اپنا ریوالور رکھ کر مجھ سے کہا [illegible] میں اس ریوالور کو میز پر سے نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ اسے اپنے کنگ [illegible] پر بڑا ناز تھا لیکن میں نے اسے دھوکہ دیکر وہ ریوالور حاصل کر لیا تھا [illegible] موم کی شمعوں کو بجھا کر اندھیرے میں اسکی پٹائی کی تھی۔

اب میں نے انہیں بجھی ہوئی شمعوں کو دوبارہ روشن کیا [illegible] کو اٹھا کر مختلف راہداریوں سے گذرتا ہوا اس کمرے کے سامنے پہنچا جہاں [illegible] کو بند کیا گیا تھا۔ اس کمرے کا دروازہ ٹوٹا ہوا نظر آیا۔ صاف ظاہر تھا [illegible] دروازہ توڑ کر وہاں سے نکلا ہے۔ چونکہ وہ درندہ آزاد ہو چکا تھا اس [illegible] میں نے محتاط انداز میں اس دروازے کو کھول کر دیکھا۔ کمرے میں صرف [illegible] بڑا پلنگ بچھا ہوا تھا وہاں اور کوئی سامان نہیں تھا۔ البتہ دو عورتیں [illegible] کی طرح پلنگ پر پڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک رینی تھی اور دوسری [illegible]

میں نے اس کے قریب آ کر اسے جھنجھوڑتے ہوئے آواز دی [illegible] میں یہ یاد نہ رہا کہ سونیا ایسی حالت میں جواب نہ دے سکے گی۔ میں اس [illegible] دماغ پر دستک دینے لگا مگر اس کی بہت سی سوچیں آپس میں گڈمڈ [illegible] دماغ کے کسی گوشے سے میری دستک کا جواب نہیں آ رہا تھا۔ مجھے بعض [illegible] باتیں یاد آئیں کہ ایک آدھ بار گرلاش کے زہر سے جانی نقصان [illegible] نہیں ہوتا۔ رینی بھی ایکبار اس کے دانتوں کا شکار ہو کر دوبارہ اس کی [illegible] چکی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ سونیا کے لئے ابھی جان کا خطرہ [illegible] ہے اچانک میرے دماغ میں ایک سوال پیدا ہوا۔

"گرلاش دروازہ توڑ کر یہاں سے باہر کیوں گیا ہے؟"

انسان ضدی بن کر ایسی حرکتیں کرتا ہے۔ اور گرلاش سوزدکو کو [illegible] کرنے کی ضد کر رہا تھا۔ یہ سوچتے ہی میں سوزدکو کے کمرے کی طرف بھاگ [illegible] چور راستے سے گزرتے وقت میں سوزدکو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا [illegible] تھا۔ وہ کسی سے کہہ رہی تھی۔

"اوہ! میں تمہیں پہچان گئی۔ جب تم ڈیڈی سے ملکر واپس جا [illegible] تھے تو میں نے تمہیں کوریڈور سے گذرتے دیکھا تھا۔ تم فرہاد ہو نا؟"

میں تاریک راستے پر دونوں طرف کی دیواروں کو چھوتا ہوا تیزی [illegible]

[illegible] تھا۔ آخر میں اس ریوالونگ دیوار تک پہنچ گیا۔ سوزدکو کہہ رہی تھی۔

"تم گونگے کی طرح صرف سر کیوں ہلا رہے ہو کچھ منہ سے تو بولو۔"

وہ اپنے سامنے کھڑے نقلی فرہاد کو دیکھ رہی تھی اس کی سوچ سے پتہ [illegible] تھا کہ گرلاش اپنے دونوں بازو پھیلا کر اسے اپنی آغوش میں بلا رہا ہے سوزدکو [illegible] نے کہا۔

"یہ کیا حرکت ہے؟ ڈیڈی نے تمہیں میری حفاظت کے لئے بھیجا ہے اور تم بری نیت سے میری طرف بڑھ رہے ہو۔"

وہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔ گرلاش نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیتا میں ریوالونگ دیوار کے ساتھ گھومتا ہوا کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ فوراً ہی پلٹ گیا۔ پھر مجھے دیکھتے ہی اس نے سوزدکو کے ہاتھ کو جھٹکا دیکر اسے پلنگ کی طرف پھینک دیا۔ اور میرے سامنے تن کر کھڑا ہو گیا۔ سوزدکو اوندھے منہ بستر پر گری تھی پھر اس نے سر اٹھا [illegible] کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو بھئی سوا تم ٹھیک وقت پر آئے۔ یہ بدمعاش فرہاد میری عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ فرہاد نہیں ہے۔ فرہاد کا چربہ ہے۔ چربی اتنی ہو گئی ہے کہ اُبل نہیں سکتا۔"

یہ کہنے کے دوران میں اپنے چہرے سے ماسک اتارنے لگا گرلاش مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن مجھ میں تبدیلی آتے دیکھ کر وہ ذرا ٹھہر گیا۔ انتظار کرنے لگا کہ ماسک کے پردے کے پیچھے کون ہے۔ تھوڑی دیر بعد پردہ اٹھ گیا۔ سوزدکو کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ کیونکہ اس کے سامنے دوسرا فرہاد کھڑا ہوا تھا۔ اِدھر بھی فرہاد اُدھر بھی فرہاد۔ اس کے دیدے گھڑی کے پنڈولم کی طرح اِدھر سے اُدھر ہونے لگے۔ گرلاش میرا اصلی روپ دیکھتے ہی غرانے لگا۔ وہ کنگ فو کے انداز میں پینترا بدل کر فضا میں کراٹے کے زاویے بنا رہا تھا میں بھی جواباً "کی یا" کی آوازیں نکالتا ہوا مقابلے کیلئے تیار ہو گیا۔ وہ ہو ہا کرتا ہوا اور فضا میں دونوں ہاتھ چلاتا ہوا میری طرف بڑھا۔ میں اس کے حملوں کو روکتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا۔ یہ مجھے یاد تھا کہ پیچھے زیادہ دور جاؤں گا تو دیوار سے ٹکرا جاؤں گا۔ لہٰذا ٹکرانے سے پہلے میں زمین پر گرا پھر اسے [illegible] لگ مارتا ہوا دوسری طرف لڑھکتا ہوا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میری [illegible] بھی گر پڑا تھا۔ مگر چشم زدن میں جمناسٹک کے کھلاڑی کی طرح [illegible] کر کھڑا ہو گیا۔

پھر ایکبار ہم ایک دوسرے کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ پہلی [illegible] قلعہ کے خفیہ راستے میں اس سے مقابلہ ہوا تھا تو اس نے تاریکی سے [illegible] اٹھا کر میری اچھی طرح پٹائی کی تھی لیکن اب برابر کا مقابلہ تھا۔ نہ اسے [illegible] اٹھانے کیلئے تاریکی میسر تھی اور نہ ہی میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس کے [illegible] دماغ تک پہنچ کر اسے کمزور بنا سکتا تھا۔ اس بار وہ پھر کراٹے کے زاویے بناتا ہوا مجھ پر حملہ کرنے کیلئے بڑھتا ہوا آیا۔ میں پھر دونوں ہاتھوں سے اسکے حملے کو روکنا چاہتا تھا لیکن دھوکہ کھا گیا۔ وہ میرے بالکل قریب آنے سے پہلے ہی اک دم سے ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے اس انداز نے مجھے ایک سا کے لئے الجھا دیا۔ اسی وقت میرے منہ پر ایک ٹھوکر پڑی۔ سنبھلنے سے پہلے ہی دوسری ٹھوکر پڑی۔ میں پیچھے کی طرف لڑکھڑاتا ہوا سوزدکو کے پاس پلنگ پر جا کر بیٹھ گیا۔

لڑائی کے دوران ایک پل کی غفلت بھی بڑی مہنگی پڑتی ہے اس نے پھر مجھے غافل سمجھ کر مجھ پر چھلانگ لگائی اب میں اس جگہ نہیں تھا وہ بستر پر اوندھے منہ آ کر گرا۔ میں نے پلٹ کر اس پر چھلانگ لگائی اور اسے ہیڈلاک میں جکڑ لیا۔ اب میری کوشش یہ تھی کہ اس کے چہرے پر چڑھے ہوئے فرہاد کے ماسک کو نوچ لوں۔ یا بیدردی سے اس کی آنکھوں میں انگلیاں ڈال کر آئی لنس نکال لوں۔ وہ خود کو چھڑانے کی بڑی زبردست جدوجہد کر رہا تھا لیکن ہیڈلاک کوئی ایسا داؤ نہیں ہوتا کہ آسانی سے نجات مل جائے۔ اس جدوجہد کے دوران میری انگلیاں اس کی آنکھوں کے قریب پہنچ گئی تھیں۔ ایسے وقت اس کم بخت نے اپنے بچاؤ کے لئے دوسری چال چلی۔ اس سے پہلے کہ میں اس کی آنکھوں میں انگلیاں ڈالتا مجھے سوزدکو کی چیخ سنائی دی میں نے سر گھما کر دیکھا تو اس نے سوزدکو کی گردن اپنی ٹانگوں میں پھنسا رکھی تھی۔

میں نے سوزدکو کو بچانے کے لئے ہیڈلاک پر زور دیا مگر وہ شیطان سوزدکو کی گردن چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ مجبوراً میں نے ہیڈلاک کو چھوڑتے ہوئے اس کی گردن پر ایک کراٹے چوپ رسید کیا۔ اس نے تلملا کر سوزدکو کی گردن چھوڑ دی۔ اس کمبخت کے اندر بڑی پھرتی تھی۔ پارے کی طرح مچلتا تھا۔ اتنی زبردست مار کھانے کے باوجود وہ جمناسٹک کے کھلاڑی کی طرح... سر کے بل الٹا کھڑا ہوا اور اپنی اٹھی ہوئی ٹانگوں کو میری گردن میں پھنسا کر مجھے بستر سے نیچے پھینک دیا۔ میں سرہانے کی میز سے جا کر ٹکرایا۔ میز پر رکھا ہوا اسٹیل کا گلدان لڑھک کر میرے ہاتھ میں آ گیا۔ میں اس موقع سے فائدہ کیسے نہ اٹھاتا۔ وہ میری گردن میں ٹانگوں کی قینچی ڈالنے کے بعد خود بھی پلنگ کے نیچے لڑھک گیا تھا۔ میں نے گلدان سے اس کے سر پر پوری قوت سے ضرب لگائی۔ وہ فرش پر سے اٹھتے اٹھتے لڑکھڑایا۔ پلنگ کا سہارا لیکر چکراتے ہوئے سر کو تھامنے لگا۔ میں نے اٹھتے ہی اس کے پیٹ میں لات ماری۔ مگر اس میں کمال کی قوتِ برداشت تھی اتنی مار کھانے کے باوجود وہ منہ سے آواز نہیں نکال رہا تھا۔ اس سلسلے میں اسے اچھی خاصی ٹریننگ دی گئی تھی۔

میں اسے تابڑ توڑ گھونسے مارنے لگا۔ وہ پیچھے ہٹتے ہوئے سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرا ایک بھی گھونسہ خالی نہیں جا رہا تھا اس کے چہرے پر قیامت ٹوٹ رہی تھی۔ اس کی ناک اور منہ سے خون بہنے لگا۔ اس کے سر پر ایسی کاری ضرب لگی تھی کہ وہ مدافعت کے قابل نہیں رہا تھا۔ میں اسے بالکل ہی نیم جان کرنے کے بعد اس کا اصلی چہرہ دیکھنا چاہتا تھا لیکن مجھ سے ایک غلطی ہو گئی۔ متواتر حملوں کے دوران میں نے

یہ نہیں سوچا کہ وہ ریوالونگ دیوار کی طرف جا رہا ہے۔ یہ بات اس وقت سمجھ میں آئی جب وہ دیوار سے ٹکرا کر چور راستے پر پہنچ گیا۔ مجھے فوراً ہی اس کی طرف چھلانگ لگانی چاہیئے تھی یا پیچھے ہٹ جانا چاہیئے تھا مگر ایک لمحہ کی غفلت کے نتیجے میں یہ ہوا کہ گھومتی ہوئی دیوار کے دوسرے حصہ نے مجھے ایک زور کا دھکا مارا۔ میں اچھل کر دور فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

میں نے فرش پر سے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی۔ مگر جو لمحات گرنے اور اٹھنے میں ضائع ہوئے وہ گرلاش کے لئے غنیمت تھے۔ میں نے ریوالونگ دیوار کو دھکا مار کر کھولنا چاہا تو اب وہ ایک ٹھوس دیوار بن گئی تھی۔ دروازے کی طرح نہیں کھل رہی تھی۔ اس نے دوسری طرف سے اس دروازے کو لاک کر دیا تھا۔ میں دیوار کو دھکے مار مار کر تھک گیا۔ سوزو کو مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی میرا منہ تک رہی تھی میں نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"افسوس تمہارا فرہاد ہاتھ سے نکل گیا۔"

وہ ہچکچاتی ہوئی بولی۔

"مم۔ مگر فرہاد تو تم ہو۔"

"ہاں! بقول تمہارے بدمعاش فرہاد ہوں۔"

وہ شرماتی ہوئی میرے قریب آئی، پھر میرے بازو سے لگ کر بولی۔

"جو شخص سو کے روپ میں آ کر تم بدمعاشی کر چکے ہو۔ میں نے غلط تو نہیں کہا تھا کہ تم بدمعاش ہو۔"

میں مسکرا کر اسے دیکھنے لگا! اس نے اپنے دونوں بازو میری گردن کی طرف بڑھا دیئے۔ ایک چھوٹے قد کی جاپانی لڑکی اتنی بلندی تک کمند نہیں پھینک سکتی تھی۔ قد آور بلندی کو کمند کی طرف جھکنا پڑا۔ ایسے وقت مجھے گرلاش کا پیچھا کرنا چاہیئے تھا لیکن خفیہ راستے کی تاریکی میں اس سے ٹکرانا گویا موت کو دعوت دینی تھی۔ کیونکہ وہ اینٹی ڈارک لینس کے ذریعہ اندھیرے میں دیکھ لیتا تھا۔ کچھ دیر بعد سوزو کو نے کہا۔

"اگر وہ بدمعاش پھر آئے گا تو میں تمہاری عدم موجودگی میں دھوکہ کھا جاؤں گی کیونکہ وہ تمہاری صورت بنائے پھر رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اب تم یہاں اکیلی نہیں رہو گی۔ میرے ساتھ چلو۔"

میں اس کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے پوچھا۔

"ہم اس قید خانے سے کب باہر نکلیں گے؟"

"بہت جلد۔ تمہارے ڈیڈی ہماری حفاظت کیلئے مسلح فوج روانہ کر چکے ہیں۔ یوں تو ہم اب بھی یہاں سے نکل سکتے ہیں لیکن یہاں تہہ خانے سے مجرموں کے خلاف ضروری ثبوت فراہم کرنا ہے۔"

"کیا تم نے ڈیڈی سے بات کی تھی؟"

"ہاں ٹرانسمیٹر کے ذریعہ ان سے گفتگو ہو چکی ہے۔"

"میں بھی ڈیڈی کی آواز سننا چاہتی ہوں۔ یوں لگتا ہے ان سے بچھڑے صدیاں گزر گئیں۔"

"میں تھوڑی دیر بعد ان کی آواز سنا دونگا۔ ابھی مجھے سونیا کی فکر ہے۔"

"میں نے سنا ہے کہ سونیا ایک خطرناک فائٹر ہے۔ تم اس کی فکر کیوں کرتے ہو، وہ خود اپنی حفاظت کر لے گی۔"

میں اس کے ساتھ زینے اترتا ہوا نیچے تاریک ہال میں آ گیا پھر وہاں سے سونیا کی طرف جاتے ہوئے کہنے لگا۔

"جو شخص فرہاد کے روپ میں تمہارے پاس آیا تھا وہ ایک زہریلا آدمی ہے۔ اس کا نام گرلاش ہے۔ گرلاش کے دانتوں کا زہر سونیا کے جسم میں پھیل گیا ہے۔ وہ اس قابل نہیں ہے کہ اپنی حفاظت آپ کر سکے اسی لئے پہلے ہم اسی طرف جا رہے ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولی۔

"جب اسکے جسم میں زہر پھیل گیا ہے تو وہ مر چکی ہوگی۔"

"نہیں وہ زہر زود اثر نہیں ہے۔ اپنے ابتدائی مراحل میں وہ رفتہ رفتہ اثر دکھا رہا ہے۔"

وہ بڑبڑانے لگی۔ "تم خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہو۔ کیا تم سمجھ نہیں سکتے کہ میں ڈیڈی سے ملنے کیلئے کتنی بیتاب ہوں۔"

میں نے ناگواری سے کہا۔

"تم خواہ مخواہ اپنی ضد منوانے کی کوشش نہ کرو۔"

وہ ایکدم سے چڑ گئی۔ اسے اس بات پر ناز تھا کہ اس کا باپ کرنل ہے۔ اس نے کسی کی زیادتی برداشت کرنا سیکھا نہیں تھا۔ مگر وہ پیار کے نام پر میری زیادتیاں برداشت کر چکی تھی! ایک طرح سے مات کھا چکی تھی۔ اس کے باوجود اسے ناز تھا کہ میں اس کے باپ کا ماتحت ہوں لہٰذا مجھے اس چھوکری کا بھی ماتحت بنکر رہنا چاہیئے۔ وہ غصے سے بولی۔

"فرہاد! اپنی اوقات میں رہو۔ مجھ سے اس انداز میں گفتگو نہ کرو۔ اگر میں ڈیڈی سے شکایت کر دوں گی تو جانتے ہو کیا ہوگا۔"

"کچھ نہیں ہوگا بے بی۔ اپنی خوش فہمی ختم کر دو۔"

میں نے اسے مختصر سا جواب دیا۔ کیونکہ میں اس ٹوٹے ہوئے دروازے کے پاس پہنچ چکا تھا جس کے پیچھے ایک پلنگ پر رینی اور سونیا کو چھوڑ گیا تھا۔ اس ٹوٹے ہوئے دروازے کو کھول کر اندر جانے سے پہلے ہی میں ٹھٹھک گیا۔ کیونکہ قلعہ کے باہر سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے اس کی پچھلی دیوار پر ایک چھوٹا سا روشندان تھا اسی روشندان سے باہر کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پھر کوئی لاؤڈ اسپیکر سے بولنے لگا۔

"مسٹر فشایا۔ ہیلو مسٹر فشایا۔ اگر آپ بخیریت ہیں تو ہمیں جواب دیں۔"

فشایا کو بار بار پکارا جا رہا تھا۔ مگر وہ اپنے کمرے میں بیہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کی خاموشی ہمارے لئے خطرے کا باعث تھی۔ اب وہ مسلح دشمن قلعہ کے اندر آ کر ہمیں گرفتار کر سکتے تھے۔ میں فوراً

ٹوٹے ہوئے دروازے کو کھول کر اندر گیا تاکہ سونیا کو اپنی حفاظت میں لے سکوں۔ مگر سونیا وہاں نہیں تھی۔ صرف رینی نظر آ رہی تھی۔ میرے دماغ میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ میری جانِ حیات گم ہو گئی تھی۔ اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ خود اپنے پیروں سے چل کر کہیں جاتی۔ اسے کوئی لے گیا تھا اور وہ گرلاش ہی ہو سکتا تھا۔

لیکن اب میں کس طرح معلوم کر سکتا تھا کہ وہ اسے کہاں لے گیا ہے۔ میں اس کے دماغ کو نہیں پڑھ سکتا تھا اور سونیا کا دماغ بھی اس کے زہر سے متاثر تھا۔ سوزو کو نے رینی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"کیا یہی تمہاری سونیا ہے؟"

میں اُسے گھورتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ سوزو کو جتنی حسین تھی اتنی ہی بد دماغ بھی تھی اور میں سونیا کے سامنے ایسی ہزار حسیناؤں کو ٹھکرا سکتا تھا۔ میں کمرے سے باہر آیا تو اب لاؤڈ اسپیکر سے آواز آ رہی تھی۔

"جو لوگ قلعہ کے اندر ہماری آواز سن رہے ہیں ہم انہیں وارننگ دیتے ہیں۔ ان کی خاموشی انہیں مہنگی پڑے گی۔ ان کی جان بخشی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ وہ قلعہ کا دروازہ کھول دیں۔"

تب مجھے یاد آیا کہ قلعہ کا بڑا سا آہنی دروازہ اندر سے بند ہے اور یہاں سے کوئی جا کر ہی اُسے کھول سکتا ہے پھر مجھے یاد آیا کہ جس چور راستے پر میں بار بار بھٹکتا رہا ہوں اس راستے کا آخری سرا بھی قلعہ سے باہر جاتا ہے کیا اس قلعہ کا محاصرہ کرنے والے دشمن اس راستے سے اندر نہیں آ سکتے۔ کیا گرلاش اسی راستے سے سونیا کو باہر نہیں لے جا سکتا؟ گرلاش جس طرح مجھ سے پیچھا چھڑا کر بھاگ گیا تھا اور وہاں سے میری سونیا گم ہو گئی تھی تو ان حالات میں یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ گرلاش اب اس قلعہ میں تنہا میرے مقابلے کے لئے نہیں ٹھہرے گا۔ وہ مجھے چیلنج کرنے کے لئے یا مجھے اپنے تعاقب پر مجبور کرنے کے لئے سونیا کو اٹھا کر لے گیا ہے۔

پیسر ماسٹر کی تنظیم کے تمام اہم آلہ کار یقینی طور پر سمجھتے ہوں گے کہ میں سونیا کی خاطر جہنم میں بھی پہنچ سکتا ہوں اور اسے حاصل کرنے کے لئے ان کے بچھائے ہوئے دام میں آ سکتا ہوں۔ وہ کمبخت گرلاش مجھے خطرے کی دعوت دے گیا تھا کہ آؤ اور میرے زہریلے دستر خوان سے سونیا کو اٹھا کر لے جاؤ۔ میں سوزو کو کے ساتھ چلتا ہوا فشایا کے کمرے میں آیا۔ فشایا فرش پر بیہوش پڑا تھا۔ جاپانی نوجوان کی لاش بھی اسی طرح پڑی ہوئی تھی اور موتسو موتو اپنے ہاتھ میں ہتھکڑی لئے بیٹھا ہوا تھا سونیا نے اسے جو ہتھکڑی پہنائی تھی وہ کھل گئی تھی۔ ایسے وقت اسے اپنی حفاظت کے لئے کچھ کرنا چاہیئے تھا۔ اگر وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں تھا تو وہاں سے بھاگ کر اپنے آدمیوں کے لئے قلعہ کا دروازہ کھول سکتا تھا۔ مگر وہ بہت ہی بزدل تھا۔ اپنی جگہ جوں کا توں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"تمہاری یہ ہتھکڑی کس نے کھولی ہے؟"

اس نے ہتھکڑی کو میرے قدموں پر رکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے نہیں کھولی ہے، میرے ہاتھ پاؤں نہ توڑنا۔ وہ گرلاش سونیا کو کاندھے پر اٹھا کر یہاں آیا تھا۔ اس نے سونیا کی جیب سے چابی نکال کر یہ ہتھکڑی کھول دی اور مجھے اشاروں میں سمجھایا کہ میں باہر جا کر قلعہ کا آہنی دروازہ کھول دوں۔"

"گرلاش سونیا کو لے کر کہاں گیا ہے؟"

وہ پھر گڑگڑا کر کہنے لگا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔ میرے ہاتھ پاؤں نہ توڑنا۔"

میں نے اسے ایک ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

"تعجب ہے میجر یاماگوچی تم جیسے بزدل آدمی سے کیسے کام لیتا ہے۔"

"میں کبھی خون خرابے میں شریک نہیں ہوا۔ میں سیدھے سادے سے کام کرتا ہوں۔ اسی لئے میجر یاماگوچی نے مجھے ایک فلمساز بنا دیا ہے۔"

میں نے اس کی طرف ہتھکڑی بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ پھر بھی اسے پہن کر بیٹھو اچھے لگتے ہو۔"

اس نے بلا چون و چرا اپنے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں میں ہتھکڑی پہن لی۔ اس کی چابی میں نے اپنی جیب میں رکھ لی۔ اس کے بعد میں سوزو کو کو ساتھ لے کر روبیتھ کے پاس پہنچا۔ آرتھر فرش پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ سوتھ مجھے دیکھتے ہی بستر پر اٹھ بیٹھی۔ اب میں اپنے اصلی روپ میں تھا اس لئے اس نے مجھے گرلاش سمجھ لیا۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ میں فرہاد ہوں۔ پھر اس سے پوچھا۔

"اب تمہارے بازو کی تکلیف کیسی ہے؟"

"اب آرام ہے، میں تمہارا احسان کبھی نہ بھولوں گی۔"

"ہاں! یادداشت اچھی رہی تو کبھی نہ بھولو گی۔ آؤ اب میرے ساتھ چلو اور میری رہنمائی کرو کہ وہ چور راستہ کس طرف سے قلعہ کے باہر جاتا ہے۔ میں گرلاش کا پیچھا کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر الماری کے پاس گئی۔ وہ الماری کھول کر ریوالور بھی نکال سکتی تھی۔ لیکن میں نے اسے نہیں روکا کیونکہ اس کی سوچ نے بتا دیا تھا کہ وہ ایک ٹارچ نکال رہی ہے۔ وہ ٹارچ لے کر میرے اور سوزو کو کے ساتھ چلتی ہوئی چور راستے کی طرف جانے لگی۔ سوزو کو نے جھنجھلا کر کہا۔

"میں تمہارے ساتھ کہاں بھاگتی رہوں گی تم مجھے میرے ڈیڈی سے کیوں نہیں ملا رہے ہو؟"

"ابھی ڈیڈی سے ملنا ضروری نہیں ہے اگر میں تمہاری ضد

پوری کروں گا تو اتنی دیر میں سونیا مجھ سے پتہ نہیں کتنی دور چلی جائے گی۔"
ہم تیزی سے بڑھتے جا رہے تھے۔ سوزو کو اچانک ہی پاؤں پٹختی ہوئی بولی۔
"میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی۔ پہلے تمہیں میری بات ماننی ہوگی۔"
میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کہا۔
"تم یہ نخرے اپنے باپ کے سامنے دکھانا۔ ابھی میرے ساتھ سیدھی طرح چلو ورنہ موسو موٹو کی طرح تمہیں ہتھکڑی پہنا کر بٹھا دوں گا۔"
وہ مجبوراً جھنجھلاتی ہوئی اور غصے میں بڑبڑاتی ہوئی میرے ساتھ گھسٹتی چلی گئی۔ ہم پہلی منزل کے زینے کے قریب سے گذر رہے تھے اسی وقت لاؤڈ اسپیکر سے آواز سنائی دی۔
"فرہاد۔ فرہاد۔ تمہیں یہ خوش خبری سنائی جاتی ہے کہ اس وقت سونیا ہمارے قبضے میں ہے۔ اگر تم اس کی سلامتی چاہتے ہو تو قلعہ کے دروازے کو کھول دو۔"
میں چند لمحوں کے لئے گم صم کھڑا رہ گیا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ گرلاش سونیا کو لے کر میری پہنچ سے دور چلا گیا ہے اور اب وہ لوگ میری کمزوری سے کھیل رہے ہیں۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ مجھے دھوکہ دے رہے ہوں اور سونیا ان کے قبضے میں نہ ہو۔ جو شخص لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مجھ تک اپنی آواز ... پہنچا رہا تھا میں اس کی آواز کے ذریعہ اس کے دماغ تک پہنچ کر سچائی ٹٹولنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔
"اتنی دیر ہوگئی فرہاد کی طرف سے جواب نہیں مل رہا ہے۔ مجھے پھر اسے وارننگ دینی چاہئے۔"
یہ سوچتے ہی وہ بلند آواز سے بولنے لگا۔
"فرہاد۔ ہم دس تک گن رہے ہیں۔ اگر تم نے جواب نہیں دیا تو اس اسپیکر کے ذریعہ سونیا کی چیخ سنو گے۔"
اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کے سامنے کھڑے ہوئے ایک نوجوان نے مائیکروفون کا سوئچ آف کر دیا۔ اب ان کی آواز مجھ تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ لیکن میں سن رہا تھا۔ سوئچ آف کرنے والے نوجوان نے اپنے ساتھی سے کہا۔
"ذرا سوچ سمجھ کر فرہاد کو وارننگ دو۔ سونیا بیہوش پڑی ہے ایسی حالت میں ہم اسے اذیتیں پہنچا کر چیخنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔"
لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ بولنے والے نوجوان نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔
"آں۔ ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ مگر کسی نہ کسی طرح اسے سونیا کی آواز تو سنانی ہوگی۔ ورنہ وہ یقین نہیں کرے گا تم ذرا جا کر سونیا کی حالت دیکھو اور معلوم کرو کہ وہ کب تک ہوش میں آ سکتی ہے۔"
یہ کہہ کر اس نے مائیک کے سوئچ کو آن کیا پھر اپنی دھمکی کے مطابق بہت ٹھہر ٹھہر کر گنتی گننے لگا۔ اس کا ساتھی سونیا کی خیریت معلوم کرنے کے لئے قلعہ کے پچھلے حصے کی طرف گیا۔ مگر اب وہاں سونیا نہیں تھی وہاں کھڑے ہوئے ایک مسلح نوجوان نے بتایا کہ گرلاش ایک ویگن کار میں اسے لے گیا ہے۔ یہ میرے اور سونیا کے حق میں بہت برا ہوا تھا۔ اب چور راستے سے بھی قلعہ سے باہر جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ کیونکہ چاروں طرف ان کے آدمی پھیلے ہوئے تھے۔ روتھ نے مجھے خاموش دیکھ کر پوچھا۔
"تم خاموش کیوں کھڑے ہو؟ وہ دس تک گن رہا ہے۔ اگر تم جواب نہیں دو گے تو وہ سونیا کو اذیتیں پہنچائیں گے۔"
میں نے کہا "گرلاش نے سونیا کو بیہوش کر دیا ہے۔ تم نے ہی مجھے بتایا تھا کہ گرلاش کے زہر میں نشے کی انتہا ہے۔ لہٰذا سونیا اتنی جلد ہوش میں نہیں آئے گی اور نہ ہی وہ لوگ اسے چیخنے پر مجبور کر سکیں گے۔"
اتنی دیر میں وہ دس تک گن چکا تھا۔ اور اب پھر مجھے کھلی سی دھمکی دے رہا تھا۔
"سنو فرہاد۔ دس گننے کے باوجود ہم مروت سے کام لے رہے ہیں۔ لہٰذا فوراً جواب دو ورنہ سونیا کو اذیتیں پہنچائی جائیں گی۔"
جواب دینے کا مطلب یہی ہوتا کہ میں وہاں سے قلعہ کے دروازے پر جا کر انہیں اپنی آواز سناتا جبکہ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ اب مجھے سونیا کے لئے صبر کرنا تھا کیونکہ وہ میری پہنچ سے دور چلی گئی تھی۔ میں نے روتھ سے کہا۔
"میں پھر تمہیں دوست کی حیثیت سے آزمانا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ گرلاش سونیا کو کہاں لے جا سکتا ہے؟"
"گرلاش تو اسے قلعہ سے باہر لے گیا ہے۔ لاؤڈ اسپیکر سے تو یہی کہا جا رہا ہے۔"
"وہ لوگ غلط کہہ رہے ہیں۔"
روتھ نے مجھے گہری دلچسپی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"مائی گڈنس۔ کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ان کی غلط باتوں کو سمجھ رہے ہو۔"
میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"نہیں۔ میں نے اپنے ریکارڈ میں یہ ضرور پڑھا ہے کہ کبھی میں ٹیلی پیتھی جانتا تھا لیکن سپر ماسٹر نے مجھے ذہنی جھٹکے پہنچا کر میری یادداشت گم کر دی۔ کاش کہ مجھے میرا ماضی یاد آ جاتا یا کم از کم میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں مجھے واپس مل جاتیں۔"
"تو پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ لوگ غلط کہہ رہے ہیں۔"
"عقل بھی کوئی چیز ہے کیا تم نہیں دیکھ رہی ہو کہ وہ لوگ ابھی تک صرف دھمکیاں دے رہے ہیں۔ حقیقت کو میں سمجھتا ہوں

گرلاش مجھ سے بری طرح مار کھا چکا ہے۔ اب وہ مجھے اسی طرح زیر کر سکتا ہے کہ سونیا کو مجھ سے دور لے جائے۔ تاکہ میں اس کا پیچھا کروں اور وہ مجھے کہیں اچھی طرح گھیر کر مجھے اور سونیا کو سپر ماسٹر کے حوالے کر دے۔ اسی لئے میں یقین سے کہتا ہوں کہ سونیا اب یہاں نہیں ہے تم مجھے بتاؤ کہ گرلاش اسے کہاں لے جا سکتا ہے؟"
میں اس کے ساتھ باتیں کرتا ہوا چور راستے تک پہنچ گیا۔ اس بات کا اندیشہ تھا کہ مسلح دشمن میرا جواب نہ پا کر چور راستے سے اندر آ سکتے ہیں۔ روتھ کا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ گرلاش وہاں سے فرار ہو کر کہاں جا سکتا ہے۔ وہ پوری دیانتداری سے میری اور سونیا کی بھلائی کے لئے سوچ رہی تھی۔ بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ انسان کس طرح بدل جاتے ہیں۔ روتھ جو میری دشمن تھی دوست بن کر سوچ رہی تھی اور میرے دوسری طرف میرے ساتھ چلنے والی سوزو کو جسے دوست بنکر رہنا چاہئے تھا وہ دشمن بنکر مجھے اور سونیا کو دل ہی دل میں گالیاں دے رہی تھی۔ ابھی میری باتیں سن کر اسے بھی یقین ہو گیا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہوں اور اس کے دماغ سے ابلنے والی گالیوں کو نہیں سن رہا ہوں۔ بعض اوقات بہت کچھ سن کر بھی برداشت کرنا پڑتا ہے اور میں تو بہت ہی مجبور تھا۔ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ظاہر کر کے اس کے منہ پر طمانچہ مار سکتا تھا۔ روتھ نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔
"فرہاد۔ میں اس وقت یقین سے تو نہیں کہہ سکتی کہ وہ زہریلا شیطان سونیا کو کہاں لے جائے گا لیکن پورے جاپان میں بہت سے ایسے مقامات سے واقف ہوں جہاں تنظیم.... کے آدمی عام شہری کی طرح زندگی گذار رہے ہیں۔ میں ہر جگہ تمہاری رہنمائی کروں گی۔ اس طرح شاید کسی جگہ سونیا کا سراغ مل جائے۔"
وہ چلتے چلتے ایک جگہ رک گئی پھر اس نے کہا۔
"بس یہ راستہ ہمیں قلعہ کے باہر لے جائے گا لیکن ابھی ہم باہر کیسے نکل سکتے ہیں؟"
میں نے کہا "ہاں ابھی ہم باہر نہیں جا سکیں گے۔ میں صرف راستہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اب جو بھی یہاں سے قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا میں اسے گولی مار دوں گا۔ اب تم ایک کام کرو، یہاں سے اپنے کمرے میں واپس جاؤ اور ایک کاغذ پر ان تمام مقامات کے پتے نوٹ کر لو جہاں تخریب پسند لوگ رہتے ہیں۔"
روتھ نے پوچھا "کیا گرلاش کو تم خود ہی تلاش کرو گے تم مجھے ساتھ نہیں لے جاؤ گے؟"
"نہیں۔ اگر تم میرے ساتھ جاؤ گی تو اس تنظیم کی غدار کہلاؤ گی میں چاہتا ہوں کہ تم سپر ماسٹر کا اعتماد بحال رکھو اور میری قابل اعتماد دوست بن کر اس تنظیم میں میرے لئے کام کرتی رہو۔ کیا تم میرے لئے ایسا کر سکو گی؟"
وہ مجھے اپنی دوستی کا یقین دلانے لگی۔
ہمارے چاروں طرف اندھا بنا دینے والی تاریکی تھی روتھ نے اپنے ہاتھ میں ٹارچ رکھنے کے باوجود روشنی نہیں کی۔ تاریکی کو مہربان بنا دیا۔ سوزو کو نے ذرا انتظار کے بعد جھنجھلا کر پوچھا۔
"تم دونوں کہاں ہو؟ خاموش کیوں ہو؟"
وہ ہمارے جواب کا انتظار کرنے لگی۔ پھر تاریکی میں دونوں ہاتھوں سے ٹٹول کر مجھے چھوتے ہی جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔
"میں سمجھ رہی ہوں، تمہیں شرم نہیں آتی۔ جہاں مطلب ہوتا ہے وہاں پھسل جاتے ہو۔ میں اس عورت کا منہ نوچ لوں گی۔"
میں نے کہا "منہ نوچنے کی تکلیف نہ کرو۔ اب تم ہماری آواز سن رہی ہو۔"
روتھ نے ہنستے ہوئے کہا۔
"اچھی بات ہے۔ اب میں تمہارے لئے تمام پتے ٹھکانے نوٹ کرنے جا رہی ہوں۔"
وہ مجھے ٹارچ دیکر چلی گئی۔ سوزو کو اس کے قدموں کی آواز سنتی رہی۔ پھر وہ میرے قریب ہو کر بولی۔
"تم میرے کمرے میں کیوں آئے تھے؟"
"تم کتنی پرانی بات پوچھ رہی ہو؟"
"میں آج ہی رات کی باتیں پوچھ رہی ہوں۔ پہلے جب میں ایک کمرے میں تنہا تھی اور لباس اتار کر سونے جا رہی تھی تو ٹھیک اسی وقت تم چور دروازے سے اچھل کر میرے بستر پر آ گئے دوسری بار میں روتھ کے کمرے میں سو رہی تھی تم وہاں بھی صرف آئے نہیں، بلکہ بڑی بے حیائی سے میرے پاس آ کر لیٹ گئے اب سمجھ میں آیا کہ تم بہت پہلے ہی مجھے برباد کرنے کا پروگرام بنا چکے تھے۔ تم شیطان ہو۔"
"پارسا نہ بنو۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ مگر تم اپنی لغزش کو تسلیم نہیں کرو گی۔ اگر میں شیطان ہوں تو بتاؤ مجھ سے پہلے تمہاری زندگی میں کتنے فرشتے آ چکے ہیں۔"
وہ گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔
"میں کوئی آوارہ سوسائٹی گرل نہیں ہوں۔ سوسائٹی میں میرا اتنا بلند مقام ہے کہ نوجوان مجھ سے لفٹ حاصل کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ مجھ سے باتیں کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔"
"اب میں بھی تم سے ڈرتا رہوں گا۔ فی الحال خاموش ہو جاؤ۔ مجھے کچھ سوچنے کا موقع دو۔"
مگر وہ بڑبڑاتی رہی، اپنی اہمیت کا احساس دلاتی رہی تاکہ میں اس کی خاطر سونیا اور روتھ کا خیال دل سے نکال دوں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں اس موضوع پر اس سے بحث کرتا

رہتا اس لئے میں چپ چاپ روتھ کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ اس کی دوستی کا یقین ہو جانے کے باوجود دماغی طور پر اس کا تعاقب کرنا لازمی تھا۔ عورتوں کا کیا بھروسہ کب ان کے دماغ کی کوئی رگ ڈھیلی ہو جائے۔ جیسے سوزو کو کی کھوپڑی کبھی ادھر کبھی اُدھر گھوم رہی تھی اور اب پھر وہ میری طرف گھوم کر اپنی لافانی محبت کا یقین دلا رہی تھی۔ اسی طرح روتھ بھی کسی موقع پر اپنا مزاج بدل سکتی تھی۔

سوزو کو نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا تھا۔ اس کی وجہ سے روتھ کے دماغ تک پہنچنے میں خاصی دیر ہو گئی۔ وہ اس کمرے میں پہنچ گئی جہاں آرتھر بیہوش پڑا ہوا تھا۔ لیکن سوچ کے تسلسل سے پتہ چل جاتا ہے کہ سوچنے والا اب تک کیا سوچتا آ رہا تھا۔ وہ میرے متعلق الجھن میں گرفتار تھی کہ میری یادداشت واپس آ گئی ہے یا نہیں؟ خصوصاً عورتیں خیال خوانی سے ڈرتی ہیں۔ اپنے دل میں چھپی ہوئی باتیں اپنے مرد سے بھی چھپا کر رکھنا چاہتی ہیں اس لئے وہ سوچ رہی تھی۔

"فرہاد سے دوستی کرنے میں بس یہی نقصان ہے کہ وہ میرے چور خیالات پڑھ لیا کرے گا۔ میرا دل کہتا ہے کہ اس نے مجھ سے سچ کہا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے محروم ہے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ پھر بھی مجھے اس کے سچ اور جھوٹ کو کسی طرح آزمانا چاہیئے۔"

ایسا سوچتے وقت وہ بھول گئی تھی کہ اگر میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں تو اس کی سوچ کو پڑھ رہا ہوں گا۔ انسان بولتے وقت اپنی زبان کو روک سکتا ہے سوچ کو کنٹرول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ نادانستگی میں بے اختیار سوچتا چلا جاتا ہے۔ یہی حال روتھ کا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہو کر آرتھر کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔

"اگر یہ زندہ رہے گا تو میرے خلاف رپورٹ کرے گا پھر میں اس تنظیم میں رہ کر فرہاد کے لئے کام نہیں کر سکوں گی۔ لہٰذا اسے زندہ نہیں رہنا چاہیئے۔"

وہ سوچتی ہوئی دواؤں کی الماری کے پاس گئی۔ پھر وہاں سے ایک سرنج نکالی۔ اب وہ آرتھر کو زہریلا انجکشن دے کر ہمیشہ کے لئے اس کی زبان بند کر دینا چاہتی تھی۔ ہمارے سامنے تو یہی رشتہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ آرتھر کی بہن ہے۔ کیا میری دوستی کی خاطر ایک بہن اپنے بھائی کو ہلاک کر سکتی ہے؟ میں نے سوچ کے ذریعہ یہ معلوم کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ وہ واقعی بہن بھائی ہیں یا نہیں؟ محتاط رہنے کیلئے اتنا ہی تجربہ کافی تھا کہ خون کے رشتے بھی ایک دوسرے کو زہر کا جام پیش کرتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد اس نے آرتھر کے بازو میں زہریلا انجکشن دے دیا۔ اسی وقت قلعہ کے باہر سے فائرنگ کی آوازیں اُبھرنے لگیں۔ تڑاتڑ گولیاں چل رہی تھیں۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ دو گروہوں کا تصادم ہو رہا ہے۔ اگر دوسرا گروہ فوجیوں کا تھا تو کرنل جوشوہو کو اطلاع دی جا رہی ہوگی کہ فوجی جوان ہماری مدد کے لئے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لئے میں نے کرنل کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔

وہ ایک طیارے میں بیٹھا ٹرانسمٹر پر کسی کی رپورٹ سن رہا تھا۔ رپورٹ دینے والا بتا رہا تھا کہ قلعہ کے باہر مسلح دشمنوں سے ان کا زبردست مقابلہ ہو رہا ہے اگر وہ دس منٹ کے اندر ہتھیار نہ پھینکیں گے تو پھر فوجی ٹیئر گیس اور ہینڈ گرنیڈ استعمال کریں گے۔ کرنل نے پوچھا۔

"کیا قلعہ کے اندر فرہاد سے رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ اوور۔"

"جی نہیں۔ ہم ٹرانسمٹر کے ذریعہ کال کر رہے ہیں مگر جواب نہیں مل رہا ہے اوور۔"

"یہ تو بری خبر ہے۔ قلعہ کے اندر سے جواب ضرور ملنا چاہیئے۔ تم دشمنوں کو دس منٹ کی مہلت نہ دو۔ جلد سے جلد قلعہ کے اندر پہنچنے کی کوشش کرو۔ میں آدھ گھنٹہ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اوور اینڈ آل۔"

ان کی باتیں سن کر پتہ چلا کہ قلعہ کے باہر کوئی فوجی آفیسر مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر ٹرانسمٹر فشابا کے کمرے میں تھا اور میں اس کمرے سے دور چور راستے کی تاریکی میں کھڑا ہوا تھا۔ اگر میں وہ جگہ چھوڑ کر ٹرانسمٹر کے پاس جاتا تو اس راستہ سے دشمن قلعہ کے اندر پہنچ جاتے۔ سوزو کو نے پوچھا۔

"ہم یہاں کب تک کھڑے رہیں گے؟ میرے پاؤں دکھ رہے ہیں۔"

"میں کیا کر سکتا ہوں۔ مجبوراً ابھی کچھ دیر یہاں ٹھہرنا ہوگا۔"

وہ جواباً کچھ نہ کہہ سکی۔ باہر سے اب زبردست دھماکوں کی آوازیں آ رہی تھیں جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے وہاں کا فرش لرز رہا تھا۔ قلعہ کی پرانی دیواریں ہل رہی تھیں۔ باہر لوگ زندگی کی آخری چیخیں سنا رہے تھے۔ پھر چور راستے پر دوڑتے ہوئے قدموں کی دھمک سنائی دی۔ میں نے ریوالور سنبھال کر للکارا۔

"ہالٹ۔ میں آرتھر بول رہا ہوں۔ یو آئیڈینٹیٹی؟"

قدموں کی آواز رُک گئی۔ ان لوگوں نے ٹارچ کی روشنی پھینکی۔ پھر ایک نے کہا۔

"ہم دوست ہیں۔ ہمیں آنے دو۔"

میں اور سوزو کو راستے کے موڑ پر کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی ٹارچ کی روشنی ہم تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "آ جاؤ۔"

وہ دوڑتے ہوئے راستے کے موڑ پر آئے۔ میں نے فائرنگ کر دی۔ دو آدمی چیختے ہوئے گر پڑے۔ باقی ٹھٹھک کر واپس جانے لگے۔ واپسی کے وقت ایک دشمن میری فائرنگ کی زد میں آ گیا ... گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا راستہ کے موڑ تک گیا۔ وہاں ... پہلے ہی ایک مردہ دشمن سے ٹکرا گیا۔ میں نے اس کی اسٹین گن ... مجھے اسی بات کی فکر تھی کہ صرف ایک ریوالور سے ان کا راستہ ... روک سکوں گا۔ اسٹین گن ہاتھ لگتے ہی میں نے ایک ... پھر پیچھے ہٹ گیا۔ کتنی ہی چیخیں گونجنے کے بعد پھر سناٹا ... گیا۔ اب وہ لوگ آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ چند لمحوں ... بعد کسی نے کہا۔

"فائر نہ کرو، ہم ہتھیار پھینک رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "قلعہ کے باہر جا کر ہتھیار پھینکو۔ یہاں سے ... ہاں بھی فائرنگ ہوگی۔"

... کہتے ہی میں نے آگے بڑھ کر پھر ایک بار فائرنگ کی۔ چیخنے ... بھاگنے کی آوازیں آنے لگیں۔ ایسے وقت وہ ٹارچ کی روشنی ... تک نہیں پھینک سکتے تھے۔ نہ ہی کہیں چھپ سکتے تھے راستہ ... تنگ تھا صرف بھاگنے میں ہی ان کی سلامتی تھی لیکن باہر ... ان کی شامت ان کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے وہاں سے ... رنگ کی آواز سنی۔ پھر لاؤڈ اسپیکر پر کہا گیا۔

"... وارننگ دی جاتی ہے کہ ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ ... اٹھا کر باہر آ جاؤ۔ ورنہ ہم باہر نکلنے پر مجبور کر دیں گے۔"

لاؤڈ اسپیکر سے بولنے والی آواز کو میں نے گرفت میں لیا۔ ... اس کے دماغ سے باہر کا منظر دیکھنے لگا۔ جو لوگ چور راستے پر دونوں طرف سے گھر گئے تھے۔ اب ان کے لئے ہتھیار پھینکنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ یکے بعد دیگرے دونوں ہاتھ اٹھا کر ... باہر آنے لگے۔ پھر میں نے راستہ کے موڑ پر آ کر ٹارچ کی روشنی ... میں دیکھا۔ اب وہاں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ فرش پر بہت سی ... لاشیں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے بلند آواز ... سے کہا۔

"آفیسر! ویٹ اے منٹ۔ میں فرہاد باہر آ رہا ہوں۔"

سوزو کو دوڑتی ہوئی میرے پاس آ گئی اور میرا بازو تھام کر ... چلنے لگی۔ باہر ایک آفیسر نے مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔

"بریوو مسٹر فرہاد! آپ کو زندہ سلامت دیکھ کر اطمینان ہوا ... ہم نے یہاں پہنچنے میں دیر نہیں کی۔ ہیلو مس سوزو کو آپ بھی ... خیریت سے ہیں؟"

میں نے سوزو کو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ان محترمہ کو کہیں حفاظت سے بٹھا دیں اور آپ اپنے جوانوں کو لے کر میرے ساتھ آئیں۔ اب اندر کوئی نہیں ہے۔"

وہ آفیسر دس جوانوں کو لے کر میرے ساتھ چور راستے میں آ گئے۔ ہم ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھنے لگے۔ میں نے روتھ کی خبر لی۔ اس کے دماغ نے بتایا کہ وہ ہماری طرف چلی آ رہی ہے مگر بہت سے قدموں کی آوازیں سن کر وہ ٹھٹھک گئی۔ میں نے انجان بن کر بلند آواز سے کہا۔

"کون ہے؟ اگر تم روتھ ہو تو بے خوف چلی آؤ۔"

وہ میری آواز پہچان کر چلی آئی۔ اس نے مجھے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ دیا۔ میں نے ایک آفیسر سے کہا۔

"یہ روتھ مائیک ہے۔ اس کا تعلق بھی دشمنوں سے تھا مگر اس نے میرا ساتھ دیا ہے اور اب یہ آپ کو تہہ خانے تک لے جائے گی۔"

ایک آفیسر چار جوانوں کو لے کر روتھ کے ساتھ تہہ خانہ کی طرف چلا گیا۔ میرے ساتھ چلنے والا آفیسر ٹرانسمٹر کے ذریعہ کرنل جوشوہو کو موجودہ حالات سے آگاہ کر رہا تھا۔ اسے یہ خوش خبری سنا دی گئی تھی کہ اس کی بیٹی بخیریت ہے۔ کرنل نے مجھے کال کیا۔ میں نے ٹرانسمٹر اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔

"میں فرہاد بول رہا ہوں۔ میں نے آپ کی بیٹی کو آپ کے آدمیوں کی پناہ میں دے دیا ہے مگر میری سونیا مجھ سے چھین لی گئی ہے۔ ایک دشمن اُسے بیہوشی کی حالت میں اٹھا کر لے گیا ہے۔ میں قلعہ کے مجرموں کو آرمی کے حوالے کر کے سونیا کی تلاش میں جاؤں گا۔ اوور۔"

"فرہاد! ابھی نہ جانا۔ میرا انتظار کرو۔ میں اب وہاں پہنچنے ہی والا ہوں۔ ہم سب سونیا کو واپس لانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔ تم فکر نہ کرو۔ میرا جہاز لینڈ کر رہا ہے۔ اوور اینڈ آل۔"

ہم چور راستے سے نکل کر اس کمرے میں آئے جہاں میری تصویر لگی ہوئی تھی۔ آفیسر نے اس تصویر کو دیکھ کر حیرانی کا اظہار کیا۔ میں نے اُسے سمجھا دیا کہ وہ سب دشمنوں کی ڈرامہ بازی تھی یہاں ایک نقلی فرہاد اور سونیا تخلیق کئے جا رہے تھے۔ سونیا کا رول روتھ ادا کر رہی تھی اور گرلاش نامی ایک زہریلا آدمی فرہاد بن کر سونیا کو لے گیا ہے۔ آفیسر نے دو نوجوانوں کو قلعہ کا آہنی دروازہ کھولنے کے لئے بھیج دیا۔ اس کے بعد ہم آرتھر کے کمرے میں آئے وہ مُردہ پڑا تھا۔ فشابا اپنے کمرے میں فرش پر پڑا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ موسوہو کو حراست میں لے لیا گیا۔ پاس والے کمرے میں بوڑھا مائیک رسیوں سے بندھا ایک بستر پر آرام سے سو رہا تھا۔ میں نے آفیسر کو بتایا کہ

وہ بوڑھا پاگل اور بے ضرر ہے۔ اسے مینٹل ہسپتال بھیج دیا جائے۔ اس پاگل کی وجہ سے مجھے چور راستوں کا علم ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کتنے ہی مسلح نوجوان قلعہ کے اندر آ گئے۔ میں نے امینسر کورینی کے پاس بھی پہنچا دیا۔ زہریلے نشے کے باعث اس کی حالت بہت ہی نازک تھی۔ اسے فوراً ہی طبی امداد کے لئے بھیج دیا گیا۔ میں قلعہ سے باہر جاتے ہوئے سونیا کے دماغ میں جھلک کر دیکھنے لگا۔ وہ اب بھی اپنے آپ سے بے خبر تھی۔ مگر زہر کا اثر کم ہو چکا تھا صرف مدہوشی کی کیفیت تھی۔ ایسی حالت میں دماغ خارجی اثرات قبول کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ باہر کی آوازیں دماغ کو چھوتی ہیں۔ اسی لئے میں اس کے دماغ کے کسی گوشہ سے کار کے کسی انجن کی ہلکی ہلکی سی آوازیں سن رہا تھا۔ سونیا اپنی سوچ کے ذریعہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ مگر میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کسی کار میں سفر کر رہی ہے۔

میں اس سے رابطہ قائم کرنے کے لئے بے چین تھا ناکامی کا یقین ہونے کے باوجود میں نے اس کے دماغ کو چھیڑا۔ اُسے آوازیں دیں۔ مگر اس کی سوچیں شرابی کی طرح جھوم جھوم کر رہ گئیں۔ کسی شرابی کو کھٹی چیزیں کھلا کر اس کا نشہ توڑا جاتا ہے سوچ کے ذریعہ توڑنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ میں سوچتا ہوا قلعہ کے باہر آیا تو دن نکل چکا تھا۔ میں نے روتھ کے دیئے ہوئے کاغذ کو کھول کر دیکھا اس پر بارہ مرد اور عورتوں کے پتے درج تھے۔ وہ سب اس تنظیم سے تعلق رکھتے تھے اور جاپان کے چار بڑے جزیروں میں پھیلے ہوئے تھے۔

اس وقت میں چوتھے بڑے جزیرے کوشو میں تھا۔ کوشو میں ایک مرد اور دو عورتوں کے پتے تھے۔ ان میں سے ایک عورت شہر کوما موتو میں ایک مرد شہر کاگوشیما میں اور دوسری ایک عورت میازاکی میں مقیم تھی۔ گرلاش فوری طور پر ان ہی تین شہروں کی طرف سونیا کو بھیج سکتا تھا۔ میں نے قلعہ کے احاطہ سے باہر آ کر دیکھا بہت دور کرنل جوشو ایک گاڑی کے پاس کھڑا ہوا اپنی بیٹی سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی پشت میری جانب تھی اس لئے وہ مجھے دیکھ نہ سکا۔ سوزو کو اس سے میری شکایتیں کر رہی تھی کہ میں نے اس کے ساتھ بہت ہی "بُرا رویہ" اختیار کیا تھا۔ کرنل نے بُرے رویئے کی وضاحت چاہی تو اس نے کہا۔

"فرہاد میری بات نہیں مانتا تھا۔ میں نے کئی بار کہا کہ میں آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہوں مگر اس نے مجھے آپ کی آواز نہیں سنائی بلکہ دیوانے عاشق کی طرح سونیا کو تلاش کرتا رہا۔"

کرنل نے بیٹی کو بڑی نرمی سے سمجھایا۔

"سوزنی — تم کہتی ہو کہ سونیا کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہے لہٰذا سونیا کو تلاش کرنا اس کا پہلا فرض تھا۔ ایسے وقت اگر اس نے تمہاری بات نہیں مانی تو تمہیں بُرا نہیں ماننا چاہیئے۔"

سوزو کو بے بسی سے اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگی۔ اسے کیسے سمجھاتی میں یہ بات بک رہی تھی کہ فرہاد نے اور بھی بُرا سلوک کیا ہے لیکن اس میں میری مرضی بھی شامل تھی۔ اور میں ڈیڈی کو ایسی باتیں تو نہیں بتا سکتی۔ میں کیا کروں؟ وہ بدمعاش اچھا بھی لگتا ہے اور اس پر غصہ بھی آتا ہے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"بس اب تم اسی تذبذب میں رہو گی کہ میں کس کو اچھا لگتا ہوں۔ اگر اچھا لگوں تو دعائیں دینا، بُرا لگوں تو دل ہی دل میں کڑھتی رہنا۔"

میں باپ بیٹی کے پاس پہنچ گیا۔ کرنل نے مجھے دیکھتے ہی گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔

"فرہاد! تم نے تو کمال کر دیا۔ میں تم پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔ تمہارے مشورے کے مطابق میرے آدمیوں نے میجر یاماگوچی کی بھتیجی کی رہائش گاہ پر چھاپہ مارا تھا۔ میجر کے خلاف کافی ثبوت فراہم ہو چکے ہیں کتنی حیرانی کی بات ہے کہ میں آپ اپنی آستین کے سانپ کو نہ دیکھ سکا اور تم نے اسے پکڑ لیا۔"

میں نے وہ تہہ کیا ہوا کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جناب! ابھی تو میں گرلاش کو پکڑنا چاہتا ہوں۔ اس میں ایک درجن مجرموں کے پتے درج ہیں۔ آپ اپنے کسی آدمی سے کہیں کہ یہ تمام پتے نوٹ کریں۔ میں یہ کاغذ لے کر ابھی اسکی تلاش میں جاؤں گا۔"

کرنل نے کاغذ کھول کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پہلے تم کس طرف جانا چاہتے ہو؟"

میں نے بتایا کہ گرلاش کسی کار میں سونیا کو لے گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی اسی جزیرے میں ہے "میں سب سے پہلے شہر کوما موتو جاؤں گا۔ آپ مجھے وہاں جلد از جلد پہنچانے کا کیا انتظامات کر سکتے ہیں؟"

"اس پہاڑی کے نیچے ہیلی کوپٹر موجود ہے تم میرے آدمیوں کے ساتھ چلے جاؤ۔"

"جناب میں تنہا جانا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کے مسلح نوجوانوں کے ساتھ جاؤں گا تو کام بگڑ جائے گا۔"

"مگر تنہا جانے میں تمہارے لئے خطرہ ہے۔"

"وہ تو ہے۔ گرلاش سونیا کو اسی لئے لے گیا ہے کہ میں جہنم تک بھی اس کا پیچھا کروں اور میں اس کی یہ خواہش پوری کروں گا۔"

"یہ حماقت ہے۔ تم جان بوجھ کر ان کے جال میں پھنسنا چاہتے ہو۔ میں تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گا۔"

"آپ مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں اس لئے ایسا کہہ رہے ہیں لیکن آپ نہیں جانتے میں سونیا سے کتنی محبت کرتا ہوں میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اُسے واپس لانے کے لئے مجھے تنہا ہی جانا ہوگا آپ ضد نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے تم تنہا جاؤ۔ میں اپنی تسلی کے لئے اپنے آدمیوں کو تمہاری نگرانی پر مامور کروں گا۔ وہ سادے لباس میں رہیں گے۔ تم انہیں پہچان نہیں سکو گے۔ تمہیں بھی معلوم نہیں ہوگا کہ وہ دور رہ کر کس طرح تمہاری حفاظت کر رہے ہیں۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"دشمنوں کے جتنے پتے آپ کے پاس ہیں آپ انہیں ابھی نہ چھیڑیں۔ صرف چپ چاپ ان کی نگرانی ہوتی رہے۔ ورنہ انہیں ذرا بھی شبہ ہوگا تو وہ فوراً ہی اپنے بچاؤ کی تدبیر کر لیں گے۔"

کرنل نے اپنے ایک آدمی سے کہا کہ مجھے ہیلی کوپٹر تک پہنچا دے۔ پھر اس نے روتھ کا دیا ہوا کاغذ میرے حوالے کر دیا۔ میں نے کہا۔

"ایک اور اہم بات یہ ہے کہ روتھ نامی ایک عورت نے اس معاملے میں میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ وہ اب بھی قلعہ کے اندر آپ کے آدمیوں کو گائیڈ کر رہی ہے۔ میری پلاننگ یہ ہے کہ آپ اسے یہاں سے فرار ہونے کا موقع دیں۔ وہ واپس پھر اپنی تنظیم میں پہنچ جائے گی اور وہاں رہ کر میرے لئے اہم معلومات فراہم کرے گی۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟ وہ دھوکہ بھی دے سکتی ہے؟"

"جو عورت آپ کے آدمیوں کو تہہ خانے تک پہنچا رہی ہے اور وہاں کے اہم راز بھی بتا رہی ہے وہ دھوکہ نہیں دے سکتی۔ اگر بالفرض وہ دھوکہ دے کر دوبارہ اپنی تنظیم میں رہ جائے گی تو ہمارا کیا نقصان ہوگا۔ سارا راز اس کے ہاتھ میں ہے۔ جس سے ہمیں پریشانی ہوگی۔ وہ تو ایک معمولی آلہ کار ہے۔ اگر وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اسے آزمانے میں کیا حرج ہے۔"

کرنل نے مجھ سے وعدہ کیا کہ روتھ کو فرار ہونے کا موقع دیا جائے گا۔ اگر وہ دوست بن کر رہے گی تو ہمیں فائدہ پہنچے گا۔ بہت سے دشمنوں کے چہرے بے نقاب ہو جائیں گے۔ میں کرنل سے مصافحہ کر کے وہاں سے رخصت ہو گیا۔ پندرہ منٹ بعد میں ہیلی کوپٹر میں بیٹھا شہر کوما موتو کی طرف جا رہا تھا۔ ہیلی کوپٹر میں آرام سے بیٹھنے کے بعد میں نے اطمینان سے آنکھیں بند کیں اور سونیا کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ قدرے ہوش میں آ گئی تھی اور آنکھیں کھول کر ادھر اُدھر دیدے گھماتی دیکھ رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی۔

"میں کہاں ہوں؟ کیا میں گہری نیند سو رہی تھی؟ اُف میرا سر گھوم رہا ہے۔ بڑی کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔ ایسی کمزوری تو پہلے کبھی میں نے محسوس نہیں کی۔ مجھے کیا ہو گیا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر سوچتی رہی۔

"ہاں۔ کچھ نشے کی سی کیفیت ہے۔ اب کچھ یاد آ رہا ہے۔ یہ سب فرہاد کی شرارت ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر تم غرور دکھاؤ گی تو دوسری بار بھی سوزو کو تک نہیں پہنچ سکو گی۔ اس نے اپنی بات پوری کرنے کے لئے مجھے بے ہوش......"

وہ سوچتے سوچتے ٹھٹھک گئی۔ وہ کبھی یہ تسلیم نہیں کر سکتی تھی کہ میں اسے بیہوش کر دینے کی حد تک شرارت کروں گا۔ تب وہ دوسرے انداز میں سوچنے لگی۔

"فرہاد فنتا بابا کے کمرے میں ٹرانسمٹر کے پاس تھا۔ میں سوزو کو کے پاس جانے کے لئے فنتا بابا کے کمرے سے نکل کر مختلف کوریڈور سے گزرنے لگی تو ایک کوریڈور میں اچانک ہی پھر فرہاد سے سامنا ہو گیا۔ وہ اپنے بازو پھیلا کر مجھے اپنی آغوش میں بلا رہا تھا۔ اپنے محبوب کے بازوؤں کو دیکھ کر میں سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ میں نے اس سے یہ پوچھنا ضروری نہیں سمجھا کہ تم اتنی جلدی کس طرف سے گھوم کر میرے سامنے آ گئے ہو۔ لیکن کچھ سوچنے سمجھنے سے پہلے ہی وہ میرے شانے پر جھک گیا پھر اس کے دانت میری گردن میں چبھتے ہوئے محسوس ہوئے اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔"

اب وہ پریشانی سے سوچنے لگی "کیا فرہاد ایسی حرکتیں کر سکتا ہے؟ نہیں کبھی نہیں۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ میرے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔"

میں نے اسی وقت اس کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا۔

"ہیلو سونیا — میں تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ اب تم صحیح نتیجے پر پہنچ گئی ہو کہ تمہارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ جس طرح روتھ تمہارے روپ میں میرے پاس آئی تھی اسی طرح گرلاش نامی ایک زہریلا آدمی میرے روپ میں تمہارے پاس آیا تھا۔ وہ اپنے دانتوں کے ذریعہ کسی بھی عورت کے جسم میں زہر انجکٹ کر دیتا ہے یہ زہر اپنے ابتدائی مراحل میں محض ایک تیز نشے کی طرح متاثر کرتا ہے لیکن دو چار بار اگر یہی زہر تمہارے جسم میں سرایت کر گیا تو پھر تم زندہ نہیں بچو گی۔"

"اوہ مائی گاڈ۔ میں کس زہریلے ناگ کے پلے پڑ گئی تھی۔ تم کہاں ہو فرہاد؟"

"میں ایک ہیلی کوپٹر میں بیٹھا تمہیں تلاش کر رہا ہوں۔ اب تم اپنے آس پاس کے ماحول کو دیکھ کر میری رہنمائی کرو گی تو مجھے تمہارے پاس پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ تم ایک ویگن کار کی پچھلی سیٹ پر لیٹی ہوئی ہو۔ اب وہاں سے اٹھنے سے پہلے یہ ضروری بات سن لو کہ وہ نقلی فرہاد اس وقت بھی تمہارے قریب ہے شاید وہی کار ڈرائیو کر رہا ہے۔ اب تمہیں پھر اس فرہاد سے دھوکہ کھانا ہوگا۔"

"کیا مطلب؟ کیا تم چاہتے ہو کہ اس کا زہر مجھے مار ڈالے۔ میں اس کے دانت توڑ دوں گی۔"

"اس سے الجھنے کی حماقت نہ کرنا۔ جو کہتا ہوں وہ کرو۔ تم اس کے سامنے اسے فرہاد سمجھتی رہو۔ اسے یقین دلا دو کہ تم اب بھی دھوکہ کھا رہی ہو۔ اس سے محبت کی باتیں کرو۔ صرف اس کے زہر سے بچ کر رہو۔ اگر کوئی دشواری محسوس کرتی ہو تو بتاؤ؟"

"دشواری کیا ہوگی۔ میں کوئی بچی نہیں ہوں۔ اب وہ دوبارہ زہر کی سوغات پیش نہیں کر سکے گا۔"

"تم واقعی جاندار عورت ہو۔ میں بھی ہر لمحہ تمہارا خیال رکھوں گا۔ اسے دوبارہ انجکٹ کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ اب اٹھ کر بیٹھ جاؤ اور اس نقلی فرہاد سے باتیں کرو۔"

"فرہاد! میں اٹھ رہی ہوں، مگر پہلے میرے بیٹے نومی کی خیریت معلوم کر کے بتاؤ۔ وہ میرے گود کی گرمی تلاش کر رہا ہوگا۔"

میں اتنی طویل بھاگ دوڑ کے دوران نومی کو بھول ہی گیا تھا۔ اگر یہ بات میں سونیا سے کہتا تو وہ بُرا مان جاتی۔ اس لئے میں نے جھوٹ کہا۔

"نومی صرف تمہارا نہیں میرا بھی بیٹا ہے۔ میں نے کرنل جو شو سے اس کی خیریت معلوم کی ہے وہ بخیریت ہے اور آیا کی گود میں مزے سے کھیلتا رہتا ہے۔ چلو اب اٹھ جاؤ ورنہ دیر کرو۔"

وہ کراہتی ہوئی پچھلی سیٹ پر اٹھ کر بیٹھ گئی وہ سچ مچ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ جس گاڑی میں وہ سفر کر رہی تھی اس میں صرف ایک ہی شخص تھا جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کی پشت سونیا کی طرف تھی لیکن عقب نما آئینے میں فرہاد کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ سونیا کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ گرلاش ہے۔ گرلاش نے عقب نما آئینے سے اسے اٹھتے دیکھ لیا تھا اور اُسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا سونیا نے اس کی طرف جھک کر اور ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام کر کہا

"فرہاد! یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے اور کچھ نشے کی سی کیفیت ہے۔ مجھے بتاؤ کیا میں گہری نیند سو گئی تھی؟ یا بیہوش ہو گئی تھی؟"

سونیا اُسے بولنے پر مجبور کر رہی تھی تاکہ میں اسکے زہریلے دماغ تک پہنچ جاؤں۔ مگر وہ ایسا نادان نہیں تھا۔ اس تنظیم کے تمام لوگ کسی نہ کسی طرح اس بات کی تصدیق کرنا چاہتے تھے کہ میں دوسروں کے دماغ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہوں یا نہیں؟ اسی شبہ کی بنا پر گرلاش گونگا بن گیا تھا۔ اس نے سونیا کو جواب دینے کے لئے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا۔ پھر اسے سونیا کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اس کاغذ کو کھول کر پڑھنے لگی۔ اس میں لکھا تھا۔

میری سونیا

میں تم سے اشاروں میں باتیں کروں گا لیکن زبان نہیں ہلاؤں گا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ سپر ماسٹر کی تنظیم میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آ گیا ہے وہ یقیناً میرے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا اس لئے میں محتاط رہنا چاہتا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم یہاں کرنل جو شو کے ملازم بن کر نہیں رہیں گے۔ اس لئے ہم یہاں سے فرار ہونے کے لئے شیما گوچی کے ساحلی شہر کی طرف جا رہے ہیں۔ وہاں ہم کوشش کریں گے کہ ہمیں بحری راستے سے فرار ہونے کا موقع مل جائے۔

کوئی ضروری بات ہو تو اب تحریر کے ذریعہ پوچھ لینا۔ کاغذ اور قلم ڈلیش بورڈ میں رکھا ہے۔

فقط

وہ بڑی چالاکی سے کام لے رہا تھا۔ سونیا پر ثابت کر رہا تھا کہ وہی فرہاد ہے۔ مگر وہ بہت سی غلطیاں کر رہا تھا۔ اوّل تو ان کی تنظیم میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ سونیا اتنا سمجھتی تھی کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد کے دماغ تک پہنچ سکتا ہے۔ اس خط کے جواب میں سونیا میری سوچ کے مطابق کہنے لگی۔

"اُف میرا سر ابھی تک چکرا رہا ہے۔ اس خط کی تحریر بھی کسی طرح سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ میں اس خط کے جواب میں کیا لکھ کر پوچھوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کاش کہ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ جاتیں تو تم میری اس دماغی کمزوری کا فوراً علاج کر دیتے۔ آہ۔ اوہ۔ اُف!..."

سونیا اداکاری کے جوہر دکھا رہی تھی۔ اس نے اگلی سیٹ کی پشت پر اپنی پیشانی ٹیک دی۔ جیسے واقعی دماغی کمزوری کا شکار ہو گئی ہو۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگی۔

"کیوں فرہاد تم نے بھی اس تحریر کو پڑھ لیا ہوگا۔ اب یقین ہو گیا ہے نا کہ وہ مجھے کہاں لے جا رہا ہے؟"

"ہاں۔ تم اطمینان رکھو میں تم سے پہلے شیما گوچی پہنچ جاؤں گا"

یہ کہہ کر میں نے ہیلی کوپٹر کے پائلٹ کو بتایا کہ میں نے کرنل... جانے کا ارادہ بدل دیا ہے۔ وہ مجھے شیما گوچی پہنچا دے۔ اس کے بعد پھر سونیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اب میں ایک لمحے کے لئے بھی اس سے غافل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ سونیا اسی طرح اگلی سیٹ کی پشت سے اپنی پیشانی ٹیک کر سوچ رہی تھی۔

"یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ پتہ نہیں یہ کم بخت کس قسم کا زہریلا آدمی ہے۔ ہاں مجھے یاد آیا۔ جب ڈیڈی جانوروں کے ساتھ میری پرورش کر رہے تھے اور میری سونگھنے کی حس میں حیرت انگیز اضافہ کر رہے تھے تو اس وقت کہا کرتے تھے کہ انسان کے لئے کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ اس میں انسانوں کی خصوصیات تو ہوتی ہیں، وہ جانوروں کی خصوصیات بھی اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ وہ تیندوے کی طرح سونگھ بھی سکتا ہے اور سانپوں کی طرح زہریلا بھی بن سکتا ہے۔ گرلاش میں بھی یہی خوبی یا خرابی ہے۔"

میں نے کہا۔ "سونیا تم ٹھیک سوچ رہی ہو۔ اب بتاؤ کہ تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

"میں بہت کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ میرا میڈیکل چیک اپ ہونا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ نشہ آور زہر آگے چل کر مجھے نقصان پہنچائے۔"

"بہت جلد تمہارا طبی معائنہ کرایا جائے گا۔ تم اطمینان رکھو میں تمہارے پاس پہنچنے ہی والا ہوں اور ذرا اپنی آنکھیں کھلی رکھو تاکہ میں تمہاری آنکھوں سے دیکھتا رہوں اور سمجھتا رہوں کہ تمہیں کن راستوں سے لے جایا جا رہا ہے۔"

وہ سر اٹھا کر اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اور کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھنے لگی۔ میں بھی ان گزرتے ہوئے مناظر کو کسی حد تک ذہن نشین کرنے لگا۔ آدھ گھنٹے بعد میں شیما گوچی پہنچ گیا۔ پائلٹ نے ہیلی کوپٹر کو لینڈ کرنے کے بعد مجھے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کرنل کو رپورٹ دیدیں کہ میں نے آپ کو یہاں تک پہنچا دیا ہے۔"

میں اس سے ٹرانسمیٹر لیکر کرنل جو شو سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو فرہاد۔ کیا تم کوماموٹو پہنچ گئے ہو۔ اوور۔"

"میں کوماموٹو سے آگے۔ شیما گوچی پہنچ گیا ہوں۔ میں پہلے شیما گوچی میں سونیا کو تلاش کرنا چاہتا ہوں۔ اوور۔"

"اچھی بات ہے۔ ٹرانسمیٹر اپنے پاس رکھو اور وقتِ ضرورت مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہو۔ رُوتھ کو ہم نے قلعہ سے پھینکا دیا ہے اب دیکھنا ہے کہ وہ ہمارے لئے کیا کرتی ہے۔ اوور اینڈ آل۔"

ہیلی کوپٹر کا پائلٹ میرے ساتھ چلتا ہوا ایئر فورس کی ایک عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے پھر سونیا کے دماغ میں جھانکا وہ بخیریت تھی اور گرلاش کے ساتھ سفر کے دوران اپنی اعصابی کمزوری کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایئر فورس کی عمارت میں پہنچ کر سونیا سے رابطہ ٹوٹ گیا۔ پائلٹ وہاں کے چند آفیسروں سے میرا تعارف کرا رہا تھا۔ میں نے متعارف ہونے کے بعد کہا۔

"مجھے ایک گاڑی، ایک اسٹین گن اور کارتوسوں کی ضرورت ہے۔"

آفیسر نے اپنے اسسٹنٹ سے کہا فوراً ہی میری مطلوبہ چیزیں مہیا کی جائیں۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔

"اگر مسلح جوانوں کی ضرورت ہو تو وہ بھی آپ کے ساتھ جا سکتے ہیں"

"نہیں میں تنہا جاؤں گا۔ البتہ آپ یہ حکم صادر کر دیں کہ بندرگاہ پر کڑی نظر رکھی جائے۔ خصوصاً ویران ساحلی علاقوں کی طرف سخت پہرہ ہو۔ کسی بھی لانچ، موٹر بوٹ یا کشتی پر ایسی عورت کو چیک کیا جائے جس کی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخن نہیں ہیں اس کا نام سونیا ہے اور وہ میری بیوی ہے۔"

تمام باتیں سمجھانے کے بعد میں عمارت سے باہر آیا۔ وہاں میرے لئے ایک جیپ کار تیار تھی۔ اس کی اگلی سیٹ کے نیچے کارتوس کی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں اور سیٹ پر ایک اسٹین گن موجود تھی۔ میرے لئے ایک ڈرائیور بھی موجود تھا۔ میں نے اس کی موجودگی پر اعتراض نہیں کیا۔ وہ اس علاقے میں میری رہنمائی کر سکتا تھا۔ میں اسٹین گن ... اٹھا کر اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جب گاڑی آگے چل پڑی تو میں نے سونیا سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ اس کی سوچ سے پتہ چل رہا تھا کہ ابھی وہ ہائی وے پر ہے یعنی شیما گوچی کے شہر سے بہت دور ہے۔ میں نے ڈرائیور کو ہائی وے کی طرف چلنے کو کہا۔ جب گاڑی اس طرف مڑ گئی تو میں دوبارہ دماغ کی اسکرین پر سونیا کی نگرانی کرنے لگا۔

میں دماغوں میں جھانک کر اپنی ذات سے دوسروں کی ذات میں دلچسپی لے سکتا ہوں۔ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے دور دراز کے حالات معلوم کر سکتا ہوں لیکن مستقبل کا حال نہیں بتا سکتا کہ آئندہ کیا پیش آنے والا ہے۔ لہٰذا جو کچھ پیش آنے والا تھا وہ سامنے آگیا۔ اچانک ہی گرلاش نے گاڑی روک دی۔ کیونکہ اس کے سامنے دو کاریں راستہ روکے کھڑی ہوئی تھیں اور کچھ لوگ ریوالور لئے سڑک کے اطراف کھڑے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے آگے بڑھ کر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا اور سونیا کو پکڑ کر باہر کھینچ لیا۔ سونیا نے کمزوری جدوجہد کی کیونکہ پھر اس کا سر چکرانے لگا تھا۔ گرلاش اپنی سیٹ پر اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔

"جانِ من جدوجہد فضول ہے۔ خود کو ان کے حوالے کر دو۔ اور ان میں سے کسی کو باتیں کرنے پر مجبور کرو۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق اپنے سامنے والے آدمی سے جھنجلا کر بولی۔

"تم لوگ کون ہو، مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ پیچھے سے کسی نے اس کے سر پر کپڑے کی ایک ٹوپی پہنا دی۔ وہ ٹوپی سرکتی ہوئی اس کے چہرے پر آئی اور اس کا چہرہ چھپ گیا۔ اب سونیا کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں مجھے بھی اس کے آس پاس کے لوگ نظر نہیں آ رہے تھے وہ ہر ممکن کوشش کر رہے تھے کہ میرے آگے بڑھنے کے تمام راستے مسدود کر دیں۔ سونیا کو اس طرح چھپا دیں کہ مجھے ٹیلی پیتھی کا سہارا بھی نہ ملے اس

سکے باوجود میں خاموشی سے سونیا کی اندھی سوچ کو سمجھتا رہا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کے دونوں ہاتھوں کو پشت پر باندھ دیا گیا ہے اور دو آدمی اسے گھسیٹ کر لے جا رہے ہیں۔ پھر اسے کسی گاڑی کی سیٹ پر بٹھا دیا گیا۔ پھر اس کے آس پاس دو آدمی بیٹھ گئے۔ یہ سب کچھ وہ ایک اندھی کی طرح سمجھ رہی تھی اور محسوس کر رہی تھی۔

پھر اس نے محسوس کیا گاڑی اسٹارٹ ہو کر دائیں طرف مڑ رہی ہے۔ آنکھیں بند ہوں تب بھی یہ سمجھ میں آ جاتا ہے کہ گاڑی پکے راستے پر چل رہی ہے یا کچے راستے پر۔ اور اگر وہ دائیں طرف مڑتی ہے تو گاڑی میں بیٹھنے والا آپ ہی آپ ذرا بائیں طرف جھک جاتا ہے ایسے حقائق کے پیش نظر میں سمجھ گیا کہ سونیا جس گاڑی پر بیٹھی ہے اب وہ ہائی وے پر نہیں ہے بلکہ کچے راستے پر چل رہی ہے۔ میں نے اپنی گاڑی کے ڈرائیور کو رفتار بڑھانے کے لئے کہا۔ وہ بڑا تجربہ کار ڈرائیور تھا۔ ہائی وے پر پہنچ کر ایک سو ساٹھ میل فی گھنٹے کی رفتار سے گاڑی کو دوڑانے لگا۔ اس دوران میں نے سونیا سے پوچھا۔

"سونیا جہاں گرلاش نے گاڑی روکی تھی اس جگہ کی کوئی خاص پہچان بتا سکتی ہو؟"

مجھے بھی پہچان ہونی چاہیئے تھی کیونکہ اس وقت میں اس کے ذہن میں جھانکتا رہا تھا۔ لیکن جس وقت سونیا کو گھیر لیا گیا اس وقت میرا دھیان بٹ گیا تھا۔ سونیا نے کہا۔

"جہاں مجھے گھیر لیا گیا تھا وہاں چاروں طرف ویرانی تھی دور دور تک کوئی مکان یا کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ میرے بائیں طرف سڑک کے کنارے یوکلپٹس کا درخت جڑ سے اکھڑا ہوا تھا۔"

میں نے کہا۔ "بس اتنا کافی ہے۔ میں فوراً ہی وہاں تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

سونیا کو تسلی دے کر میں سڑک کے دائیں طرف دیکھنے لگا۔ جیپ کار خودکشی کی رفتار سے بھاگی جا رہی تھی۔ سڑک کے کنارے ایستادہ درخت اتنی تیزی سے گزرتے جا رہے تھے سونیا نے اس ٹوٹے ہوئے درخت کو بائیں طرف دیکھا تھا چونکہ میں مخالف سمت جا رہا تھا اس لئے وہ ٹوٹا ہوا درخت مجھے دائیں طرف نظر آ سکتا تھا۔ مگر وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک طویل تھکا دینے والا انتظار تھا۔ ہم کتنے ہی میل کا سفر طے کرتے چلے جا رہے تھے اور سنگ میل یکے بعد دیگرے گزرتے جا رہے تھے۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد دور سے وہ درخت نظر آنے لگا۔ ڈرائیور نے میری ہدایت کے مطابق رفتار کم کر دی۔ پھر اس درخت کے پاس پہنچ کر گاڑی دائیں طرف موڑی گئی تھی۔ میں نے پھر اس کے برعکس راستے کے بائیں جانب دیکھا ذرا آگے ایک کچے راستے پر گاڑی کے پہیوں کے نشانات نظر آئے۔ سونیا کی سوچ کے مطابق وہاں تین گاڑیاں تھیں۔ ایک گرلاش کی گاڑی تھی۔ باقی دو گاڑیوں نے ان کا راستہ روکا تھا لیکن کچے راستے پر صرف ایک گاڑی کے پہیوں کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ وہ دو گاڑیاں یقیناً کوچی کی طرف نہیں گئی تھیں۔ اگر جاتیں تو ہماری گاڑی کو کراس کرتی ہوئی ضرور گزرتیں۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ واپس کوماموٹو کی طرف گئی ہیں۔

ہماری گاڑی کچے راستے پر چلنے لگی۔ میں نے ٹرانسمٹر کے ذریعے کرنل جوشو ہو سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اسے بتانے لگا کہ گرلاش کوماموٹو کی طرف گیا ہے۔ لہٰذا وہاں کی ملٹری انٹیلی جنس کو تاکید کی جائے کہ انہیں فرہاد جہاں بھی نظر آئے اسے گرفتار کر لیں۔ کیونکہ وہ اب نقلی فرہاد بنا پھر رہا ہے کرنل کو یہ ضروری اطلاع دینے کے بعد میں نے پھر سونیا کی طرف توجہ دی۔ اب وہ کہیں قید کر دی گئی تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ چہرہ اور آنکھیں نقاب میں چھپی ہوئی تھیں اور وہ کہیں ایک پختہ فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو سونیا۔ تم جس حال میں ہو اسے میں سمجھ رہا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں کرنل جوشو ہو سے باتیں کر رہا تھا۔ اس لئے تمہاری سوچ کو مسلسل نہ پڑھ سکا۔ اب تم بتاؤ اس دوران تمہاری آنکھیں بند ہونے کے باوجود تم نے کوئی خاص بات نوٹ کی ہے؟"

"میں کوئی خاص بات نہیں بتا سکتی۔ تمام راستے مجھے گاڑی چلنے کی آواز سنائی دیتی رہی۔ میرے آس پاس جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ گونگے بن گئے تھے۔ میری کسی بات کا جواب نہیں دے رہے تھے۔"

"اچھا یہ بتاؤ کیا گاڑی کچے راستے پر چلتی رہی تھی؟"

"نہیں۔ میرے اندازے کے مطابق وہ گاڑی پھر پختہ سڑک پر آ گئی تھی۔"

میں نے اس کی سوچ پڑھ کر ڈرائیور سے پوچھا۔

"کیا آگے پکی سڑک ہے؟"

"جی ہاں! ابھی ہم تھوڑی دیر میں وہاں پہنچ جائیں گے۔ آپ آگے کہاں جائیں گے؟"

میں سوچ کر جواب دینے کے بہانے ذرا خاموش ہو گیا پھر سوچ کے ذریعہ سونیا سے پوچھا۔

"سونیا کچے راستے سے پختہ راستے پر پہنچ کر وہ گاڑی کس طرف مڑ گئی تھی؟"

اس نے تھوڑی دیر سوچ کر جواب دیا۔

"وہ گاڑی پہلے کی طرح دائیں طرف مڑ گئی تھی۔"

میں نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"اگر ہم کچے راستے کو چھوڑنے کے بعد دائیں سمت جائیں گے

تو وہ راستہ ہمیں کہاں لے جائے گا؟"

"ہم شمالی بندرگاہ تک جا پہنچیں گے۔ اس شہر کا نام میازاکی ہے۔"

"ٹھیک ہے اسی طرف چلو۔"

میں اطمینان سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور گزرے ہوئے وقت کا حساب کرنے لگا۔ سونیا کی گاڑی جب سے کچے راستے پر مڑی تھی اس وقت سے اب تک ایک گھنٹہ اور بیس منٹ گزر چکے تھے۔ کچا راستہ بیس منٹ میں طے ہوتا تھا۔ اس حساب سے سونیا جس علاقے میں تھی وہاں تک پہنچنے کے لئے مزید ایک گھنٹہ صرف ہونے والا تھا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس طویل بھاگ دوڑ میں مجھے ذرا بھی سونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت کی کہ ابھی میں سکون سے سو جاؤں پھر ٹھیک پینتالیس منٹ کے بعد میری آنکھ کھل جائے۔ اس کے چند لمحوں بعد میں گہری نیند میں ڈوب گیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو گاڑی ایک بہت ہی خوبصورت شہر کی بارونق شاہراہ سے گزر رہی تھی۔ ڈرائیور نے مجھے بتایا کہ ہم میازاکی پہنچ گئے ہیں۔ میں نے فوراً ہی سونیا کی خبر لی۔ پہلے وہ جہاں بیٹھی ہوئی تھی اب بھی وہیں نشے فرش پر سو رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ اسے آرام سے سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ ڈرائیور نے میری ہدایت کے مطابق ایک ریسٹورنٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔ میں نے وہیں گاڑی میں بیٹھ کر ناشتہ کیا گرما گرم کافی پی۔ پھر روتھ کے دیئے ہوئے کاغذ کو کھول کر میازاکی میں رہنے والی اس عورت کا پتہ ذہن نشین کرنے لگا جو خفیہ تنظیم کی آلہ کار تھی لیکن بظاہر ایک جاپانی گیشا کی طرح زندگی گزار رہی تھی۔

ڈرائیور نے مجھے اس گیشا گرل کے ٹھکانے کے قریب پہنچا دیا۔ روتھ نے اس کاغذ پر اس لڑکی کا نام مس بٹر فلائی لکھا تھا۔ میں نے وہ کاغذ ڈرائیور کو دیتے ہوئے اسے وہاں سے واپس جانے کے لئے کہا۔ وہ واپس جاتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ مجھے تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ مگر میرے حکم سے مجبور ہو کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے دور سے اس کوٹھی کو دیکھا جہاں مس بٹر فلائی سے ملاقات ہونے والی تھی۔ وہ کوٹھی آبادی سے ذرا دور تھی۔ آس پاس کی دوچار کوٹھیوں سے تقریباً تین سو گز کے فاصلے پر تھی۔

میں گھنے درختوں کے سائے سے گزرتا ہوا اس کوٹھی کی طرف بڑھنے لگا۔ میری یہی کوشش تھی کہ اس کوٹھی میں رہنے والے مجھے نہ دیکھ سکیں۔ ذرا قریب پہنچ کر اور ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔

"سونیا۔ اٹھو آنکھیں کھولو۔ میں تمہیں مخاطب کر رہا ہوں۔"

وہ آنکھیں کھول کر انگڑائی لینا چاہتی تھی۔ پھر فوراً ہی اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ انگڑائی نہیں لے سکتی۔ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا۔

"میرے پاس مجرموں کی جو فہرست ہے اس میں ایک مس بٹر فلائی کا نام ہے۔ اس وقت میں اسی مادام کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا ہوں۔ اب تم بتاؤ جہاں تمہیں قید کیا گیا ہے وہاں تم نے کسی عورت کی آواز سنی ہے؟"

"نہیں۔ یہاں دور دور تک کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ البتہ قدموں کی چاپ سنتی رہتی ہوں۔ کچھ لوگ ادھر ادھر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی عورت ہوتی تو میں اونچی ایڑی کی کھٹ کھٹ سے پہچان لیتی۔ پتہ نہیں میں کہاں ہوں اور تم کہاں پہنچ گئے ہو۔ ویسے تمہاری بو میرے قریب نہیں ہے۔"

میں خاموشی سے سوچنے لگا۔ اس بات کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ سونیا اسی کوٹھی میں موجود ہے یا نہیں۔ اگر موجود ہے تو اس کی اندھی رپورٹ کے مطابق کچھ لوگوں کے قدموں کی آوازیں سنائی دیتیں یعنی اس کوٹھی میں ایک سے زیادہ افراد ہیں۔ اب اس کوٹھی کے باہر کھڑے رہ کر میں یقین سے کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔ مگر یہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہاں جانے میں خطرہ ہے اور یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا کہ میں خطرے کے خوف سے واپس جاؤں۔ آگے بڑھنا لازمی تھا اس لئے میں آگے بڑھ گیا۔ کوٹھی کے چاروں طرف حد بندی کے طور پر چار فٹ اونچی دیواریں تھیں۔ میں نے اسٹین گن شانے سے اتار کر ہاتھوں میں لی۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا اس دیوار کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں سے میں نے چیخ کر کہا۔

"مس بٹر فلائی۔ اگر تم موجود ہو تو باہر آ جاؤ۔ میں تم سے دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر دو بچے کوٹھی کا بیرونی دروازہ کھول کر دوڑتے ہوئے باہر آ گئے۔ ان کے پیچھے ایک آیا بھی تھی۔ میں سر کھجا کر سوچنے لگا۔

"یہ کیا ماجرا ہے؟ اس کوٹھی میں تو باقاعدہ ایک فیملی آباد ہے۔ معصوم بچے بھی ہیں۔ یہاں خون خرابے والی بات نہیں ہو سکتی۔"

میں نے اس نوجوان آیا کو مخاطب کیا۔

"ہیلو مس یا مادام۔ کیا یہ تمہارے بچے ہیں؟ کیا تمہیں بٹر فلائی کہا جاتا ہے؟"

اس نے دور سے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ وہ اتنی دور تھی کہ میں آنکھوں کے راستے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ مجھے ہاتھ سے ٹھہرنے کا اشارہ کر کے کوٹھی کے اندر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر آئی۔ پھر اتنی ہی دور سے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

"پہلے تم یہاں آؤ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے سامنے دیوار کے دوسری طرف آکر کھڑی ہو گئی۔ میں نے فوراً ہی اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا مگر اس کے دماغ کے اندر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ وہ اجنبی زبان کی سوچیں تھیں جو مجھے مکھیوں کی بھنبھناہٹ لگ رہی تھیں۔ میں نے اس سے جاپانی زبان میں کہا۔

"واتا کسوہی واقہادہ سے سو زیس فرہاد ہوں۔"

وہ پلکیں جھپک جھپک کر مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے میری بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں نے جھنجھلا کر کہا۔

"مس بٹر فلائی — بٹر فلائی ..." میں نے اپنی انگلیوں کے اشارے سے ایک تتلی کی پرواز بتا کر پوچھا "بٹر فلائی یعنی تتلی یہاں موجود ہے؟"

وہ اوپر نیچے سر ہلا کر مجھے اندر آنے کا اشارہ کرنے لگی۔ میں اسٹین گن سنبھالتا ہوا احاطے کے اندر آ گیا۔ پھر اس کے ساتھ کوٹھی کے بیرونی دروازے کی طرف جانے لگا۔ میں بہت محتاط تھا۔ دور دور تک ایک شکاری کی نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا اور ہلکی سی آہٹ بھی سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ آیا دروازہ کھول کر اندر جانے لگی تو میں نے اسٹین گن کا رخ دروازے کی طرف کر دیا۔ وہ چپ چاپ اندر چلی گئی۔ دروازہ دوسری بار کھلا تو اب وہاں دوسری نظر آ رہی تھی۔

وہ گیشا اتنی حسین تھی کہ میں چند لمحوں کے لئے اس کے سراپا میں محو ہو گیا۔ اس نے گیشا کا مخصوص لباس "کیمونو" زیب تن کیا تھا۔ سینے سے نیچے کمر تک ایک سیاہ ورنگ ریشم کی "اوبی" یعنی پیٹی بندھی تھی۔ وہ ریشم کے پھولدار لباس میں یوں لگ رہی تھی جیسے پھلواری میں بہار آ گئی ہو۔ اس کے کھڑے ہونے اور مسکرانے کے انداز میں بڑی دلکشی تھی۔ دل کشی کے معنی دل کھینچنا ہیں اس لئے وہ کھینچ رہی تھی۔

میں نے جلدی جلدی دوبار اپنی گردن ہلائی۔ یہ جاپانی طرز کا سلام تھا۔ پھر میں نے پوچھا۔

"اناٹا وا بٹر فلائی سان (کیا آپ بٹر فلائی صاحبہ ہیں؟)"

وہ بھی دوبار گردن ہلا کر بولی۔

"ڈیلوا اریہ ماسن کا (جی ہاں میں ہی ہوں)"

اس نے ایک ادائے ناز سے خم کھا کر اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں آگے بڑھا پھر دروازے پر ٹھٹھک گیا۔ کمرے کے اندر جاپانی طرز کی سجاوٹ تھی۔ اپنے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے دروازے پر جوتے اتارنے پڑتے ہیں۔ اس لئے میں نے جوتے اتار دیئے۔ ایسے وقت میں مس بٹر فلائی کی سوچ بھی پڑھ رہا تھا تا کہ اس کی اصلیت معلوم کرتا رہوں۔ لیکن فوراً ہی اپنا مقصد پورا نہیں ہو جاتا۔ کسی کی سوچ کو اپنے مزاج کے مطابق بدلنے میں کچھ وقت لگتا ہے اور وہ مجھے دیکھتے ہی مجھ سے متاثر ہونے والے انداز میں سوچ رہی تھی۔ وہ میرے ساتھ اس کمرے سے گذرتی ہوئی بولی۔

"یہ میرا بیڈ روم ہے آپ ڈرائنگ روم میں تشریف لائیں۔"

"کیا تم یہاں تنہا رہتی ہو؟"

"نہیں، میرے چھوٹے بھائی بہن ہیں آپ نے انہیں باہر لان میں کھیلتے دیکھا ہوگا۔"

میں ان بچوں کو باہر دیکھ چکا تھا۔ دوسرے کمرے کے دروازے پر ایک بوڑھا دبلا پتلا سا جاپانی کھڑا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے کھلے ہوئے دروازے سے ایک خالی کمرہ نظر آ رہا تھا۔ اس کمرے کا فرش غیر معمولی طور پر چمک رہا تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ فرش ایسا کیوں ہے۔ کچھ سمجھنے سے پہلے ہی اس جاپانی نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اسٹین گن کو بائیں ہاتھ میں لے کر دائیں ہاتھ سے مصافحہ کیا۔ اسی وقت میرے جسم کو ایک جھٹکا پہنچا۔ میرے پاؤں زمین سے اکھڑ گئے۔ اور میں فضا میں اچھل کر قلابازی کھاتا ہوا بوڑھے جوڈو ماسٹر کے پیچھے کھلے ہوئے دروازے سے گزرتا ہوا اس چمکیلے فرش پر پہنچ گیا۔

تب معلوم ہوا کہ وہ فرش کیوں چمک رہا تھا۔ اس فرش پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک گریس کی تہہ جمائی گئی تھی۔ میں فرش پر گرتے ہی ایک سرے سے پھسلتا ہوا دوسرے سرے پر جا کر دیوار سے ٹکرا گیا۔ میں نے بہت کوشش کی تھی کہ دیوار تک پہنچنے سے پہلے سنبھل جاؤں۔ کسی طرح رک جاؤں مگر پھسلن ایسی تھی کہ وہاں اپنی کوشش کام نہیں آ سکتی تھی۔ دوسری کوئی ٹھوس اور جامد چیز ہی روک سکتی تھی۔ لہذا دیوار نے ایک زبردست ٹکر کے ساتھ روک دیا۔

میں نے سر کو جھٹک کر اپنے اطراف دیکھا۔ جس دروازے سے میں پارسل کیا گیا تھا وہ بند ہو چکا تھا۔ یہ بھی اسٹین گن ہاتھ سے نکل گئی تھی اور باہر ہی رہ گئی تھی۔ وہ کمرہ وسیع و عریض ہال کی طرح تھا۔ وہاں میرے سوا کوئی سامان نہ تھا۔ اس وسیع ہال میں میں تنہا ایک بے مصرف سامان کی طرح پڑا ہوا تھا۔ میں نے وہاں سے اٹھنا چاہا۔ فرش پر سے اٹھنے کے لئے ہاتھ ٹیکنا پڑتا ہے۔ لہذا ہاتھ ٹیک کر اٹھنے لگا تو ہتھیلی پھسل گئی اس کی وجہ سے میں پھسل کر ذرا دور چلا گیا۔

کمرے میں گریس کی بو اور چکناہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے دیوار کا سہارا لے کر اٹھنے کا ارادہ کیا۔ دیواریں سپاٹ تھیں اگر کھڑکیاں ہوتیں تو کھڑے ہونے کا سہارا بن جاتیں۔ میری ہتھیلی اور کپڑوں پر بھی گریس لگ گئی تھی۔ دیوار کا سہارا لینے سے وہاں بھی ہاتھ پھسل جاتے تھے۔ دشمنوں نے مجھے بالکل ہی مجبور اور بے بس بنا کر رکھنے کا بڑا عجیب طریقہ اختیار کیا تھا۔ میں پاؤں رکھنے کے باوجود ان کے مقابلے کے قابل نہیں ہو سکتا تھا۔

پھر میرے دماغ میں یہ خیال ابھرا کہ ایسے کمرے میں دشمن کس طرح میرا سامنا کریں گے ظاہر ہے وہ بھی میری طرح پھسلتے رہیں گے۔ وہ احمق نہیں تھے کہ میرے مقابلے میں پھسلنے کے لئے آ جاتے۔ میں نے تھک ہار کر اپنے ہاتھوں کا سہارا لینا چھوڑ دیا۔ اپنے اوپری نصف دھڑ کو کسی سہارے کے بغیر بل دیکر اٹھنے لگا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد میں بیٹھ گیا اور آہستہ آہستہ اپنے پاؤں گھٹنے کی طرف سے موڑ کر دوزانو ہونے کی کوشش کی۔ ایسے وقت جسمانی توازن کی طرف گہری توجہ تھی۔ کسی ایک جانب بھی جسم کے وزن میں کمی بیشی ہوتی تو میں پھر چاروں شانے چت ہو جاتا۔ بہرحال بڑی محنت کے بعد میں دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

اطمینان سے جم کر بیٹھنے کے بعد میں نے مس بٹر فلائی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنے کمرے میں پلنگ اور الماری کے درمیان کھڑی ہوئی تھی اور اٹیچی کھول کر اپنے چھوٹے بھائی اور بہن کے کپڑے رکھ رہی تھی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ مجبوراً وہاں سے جا رہی ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں اپنا نام لیا تو وہ اٹیچی بند کرتے کرتے ٹھٹھک گئی۔ ایک پل کے لئے اس کی سانس رک گئی۔ پھر اسے تصور میں میرا چہرہ نظر آنے لگا۔ وہ سوچنے لگی۔

"بیچارہ بھری جوانی میں مارا جائے گا۔ جس کی موت جہاں لکھی ہوتی ہے وہ وہاں آپ ہی آپ پہنچ جاتا ہے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اسے پہلے ہی اشارہ کر دیتی کہ فوراً بھاگ جاؤ۔ آہ! مگر میں کچھ نہ کر سکی۔ ان قاتلوں کی کتنی ہی آنکھیں مجھے چھپ کر دیکھ رہی تھیں۔ اگر مجھ سے ذرا بھی غلطی ہوتی تو وہ موبی اور ریلو (بھائی بہن) کو قتل کر دیتے۔"

بٹر فلائی کو مجھ سے ہمدردی تھی۔ مگر میں اسے دماغی طور پر معمول بنا کر اس سے کوئی کام نہیں لے سکتا تھا کیونکہ دشمن اس کے بھائی اور بہن کو قتل کر دیتے۔ میں نے اسے جانے دیا اسے چھوڑ کر اس بوڑھے کے دماغ میں جھانکنے لگا جس نے مجھ پر جوڈو کا داؤ آزما کر مجھے اس کمرے میں پہنچا دیا تھا۔ وہ بوڑھا بہت محتاط تھا اور میرا ہی انتظار کر رہا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ کو ٹٹولنے آئے گا۔ اگر اس کے دماغ میں اس کے مزاج کے خلاف کوئی سوچ ابھرے گی تو وہ سمجھ لے گا کہ میں خیال خوانی کے ہتھکنڈے آزما رہا ہوں۔

بڑی مشکلات پیش آ رہی تھیں۔ میں اس بوڑھے کی سوچ کو پڑھ کر اس کے خطرناک ارادوں کو سمجھنا چاہتا تھا لیکن وہ پہلے سے ہوشیار بیٹھا تھا۔ اگر میں اس کی سوچ میں کوئی سوال کرتا تو یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی کہ میری یادداشت واپس آ گئی ہے اور میں ٹیلی پیتھی کا خطرناک ہتھیار استعمال کر رہا ہوں۔ میں نے اسے نہ چھیڑنے کا فیصلہ کیا۔ یوں بھی میں اس ... کو سمجھ کر ... فی الحال اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا تھا۔ بچاؤ کی یہی صورت رہ گئی تھی کہ میں کرنل جوشو سے رابطہ قائم کروں اور اسے بٹر فلائی کی کوٹھی کا پتہ بتا کر فوری امداد طلب کروں۔

ٹرانسمٹر میری پتلون کی جیب میں تھا۔ اسے نکالنے کے لئے بھی جسمانی توازن کا خاص خیال رکھنا لازمی تھا ورنہ ذرا بھی توازن بگڑتا تو میں دوبارہ فرش کی پھسلن پر تیرتا ہوا نظر آتا۔ میں نے بہت سنبھل سنبھل کر آہستہ آہستہ اسے جیب سے نکالا۔ لیکن بدنصیبی کو کیا کہا جائے، ٹرانسمٹر جیب سے نکلتے ہی گریس میں بھری ہتھیلی سے پھسل کر فرش پر چلا گیا۔ وہ میرے قریب ہی گرا تھا۔ مگر ہاتھ بڑھا کر اٹھانے کے لئے بھی بیلنس کا خیال رکھنا تھا۔ میں نے اس طرف ہاتھ بڑھایا۔ پھر رک گیا کیونکہ اسی وقت کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا تھا۔

سرر — سرر — سرر۔ کسی کے پھسلنے کی آواز آئی۔ دوسرے ہی لمحہ ایک جاپانی پھسلتا ہوا کمرے میں آ گیا۔ تب تک دروازہ بند ہو چکا تھا۔ آنے والا جاپانی میری طرح چاروں شانے چت نہیں گرا تھا۔ وہ اپنی دونوں ٹانگوں پر کھڑا ہوا تھا۔ وہ اپنے پیروں میں اسکیٹنگ کے پہیئے دار جوتے پہنے ہوئے تھا۔ اس نے .... صرف ایک لنگوٹ پہن رکھی تھی باقی جسم زیتون کے تیل سے چمک رہا تھا یعنی اگر میں کسی طرح اسے پکڑنے میں کامیاب ہو جاتا تو وہ تیل کی چکناہٹ کے باعث پھسل کر میرے ہاتھوں سے نکل جاتا۔ ویسے بھی میں اس کی طرف پھسلنے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے بڑی نرمی سے کہا۔

"اپنی تمام جیبیں خالی کر دو۔ میں فائر کرنا نہیں چاہتا۔ گولی چلنے کی آواز دور تک جائے گی۔ لیکن تم مجبور کرو گے تو میں اس ریوالور سے ضرور فائدہ اٹھاؤں گا۔"

ایسا کہتے وقت اس کی نظریں ٹرانسمٹر پر گئیں۔ اس نے چونک کر پوچھا۔

"آہا — وہ کیا ہے؟ پاکٹ ریڈیو یا ٹرانسمٹر؟ کوئی بات نہیں میں ابھی دیکھ لوں گا۔ تم جیب میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے بتاؤ کہ تمہارے پاس کیا ہے؟"

مجھے مجبوراً بتانا پڑا کہ بائیں جیب میں ایک ریوالور ہے۔ اس نے کہا۔

"بڑی سہولت سے جیب میں ہاتھ ڈالو اور صرف دو انگلیوں کی چٹکی میں ریوالور کو پکڑ کر دور پھینک دو۔ اگر وہ پوری ہتھیلی کی گرفت میں نظر آئے گا تو میں اسی وقت گولی چلا دوں گا۔"

میں نے پھر ایک بار اپنا توازن قائم رکھتے ہوئے بائیں جیب میں دو انگلیاں ڈالیں۔ ریوالور بھاری تھا گریس میں بھری انگلیاں اس کے دستے سے پھسلنے لگیں میں نے کہا۔

"میری انگلیاں پھسل رہی ہیں، ریوالور دو انگلیوں سے نہیں نکلے گا۔"

"تو پھر تیلون اتار دو۔"

میں بے بسی سے اُسے گھور کر دیکھنے لگا۔ پھر میں نے دو انگلیوں سے کوشش کی۔ تھوڑی دیر بعد ریوالور جیب سے نکل کر فرش پر پہنچ گیا۔ اب میرے ایک طرف ریوالور اور دوسری طرف ٹرانسمٹر پڑا ہوا تھا۔ میں نے سوچ لیا کہ جیسے ہی وہ یہ چیزیں اٹھانے آئے گا میں جان کی پرواہ کئے بغیر اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لوں گا۔ اس کی سوچ بھی یہی بتا رہی تھی کہ وہ میری طرف بڑھنے والا ہے۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ اس کی سوچ بدل گئی۔ وہ سیدھا میری طرف آنے کی بجائے چکنے فرش پر اسکیٹنگ کے کمالات دکھانے لگا۔ بڑی مہارت سے پہیوں پر اِدھر سے اُدھر دوڑنے لگا۔ میری نظریں بھی اس کے ساتھ ساتھ اِدھر سے اُدھر ہونے لگیں۔ کبھی وہ دوڑتے ہوئے ایک ٹانگ اٹھا لیتا تھا کبھی سرکس کے بازی گروں کی طرح پیچھے کی طرف خم کھا کر اپنی ایڑی کو چھو لیتا تھا۔ ہر لمحہ گمان ہوتا کہ اب تب میں گرنے والا ہے۔

لیکن وہ کمال کا بازی گر تھا۔ ایک بار وہ میرے بالکل قریب آیا جیسے ٹکرا جائے گا لیکن ٹکرانے سے پہلے ہی رُخ بدل کر دوسری طرف نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوسری بار میری طرف آنے لگا میں نے پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا کہ وہ میرے قریب آتے آتے کتنے فاصلے پر ترا جاتا ہے۔ اس بار میں اندازے کے مطابق اس کی ٹانگ کھینچنے کے لئے اس پر جھپٹ پڑا۔ پھر میں نے اتنا ہی دیکھا کہ وہ میرے اوپر سے چھلانگ لگا کر گزر گیا۔ اس کے بعد میں فرش پر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا اور دوبارہ اُٹھنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ مجھے اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"شاباش! اُٹھنے کی کوشش کرو۔ تم تو بڑے شہ زور ہو۔ ہمارے حلقے میں تمہیں ناقابلِ شکست کہا جاتا ہے۔ پھر خاک کے کیڑے کی طرح فرش پر کیوں پڑے ہوئے ہو؟"

اُس کے طنز پر مجھے جھلانا چاہیئے تھا مگر ایسے وقت میں صبر و تحمل سے کام لیتا ہوں۔ میں نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ اب میرا ریوالور اور ٹرانسمٹر اس کے ہاتھوں میں نظر آ رہا تھا اور وہ اطمینان سے اِدھر اُدھر ٹہلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سنو فرہاد! ہم سب جانتے ہیں کہ جیسے تم نظر آتے ہو، حقیقتاً ویسے نہیں ہو۔ تم اپنے اندر بہت گہرائی میں چھپے رہتے ہو۔ ہماری اس مہم کا مقصد یہی ہے کہ تمہیں تمہاری گہرائی سے نکال کر سامنے لے آئیں۔

ہم اس تذبذب سے نکلنا چاہتے ہیں کہ تم دوبارہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کر چکے ہو یا نہیں۔ ہماری تنظیم کے سربراہ نے تمہیں بالواسطہ کتنے ہی مراحل پر آزمایا ہے تمہیں کسی نہ کسی طرح مجبور کیا ہے کہ تم اپنی حفاظت کے لئے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرو۔ کرنل کی بیٹی سوزو کو صرف اس لئے اغوا نہیں کیا گیا تھا کہ کرنل کو بلیک میل کر کے اُسے اس کے موجودہ عہدے سے ہٹا دیا جائے۔ بلکہ ایک مقصد یہ بھی تھا کہ تمہیں قلعہ کی بھول بھلیوں میں آنے پر مجبور کیا جائے۔

ہمارا خیال تھا کہ تم سوزو کو سے دماغی رابطہ قائم کرنے قلعہ میں آؤ گے لیکن تم فلمسٹار رینی کا سہارا لے کر آئے۔ پھر ہم نے سوچا کہ قلعہ کے چور راستوں کا علم تمہیں اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک تم خیال خوانی کا سہارا لیکر ہمارے کسی آدمی کے دماغ سے نہیں کھیلو گے لیکن اس پاگل بوڑھے مائیک نے تمہیں چور راستہ دکھا دیا۔

ہر بار ہم اس اُلجھن میں گرفتار رہے کہ تمہاری حقیقت کس طرح معلوم کی جائے۔ آخری بار گرلاش سونیا کو اٹھا کر لے آیا۔ مقصد یہی تھا کہ تم سونیا کی سوچ پڑھتے ہوئے گرلاش کا پیچھا کرو۔ سونے لیا جاری دنیا کی انٹیلی جنس بیورو کے سراغرساں یکجا ہو کر بھی یہ نہیں معلوم کر سکتے تھے کہ گرلاش سونیا کو کس سمت لے گیا ہے۔ لیکن تم دیکھتے ہی دیکھتے ٹیماگوچی پہنچ گئے۔ جب ہمارے آدمی سونیا کا راستہ بدل کر یہاں آئے تو تم سیدھے یہاں بھی پہنچ گئے۔ سونیا کے عشق میں تم اپنی ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپا نہ سکے۔"

اس کی باتوں کے دوران میں بہت آہستہ آہستہ سنبھل سنبھل کر دوبارہ دوزانو بیٹھ گیا تھا۔ میں نے کہا۔

"میں اپنی ٹیلی پیتھی کے متعلق دوسروں سے بہت کچھ سن چکا ہوں اور اکثر سوچتا رہتا ہوں کہ آخر یہ علم کس طرح حاصل ہوتا ہے مجھے یقین نہیں آتا کہ کبھی یہ علم میری مٹھی میں تھا۔ میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میری معلومات کے ذرائع دوسروں سے مختلف ہیں۔ میں بہت پہلے سے سیٹر فلاؤ کی اس کوٹھی کا پتہ جانتا تھا۔"

جاپانی بازیگر نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری یہ بات درست ہے۔ ابھی تک ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ تم سونیا کی سوچ کے ذریعہ یہاں تک آئے ہو۔ لیکن ابھی تھوڑی دیر پہلے ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ ہمارے آدمیوں نے رد تھ کو پکڑ لیا ہے اور اُسے اذیتیں دیکر اس سے سب کچھ اگلوا لیا گیا ہے۔ اسی غدار عورت نے تمہیں ہمارے خاص آدمیوں کے پتے ایک کاغذ پر لکھ کر دیئے تھے۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ مجھے رد تھ کے انجام پر افسوس تھا لیکن زیادہ افسوس کرنے کا موقع نہیں تھا۔ اپنا انجام بھی سامنے نظر آ رہا تھا۔ اُس نے کہا۔

"فرہاد! تم قسمت کے دھنی ہو۔ ہر بار یہی ثابت ہوتا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی کی بجائے صرف اپنی ذہانت سے تمہیں نقصان پہنچا رہے ہو۔ لیکن آج میں ثابت کر دوں گا کہ تم اپنے اندر بہت گہرائی میں چھپے ہوئے ہو....."

یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے تین بار دستک دی۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ اسکیٹنگ کرتا ہوا باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں اپنے ہاتھوں کا سہارا لئے بغیر کھڑا ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ انسان کوشش کرے تو کیا نہیں ہو سکتا۔ میں تھوڑی دیر میں دوزانو ٹانگوں پر تھم کر کھڑا ہو گیا لیکن آگے پیچھے چل نہیں سکتا تھا۔ اس کے لئے خاص مشق کی ضرورت تھی۔ بار بار گرنے اور اُٹھنے سے کسی حد تک بازیگری کا تجربہ حاصل ہو سکتا تھا۔ مگر دشمن مجھے اس کا موقع کبھی نہ دیتے۔

وہ کمرے میں واپس آ گیا۔ اس بار اس کے دونوں ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں اس کے پیچھے تین حسین لڑکیاں اسکیٹنگ کرتی ہوئی آئیں۔ ان کے صاف و شفاف جسم پر بھی زیتون کا تیل چمک رہا تھا۔ اور ہاتھوں میں ننگی تلواریں چمک رہی تھیں۔ ان کے پیچھے دروازہ بند ہو گیا۔ جاپانی بازیگر نے کہا۔

"فرہاد! ابھی تھوڑی دیر پہلے میں یہاں اسکیٹنگ کے کمالات دکھا رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ تم خیال خوانی کے ذریعہ مجھے ذہنی جھٹکا پہنچا کر گرا دو۔ مگر تم نے ایسا نہیں کیا۔ بلاشبہ تم بہت گہرے ہو۔ لیکن اب تم ایسا کرو گے۔

ہم اپنے ماسٹر کے، اپنے آقا کے غلام ہیں۔ ماسٹر کے ایک ذرا سے مفاد کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے اس لئے میں ان تین لڑکیوں کے ساتھ تمہاری ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے مرنے آیا ہوں۔ اگر تم ہمیں نہیں مارو گے تو یہ ننگی تلواریں تمہارا قیمہ بنا دیں گی۔

ہم تمہارے عجیب و غریب دشمن ہیں۔ اپنی مرضی سے تمہارے ہاتھوں مرنے آئے ہیں۔ تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں، ہمیں مار ڈالو یا مر جاؤ۔ کوئی تیسرا راستہ اس چار دیواری سے باہر نہیں جاتا۔"

میرے ماتھے سے ٹھنڈا پسینہ پھوٹنے لگا۔ سو کینڈل پاور کے مختلف قمقموں کی روشنی میں ننگی تلواریں یوں چمک رہی تھیں جیسے موت دانت نکال کر ہنس رہی ہو۔ اس تنظیم کے سربراہ نے شاید یہ سمجھ لیا تھا کہ مجھے طاقت سے اور آتشی ہتھیاروں سے نہیں مارا جا سکتا۔ مجھے موت آئے گی تو حسینوں کی تلواروں سے ہی آئے گی۔ یہی سوچ کر اس نے میری سرکوبی کے لئے تین عدد حسین دوشیزاؤں کی مختصر سی فوج بھیجی تھی۔

ان میں سے ہر لڑکی بذاتِ خود دو دھاری تلوار تھی۔ تلوار کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر میں نے ان لڑکیوں کے جاپانی سپہ سالار سے کہا۔

"میں اپنی خوشی سے مرنا کبھی پسند نہیں کروں گا۔ اگر میرے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہوتا تو میں اب تک خاموش نہ رہتا تمہاری یہ ننگی تلواریں تمہارے اپنے لہو سے کھیلتی نظر آتیں۔ لیکن میں بے بس اور مجبور کھڑا ہوا ہوں۔"

اس جاپانی بازی گر نے اپنی دونوں تلواروں کی قینچی بناتے ہوئے کہا۔

"تم کیسے بگلا بھگت ہو یہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں نے تمہیں سمجھانے کا فرض ادا کر دیا ہے ہم تمہیں ہر حال میں مارنا چاہتے ہیں۔ خواہ تم خیال خوانی سے اپنی حفاظت کرو یا نہ کرو۔"

اس دوران میں اس کے خیالات بھی پڑھتا جا رہا تھا۔ اس کے دماغ کے اندر بھی یہی فیصلہ تھا۔ کہ وہ چاروں ننگی تلواروں سے میرا قیمہ بنائیں گے۔ اور اگر میں نے ٹیلی پیتھی کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تو وہ میری حقیقت معلوم ہوتے ہی وہاں سے فرار ہو جائیں گے لیکن میری ذات کے خول سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو مشتہر کر کے ہی رہیں گے۔

میں نے سوچ رکھا تھا کہ آخر وقت تک اپنی صلاحیتوں کو بے نقاب نہیں کروں گا۔ میری یہ ضد آئندہ کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوتی۔ سپر ماسٹر اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا کہ میری یادداشت ہنوز واپس نہیں آئی تھی۔ فی الحال اپنے بچاؤ کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ میں انہیں زیادہ سے زیادہ باتوں میں اُلجھاتا رہوں تاکہ سیکرٹ سروس والوں کی مدد پہنچ جائے۔

اگرچہ مجھے ٹرانسمٹر کے ذریعے کرنل جوشو ہو سے رابطہ قائم کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ لیکن کرنل نے مجھے رخصت کرتے وقت کہا تھا۔

"تم تنہا جاؤ۔ لیکن میں اپنی تسلی کے لئے اپنے آدمیوں کو تمہاری نگرانی پر مامور کر دوں گا۔ وہ سادے لباس میں رہیں گے۔ اور تم سے دُور رہ کر بھی تمہاری حفاظت کے لئے مستعد رہیں گے۔"

اب کرنل کی اسی بات کا سہارا تھا۔ اس کے آدمی میری مدد کے لئے آ سکتے تھے۔ میں نے اس جاپانی بازیگر کو باتوں میں الجھانے کے لئے کہا۔

"دیکھو میں نہتا کھڑا ہوا ہوں تم لوگ مجھے بے باک اور دلیر کہتے ہو پھر ایک دلیر آدمی کو اس کے شایانِ شان مقابلہ کرنے کا موقع کیوں نہیں دیتے ۔۔؟"

"میں تمہاری تمام باتوں کا جواب دے چکا ہوں بس اب خاموش رہو اور ہمارے خیالات پڑھو کہ اب ہم کیا کرنے والے ہیں۔"

اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ پہلے ایک حسینہ آگے بڑھ کر اسکیٹنگ کرتی ہوئی تلوار چلائے گی۔ پھر یہی ہوا۔ اس نے اپنی سوچ کے مطابق دائیں ہاتھ کی تلوار کو لہراتے ہوئے ایک حسینہ سے کہا۔

"سُومی کو ۔۔۔ فرہاد تمہیں بلا رہا ہے۔ جاؤ۔۔۔"

میں نے آگے بڑھنے والی لڑکی کو دیکھا۔ وہ آگے بڑھنے سے پہلے جھجک گئی تھی۔ انہیں پہلے سے بتا دیا گیا تھا کہ وہ لڑکیاں جس کے سامنے تلواریں لے کر جا رہی ہیں وہ خالی ہاتھ رہ کر بھی بے حد خطرناک ہوتا ہے اسی لئے سُومی کو کے دماغ میں اپنی موت کا بھی اندیشہ تھا۔ اگرچہ ان تمام لڑکیوں کو اپنے ماسٹر پر قربان ہو جانا سکھایا گیا تھا۔ لیکن ایسی چڑھتی جوانی میں سبھی کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے پھر سومی کو اندر ہی اندر پریشان کیوں نہ ہوتی ۔۔؟

وہ پہیّوں پر پھسلتی ہوئی میرے سامنے دس گز کے فاصلے پر آ گئی تھی۔ اور اسکیٹنگ کرتی ہوئی کبھی جمناسٹک کے کرتب دکھا رہی تھی اور کبھی فضا میں تلوار چلا رہی تھی ننگی تلوار فضا میں شائیں شائیں شپ شپ کی صدا کرتی ہوئی اِدھر سے اُدھر، اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر بجلی کی طرح کوند رہی تھی۔ وہ ایک بار میرے دائیں طرف آئی، پھر میرے پیچھے سے گزری، پھر بائیں طرف سے سامنے آ گئی ۔۔ شائیں شپ کی پھنکارتی ہوئی آواز کے ساتھ اس کی تلوار پہلی بار میرے سر پر سے گزر گئی۔ دوسری بار میری ٹھوڑی کے نیچے سے ہو کر فضا میں پھر رقص کرنے لگی۔

میں اپنی جگہ جم کر ایک ساکت مجسمہ کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ ایسے وقت موت کے خوف سے مجھے ڈگمگا کر گر جانا چاہئے تھا۔ لیکن سومی کو کی ہر حرکت سے پہلے اس کا دماغ مجھے بتا دیتا تھا کہ اس بار تلوار میرے سر پر سے گزر جائے گی۔ دوسری بار ٹھوڑی کے نیچے سے بھی گزرتی ہوئی مجھے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ ان کے سپہ سالار نے انہیں میرے سامنے لانے سے پہلے سمجھا دیا تھا کہ مجھے فوراً ہی قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ میری شہ رگ کے قریب سے تلواریں گزاری جائیں گی تاکہ میں دہشت زدہ ہو کر انہیں ذہنی جھٹکے پہنچانا شروع کر دوں اور جب ان کا یہ تماشہ مجھے دہشت زدہ نہیں کر سکے گا تو پھر وہ سچ مچ اپنی اپنی تلوار کی دھار مجھ پہ آزمائیں گے۔

لہٰذا میں اس طرح ساکت کھڑا رہا کہ جب تلوار میری طرف آتی تو میں دکھاوے کے لئے خوفزدہ ہو جاتا اور جب گزر جاتی تو میں گھبرا گھبرا کر زور سے سانسیں لینے لگتا۔ وہ جاپانی سپہ سالار میری اس دہشت سے محظوظ ہو رہا تھا۔ سومی کو اپنے شاداب جسم کو بل دے کر، خم کھا کر اسکیٹنگ کے کمالات دکھا رہی تھی۔ اس کے بدن میں غضب کا لوچ تھا۔ پھولوں سے لدی ہوئی شاخ کی طرح لچکتی تھی افسوس کہ اس پھول بدن کے ساتھ تلوار کا کانٹا کھٹک رہا تھا۔

میں نے اس پھول کی سوچ میں کہا "حیف، فرہاد ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے ورنہ اب تک میرے دماغ میں ہلچل مچا دیتا۔ میں تو بخیریت اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی ہوں۔"

اس کی سوچ نے کہا "کچھ بھی ہو۔ آدمی دلیر ہے موت کے سائے میں جم کر کھڑا ہوا ہے۔"

میں نے پوچھا ۔۔ کیا ایسے انسان کو بے بسی اور لاچاری کی حالت میں مرنا چاہئے؟"

"نہیں انصاف تو یہ ہے کہ اسے اپنی مدافعت کا پورا موقع ملنا چاہئے۔ لیکن دشمن کی گردن اڑاتے وقت انصاف کو کوئی نہیں پوچھتا۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔

"لیکن میری اس سے کیا دشمنی ہے۔ کیا میں دل سے اسے دشمن کہہ سکتی ہوں ۔۔؟"

"آہ ۔ نن ۔ نہیں ۔۔۔۔" وہ سوچتے سوچتے ٹھٹھک گئی۔ اسی وقت سپہ سالار نے اس سے کہا۔

"بس ۔ تم واپس آ جاؤ ۔۔۔ اور تم دونوں آگے بڑھو۔"

اس نے دوسری لڑکیوں کو حکم دیا۔ وہ دونوں لڑکیاں سُومی کو سے زیادہ پھرتیلی تھیں۔ میدان میں آتے ہی اسکیٹنگ کرتی ہوئی ایک دوسرے پر تلوار سے حملہ کرنے لگیں۔ وہ آپس میں لڑتی ہوئی میرے پاس آ کر مجھ پہ تلوار کے دو چار ہاتھ دکھانا چاہتی تھیں۔ ہاتھی کے دانت کی طرح دکھانا چاہتی تھیں، کاٹنا نہیں چاہتی تھیں۔ اس لئے میں سُومی کو کو اپنی معمولہ بنانے کی فکر میں لگا رہا۔

سُومی کو اپنی جگہ واپس جا کر بڑی الجھی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی۔

"مائی گاڈ ۔۔۔! میں کمالات دکھاتے وقت کیا فرہاد کے متعلق سوچ رہی تھی؟ ہاں میرے دل میں ڈر تھا اور جس سے ڈر لگتا ہے دماغ اسی کے متعلق سوچتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "لیکن میں تو ڈر سے نہیں بلکہ بڑے سکون سے سوچ رہی تھی کہ اسے دل سے دشمن کہہ سکتی ہوں یا نہیں؟"

"ہاں ۔۔ ہاں ۔ ہم ۔ میں یہی سوچ رہی ۔۔۔۔"

میں اس کی مکمل سوچ کو نہ پڑھ سکا۔ ایکدم سے چونک کر ذرا ڈگمگا گیا۔ کیونکہ دونوں لڑکیوں کی تلواریں شائیں شائیں کرتی ہوئی میرے آگے اور پیچھے سے گزر گئی تھیں۔ اب ان میں سے ایک میرے آگے تھی دوسری پیچھے۔ یعنی وہ دونوں مجھے درمیان میں رکھ کر ایک دوسرے پر حملے کر رہی تھیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح میں یقیناً تلواروں کی زد میں آ رہا تھا ایسی صورت میں سُومی کو کہاں یاد رہتی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ دونوں لڑکیاں ابھی مجھے زخم نہیں پہنچائیں گی۔ میں محتاط ہو گیا۔ کیونکہ وہ چکنے فرش پر پھسل رہی تھیں۔ پھسلنے کے دوران قصداً نہ سہی، دھوکے سے ان کے ہاتھ بہک سکتے تھے۔ ان کے سپہ سالار نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! پہلی بار سُومی کو تمہارے سامنے تنہا آئی تھی ہو سکتا ہے کہ تم نے اس کے دماغ کی ریڈنگ لی ہو۔ مگر اب تم بیک وقت دو لڑکیوں کے دماغوں کو نہیں پڑھ سکتے۔ اگر ایک کو کنٹرول کرو گے تو دوسری تمہارے لہو سے کھیلے گی۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ لیکن مجھے ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک چھلانگ لگانے کی ایسی مشق ہو چکی تھی۔ کہ میں ایک ماہر باکسر کے تواتر پنچ کی طرح یکے بعد دیگرے دو چار دماغوں کو متواتر پنچ مار سکتا تھا۔ اور اب اسی عمل کا وقت آ رہا تھا۔ کیونکہ کافی دیر ہو چکی تھی اور باہر سے مدد نہیں پہنچ رہی تھی۔ پتہ نہیں دُور ہی دُور سے میری نگرانی کرنے والے کہاں مر گئے تھے۔

میں بالکل ساکت کھڑا اپنے سامنے والی لڑکی کو دیکھ رہا تھا لیکن میری دماغی آنکھیں اس لڑکی کو دیکھ رہی تھیں، جو میرے پیچھے تلوار کے جوہر دکھا رہی تھی۔ میں بالکل تیار تھا کہ اس کا ہاتھ بہکے گا تو میں اس کی سوچ کو بہکا دوں گا۔ ان کے سپہ سالار نے تھوڑی دیر تک مطلوبہ ردِّ عمل کا انتظار کیا پھر اس نے دونوں کو اپنی طرف بلا کر زور سے کہا۔

"بلاشبہ تم ایک چٹان ہو۔ جو چٹان اپنی جگہ سے ہٹائی نہیں جا سکتی اسے توڑ دیا جاتا ہے۔"

دونوں لڑکیاں اس کے دائیں بائیں جا کر کھڑی ہو گئی تھیں۔ اس نے کہا۔

"تمہیں اپنی ٹیلی پیتھی کو آزمانے کی جو مہلت دی گئی تھی، وہ ختم ہو چکی ہے۔ اب ہم تینوں بیک وقت تم پر حملہ کریں گے تاکہ تم بیک وقت تینوں کو دماغی طور پر کنٹرول نہ کر سکو۔"

اتنا کہتے ہی اچانک باہر سے فائرنگ کی آواز سنائی دی کوئی لاؤڈ اسپیکر سے کہہ رہا تھا۔

"کوٹھی نمبر چار سو بارہ کے مکینوں کو مخاطب کیا جا رہا ہے اس کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے اگر وہ اپنی جان کی امان چاہتے ہیں تو مسٹر فرہاد اور مادام سونیا کو فوراً باہر بھیج دیں۔۔۔۔۔۔!!"

میرے سامنے کھڑے ہوئے جاپانی نے حقارت سے کہا۔

"تمہاری مدد کو آنے والے یہ نہیں جانتے کہ ہم جان کی امان چاہنے کے لئے اس کمرے میں نہیں آئے ہیں انہیں چیخنے دو۔ ہم تمہارے چیخنے کا تماشہ دیکھیں گے۔"

مجھے اس کی سوچ نے بتایا کہ بس یہ میرا آخری وقت ہے بیرونی امداد بھی مجھے بچا نہیں سکے گی۔ پھر ایسی حالت میں میں آخری اپنی صلاحیتیں کیسے نہ آزماتا؟ زنانہ فوج کے سپہ سالار نے نعرہ بازی کے انداز میں چیخ ماری۔ مجھے اپنی خوفناک آواز سے خوفزدہ کرنا چاہا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے دو تلواریں چلاتا ہوا آگے بڑھا۔ دونوں لڑکیاں بھی تلوار گھماتی ہوئی اس کے ساتھ بڑھ رہی تھیں۔ اور میں ان کے لیڈر کے دماغ میں جھانک رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"فرہاد۔ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکے گا۔ میں اس کے قریب پہنچتے ہی اس کے سینے پر تلوار کی نوک سے خراش ڈال کر گزر جاؤں گا۔ دوسری بار میں۔۔۔۔۔"

"دوسری بار نہیں ۔۔۔۔" میں نے اس کی سوچ میں ایک جھٹکے سے کہا "ابھی ہاں ابھی میں تلواروں کو گھماتا ہوا تیزی سے گھوم رہا ہوں ۔ یہ ۔۔۔ یہ گھوم گیا ۔۔۔"

اور وہ گھوم گیا۔ اس کے ساتھ ہی دونوں لڑکیوں کی چیخیں سنائی دیں۔ تیزی سے گردش کرتی ہوئی تلواروں میں سے ایک تلوار ایک خوبصورت سی کلائی کو کاٹتی ہوئی گزر گئی۔ دوسری تلوار نے دوسری لڑکی کے سینے سے لہو اچھال دیا۔ سپہ سالار روانی میں ایک گول چکر کاٹ کر ٹھٹھک گیا اور اپنے آس پاس فرش پر تڑپنے والی فوج کو تعجب سے دیکھنے لگا۔

"یہ کیا ہو گیا ۔۔؟" اس کی سوچ کہہ رہی تھی "یہ ۔۔ یہ تو میرے ہی ہاتھوں مر رہی ہیں ۔ اوہ سمجھ گیا۔ فرہاد اپنی اصلیت دکھا رہا ہے۔"

وہ مجھے غصّہ سے غرّاتے ہوئے دیکھنے لگا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو خوفزدہ ہو کر ہتھیار پھینک دیتا۔ مگر وہ تو مجھے مارنے کا یا خود مر جانے کا عزم لے کر آیا تھا۔ اور اب سوچ رہا تھا۔

"اس کی ٹیلی پیتھی سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ میں زور زور سے چیختا رہوں اور اس پر حملے کرتا رہوں تاکہ اس کی سوچ میرے دماغ کو نہ بہکا سکے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے چیخنا چاہا۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔

"اوں ۔ ہونک ۔ سرر ۔ رر ۔ رر ۔ میں پیچھے جا رہا ہوں۔۔۔"

وہ ایک جھٹکے سے پہیّوں پر پھسلتا ہوا پیچھے کی طرف جانے لگا اس نے سنبھلنے کی کوشش کی تو میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"سنبھلنے کی یہی صورت ہے کہ میں بائیں طرف تیزی سے گھوم

جاؤں ۔"

بائیں طرف دیوار تھی وہ تیزی سے گھومتے ہی زوردار آواز میں ٹکرا کر الٹے پاؤں واپس آیا اور فرش پر پڑی ہوئی لڑکی سے الجھ کر چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ گئی تھیں اور وہ غصہ اور جلد بازی میں اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے بار بار پھسل کر گر رہا تھا۔ میں نے سُومی کو کی طرف دیکھا تو وہ سہم کر دیوار سے لگ گئی۔

"نن ۔ نہیں ۔ فرہاد ! میں نے تمہیں نقصان نہیں پہنچایا ہے میرا دماغی توازن نہ بگاڑو ۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم زبان سے نہ کہو ۔ تب بھی میں تمہارے دل کی بات سن سکتا ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے تم اسی تذبذب میں مبتلا تھیں کہ تم مجھے دل سے اپنا دشمن سمجھ سکتی ہو یا نہیں ؟"

وہ جلدی سے اثبات میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔

"ہاں ہاں ، بالکل یہی سوچ رہی تھی۔ بائی گاڈ تم دلوں کی دھڑکنیں بھی سن لیتے ہو۔ تمہیں یقین کرنا چاہئے کہ میں دل سے تمہاری دشمن ہرگز نہیں ہوں ۔"

اتنی سی دیر میں وہ جاپانی پھر اٹھ کھڑا ہوا تھا ۔ وہ اسکیٹنگ کرتا ہوا اپنی تلوار اٹھانے کے لئے بڑھ رہا تھا ۔ میں نے اسے دوسری طرف بڑھا دیا۔ وہ غصہ سے مٹھیاں بھینچتا ہوا پھر میری طرف پلٹ گیا ۔ میں نے پھر اسے دوسری جانب گھما کر دیوار سے ٹکرا دیا۔ اس کے بعد سُومی کو سے کہا۔

"اگر تم دل سے میری دوست ہو تو آگے بڑھو اور اپنی تلوار سے اپنے سپہ سالار کی خیریت معلوم کرو ۔"

وہ جھجکنے لگی ۔ کیونکہ وہ جاپانی ان لڑکیوں کا استاد تھا اسی نے انہیں اسکیٹنگ اور تلوار بازی سکھائی تھی ۔ اپنے استاد پر حملہ کرتے ہوئے ہر شاگرد کا دل دُکھتا ہے ۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا بات ہے سُومی کو ! تم اپنی دوستی کا ثبوت نہیں دوگی ؟"

وہ التجا آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئی بولی۔

"میں تمہاری دوستی کے لئے اپنی جان بھی دے سکتی ہوں لیکن میں اپنے ماسٹر پر ہاتھ اٹھاؤں گی ۔ تو میرا اپنا کردار مسخ ہو جائے گا ۔ اگر آج میں اپنے معلم کی دشمن بن جاؤں گی تو کیا بھروسہ ہے کہ کل اپنی سلامتی کے لئے تیری بھی دشمن بن جاؤں ۔ جو لوگ اصول کے خلاف چلتے ہیں ۔ وہ دوستی کے اصولوں کو بھی نہیں نبھا سکتے۔

مجھے اس کی بات بہت پسند آئی ۔ اس کے سوچنے کے انداز پر بڑا پیار آیا ۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

"تمہاری باتیں تمہارے صاف ستھرے کردار کی غماز ہیں تم نے میرا اعتماد حاصل کر لیا ہے تمہارا یہ ماسٹر میرا دشمن ہے ۔ ہم دونوں آپس میں نمٹ لیں گے ۔"

پھر میں اس سے نمٹنے لگا ۔ اسے پہیے دار جوتوں پہ ادھر ادھر دوڑانے لگا ۔ کبھی وہ اس دیوار سے ٹکرا رہا تھا اور کبھی اس دیوار سے ۔ بند کمرے میں اس کی چیخیں گونج رہی تھیں ۔ باہر اب فائرنگ شروع ہوگئی تھی ۔ اس کوٹھی سے بھی جوابا فائرنگ ہو رہی تھی ۔ اس لئے کسی کو اس کمرے تک آنے کا موقع نہیں مل رہا تھا ۔ اس جاپانی کا یہ حال تھا کہ وہ کبھی دیواروں سے ٹکرا کر اور کبھی فرش پر بیٹھ کر لہولہان ہو رہا تھا ۔ اس کی قوتِ مدافعت جتنی کمزور پڑتی جا رہی تھی، غصہ اتنا ہی بڑھتا جا رہا تھا ۔ پھر وہ غصّہ سے پاگل ہو کر خود ہی اپنا سر دیوار سے ٹکرانے لگا ۔ میں بھی اسے شہ دیتا رہا ۔ تھوڑی دیر بعد وہ چکرا کر فرش پر گرا اور بے ہوش ہوگیا ۔ وہ میرے قریب ہی گرا تھا اور ایک تلوار میرے قدموں کے پاس پڑی تھی ۔ میں نے توازن برقرار رکھتے ہوئے تلوار اٹھائی پھر اس کا قصّہ تمام کرنے کے بعد کہا۔

"سومی کو ! ان تینوں کی چھٹی ہوگئی ۔ اب اگر میں تم سے یہ پوچھوں کہ اس کوٹھی میں اور کتنے افراد ہیں تو تمہارے لئے یہ بات بھی اصول کے خلاف ہوگی ۔ تم تنظیم سے غداری نہیں کرو گی ۔"

"کروں گی ۔ کیونکہ یہ تنظیم میرے اصول کے اور مزاج کے خلاف ہے میں یہاں مجبوراً زندگی گزار رہی تھی ۔"

"شاباش ۔ تو پھر بتاؤ یہاں کتنے لوگ ہیں ؟"

"مس بٹر فلائی اپنے بھائی بہن کے ساتھ یہاں سے چلی گئی ہے اب ایک بوڑھا اور دو نوجوان رہ گئے ہیں ۔ وہی تینوں جوابی فائرنگ کر رہے ہیں ۔"

میں بہت دیر سے ایک ہی جگہ کھڑا ہوا تھا ۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے پاؤں فرش سے چپک کر رہ گئے ہیں ۔ ذرا اِدھر اُدھر پاؤں سرکانے کو جی چاہتا تھا ۔ پھر گر پڑنے کے خیال سے میں خاموش ہو جاتا تھا ۔ میں نے اسی حالت میں آنکھیں بند کر کے اس بوڑھے ۔ جوڈو ماسٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ اپنے دو نوجوان ساتھیوں کے ساتھ چھت پر مورچہ بنائے بیٹھا تھا ۔ اور انہیں اپنی پوزیشن بدلنے کے لئے کہہ رہا تھا ۔ اس کے ایک ساتھی نے کہا۔

"اولڈ مین ! نیچے اسکیٹنگ روم سے چیخنے کی آوازیں آ رہی ہیں ۔"

بوڑھا ذرا اونچا سنتا تھا ۔ اس نے کہا۔

"ہاں ۔ فرہاد کی آخری چیخیں ہیں ۔"

"نہیں اولڈ مین ! اپنا ماسٹر چیخ رہا ہے ۔ اب ہماری باری ہے ۔ ہم چاروں طرف سے گھیر لئے گئے ہیں ۔"

"جوانمرد ہو کر بزدلی کی باتیں نہ کرو ۔ جاؤ اپنے ساتھیوں کی مدد کرو ۔"

نوجوان نے بُرا سا منہ بنایا ۔ پھر بوڑھے کو گھورتا ہوا سیڑھی کی طرف جانے لگا ۔ میں نے بوڑھے کو اس کی سوچ میں بھٹکا دیا۔

"اس نوجوان کے تیور بدل گئے ہیں ۔ یہ مجھے گھور کر دیکھ رہا تھا ۔ اپنی جان بچانے کے لئے فوجیوں کے سامنے ہتھیار پھینکنا چاہتا ہے ۔ ایسا کرے گا تو میں اپنی اسٹین گن کی نال اس طرح اس کی طرف پھیر دوں گا ۔"

جس طرح سوچ نے کہا ، اسی طرح اسٹین گن کی نال بے اختیار اس نوجوان کی طرف ہوگئی ۔ وہ دوسرے نوجوان کے پاس پہنچ گیا تھا میں نے ایک جھٹکے سے کہا " ٹریگر دباؤ ...."

تڑ تڑ تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ اسٹین گن اِدھر سے اُدھر ہوئی ۔ دونوں نوجوان چیخیں مار کر ایک دوسرے سے ٹکرائے ۔ پھر فرش پر گر کر ٹھنڈے پڑ گئے ۔ بوڑھا ایکدم سے بوکھلا کر فرش پر بیٹھ گیا ۔ اس کے ہاتھوں سے اسٹین گن چھوٹ گئی تھی ۔ اور وہ حیرت سے منہ کھول کر اور دیدے پھاڑ کر سوچ رہا تھا۔

"یہ میں نے کیا کیا ۔ ؟ مم میں نے اپنے ہاتھوں سے [illegible] مار ڈالا ۔ نن ... نہیں مجھے یقین نہیں آ رہا ہے [illegible] نے نا [illegible] ہے شاید باہر سے گولیاں آ کر لگی ہیں ۔"

میں نے کہا " [illegible] میں لوگ سٹھیا جاتے ہیں ۔ میں پاگل ہو گیا ہوں ۔ اپنے ہاتھوں سے انہیں مار کر حقیقت سے انکار کر رہا ہوں [illegible] پاگل ہو گیا ہوں ۔ ہاہاہاہا ۔ میں پاگل ہاہاہاہا ...."

وہ بے اختیار قہقہے لگانے لگا ۔ کوئی اپنی غلطی پر روتا ہے اور [illegible] سے کوئی قہقہے لگاتا ہے ۔ اسے کھسیانہ قہقہہ بھی کہتے ہیں ۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ہاہاہاہا سب مر گئے ۔ جو بچے تھے ، انہیں میں نے مار ڈالا مجھے اپنے بال نوچنا چاہئیے ۔"

وہ بال نوچنے کے لئے سر کی طرف ہاتھ لے گیا ۔ مگر وہ گنجا تھا اس لئے چیخنے لگا۔

"ہائے میں گنجا ہوں ۔ میں کس کم بخت کے بال پکڑ کر نوچوں ؟"

وہ کپڑے پھاڑنے کے لئے اپنا ہاتھ گریبان کی طرف لے جا رہا تھا ۔ میں نے کہا۔

"ہائے میں ننگا ہوں ۔"

اس نے اپنے لباس کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ۔ میں ننگا نہیں ہوں ۔"

"ہاں ۔ میں ننگا ہوں ۔" میں نے اسے بہکایا " مجھے کسی سے لڑنا چاہئیے ۔ کیونکہ میرا دماغ مجھے بے لباس کہہ رہا ہے ۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق اٹھ کر کھڑا ہوگیا ۔ پھر اچھل کر چھت کی منڈیر پر چڑھ گیا ۔ اور محاصرہ کرنے والے فوجیوں سے چیخ کر کہنے لگا ۔

"خبردار ۔ ! میں ننگا نہیں ہوں ۔ مجھے اچھی طرح دیکھ کر بتاؤ کیا میری پتلون نظر آ رہی ہے ؟ اگر صحیح جواب نہ ملا تو میں گولی مار دوں گا ۔"

ٹھائیں سے گولی چلی ۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سینے کو تھام کر آگے کی طرف جھکا ۔ پھر چھت کی بلندی سے زمین کی پستی میں دھم سے آ گرا ۔

میں نے آنکھیں کھول دیں ۔ دماغ کی اسکرین پر چلنے والی فلم ختم ہو چکی تھی ۔ اب نگاہوں کے سامنے سُومی کو کھڑی ہوئی تھی ۔ اس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

"تم شاید دماغی کھیل کھیل رہے ہو ؟"

"ہاں ۔ اب وہ کھیل تمام ہو چکا ہے ۔ مجھے اس کمرے سے نکلنے کے لئے کیا تم سہارا دوگی ؟"

وہ اسکیٹنگ کرتی ہوئی میرے پاس آ کر بولی۔

"ہر لڑکی کے ذہن میں شادی کے لئے ایک آئیڈیل ہوتا ہے میرے ذہن میں ایک ایسے شوہر کا تصوّر ہے جو معذور ہے ، میں اس کا سہارا بن سکوں اور ساری عمر اس کی خدمت کرتی رہوں ۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں تمہارا شوہر نہیں ہوں ۔ البتہ اس کمرے میں معذور ہوں تم دروازے تک سہارا دے کر اپنی حسرت پوری کر لو ۔"

میں نے سہارے کے لئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ ہاتھ پھسل گیا ۔ اس کے بدن کی چکناہٹ پر زیتون کے تیل کی مزید چکناہٹ تھی ۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی ۔ جہاں نظریں پھسل جاتی ہوں وہاں ہاتھوں کو پھسلنے پر مجبور کرنا سراسر ظلم ہے ۔ وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"پہلے میں سہارا دوں گی ۔ تبھی تم سہارا لے سکو گے ۔ دیکھو اِس طرح ...."

اس نے میری کمر کے گرد اپنی دونوں باہوں کا حلقہ بنا دیا ۔ میں ڈگمگانے لگا۔

وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہم باہر نہیں جائیں گے ۔ دروازہ بند ہے ۔"

میں نے کہا۔

"آگے بڑھو ۔ دروازہ کھل جائے گا ۔"

"نہیں کھلے گا ۔ باہر دروازے پر ایک بوڑھا کھڑا ہوا تھا ۔ وہ تین بار دستک کی آواز سن کر دروازہ کھولتا تھا ۔ تمہارے اطمینان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اب باہر تمہارا کوئی دشمن نہیں ہے ۔ تو پھر دروازہ کھولنے والا وہ بوڑھا بھی نہیں ہوگا ۔"

یہ بات سمجھ میں آ گئی۔ میں دماغ کی اسکرین پر دیکھ چکا تھا کہ دشمنوں میں اب ایک بھی دروازہ کھولنے والا زندہ نہیں ہے۔ لہٰذا میں دوستوں کی خبر لینے لگا۔ اُن میں سے ایک لاؤڈ اسپیکر سے بول رہا تھا اس کا خیال تھا کہ اس کوٹھی میں اب بھی دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ میں نے سُومی کو سے کہا۔

"ہمیں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ میں دروازے تک پہنچ کر اپنے آدمیوں کو بلانا چاہتا ہوں۔"

وہ کچھ مایوس سی ہو کر مجھے اپنے ساتھ کھینچتی ہوئی دروازے تک جانے لگی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"ہماری تنظیم کی تمام لڑکیوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ فرہاد حسین عورتوں کا رسیا ہے۔ مگر یہ میری قربت کے باوجود پارسا بنا ہوا ہے۔ کیا یہ پارسائی کا ڈھونگ رچا رہا ہے؟"

ایسا سوچتے ہی وہ ٹھٹھک گئی۔ اس کی دوسری سوچ نے کہا۔

"اوہ — میں تو یہ بھول ہی گئی تھی کہ یہ میرے خیالات پڑھ سکتا ہے اور اس وقت بھی...."

وہ فوراً ہی سر اٹھا کر سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی لیکن میں بالکل انجان بنا دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے پوچھا۔

"فرہاد — سچ بتاؤ۔ کیا تم میری سوچ کو نہیں پڑھ رہے ہو؟"

"ایں؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ پھر گہری سنجیدگی سے کہا۔

"میں اس وقت یہاں سے نکلنے کی فکر میں ہوں۔ میں کسی خاص وجہ کے بغیر کسی کے دماغ میں نہیں جا سکتا۔ تم یہ بتاؤ۔ کیا سونیا کو یہاں لایا گیا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔

"اس تنظیم میں ہمیں صرف اپنے حصے کا کام سمجھایا جاتا ہے اگرچہ ہر جگہ تمہارے نام کے ساتھ سونیا کا نام آتا۔ مگر مجھے اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا۔ اپنے طور پر میری یہ معلومات ہیں کہ یہاں ایک سانولی سی لڑکی ایک کمرے میں لا کر بند کی گئی ہے۔ میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا شاید وہی تمہاری سونیا ہو۔"

وہ لڑکی سونیا ہی ہو سکتی تھی۔ میں نے دروازے کو پیٹ کر کہنے لگا

"اِدھر گولی نہ چلانا۔ میں فرہاد بول رہا ہوں۔ کوٹھی میں بے دھڑک چلے آؤ۔ اب یہاں سے فائرنگ نہیں ہو گی۔ فوراً آ کر دروازہ کھول لو۔"

پہلی بار میری آواز اُن لوگوں تک پہنچی۔ مگر وہ مجھے آواز سے نہ پہچان سکے۔ اور نہ ہی باتیں اچھی طرح سن سکے۔ دوسری بار میں نے لاؤڈ اسپیکر سے بولنے والے کے دماغ میں جھانک کر اس کی سوچ میں کہا۔

"کوٹھی سے آواز آ رہی ہے۔ شاید فرہاد ہمیں مخاطب کر رہا ہے مجھے توجہ سے سننا چاہئے۔"

یہ کہہ کر میں نے بلند آواز سے ان لوگوں کو دوبارہ مخاطب کیا۔ اس کے ساتھ ہی اسپیکر سے بولنے والے کے دماغ سے رابطہ قائم رکھا۔ اس طرح میری بات کا ایک ایک لفظ اس کی سماعت تک پہنچ گیا۔ ایک منٹ کے بعد ہی وہ لوگ کوٹھی کے احاطہ میں داخل ہو گئے میں نے سُومی کو سے کہا۔

"میرے آدمی یہاں آ رہے ہیں میرے اپنے لوگ بھی میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے واقف نہیں ہے صرف سونیا جانتی ہے آج تم میرے اس راز سے واقف ہو گئی ہو۔"

"تمہارا یہ راز میرے سینے میں دفن رہے گا۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"عورتیں پیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں۔ یہ میری بدنصیبی ہے کہ میرے اس راز کو ایک نہیں، دو عورتیں جانتی ہیں۔ سونیا تو خیر ایک آہنی قفل ہے وہ ٹوٹ سکتی ہے مگر کبھی کھل نہیں سکتی۔ لیکن میں تمہیں [illegible] طرح بھروسہ کروں؟"

[illegible] زبان [illegible] یقین نہیں دلا سکتی۔ اگر مجھ پر بھروسہ ہے تو کسی کڑی آزمائش کے وقت مجھے آزما لینا۔ اور اگر نہیں ہے تو ابھی میرا دماغی توازن بگاڑ دو۔ میں کسی سے کچھ [illegible] کے قابل نہیں رہوں گی"

سُومی کو نے یہ [illegible] ثابت کر دیا تھا۔ کہ وہ اصولوں کی پابند ہے اس کے باوجود میں اتنی جلدی اسے قابلِ اعتماد نہیں کہہ سکتا تھا۔ میں نے کہا۔

"تم دماغی توازن بگاڑنے کے لئے کہہ رہی ہو۔ مگر میں نے اپنے علم سے خواہ مخواہ کسی کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ میں تم پر مکمل اعتماد ہونے تک تمہیں اپنی نگرانی میں رکھوں گا۔"

میں کہتے کہتے رُک گیا۔ کمرے کے باہر بہت سے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے بلند آواز سے انہیں بتایا کہ دروازہ باہر سے بند ہے۔ اسے کھولا جائے۔ قدموں کی آوازیں اور قریب آئیں۔ پھر محتاط انداز میں دروازہ کھول دیا گیا۔ سُومی کو اسکیٹنگ کرتی ہوئی مجھے باہر لے آئی۔ فوجی جوان ہمیں حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ سُومی کو زیتون کے تیل سے نہائی ہوئی تھی۔ اور میں سر سے پاؤں تک گریس میں لتھڑا ہوا تھا۔ میں نے ایک فوجی آفیسر سے کہا

"کمرے میں اسکیٹنگ شوز کے بغیر نہ جانا۔ اپنے آدمیوں سے کہو کہ مجھے ایک جگہ لٹا کر میری صفائی کریں اور میرے لئے دوسرے لباس کا انتظام کریں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ایک نوجوان نے آ کر خوشخبری سنائی۔ کہ سونیا مل گئی ہے۔ مگر وہ بے ہوش پڑی ہے۔ میں نے فوراً ہی سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ یہ تو میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ اس سے فی الحال دماغی رابطہ قائم نہیں ہو سکے گا۔ میں خود

[illegible] اسے آرام سے سونے کا موقع دے رہا تھا۔ لیکن اس کی بے ہوشی [illegible] خبر نے مجھے چونکا دیا۔ بھلا گہری نیند سونے والی بے ہوش [illegible] ہو سکتی ہے؟

مجھے اس سوال کا جواب اس کے دماغ سے نہیں مل سکا۔ کیونکہ [illegible] دُھند چھائی ہوئی تھی۔ تمام سوچیں دُھواں دُھواں سی ہو رہی تھیں۔ میں نے ایک کپڑا منگوا کر اس سے اپنے دونوں پاؤں کو اچھی طرح صاف کیا۔ جب میں چلنے کے قابل ہو گیا۔ تو اس نوجوان کے ساتھ سونیا کی طرف جانے لگا۔ سُومی کو نے اپنے اسکیٹنگ شوز اتار لیے تھے۔ وہ بھی میرے ساتھ چل رہی تھی۔ ایک کمرے میں پہنچ کر میں نے سونیا کو زمین پر لیٹے ہوئے دیکھا۔ اب سے پہلے جب میں نے اس سے دماغی رابطہ قائم کیا تھا۔ تو [illegible] کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ لیکن اب وہ آزادی [illegible] ہوئی تھی۔ اسے باندھ کر رکھنے والی رسیاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ مجھے اسی وقت اس نکتہ پر غور کرنا چاہئے تھا۔ لیکن سونیا [illegible] محبت کے جو جذبات [illegible] ان میں الجھ کر رہ گیا۔

میں قریب پہنچ کر اس [illegible] بیٹھ گیا۔ پہلے میں نے بڑی محبت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ پھر اس کے سر کو ذرا ایک طرف کر کے دیکھا تو میرے شبہ کی تصدیق ہو گئی۔ اس کے دوسرے شانے پر بھی ایسا نشان آ رہا تھا جیسے دانت پیوست کئے گئے ہوں۔ گرلاش نے دوسری بار اسے زہریلے نشہ سے آشنا کیا تھا۔ میں نے حکم دیا۔

"اسے فوراً ہی طبی امداد کے لئے کسی قریبی ہسپتال میں پہنچایا جائے اس کے جسم میں ہلکا ہلکا سا زہر پھیل رہا ہے۔"

میرے حکم کی فوراً ہی تعمیل کی گئی۔ دو نوجوان سونیا کو ایک اسٹریچر پر ڈال کر وہاں سے لے گئے۔ سونیا نظروں سے دور ہونے کے بعد بھی میرے تصور میں چھائی رہی۔ اس کا مرجھایا ہوا چہرہ اس کی غفلت اور بے بسی بار بار میرے دل کو تڑپاتی رہی۔ میں خود اتنا بے بس تھا کہ اس کے غافل دماغ کو پڑھ کر اپنی تسلی نہیں کر سکتا تھا۔ پتہ نہیں اب وہ کتنی دیر بعد ہوش میں آتی۔ اب انتظار کرنے اور صبر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

میں اپنا حلیہ درست کرنے کے لئے گریس آلود کپڑے اتارنے لگا۔ سومی کو میرے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اور میرے چہرے کو بغور دیکھتی ہوئی سمجھ رہی تھی۔ کہ میں سونیا کے لئے کس قدر پریشان ہوں مجھ سے نظریں ٹکراتے ہی اس نے کہا۔

"جو تنظیم ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اس کا سُپر ماسٹر صرف تمہاری وجہ سے پریشان رہتا ہے۔ سونیا خوش نصیب ہے کہ اس کے لئے تم پریشان ہو رہے ہو۔"

میں نے اپنی جانِ حیات کو تصور میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"سونیا جیسی عورتیں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں سُپر ماسٹر کو ایسی اذیتیں دے دے کر، تڑپا تڑپا کر ماردوں گا۔ کہ.... کہ....."

ایسا کہتے کہتے میں نے اپنی زبان روک لی۔ مجھے احساس ہوا کہ اپنے علم اور اپنی طاقت کے غرور میں بڑا بول نہیں بولنا چاہئے۔ پتہ نہیں اس خالقِ کائنات اور قادرِ مطلق کی کیا مرضی ہے۔ میں اس کی مرضی کے بغیر ایک چیونٹی کو بھی مسل نہیں سکتا۔ میں فوراً ہی توبہ کرنے لگا۔ سُومی کو نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو —؟"

"ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کی مرضی کے بغیر ہم ایک پتہ بھی نہیں ہلا سکتے۔ اور ابھی میں نے اپنے معبود کی رضا کو سمجھے بغیر سُپر ماسٹر کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے میں خداوند کریم سے اپنے بڑے بول کی معافی مانگ رہا ہوں۔"

وہ مجھے بڑی عقیدت سے دیکھنے لگی۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا۔ کہ یہ مسلمان کیسے کٹر مذہبی ہوتے ہیں۔ یہ شخص ایک ناقابلِ شکست تنظیم کی فائلوں میں ناقابلِ شکست سمجھا جاتا ہے۔ مگر اپنے معبود کے سامنے خود کو بالکل ہی شکستہ اور حقیر سمجھ رہا ہے میں اسے دیکھ کر مسکرانے لگا تو وہ چونک کر بولی۔

"اوہ۔ میں بھول جاتی ہوں کہ تم میرے خیالات پڑھ لیتے ہو۔"

میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم یہاں کیوں کھڑی ہوئی ہو؟"

"تو پھر کہاں جاؤں؟ تم نے کہا تھا کہ میں تمہاری نگرانی میں رہوں گی۔ اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ تم مجھے اپنے قریب رکھو گے۔"

"نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اس مختصر سے لباس میں اپنے حسن و شباب کی نمائش نہ کرو۔ جا کر غسل کرو اور ڈھنگ کا لباس پہن لو۔ اگر تم میرے سامنے نہیں رہو گی۔ اس دنیا کے آخری سرے پر چلی جاؤ گی تب بھی میں تمہارے دماغ کی نگرانی کرتا رہوں گا۔"

وہ شدید حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"اوہ، میں بھول گئی تھی کہ تم اس طرح میری نگرانی....."

میں نے ہاتھ اٹھا کر قطع کلامی کی۔

"بس یہ بھولنے کی عادت ختم کرو۔ اور ہمیشہ یاد رکھو کہ میں تمہارے دماغ کے کسی گوشہ میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اب تم جا سکتی ہو۔"

اس کے جانے کے بعد میں صرف ایک انڈرویر پہنے کھڑا رہا۔ دو نوجوان آ کر میرے بدن سے گریس کی آلودگی کو صاف کرنے لگے۔ اس دوران میں احتیاطاً سومی کو کے دماغ میں موجود تھا۔ وہ غسل کرنے کے لئے سٹرفلائی کے باتھ روم میں جا رہی تھی اور بڑی حیرانی سے سوچ رہی تھی۔

"تعجب ہے۔ وہ کس طرح میری سوچ کو پڑھ لیتا ہو گا۔ پہلے میں ٹیلی پیتھی کو غپ بازی سمجھتی تھی۔ تنظیم کے لوگ جب بھی فرہاد کا ذکر کرتے تو میں سوچتی کہ فرہاد محض قیافہ شناس ہو گا۔ خواہ مخواہ اس کی صلاحیتوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن اب ذاتی تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ میرے خیالات پڑھ لیتا ہے۔ کیا وہ سوچ کے ذریعے گفتگو بھی کر سکتا ہے ؟"

"ہاں سونی کو ! میں دماغ کی نادیدہ زبان سے گفتگو کر سکتا ہوں۔"

وہ ایک دم سے لڑکھڑا کر بوکھلائی کے بستر پہ گر پڑی۔ پھر اپنی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف یوں دیکھنے لگی جیسے قریب آ کر بولنے والے فرہاد کو تلاش کر رہی ہو۔ میں نے کہا۔

"مجھے اپنے آس پاس ، اپنی ذات سے باہر تلاش نہ کرو۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں تمہارے دماغ کے اندر بیٹھا رہوں گا۔ کیا تم میرے لہجے سے میری سوچ کو نہیں پہچان سکتیں۔ ؟"

وہ پہچان رہی تھی۔ کیونکہ اس کی سوچ کا لہجہ اور تھا۔ میری سوچ کا لہجہ اور تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر آنکھیں بند کرنے کے بعد مجھے اپنے دماغ کے اندر ڈھونڈنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ میں نظر نہیں آ سکتا تھا۔ مگر میری سوچ کے لہجہ نے مجھے اس کے دماغ میں مجسم کر دیا۔ وہ دماغ کی آنکھوں سے نہ دیکھ سکی۔ تو دل کی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ اور ایک نئے نویلے جذبے کے تحت کانپنے لگی۔

اس لمحہ اس کے دماغ میں بڑی گدگدانے والی سوچیں انگڑائیاں لے رہی تھیں کنواریاں کسی کو دل میں بٹھانے کا ارمان کرتی ہیں جبکہ میں دماغ میں آ بیٹھا تھا۔ پھر اس کے سوچنے کے انداز میں انقلاب کیسے نہ آتا۔ ؟ ۔ اگر کوئی آئیڈیل اس کا پیچھا کرتا تو وہ اسے ستانے کے لئے چھپ جاتی۔ اگر وہ سامنے آتا تو وہ اسے تڑپانے کے لئے منہ پھیر کر چلی جاتی۔ مگر جو اس کے اندر تھا، اس سے کیسے چھپ سکتی تھی یا منہ پھیر کر کہیں جا سکتی تھی ؟

وہ بڑے اضطراب میں سوچنے لگی "میں کیا کروں ؟ یہ میرا جسم ہے مگر مجھے اختیار نہیں ہے کہ اپنے اندر سے اسے نکال دوں۔ وہ ایسے جم کر بیٹھ گیا ہے جیسے بے چینی دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ واہ اچھی زبردستی ہے۔"

اسے بھولنے کی عادت تھی۔ جب یاد آیا تو وہ ۔۔ چونک کر مجھے مخاطب کرنے لگی۔

"فرہاد ۔۔ فرہاد ۔۔ کیا تم موجود ہو ؟ کیا تم مجھے پڑھ رہے ہو ۔۔ ؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ کوئی لڑکی یہ نہیں چاہتی کہ اس کے چاہنے والے کو بھی اس کی کھٹی میٹھی سوچوں کا علم ہو۔ وہ اپنے چور خیالات کو اور البیلے جذبوں کو صرف اپنے دل کے البم میں چھپا کر رکھتی ہے۔ اسی لئے میں نے اس کی انانیت کا بھرم رکھ لیا۔ وہ بار بار پکارتی رہی میں خاموش رہا۔ تب اس نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ جیسے اس کے اندر سے ایک بہت بڑا طوفان گزر گیا ہو۔

وہ یہ سوچ کر جلدی سے باتھ روم میں چلی گئی۔ کہ ابھی موقع ہے ابھی میں اس سے غافل ہوں اور دماغ کی اسکرین پر اسے غسل کرتے نہیں دیکھوں گا۔ میں نے اس کی شرم رکھ لی۔ فوراً ہی اس سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ یوں بھی فی الحال میں اس سے دلچسپی نہیں لینا چاہتا تھا۔ اتنا وقت میں نے غیر ارادی طور پر ضائع کیا۔ اس کے دماغ میں جھانکنے کے دوران مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اچانک ہی رومانی انداز میں سوچنے لگے گی۔ اور جب سوچنے لگی تو میں بے اختیار اسے پڑھتا چلا گیا۔

بہر حال میرے بدن سے گریس کی آلودگی صاف ہو چکی تھی۔ شہر کے قریب بازار سے میرے لئے لباس اور جوتے وغیرہ لائے گئے تھے۔ میں نے غسل کرنے کے دوران سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ اسی طرح بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ اس کا دماغ مجھ سے روٹھ گیا تھا مجھ سے باتیں نہیں کر رہا تھا۔ میں لباس بدل کر باہر آیا تو ایک آفیسر نے میری طرف ٹرانسمیٹر بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کرنل آپ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے کرنل جوشوا سے رابطہ قائم کرتے ہی کہا۔

"جناب ! میں سونیا کے علاج کے لئے خصوصی توجہ چاہتا ہوں۔ میں نے گرلاش نامی جس زہریلے آدمی کا ذکر کیا تھا۔ اس کا زہر سونیا کے جسم میں پھیل رہا ہے۔ اگر اس کے علاج میں ذرا بھی غفلت برتی گئی تو میری دنیا لٹ جائے گی۔ اوور۔"

کرنل نے جواب دینے سے پہلے اپنی بیٹی سوزدکو کی جانب دیکھا وہ ایک آرام دہ بستر پر سو رہی تھی۔ اور کرنل ایک ایزی چیئر پہ بیٹھا سوچ رہا تھا۔

"میری بیٹی فرہاد کی شکائتیں بھی کرتی ہے اور تعریفوں کے پُل بھی باندھتی ہے ، اس سے دلچسپی کا اظہار بھی کرتی ہے اور اس پر جھلاتی بھی ہے۔ میں اپنی لاڈلی کو اور اس کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ یہ اس کی محبت کا انداز ہے۔ یہ فرہاد کو چاہنے لگی ہے لیکن فرہاد ۔۔ ؟ فرہاد تو سونیا کے لئے دیوانہ وار تڑپ رہا ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ جہاں تک سونیا کی صلاحیتوں سے کام لینے کا تعلق ہے ، وہ ایک اہم عورت ہے۔ لیکن وہ میری سوزدکو سے زیادہ اہم نہیں ہو سکتی۔ اس عورت کی وجہ سے میری بیٹی کا دل ٹوٹ جائے گا ......"

کرنل کی سوچ پڑھتے ہی میرے دل میں ایک گھونسہ سا لگا۔ انسان اپنے جیسے انسانوں پہ بھروسہ نہ کرے تو اور کس پہ کرے ؟ یہ وہی کرنل جوشوا ہے جس کی زندگی میں نے بچائی ورنہ دشمن اس کے کھانے میں زہر ملا دیتے۔ میں نے اس کے موجودہ عہدہ کو برقرار رکھا اس کی

بیٹی یا ماگوچی اس کی جگہ چلا آتا۔ پھر ایسے وقت جب گرلاش قلعہ کے ایک کمرے میں سوزدکو پہ ہاتھ ڈال رہا تھا اور اپنے دانتوں سے اس کے جسم میں زہر انجکٹ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے وہاں پہنچ کر سوزدکو کی جان بچائی۔ اگر مجھے ذرا بھی دیر ہو جاتی تو آج اس کی لاڈلی بیٹی بھی اسپتال میں پڑی ہوتی۔

لوگ کیسے بے حس ہوتے ہیں کہ اپنوں کی خدمات کو بھول جاتے ہیں۔ کرنل عام حالات میں بے حس اور خود غرض نہیں تھا۔ لیکن اپنی بیٹی کی محبت میں خود غرض بنکر سوچ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا ۔۔

"کیا میں اپنی لاڈلی بیٹی کی محبت میں اپنے فرض کو اور سونیا کی خدمات کو بھول جاؤں ۔ ؟"

اس سوال نے اسے ذرا دیر کے لئے الجھا دیا پھر اس کی سوچ نے کہا۔

"میں اپنے فرض کو نہیں بھول سکتا۔ سونیا اور فرہاد کی خدمات کا بھی جواب نہیں ہے لیکن وہ دونوں حقیقتاً میاں بیوی نہیں ہیں۔ اس کے لئے فرہاد کی دیوانگی محض جذباتی ہے۔ جذبات کا رخ موڑا بھی جا سکتا ہے۔ اگر سوزدکو فرہاد کے پاؤں کی زنجیر بن جائے تو وہ پھر کبھی ہمیں چھوڑ کر نہیں جائے گا۔"

"لیکن سونیا کا کیا ہو گا ؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے لئے کچھ نہ کچھ سوچنا ہو گا ابھی تو وہ اسپتال میں ہے۔ پہلے وہاں سے واپس تو آ جائے ۔۔"

اس کی سوچ کا انداز بتا رہا تھا کہ سونیا اسپتال سے واپس نہیں بھی آ سکتی ہے۔ ڈاکٹر اس کے علاج میں ناکام بھی ہو سکتے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر اسے بچانے کے سلسلے میں کوتاہی برتی جا سکتی ہے۔ ایسی دوغلی سوچ پڑھ کر میرے دماغ میں انگارے سے دہکنے لگے۔ جی میں آیا کہ اپنے دماغ کے بارود سے کرنل کو اور اس کی سیکرٹ سروس کو ایک دھماکے سے اڑا دوں۔ لیکن جوش اور جنون کی حالت میں قدم اٹھانا دانشمندی نہیں تھی۔ میں نے غصہ پر ضبط کرتے ہوئے کرنل کو دوبارہ کال کیا۔

"جناب ! ابھی میں نے آپ سے کچھ کہا تھا لیکن آپ نے جواب نہیں دیا خیریت تو ہے ؟ اوور۔"

"ہاں ۔۔ میں دوسرے مسئلہ میں الجھ گیا تھا اس لئے جواب نہ دے سکا تم اطمینان رکھو۔ میں نے سونیا کے سلسلے میں ہدایات دی ہیں کہ ایک ڈاکٹر ہمیشہ اسے اٹینڈ کرتا رہے۔ وہ بہت جلد ہوش میں آ جائے گی۔ اوور۔"

اچانک میرے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ میں نے بڑی لگاوٹ سے پوچھا۔

"جناب سوزدکو کہاں ہے ؟ اسے مجھ سے کوئی شکایت تو نہیں ہے۔ اوور ۔۔"

کرنل خوش ہو گیا تھا۔ اس نے مجھے انتظار کرنے کیلئے کہا۔ پھر سوزدکو کے بستر کے پاس جا کر اس کے سر پہ پیار سے ہاتھ پھیر کر اسے جگانے لگا۔ اب میں نے بھی سونیا کی حفاظت کے لئے دوسری چال چلنے کی تدبیر سوچ لی تھی۔ حالات نے مجھے سکھا دیا تھا کہ اب مجھے کرنل پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ سوزدکو بیدار ہو گئی تھی۔ باپ اسے سمجھا رہا تھا۔

"دیکھو سوزی ! تمہاری باتوں سے میں نے سمجھ لیا ہے کہ تم فرہاد کو پسند کرتی ہو۔ تمہاری پسند مجھے بھی پسند ہے۔ تم چاہو تو اسے ہمیشہ کے لئے میرا ماتحت بنا سکتی ہو۔ ابھی وہ تم سے باتیں کرنا چاہتا ہے ... کم آن ہری اپ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ یہ لو ٹرانسمیٹر اس سے باتیں کرو ..... "

سوزدکو نے ذرا ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے ٹرانسمیٹر اپنے ہاتھوں میں لیا۔ مگر میں اس کے دل کی دھڑکنوں کو گن رہا تھا۔ وہ مغرور لڑکی یہ سن کر خوش ہو رہی تھی۔ کہ میں خود ہی اسے یاد کر رہا ہوں۔ اور اس سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آن کر کے مجھے مخاطب کیا۔

"ہیلو ۔۔ میں سوزدکو بول رہی ہوں۔ تم نے خواہ مخواہ میری نیند خراب کی ہے۔ اوور"

"حسین لڑکیاں اسی طرح ادائیں دکھاتی ہیں۔ اپنی خواہشات کو دل میں چھپا کر اوپر سے بے رخی دکھاتی ہیں" میں نے بھی اوپری دل سے کہا۔ "سوزدکو ! تمہاری نیند خراب ہوئی۔ مگر میری نیند اڑ گئی ہے۔ جب کوئی چیز [illegible] ہو جاتی ہے یا کھو جاتی ہے تو اس کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے تم ۔۔ بچھڑنے کے بعد میں شدت سے تمہاری ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ بڑے ناز نخرے سے بولی۔

"تمہاری ضرورت تو وہ سونیا ہے اور وہ رُوٹھ ہے۔ انہیں یاد کرو ۔ اوور۔"

میں دماغ کی اسکرین پر دیکھ رہا تھا کہ کرنل میری باتیں سن رہا ہے۔ میں نے اسے سنانے کے لئے کہا۔

"سوزدکو ۔ تم ایک ذمہ دار آفیسر کی بیٹی ہو۔ میں نے تمہارے ڈیڈی کے کام آنے کے لئے روتھ سے محبت کا فراڈ کیا تھا۔ تاکہ وہ ہمیں ہتھ خانے کا پتہ بتا سکے۔"

کرنل میری بات سے قائل ہو کر بیٹی کے سامنے خاموشی سے تائید میں سر ہلا رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"سونیا کے ساتھ بھی میرے تعلقات اسی حد تک ہیں۔ وہ میرے آڑے وقت پہ کام آتی رہی۔ اب تمہارے ڈیڈی کے کام آ رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسی باصلاحیت عورت تمہارے ڈیڈی کی ماتحت بنی رہے اسی لئے اسے ہر حال میں زہر کے اثر سے بچانا چاہئے۔ سوزدکو۔ مائی سویٹ ! دنیا کی کوئی لڑکی تمہاری وہ جگہ نہیں لے سکتی ، جو میرے دل میں ہے

اوور ـــ"

اب وہ مسکرا رہی تھی۔ وہ اپنے ڈیڈی کے سامنے شرما رہی تھی۔ اس کے ڈیڈی نے کہا۔

"فرہاد سے کہو کہ اگر وہ تمہیں اتنا ہی چاہتا ہے تو یہاں آجائے۔"

سوزوکو نے ٹرانسمیٹر کا کال بٹن دباتے ہوئے کہا۔

"میں کس طرح یقین کروں کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو۔ اگر یہ سچ ہے تو مجھ سے دور کیوں ہو؟ یہاں چلے آؤ۔ میں فوکوکا کے ریسٹ ہاؤس میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ اوور۔"

"سوزوکو! محبت ایسی ہو کہ فرض بھی ادا ہوتا رہے۔ یہ میری اہم ذمّہ داری ہے کہ میں سونیا کے ہوش میں آنے تک یہاں رہوں۔ اس کے ہوش میں آتے ہی اس سے بہت سی اہم معلومات حاصل کرنی ہیں۔ جو تمہارے ڈیڈی کے لئے فائدہ مند ہوں گی۔ ایسی حالت میں میں تم سے توقع کرتا ہوں کہ تم بلا تاخیر مجھ سے ملنے آؤ گی۔ اوور۔"

کرنل نے میرے احساسِ ذمّہ داری سے متاثر ہو کر بیٹی سے کہا۔

"فرہاد واقعی میری خاطر وہاں اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ سوزی! اس سے کہو کہ تم اپنے ڈیڈی کے ساتھ وہاں آرہی ہو۔"

سوزوکو نے بڑی محبت سے احسان جتاتے ہوئے میرے پاس آنے کی خوشخبری سنائی۔ میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ اب دونوں باپ بیٹی کو سونیا سے پہلی جیسی عداوت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے باوجود میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اب میں ایسی چال چلنا چاہتا تھا کہ کرنل سونیا کی زندگی بچانے پر مجبور ہو جاتا۔ میں نے کوٹھی سے باہر آکر وہ ٹرانسمیٹر آفیسر کو واپس کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے اسپتال پہنچا دو۔ میں سونیا کے قریب رہنا چاہتا ہوں۔"

اسی وقت شومی کو اسکرٹ اور بلاؤز پہنے قیامت کی چال چلتی ہوئی میرے پاس آگئی۔ میں نے سو... وزوکو بذریعہ طیارہ ایک گھنٹہ میں یہاں پہنچ جائے گی۔ اگر اس نے شومی کو کو میرے ساتھ دیکھ لیا۔ تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ میں نے شومی کو کو ایک طرف لے جا کر کہا۔

"میں تم پر بڑی حد تک اعتماد کرنے لگا ہوں۔ لیکن اس وقت میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔"

"اگر تم مجھے چھوڑ کر جاؤ گے تو تنظیم کا کوئی آدمی مجھے غدّار سمجھ کر قتل کر دے گا۔ یوں بھی میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ میں کہاں جا کر پناہ لوں گی۔؟"

"فی الحال تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم حراست میں رہو۔ یہ فوجی تمہاری حفاظت کریں گے۔ سونیا ہوش میں آجائے گی تو میں تمہاری حفاظت اور رہائش کا معقول انتظام کر دوں گا۔"

وہ میرے ساتھ وقت گزارنے آئی تھی۔ مایوس ہو کر بولی۔

"جیسے تمہاری مرضی۔ میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ تم جو کہو گے وہی کروں گی۔"

میں نے اس کے بازوؤں کو پیار سے تھام کر کہا۔

"ہاں۔ تم اسی طرح میرا اعتماد حاصل کرتی رہو گی۔ اب جاؤ آرام کرو۔"

وہ کوٹھی میں واپس چلی گئی۔ میں ایک جیپ کار میں بیٹھ کر اسپتال کی طرف جانے لگا۔ راستے میں میں نے سوزوکو کی سوچ پڑھی۔ وہ اپنے ڈیڈی کے ساتھ ایئر فورس کے ہوائی اڈّے کی طرف جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ تاکہ جلد از جلد میرے پاس پہنچ سکے۔ ایک انار اور دو بیمار والی بات تھی۔ میں نے دوسری بیمار شومی کو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بیٹر فلائی کے بستر پر جا کر لیٹ گئی تھی۔ اور چھت کو گھورتی ہوئی سوچ رہی تھی۔

"کیا تنظیم کے لوگ غلط کہتے ہیں۔ کہ فرہاد حسین لڑکیوں کا شیدائی ہے؟ مجھے تو وہ ایسا نہیں لگتا۔ میں حسین ہوں، جوان ہوں، مجھ میں کوئی کمی نہیں ہے۔ مگر وہ مجھ میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔ لیکن معیار بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ کیا میں اس کے معیار کے مطابق نہیں ہوں۔؟"

یہ سوچ کر وہ کچھ مایوس ہوئی۔ کچھ اپنی ناقدری کا دکھ ہوا۔ پھر وہ اپنے آپ کو سمجھانے لگی۔

"نہیں، میں ایسی ہوں کہ اعلیٰ ذوق اور عمدہ معیار کی حد مجھ پر آ کر ختم ہو جاتی ہے۔ دراصل فرہاد بہت سے مسائل میں الجھا ہوا ہے اسی لئے مجھ سے دور ہو گیا ہے۔ میں نے کئی بار اپنے دماغ کے دریچے کھول کر اسے پکارا مگر وہ میری سوچ کو نہیں پڑھ رہا تھا۔ کیونکہ وہ مصروف تھا۔ کاش کہ میں اس کی پریشانیاں اپنی باہوں میں سمیٹ لیتی۔۔۔۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اپنی باہوں میں سمیٹنے کا وقت بھی آجائے گا۔ ابھی فرہاد میرے دماغ میں نہیں جھانک رہا ہے۔ یہ اچھا موقع ہے، مجھے سنجیدگی سے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ کیا میں تنظیم سے غدّاری کر کے زندہ رہ سکوں گی۔"

وہ بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگی۔

"اب تو جو کچھ بھی ہو۔ میں غدّار بن چکی ہوں، یا اچھے لفظوں میں مجرموں کے خطرناک گروہ سے نجات پا چکی ہوں۔ میں بار بار سوچتی تھی کہ کسی طرح آزاد ہو کر ایک عام شہری کی طرح اپنے طور پر زندگی گزاروں۔ مگر زنجیریں توڑنے کے لئے کوئی مضبوط سہارا نہیں مل رہا تھا۔ اب اگر فرہاد جیسے مرد کا سہارا پا کر بھی میں نے اس تنظیم سے رشتہ نہ توڑا تو پھر میں اپنے مزاج کے مطابق کبھی زندگی نہ گزار سکوں گی۔"

میں نے کہا "مگر فرہاد تو سونیا کا دیوانہ ہے۔ وہ میرا مستقل سہارا نہیں بنے گا۔"

اس کی سوچ نے کہا "اونہہ، آئندہ کی باتیں کون جانتا ہے کہ تقدیر کس کو کس کے پاس لے جاتی ہے۔ ابھی تو اتنا ہی سہارا بہت ہے؟

...ں نے میری حفاظت کی ذمّہ داری قبول کر لی ہے۔"

اس کے خیالات نے مجھے خوش کر دیا۔ اس کا ظاہر اور باطن ...تھا اس کے دماغ کے کسی گوشہ میں میرے خلاف کوئی سازش نہیں ...میں نے اسے سوچ کے ذریعے نہیں چھیڑا۔ اسے اس کے اپنے خیالات ...بننے کے لئے چھوڑ دیا۔ پندرہ منٹ بعد میں نے اسپتال میں پہنچتے ...سب سے بڑے ڈاکٹر سے سونیا کا حال پوچھا۔

"ہم نے اس کا خون ٹسٹ کیا ہے۔" ڈاکٹر نے کہا "خون میں ...ہلکا سا شائبہ پایا گیا ہے۔ ویسے خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم ...زہر کا توڑ کر چکے ہیں۔ میرے اندازہ کے مطابق وہ ایک ڈیڑھ گھنٹے ...ہوش میں آجائے گی۔ اسپیشل ٹریٹمنٹ کے لئے کوئی نہ کوئی ڈاکٹر ہر ...دہ منٹ کے بعد اٹینڈ کرتا ہے۔"

ڈاکٹر نے مجھے سونیا کے کمرے میں پہنچا دیا۔ وہ بستر پر بے حس و حرکت ...ی ہوئی تھی۔ وہ انسان نما درندوں پر جھپٹنے والی شیرنی آج کتنی بے بس ...رہی تھی۔ ایسی نیند سو رہی تھی کہ خواب میں بھی اپنے آپ کو نہیں پہچان ...سکتی تھی۔ اس کے حال پر میرا دل دکھنے لگا۔ ابھی میں اس کے لئے کچھ نہیں ...کرسکتا تھا صرف محبت کا دم بھر سکتا تھا۔ میں نے جھک کر بڑی محبت ...اور عقیدت سے اس کی پیشانی کو چوم لیا۔ ڈاکٹر نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھ ...کر آہستگی سے کہا۔

"آپ اسے ہاتھ نہ لگائیں یہ اپنے طور پر رفتہ رفتہ ہوش میں آ ...ئے گی تو یہ اس کے حق میں بہتر ہوگا۔ آپ اسے تنہا چھوڑ دیں۔"

میں بوجھل قدموں سے چلتا ہوا اسپتال کے ویٹنگ روم میں آ ...بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ سونیا کو خود ہی ہوش میں آنا چاہئے اور ...میں اسی انتظار میں تھا، کہ سونیا کا ذہن ایک ذرا سا بھی بیداری کی طرف ...مائل ہوگا تو میں اسے اپنے کنٹرول میں لے لوں گا۔ لیکن انتظار بڑا طویل اور ...تھکا دینے والا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے آفیسر سے کہا۔

"میں ڈاک بنگلہ میں جا کر آرام کروں گا۔ کرنل اور ان کی صاحبزادی ...یہاں پہنچنے والے ہیں۔ انہیں بتا دینا کہ میں ڈاک بنگلہ میں مل سکتا ہوں۔"

یہ کہنے کے بعد میں اسپتال سے باہر آکر جیپ کار میں بیٹھ گیا۔ ...ڈرائیور نوجوان نے مجھے ڈاک بنگلہ تک پہنچا دیا۔ کرنل اور اس کی بیٹی کو اپنے ...جال میں پھانسنے کے لئے میں نے جو پلاننگ کی تھی۔ اس کا ایک حصّہ یہ تھا ...کہ فوجی نوجوان مجھے ڈاک بنگلہ میں آرام کرتے ہوئے دیکھ لیں اور بوقتِ ضرورت ...اس بات کی گواہی دے سکیں۔ ایک نوجوان نے میرے لئے وہاں کا ایک ...کمرہ مخصوص کیا۔ مجھے اسٹین گن دی۔ پھر دوسروں کے ساتھ واپس چلا گیا۔ ...ان کے جانے کے بعد میں نے کرنل کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو پتہ چلا کہ ...اس کا طیارہ اب میازاکی کے قریب پہنچ رہا ہے۔

میں کمرے سے نکل کر باہر آگیا۔ چوکیدار اپنے کوارٹر میں جا رہا تھا ...اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ ڈاک بنگلہ کے ایک اور کمرے میں کوئی،

جاپانی افسر تھا۔ اس کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں اطمینان سے چلتا ہوا مین روڈ پر آیا۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر فوجی ایئرپورٹ کی طرف جانے لگا۔ راستے میں میں نے سوزوکو سے رابطہ قائم کیا۔

جب کوئی اپنی منزل کے قریب پہنچتا ہے تو اپنے کسی خوش آمدید کہنے والے کے متعلق سوچتا رہتا ہے۔ وہ بھی یہی سوچ رہی تھی کہ ایئرپورٹ کے باہر جب میں اسے خوش آمدید کہنے کے لئے آگے بڑھوں گا تو وہ کس طرح ایک ادائے ناز سے مسکرائے گی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اگر ڈیڈی ساتھ نہ ہوتے تو وہ مجھے آغوش میں لے کر خوش آمدید کہتا ـــ ہائے!"

اس جاپانی گڑیا کے تصوّر میں قلعہ کی پچھلی رات جوان ہو گئی اسے میرے پیار کی گرمی آنچ دینے لگی۔ میں نے کہا۔

"میں ڈیڈی کو کسی طرح ٹال دوں گی۔ فرہاد کے ساتھ کسی دوسری گاڑی میں بیٹھ کر تفریح کے لئے چلی جاؤں گی۔ ڈیڈی اعتراض نہیں کریں گے۔"

اس خیال سے وہ کرنل سے اپنے مطلب کی باتیں کرنے لگی۔

"پپا! میں فرہاد کے ساتھ ہنی واگارڈن جاؤں گی۔"

"ہاں بیٹی۔ چلی جانا۔"

"میں ابھی جاؤں گی۔" وہ مچلنے لگی۔

کرنل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"پگلی کہیں کی ـــ جہاز سے چھلانگ لگا کر جاؤ گی۔"

"میرا مطلب ہے ہوائی اڈّے پر پہنچتے ہی میں فرہاد کے ساتھ چلی جاؤں گی۔"

"اتنی جلدی کیا ہے بیٹی! پہلے مجھے فرہاد سے موجودہ کیس کے متعلق بہت سی باتیں کرنی ہیں۔"

"نہیں پپا! فرہاد کے ساتھ جو افسران کام کر رہے ہیں۔ آخر وہ کس مرض کی دوا ہیں۔ وہ آپ کو مکمل رپورٹ دے سکتے ہیں۔ میں فرہاد کے ساتھ جاؤں گی۔ جاؤں گی۔ جاؤں گی۔"

کرنل نے ہنستے ہوئے ذرا جھک کر اس کی پیشانی چوم لی۔ پھر بڑے فخر سے کہا۔

"میری بیٹی بڑی ضدی ہے۔ بھئی چلی جانا۔"

جہاز اب رن وے پر نظر آرہا تھا۔ میں نے سڑک کے کنارے ٹیکسی روک کر اس کا کرایہ ادا کیا۔ پھر فوجی ایئرپورٹ کی عمارت سے ذرا دور کھڑا ہو گیا۔ میں اپنا شناختی کارڈ دکھا کر جہاز کی طرف جا سکتا تھا مگر میری پلاننگ کا تقاضا تھا کہ اپنے شناختی کارڈ کو چھپایا جائے۔ وہ دونوں باپ بیٹی جہاز سے اتر کر عمارت کی طرف آرہے تھے۔ سوزوکو دور دور تک نظریں دوڑا رہی تھی۔ چونکہ خوش آمدید کہنے والا نہ تھا۔ اس لئے جھنجھلا رہی تھی۔

کرنل اپنے ماتحت افسروں سے باتیں کرتا ہوا آرہا تھا۔ ان میں وہ آفیسر بھی تھا جو میرے ساتھ بٹر فلائی کی کوٹھی سے اسپتال تک آیا تھا۔ اس نے کہا۔

"فرہاد صاحب بہت تھکے ہوئے ہیں اس لئے ڈاک بنگلہ میں آرام کر رہے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو انہیں بلا لیا جائے۔"

سوزد کو نے چڑ کر اپنے باپ سے پہلے ہی حکم دیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسے ڈاک بنگلہ میں مرنے دو۔ ایڈیٹ۔"

کرنل نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"سوزی! تمہیں غصہ نہیں دکھانا چاہیئے۔ واقعی فرہاد کو کل سے آرام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ تمہیں ڈاک بنگلہ جاکر اس کی خیریت معلوم کرنی چاہیئے۔ میں سونیا کو دیکھنے اسپتال جارہا ہوں۔"

سوزد کو نے سوچا "ٹھیک ہے۔ ڈاک بنگلہ میں تنہائی ہوگی۔ مجھے جانا چاہیئے۔"

اس نے رضامندی ظاہر کی۔ اس کے لئے فوراً ہی ایک گاڑی گیراج سے نکلوائی گئی۔ اب وہ لوگ عمارت کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے تھے۔ میں نے سوزد کو کی سوچ میں کہا۔

"فرہاد مجھے بلا کر ڈاک بنگلہ میں سونے کے لئے نہیں جائے گا۔ وہ ضرور یہاں آئے گا۔ مجھے دور تک نظریں دوڑانی چاہئیں۔"

اس کی نظریں دوڑتی ہوئی مجھ تک پہنچ گئیں۔ میں ہاتھ ہلاتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ دوڑتی ہوئی میری طرف آنے لگی۔ کرنل اور دوسرے افسران نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔ وہ میرے سامنے آکر رکی تو دوڑ لگانے کے باعث اس کا چہرہ تمتما رہا تھا

میں نے اپنی آواز کو ذرا بدل کر بھاری لہجہ میں کہا۔

"ہیلو سوزی! تمہیں دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس رہی تھیں۔"

"جھوٹے کہیں کے۔ مجھے بلا کر یہاں آنے میں اتنی دیر کر دی۔"

میں جواب نہ دے سکا۔ کرنل اور دوسرے افسران آگئے تھے۔ کرنل نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے

"ہیلو فرہاد! تم باہر کیوں کھڑے ہوئے ہو۔ اندر کیوں نہیں آتے؟"

"جناب! میں اپنا شناختی کارڈ بھول آیا ہوں۔ میں نے سوچا یہ پہریدار مجھے اندر نہیں جانے دیں گے۔ اس لئے یہاں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔"

"تمہاری آواز بھاری ہو رہی ہے۔ پچھلی رات سے جاگ رہے ہو۔ اس طرح تو تم بیمار پڑ جاؤ گے۔"

سوزد کو نے جلدی سے کہا۔

"ڈیڈی میں انہیں کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گی۔ آپ فکر نہ کریں۔"

ایک فوجی ڈرائیور نے سوزد کو کی گاڑی ہمارے قریب لاکر کھڑی کر دی۔ پھر ہمارے لئے دروازہ کھول دیا۔ میں اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سوزد کو میرے ساتھ والی سیٹ پر آگئی۔ میں نے گاڑی کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے وقت کرنل کے دماغ میں دیکھا۔ میرے ساتھ اسپتال تک ساتھ رہنے والا آفیسر کہہ رہا تھا۔

"جناب! بڑے تعجب کی بات ہے۔ ابھی آدھ گھنٹہ پہلے تک فرہاد صاحب ڈاک بنگلے میں گئے تھے اس وقت ان کی آواز ٹھیک تھی اب اچانک ہی فرق کیسے پڑ گیا۔؟"

کرنل نے کہا "طبیعت بگڑنے میں دیر نہیں لگتی۔ وہ مسلسل بھاگ دوڑ میں لگا ہوا ہے بیچارہ۔ مجھے اس پر بڑا پیار آرہا ہے۔"

میں نے گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے سوزد کو کو پیار سے دیکھا وہ بھی کنکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی اپنی گردن کو ہلکا سا خم دے کر بولی۔

"تم ہرجائی ہو۔ میں تمہاری محبت کا کیسے یقین کروں۔"

"ذرا شہری آبادی سے دور نکلنے دو۔ میں تمہیں اچھی طرح یقین دلا دوں گا۔"

میں ایک سو بیس میل کی رفتار سے ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ مسکرا کر بولی۔

"شہر سے دور جانے کی کیا ضرورت ہے؟ ڈاک بنگلہ مناسب رہے گا۔"

فوجی ہوائی اڈا شہر سے ذرا دور تھا اس لئے ذرا سی دیر میں ہم ویران راستہ پر پہنچ گئے۔ میں نے گاڑی کی رفتار کو ذرا سست کرتے ہوئے کہا۔

"میں یہاں تمہارے باپ سے دور آکر تمہیں اپنی اصلیت دکھانا چاہتا ہوں۔"

وہ میرے طنزیہ انداز کو نہ سمجھ سکی۔ کیونکہ اس پر عشق کا بھوت سوار تھا۔ اس نے پوچھا۔

"تمہاری اصلیت کیا ہے؟"

میں نے کہا "اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے تم پچھلی رات کے دو عدد فرہاد کو یاد کرو۔ جب گرلاش فرہاد کے روپ میں تمہارے پاس آیا تھا۔"

وہ گھبرا کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔

"اُف! اس زہریلے آدمی کی بات نہ کرو۔ اگر تم عین وقت پر وہاں نہ آجاتے تو وہ اپنے زہر سے مجھے بھی اسپتال پہنچا دیتا۔"

"گھبرانے سے کیا ہوتا ہے میری جان! گرلاش جس لڑکی کو پسند کر لیتا ہے اسے ہر حال میں اپنے زہریلے دانتوں سے ضرور چومتا ہے وہ تمہیں بھی پسند کر چکا ہے۔ ایک بار فرہاد نے تمہیں بچا لیا تھا۔ مگر اب

...ہا ہا ہا۔"

وہ ایک دم سہم کر دروازے کی طرف چلی گئی۔ پھر دہشت زدہ ...سے مجھے دیکھتی ہوئی بولی۔

"تت۔ تم مجھے ڈرا رہے ہو۔ تم۔ تم میرے فرہاد ہو...."

"ہاں۔ اگر تم راضی خوشی میری آغوش میں آجاؤ اور میرے دانتوں ...قبول کر لو۔ تو پھر میں تمہارا فرہاد ہوں۔ وہ فرہاد جو تمہارے باپ ...ت ہے۔ اسے بھول جاؤ۔"

وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ میں نے گاڑی کی رفتار بالکل ہی ...ست کر دی تھی۔ اور اب اس کی سوچ میں کہہ رہا تھا۔

"میں اس زہریلے آدمی کے قریب نہیں جاؤں گی۔ اگر میں نے ...باہر چھلانگ نہ لگائی تو یہ اپنے زہر سے مجھے مار ڈالے گا۔"

پھر میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"اب میں ذرا آگے جاکر گاڑی روکوں گا۔ پھر تمہیں اپنے بازوؤں ...جکڑ کر بڑی محبت سے تمہاری گردن میں...."

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس نے دروازہ کھول کر ...چھلانگ لگا دی۔ میں نے ذرا دور جاکر گاڑی روکی۔ تاکہ اسے بھاگنے ...ل جائے۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ چھلانگ لگانے کے باعث ...اس کی ہڈیاں دکھ رہی ہیں۔ ہاتھ پاؤں میں خراشیں پڑ گئی ہیں وہ اپنی ...تکالیف کو بھول کر واپس شہر کی طرف بھاگی جارہی تھی۔ میں نے کار سے ...اتر کر چیختے ہوئے اسے للکارا۔

"رک جاؤ! میں چاہتا ہوں کہ تم اسپتال پہنچ کر میری زہریلی محبت کو یاد کرتی رہو۔"

اس نے پلٹ کر دیکھا تو میں نے اس کی طرف دوڑ لگائی۔ وہ اور ...تیزی سے بھاگنے لگی۔ میں نے رک کر کہا۔

"اچھی بات ہے۔ ابھی تم میرے ہاتھ سے نکل گئی ہو۔ مگر میں چوبیس گھنٹے کے اندر تمہیں حاصل کر لوں گا۔"

یہ دھمکی دے کر میں کار میں واپس آکر بیٹھ گیا۔ اس راستے کی ایک شاخ گھوم کر میاں زاکی کی طرف جاتی تھی۔ میں اس راستے سے شہر کی جانب ...گیا۔ پھر سوزد کو کی بھاگتی ہوئی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ دوڑنے کے دوران کئی بار گر چکی تھی۔ اور زخمی ہوتی جارہی تھی۔ اس کے کپڑے ...گرد آلود ہو رہے تھے۔ اور لہو کے دھبے پڑتے جارہے تھے۔ سونیا کو میری زندگی سے نکال کر اس کی جگہ لینا اتنا آسان تو نہ تھا۔ اب اس کے ...باپ کو بھی میری سونیا کی اہمیت کا پتہ چلے گا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"وہ گاڑی لے کر واپس آئے گا۔ مجھے سڑک چھوڑ کر جھاڑیوں کے پیچھے چھپتے ہوئے بھاگنا چاہیئے۔"

اس نے یہی کیا۔ سڑک چھوڑ کر جھاڑیوں کے پیچھے بھاگنے لگی۔ مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب وہ کسی سے لفٹ لے کر جلدی ہی اپنے باپ تک پہنچ جائے گی۔ میں نے شہر کی حدود میں داخل ہوتے ہی گاڑی ایک سڑک کے کنارے کھڑی کر دی۔ اسٹیئرنگ اور دروازے کے ہینڈل پر سے اپنی انگلیوں کے نشانات صاف کئے۔ پھر اس سڑک کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر آگیا۔ آگے جاکر ایک ٹیکسی لی۔ اور پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ڈاک بنگلہ کے چوکیدار کے دماغ میں جھانکنے لگا۔

پتہ چلا کہ چوکیدار ایک بار میرے کمرے میں گیا۔ وہاں قیام کرنے والا جاپانی افسر کسی کام سے باہر جارہا تھا۔ بہرحال جب میں ڈاک بنگلے سے دور ٹیکسی کو چھوڑ کر پیدل چلتا ہوا وہاں پہنچا تو مجھے اپنے کمرے میں داخل ہوتے کسی نے نہیں دیکھا۔ میں نے پلنگ کے نیچے سے اسٹین گن نکال کر سرہانے رکھ لی۔ پھر دروازے کو بند کر کے آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ سونے سے پہلے ایک بار سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، مگر ناکامی ہوئی۔ پھر میں نے تھکن دور کرنے کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد میری آنکھ کھلی۔ کوئی زور زور سے دروازے کو پیٹ رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"ٹھہر جاؤ۔ میں آرہا ہوں۔"

میں نے بستر پر بیٹھ کر پہلے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ دروازہ کھولنے کی کوئی جلدی نہیں تھی۔ میں جانتا تھا کہ اب وہ لوگ سوزد کو کے متعلق پریشان ہو کر میرے دروازے پر آئے ہیں۔ میں نے بدن میں پھرتی پیدا کرنے کے لئے فرش پر کھڑے ہو کر ہلکی سی ورزش شروع کر دی۔ تب کرنل کی آواز سنائی دی تھی۔

"فرہاد! کیا کر رہے ہو۔ جلدی دروازہ کھولو۔"

"جناب ننگا ہوں۔ کپڑے پہن رہا ہوں۔"

میں دماغ کی اسکرین پر اس کی بے بسی دیکھ رہا تھا۔ وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ چونکہ مجھے داماد بنانے والا تھا اس لئے حاکم بن کر دروازہ نہیں توڑ سکتا تھا۔ ذرا ستانے کے بعد میں نے دروازہ کھول دیا۔ کرنل اپنے ایک ماتحت آفیسر اور چار مسلح نوجوانوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی اس نے پوچھا۔

"تمہارا شناختی کارڈ کہاں ہے۔؟"

میں نے جیب سے شناختی کارڈ نکال کر بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"آپ شناختی کارڈ کیوں دیکھ رہے ہیں؟ آپ کا چہرہ بتا رہا ہے کہ کچھ گڑبڑ ہے۔"

کسی نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ کرنل نے شناختی کارڈ سے مطمئن ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم ڈاک بنگلے سے باہر گئے تھے۔؟"

"جی نہیں! میں تو سو رہا تھا۔"

میری آنکھیں بتا رہی تھیں کہ میں ابھی نیند سے بیدار ہوا ہوں۔ کرنل نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔

"سوزدکو اسپتال میں ہے۔"

"اسپتال میں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ پھر اس سے والہانہ محبت کا اظہار کیا۔ "کیا ہو گیا اسے؟ مجھے ابھی اس کے پاس لے چلئے۔"

کرنل نے میرے شانے کو تھپتھپا کر کہا۔

"صبر کرو بیٹے! ابھی تم جاؤ گے تو وہ تمہیں دیکھ کر ڈر جائے گی۔"

"نہیں۔" میں نے شدید حیرانی سے کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے! وہ مجھے چاہتی ہے۔ میں کوئی آسیب تو نہیں ہوں۔ کہ وہ مجھ سے ڈر جائے گی۔"

"فرہاد! تم ذرا تحمل سے سنو! ابھی دو گھنٹے پہلے اس زہریلے شیطان نے پھر تمہارا بھیس بدل کر ہم سب کو دھوکہ دیا ہے۔ ہم نے ائیرپورٹ میں اسے دیکھ کر یہی سمجھا کہ وہ تم ہو۔ میں نے سوزدکو، کو اس کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔"

"اوہ!" میں نے پوچھا۔ "تو اس زہریلے شیطان نے سوزدکو کو بھی اسپتال پہنچا دیا ہے۔"

"نہیں۔ وہ دوسری بار اس کے زہر سے بچ گئی ہے۔ میری دلیر بیٹی نے چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دی تھی۔ وہ بری طرح زخمی ہو گئی ہے۔ اب دہشت زدہ بھی ہے۔ میں نے اس کے کمرے کے سامنے سخت پہرہ لگا دیا ہے۔"

پھر وہ شروع سے تمام واقعات بتانے لگا۔ پھر اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"اس کے پاس فرہاد علی تیمور کا شناختی کارڈ نہیں تھا۔ تب بھی مجھے شبہ نہیں ہوا۔ میرے ایک ماتحت نے اس کی بدلی ہوئی آواز پر شبہ ظاہر کیا۔ پھر بھی میں اسے فرہاد سمجھتا رہا۔ اب تو سوزدکو تمہارے نام سے بھی ڈرنے لگی ہے۔"

میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی سوزدکو سے نہیں ملوں گا۔ آپ کے بیان کے مطابق وہ کار اسی شہر میں پائی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گرلاش اسی شہر میں موجود ہے۔"

"اسی لئے تو میں پریشان ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس نے سوزدکو کو للکارتے ہوئے کہا تھا کہ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر اسے ضرور حاصل کرے گا۔ اگرچہ میں نے سوزدکو کے اطراف سخت پہرہ لگا دیا ہے مگر اب میں دشمن کو نادان اور کمزور سمجھنا نہیں چاہتا۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"دشمن کو نادان سمجھنا ہی نہیں چاہئے۔ میں گرلاش کی فطرت کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ وہ حسین اور نوجوان لڑکیوں کا دیوانہ ہے۔ نہ جانے وہ اب تک کتنی لڑکیوں سے کھیل چکا ہے میرے سامنے کی بات ہے پہلے اس نے رینی کو اپنے زہریلے نشہ کا چسکا لگایا پھر اس نے سونیا کو شکار کیا۔ اب وہ سوزدکو کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اگر اسے جلد ہی گرفتار نہ کیا گیا تو سوزدکو کے آس پاس ہمیشہ خطرہ منڈلاتا رہے گا۔"

"فرہاد۔ اب مجھے صرف تمہاری ذہانت پر بھروسہ ہے۔ تم ہی کچھ کرو۔"

"جناب! ہم سونیا کی مدد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ وہی گرلاش کی بو سونگھ کر ہماری راہنمائی کرے گی۔"

کرنل ایک کرسی پر بیٹھنے جا رہا تھا۔ میری بات سن کر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دماغ میں ایکدم سے سونیا کی اہمیت روشن ہو گئی اس کی بیٹی کی زندگی کا انحصار اب سونیا کی زندگی پر تھا۔ وہ ہوش میں آئے گی۔ وہ زندہ سلامت رہے گی۔ تو کرنل زادی کی زندگی کی بھی ضمانت دی جا سکے گی۔ میری پلاننگ یہی تھی کہ کرنل سونیا کو صرف زندہ سلامت رکھنے کے لئے ہی نہیں بلکہ ہمیشہ اس کی عزت بھی کرتے رہنے پر مجبور ہو جائے۔ اس نے میرا ہاتھ تھام کر کہا۔

"آؤ۔ ہم اسپتال چلیں۔ جب تک سونیا ہوش میں نہیں آئے گی میں اس کے سرہانے کھڑا رہوں گا۔ جاپان کے تمام تجربہ کار ڈاکٹروں کو یہاں بلاؤں گا۔ تاکہ سونیا جلد از جلد تمہارے ساتھ گرلاش کا تعاقب کر سکے۔"

میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے ساتھ باہر آ کر ایک بڑی سی کار میں بیٹھ گیا۔ اب کرنل اس وقت تک سکون سے نہیں رہ سکتا تھا۔ جب تک کہ سونیا ہوش میں نہ آ جاتی۔ ایسے ہی موقع پر کہا جاتا ہے کہ سیدھی انگلی سے گھی کبھی نہیں نکلتا۔ راستے میں کرنل نے کہا۔

"گرلاش تمہارے بارے میں ایک ایک پل کی خبر رکھتا ہے اس نے پہلے اچھی طرح معلومات حاصل کر لی تھیں کہ تم ڈاک بنگلے میں آرام کر رہے ہو۔ اور سوزدکو یہاں پہنچنے والی ہے تبھی وہ بے دھڑک فرہاد بن کر سوزدکو کو میری آنکھوں کے سامنے لے گیا۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس کا لباس بھی بالکل یہی ہے، جیسا کہ تم ابھی پہنے ہوئے ہو۔"

میں نے کہا۔

"یہ لباس آج ہی بازار سے خریدا گیا ہے۔ ایسا ہی دوسرا لباس حاصل کر لینا گرلاش کے لئے کوئی مشکل کام نہ تھا۔"

کرنل نے قدرے مرعوب ہو کر کہا۔

"دشمن ہے تو کیا ہوا۔ اس کی معلومات اور اس کی حاضر دماغی کی داد دینی پڑتی ہے اس کم بخت نے کار میں اپنی انگلیوں کے نشانات بھی نہیں چھوڑے۔"

میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا۔ تمہارا وہ کم بخت دشمن ابھی تمہارے ساتھ ہی سفر کر رہا ہے۔ اس دنیا کی الجھی ہوئی شاہراہوں پر کوئی نہیں جان سکتا کہ اپنے ساتھ سفر کرنے والے کس موڑ پر پہنچ کر مفاد پرست بن جاتے ہیں کرنل کو میں اپنا مہربان ہم سفر سمجھتا تھا۔ مگر اس سے بھی دھوکہ کھاتے کھاتے بچ گیا۔ خدایا! تیرا کس منہ سے شکریہ ادا کروں کہ تو نے مجھے اس دنیا کے جہنموں سے گزرنے کے لئے ٹیلی پیتھی کا سہارا دیا ہے۔

ہم اسپتال پہنچ گئے۔ کوئی اور وقت ہوتا تو کرنل سیدھا اپنی بیٹی کی خیریت معلوم کرنے جاتا مگر اس وقت وہ تیزی سے چلتا ہوا سونیا کے کمرے میں پہنچ گیا۔ تمام ڈاکٹر اس کے سامنے آ کر اٹینشن ہو گئے۔ وہ گرج رہا تھا کہ سونیا اب تک ہوش میں کیوں نہیں آئی ہے۔ اگر وہ زہر کے اثر کو ختم نہیں کر سکتے ہیں تو ٹوکیو سے فوراً ہی زہر کے ماہرین کو بلانا چاہئے۔ ایک بوڑھے ڈاکٹر نے کہا۔

"جناب! میں ماہر سمیات ہوں بتیس سال کا تجربہ رکھتا ہوں میرے تجربہ کے مطابق مریضہ کو دو گھنٹے پہلے ہوش میں آ جانا چاہئے تھا۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسی بے ہوشی ہے میں نے پھر اس کا خون ٹسٹ کرنے کے لئے بھیجا ہے اس کی رپورٹ آنے پر......"

کرنل نے قطع کلامی کرتے ہوئے گرج کر کہا۔

"آپ یہاں بیٹھے بلڈ رپورٹ کا انتظار کر رہے ہیں یہ کوئی آرام سے بیٹھنے کا وقت نہیں ہے آپ خود لیبارٹری جائیں اور خون کی رپورٹ حاصل کریں۔"

ڈاکٹر فوراً ہی اباؤٹ ٹرن ہو کر چلا گیا میں پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ رینی اتنی دیر تک بے ہوش نہیں رہی تھی۔ پہلی بار سونیا بھی تقریباً تین چار گھنٹے بعد ہوش میں آ کر مجھ سے سوچ کے ذریعے گفتگو کرتی رہی لیکن اس بار طویل بے ہوشی کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

میرے سوچنے کے دوران ایک فوجی جوان نے آ کر کہا۔

"فرہاد صاحب! آپ کے نام ایک ٹیلی فون کال ہے۔"

میں اس کے ساتھ ایک ڈاکٹر کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے یاد کرنے لگا کہ میرا ایسا کون شناسا ہے جو مجھے کال کرے گا میرا ذہن ایسا الجھا ہوا تھا کہ کوئی شناسا یاد نہیں آیا۔ ڈاکٹر کے کمرے میں پہنچ کر ریسیور اٹھایا تو اس کی آواز سنتے ہی وہ یاد آ گئی۔

"ہیلو فرہاد سان! میں بٹر فلائی ہوں۔"

اس کی مترنم آواز کے ساتھ اس کا سراپا نگاہوں کے سامنے آ گیا مگر اتنی فرصت نہیں تھی کہ میں اس کی رس بھری آواز کو جذبات کے پیالے میں گھول کر پیتا رہتا۔ میں نے ذرا خشک لہجہ میں کہا۔

"ہیلو! میں بہت مصروف ہوں۔ اگر کچھ کہنا چاہتی ہو۔ تو بات مختصر کرو۔"

"فرہاد سان! تم مصروف نہیں ہو۔ بلکہ پریشان ہو اور میں تمہاری پریشانی دور کر سکتی ہوں۔"

"کیا مطلب؟ کیا تم جانتی ہو کہ میں سونیا کے لئے پریشان ہوں۔؟"

"ہاں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ان بدمعاشوں نے مجھے بتایا ہے کہ بڑے بڑے ڈاکٹر سونیا کو ہوش میں لانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ لیکن سونیا اس شرط پر ہوش میں آئے گی۔ کہ تم مجھ سے ملنے ابھی آؤ گے۔ میرا پتہ نوٹ کر لو۔"

وہ مجھے اپنا پتہ بتانے لگی۔ میں نے کہا۔

"بٹر فلائی! تم بہت حسین ہو۔ بہت معصوم ہو۔ یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا کہ تم ان مجرموں کے ساتھ مجرمانہ زندگی گزار رہی ہو۔"

"فرہاد سان۔ میں اپنے چھوٹے بھائی بہن کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ وہ مجھے جبراً آلۂ کار بنا رہے ہیں۔ میں انکار کرتی ہوں۔ تو میرے معصوم بہن بھائی کی شامت آ جاتی ہے۔"

"اگر تم مجبور ہو تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ تم میرا اعتماد حاصل کرنے کے لئے بتا دو کہ انہوں نے تمہیں سونیا کے متعلق کیا بتایا ہے؟"

"میں تمہیں فون پر بتاؤں گی تو معلومات حاصل کرنے کے بعد تم یہاں نہیں آؤ گے۔ اس طرح وہ بدمعاش سمجھ لیں گے کہ میں نے وقت سے پہلے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"بٹر فلائی! مجھے سونیا سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔ خواہ وہ لوگ مجھے گھیرنے کا منصوبہ کیوں نہ بنا رہے ہوں۔ اب خدا کے لئے مجھے بتا دو۔"

"اچھا۔ میں تم پر بھروسہ کرتی ہوں۔ تو سنو اب سے کوئی دو گھنٹے پہلے تم ڈاک بنگلے میں آرام کرنے گئے تھے اسپتال میں۔ تمہاری طرف سے دشمنوں کو خطرہ نہیں تھا لہٰذا گرلاش ایک ڈاکٹر کا بھیس بدل کر سونیا کے کمرے میں گیا۔ اس کے حساب میں سونیا کے ہوش میں آنے کا وقت قریب تھا۔ اور ان لوگوں کا منصوبہ یہ ہے کہ تمہاری محبوبہ آج کم از کم آدھی رات تک بے ہوش رہے۔ اس مقصد کے لئے گرلاش نے پھر اس کے جسم میں زہر پہنچا دیا۔ وہاں کے ڈاکٹروں سے کہو کہ وہ سونیا کا خون ٹسٹ کریں انہیں پھر اس کے خون میں زہر کی وہی مقدار ملے گی۔ مگر تم جلدی آ جاؤ۔ ورنہ میں بے موت مر جاؤں گی۔"

"تم فکر نہ کرو میں ابھی آ رہا ہوں۔"
میں نے ریسیور رکھتے ہی سٹر فلائی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اس پر مکمل اعتماد کرنے سے پہلے یہ ضروری تھا۔ اس کے دماغ میں جھانکتے ہی ایک پل کے لئے اس کی سانس رک گئی دوسرے پل وہ اعتدال سے سانس لیتی ہوئی سوچنے لگی۔
"اوہ یہ سانس کی بیماری اب بھی ہے۔ حالانکہ میں یوگا کی مشق کرتی ہوں پہلے تو یوں لگتا تھا جیسے دم رک گیا ہو بڑی مشکلوں سے سانس واپس آتی تھی۔ یوگا کی مشق سے اتنا فائدہ پہنچا ہے کہ اب کبھی کبھی سانس رکتی ہے......"
میں نے اس سے رابطہ ختم کردیا۔ مجھے یاد آیا کہ جب میں نے گریس آلودہ فرش پر پھسلنے کے بعد سٹر فلائی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تھا تو اس وقت بھی ایک جھٹکے سے اس کی سانس رک گئی تھی اس کے بعد وہ اعتدال سے سانس لینے لگی تھی۔ اب مجھے اتنی فرصت نہ تھی کہ میں اس کی سانس کی بیماری پر افسوس کرتا۔ میں ڈاکٹر کے کمرے سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا سونیا کے کمرے میں پہنچا۔ کرنل وہاں موجود تھا اور ڈاکٹر خون کی رپورٹ بتا رہا تھا۔
بالکل وہی بات تھی جو سٹر فلائی مجھے بتا چکی تھی۔ میں نے کرنل کو تنہائی میں لے جا کر کہا۔
"جناب! ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ سونیا کے جسم میں تیسری بار زہر انجکٹ کیا گیا ہے۔ یہاں کے انتظامات کیسے ناقص ہیں کہ دشمن بھی آسانی سے اپنا کام کرکے نکل جاتے ہیں۔"
"تمہیں کس نے اطلاع دی ہے؟"
میں نے جواب دیا۔
"جس طرح دشمن کے آدمی ہمارے درمیان چھپے رہتے ہیں اس طرح ایک لڑکی دشمنوں میں رہ کر میرے لئے کام کر رہی ہے اس نے ابھی فون پر بتایا ہے کہ جب آپ مجھ سے ملنے ڈاک بنگلہ میں آئے تھے اس وقت گرلاش یہاں ایک ڈاکٹر کے بھیس میں آیا تھا۔"
میں نے گرلاش کے اسپتال میں آنے کا وقت بدل دیا اگر میں یہ کہتا کہ وہ دو گھنٹے پہلے یہاں آیا تھا تو بات بگڑ جاتی۔ کیونکہ وہ دو گھنٹے پہلے میں سوزدکو کے ساتھ گرلاش کا رول ادا کر رہا تھا۔ دشمن بھی کتنے ستم ظریف تھے۔ مجھ جیسے ڈرامہ باز سے ڈرامہ کر رہے تھے۔
کرنل جو شوہوا اپنی پریشانیوں سے نڈھال ہو رہا تھا بار بار یہی سوچ رہا تھا کہ سونیا جلد ہوش میں نہیں آئے گی تو گرلاش اسی طرح بھیس بدل کر اس کی بیٹی کے پاس بھی پہنچ جائے گا۔
"جناب! حفاظتی انتظامات اور سخت کریں۔ سونیا اور سوزدکو کے کمرے میں جانے کے لئے صرف ایک ڈاکٹر اور ایک نرس کو مقرر کریں۔ وہ ڈاکٹر اور نرس جتنی بار ان کے کمرے میں جائیں اتنی ہی بار انہیں آتے جاتے وقت چیک کیا جائے۔ اگر ایسے سخت انتظامات ہوں گے تو سونیا آدھی رات تک ہوش میں آجائے گی۔"
کرنل نے میری رائے سے اتفاق کیا۔ پھر حفاظتی انتظامات کے سلسلے میں مصروف ہو گیا۔ میں اس سے رخصت ہو کر اسپتال سے باہر آیا۔ پھر ملٹری کی ایک جیپ کار میں بیٹھ کر تنہا سٹر فلائی کے ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس وقت کرنل کو اتنا ہوش نہیں تھا کہ وہ میرے تنہا جانے پر اعتراض کرتا۔ ویسے موجودہ حالات کے پیش نظر کسی فلمی ہیرو کی طرح مجھے تنہا نہیں جانا چاہئے تھا۔ ایک بار میں سٹر فلائی کی کوٹھی میں ننگی تلواروں کی چھاؤں سے گزر کر آیا تھا۔ اب پھر اس حسینہ کی طرف جاتے ہوئے یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ میرے عاشقوں نے مجھے گھیرنے کے لئے بلایا ہے۔ دودھ کے جلے چھاچھ پھونک پھونک کر پیتے ہیں۔ حالانکہ چھاچھ کو پھونک کر نہیں پیا جاتا۔ ایک بار جلنے کے بعد دانش مندی یہی ہے کہ گرم دودھ کو ہی پھونک پھونک کر پیا جائے۔
مرد کو اپنی زبان کا دھنی ہونا چاہئے۔ جو کہہ دے وہ کر گزرے میں نے سٹر فلائی سے وعدہ کیا تھا۔ کہ آؤں گا۔ ضرور آؤں گا۔ سو میں جا رہا تھا میری داستان پڑھنے والے اتنا تو سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ دشمن مجھے ہلاک نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اگر چاہتے تو دور ہی سے چھپ کر ایک گولی میں میرا قصہ تمام کر دیتے۔ مثل مشہور ہے کہ شیطان مارتا نہیں ہلکان کرتا ہے۔ لہٰذا شیطانوں کی یہی کوشش تھی، کہ مجھے چین سے نہ بیٹھنے دیں۔ کبھی مجھے جسمانی اذیتیں پہنچائیں، کبھی سونیا جیسی ہستی کو چھین کر ذہنی کرب میں مبتلا کریں۔ ان حالات میں انسان جیتے جی مرتا رہتا ہے اور وہ مجھے اسی طرح مار رہے تھے۔
سٹر فلائی نے مجھے سائیٹو کے علاقہ میں بلایا تھا۔ جو میازاکی کے شمال مغرب کی طرف ہے میں نے ایک پیگوڈا کے سامنے گاڑی، روک دی۔ پھر کار سے باہر آکر اپنے آس پاس کا جائزہ لیا۔ ماحول شہر خموشاں کی طرح چپ تھا۔ ہوائیں سسکتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ جیسے میری آمد پر ماتم کر رہی ہوں۔ میں پیگوڈا کے احاطہ میں داخل ہو گیا۔ میرے اطراف میں دور دور تک رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ لیکن میں پھول نہیں، بارود کی بو سونگھنے آیا تھا اور اب تک کوئی مجھے خوش آمدید کہنے والا نظر نہیں آرہا تھا۔
میری جیب میں ایک ریوالور تو کیا ایک چھوٹا سا چاقو بھی نہیں تھا۔ اس بار میں فیصلہ کرکے آیا تھا کہ سونیا کی خاطر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کروں گا۔ سارا جھگڑا اسی بات کا تھا کہ میں اب بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہوں یا نہیں۔ اگر سپر ماسٹر مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتا تو اپنے آدمیوں کو تلوار بازی کا مظاہرہ کرنے کے لئے میرے سامنے نہ بھیجتا۔ تلواروں کی بجائے وہ آتشی اسلحہ سے لیس ہو کر آتے اور مجھے بھون کر

رکھ دیتے۔ سپر ماسٹر فی الحال اتنا ہی چاہتا تھا کہ میں اپنی خطرناک صلاحیتوں کے ساتھ اس کے سامنے کھل جاؤں۔
میں نے وسیع برآمدہ میں پہنچ کر پیگوڈا کے بیرونی دروازے کو ایک انگلی سے ہلکا سا دھکا دیا۔ اس کے پٹ آپ ہی آپ کھلتے چلے گئے اس کے ساتھ ہی جاپانی طرز کی موسیقی سنائی دینے لگی۔ خوشبوؤں کا جھونکا آیا عود و عنبر کے دھوئیں سے دھندلائے ہوئے ماحول میں صدیوں پرانے دیوی، دیوتاؤں اور سانپ بچھوؤں کے خوفناک مجسمے نظر آرہے تھے سفید حریری لباس لہرا رہے تھے۔ داسیاں رقص کر رہی تھیں اور کوئی مغنیہ ڈریگون دیوتاؤں کی شان میں گیت گا رہی تھی۔
میں دروازے میں ٹھٹھک گیا۔ اور سوچنے لگا کہ کہیں میں غلط جگہ تو نہیں آگیا؟ میرے قدم رکھتے ہی ایک داسی رقص کرتی ہوئی آئی جاپانی طرز میں اپنے سر کو دوبار جھکا کر مجھے خوش آمدید کہا۔ پھر میرا ہاتھ تھام کر رقص کرتی ہوئی داسیوں کے درمیان لے گئی۔ شاید مجھے راجہ اندر بنانے کا ارادہ تھا۔ میں نے احتیاطاً اس داسی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ایک پل کے لئے اس کی سانس رک گئی۔ دوسرے پل وہ اعتدال سے سانس لیتی ہوئی سوچنے لگی۔
"یہ سانس کی بیماری جانے کہاں سے لگ گئی ہے کبھی کبھی ایک ہی جھٹکے سے سانس رک جاتی ہے۔ ہائے یہ فرہاد کتنا ہینڈسم ہے۔ کاش اس کے بازوؤں میں پہنچ کر سانس رک جاتی۔"
اس کی سوچ پڑھ کر میں چونک گیا۔ سانس کی بیماری سٹر فلائی کو تھی۔ اب یہ دوسری حسینہ بھی یہی سوچ رہی تھی۔ وہ میرا ہاتھ تھامے اس اندر سبھا سے دور ایک دروازے کے پاس پہنچی۔ پھر اسے کھول کر مجھے اندر جانے کے لئے کہا۔
"تشریف لے جائیں۔ مس سٹر فلائی آپ کا انتظار کر رہی ہے۔"
دروازے کے دوسری طرف ایک راہداری تھی۔ میں وہاں سے گزرنے لگا۔ آگے وہ راہداری دائیں بائیں دو سمت مڑ گئی تھی۔ وہاں ایک جاپانی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے سر جھکا کر مجھے سلام کیا اور بائیں سمت جانے کے لئے کہا۔ میں نے اس کی سوچ کو پڑھنا چاہا تو ایک پل کے لئے اس کی سانس بھی رک گئی۔ پھر وہ سوچنے لگا۔
"یہ سانس کے مریضوں کا اسپتال ہے۔ یہاں رہ کر بھی میری بیماری ختم نہیں ہوئی۔ اب میں کسی بڑے ڈاکٹر سے رجوع کروں گا۔"
یہ سوچتے ہوئے میں دائیں طرف کی راہداری سے گزرتا چلا گیا سانس کے اتنے مریضوں کو دیکھ کر اب میں سٹر فلائی کی طرف سے بھی کھٹک گیا۔ وہاں میں جس کے دماغ میں بھی جھانکتا، اس کی سانس ایک منٹ کے لئے رک جاتی۔ اور۔۔۔ اس سلسلے کی ابتدا سٹر فلائی سے ہوئی تھی۔ میں نے بائیں طرف کی راہداری سے گزرتے ہوئے سٹر فلائی کی خبر لی۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ کہ وہ اس پیگوڈا کے اندر کہاں ہے۔ اور کس طرح میرا استقبال کرنا چاہتی ہے؟ اگر مجھے اس کی طرف سے خاطر خواہ جواب ملے گا تو پھر وہ شبہ سے بالاتر ہو گی۔
لیکن دوسرے ہی لمحہ میرے شبہ کی تصدیق ہو گئی۔ جیسے ہی میری سوچ اس کے دماغ کی دہلیز تک پہنچی۔ اس کی سانس کو ایک جھٹکا سا لگا پھر وہ سوچنے لگی۔
"یہ فرہاد واقعی زبان کا دھنی ہے۔ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ پیگوڈا میں پہنچ گیا۔ اب وہ میری طرف آتا ہی ہوگا۔"
میں نے اس کی بکواس کو نظر انداز کر دیا۔ یہ اچھی طرح واضح ہو چکا تھا کہ جیسے ہی اس کی سانس کو جھٹکا پہنچتا ہے' وہ میری موافقت میں سوچنے لگتی ہے۔ تاکہ میں خوش فہمی میں مبتلا رہوں۔ مجھے اس راہداری میں پہنچانے والی داسی نے بھی یہی کہا تھا۔ میں نے سٹر فلائی کی بکواس پر دھیان دینے کے بجائے اس ماحول کو دیکھنا چاہا جہاں وہ موجود تھی۔ لیکن اب اس کا دھیان میری طرف نہ تھا اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ اس کے آس پاس کچھ نہیں ہے۔ نہ پیگوڈا کی دیواریں ہیں، نہ زمین ہے اور نہ آسمان ہے وہ خلا میں بالکل ساکت ہے۔
میں پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ یہ کیا چکر ہے؟ اس کا دماغ ساکت کیسے ہو گیا؟ صرف ایک ہی بات کا پتہ دیتا ہے کہ وہ زندہ ہے مگر سانس نہیں لے رہی ہے اور اس کا دماغ میری سوچ کو قبول نہیں کر رہا ہے۔ سوچتے سوچتے میں تیسری راہداری کی طرف مڑ گیا۔ اس راہداری کے آخری سرے پر ایک کمرہ تھا اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور کھلے ہوئے دروازے سے سٹر فلائی نظر آرہی تھی۔
وہ جو خود کو خلاء میں دیکھ رہی تھی۔ اس وقت کمرے کے وسط میں پلتھی مارے مراقبہ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر

———— ریشم کی ایک میکسی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے آنکھیں بند تھیں۔ پیٹ پچکا ہوا تھا۔ اس کا ریشمی وجود سانسوں سے خالی تھا۔ وہ زندہ تھی۔ اور مردہ بھی تھی۔
میں نے کمرے میں پہنچ کر اس کے دماغ پر دستک دی۔
"ہیلو! سٹر فلائی۔ میں آگیا ہوں۔ تم بھی اپنے ظاہری خول سے باہر نکل آؤ۔"
میری دستک اس کے دماغ کے باہر سے لوٹ آئی۔ اگر میں بلند آواز سے اسے مخاطب کرتا تو اس کے مراقبے میں خلل پڑتا۔ پھر وہ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھنے لگتی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ وہ جس جہان میں پہنچی ہوئی تھی میں اسی جہان میں اس سے ملاقات کرنی چاہتا تھا پہلے میں نے ایک سرسری نظر سے کمرے کا جائزہ لیا۔ پھر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اس کے بعد اس تتلی کے سامنے دو گز کے فاصلے پر پلتھی مار کر

بیٹھ گیا۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ کبھی میں نے بھی یوگا کی مشقیں کی تھیں اور کئی منٹ تک سانس روک لیتا تھا۔ اب بہت عرصہ بعد مجھے عقل آئی کہ مجھے ان مشقوں کو جاری رکھنا تھا۔ پتہ نہیں اب میری کیا پوزیشن تھی میں نے آزمائش کے طور پر ایک گہری سانس لی۔ پھر آنکھیں بند کر کے آہستہ آہستہ سانس چھوڑنے لگا۔ اپنے وجود کو سانسوں سے خالی کرتے ہوئے میں نے بٹر فلائی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔

تب پتہ چلا کہ وہ سچ مچ خود کو خلا میں دیکھ رہی تھی اس کا جسم میرے سامنے تھا مگر دوسری بٹر فلائی اس جسم سے دور تھی۔ وہ اس کی ہمزاد تھی۔ یا اس کی روح تھی؟ تبت کے لاما مراقبہ کے اس عمل کو روح کا سفر کہتے ہیں۔ وہ اپنے جسم کو کسی محفوظ مقام پر چھوڑ کر روحانی طور پر خلا میں سفر کرتے ہیں۔ پتہ نہیں وہ کتنی چلہ کشی اور سالہاسال کی محنتوں کے بعد اپنے اندر یہ صلاحیت پیدا کرتے ہوں گے۔ میرا تو دم الجھنے لگا تھا۔ میں فوراً ہی جلدی جلدی سانس لینے لگا۔

اس آزمائش سے پتہ چل گیا کہ میں یوگا کے معاملے میں طفلِ مکتب ہوں۔ باقاعدہ مشق نہ کرنے کے باعث میں ایک منٹ تک بھی سانس نہیں روک سکتا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو بٹر فلائی مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"تم بہت گہری ثابت ہوئیں۔"

"تمہاری گہرائی تک پہنچنے کے لئے میں اپنی گہرائی میں ڈوبی رہی۔ لیکن میں ابھی سیکھ رہی ہوں۔ بیس منٹ سے زیادہ سانس نہیں روک سکتی۔ میرا خیال ہے تم کامیاب نہیں ہوئے۔"

"ہاں اگر میں کامیاب ہوتا تو تمہاری سوچ کو خلا سے پکڑ کر لے آتا۔"

وہ کھلکھلا کر ہنستی ہوئی بولی۔

"مگر میں نے تمہیں پکڑ لیا۔ یعنی اس فرہاد کو پکڑ لیا جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

میں نے پوچھا "میری خیال خوانی کے ساتھ ہی تمہاری سانس کو جھٹکا کیسے پہنچتا ہے۔؟"

"پہلے تو خود ہی غور کرو۔ ابھی تم سانس روکنے بیٹھے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم یوگا کے متعلق بہت کچھ جانتے ہو۔"

"نہیں۔ اس سلسلے میں میری معلومات محدود ہیں۔ آج تک میں یہی سمجھتا رہا کہ میں ہر زندہ انسان کے دماغ میں جھانک سکتا ہوں تمہاری تنظیم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماسٹر لیشے تھا۔ میں اس کے علم میں آئے بغیر اس کے دماغ کو بھی چپ چاپ پڑھتا رہتا تھا۔ نہ اسے خبر ہوتی تھی اور نہ ہی میری سوچ اس کے دماغ سے ناکام لوٹ کر آتی تھی۔ لیکن تم سانس کے جھٹکے سے اجنبی سوچ کی لہروں کو کس طرح روک لیتی ہو؟"

وہ اپنی کامیابی پر مسکراتی ہوئی بولی۔

"ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف سوچ کی قوت کو افضل سمجھتے ہیں اگر ماسٹر لیشے سانسوں کی بے پناہ قوتوں کو سمجھ لیتا اور یوگا پر عمل کرتا تو تمہارے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ انسانی زندگی میں سب سے زیادہ سانس اہم ہے سانس نہیں ہے تو دماغ نہیں ہے۔ دماغ نہیں ہے تو ٹیلی پیتھی نہیں ہے"

"جنگ کرنے والے سب سے پہلے اپنے دماغ کا سامان کرتے ہیں۔ سپر ماسٹر نے خود کو اور اپنے اہم ماتحتوں کو تم سے بچا کر رکھنے کے لئے اس نظریئے پر عمل کیا ہے کہ سانس کی آمد و رفت کو سمجھنے اور یوگا کے تحت اس پر کنٹرول کرنے سے دماغی قوت میں اس قدر اضافہ ہوتا ہے کہ میرا خیال خوانی کی لہریں اسے متاثر نہیں کر سکتیں۔ جیسا کہ تم ابھی دیکھ چکے ہو۔"

"لیکن یہ عمل صرف بچاؤ کی حد تک ہے۔ ہم یوگا کے طالب علم خود کو ٹیلی پیتھی کی لہروں سے حتی الامکان بچا سکتے ہیں۔ مگر جوابی حملہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں۔"

"ابتدا میں سپر ماسٹر کے کتنے ہی ذہین ماتحتوں نے ٹیلی پیتھی سیکھنے کی جان توڑ کوششیں کیں۔ مگر شمع بینی کے آخری مرحلہ تک پہنچتے پہنچتے کسی کی آنکھیں خراب ہو گئیں اور کسی کا دماغ چل گیا۔ تب پتہ چلا کہ اس علم کا حصول اتنا ہی آسان ہوتا تو آج ہر گلی کوچہ میں ایک فرہاد علی تیمور نظر آتا۔ تم واقعی آہنی قوتِ ارادی کے مالک ہو۔"

وہ مر مٹنے والی نظروں سے مسکرانے لگی۔ میں نے پوچھا۔

"تمہارے سپر ماسٹر نے یوگا پر عمل کرنے والی حسیناؤں کی فوج بنالی ہوگی؟"

"ہاں۔ اس فوج میں صرف لڑکیاں نہیں، مرد بھی ہیں۔ اب یہ لوگ تمہیں اپنی راہ پر لگائیں گے۔"

"یہ یوگا فوج بہت پہلے ہی مجھ سے ٹیلی پیتھی کا راز اگلوا سکتی تھی پھر مجھے ننگی تلواروں سے ڈرانے دھمکانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں اس کا جواب نہیں دے سکتی۔ آئندہ کبھی تمہیں جواب مل جائے گا۔ فی الحال اتنا سمجھ لو کہ سپر ماسٹر بعض اوقات اپنے اہم ماتحتوں کے سامنے تمہیں ایک نمونہ بنا کر پیش کرتا ہے اور اپنے لوگوں میں حوصلہ پیدا کرتا ہے کہ دیکھو فرہاد کس طرح ناقابلِ تسخیر قوت سے ٹکراتا ہے۔ کس طرح بے بس و بے پناہ ہونے کے باوجود ننگی تلواروں کی چھاؤں میں زندہ رہتا ہے۔ لہٰذا انہیں بھی ایسا ہی فولادی انسان بن کر رہنا ہوگا۔"

وہ شاید مجھے خوش فہمی میں مبتلا کر رہی تھی میرے سوال کے جواب سے کترانے کے لئے مجھے میری تعریفوں میں الجھا رہی تھی۔ میں نے جواب معلوم کرنے کے لئے اچانک ہی اس کے دماغ کو کنٹرول میں لینا چاہا، تو پھر ایک پل کے لئے اس کی سانس رک گئی۔ دوسرے ہی لمحہ وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو میرے دماغ کے دروازے سے سوچ کی خیرات نہیں ملے گی۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"تم نے صحیح اطلاع دی تھی۔ سونیا کے جسم میں پھر زہر پھیلایا گیا ہے یہ اطلاع ملنے کے بعد کون یہاں نہ آتا۔؟ لیکن اب مجھے احمق سمجھ رہے تمہاری سلامتی کے خیال سے چلا آیا۔"

"نہیں فرہاد! تم احمق نہیں ہو۔ صحیح معنوں میں انسان ہو دوسروں کے لئے خطرات کو دعوت دیتے ہو۔ تم میری سلامتی کے لئے آئے ہو میں دل سے تمہاری قدر کرتی ہوں۔"

"تم نے جھوٹ بول کر مجھے یہاں کیوں بلایا ہے؟"

"تم سے دوستی کرنے کیلئے!" وہ فرش پر کھسکتی ہوئی میرے قریب آئی "میں سپر ماسٹر کی طرف سے دوستی کا پیغام لائی ہوں۔ حالانکہ تم نے اسے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ تم نے جزیرہ کوائی میں اس کی کروڑوں ڈالر کی مشینوں کو برباد کر دیا۔ اس کے سینکڑوں جانثار تمہاری وجہ سے مارے گئے پہلی بار سپر ماسٹر کو اپنی فیلڈ چھوڑ کر فرار ہونا پڑا۔ یہاں جاپان میں تم نے اس کے ایک اہم مشن کو ناکام بنا دیا۔ اگر تم دوست بن جاؤ تو سپر ماسٹر اتنے زبردست نقصانات کو ہنستے ہنستے برداشت کرے گا۔"

میں نے بیٹھے ہی بیٹھے ذرا پیچھے کھسکتے ہوئے کہا۔

"تمہارے بدن کی گرمی یہاں تک پہنچ رہی ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"میں بھی وہاں تک پہنچ جاؤں گی تم سپر ماسٹر سے دوستی کر لو پھر تمہارے سامنے دنیا کی کوئی چیز مہنگی نہیں ہوگی۔ دنیا کے ہر چھوٹے بڑے ملک میں ہماری تنظیم کی شاخیں ہیں۔ ہر ملک میں ہمارے اپنے بینک ہیں ہر بینک میں تم صرف اپنا نام بتا کر نوٹوں کی گڈیاں حاصل کر سکتے ہو۔ ہر رات ایک لڑکی اور ہر روز ایک کار بدل سکتے ہو دنیا کے کسی بھی حصہ میں رہ کر تم مواصلاتی سیاروں کے ذریعے تنظیم کے کسی بھی اہم آدمی سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔۔۔ اوہ، میں تو بھول ہی گئی۔ تمہارا دماغ خود ہی ایک مواصلاتی سیارہ ہے۔ دنیا کے ہر حصہ کی سوچیں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔"

میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"تم یہ بھی بھول رہی ہو کہ دنیا کے ہر بینک کے آہنی سیف کو میرے دماغ کی چابی آسانی سے کھول سکتی ہے بشرطیکہ میں بے ایمان بن جاؤں اور تمہارے لئے مہنگی ہو میرے لئے پانی سے بھی سستی ہو۔ اگر میں مسلسل تمہارے دماغ کو جھٹکے پہنچاؤں تو تمہارے یوگا کا حصار ٹوٹ جائے گا۔ تم کب تک سانس روکتی رہو گی۔؟ تم بیس منٹ تک یہ عمل کر سکتی ہو۔ اگر کوئی تمام دن سانس روکے تو میں اپنی سلامتی کے لئے مسلسل صبح سے شام تک اس سے دماغی جنگ جاری رکھوں گا کبھی نہ کبھی تو اس کی سانس ٹوٹے گی اور اس کے دماغ کا دروازہ کھلے گا۔"

اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ شوخی کی جگہ پر سنجیدگی نے لے لی۔ پھر اس نے کہا۔

"اب میں تمہارے اس سوال کا جواب دیتی ہوں۔ ہم نے یوگا فوج کو اسی لئے تمہارے پیچھے نہیں لگایا۔ کہ ابھی ہم سب یوگا کے طالب علم ہیں اور زیادہ دیر تک تمہارے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکیں گے۔ مگر یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ تبت کا بوڑھا لامہ جو ہمیں یہ علم سکھا رہا ہے، وہ تین دن تک اپنی سانسیں روکنے کے باوجود زندہ رہتا ہے اگر ہماری فوج کے چند افراد بھی اس انتہا تک پہنچ گئے تو سمجھ لو اس کے بعد تمہاری شامت آجائے گی۔"

"تم نے مجھے اس قسم کی دھمکیاں دینے کے لئے یہاں بلایا ہے؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولی۔

"تمہارے لئے صرف ایک دھمکی کافی ہے کہ سونیا تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔ وہ ہمیشہ یرغمال کے طور پر ہمارے پاس رہے گی۔"

میں نے بھی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"سونیا کے اطراف اتنا سخت پہرہ ہے کہ اب تمہاری تنظیم کا کوئی بھی آدمی اسپتال تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

اس نے بڑے یقین سے ٹھوس لہجہ میں کہا۔

"اس کے باوجود تم سونیا کو نہیں پا سکو گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے آدمی فوجی جوان کے بھیس میں وہاں موجود ہیں۔"

"نہیں! اب ہمارا کوئی آدمی اسپتال کے قریب جا کر اپنا وقت ضائع نہیں کرے گا۔"

"میں تمہاری بات کا یقین نہیں کر سکتا۔ اب میں سونیا کے پاس خود موجود رہوں گا۔"

"تم بھی اپنا وقت ضائع کرو گے۔ بہر حال تم وہاں جا کر اپنی سی کوششیں کر لو۔ اگر ناکامی ہو اور سونیا ہاتھ سے نکل جائے تو مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرنا۔"

"ایسی صورت میں تو میں تمہیں دماغی مریضہ بنا کر رکھ دوں گا میں دیکھوں گا کہ تم کب تک سانسیں روکتی رہو گی۔"

"ایسی حماقت کرو گے تو سونیا تم سے اور دور ہو جائے گی۔"

وہ ہنستی ہوئی میرے ساتھ کمرے سے باہر آگئی۔ میں دماغ پر زور ڈال کر سوچنے لگا کہ یہ لوگ سونیا کو مجھ سے دور کرنے کے لئے کیسی چالیں چل سکتے ہیں۔ میرے جی میں آیا ابھی بٹر فلائی کے ذہن میں پہنچنا شروع کر دوں۔ وہ بیس منٹ کے بعد تھک ہار کر میرے سامنے اپنی تمام پلاننگ اگل دے گی۔ لیکن اس بات کا اندیشہ تھا کہ پیگوڈا میں اور بھی یوگا کے فوجی ہوں گے۔ وہ بٹر فلائی کی حفاظت کے لئے مجھ پر چاروں طرف سے حملے کریں گے۔ اس وقت میں کسی مصیبت میں پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔ [illegible] کی حفاظت کے لئے جلد از جلد اسپتال پہنچنا ضروری تھا۔

پیگوڈا کے باہر اس جاپانی نوجوان سے سامنا ہوا جو پہلے راہدری

میں مل چکا تھا۔ اس نے بھی خود کو سالنوں کا مریض ظاہر کیا تھا۔ یعنی وہ بھی یوگا کا طالب علم تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"فرہاد سان! بڑے سے بڑا انسان بھی غلطیاں کرتا ہے تم نے یہاں کی سیکرٹ سروس والوں سے بھی اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپایا تھا۔ مگر اب کرنل جوشوہو کو تمہارا یہ راز معلوم ہو چکا ہے۔"

"کیسے؟" میں نے بے یقینی سے پوچھا۔

"تم نے ہمارے ایک بہترین تلوار باز کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے مار ڈالا اس کی ایک ساتھی لڑکی خود اس کی تلوار سے مر گئی۔ دوسری لڑکی کا ہاتھ کلائی سے کٹ گیا۔ وہ فرش پر گر کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ کیا تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ لڑکی ہوش میں آنے کے بعد ایک قیدی کی حیثیت سے جب سیکرٹ سروس کے افسروں کو بیان دے گی۔ تو تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا ذکر ضرور کرے گی۔"

واقعی مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس گریس آلودہ کمرے میں میں بیک وقت کئی مسائل میں الجھ گیا تھا۔ بند کمرے سے باہر اس کوٹھی کی چھت پر محاذ آرائی کرنے والے دشمنوں کو خیال خوانی کے ذریعہ ٹھکانے لگا رہا تھا۔ شومی کو سے باتوں میں الجھا ہوا تھا۔ پھر محاصرہ کرنے والے فوجیوں کو بھی امداد کے لئے بلا رہا تھا۔ ایسے وقت میں اس بے ہوش لڑکی کو بالکل ہی بھول گیا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو فرہاد؟" بٹر فلائی نے مسکرا کر کہا "اب سیکرٹ سروس والوں کے سامنے بھی تمہارا راز راز نہیں رہا۔ کیا وہ اس بات کو پسند کریں گے۔ کہ تم ان کی سیکرٹ سروس کے تمام رازوں تک خیال خوانی کے ذریعہ پہنچتے رہو اور کسی موقع پر ان کے لئے بھی خطرہ بن جاؤ؟"

یہ واقعی اہم سوال تھا۔ فی الحال اس کا جواب میرے پاس نہیں تھا میں خاموشی سے احاطہ کے باہر اپنی جیپ کی طرف جانے لگا۔ بٹر فلائی نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"سوچو فرہاد! اس ملک کے سیکرٹ سروس والے جو تمہارے دوست تھے، اب تمہارے جانی دشمن بن سکتے ہیں۔ سُپر ماسٹر نے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اپنی تنظیم میں یہ حکم نامہ جاری کیا ہے کہ فرہاد کو مر جانے کی حد تک پریشان کیا جائے۔ لیکن اسے مارا نہ جائے۔ ایک نہ ایک دن وہ ہماری تنظیم کا ایک اہم ماسٹر بنے گا۔ لیکن کرنل جوشوہو ایسا نہیں سوچے گا وہ اپنے اہم رازوں کو راز میں رکھنے اور اپنے ملک کے مفاد کی خاطر تمہیں پہلی ہی فرصت میں گولی مارنے کا حکم دے دے گا۔ یقین نہ ہو تو ابھی جا کر اپنے اس مہربان کو آزما لو۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ کرنل جوشوہو کو میں آزما چکا تھا وہ صرف اپنی بیٹی کو گرلاش سے محفوظ رکھنے کے لئے سونیا سے ہمدردی کر رہا تھا۔ اگر اس پر یہ افتاد نہ آ پڑتی تو وہ سوزدکو کی خوشیوں کے لئے سونیا کو کسی نہ کسی طرح مجھ سے جدا کر دیتا۔ یہ سراسر مجھ سے دشمنی ہوتی اور سُپر ماسٹر دوستی کرنے کے لئے سونیا کو مجھ سے جُدا کرنے کی دھمکی دے چکا تھا۔

میں نے کار کے پاس پہنچ کر بٹر فلائی سے رخصتی مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے کہا۔

"اگر ہم تمہارے دشمن ہوتے تو تم اتنی آسانی سے واپس نہ جا سکتے۔ میں اس یقین کے ساتھ تمہیں پیار سے رخصت کر رہی ہوں کہ تم سونیا کی خاطر واپس آ ؤ گے۔ اب جاؤ، میں اپنے دماغ کے دروازے کھول کر تمہارا انتظار کروں گی۔ اوکے سوفار....؟"

میں نے اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کہا۔

"سوفار۔ اگر ضرورت ہوئی تو تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ بٹر فلائی ایسی تھی کہ اس کی قربت کو بھلایا نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن دماغ پر جب بوجھ ہو اور پریشانیاں چاروں طرف سے گھیر رہی ہوں۔ تو تفریح کا موڈ غارت ہو جاتا ہے۔ میں نے ذرا دُور جانے کے بعد سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا میری جانِ حیات حسبِ معمول میری سوچ کی لہروں سے دُور تھی پھر میں نے کرنل جوشوہو کی سوچ کو اپنی گرفت میں لیا۔ وہ سونیا کے کمرے کے سامنے ایک ایزی چیئر پر نیم دراز تھا۔ رات زیادہ ہو چکی تھی۔ یہ اس کے آرام سے سونے کا وقت تھا۔ مگر وہ پریشانیوں میں الجھا ہوا جاگ رہا تھا۔

پہرہ دینے والے فوجی اس کے سامنے چاق و چوبند تھے۔ سونیا کے کمرے میں صرف ایک ڈاکٹر کو مکمل تلاشی اور اطمینان کے بعد جانے کی اجازت ملتی تھی۔ اس بات کا یقین تھا کہ اب گرلاش وہاں آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اس کے باوجود اب کرنل میری طرف سے پریشان ہو کر جاگ رہا تھا۔ اس کے سوچنے کے انداز نے بتا دیا کہ اسے میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا علم ہو گیا ہے۔ اور اب وہ سوچ رہا تھا۔

"کبھی بھی غیر ملکی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ میں فرہاد پر بھی صرف کام نکالنے کی حد تک بھروسہ کرتا رہا۔ اپنی سیکرٹ سروس کے خاص ماتحت کو اس کی رہائش گاہ میں ملازم بنا کر رکھا۔ رہائش گاہ کے باہر بھی اس کی نگرانی ہوتی رہی۔ مگر یہ کیا معلوم تھا کہ وہ ہم سب کے دماغوں میں بیٹھ کر دھوکا دے رہا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ درست ہے کہ وہ فریبی ہے مگر تصویر کے دونوں رُخ دیکھنا چاہئیں۔ فرہاد نے میجر یاماگوچی جیسے آستین کے سانپ کو ہٹا دیا ہے۔ اغوا کی جانے والی سوزدکو کو واپس میرے پاس پہنچایا ہے اس کی محنتوں سے ہم نے قلعہ کے تہہ خانے سے بہت سی اہم معلومات حاصل کی ہیں۔ اب بھی سوزدکو کی زندگی خطرہ میں ہے۔ فرہاد اور سونیا ہی گرلاش کے زہریلے وجود کو کچل سکتے ہیں۔ مجھے افادی پہلوؤں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔"

وہ ذرا نرم ہو کر بلکہ مجبور ہو کر سوچنے لگا۔

"ہاں! اس سے فائدے بہت ہیں۔ مگر وہ ایسا سانپ ہے جو سپیرے کی بین پر اطاعت سے ناچتا ضرور ہے مگر موقع ملنے پر اسے ڈس لیتا ہے۔ چونکہ وہ کڑی نگرانی میں ہے اس لئے جاپان سے نہیں جا سکتا۔ اسی لئے مجھے فرمانبرداری دکھا رہا ہے۔ لیکن جب اسے موقع ملے گا تو وہ میرے راز دوسرے ملکوں تک پہنچا دے گا۔"

میں نے کہا۔

"سانپ خواہ کتنا ہی زہریلا ہو۔ تجربہ کار سپیرا ہر ممکن تدبیر سے مٹھی میں رکھتا ہے۔ مجھے بھی فرہاد کو اپنا پابند بنا کر رکھنے کی تدبیر سوچنی چاہیئے۔"

"کتنی ہی تدبیریں کر چکا ہوں۔ آخری تدبیر یہی ہے کہ سوزدکو کو اس سے منسوب کر دوں۔ مگر حسن و شباب کا نشہ بھی دیرپا نہیں ہوتا۔ بات تو یہ ہے کہ مجھے اس سے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ میں اختیارات رکھنے کے باوجود فی الحال اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ پہلے گرلاش کا خاتمہ ہو جائے۔ پھر میں اسے بہت زیادہ پابندی میں رکھوں گا۔ سیکرٹ سروس کی عمارت میں اس کا داخلہ بند کر دیا جائے گا۔ دن رات اس کی نگرانی ہوگی۔ اگر وہ اعتراض کرے گا یا ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی کوشش کرے گا تو میں اسے ہمیشہ کی نیند سلا دوں گا۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ آخر پہلے بھی تو ہمارے جاسوس بڑی حد تک بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے رہے تھے۔ فرہاد کے مر جانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

میری جیپ تیز رفتاری سے اسپتال کی جانب دوڑتی جا رہی تھی اب میں اپنے دشمنوں کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ کرنل کی نیت معلوم ہو چکی تھی۔ میں تو پہلے ہی جانتا تھا کہ کسی بھی ملک کی سیکرٹ سروس میرے وجود کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اسی لئے میں نے اب تک ٹیلی پیتھی کے علم کو چھپا رکھا تھا۔ بہرحال یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ اس ملک سے اپنا دانہ پانی اٹھنے والا ہے میرے دماغ میں سوال پیدا ہوا۔

"اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ کیا میں سپر ماسٹر کی دوستی قبول کر لوں؟ بعض اوقات اپنی جان بچانے کے لئے اپنے اصولوں سے ذرا ہٹنا ہی پڑتا ہے۔ لیکن میں ابھی خود کو مجبور نہیں سمجھنا چاہتا تھا۔ میں نے سوچا کہ سونیا کے ہوش میں آنے کے بعد میں اس ملک سے فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ اگر ناکامی ہوئی تو پھر دیکھا جائے گا۔ اب میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کرنل میری مکمل نگرانی کے انتظامات کر چکا ہے یا کرنے والا ہے۔؟

انٹلیجنس کا بوڑھا سردار آفیسر اتنا نادان نہیں تھا کہ میری حقیقت معلوم ہونے کے بعد بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ تمام ماتحت آفیسروں کے حکم کے مطابق جاپان کے طول و عرض میں میری نگرانی کے متعلق احکامات پہنچا رہے ہیں۔ خصوصاً پاسپورٹ اور ویزا آفسوں، ایئر پورٹ اور بندرگاہوں پر ہوشیار اور تجربہ کار جاسوس متعینات کرنے کے احکامات جاری ہو رہے تھے۔ کرنل سوچ رہا تھا اور میں سن رہا تھا۔ اتنے میں ایک آفیسر نے اس کے سامنے آکر کہا۔

"سر! شومی کو فرہاد کے متعلق زبان نہیں کھول رہی... ظلم و تشدد کے بغیر نہیں بولے گی۔"

"وہ کچھ تو کہتی ہوگی۔؟" کرنل نے پوچھا۔

"صرف یہی کہ وہ فرہاد سے محبت کرتی ہے جب اس پر ننگی تلواروں سے حملے ہونے لگے۔ تو اس نے اپنی تلوار فرہاد کو دے دی۔ فرہاد نے تلوار سے ایک لڑکی کو قتل کیا۔ دوسری لڑکی کی کلائی اڑا دی اور ان کے لیڈر سے دست بدست جنگ کی۔ اسے دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر پہلے اسے بے ہوش کر دیا۔ پھر اس کے سینے میں بھی تلوار اتار دی۔ وہ کہتی ہے کہ اسے فرہاد کی ٹیلی پیتھی کا علم نہیں ہے۔"

"ہوں۔۔۔ اور جس لڑکی کی کلائی کٹ گئی ہے۔ اس کے بیان کی سچائی پر کہاں تک یقین کیا جا سکتا ہے؟"

"سر! اس لڑکی کا بیان درست ہے۔ شومی کو جھوٹ کہہ رہی ہے اس کا جھوٹ اس طرح پکڑا جاتا ہے کہ فرہاد کے پاؤں میں اسکیٹنگ کے جوتے نہیں تھے۔ وہ گریس آلودہ فرش پر ننگے پاؤں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے یقیناً ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں ہلاک کیا ہے۔"

کرنل کوئی جواب دیئے بغیر سوچنے لگا۔

"بے شک وہ بدمعاش ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ شومی کو اس سے محبت کرتی ہے۔ اس لئے اس کی حقیقت چھپا رہی ہے۔ ایک خیال میرے دماغ میں بار بار آ رہا ہے کہ وہ میرے خیالات بھی پڑھ رہا ہوگا۔ مگر کیسے پڑھ رہا ہوگا۔؟ مجھے تو کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے۔"

یہ سوچ کر اس نے اپنے ماتحت آفیسر سے پوچھا۔

"کیا تمہیں ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ معلومات ہیں؟"

"سر! کتابیں پڑھنے کی حد تک جانتا ہوں کہ یہ علم جاننے والا کسی کے بھی خیالات پڑھ سکتا ہے۔"

"مگر کیسے پڑھ سکتا ہے؟ اگر میں آنکھیں بند کئے بیٹھا رہوں تو تمہاری آواز سے یا تمہاری آہٹ سے پہچان سکتا ہوں کہ تم میرے قریب ہو لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغ تک پہنچ جائے تو کیا کوئی آہٹ سنائی نہیں دیتی؟ کچھ تو احساس ہوتا ہوگا کہ ہمارے دماغ پر کسی دوسرے کا سایہ ہے؟"

"پتہ نہیں سر! ایسا تو کسی کتاب میں نہیں لکھا ہے اور اس کا ذاتی تجربہ بھی نہیں ہے۔ مگر میری عقل کہتی ہے کہ کوئی اجنبی سوچ مداخلت کرے تو ہمارا دماغ [illegible] بوجھل سا ہوگا یا کچھ بے چینی سی محسوس ہوگی۔"

کرنل نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے میں بہت دیر سے اپنے دماغ کو ٹٹول رہا ہوں۔ مگر میرا دماغ بالکل نارمل اور اچھوتا ہے۔ فرہاد ابھی اسے نہیں چھو رہا ہے۔ تم نے بڑی ذہانت کی بات کی ہے اس کے باوجود ہمیں دماغی طور سے محتاط رہنا چاہیئے۔ دوسرے تمام افسروں سے

کہہ دو کہ اگر وہ دماغی بے چینی محسوس کریں تو بہت محتاط انداز میں یہ تجربہ بھی کریں کہ فرہاد کی خیال خوانی کی تکنیک کیا ہے؟ پھر مجھے بھی اس سے آگاہ کیا جائے۔"

"بہتر جناب! سُومی کو کے بارے میں کیا حکم ہے۔"

"اسے چھوٹ بولنے دو۔ اس پر تشدد نہ کرو۔ ابھی میں فرہاد کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔"

آفیسر کرنل کے پاس سے پلٹ کر جاتے وقت سوچ رہا تھا۔ کہ اب وہ ملٹری انٹیلی جنس کے آپریشن روم میں فون کر کے انہیں سُومی کو پر تشدد کرنے سے منع کر دے گا۔ اس واقعہ سے سُومی کو کی وفاداری ثابت ہو رہی تھی۔ اس نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے نبھا رہی تھی۔ جو مجھ سے وفاداری کرے میں اس کے لئے جان کی بازی لگا دیتا ہوں۔ لہٰذا اب سُومی کو کی حفاظت کرنا میرا فرض تھا۔ میں نے ایک ریسٹورانٹ کے سامنے رک کر ہلکے ناشتے اور کافی کا آرڈر دیا۔ پھر سُومی کو کی سوچ نگری میں پہنچ گیا۔

اس وقت وہ ایک خالی کمرے میں ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اس کے چہرے پر ایک ہزار کینڈل پاور کی تیز روشنی پھینکی جا رہی تھی۔ مجرموں سے کوئی بات اگلوانے کے لئے ایسے اقدامات کئے جاتے ہیں۔ سُومی کو نڈھال تھی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کا جسم سُن ہو چکا ہے۔ اسے تین بار بجلی کے جھٹکے پہنچائے گئے تھے۔ مجھے بہت غصہ آیا۔ مگر اس وقت اُن ظالموں پر غصہ نہیں اتار سکتا تھا۔ بس رہ رہ کر سُومی کو پہ پیار آ رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو! سُومی کو، میں فرہاد تم سے مخاطب ہوں۔"

وہ چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ تیز روشنی اس کے چہرے پر تھی۔ آس پاس اندھیرے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ سوچنے لگی۔

"یہ فرہاد ہے یا میری اپنی سوچ ہے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "تم پھر بھول رہی ہو۔ میرے لہجہ میں میری سوچ کو پہچانو۔ تمہیں اس طرح بھی یقین آ جائے گا۔ کہ یہ تیز روشنی اب بجھنے والی ہے۔"

"اوہ فرہاد! مجھ پر ظلم ہو رہا تھا اور تم خاموش تماشائی کی طرح دیکھ رہے تھے۔"

"مجھے دشمنوں نے الجھا لیا تھا۔ میں تمہاری خبر نہ لے سکا۔ مجھے بے حد افسوس ہے جان۔۔!"

"ہائے۔ تم نے مجھے جان کہا! بس میری ساری تکلیف دُور ہو گئی۔ اب یہ لوگ مجھ پر ظلم کی انتہا کر دیں تب بھی میں ثابت قدم رہوں گی۔"

"اب مجھے یقین آ گیا ہے سُومی کو! اب میرے جیتے جی تم پر کوئی ظلم نہیں کرے گا۔"

اِتنا کہتے ہی اس کے چہرے پر کی روشنی بجھ گئی۔ یہ تو وہ پہلے ہی جانتا تھا۔ کیونکہ کرنل نے کہہ دیا تھا کہ اب سُومی کو پر ظلم نہ کیا جائے۔ سُومی کو نے خوش ہو کر کہا۔

"فرہاد! تم نے درست کہا تھا۔ یہ آنکھوں کو اندھا کرنے والی روشنی بجھ گئی ہے۔ اب خدا کے لئے مجھے یہاں سے نکالو۔"

"اس کے لئے ذرا صبر کرنا ہو گا۔ میں سونیا کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد تمہارے دماغ میں حاضری دیتا رہوں گا۔"

بیرا ناشتہ کی ٹرے لے آیا۔ میں کار میں ہی بیٹھ کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ بٹر فلائی کی دھمکی مجھے اچھی طرح یاد تھی۔ اس نے کہا تھا

"سونیا تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔ وہ ہمیشہ یرغمال کے طور پر ہمارے پاس رہے گی۔"

اس کی دھمکی میں بچکانہ پن تھا۔ جب سونیا ان کے قبضہ میں ہوتی تو "یرغمال" کا لفظ مناسب ہوتا! ابھی تو وہ اسپتال میں بے ہوش پڑی تھی۔ میں بٹر فلائی کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ وہ سُپر ماسٹر کی ایک نمائندہ بن کر باتیں کر رہی تھی۔ اور اس اعتماد کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھا رہی تھی کہ میں انکار کے باوجود سونیا کی خاطر ان کے پاس ضرور دوبارہ جاؤں گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مجھے مجبور کرنے کے لئے سونیا کو اسپتال سے ضرور غائب کریں گے۔

میں نے دوسرے پہلو سے غور کیا۔ اگر سونیا پھر کسی طرح اغوا ہو جائے گی تو کرنل جوشوہر کے سامنے میری پوزیشن بہت کمزور ہو جائے گی۔ وہ صرف سونیا کی سونگھنے کی صلاحیت سے کام لے کر گرلاش کو جیز ذریعہ گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ سونیا نہ ہوئی تو میری جگہ کسی دوسرے جاسوس سے بھی کام لیا جا سکے گا۔ کرنل اچانک ہی اپنا رویہ بدل دے گا۔ مجھ سے سختی سے پیش آئے گا۔

یہ سوچنے کے دوران میری کار کے آگے پیچھے دو گاڑیاں آ کر کھڑی ہو گئیں۔ پھر ان میں سے ملٹری انٹیلی جنس کا ایک آفیسر باہر نکل کر آیا۔ اور میرے قریب پہنچ کر بولا۔

"مسٹر فرہاد! آپ کہاں گم ہو گئے تھے۔ کرنل صاحب کا حکم ہے کہ آپ کو فوراً ان کے سامنے حاضر کیا جائے۔"

اس نے یہ بات بہت نرمی سے کہنے کی کوشش کی مگر اس کا لہجہ اور اس کے الفاظ چغلی کھا رہے تھے کہ وہ جبراً مجھ سے نرمی برت رہا ہے۔ میں نے کہا۔

"ذرا انتظار کرو۔ میں کافی ختم کر لوں پھر چلوں گا۔"

آفیسر نے مجھے گھور کر دیکھا۔ مگر نظریں ملتے ہی فوراً مسکرانے لگا۔ حالات بڑے سنگین تھے۔ میں سونیا کو اسپتال میں چھوڑ کر دوسرا نہیں جا سکتا تھا۔ اگر وہ مجبور نہ ہوتی تو میں ان انٹیلی جنس والوں کی کھوپڑیاں

[illegible] پر رکھ دیتا۔ ابھی صبر کے سوا چارہ نہ تھا۔ ایک بات سمجھ میں آئی کہ مجھ جیسے آدمی کو حسن پرست نہیں ہونا چاہئے۔ حسین عورتوں کے ہجوم [illegible] صورتحال اور سنگین ہو جاتی ہے۔ سونیا تو خیر، میری جانِ حیات تھی [illegible] سوزد کو سے کھیل کر میں نے اسے عذابِ جان بنا لیا تھا۔ دشمن بھی ایسے [illegible] تھے کہ میرے سامنے حسین لڑکیوں کا جال بچھاتے تھے۔ سُپر ماسٹر [illegible] مزاج کو خوب سمجھتا تھا۔ وہ تلوار چلانے والے صرف ایک جاپانی [illegible] دس مردوں کو بھیج سکتا تھا لیکن اس نے دو دھاری تلواروں جیسی [illegible] حسیناؤں کو بھیج دیں۔ ان میں سے سُومی کو اپنی شرافت اور وفاداری کے باعث انسانیت کے ناتے مجھ سے وابستہ ہو گئی تھی۔

پھر یہ کہ سُپر ماسٹر کسی مرد کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیج سکتا تھا [illegible] اس بار بھی اس نے بٹر فلائی جیسی حسین تتلی کو بٹر لگانے کے [illegible] بھیج دیا۔ یعنی فی الوقت میرے اطراف عورتیں ہی تھیں۔ جن سے [illegible] اپنا کام نکال سکتا تھا۔ کافی کی چُسکیاں لیتے وقت میں نے سوزد کو سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ تاکہ بُرا وقت آئے تو اسے ڈھال کے طور پر استعمال کر سکوں۔

وہ اسپتال کے ایک کمرے میں گہری نیند سو رہی تھی۔ اور خواب میں دیکھ رہی تھی کہ وہ ایک ایسی بستی میں پہنچ گئی ہے۔ جہاں سپیرے رہتے ہیں۔ ہر گھر میں ایسے سانپ نظر آ رہے تھے۔ انسان اپنی سوچ اور اپنے حالات کے مطابق خواب دیکھتا ہے چونکہ وہ گرلاش جیسے زہریلے آدمی سے سہمی ہوئی تھی۔ اس لئے زہریلے سانپ دیکھ رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی۔

"میں کہاں آ گئی ہوں؟ مجھے یہاں سے بھاگ جانا چاہئے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"میں اپنے محبوب کو تلاش کرنے نکلی تھی۔ شاید راستے میں بھٹک گئی ہوں۔ شاید میرا محبوب مجھے راستہ دکھانے کے لئے کہیں سے آ جائے۔"

وہ آگے بڑھنے لگی۔ میں نے کہا۔

"سامنے ایک بہت بڑا زہریلا سانپ آ گیا ہے۔"

اس سوچ کے مطابق اس کے خواب میں ایک سانپ مجسم ہو گیا۔ وہ گھبرا کر گر پڑی۔

"مجھے گھبرانا نہیں چاہئے۔" میں نے کہا۔ "میں دلیر باپ کی بیٹی ہوں اور ایک دلیر مرد کی محبوبہ ہوں۔ وہ میری مدد کو آئے گا۔"

ایک سانپ اس کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔ اس سانپ کی کینچلی کا رنگ اور ڈیزائن بہت خوبصورت تھا۔ وہ زہریلے سانپ سے لڑنے لگا۔ سوزد کو زمین پر پڑی ہوئی دو سانپوں کی جنگ دیکھ رہی تھی آخر اس کے محبوب سانپ نے اس زہریلے سانپ کو مار بھگایا۔ پھر پلٹ کر سوزد کو کے پاس آ گیا۔ محبت جیت گئی تھی۔ سوزد کو نے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اور اسے چومنے لگی۔ مگر اس رینگنے والے کو قرار نہیں تھا۔ وہ کبھی سوزد کو کے گلے کا ہار بن رہا تھا کبھی اس کے بدن سے لپٹ رہا تھا۔ پھر وہ رینگتا ہوا اپنے بِل میں چلا گیا۔

سوزد کو نے ایک جھرجھری سی لی۔ پھر آنکھیں کھول کر اسپتال کے کمرے کو دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔

"اف! میں کیسا عجیب سا خواب دیکھ رہی تھی۔ اگر وہ دوسرا سانپ نہ آتا تو زہریلا سانپ مجھے ڈس لیتا۔ اس خواب کا میری زندگی سے گہرا تعلق ہے۔"

وہ خود سوچنے لگی۔ "ہاں گہرا تعلق ہے۔ وہ گرلاش بھی تو زہریلا ہے مگر میرا خواب کہتا ہے کہ کوئی مجھے اس سے بچائے گا۔"

میں نے کہا۔ "فرہاد کے سوا کون بچا سکتا ہے۔ قلعہ میں فرہاد نے ہی اسے مار بھگایا تھا۔"

وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی۔ کیونکہ واقعی میں نے قلعہ میں اس کی جان بچائی تھی۔ اور خواب سے بھی تصدیق ہو رہی تھی کہ آئندہ بھی میں اس کا محافظ بن کر رہوں گا۔ وہ میرے متعلق بڑے پیار سے سوچنے لگی۔ اتنے میں آفیسر نے کہا۔

"آپ کی کافی ختم ہو چکی ہے۔ اب چلئے۔"

میں نے کھانے کا بِل ادا کرنے کے بعد گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر میری گاڑی کے آگے پیچھے انٹیلی جنس والوں کی گاڑیاں دوڑنے لگیں۔ راستے میں میں نے سونیا کی خبر لی۔ وہ اب تک میری پہنچ سے دُور تھی۔ میری رسٹ واچ بتا رہی تھی کہ آدھی رات گزرنے کے لئے ابھی دو گھنٹے باقی ہیں۔ اور بٹر فلائی نے فون پر بتایا تھا کہ سونیا آدھی رات سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گی۔ وہ لوگ کسی خاص مقصد کے لئے اسے اتنی مدت تک بے ہوش رکھنا چاہتے ہیں۔

اب دو ہی گھنٹے کی بات تھی۔ میں نے وقت ضائع کرنے کے لئے اپنی کار سڑک کے کنارے روک دی۔ میرے پیچھے جو گاڑی تھی وہ میرے ساتھ رک گئی۔ مگر آگے والی گاڑی اور آگے بڑھ گئی۔ آفیسر جھنجھلا کر پچھلی گاڑی سے نکل کر میرے پاس آیا۔ پھر گرج کر بولا۔

"آپ نے گاڑی یہاں کیوں روک دی؟"

میں نے کار کی کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔

"سگریٹ نہیں ہے۔ میں ایک پیکٹ خریدنا چاہتا ہوں۔"

میں نے دروازہ کھول کر باہر نکلنا چاہا۔ اس نے جلدی سے کہا۔ "آپ یہیں تشریف رکھیں۔ آپ کو سگریٹ کا پیکٹ مل جائے گا۔"

اس نے ایک مسلح نوجوان کو حکم دیا کہ وہ ایک پیکٹ خرید کر لے آئے۔ اتنے میں میں نے سُومی کو سے رابطہ قائم کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ حوالات کے ایک بستر پر لیٹی ہوئی ہے اور میرا

انتظار کر رہی ہے۔ میں نے کہا۔

"ہیلو سُومی کو!"

وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ میں نے کہا۔

"میں تمہاری سوچ کے ذریعے سمجھ رہا ہوں کہ تم کہاں ہو؟ یہ انٹیلی جنس والے میرے بھی خلاف ہو گئے ہیں۔ اس لئے تمہیں تکالیف برداشت کرنی پڑ رہی ہیں۔"

"میں تمہارے لئے ساری عمر کانٹوں کے بستر پر سو سکتی ہوں مجھے خوشی ہے کہ اس طرح آزمائشوں سے گزرتی ہوئی میں تمہارا اعتماد حاصل کرتی جا رہی ہوں۔"

اتنے میں سگریٹ کا پیکٹ آ گیا۔ میں نے ایک سگریٹ نکال کر سلگانے میں تھوڑا وقت ضائع کیا اور سُومی کو سے کہا۔

"اب تم سو جاؤ۔ موقع ملتے ہی میں تمہیں وہاں سے نکال کر لے جاؤں گا۔ شب بخیر۔"

میں نے سگریٹ کا ایک کش لگا کر گاڑی اسٹارٹ کی۔ آفیسر میری کار کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔

"مسٹر فرہاد! اب آپ ہمارا وقت ضائع نہ کریں ہم نے کرنل کو خبر پہنچا دی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ ابھی اسپتال پہنچ رہے ہیں۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"کیا سونیا کو ہوش آ گیا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ ہم کرنل سے کسی کی خیریت نہیں پوچھتے ہیں صرف اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔"

میں خاموش ہو کر سوزدکو کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے محبت کی جس لائن پر سوچنے کے لئے چھوڑا تھا وہ اسی لائن پہ سوچ رہی تھی۔ مگر اس خیال سے گھبرا رہی تھی کہ اگر وہ میرا سامنا کرے گی تو میرا چہرہ دیکھتے ہی اسے گرلاش یاد آ جائے گا۔ پھر اسے مجھ سے بھی خوف آئے گا۔ میں نے سمجھایا۔

"یہ تو پاگل پن ہو گا۔ فرہاد پھر فرہاد ہے۔ وہ گرلاش تو نہیں بن جائے گا۔"

اس کی سہمی ہوئی سوچ نے کہا۔

"مگر وہ گرلاش بن گیا تھا۔ میں اسے فرہاد سمجھتی رہی اب بھی اگر فرہاد سامنے آئے گا تو میں کیسے یقین کروں گی۔ کہ وہ فرہاد ہی ہے......"

"یقین اس لئے کرنا چاہئے کہ اس کے پاس شناختی کارڈ ہو گا۔ پھر ڈیڈی کے ماتحت اسے اچھی طرح چیک کرنے اور مطمئن ہونے کے بعد میرے سامنے آنے کی اجازت دیں گے۔"

اس خیال سے اسے اطمینان ہوا۔ وہ سوچنے لگی۔

"ہاں! میرے اطراف سخت پہرہ ہے۔ میں فرہاد سے ملنا چاہوں گی تو باقاعدہ چیکنگ کے بعد مجھے اصلی فرہاد ہی ملے گا۔ لہٰذا مجھے اس سے ملنا چاہئے۔ میں جب سے یہاں آئی ہوں اس شیطان سے دھوکہ کھا کر خواہ مخواہ سہمی جا رہی ہوں۔ اب میں فرہاد سے ضرور ملوں گی۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ کیونکہ ہماری گاڑیاں اسپتال کمپاؤنڈ میں پہنچ گئی تھیں۔ میں کار سے اتر کر آفیسر کے ساتھ اسپتال کی عمارت میں داخل ہونے لگا۔ دو مسلح نوجوان میرے پیچھے تھے وہ چاہتے تھے کہ میں خود کو قیدی نہ سمجھوں۔ مگر ان کا رویہ ان کے ارادوں کی چغلی کھا رہا تھا۔ وہ مجھے لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر لے گئے۔ جہاں سونیا اور سوزدکو اپنے اپنے کمرے میں پڑی ہوئی تھیں۔ کرنل ان دونوں کمروں کے سامنے ایک ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے سامنے مسلح فوجی مستعد نظر آ رہے تھے۔

میں کرنل کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔ جیسے میرے چہرے سے اس علم کو پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو، جو میرے اندر چھپا ہوا تھا۔ میں نے تعجب سے پوچھا۔

"جناب! آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

"آں؟ اس نے چونک کر کہا۔ کچھ نہیں۔ بیٹھ جاؤ۔"

میں ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس نے میرے سامنے ایزی چیئر پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"تم کہاں گئے تھے؟"

"میں آپ کو بتا کر گیا تھا کہ میں اپنے ایک ایسے ساتھی سے ملنا چاہتا ہوں۔ جو دشمنوں میں رہ کر میرے لئے کام کرتا ہے اس نے مجھے بتایا تھا کہ گرلاش نے تیسری بار سونیا کے جسم میں زہر انجکٹ کیا ہے۔"

کرنل نے مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم مجھ سے جھوٹ کہہ رہے ہو۔ تمہارا کوئی آدمی دشمنوں میں رہ کر کام نہیں کرتا ہے بلکہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمام معلومات حاصل کرتے ہو۔"

میں نے شدید حیرانی کا اظہار کیا۔

"ٹیلی پیتھی؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ میری طرف دیکھ کر بتاؤ۔ میں اس وقت کیا سوچ رہا ہوں؟"

میں ایک احمق کی طرح منہ کھول کر اس کی کھوپڑی کو تکنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"جناب! آپ مجھے جادوگر کیوں سمجھ رہے ہیں۔ میں نے تو اب تک یہی دیکھا ہے کہ ٹیلی پیتھی کتابوں کی حد تک دلچسپی لینے والا علم ہے۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ کوئی کسی کی سوچ کو پڑھ لیتا ہے۔ کیا آپ کی عقل اسے تسلیم کرتی ہے؟"

وہ الجھے ہوئے ذہن سے سوچنے لگا۔

"واقعی عقل نہیں مانتی کہ کوئی میری سوچ کو پڑھ سکتا ہے۔ مگر اس قیدی لڑکی کا بیان جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ فرہاد نے اسکیٹنگ کے جوتے نہیں پہنے تھے۔ اور وہ نہتا بھی تھا پھر وہ ننگی تلواروں سے کس طرح بچ کر نکل آیا؟"

یہ سوچنے کے بعد اس نے مجھ سے یہی سوال کیا۔ میں نے جواب دیا۔

"میں جب اس گریس آلودہ کمرہ میں پہنچا تو یقیناً نہتا تھا لیکن اس کے بعد سُومی کو نے مجھے اپنی تلوار دے دی تھی۔ میں نے اسی تلوار سے ان کا مقابلہ کیا تھا۔"

میں وہی باتیں کہنے لگا جو سُومی کو ان سے کہہ چکی تھی۔ کرنل سر جھکا کر سوچنے لگا۔

"دونوں کا بیان بالکل ایک ہے۔ مگر ہو سکتا ہے کہ دونوں نے ایک جیسا بیان سبق کی طرح یاد کر لیا ہو۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ فرہاد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سُومی کو کو یہی بیان دینے کی ہدایت کی ہو کتابوں کا یہ عجیب علم اکثر لوگوں کے لئے ناقابلِ عمل ہوتا ہے لیکن بعض لوگوں کے لئے ناممکن ہے۔ یہ جو میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ یہ کیا ہے؟ کیا ہے یا نہیں ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ جب تک میں اسے آزماؤں گا نہیں تب تک اس پر اعتماد نہیں کروں گا مگر اسے کس طرح آزمانا چاہئے؟"

وہ آزمائش کا کوئی طریقہ سوچنے لگا۔ اسی وقت ایک مسلح نوجوان نے آ کر کہا۔

"سر! آپ کی صاحبزادی مسٹر فرہاد سے ملنا چاہتی ہیں۔"

کرنل چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ گرلاش پھر فرہاد بن کر نہ آ گیا ہو اس نے فوراً پوچھا۔

"تمہارا شناختی کارڈ کہاں ہے؟"

میں نے جیب سے کارڈ نکال کر آگے بڑھا دیا۔ ایک آفیسر میرے ہاتھ سے کارڈ لے کر دیکھنے لگا۔ کرنل نے کہا۔

"فرہاد کو کسی کمرے میں لے جا کر چیک کرو۔ اطمینان ہونے کے بعد سوزدکو کے کمرے میں لے جانا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹی کے کمرے میں چلا گیا۔ مجھے ایک آفیسر اور دو فوجیوں کے ساتھ ایک کمرے میں جا کر لباس اتروانے لگے۔ تاکہ وہ شناختی نشان دیکھ سکیں۔ اس دوران میں سوزدکو کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ کرنل اپنی بیٹی سے کہہ رہا تھا۔

"جب تم اسپتال آئیں تو بہت سہمی ہوئی تھیں۔ فرہاد سے بھی نہیں ملنا چاہتی تھیں۔ اب تمہارا خوف کس طرح دور ہو گیا؟"

"پتہ نہیں ڈیڈی! میں بہت دیر سے اسی کے بارے میں سوچتی جا رہی ہوں۔ وہ میرے دل میں ہے دماغ میں ہے۔"

"دماغ میں ہے؟" کرنل نے چونک کر پوچھا۔ "کیا تم محسوس کرتی ہو کہ وہ تمہارے دماغ میں پہنچ کر تم سے باتیں کرتا ہے؟"

وہ سر جھکا کر شرمانے اور مسکرانے لگی۔ بھلا ایک بیٹی اپنے باپ کے سامنے ایسی بات کا جواب کیا دے سکتی تھی۔ کرنل یہ بھول گیا کہ جوانی میں لڑکیاں ایسی باتوں سے شرماتی ہیں۔ اس کے دماغ میں یہی بات پک رہی تھی۔ کہ فرہاد اس کی بیٹی کے دماغ گھس کر کچھ ہیرا پھیری کر رہا ہے۔ اس نے کہا۔

"سوزی! خاموش نہ رہو۔ میری باتوں کا جواب دو۔ فرہاد تمہارے دماغ میں آ کر تم سے کیا کہتا ہے؟"

"م...... میں کیا بتاؤں ڈیڈی! آپ مجھ سے ایسی باتیں ہرگز نہ پوچھیں۔"

"پوچھنا ضروری ہے۔ تم نہیں جانتیں۔ فرہاد قابلِ اعتماد نہیں رہا۔ ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ کسی کے بھی دماغ میں بیٹھ کر باتیں کر لیتا ہے۔"

سوزدکو نے باپ کو بے یقینی سے دیکھا۔ پھر کہا۔

"فرہاد ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ نہیں ڈیڈی مجھے یقین نہیں آتا۔"

"میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں۔ جبکہ میں خود یقین کی حد تک پہنچنے کے لئے اسے آزمانا چاہتا ہوں۔ تم میری مدد کرو۔ مجھے بتاؤ کہ تم اپنے دماغ میں اسے کس طرح محسوس کرتی ہو؟ یعنی اسی طرح کہ ......" وہ کہتے کہتے رک گیا کیونکہ میں وہاں پہنچ گیا تھا۔ سوزدکو مجھے دیکھتے ہی سہم سی گئی۔ آفیسر نے کہا۔

"ہم نے اطمینان کر لیا ہے۔ یہ مسٹر فرہاد ہیں۔"

اس کا خوف دور ہو گیا۔ وہ مسکرا کر مجھے دیکھتی ہوئی سوچنے لگی۔

"ہاں یہ وہی ہے۔ جس سے ملنے کے لئے میں کب سے بے چین ہوں۔ یہاں آتے وقت میں نے سوچا تھا کہ یہ مجھے بازوؤں میں سمیٹ کر خوش آمدید کہے گا۔ مگر یہ ایئرپورٹ نہیں ہے۔ اسپتال ہے اور ڈیڈی بھی موجود ہیں۔"

وہ کنکھیوں سے باپ کو دیکھنے لگی۔ تاکہ وہ چلا جائے لیکن اس بوڑھے کا ارادہ بدل گیا تھا۔ اب وہ مجھے داماد بنانے کے خواب نہیں دیکھ رہا تھا۔ میری ٹیلی پیتھی اس کے دماغ میں نشتر کی طرح چبھ رہی تھی۔ اسی لئے وہ سوزدکو کو میرے پاس تنہا چھوڑ کر اسے محبت کی پینگیں بڑھانے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہیلو! سوزدکو! کیسی ہو؟"

وہ بدستور مسکرا کر بولی۔

"تھینک یو۔۔۔ ڈیری ڈیل۔۔۔ تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟"

"میں مجبور تھا۔ تمہارے ڈیڈی جانتے ہیں کہ میں کس قدر مصروف

ہوں ۔۔۔؟"

کرنل نے فوراً ہی میری تائید کی۔

"ہاں سوزی! ابھی تم آرام کرو۔ میں فرہاد کو ساتھ لے جارہا ہوں۔ تم صبح باتیں کرلینا۔"

"نہیں ڈیڈی!" وہ ضد کرنے لگی "مجھے نیند آرہی ہے۔ میں فرہاد سے باتیں کروں گی۔"

کرنل نے ذرا سخت لہجہ میں کہا۔

"سوزی! بے جا ضد نہ کرو۔ جب تک گلاش گرفتار نہیں ہو گا، تم فرہاد سے نہیں ملو گی۔ یہ سب کچھ میں تمہاری بھلائی کے لئے کررہا ہوں۔ چلو فرہاد!"

میں نے جانے سے پہلے سوزدکو پر ایک حسرت بھری نظر ڈالی تاکہ اسے پتہ چل جائے کہ ہم جبراً جدا کئے جارہے ہیں۔ پھر میں نے کرنل کے ساتھ کمرے سے باہر جاتے ہوئے سوزدکو کی سوچ کو بھڑکایا۔

"ڈیڈی نے میری بات نہ مان کر فرہاد کے سامنے میری انسلٹ کی ہے۔ اُف مائی گاڈ! فرہاد کے سامنے میری کیسی سبکی ہوئی ہے وہ کیا سوچتا ہوگا؟ میں یہ بے عزتی برداشت نہیں کروں گی۔ میں چیخوں گی میں چیخوں گی .....!"

وہ زور زور سے چیخنے لگی۔ کرنل گھبرا کر کمرے کی طرف پلٹ گیا۔ دوسرے فوجی جوان بھی میرے ساتھ کمرے میں آگئے۔ کرنل بیٹی کا بازو تھام کر پوچھ رہا تھا۔

"سوزی! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ کیوں چیخ رہی ہو؟"

اس نے باپ کے ہاتھوں کو جھٹک کر کہا۔

"مجھے چھوڑ دیجئے۔ میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔ آپ میرے ڈیڈی نہیں ہیں۔"

"کیا اس لئے ڈیڈی نہیں ہوں کہ میں نے تمہاری بات نہیں مانی؟"

"ہاں۔ آپ نے فرہاد کے سامنے میری انسلٹ کی ہے۔ میں آپ سے نہیں بولوں گی۔"

میں نے بظاہر اسے سمجھا دیا۔

"سوزدکو! باپ کی بات ماننے والی لڑکیاں اس طرح اپنی بے عزتی محسوس نہیں کرتیں۔"

پھر میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ایسے باپ کی ایسی کی تیسی.....!"

سوزدکو نے اس سوچ کے مطابق وہی بات اپنی زبان سے کہہ دی۔ کرنل نے غصے سے گرج کر کہا۔

"تم بہت بدتمیز ہو گئی ہو۔ میرے لاڈ پیار نے تمہیں اس قدر سر پر چڑھا دیا ہے۔ کہ آج تم نے مجھے گالی دے دی۔ بس بہت ہو چکا لاڈ پیار۔ اب تم یہاں نہیں رہو گی۔"

وہ ایک آفیسر کو بلا کر حکم دینے لگا۔ کہ سوزدکو کو کڑی نگرانی میں لڈکبو پہنچا یا جائے۔ وہاں بھی اس کے اطراف سخت پہرے کا انتظام کیا جائے۔ جب تک گلاش گرفتار نہیں ہو گا۔ سوزدکو سے اس کی ممی کے سوا کوئی نہیں مل سکے گا۔ سوزدکو پھر ضد کرنے لگی کہ وہ نہیں جائے گی۔ میں نے کہا۔

"جناب! سوزدکو نادان ہے اس سے غلطی ہو گئی ہے۔ آپ اسے معاف کردیں۔"

"تم خاموش رہو۔ میں کسی کی سفارش نہیں سننا چاہتا۔ میرے ساتھ.....!"

میں مجبوراً اس کے ساتھ چلتا ہوا باہر آگیا۔ ایک آفیسر اور فوجی نوجوان سوزدکو کو زبردستی پکڑ کرلے جارہے تھے۔ اور وہ میرے قریب رہنے کے لئے مچل رہی تھی۔ مجھے اس کی قربت کی خواہش نہیں تھی میں صرف بوقت ضرورت اپنے بچاؤ کے لئے اسے ڈھال بنانا چاہتا تھا۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ میری ہر پلاننگ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔ کبھی ناکامی بھی ہوتی ہے۔ جیسے اس وقت میں نے چال چلی تھی کہ سوزدکو ضدی بن کر میری حمایت کرے اور کرنل بیٹی کی ضد سے مجبور ہو کر میرے بارے میں مخالفت کی بجائے مفاہمت سے سوچے۔ مگر میں ناکام ہو گیا۔

سوزدکو جا چکی تھی۔ کرنل میرے سامنے غصہ سے ٹہل رہا تھا۔ اسے غصہ بھی تھا اور پہلی بار بیٹی پر زیادتی کرنے کے باعث صدمہ بھی پہنچ رہا تھا۔ مگر وہ بھی ضدی بیٹی کا باپ تھا۔ مجھے آستین کا سانپ سمجھ کر بیٹی کے حق میں جو فیصلہ کر چکا تھا۔ اس فیصلہ کو بدلنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے سوزدکو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ فوجیوں کے درمیان ایک کار میں بیٹھ کر جارہی تھی۔ پہلے تو خیال آیا کہ میں کار ڈرائیو کرنے والے کے دماغ کو جھٹکا دوں۔ کار کا حادثہ ہو گا تو سوزدکو مرہم پٹی کے لئے پھر اسپتال پہنچا دی جائے گی۔

مگر ایک قباحت تھی۔ فوجی ڈرائیور بڑے تجربہ کار ہوتے ہیں۔ حادثہ کے بعد اس سے سوال کیا جاتا کہ اس کے دماغ کو کیا ہو گیا تھا۔ تو وہ جواب دیتا کہ اس کے دماغ میں اچانک ہی ہلچل مچ گئی تھی۔ تب کرنل میرا محاسبہ کرتا۔ اس کا شبہ یقین میں بدل جاتا بات صاف ہو جاتی کہ میں نے سوزدکو کو واپس لانے کے لئے ٹیلی پیتھی کا سہارا لیا ہے۔ کرنل تو ذرا ذرا سی بات پر مجھے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگتا ہے۔

میں تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں اور دماغ کو فکر و پریشانی سے خالی کرنے لگا۔ جب آدمی الجھنوں

زندہ رہتا ہے سوچیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ لیکن مجھ جیسے کچھ لوگ جو کسی ایک نقطہ پر اپنی توجہ کو مرکوز کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ وہ دوسری تمام پریشانیوں سے نجات پالیتے ہیں۔ میں نے بھی سکون کی خاطر اپنی سوچ کو صرف سونیا تک محدود کر دیا۔

میں تھوڑی دیر تک پرسکون رہا۔ سونیا بند کمرے میں بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ اور میں اس کے دماغ کے دھندلکے میں دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ اس کا دماغ جاگ رہا ہے۔ آہستہ آہستہ دھند چھٹ رہی تھی۔ یہ بیداری کی بہت ہی کمزور سی ابتدا ہو رہی تھی۔ لیکن اس کمزوری کو میں سوچ کی توانائی پہنچانے لگا۔ بہت دھیرے دھیرے بڑی محبت سے اسے پکارنے لگا۔

"سونیا۔ میری جان! مجھے پہچانو۔ میں فرہاد ہوں.....!"

اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس لئے خواب کی صورت میں اس کے کمزور سے دماغ نے مجھے دیکھا۔ میں سپنے میں اسے نظر آرہا تھا۔ سپنے میں اس کی آنکھ کھلی ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔

"مجھے پہچانو! میں تمہارا فرہاد ہوں۔"

"ہاں! میں تمہیں پہچان رہی ہوں۔"

"تمہاری سوچ سے تمہاری کمزوری کا پتہ چل رہا ہے۔ تم آرام سے لیٹی رہو۔ میں ڈاکٹر سے جا کر ملتا ہوں۔ وہ تمہاری توانائی بحال کرنے کے لئے کچھ کرے گا۔ ذرا ٹھہرو.....!"

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کرنل ابھی تک میرے سامنے ٹہل رہا تھا۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جناب! یہاں فون پر مجھے اطلاع مل چکی تھی کہ سونیا آدھی رات کے بعد ہوش میں آئے گی۔ اب وقت ہو چلا ہے۔ پلیز آپ ڈاکٹر سے کہیں کہ وہ فوراً سونیا کو اٹینڈ کرے۔"

کرنل خود ہی چاہتا تھا کہ سونیا جلد از جلد ہوش میں آئے۔ اس کے حکم کے مطابق فوراً ہی ڈاکٹر آگیا۔ میں نے ڈاکٹر کے ساتھ سونیا کے کمرے میں جانا چاہا تو کرنل نے مجھے روک دیا۔

"نہیں! تم یہیں ٹھہرو۔ سونیا کے پاس صرف ڈاکٹر جائے گا۔ جب وہ ہوش میں آجائے گی تو تم میرے ساتھ کمرے میں جاؤ گے۔"

میں مجبور ہو کر بیٹھ گیا۔ اور ڈاکٹر کے دماغ میں جھانکنے لگا کہ وہ سونیا کے ہوش میں آنے کے متعلق کیا رائے قائم کرتا ہے۔ وہ کمرے میں پہنچ کر سونیا کی نبض دیکھ رہا تھا۔ پھر اثبات میں سر ہلا کر سوچنے لگا۔

"ہاں! آثار بتارہے ہیں کہ یہ تھوڑی دیر بعد ہوش میں آجائے گی۔"

یہ سوچنے کے بعد اس نے سونیا کے بازو میں ایک انجکشن لگایا اس انجکشن کا ردِ عمل معلوم کرنے کے لئے میں سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا وہ چپ چاپ آنکھیں بند کئے لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"سونیا! اب کیا حال ہے؟"

"تم میرے دماغ میں خود ہی محسوس کرسکتے ہو، ویسی ہی کمزوری ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ ڈاکٹر نے انجکشن لگایا ہے۔ تم ابھی کچھ توانائی محسوس کرو گی۔"

وہ حیرانی سے پوچھنے لگی۔

"ڈاکٹر۔؟ انجکشن۔؟ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ مجھے تو کسی نے انجکشن نہیں لگایا ہے۔"

"سونیا! کمزور دماغ سے نہ سوچو۔ ڈاکٹر تمہارے پاس ہی موجود ہے۔"

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اسے چاروں طرف تاریکی نظر آرہی تھی۔ حالانکہ اس کے کمرے میں روشنی تھی۔ میں نے گھبرا کر سوچا کیا سونیا اندھی ہو گئی ہے؟ اسے روشنی اور کمرے میں کھڑا ہوا ڈاکٹر کیوں نظر نہیں آرہا ہے۔۔؟

"سونیا! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے اندھیرا کیوں چھا گیا ہے۔؟"

وہ گھبرا کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ دور ایک دیوار کے روشندان سے ہلکی سی روشنی جھانک رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دیکھ سکتی ہے۔ لیکن..... لیکن میں برآمدے سے دیکھ سکتا تھا۔ کہ اس کے کمرے میں روشنی ہے کسی روشندان سے روشنی آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے پوچھا۔

"سونیا! کمرے میں اتنی روشنی ہے۔ اس روشنی کو تم کیوں نہیں دیکھ سکتیں۔؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔

"تم کیسی باتیں کررہے ہو۔ کیا تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کمزور پڑ گئی ہیں۔ کیا تم میری سوچ کے ذریعے دیکھ نہیں سکتے کہ اس کمرے میں روشنی نہیں ہے اور میں ننگے فرش پر لیٹی ہوئی ہوں۔"

میں ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کرنل نے چونک کر پوچھا۔

"کیا بات ہے خیریت تو ہے؟"

"مم.....میرا دل گھبرا رہا ہے جناب! خدا کے لئے مجھے فوراً سونیا کے پاس جانے دیں۔"

"مگر کیوں؟ ایسی گھبراہٹ اور جلدی کیوں ہے؟ اب تک تو تم بڑے سکون سے بیٹھے ہوئے تھے؟"

وہ مجھے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔

"میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ کچھ گڑبڑ ہے۔"

"چھٹی حس کہہ رہی ہے یا تمہاری ٹیلی پیتھی تمہیں کسی گڑبڑ کی اطلاع پہنچا رہی ہے؟"

"میں آپ سے سخت نہیں کروں گا۔ آپ جو کچھ بھی سمجھ لیں۔ مگر مجھے فوراً کمرے میں جانے دیں۔"

"اچھا چلو ــــ" وہ میرے ساتھ چلتا ہوا کمرے میں پہنچ گیا سامنے بستر پہ سونیا آنکھیں بند کئے لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ سونیا کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور وہ ایک تاریک کمرے کے ننگے فرش پہ لیٹی ہوئی ہے۔

ٹیلی پیتھی کے اصولوں کے مطابق میں نے سونیا کی سوچ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ لہٰذا دماغ کی اسکرین پہ نظر آنے والی سونیا میری اپنی تھی جو اسپتال کے بستر پہ تھی وہ کوئی اور تھی۔ ایک دم سے مجھے بٹر فلائی کی باتیں یاد آئیں۔ اس نے کہا تھا۔

"سونیا تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔ وہ ہمیشہ یرغمال کے طور پہ ہمارے پاس رہے گی۔"

میرے دماغ میں جھنجھناہٹ سی ہونے لگی۔ جیسے کوئی خالی تھال پہ ہتھوڑے برسا رہا ہو۔ ایسے وقت میرے چہرے پہ جو ردِ عمل ظاہر ہو رہا تھا اسے کرنل بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کی ایسی کی تیسی.... وہ دیکھتا ہے، سمجھتا ہے تو سمجھتا رہے۔ اب میری ساری فکر، پریشانی اور توجہ سونیا کے لئے تھی۔ میں نے کہا۔

"سونیا! میں نے زبردست فریب کھایا ہے۔ یہاں میرے [illegible] ایک اور سونیا ہے۔ ذرا میں اس کا اصلی چہرہ دیکھ لوں۔ پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

اسی [illegible] کرنل نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں ہاں [illegible] سب سمجھ رہا ہوں۔ تم دماغ کی بازی گری میں مصروف ہو۔ اب تم اپنی اصلیت مجھ سے نہیں چھپا سکو گے۔ سچ سچ بتا دو کہ تم کس لئے پریشان ہو گئے ہو؟"

میں خاموشی سے چلتا ہوا بستر کے پاس گیا۔ پھر نقلی سونیا پہ جھک کر اس کی گردن پہ اور گریبان کے اندر انگلیاں ڈال کر یہ دیکھنے لگا کہ ماسک کہاں تک پہنایا گیا ہے۔ پیچھے گردن پہ ماسک کا جوڑ گھنے بالوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور سامنے گریبان کے پیچھے بھی وہ جوڑ محسوس ہو رہا تھا میں آہستہ آہستہ اس ماسک کو کیلے کے چھلکے کی طرح اتارنے لگا۔ وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں کراہ رہی تھی۔

پردہ اٹھ گیا۔ ہمارے سامنے رُدتھ مائیک بستر پہ لیٹی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر، کرنل، اس کے ماتحت آفیسر اور فوجی نوجوان سب حیرانی سے بے ہوش پڑی ہوئی رُدتھ کو دیکھ رہے تھے۔ کرنل نے کہا۔

"یہ تو وہی ہے جسے ہم نے قلعہ سے فرار ہونے کا موقع دیا تھا تم نے کہا تھا کہ یہ دشمنوں میں جا کر ہمارے لئے جاسوسی کرے گی۔"

"جی ہاں! یہ وہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر سونیا کہاں ہے۔ یہ تم کیا تماشے کر رہے ہو؟"

"میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں تو آپ کے سامنے ہوں۔ دشمن تماشے دکھا رہا ہے۔ سونیا ابھی تک ان کی قید میں ہے۔"

"یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی۔"

"اگر میں پہلے سے جانتا تو اس طرح اسپتال میں پہرہ دینے کے لئے بیٹھا نہ رہتا۔ بہت پہلے ہی سونیا کی تلاش میں نکل جاتا۔"

"اب تم میری اجازت کے بغیر ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہ ہلو گے۔" پھر اس نے آفیسر سے کہا۔

"اسے حراست میں لے لو۔"

اس کا حکم ملتے ہی میرے چاروں طرف اسٹین گن کی نالیاں اٹھ گئیں۔ آفیسر ہتھکڑیاں لے کر میرے سامنے آ گیا۔ میں نے اس سے کہا۔

"ٹھہرئیے! پہلے میرا قصور بتلائیے۔"

"بکواس مت کرو۔" کرنل نے گرج کر کہا۔ "تم نے دھوکے سے آدھی رات تک مجھے اسپتال میں بٹھائے رکھا۔ تم پہلے ہی ٹیلی پیتھی سے معلوم کر سکتے تھے کہ سونیا کو اغوا کیا گیا ہے۔ اسے زہر نہیں دیا گیا۔"

"جناب! دوسری طرف سونیا کو بھی بے ہوش رکھا گیا تھا۔ انہیں شبہ تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعہ اس سے رابطہ قائم کروں گا۔ اب تو دشمنوں کا شبہ بھی یقین میں بدل گیا ہے۔"

"تم نے اپنی ٹیلی پیتھی کے علم کو مجھ سے کیوں چھپایا تھا؟" میں نے کہا۔

"دنیا میں کون ایسا ہے، جو اپنا کوئی چھوٹا یا بڑا راز دوسروں سے چھپا کر نہیں رکھتا۔ آپ کتنے لوگوں کے دل و دماغ میں جھانک کر ان کے ذاتی معاملات کو ٹٹولیں گے۔ میں نے یہ بات چھپا کر کوئی جرم نہیں کیا ہے۔"

"تم نے کتنا بڑا جرم کیا ہے۔ یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور یہ بھی اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے ملک کے داخلی [illegible] مفادات کو کس طرح نقصان پہنچا سکتے ہو۔ میں سونیا کی خاطر تمہیں [illegible] رہا تھا۔ کہ وہ ہوش میں آ کر گرلاش کی بو سونگھتی ہوئی اسے گرفتار کرائے گی [illegible] اب وہ نہیں ہے تو تم بھی نہیں رہو گے۔ لے جاؤ اسے...."

دو نوجوان مجھے کھینچتے ہوئے کمرے سے باہر لے گئے۔ کرنل آفیسر سے کہہ رہا تھا۔

"فی الحال اسے اسپتال کے اسٹور روم میں بند کر دو اور محتاط رہو کہ وہ ہم میں سے کسی کو دماغی طور پر نقصان نہ پہنچائے۔"

اس کے حکم کے مطابق مجھے اسٹور روم میں بند کر دیا گیا۔ کرنل سوچ رہا تھا۔

"صبح ہوتے ہی میں وزارتِ خارجہ کے دفتر سے رابطہ قائم کروں گا۔ انہیں بتاؤں گا کہ فرہاد اب ہمارے لئے کس قدر خطرناک ہو گیا ہے اسے بڑی آسانی سے ہمیشہ چھڑایا جا سکتا ہے۔ وہ پاکستانی باشندہ ہے۔ مگر یہاں باقاعدہ پاسپورٹ کے ذریعے نہیں آیا ہے ہمارے ملک میں اس کی موجودگی کا کوئی کاغذی ثبوت موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اسے گولی مار دی جائے۔"

میں دانت پیستے ہوئے سوچنے لگا۔ کہ لوگ کیسے طوطا چشم ہوتے ہیں۔ جتنی آسانی سے وہ مجھے مارنا چاہتا ہے۔ میں اتنی آسانی سے مرنے کے لئے پیدا نہیں ہوا تھا۔ میں نے سوچ لیا کہ جب یہ لوگ مجھے اسپتال سے باہر لے جائیں گے تو میں فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ ابھی تو صبر کے ساتھ اسٹور روم میں بیٹھنا تھا۔ اس لئے میں نے سونیا کی خبر لی۔

اب وہ اس تاریک کمرے میں تنہا نہیں تھی۔ کچھ لوگ اس کے آس پاس موجود تھے۔ ایک شخص اس کی نبض دیکھتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"تم ہوش میں آ گئی ہو۔ فرہاد نے یقیناً تم سے رابطہ قائم کیا ہو گا؟" سونیا نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں، وہ ابھی تک میرے پاس نہیں آیا ہے۔ پلیز مجھے اس سے ملا دو۔"

اس شخص نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اتنی کمزوری کے باوجود تم چالاکی دکھا رہی ہو۔ تم اس بات کا اعتراف نہیں کرنا چاہتی کہ فرہاد تم سے دماغی رابطہ قائم کرتا ہے۔ شاید تمہیں یقین نہ آئے کہ وہ اپنے چھپے ہوئے علم کو ظاہر کر چکا ہے۔ بہرحال میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ اور اب باقاعدہ تمہارا علاج کروں گا۔"

اس نے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو حکم دیا کہ سونیا کو اٹھا کر لے چلیں۔ دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر ایک اسٹریچر کو کھول کر زمین پہ رکھا۔ پھر سونیا کو اس پہ لٹا کر وہاں سے لے جانے لگے۔ میں نے کہا۔

"سونیا! وہ ڈاکٹر درست کہہ رہا تھا۔ میری خفیہ صلاحیتیں ظاہر ہو چکی ہیں۔ سپر ماسٹر مجھے اپنا دوست بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ اسی لئے اس نے تمہیں قید کر رکھا ہے۔"

"اوہ!" سونیا کی سوچ نے کہا۔ "وہ مجھے یرغمال کے طور پہ استعمال کر رہا ہے۔ کیا تم میری وجہ سے مجبور ہو گئے ہو فرہاد!"

"ہاں، تم صرف میری زندگی ہی نہیں ہو، میری جدوجہد کا ایک اہم حصہ بھی ہو۔ میری داستانِ حیات تمہارے نام سے مکمل ہو گی۔ تم وہاں قید میں رہو اور میں یہاں آرام سے سانس لیتا رہوں ہونا ممکن ہے۔ میں تمہاری کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم کہاں ہو؟ اور کہاں سے گزرتی جا رہی ہو۔ جب اس علاقہ کا پتہ چلے گا تو میں تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

سونیا نے کہا۔

"فرہاد! میں جس عمارت میں ہوں۔ یہاں سے یہ لوگ شاید مجھے باہر نہ لے جائیں۔ ابھی جو ڈاکٹر میرے سامنے ہے۔ کیا تم اس کے دماغ میں جھانک کر اس عمارت سے باہر نہیں دیکھ سکتے؟"

"میں ایسا کر سکتا ہوں۔ لیکن سپر ماسٹر بہت زیادہ محتاط ہے وہ ایسے لوگوں کو تمہارے سامنے بھیجے گا، جو یوگا کے طالب علم ہوں گے۔"

میں اسے یوگا کے متعلق بتانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"اگر وہ لوگ تمہیں عمارت سے باہر نہیں لے جائیں گے تب میں آزمائش کے طور پر اس ڈاکٹر کو اپنا معمول بنانے کی کوشش کروں گا ابھی تو میں خود ہی قیدی بنا بیٹھا ہوں۔"

سونیا نے چونک کر پوچھا۔

"تمہیں کس نے قید کیا ہے؟"

"یہ تقدیر کے کھیل ہیں سونیا! سپر ماسٹر جو دشمن تھا، وہ دوست بنانا چاہتا ہے اور کرنل جو شوہر جیسا دوست، دشمن بن گیا ہے۔ وہ میری ٹیلی پیتھی کے علم سے خوفزدہ ہے۔ اور اب مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

"تم کتنی بری خبر سنا رہے ہو۔ مجھے فوراً بتاؤ۔ کیا تم اس قید میں مجبور رہو گے؟"

"بالکل نہیں! تم فکر نہ کرو۔ میں صرف اس انتظار میں ہوں کہ یہ لوگ مجھے اسپتال کے اسٹور روم سے دوسری جگہ منتقل کرنے باہر لے جائیں گے۔ پھر میں ان سے نمٹ لوں گا۔ اچھا! میں رخصت ہوتا ہوں۔ تم اپنے ماحول کا جائزہ لیتی رہنا۔ میں اس قید سے آزاد ہونے کے بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ خدا حافظ۔"

سونیا سے رخصت ہو کر میں تھوڑی دیر تک اسٹور روم میں بیٹھا دواؤں کی بو سونگھتا رہا۔ پھر میں نے بٹر فلائی کا تصور کیا اس کے بعد اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کی سانس ایک پل کے لئے رک گئی۔ پھر وہ ہڑبڑا کر بستر پہ اٹھ بیٹھی۔ چند ساعتوں تک اس پہ نیند کا خمار رہا۔ وہ گہری گہری سانسیں لیتی رہی۔ نیند کے خمار کے باعث اسے فوراً ہی یاد نہیں آیا کہ میری سوچ کی مداخلت کی وجہ سے اس کی سانس نے رک کر اسے الارم دیا تھا۔ اس کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اف! میں کیسا خواب دیکھ رہی تھی۔ کہ اس طرح چونک کر بیٹھ گئی۔ پتہ نہیں کیا وقت ہوا ہے؟"

اس نے وال کلاک کی جانب دیکھا۔ رات کے دو بج رہے تھے پھر اس کی سوچ نے کہا۔

"میں بارہ بجے تک جاگتی ہوئی فرہاد کا انتظار کر رہی تھی۔ کیونکہ

اسپتال میں پڑی ہوئی نقلی سونیا کو آدھی رات تک ہوش میں آ جانا چاہیئے تھا۔ مگر میری آنکھ لگ گئی۔ اب دو بج رہے ہیں۔ فرہاد نے اب تک میرے دماغ پہ دستک نہیں دی ہے۔ کیا وہ نقلی سونیا ابھی تک ہوش میں نہیں آئی ہے؟ اگر وہ ہوش میں آتی تو فرہاد ضرور میرے دماغ .....“

وہ سوچتے سوچتے ٹھٹھک گئی۔ اسے یاد آ گیا کہ ابھی اس کی سانس ایک پل کے لئے رک گئی تھی۔ میں اس کی سوچ کے ذریعے اس کے خیال کو بھٹکانا چاہتا تھا۔ مگر اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میری سوچ اس کے دماغ سے باہر نکل آئی۔ یوگا کے عمل نے اس کے دماغ کو اتنا حساس اور طاقتور بنا دیا تھا کہ اب وہاں اجنبی سوچ کی لہریں داخل نہیں ہو سکتی تھیں۔

میرا خیال تھا کہ وہ تھوڑی دیر بعد سانس لینے لگے گی۔ اس لئے میں نے پانچ منٹ کے بعد اس کے دماغ میں جھانکنے کی کوشش کی۔ مگر وہاں بدستور سانس رکی ہوئی تھی۔ اسی وقت اس نے آہستہ آہستہ سانسیں چھوڑتے ہوئے کہا۔

”فرہاد! تم میری غفلت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر دوست بن کر باتیں کرو گے تو میں تمہاری سوچ کی لہروں کو قبول کروں گی۔ اور اگر مجھے معمول بنا کر ہمارے مفاد کے خلاف معلومات حاصل کرنا چاہو گے تو میں پھر سانس روک لوں گی۔ بولو تم کیا چاہتے ہو؟“

میں نے کہا۔

”میں وہی چاہتا ہوں، جو نہیں چاہتا۔ یعنی مجبوراً ابھی دوست بن کر باتیں کروں گا۔ مجھے بتاؤ۔ جب میں تمہارے پاس آیا تھا تو تم نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا کہ اسپتال میں رُوتھ سونیا کے میک اپ میں بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔“

بشرٰی فلائی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”وہی تو ایک پتا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم وقت سے پہلے وہ پتا تمہیں نہیں دکھا سکتے تھے۔ تمہیں فریب دینے کی دو وجوہات تھیں ایک تو یہ کہ ہم تمہیں اپنی دوستی کی پیش کش پر غور کرنے کا موقع دینا چاہتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تمہاری اصل سونیا کو بھی بے ہوش رکھا گیا تھا۔ اور ایک بے ہوش عورت کو جاپان سے باہر لے جانے میں ہمیں دشواریاں پیش آ رہی تھیں۔ اسی لئے اِدھر اسپتال میں رُوتھ کو اور اُدھر سمندر کے ساحل پہ سونیا کو پھر ایک بار زہر کا مزہ چکھانا پڑا۔ آخر آٹھ بجے رات کو ایک لانچ کے ذریعے سونیا یہاں سے روانہ کر دی گئی۔“

میں نے کہا ”لانچ کے ذریعے اسے لے جانے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جاپان کے قریب ہی کسی ملک میں گئی ہے۔“

وہ ہنستی ہوئی بولی۔

”تم بہت جلدی اندازے کے تیر چلاتے ہو۔ سونیا تمہارے اندازے سے بہت دُور جا چکی ہے۔ وہ لانچ کے ذریعے ایک چھوٹے سے جزیرے میں بھیجی گئی تھی۔ وہاں سے ایک ہیلی کاپٹر اسے فارموسا لے گیا۔ فارموسا میں اسے ہیلی کاپٹر سے ایک طیارے میں منتقل کر دیا گیا۔ طیارہ اسے لے کر۔۔۔ ہا ہا ہا ہا..... میں آگے نہیں کہہ سکتی۔“

میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں کہا۔

”آگے بتانے میں کیا حرج ہے۔ مجھے کہہ دینا چاہیئے کہ طیارہ اسے لے کر.....“

میں نے وہ سوچ ادھوری چھوڑ دی۔ تاکہ وہ بے اختیار اپنی سوچ میں بولتی چلی جائے۔ لیکن پتہ چلا کہ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ کو متاثر نہیں کر رہی ہیں۔ اس نے پھر سانس روک لی تھی۔ پھر اس نے ٹھہر ٹھہر کر سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔

”فرہاد! ناکام کوششیں نہ کرو۔ تم خیال خوانی کے ہتھکنڈوں سے مجھے بے وقوف نہیں بنا سکو گے۔“

”بشرٰی فلائی! ابھی تم نے میرے ہتھکنڈے نہیں دیکھے ہیں۔ تم صرف بیس منٹ تک سانس روک سکتی ہو۔ اور میں چالیس منٹ تک تمہارے دماغ کے اطراف بھٹکتا رہوں گا۔ جب تم اپنے مقررہ وقت کے بعد سانس لیتے رہنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔ تو میں تمہیں دماغی مریضہ بنا کر رکھ دوں گا۔“

بشرٰی فلائی کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس نے بڑی سنجیدگی سے چیلنج کیا۔

”ٹھیک ہے! تم ایسا کر سکتے ہو۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ تم مجھے پاگل بنا دو گے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ذرا اپنی سونیا کی خبر لیتے رہنا۔ ہمارے آدمی وہاں اسے پاگل بناتے رہیں گے۔“

میں بھول گیا تھا کہ وہ لوگ اتنی سخت جوابی کارروائی کر سکتے ہیں اس نے کہا۔

”فرہاد سونیا کی حالت بہت نازک ہے اسے علاج کے لئے تم سے بہت دُور بھیج دیا گیا ہے اگر تم مجھے نقصان پہنچاؤ گے تو پھر سونیا کو زہر دے دیا جائے گا۔ اس بار وہ زہر کے اثر سے دماغی توازن کھو بیٹھے گی لہٰذا اب فوراً ہی اپنا فیصلہ سناؤ۔ دشمنی کے بدلے دشمنی اور دوستی کے بدلے دوستی۔ دوسرے لفظوں میں دوستی کے بدلے سونیا کی سلامتی۔ بولو کیا چاہتے ہو؟“

میں دشمنی اور دوستی کے ایسے دوراہے پر پہنچ گیا تھا کہ جہاں سے فراریت ممکن نہیں تھی۔ کیا مجھے اپنے بدترین دشمن کی دوستی قبول کر لینی چاہیئے؟

کسی سے دوستی یا دشمنی پلک جھپکتے بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ پلک جھپکتے ہی کرنل ہوشو ہو نے مجھ سے دشمنی مول لی تھی۔ حالات کے ساتھ انسان کا مزاج بدل جاتا ہے اور محبت کے جذبات بھی منہ پھیر لیتے ہیں۔ دوسری طرف سپر ماسٹر مجھے دوست بن کر رہنے پر مجبور کر رہا تھا اور مجھے یہی فیصلہ کرنا تھا کہ وہ سپر ماسٹر جسے میں نے کبھی دیکھا نہیں اور نہ وہ کبھی سامنے آنا چاہتا ہے۔ اس سے مجھے دوستی کرنی چاہیئے یا نہیں؟

میں ہسپتال کے اسٹور روم میں ایک قیدی کی حیثیت سے بیٹھا ہوا دماغ کی اسکرین پر بشرٰی فلائی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک .... کمبل کے سائے میں بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور میرے فیصلے کا انتظار کر رہی تھی۔ پھر اس نے اکتا کر پوچھا۔

”فرہاد! تم سو گئے ہو یا کوئی اہم فیصلہ کر رہے ہو؟“

”میں سوچ رہا ہوں، ابھی تھوڑی دیر بعد جواب دوں گا۔“

”اچھا تو پھر تھوڑی دیر تک میرے دماغ سے باہر رہو۔ میں بستر سے اٹھ کر لباس پہننا چاہتی ہوں۔“

”میں تمہارے دماغ سے نکل ہی رہا تھا۔ یہ کہنا کیا ضروری تھا کہ تم کمبل کے سائے میں بے لباس ہو اور اب لباس پہننے والی ہو۔ یہ تو کھلی دعوت ہوئی کہ اے دیدۂ بینا آ مجھے دیکھ.....“

وہ جھینپ کر بولی ”اونہہ! تمہیں بڑی خوش فہمی ہے۔ مجھے تنہائی میں دیکھنے والا بہت ہی خوش نصیب ہو گا۔ وہ تم نہیں ہو۔“

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ اپنے دماغ کے ننگے حمام سے مجھے باہر بھگا دیا۔ اب وہ بڑے اطمینان سے سانس روک کر لباس بدل سکتی تھی۔ ”انگور کھٹے ہیں“ میں اُسے بھول کر سپر ماسٹر سے دوستی کے فوائد اور نقصانات پر غور کرنے لگا۔

سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ سونیا کی سلامتی کی ضمانت مل جاتی۔

دوسرا فائدہ یہ تھا کہ سپر ماسٹر مجھے بآسانی جاپان سے باہر لے جاتا۔

تیسرا فائدہ یہ کہ سپر ماسٹر بہت پہلے کہہ چکا تھا کہ وہ اپنی تنظیم میں مجھے ماسٹر کا عہدہ دینا چاہتا ہے۔ میں دنیا کے ہر ملک میں ایک شہنشاہ کی طرح زندگی گزار سکتا تھا۔ اور سونیا کو بھی مادام کا عہدہ دوبارہ حاصل ہو جاتا۔

ایک اور اہم فائدہ تھا میرے ملک کی ایک مائیکرو فلم سپر ماسٹر کے پاس رہ گئی تھی۔ میں دوستی کی شرائط پر اسے حاصل کر سکتا تھا۔

ان فوائد کو گننے کے بعد میں نقصانات کے متعلق سوچنے لگا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ میری انا کو ٹھیس پہنچتی۔ مجھے ناقابلِ شکست سمجھا جاتا تھا اور میں مجبوراً اور بے بس ہو کر دوستی کا ہاتھ بڑھاتا۔

دوسری بات یہ کہ میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا۔ میں نے مجرم بننے یا مجرموں کا ساتھ دینے کے لیے ٹیلی پیتھی کا علم نہیں سیکھا تھا۔

تیسری بات یہ کہ مجھ جیسا آزاد رہنے والا تنظیم میں ماسٹر کا عہدہ حاصل کرنے کے باوجود سپر ماسٹر کا ماتحت بن کر رہتا۔ اور یہ بات میرے مزاج کے خلاف ہوتی۔

اور سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ سپر ماسٹر مجھے اپنا پابند بنا کر رکھنے کے لیے از سرِ نو میرے جرائم کے ریکارڈ مرتب کرتا رہتا۔ ایک بار تو میں نے وہ تمام ریکارڈ ضائع کر دیئے تھے مگر دوسری بار وہ مجھے اس کا موقع نہ دیتا۔

کبھی میرا ضمیر کہتا کہ مجھے اس تنظیم کا ایک فرد نہیں بننا چاہیئے۔ کبھی دماغ سمجھاتا کہ حالات کے تحت اپنے اصولوں میں ذرا لچک پیدا کرنی چاہیئے ہر شخص اِدھر یا اُدھر کا فیصلہ کرتے وقت اسی طرح کشمکش میں مبتلا رہتا ہے۔ ان حالات میں دانشمندی یہ ہوتی ہے کہ جذبات کی رَو میں بہہ کر کسی فیصلہ تک پہنچنے کی کوشش نہ کی جائے۔

لہٰذا جب میں نے جذبات کو الگ کیا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ سپر ماسٹر سے دوستی کرنے میں صرف میری ذات کو نقصان پہنچے گا۔ صرف میری انا کو ٹھیس پہنچے گی اور مجھے آئندہ بلیک میل کرنے کے لیے میرے جرائم کے ریکارڈ تیار کیے جائیں گے۔

اس لیے میں نے فوائد پر نظر رکھی یعنی سونیا کی سلامتی اور مائیکرو فلم کی واپسی۔ ان دو اہم مقاصد میں کامیاب ہونے کے بعد مجھ جیسا آزاد پنچھی پھر اس پنجرے میں نہیں رہ سکتا تھا۔ میں موقع پاتے ہی پنجرہ توڑ کر نکل سکتا تھا۔ یہ سوچنے کے بعد جب میں نے اپنے فیصلہ پر نظرِ ثانی کی تو اور بھی فوائد نظر آئے۔ میں اس تنظیم میں رہ کر اس کی ایک ایک رگ سے واقف ہو سکتا تھا۔ اس تنظیم کو رفتہ رفتہ اندر سے بالکل ہی کھوکھلا کر سکتا تھا اور اگر قسمت ساتھ دے تو سپر ماسٹر کی شہ رگ تک پہنچ سکتا تھا۔

اس فیصلہ پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد میں نے بشرٰی فلائی کے دماغ پر دستک دی۔ اس کی سانس نے سلام دیا۔ پھر وہ اعتدال سے سانس لیتی ہوئی بولی۔

”ہیلو فرہاد! میں لباس پہن چکی ہوں۔ اب جلدی سے اپنا فیصلہ سنا دو۔“

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

”میری یہ فیصلہ کرنے والی سوچ تمہارے حُسن کی چکناہٹ پر پھسل گئی ہے۔“

وہ ایکدم سے چونک کر بولی۔

”کیا مطلب؟ کیا تم مجھے لباس پہنتے ہوئے دیکھ رہے تھے مگر کیسے؟ نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے یوگا کے عمل سے اپنے دماغ کو پتھر بنا لیا تھا۔ تم میرے دماغ سے مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔“

”تم درست کہہ رہی ہو۔ تمہارے یوگا کے عمل کے دوران میں تمہیں نہیں دیکھ سکا مگر تصور کی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔“

وہ اطمینان کی سانس لے کر ہنستی ہوئی بولی۔

”مرد بڑے ندیدے ہوتے ہیں۔ عورت پردے میں چھپ جائے تو

اسے تصور کی انگلیوں سے ٹٹولنے لگتے ہیں۔ چلو اب باتوں میں نہ الجھاؤ۔ اپنا فیصلہ سناؤ۔"

"فیصلہ تمہاری توقع کے مطابق ہے لیکن میری چند شرائط ہوں گی۔"

"منظور ہے۔ اپنی شرائط بیان کرو۔"

"مسٹر فلائی! میں ایسے اہم معاملات میں صرف اپنی سطح کے آدمی سے بات کروں گا۔ اگرچہ تمہارا سپر ماسٹر میری سطح سے بہت نیچے ہے تاہم اس سے میں اس لیے بات کروں گا کہ وہ تم لوگوں کی برادری میں اونچا ہے۔"

"فرہاد! تم اس معاملہ میں مجھ سے گفتگو نہ کر کے میری بے عزتی کر رہے ہو۔"

"ذرا صبر کرو۔ جب میں تمہاری تنظیم میں آؤں گا تو تمہیں عزت کے نبتے بتا دوں گا۔ فی الحال بکواس نہ کرو۔ میرا فیصلہ اپنے ماسٹر تک پہنچا دو۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر بڑی عاجزی سے بولی۔

"تم دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہو۔ اس لیے تمہاری ہر خواہش ہمارے لیے ایک حکم کا درجہ رکھے گی۔ میں تمہارے اس حکم سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ مگر تم چاہو تو میرے ذریعہ یہ معاملات طے کر کے میری پوزیشن بڑھا سکتے ہو۔"

"یہ پوزیشن کیسے بڑھائی جاتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ میں نے سپر ماسٹر کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ وہ مجھے بہت عزیز رکھتا ہے۔ تمہیں دوست بنانے کا کارنامہ تو ایسا ہو گا کہ اس کے صلے میں مجھے مادام کا عہدہ مل جائے گا۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ میری اتنی سی بات مان لو۔ تم چاہو تو اس کے بدلے اپنی کوئی بات مجھ سے منوا سکتے ہو۔"

"جب میں تمہارے سپر ماسٹر کی سرکار میں آؤں گا تو سرکاری طور سے اپنی ہر بات تم سے منوا لوں گا۔"

"میرا مطلب ہے کہ تم غیر سرکاری طور پر بھی مجھ سے ..... یعنی کہ تم چاہو تو ..... اوہ میں نہیں بول سکتی۔ تم خود سمجھ لو نا؟"

"میں آجکل مولوی بن گیا ہوں۔ تم جیسی حسیناؤں کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ بہرحال میں یہ نہیں چاہتا کہ اس تنظیم میں تمہاری ترقی رک جائے۔ میں سپر ماسٹر کے سامنے تمہارے حوالے سے باتیں کروں گا اور تمہیں مادام کا عہدہ دینے کی سفارش کروں گا۔"

"فرہاد! تم بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا ہو۔ سپر ماسٹر سے روبرو گفتگو کرنا چاہتے ہو۔ اس عظیم ہستی کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا بھلا تم کیسے دیکھ لو گے؟"

"بکواس نہ کرو عظیم ہستی صرف خدا کی ہے۔ پردۂ راز میں صرف وہی رہنا جانتا ہے۔ اگر سپر ماسٹر کو اس بات کا غرور ہے تو میں ایک دن اسے بیچ بازار میں ننگا کر دوں گا۔"

"یہ تم دوستی کی نہیں دشمنی کی باتیں کر رہے ہو۔"

"جہاں میرے مذہبی عقاید کو ٹھیس پہنچے گی وہاں میں تم لوگوں کی دوستی پر تھوک دوں گا۔"

"فرہاد! اتنا غصہ دکھاتے وقت یہ نہ بھولو کہ سونیا ہماری معیت میں ہے۔"

"سونیا یا دنیا کا کوئی بھی رشتہ خدا اور بندے کے رشتے سے زیادہ عزیز نہیں ہوتا۔ اس مرحلہ پر کسی قسم کی دھمکی مجھے مجبور نہیں کر سکے گی۔"

بشر فلائی تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو کر سوچنے لگی۔ اس کی سوچ نے اسے سمجھایا کہ دوستی کے مرحلہ پر پہنچ کر اگر فرہاد ہاتھ سے نکل جائے گا تو سپر ماسٹر کی نظروں سے گر جائے گی۔ لہٰذا جھگڑے والی بات کو طول نہیں دینا چاہیے۔ جتنی جلد ہو سکے سپر ماسٹر کو یہ خوشخبری پہنچا دینا چاہیے کہ فرہاد ہماری تنظیم میں شامل ہونے پر آمادہ ہو گیا ہے۔

سوچتے سوچتے وہ ٹھٹھک گئی۔ اسے یاد آیا کہ وہ سانس روک کر مجھے اپنے دماغ سے نکالے بغیر ایسی باتیں سوچتی جا رہی ہے اس نے جلدی سے پوچھا۔

"تم میری سوچ کو پڑھ رہے ہو نا؟"

"تمہیں یہ نہیں پوچھنا چاہیئے جبکہ میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں۔ ویسے تم وقت ضائع کر رہی ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرتی ہوں۔ اب تم میرے دماغ سے نکل جاؤ۔ آدھ گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرنا۔"

"ٹھہرو! شاید آدھ گھنٹہ بعد میں تمہیں زندہ نہ ملوں۔"

"کیوں۔ خودکشی کا ارادہ ہے کیا؟"

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ کرنل جوشو ہو نے مجھے ہسپتال کے اسٹور روم میں بند کر دیا ہے۔ اب وہ مجھے گولی مار دینا چاہتا ہے۔"

"نہیں۔" وہ پریشان ہو کر بے یقینی سے بولی۔ "یہ کیسے ہو سکتا۔ وہ تو اب تک تم پر بڑا مہربان تھا۔ تمہاری صلاحیتوں سے اپنا الو سیدھا کر رہا تھا۔"

"اب الو ٹیڑھا ہو گیا ہے۔ یہ تو تم جانتی ہی ہو کہ کرنل کو میری ٹیلی پیتھی کا علم ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ میں یہاں کی سیکرٹ سروس کے تمام رازوں کی تہہ تک پہنچ سکتا ہوں۔ اور دوسرے ملکوں سے ان رازوں کا سودا کر سکتا ہوں۔"

"بیچارہ ٹھیک ہی سوچ رہا ہے۔ تمہاری یہ ٹیلی پیتھی بڑی خطرناک ہے۔ کیا تم اس کے سہارے بچ کر نہیں نکل سکتے؟"

"دشمن ایک یا دو ہوں تو میں اپنی جان بچا لوں گا لیکن گولی مارتے وقت فائرنگ اسکواڈ میں کم از کم چھ نشانہ باز ہوتے ہیں۔ میں بیک وقت سب ہی کے دماغوں کو کنٹرول نہیں کر سکوں گا۔"

"ہم ...!" وہ سوچنے لگی۔ "واقعی ان حالات میں تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کام نہیں آسکتیں۔ اب تمہیں ایک عام آدمی کی طرح اپنی سلامتی کے لیے جدوجہد کرنی ہو گی۔ فکر نہ کرو۔ تمہاری سلامتی ہمیں بھی

عزیز ہے۔ ہمارے آدمی تمہاری خاطر یہاں کے فوجیوں سے ٹکرا جائیں گے۔ اچھا اب میرے دماغ سے نکل جاؤ۔ میں تمہاری حفاظت کے لیے انتظامات کر رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ مجھ سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ میں اسٹور روم کے ماحول میں واپس آگیا۔ اور اپنی کلائیوں پر پڑی ہوئی ہتھکڑیوں کو دیکھنے لگا۔ میرے ہاتھ باندھ دیئے گئے تھے۔ میں ہاتھا پائی نہیں کر سکتا تھا۔ میرے پاس کوئی ہتھیار بھی نہ تھا۔ اور ٹیلی پیتھی کا جو ہتھیار تھا وہ بیک وقت تمام دشمنوں پر آزمایا نہیں جا سکتا تھا۔ لہٰذا آرام سے بیٹھ کر دو ہی کام کرنے تھے۔ ایک تو سپر ماسٹر کی طرف سے پہنچنے والی امداد کا انتظار کرنا تھا۔ دوسرے خیال خوانی کے ذریعہ اہم افراد سے رابطہ قائم کرتے رہنا تھا۔

بڑی دیر کے بعد میں پھر کرنل جوشو ہو کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعہ وزارت خارجہ کے چیف سیکرٹری سے باتیں کر رہا تھا۔ اوپر سے اسے ہدایات مل رہی تھیں کہ فرہاد کو گولی مارنے کی بجائے کچھ اس طرح سمجھوتہ کیا جائے کہ وہ ہر حال میں ہمارے سامنے محکوم و مجبور رہے۔

کرنل نے پوچھا۔ "وہ کس طرح؟"

جواب ملا۔ "فرہاد سے کہا جائے کہ وہ ایک ہی شرط پر زندہ رہ سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ اپنے وطن پاکستان کے اہم راز ہمارے حوالے کرے۔ اگر وہ ہم سے غداری کرے گا تو ہم اس کی حکومت کو بلیک میل کریں گے۔"

کرنل نے کہا۔ "وہ محب وطن ہے۔ ہماری یہ شرط نہیں مانے گا۔"

"نہ مانے تو اس کی موت لازمی ہو گی۔ اوور اینڈ آل۔"

کرنل ٹرانسمیٹر کو آف کرنے کے بعد سوچنے لگا۔ اسے پورا یقین تھا کہ فرہاد اپنی جان بچانے کے لیے اپنے ملک کے خلاف کوئی کام نہیں کرے گا۔ اس سے باتیں کرنا گویا وقت ضائع کرنا ہے۔ اسے فوراً ہی ختم کر دینا چاہیئے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"آخر ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ مجھے فرہاد سے اس قدر خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس سے بات کر لینا بہتر ہو گا۔ بڑے بڑے تیس مار خاں موت کو سامنے دیکھ کر اپنے ملک سے غداری پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ شاید وہ بھی راضی ہو جائے۔"

میں نے اس کے خیالات کا رخ موڑ دیا۔ وہ اسی پہلو سے سوچنے لگا۔ میں نے اسے چھوڑ کر بشر فلائی سے رابطہ قائم کیا۔ اس کی سانس کو جھٹکا پہنچتے ہی وہ بولی۔

"ہیلو فرہاد! ابھی میں تمہارے ہی لیے مصروف ہوں۔ ہمارے مسلح نوجوان اس ہسپتال کو گھیرنے کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔ کرنل کے آدمی جیسے ہی تمہیں ہسپتال کے باہر لائیں گے ان پر حملہ کر دیا جائے گا۔ ہماری تنظیم کے ایک ماسٹر دوستی کے سلسلہ میں تم سے براہ راست گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ بتاؤ تم ان سے دماغی رابطہ کیسے قائم کرو گے؟"

"وہ ماسٹر کہاں ہے؟"

"اس وقت میرے سامنے موجود ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم ان سے باتیں کرو۔ میں ان کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا۔"

بشر فلائی نے ماسٹر کو مخاطب کیا۔

"ماسٹر! مسٹر فرہاد چاہتے ہیں کہ میں آپ سے باتیں کروں۔ کیا آپ اپنا تعارف کرانا پسند کریں گے؟"

ماسٹر کا جواب بشر فلائی کے دماغ نے ریسیو کیا اور میں اس کے دماغ کی نشر گاہ سے سننے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"جب تک ہمارے اور مسٹر فرہاد کے درمیان دوستی کے معاملات طے نہ ہو جائیں میں اپنا صحیح تعارف نہیں کرا سکتا۔ بہتر ہے کہ پہلے ہم دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں۔ اگر مسٹر فرہاد میری باتیں سن رہے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ ہم نے اپنی دوستی کی ابتدا کر دی ہے۔ ہمارے آدمی ان کی حفاظت کے لیے اپنی جان کی بازی لگانے گئے ہیں۔"

میں نے ماسٹر سے براہ راست گفتگو کرنے کے لیے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ایک پل کے لیے اس کی سانس بھی رک گئی۔ پھر وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"مسٹر فرہاد! میں اپنے دماغ کی نگری میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ آپ میری سانس کے ایک جھٹکے سے سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ میرا تعلق اس تنظیم کی لوگا آرمی سے ہے۔"

"ہاں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ سپر ماسٹر نے صرف مجھ سے محتاط رہنے کے لیے اپنی تنظیم کا ڈھانچہ بدل دیا ہے۔ اب وہی لوگ تنظیم کے ماسٹر اور مادام بنتے ہوں گے جو سانسیں روک کر مجھے اپنے دماغوں سے باہر نکالنا سیکھ گئے ہوں۔ کیوں میں درست کہہ رہا ہوں نا؟"

"ہاں۔ یہ درست ہے۔ فی الحال یہ ہماری گفتگو کا موضوع نہیں ہے۔ ہمیں کام کی باتیں کرنی چاہیئے۔"

"میں صرف سپر ماسٹر سے کام کی باتیں کر سکتا ہوں۔"

"مسٹر فرہاد! آپ بے جا ضد نہ کریں۔ میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں پہلے آپ سن لیں۔ دیکھئے آپ سے معاملات طے کرنے کے لیے ایک خاص جگہ مقرر کی گئی ہے۔ وہاں تنظیم کے تمام ماسٹر آئیں گے ہماری اور آپ کی تمام گفتگو براہ راست سپر ماسٹر تک پہنچتی رہے گی اور آپ کو اسی وقت سپر ماسٹر کی طرف سے تمام باتوں کا جواب ملتا رہے گا۔ اس سے زیادہ آپ کی عزت افزائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہمارا سپر ماسٹر براہ راست آپ سے گفتگو کرے گا۔ صرف نظر نہیں آئے گا۔"

میں سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ مجھے یہ مشورہ مان لینا چاہیئے۔ فی الحال اتنا کافی ہے کہ سپر ماسٹر سے براہ راست گفتگو ہو گی۔ پھر رفتہ

رفتہ اس پردہ نشین کو بے نقاب کرنے کا موقع بھی آجائے گا۔ میں نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"ماسٹر! تمہارے اس مشورہ کو میں قبول کرتا ہوں۔ لیکن تمہیں ماسٹر کہتے وقت یوں لگتا ہے جیسے میں ایک بچے کی طرح اپنے اسکول ماسٹر کو مخاطب کر رہا ہوں"۔

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "موت آپ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور آپ زندہ دلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ بھئی کمال ہے۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ ہمارے آدمی آپ کو مسلح فوج کے درمیان سے نکال کر لے آئیں گے"؟

"نہیں"۔ میں نے جواب دیا۔ "مجھے خدا کے سوا کسی پر یقین نہیں ہے۔ میں اس لیے بھی خطرات سے بچ نکلتا ہوں کہ میرا ایمان اور میری قوت ارادی کبھی کمزور نہیں پڑتی۔ تمہارے جو آدمی مجھے بچانے کے لیے یہاں پہنچ رہے ہیں یا پہنچ چکے ہیں وہ میرے لیے اپنی جانیں تو دے سکتے ہیں مگر کسی کی بدنصیبی سے نہیں جیت سکتے"۔

"مسٹر فرہاد! آپ کی اس بات سے مایوسی کا اظہار ہو رہا ہے اور مایوسی آپ کو زیب نہیں دیتی"۔

"یہ تمہارے سمجھنے کا پھیر ہے۔ میں مایوس نہیں ہوں۔ صرف یہ حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ بعض اوقات بدنصیبی ٹالے نہیں ٹلتی۔ مجھے بچانے کے سلسلہ میں کوئی دوسری تدبیر کرو تو بہتر ہے"۔

"آپ کے ذہن میں کوئی تدبیر ہو تو بتائیں"۔

"ایک تدبیر ہے۔ غور سے سنو۔ پچھلے دن شام کو میں نے گرلاش بن کر کرنل کی بیٹی سوزدکو کو اغوا کیا تھا"۔

"کیا واقعی؟ آپ نے ایسا کیوں کیا تھا"؟

"اس کی وجہ یہ تھی کہ کرنل اپنی بیٹی کو مجھ سے منسوب کرنے کے لیے میری سونیا کو راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔ میں نے کرنل کی نظروں میں سونیا کی اہمیت واضح کرنے کے لیے سوزدکو کے سامنے گرلاش کا روپ اختیار کیا۔ وہ بھاگتی ہوئی اپنے باپ کے پاس پہنچی اور اسے بتایا کہ گرلاش نے چوبیس گھنٹے کے اندر پھر اس پر حملہ کرنے کی دھمکی دی ہے۔ کرنل پریشان ہو کر میرے پاس آیا۔ میں نے کہا صرف سونیا ہی گرلاش کی بو سونگھ کر اس کا تعاقب کر سکتی ہے اور اسے گرفتار کرا سکتی ہے"۔

ماسٹر نے اس پلاننگ سے متاثر ہو کر کہا۔

"کمال ہے۔ سپر ماسٹر درست کہتا ہے کہ شیطانی منصوبے بنانے میں آپ کا جواب نہیں ہے۔ میں سمجھ گیا۔ ایسی صورت میں کرنل اپنی بیٹی کی خاطر سونیا کو زندہ سلامت رکھنے پر مجبور ہو گیا ہوگا"۔

"ہاں"۔ میں نے کہا۔ "اب سونیا تم لوگوں کے پاس ہے لیکن اب بھی کرنل کو مجبور کیا جا سکتا ہے"۔

"وہ کیسے؟ کیا سوزدکو کو پھر اغوا کیا جائے"؟

"ہاں۔ میں نے گرلاش بن کر چوبیس گھنٹے کی وارننگ دی تھی۔ ابھی چوبیس گھنٹے پورے نہیں ہوتے ہیں لہٰذا گرلاش کی دھمکی پر عمل کرنا چاہیے"۔

"بہت عمدہ تدبیر ہے۔ ہم سوزدکو کے بدلے آپ کا مطالبہ کریں گے۔ مگر وہ لڑکی کہاں ہے"؟

"میں ابھی معلوم کر کے بتاتا ہوں۔ اس وقت تک تم ایک نقلی فرہاد تیار کرو۔ تاکہ سوزدکو راضی خوشی اسے اپنا محبوب سمجھ کر اس کے ساتھ جا سکے"۔

"آل رائٹ۔ ایک گھنٹہ میں ڈمی تیار ہو جائے گی"۔

میں نے اس سے رابطہ ختم کر کے سوزدکو کی خبر لی۔ وہ فوجی ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں بستر پر لیٹی ہوئی سوچ رہی تھی۔

"میں نے پپا سے بدتمیزی کی ہے۔ نہ جانے مجھے فرہاد کے سامنے کیا ہو جاتا ہے۔ میں دیوانی ہو جاتی ہوں۔ ایسے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ باپ سے گستاخی کر رہی ہوں۔ مجھے پپا سے معافی مانگنی چاہیئے"۔

اسی وقت میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔

"ہیلو سوزدکو! میں تمہارا فرہاد بول رہا ہوں"۔

وہ ہڑبڑا کر بستر سے اٹھ بیٹھی اور چاروں طرف متلاشی نظروں سے دیکھنے لگی۔ پھر اسے خیال آیا کہ فرہاد کا لہجہ اس کے دماغ سے ابھرا تھا۔ میں نے کہا۔

"تم ٹھیک سوچ رہی ہو۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ تم سے مخاطب ہوں"۔

وہ اپنے دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگی۔

"ٹیلی پیتھی ——؟ ہاں یاد آیا پپا کہہ رہے تھے کہ فرہاد ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ دوسروں کے دماغ کی باتیں پڑھ لیتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا فرہاد ابھی مجھ سے بول رہا تھا"؟

"ہاں میری جان۔ میں اب بھی تم سے مخاطب ہوں"۔

"مگر میں کیسے یقین کروں۔ فرہاد تو یوں بھی تنہائی کے وقت میرے دماغ میں بولتا رہتا ہے"۔

"میں ابھی یقین دلاتا ہوں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ جب میں کسی کے دماغ پر قبضہ کرتا ہوں تو میرا معمول میری مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اب تم اپنی ہتھیلی کو میرے نام پر چوم کر اپنے سینے سے لگاؤ گی۔ یہ دیکھو یہ تم عمل کر رہی ہو"۔

اس کی سوچ نے کہا۔ "میں ایسا نہیں کروں گی دیکھتی ہوں کہ فرہاد نے کس طرح میرے دماغ پر قبضہ کیا ہے۔ مجھے تو یقین نہیں آتا"۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مگر یہ میری ہتھیلی میں عجیب سے سرسراہٹ کیوں ہو رہی ہے۔ میں ہتھیلی کو نہیں چوموں گی۔ صرف دیکھوں گی"۔

اس نے ہتھیلی کو چہرے کے سامنے لا کر دیکھا۔ میں نے اس کی سوچ میں نام لیا۔ "فرہاد ......"

اس کے منہ سے بے اختیار فرہاد نکلا۔ میں نے کہا۔

"ہائے تمہیں چومے ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا ہے۔ میرا دل تڑپ رہا ہے۔ تمہاری چاہت سے انکار نہیں کر سکتی۔ تمہارے نام کو ضرور چوم رہی ہوں"۔

اس نے بے اختیار ہتھیلی کو چوم لیا۔ میں نے کہا۔ "سینے پر......" کا ہاتھ سینے پر چلا گیا۔

جب دماغ حکم دے رہا ہو تو دماغ والا کیسے عمل نہیں کرے گا۔ تک انسان زندہ رہتا ہے دماغ کے تابع فرمان رہتا ہے۔ وہ کر اپنی ہتھیلی کو دیکھنے اور اپنے لبوں کو چھونے لگی۔ وہ اپنے آپ پوچھ رہی تھی۔

"کیا میں نے واقعی ابھی ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ فرہاد کہہ رہا تھا۔ ہاں میں نے ہوش میں رہ کر ہتھیلی کو چوم کر سینے سے لگایا ہے"۔

وہ دماغی طور پر بری طرح الجھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"میری سوزی! یقین کر لو کہ میں تمہارے دماغ کے اندر بول رہا ہوں"۔

"ہاں۔ ہاں۔ یقین کرنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ کسی نے سوچ کے ذریعہ گفتگو نہیں کی۔ ہائے تم کیسے ہو؟ دنیا سے لے ہو۔ جی چاہتا ہے۔ اڑ کر تمہارے پاس چلی آؤں"۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود تمہارے پاس آ رہا ہوں"۔

"واقعی۔ جی"۔ وہ خوش ہو گئی پھر مایوس ہو کر بولی۔ "مگر تم کیسے آؤ گے۔ تمہارے خلاف ہیں۔ اب تمہیں میرے قریب آنے کی اجازت دیں گے"۔

"تم میرے مشورے پر عمل کرو۔ اپنے پپا سے معافی مانگ کر ان سے کہہ دو کہ تم نے فرہاد کا خیال دل سے نکال دیا ہے۔ پھر تمہیں گھومنے کی آزادی مل جائے گی۔ اب صبح ہونے والی ہے۔ تم نیشنل پارک جانے کی اجازت لے لینا"۔

"مگر وہ مسلح پہریداروں کے ساتھ جانے کی اجازت دیں گے ہمیں گرلاش کی طرف سے خطرہ ہے"۔

"تم فکر نہ کرو۔ پہریداروں کے ساتھ ہی پارک کی طرف جانا۔ میں بہرحال میں تم سے آ کر ملوں گا"۔

"لیکن میں کس طرح پہچانوں گی کہ وہ تم ہو یا گرلاش ہے"؟

"کوڈ ورڈز یاد رکھو۔ تم مجھے دیکھتے ہی کہنا "جدائی کی رات گزر گئی ہے"۔ جواب میں میں کہوں گا۔ "پیار کی صبح جوان ہے""۔

"ونڈر فل"۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ "کیسا نہائی رومانس ہے۔ میں ضرور آؤں گی"۔

"ہاں۔ مگر ٹھیک ایک گھنٹہ بعد۔ ابھی اپنے پپا کو فون کر کے معافی مانگو ان کا اعتماد حاصل کرو۔ اچھا اب رخصت ہوتا ہوں۔ پارک میں ملاقات ہو گی"۔

میں نے اس سے نجات حاصل کر لی۔ اس کے بعد میں نے سونیا کی خبر لی۔ اس وقت چاروں طرف کی الجھنیں ایسی تھیں کہ باری باری ہر ایک کے ذہن میں جھانکتے ہوئے سونیا تک پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی لیکن کوئی خطرے کی بات نہیں تھی۔ گرلاش کے نمبر نے اسے بہت ہی کمزور اور بیمار بنا کر رکھ دیا تھا۔ اس لیے ہر وقت نیند اس پر غالب آ جاتی تھی۔ میں چپ چاپ اس کے خوابیدہ ذہن میں جھانکتا رہا۔ وہ تمام فکر و پریشانی سے آزاد ہو کر آرام سے سو رہی تھی۔

میں نے اسے بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ میں بعد میں بھی معلوم کر سکتا تھا کہ اسے کسی ہسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔ یا تنظیم کے کسی خفیہ اڈے میں اس کا علاج ہو رہا ہے۔ وہ بیچاری صحت مند ہونے کے بعد ہی یہ معلومات حاصل کر سکتی تھی کہ اسے کس ملک کے کس شہر میں رکھا گیا ہے۔ اس کے بعد میں نے سومی کو کی خبر لی۔ وہ مظلوم لڑکی بھی بجلی کے جھٹکے کھانے اور طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرنے کے بعد تھک ہار کر سو گئی تھی۔

میں نے اپنی رسٹ واچ دیکھی۔ پھر ماسٹر کے دماغ پر دستک دی۔ اس کی سانس ایک جھٹکے سے رک کر چلنے لگی۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"ہیلو مسٹر فرہاد۔ میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں دوسرا فرہاد تیار ہو رہا ہے۔ پندرہ بیس منٹ میں وہ ایکدم مکمل ہو جائے گا۔ آپ کرنل کی بیٹی کا پتہ بتائیں"۔

"میں نے خیالی خوانی کے ذریعہ کرنل کی بیٹی سوزدکو کو ٹھیک پینتالیس منٹ بعد نیشنل پارک کی طرف جانے کے لیے کہا ہے۔ اس سلسلہ میں تم ضروری باتیں نوٹ کر لو۔ پہلی بات تو یہ کہ کرنل اپنی بیٹی کو پارک میں جانے کی اجازت نہیں بھی دے سکتا ہے۔ ایسی صورت میں میں کوئی دوسری تدبیر کروں گا۔ تمہیں منصوبہ کی تبدیلی کی اطلاع ملتی رہے گی۔

دوسری بات یہ کہ اگر سوزدکو کو پارک میں جانے کی اجازت ملے گی تو اس کی حفاظت کے لیے مسلح جوان ہوں گے۔ انہیں بڑی ہوشیاری سے ٹریپ کرنا ہوگا۔ سوزدکو اگر نقلی فرہاد سے کوڈ ورڈز میں کہے گی کہ "جدائی کی رات گزر چکی ہے"۔ تو جواب میں نقلی فرہاد کہے گا کہ "پیار کی صبح جوان ہے"۔ اگر پیار سے وہ حاصل نہ ہو سکی تو پھر کرنل کے آدمیوں سے ٹکرا جانا......"

اتنا کہتے ہی اسٹور روم کا دروازہ کھلنے لگا۔ میں نے ماسٹر سے کہا۔

"مجھے ہسپتال کے جس اسٹور روم میں بند کیا گیا ہے اس کا دروازہ کھل رہا ہے۔ شاید یہ لوگ مجھے یہاں سے باہر لے جائیں گے۔ تم انتظار کرو۔ میں پھر رابطہ قائم کروں گا"۔

اسٹور روم کے کھلے ہوئے دروازے پر ایک آفیسر اور دو مسلح نوجوان آگے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ آفیسر نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ میں چپ چاپ اسٹور روم سے نکل کر ان کے ساتھ چلنے لگا۔ ہسپتال کے ایک کمرے میں کرنل تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو

کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا۔ دو اسٹین گنوں کا رُخ میری جانب تھا۔ کرنل نے مجھے بیٹھنے کے لیے نہیں کہا۔ کیونکہ جھوٹی محبت اور مروت سب ختم ہو چکی تھی۔

وہ ریسیور کان سے لگائے اپنی بیٹی سے باتیں کر رہا تھا۔ اس لیے میں انتظار کی حالت میں کھڑا رہا۔ وہ سونددکو سے کہہ رہا تھا۔

"تم مصروفیت کے وقت ڈسٹرب نہ کیا کرو۔ میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ تم بار بار فون نہ کرو۔"

میں نے ٹیلی پیتھی کے ریسیور سے سونددکو کی آواز سنی۔

"پپا! اگر آپ نے مجھے دل سے معاف کر دیا ہے تو مجھے اس فوجی ہیڈ کوارٹر سے نکلنے دیں۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ صبح کے وقت میں پارک میں چہل قدمی کے لیے جاؤں گی۔"

کرنل نے اعتراض کیا۔

"باہر تمہارے لیے خطرہ ہے۔ کیا اب تمہیں گرلاش سے ڈر نہیں لگتا ہے؟"

"پپا! ڈرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ دو مسلح جوانوں کو میرے ساتھ بھیج دیں۔ پلیز پپا! اس ماحول میں میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

میں نے فوراً ہی کرنل کی سوچ میں کہا۔

"میری بیٹی بہت ہی نازک مزاج ہے۔ یقیناً اس کا دل گھبرا رہا ہوگا۔ اسے اجازت دے دینا چاہیے۔ ورنہ یہ لڑکی بار بار فون کرتی رہے گی اور میں فرہاد کے ساتھ سکون سے معاملات طے نہیں کر سکوں گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک میری سوچ کے اشاروں پر سوچتا رہا۔ پھر اس نے فون پر ایک آفیسر کو طلب کیا اور اسے حکم دیا کہ تین مسلح جوانوں کی نگرانی میں سونددکو کو نیشنل پارک جانے کی اجازت دے دی جائے۔ پھر وہ ریسیور رکھ کر مجھ سے مخاطب ہوا۔

"فرہاد! تم اپنا انجام جانتے ہو؟"

"انجام تو صرف خدا جانتا ہے۔ ویسے آپ کا سوچا ہوا انجام یہ ہے کہ مجھے گولی ماردی جائے گی یا میرے ملک کی کوئی کمزوری اپنے ہاتھ میں لے کر مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا ماتحت بنا لیا جائے گا۔"

وہ ایک دم سے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"اوہ میں بار بار بھول جاتا ہوں کہ یہ کمبخت ٹیلی پیتھی کے ذریعہ میلوں دور کی سرگوشیاں سن لیتا ہے۔" اپنی حماقت کا پتہ چلتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور غصہ میں چیخ کر بولا۔

"میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔"

"یہ تو آپ کرنے والے ہیں لیکن اوپر سے جو احکامات آتے ہیں۔ آپ کو ان پر بھی عمل کرنا ہوگا۔ پہلے آپ مجھ سے سوال کریں کہ میں زندگی چاہتا ہوں یا موت؟"

کرنل نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"جو ہر انسان چاہتا ہے۔ اپنی زندگی کسے پیاری نہیں ہوتی؟ میں بھی زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر اپنے ملک کی کوئی دکھتی ہوئی رگ ہمارے ہاتھوں میں دے دو۔"

وہ بڑی خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ وہ مسکراہٹ ہونٹوں پر بھی آگئی۔ کرنل نے ناگواری سے پوچھا۔

"تم کیوں مسکرا رہے ہو؟"

"یہ مسکراہٹ اس لیے ہے کہ آپ کی بات مان کر مجھے نئی زندگی مل جائے گی۔"

"تم نے میرا ماتحت بننے سے پہلے جو بیان دیا تھا وہ تمہارے ریکارڈ میں موجود ہے۔ اس کے مطابق پاکستان کی وزارت خارجہ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اگر ہم یہ بیان درست مان لیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اپنے ملک کے اہم رازوں سے واقف نہیں ہو۔ پھر اس کا یہ مطلب بھی ہوگا کہ تم صرف اپنی جان بچانے کے لیے ابھی جھوٹ بول رہے ہو۔"

"آپ خود بولتے ہیں اور خود ہی مطلب نکال لیتے ہیں۔ اگر دوسرے کی سنیں گے تو آپ کی باتوں کا مطلب بدل جائے گا۔"

"اچھا تو سناؤ۔ مگر اتنا یاد رکھو کہ اب میں تمہارے فریب میں نہیں آؤں گا۔"

فریب دینے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے سامنے والے کو زیادہ سے زیادہ خوش فہمی میں مبتلا کیا جائے۔ لہٰذا میں نے بھی مسکہ لگایا۔

"میں آپ جیسے ذہین انسان کو فریب دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں نے اب تک ٹیلی پیتھی کے سوا آپ سے کوئی بات نہیں چھپائی اور نہ ہی کبھی جھوٹ کہا ہے۔"

"یہی تمہارا سب سے بڑا جرم یا مکاری ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو چھپا کر تم ہم سب کو اندر سے کھنگالتے رہے۔ ہمیں بیوقوف بناتے رہے۔"

"میں نے کسی کو بیوقوف نہیں بنایا۔ اگر آپ کو یا یہاں کی سیکرٹ سروس کو میں نے کوئی نقصان پہنچایا ہو تو آپ بتائیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ آپ ان فوائد کو نہیں گن سکتے۔ جو میری اور سونیا کی ذات سے حاصل ہوتے رہے ہیں۔"

وہ چپ رہ کر جواب سوچنے لگا۔ پھر اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا۔

"صاف بات یہ ہے کہ تم ایک دیمک ہو جو ہمارے خفیہ اداروں کو چاٹ جاؤ گے۔ ہم تمہیں مجبور و محکوم بنا کر رکھنے کے لیے تمہارے ملک کی کوئی بہت بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا وقت

ضائع نہ کرو۔ مجھے فوراً بتاؤ کہ تم اپنی ضمانت کے طور پر کون سی کمزوری ہمارے حوالے کر سکتے ہو؟"

"یہ فوراً ہی کیسے بتا سکتا ہوں۔ میں جادوگر نہیں ہوں۔ کسی بھی ملک کے اہم رازوں تک پہنچنے کے لیے ایک طریقہ کار اختیار کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان کی وزارت خارجہ میں پہنچ کر ہی یہ کام کیا جا سکتا ہے۔"

اس نے طنزیہ انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے چالاکی شروع کر دی۔ اب تم کہو گے کہ میں تمہیں پاکستان بھیج دوں۔ وہاں تم ہمارے فرمانبردار بن کر اپنے ملک کی کمزوریاں یہاں بیان کرو گے۔"

"میں نے یہ نہیں کہا۔ آپ خود کہہ رہے ہیں۔ میں تو ایسا طریقہ کار بتاؤں گا کہ آپ ایک لمحہ کے لیے بھی مجھ پر شبہ نہیں کریں گے۔"

"تو پھر جلدی بتانے کیوں نہیں؟"

"آپ بتانے کا موقع کب دے رہے ہیں۔ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی اپنے شبہات کا اظہار کر دیتے ہیں۔"

اس نے میز پر زور سے گھونسہ مارتے ہوئے کہا۔

"تم بکواس کیے جا رہے ہو۔ جلدی بولو۔"

"میں اسی ملک میں آپ کا ماتحت رہ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اپنے ملک کی سیکرٹ سروس میں پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے ایک دم سے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر ایک ہاتھ سے پیشانی تھام کر بولا۔

"کیا مصیبت ہے۔ میں بھول جاتا ہوں کہ تمہارا جسم یہاں رہ کر بھی دماغ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر تم یہاں ہمارے پابند رہو گے تو تم پر کبھی شبہ نہیں کیا جائے گا۔"

پھر میں نے پہلی بار اسے مسکراتے دیکھا۔ پہلی بار اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ۔ اور مجھے بتاؤ کہ تمہارا دماغ کس طرح اپنے ملک میں پہنچے گا اور تمہارا طریقہ کار کیا ہوگا؟"

میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ بڑے محتاط رہنے کے عادی ہیں۔ اپنے کسی بھی مشن کی باتیں اپنے دوسرے ماتحتوں کے سامنے نہیں کرتے ہیں۔ پھر ان لوگوں کے سامنے باتیں کرنا کہاں تک مناسب ہے۔"

"فرہاد! صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ تم خطرناک ہو۔ میں تمہارے ساتھ تنہائی میں باتیں نہیں کر سکتا۔ یہ مسلح نوجوان یہاں موجود رہیں گے۔"

میں نے مسلح نوجوان پر ایک نظر ڈالی۔ پھر مسکرا کر کرنل سے کہا۔

"آپ خواہ مخواہ مجھے اپنا دشمن سمجھ رہے ہیں۔ دیکھیے ٹیلی پیتھی کے سامنے دنیا کے تمام ہتھیار زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ ثابت کر دوں۔"

کرنل نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ تمام ہتھیار تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے؟"

"جی ہاں! اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں ایک چھوٹا سا کھیل دکھاؤں۔"

"میں ضرور دیکھوں گا۔"

میں نے کھیل شروع کرنے سے پہلے آس پاس کا جائزہ لیا۔ کرنل کے پاس ایک آفیسر کھڑا ہوا تھا۔ دو نوجوان اسٹین گن اٹھائے میرے بائیں طرف کھڑے ہوئے تھے۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ باہر سے کوئی آ نہیں سکتا تھا۔ تب میں نے اس کمرے کو پاگل خانہ بنا دیا۔ ایک اسٹین گن والے نوجوان کے دماغ میں جھانک کر کہا۔

"یہ فرہاد کے تیور کچھ اچھے نظر نہیں آتے۔ مجھے اسٹین گن کو نال کی طرف سے پکڑنا چاہیے تاکہ یہ ذرا بھی حرکت کرے تو میں اس کے سر پر ضرب لگا سکوں۔"

اس نے محتاط انداز میں اسٹین گن کی نال کو دونوں ہاتھ سے پکڑ لیا۔ میں نے فوراً اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچاتے ہوئے کہا۔

"مجھے بائیں طرف حملہ کرنا چاہیے۔ اس طرح حملہ......"

جس طرح دماغ نے سمجھایا۔ اس کا ذہن گھوم گیا۔ اسٹین گن کا دستہ اس کے دوسرے ساتھی کے سینے پر پڑا۔ اسٹین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا پڑی۔ وہ فرش پر چاروں شانے چیت ہو گیا۔ آفیسر نے اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اس ماتحت کو للکارا۔ جس نے اپنے ساتھی پر حملہ کیا تھا۔

"ہالٹ! کیا تمہارا دماغ خراب ہو......"

میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ چپ چاپ بیٹھے ہوئے فرہاد کی دماغی قلابازیوں کو سمجھ سکے۔ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں نے اس کے ذہن کو ایک زبردست جھٹکا پہنچا کر کہا۔

"دماغ تو میرا خراب ہوا ہے اس لیے تو میں یہ ریوالور فرہاد کی طرف اچھال رہا ہوں۔"

اس نے بلا تاخیر ریوالور کو میری طرف اچھال دیا۔ میں نے ہتھکڑی پہنے ہوئے ہاتھوں کو اٹھا کر اسے کیچ کیا۔ اتنے میں حملہ کرنے والا ماتحت سنبھل گیا تھا۔ میں نے پھر اس کے ذہن میں کھلبلی مچا کر ریوالور کا رُخ کرنل کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"بس کھیل ختم ہو چکا ہے۔"

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ جو جہاں تھا، وہیں رہ گیا۔ ان کے پاس اتنی عقل تھی کہ ان کی ذرا سی حرکت پر ریوالور سے گولی چلے گی اور کرنل موت کے شکنجہ میں تڑپتا نظر آئے گا۔ وہ سب موت کی اس انگلی کو دیکھ رہے تھے، جو ریوالور کے ٹریگر پر رکھی ہوئی تھی۔

کرنل خوفزدہ ہو کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اپنے پیچھے کھڑے ... ہوئے نوجوان سے کہا۔

"تم اسٹین گن کی پوزیشن نہ بدلو۔ اسے نال کی طرف سے پکڑے رہو۔ یہ نہ سوچو کہ میری پشت تمہاری طرف ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی آنکھوں سے سامنے اور اپنے دماغ سے پیچھے دیکھتا رہتا ہے۔ یقین نہ ہو تو میرے حکم کی خلاف ورزی کرو۔ ابھی تم فرش پر مردہ نظر آؤ گے۔"

کرنل نے گھبرا کر اسے حکم دیا۔

"اسٹین گن پھینک کر چپ چاپ کھڑے رہو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ اسٹین گنیں ایک جگہ فرش پر نظر آنے لگیں۔ میں نے کرنل سے کہا۔

"میں نے آپ سے التجا کی تھی کہ آپ مجھے خواہ مخواہ اپنا دشمن نہ سمجھیں۔ اب آپ انصاف سے بتائیں کہ میں اب تک کس طرح فرمانبرداری کا ثبوت دیتا رہا۔ دشمنوں نے آپ کے کھانے میں زہر ملانے کا منصوبہ بنایا۔ میں نے اس وقت آپ کی جان بچائی۔ آپ کی صاحبزادی کو گرلاش سے بچایا۔ اگر میں آپ کا دوست نہ ہوتا تو بھیر یا ماگوچی یہاں کی سیکرٹ سروس کا ڈھانچہ غیر ملکی مفادات کے حق میں بدل دیتا۔ آپ نے میری دوستی، وفاداری اور تمام احسانات پر صرف اس لیے پانی پھیر دیا کہ میں نے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھپائی تھیں۔ آپ بتائیں کہ میری ٹیلی پیتھی سے آپ کو کیا نقصان پہنچا ہے۔"

کرنل نے پچھتاوے کے انداز میں ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا۔

"تم نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا مگر اب پہنچاؤ گے کیونکہ ابھی تمہارا پلہ بھاری ہے۔"

"آپ پھر غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں ایسے ہتھیاروں کے بل پر کبھی اپنا پلہ بھاری نہیں سمجھتا۔"

پھر میں نے اپنا رعب اور برتری قائم رکھنے کے لیے جھوٹ کہا۔

"میری ٹیلی پیتھی ایسا ہتھیار ہے کہ میں آپ کی پوری فوج کا مقابلہ تنہا کر سکتا ہوں۔ اسی لیے میں نے خاموشی سے ہتھکڑی پہن لی۔ اس اطمینان سے اسٹور روم میں قید ہو گیا کہ جو لوگ مجھے گولی مارنے آئیں گے وہ پاگل ہو کر خود ہی مر جائیں گے۔"

کرنل سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ میں نے تنہا اس کمرے میں تین آدمیوں کو کس طرح پاگل بنایا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے متعلق اس کی معلومات محدود تھیں۔ اسی لیے وہ سوچ رہا تھا کہ میں شاید تین ہزار آدمیوں کو بھی بیک وقت پاگل بنا سکتا ہوں۔ میں نے پوری طرح اسے یقین دلانے کے لیے کہا۔

"آپ مجھے ایک نہیں ہزار بار آزمائیں۔ میں یہ ریوالور آپ کو واپس کرتا ہوں۔ یہاں آپ چار ہیں اور میں تنہا ہوں۔ آپ لوگ بیک وقت مجھ پہ فائر کریں۔ لیکن میں پہلے ہی یہ بتا دوں کہ اس فائرنگ سے آپ چاروں ہلاک ہو جائیں گے۔"

میں ان کے چہروں پر حیرت اور دہشت کے ملے جلے اثرات دیکھ رہا تھا۔ ان کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ لوگ اتنا مہنگا تجربہ نہیں کریں گے۔ میں نے آگے بڑھ کر ریوالور کرنل کے سامنے رکھ دیا۔ پھر واپس اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ وہ نوجوان سوچ رہا تھا کہ اس نے کس طرح بے اختیار اپنے ساتھی پر حملہ کیا تھا۔ اس وقت اس کا دماغ اپنے کنٹرول میں نہیں تھا۔ آفیسر بھی یہی سوچ رہا تھا کہ اس نے اپنا ریوالور ایک خطرناک آدمی کے حوالے کیسے کر دیا تھا۔ آئندہ بھی اگر وہ میرے خلاف قدم اٹھائیں گے تو پتہ نہیں میں ان کے ساتھ کیسا سلوک کروں گا۔

وہ سوچتے ہی رہ گئے۔ میز پر پڑے ہوئے ریوالور کو کسی نے نہیں اٹھایا۔ اسی وقت کرنل کے سامنے میز پر رکھے ہوئے ٹرانسمٹر سے اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ریسیور اٹھایا تو کوئی اسے کال کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"میں کرنل جوشو ہو اٹینڈ کر رہا ہوں۔ کیا بات ہے؟ اوور۔"

دوسری طرف سے کسی نے کہا۔

"فرہاد آپ کی صاحبزادی کو اغوا کرنا چاہتا تھا۔ اس کی کوشش ناکام بنا دی گئی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو تفصیلی رپورٹ پیش کی جائے۔ اوور۔"

کرنل حیرانی سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ٹرانسمٹر پر کہا۔

"کیا بکواس ہے۔ فرہاد یہاں میرے سامنے موجود ہے۔ تفصیلی رپورٹ پیش کرو۔ سوزوکو خیریت سے تو ہے؟ اوور۔"

"جی ہاں آپ کی صاحبزادی بخیریت ہیں۔ جب نیشنل پارک کے سامنے ان کی گاڑی رکی تو اچانک ہی مسلح دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہمیں پہلے ہی شبہ تھا کہ گرلاش چوبیس گھنٹے کی وارننگ پر عمل کرے گا۔ اسی لیے ہمارے آدمی خفیہ طور پر پہلے ہی نیشنل پارک میں دور دور تک پھیل گئے تھے۔ مختصر یہ کہ دشمنوں سے زبردست ٹکراؤ ہوا۔ پندرہ منٹ کی فائرنگ میں سب مارے گئے۔ جب ہم نے مرنے والوں کو دیکھا تو ان میں فرہاد کی لاش بھی نظر آئی۔ اوور۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھا کہ وہ فرہاد سوزوکو کو اغوا کرنا چاہتا تھا؟ اوور۔"

"سر! آپ کی صاحبزادی کا رویہ یہ سمجھا رہا ہے۔ وہ فرہاد کی لاش کے پاس بیٹھی رو رہی ہیں اور بین کر رہی ہیں کہ وہ اسے لینے آیا تھا۔ بیچارہ مقابلے میں مارا گیا۔ اوور۔"

کرنل نے غصہ سے کہا۔

"اس بیوقوف کی بچی سے کہو کہ...."

اسے اچانک احساس ہوا کہ وہ خود کو بیوقوف کہہ رہا ہے۔ اس نے فوراً سنبھل کر کہا۔

"اس سے کہو کہ فرہاد میرے پاس ہے۔ اسے یقین دلانے کے لیے نقلی فرہاد کا میک اپ واش کرو۔ وہ یقیناً گرلاش ہوگا۔ چلو چھٹی ہوئی کہ وہ شیطان مر گیا۔ سوزوکو کو یہاں لے آؤ۔ اوور اینڈ آل۔"

کوئی ضروری نہیں ہے کہ میرا ہر منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ ... بھی سوزوکو کو اغوا کرانے میں ناکام ہو گیا لیکن ناکامی کے باوجود میں ... اس لیے کامیاب ہو جاتا ہوں کہ شطرنج کا ایک مہرہ آگے بڑھاتے ... دوسری چالوں پر گہری نظر رکھتا ہوں۔ اور جوابی چال پہلے سے سوچ ... لیتا ہوں۔ ہسپتال کے اس بڑے کمرے میں کرنل کے سامنے میں جوابی چال چل ... رہا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ میں تنہا ہو کر اور پابہ زنجیر ... ہو کر بھی اس کی مسلح فوج کے چھکے چھڑا سکتا ہوں۔

میں بے جا غرور نہیں کرتا۔ خود اعتراف کرتا ہوں کہ تنہا مسلح آدمیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ تو محض کرنل کو ایک تماشہ دکھا کر میں ڈینگیں مار رہا تھا۔ اور وہ لوگ میرے جھوٹ سے مرعوب ہو گئے تھے۔ کرنل نے میز پر رکھے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر میری جانب دیکھا۔ وہ اچانک مجھ پر فائر کر سکتا تھا لیکن اس نے آفیسر سے کہا۔

"یہ ریوالور ... میں رکھ لو اور فرہاد کی ہتھکڑی کھول دو۔"

فوراً ہی حکم کی تعمیل کی گئی۔ میں آزاد ہو کر اپنی کلائیوں کو سہلانے لگا۔ کرنل نے آفیسر سے کہا۔

"تم تینوں باہر جاؤ۔ جب سوزوکو آئے تو اطلاع دینا۔"

وہ تینوں باہر چلے گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ تنہائی میں اب مجھے خطرناک نہیں سمجھ رہے ہیں۔"

اس نے بھی دوستانہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

"فرہاد! میں تمہاری جان کا دشمن بنا ہوا تھا۔ اس کے باوجود تم نے اپنی دوستی اور وفاداری ثابت کر دی بیٹے! میں انسان ہوں۔ مجھ سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ دراصل میں کل سے ذہنی طور پر بہت زیادہ الجھا ہوا تھا۔ اس لیے تمہارے تمام احسانات کو بھول کر صرف یہی سوچتا رہا کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعہ میرے ملکی مفادات کو نقصان پہنچاؤ گے۔ مگر اب سچے دل سے تسلیم کرتا ہوں کہ تم میرے بیٹے بننے کا حق ادا کر رہے ہو اور کوئی فرمانبردار بیٹا اپنے باپ کے مفادات کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کرتا۔ مجھے معاف کر دو بیٹے!"

"آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔ اب آپ مزید سچ باتیں سنیں۔ پہلی اہم بات یہ ہے کہ میں مرتے دم تک بھی اپنے ملک کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتا۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ جو اپنے ملک کا غدار ہوتا ہے۔ وہ کبھی کسی دوسرے ملک کا وفادار نہیں بن سکتا...."

"بس آگے نہ کہو۔ میں نے محض دشمنی کی بنا پر تمہارے ملک کے خلاف ایسا سوچا تھا۔ اب میں کبھی ایسی بات زبان پر نہیں لاؤں گا۔ ... پہلے کی طرح آزاد رہو گے۔"

گرگٹ رنگ بدلنے میں مشہور ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گرگٹ ... انسان سے زیادہ رنگ نہیں بدل سکتا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے کرنل کیا تھا اور اب کیا ہو گیا تھا۔ کون جانتا ہے کہ آئندہ کون سا رنگ بدل کر ظاہر ہوتا۔ ایسے تلخ تجربات کے بعد کوئی نادان ہی کرنل پر بھروسہ کر سکتا تھا۔ میرا تو یہ اصول ہے کہ جب تک سیدھی انگلی سے گھی نکلتا ہے نکالتے رہو۔ ورنہ ٹیڑھے کے ساتھ ٹیڑھے بن جاؤ۔

فی الحال کرنل کی سوچ یہی بتا رہی تھی کہ وہ مجھ سے واقعی متاثر ہے۔ میں نے بھی زیادہ سے زیادہ اس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کہا۔

"سونیا کے لیے مجھے افسوس ہے کہ دشمنوں نے اسے کہیں چھپا دیا ہے۔ اسے جاپان سے باہر لے گئے ہیں۔ ... میں اپنی سوزوکو کو چھوڑ کر سونیا کے لیے اس ملک سے باہر نہیں جاسکتا۔"

کرنل کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ اس ... خوشی سے سوچ رہا تھا۔ "میری بیٹی کے راستے سے تمام کانٹے صاف ہو گئے ہیں۔ گرلاش مر گیا۔ سونیا کو کہیں غائب کر دیا گیا ہے۔ یقین ہو گیا ہے کہ فرہاد سوزوکو کو چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ ... سے غداری کی توقع کی جا سکتی ہے۔"

یہ سوچتے ہی وہ چونک کر ... دیکھنے لگا۔ سوچنے کا عمل بے اختیار ہوتا ہے۔ سوچ کو دماغ میں آنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ اسی لیے میرے سامنے اکثر لوگ بے اختیار سوچتے چلے جاتے تھے۔ بعد میں انہیں احساس ہوتا کہ میں ان کے دماغ میں جھانک رہا ہوں۔ کرنل نے مجھے محبت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"سچ بتاؤ، کیا تم ابھی میری سوچ کو نہیں پڑھ رہے ہو؟"

میں سوچنے کے انداز میں سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ جواب دینے کے لیے سر اٹھا کر کہا۔

"جی نہیں، آپ خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہیں۔ میں۔ میں تو...."

میں اتنا کہہ کر رک گیا۔ پھر ذرا شرماتے ہوئے بولا۔

"میں تو سوزوکو کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"اچھا اچھا...." وہ مطمئن ہو کر مسکرانے لگا۔ "تم ابھی کہہ رہے تھے کہ سونیا کو اغوا کرنے والے اسے جاپان سے باہر لے گئے ہیں۔ یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟"

"جناب! میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ سپر ماسٹر کی تنظیم بھیر یا ماگوچی کو آپ کے عہدہ پر لانا چاہتی تھی۔ سپر ماسٹر مجھے اپنے راستے کی ایسی دیوار سمجھتا ہے جسے وہ توڑ نہیں سکتا۔ اسی لیے اس نے کئی بار میرے آگے دوستی کا ہاتھ.... بڑھایا۔ میرے انکار کرنے پر اس کے آدمیوں نے سونیا کو اغوا کر لیا۔ ان کا خیال ہے کہ سونیا میری بہت بڑی کمزوری ہے۔ میں اسے حاصل کرنے کی خاطر ان سے دوستی کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں جواب میں انکار کر دیتا لیکن ایسے ہی وقت مجھے پتہ چلا کہ آپ میری جان کے دشمن بن گئے ہیں۔ میں نے سونیا کے لیے نہیں

بلکہ اپنی جان بچانے کی خاطر سپر ماسٹر سے دوستی کا وعدہ کر لیا۔"
"لیکن تم نے تو ابھی کہا تھا کہ کسی کی مدد کے بغیر یا کسی ہتھیار کے بغیر تم تنہا اور نہتے رہ کر بھی مسلح فوج سے خود کو بچا سکتے ہو پھر تم نے دشمنوں سے دوستی کا وعدہ کیوں کیا؟"

اس نے بڑا اچھا سوال کیا تھا مگر میرے پاس بھی جواب حاضر تھا۔ میں نے کہا۔

"بے شک! میں یہاں سے اپنی جان بچا کر تنہا نکل سکتا ہوں لیکن اس ملک سے باہر جانے کے لیے مجھے بھیس بدلنا پڑتا جعلی پاسپورٹ بنوانا پڑتا۔ اور نہ جانے کیسے کیسے پاپڑ بیلنے پڑتے۔ اور نہ جانے کتنے دن لگ جاتے۔ لیکن اس تنظیم کے لوگ چٹکی بجا کر مجھے یہاں سے نکال لے جاتے۔"

"اوہ۔ وہ کس طرح؟" کرنل نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"ان کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ ان کے قریب رہ کر ہی میں بہت کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔ ابھی اتنا ہی جانتا ہوں کہ یہ تنظیم دنیا کے ہر ملک میں ہے۔ ان کے پاس جدید ترین ہتھیار، نئے سائنسی آلات، کاربن لانچ، اسٹیمر اور تیز رفتار طیارے ہیں۔ ان کے پاس ہر شعبے کے ماہرین مثلاً ڈاکٹر، سائنسدان، جوڈو کراٹے کے فائٹر، یوگا کے ماسٹر اور دوسری حکومتوں کا تختہ الٹنے والے مکار سیاستداں موجود ہیں۔ ایسی صورت میں آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کتنی آسانی سے سونیا کو جاپان سے باہر لے گئے۔ اور مجھے بھی لے جا سکتے تھے۔ مگر اب آپ دوست بن گئے ہیں تو میں پھر ان کا دشمن بن جاؤں گا۔ مجھے صرف آپ کی سرپرستی اور سوزوکو کا پیار چاہیے۔"

"فرہاد! اتنے عرصہ میں میں تمہیں آزما چکا ہوں۔ تم مثبت انداز میں سوچتے ہو۔ یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم مجرموں کا ساتھ دینے کی بجائے میرے پاس قانون کے سائے میں رہو گے۔ لیکن اس تنظیم کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں مجھے پریشان کر رہی ہیں۔ میں اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ ہماری نیوی فورس اور ساحلی پولیس بہت ہی چاق و چوبند تجربہ کار اور فرض شناس ہے۔ اب معلوم ہو رہا ہے کہ ان کی غفلت سے مجرم کتنی آسانی سے ملک کے اندر آ جاتے ہیں اور بے کھٹکے چلے جاتے ہیں۔"

"جناب! اب آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں مجرموں کی ناکہ بندی کر دوں گا۔"

"ہاں فرہاد! تمہیں دیکھ کر میں مطمئن ہو جاتا ہوں۔ تم آسانی سے مجرموں کے دماغ تک پہنچ سکتے ہو۔"

"نہیں۔ یہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا کہ آپ سمجھ رہے ہیں۔ سپر ماسٹر بہت ہی ذہین ہے۔ اس نے دوستی کے معاملات طے کرنے کے لیے اپنی تنظیم کے ایسے افراد کو میری طرف بڑھایا ہے۔ جو یوگا کے طالب علم ہیں۔"

میں کرنل کو یوگا کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ اسے یہ بھی سمجھایا کہ میں ایسے لوگوں کے دماغوں میں جھانک سکتا ہوں لیکن یوگا کے عمل سے وہ لوگ محتاط ہو جاتے ہیں اور اپنے دماغ کو میرے تصرف میں نہیں آنے دیتے۔ کرنل بڑے تعجب سے ساری باتیں سنتا رہا پھر اس نے کہا۔

"واقعی ساری دنیا میں پھیلی ہوئی خطرناک تنظیم کا سپر ماسٹر صرف تم سے خوفزدہ ہے۔ اسی لیے اس نے یوگا آرمی تیار کی ہے۔ اس کے باوجود وہ جانتا ہے کہ یوگا آرمی وقتی طور پر تمہیں روک تو سکتی ہے مگر شکست نہیں دے سکتی۔ میں اپنی قسمت پر ناز کر رہا ہوں کہ مجھے تم جیسا بیٹا مل گیا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کیا اب بھی ان سے تمہارا رابطہ قائم ہے؟"

"جی ہاں۔ میں نے انہیں اطلاع دی تھی کہ آپ کے حکم سے مجھے گولی ماردی جائے گی لہٰذا انہوں نے میری حفاظت کے لیے انتظامات کر لیے ہیں۔"

"کیسے انتظامات؟" وہ کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"میں آپ کو سب کچھ بتا رہا ہوں۔ لیکن آپ وعدہ کریں کہ آپ میرے ایک منصوبہ پر عمل کریں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ ویسے کسی وعدہ کے بغیر بھی اب تک تمہارے ہی منصوبوں پر عمل ہوتا رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "دشمنوں کی پلاننگ یہ ہے کہ جب یہاں کے فوجی مجھے ہلاک کرنے کے لیے ہسپتال سے باہر لے جائیں گے تو وہ چاروں طرف سے حملے کریں گے۔ مجھے ہر قیمت پر زندہ سلامت سپر ماسٹر کے پاس پہنچائیں گے۔"

"اوہ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑا خون خرابہ ہو گا۔ تم ان سے یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ اب تمہیں شوٹ نہیں کیا جائے گا۔"

"اگر میں انہیں یہ بتاؤں گا تو وہ یہ سمجھ لیں گے کہ آپ سے دوستی ہو گئی ہے اور میں صرف سونیا کی خاطر مجبور ہو کر ان سے دوستی نہیں کروں گا۔"

کرنل نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر کیا کیا جائے؟"

"میں انہیں فریب دینا چاہتا ہوں کہ آپ بدستور میرے دشمن ہیں اور مجھے گولی ماردی گئی ہے۔"

"یعنی تم اس تنظیم کے لیے مردہ ہو جاؤ گے۔"

"جی ہاں۔ اس سے بڑے فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ سونیا کو میری موت کی خبر ملے گی تو وہ مجبور ہو کر ہمیشہ کے لیے میرا خیال چھوڑ دے گی۔"

میں نے کرنل کی خود غرض سوچ کے مطابق پہلا فائدہ بیان کیا تاکہ وہ میرے جملہ حقوق اپنی بیٹی کے لیے محفوظ سمجھتا رہے۔ اور اس پہلو سے کبھی نہ سوچے کہ میں سوچ کے ذریعہ سونیا کو اپنی سلامتی کا مژدہ سنا سکتا ہوں۔ پھر میں نے کہا۔

"دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سپر ماسٹر اور اس کی تنظیم کے تمام افراد مجھے مردہ سمجھ کر مطمئن ہو جائیں گے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی ہے۔ پھر وہ کھل کر یہاں آپ کے خلاف سازشیں کریں گے اور اپنی مرضی کے مطابق یہاں کی سیکرٹ سروس کا ڈھانچہ [illegible] بنا ہیں گے۔"

"اچھا تو تم بظاہر مردہ بن کر اس تنظیم کو یہاں سے کس طرح نابود [illegible] کرو گے؟"

"میں کسی دوسرے روپ میں زندہ رہوں گا۔ چپ چاپ ان کے خیالات پڑھتا رہوں گا۔ انہیں احساس نہیں ہونے دوں گا کہ فرہاد ان کے دماغوں میں موجود ہے۔"

"فرہاد! تم واقعی ذہین ہو۔ یہ بہت ہی عمدہ تدبیر ہے۔"

"اس تدبیر کو کامیاب بنانے کے لیے ہماری ہر چال مستحکم ہونی چاہیے۔ تاکہ دشمنوں کو بلاشبہ یقین ہو جائے کہ فرہاد مر چکا ہے۔ اس مقصد کے لیے میری ایک تصویر اتاری جائے گی جس میں مجھے فائرنگ اسکواڈ کی گولی کا نشانہ بنتے دکھایا جائے گا۔ دوسری تصویر میری لاش کی ہو گی۔ یہ تصویریں یہاں کے تمام اخبارات میں شائع کی جائیں گی۔"

"یعنی تم ایک لاش بن کر تصویر کھنچواؤ گے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ نیشنل پارک میں سوزوکو کا اغوا کرنے والے فرہاد کی لاش آپ کے آدمی لے آئے ہوں گے۔ اگر اس کا میک اپ اتار دیا گیا ہو گا تو دوبارہ اسے فرہاد بنا کر تصویر کھینچی جا سکے گی۔"

"گڈ آئیڈیا۔ تمہارا دماغ بڑی تیزی سے کام کرتا ہے۔"

"جی ہاں۔ اتنی ہی تیزی سے مصیبتیں بھی نازل ہوتی ہیں۔"

"فی الحال تو کوئی مصیبت نہیں ہے۔"

میں اس کی بات کا جواب دینا چاہتا تھا۔ اسی وقت آفیسر نے اس مصیبت کے آنے کی اطلاع دی کہ سوزوکو آ رہی ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ہسپتال کی لفٹ میں تھی۔ اسے یقین دلایا گیا تھا کہ جو فرہاد نیشنل پارک میں مارا گیا ہے وہ نقلی ہے۔ اسی سلسلہ میں وہ سوچ رہی تھی۔

"فرہاد کی محبت ہنگاموں سے بھرپور ہے۔ اس کی آغوش میں پہنچنے تک جتنے ہنگامے ہوتے ہیں۔ اتنی ہی اس کے لیے میری دیوانگی بڑھ جاتی ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"مگر وہ سوچ کے ذریعہ مجھے مخاطب کیوں نہیں کر رہا ہے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔

"ایک افسر کہہ رہا تھا کہ فرہاد پپا کے پاس ہے۔ شاید وہاں مصروف ہو گا۔ اسی لیے مجھے مخاطب نہیں کر رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ پپا پھر اس سے دوستی کر لیں۔"

"مگر میں فرہاد سے جھگڑا کروں گی کہ اس نے سوچ کے ذریعہ مجھے نیشنل پارک میں کیوں بلایا تھا۔"

"نہیں۔" اس کی سوچ نے کہا۔ "پپا کے سامنے فرہاد سے جھگڑا کروں گی تو بات بگڑ جائے گی۔ میں تنہائی میں اس کی اچھی طرح خبر لوں گی۔۔۔۔"

اس کی سوچ پڑھ کر مجھے اطمینان ہوا۔ کرنل کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے تھا کہ اس کی بیٹی میرے ہی اکسانے پر نیشنل پارک گئی تھی۔ سوزوکو نے خود ہی خاموش رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ تبھی میں نے کرنل کی آواز سنائی دی۔

"فرہاد میں بھی تھوڑی سی ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

"اچھا!" میں نے مسکرا کر دیکھا۔ "تو پھر آپ بتائیں کہ ابھی میں کیا سوچ رہا تھا؟"

"تم ابھی سوزوکو کے متعلق سوچ رہے تھے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ تو نفسیاتی مطالعہ ہے کہ جس کے آنے کا سر پر انتظار رہتا ہے۔ انسان اسی کے متعلق سوچتا رہتا ہے۔"

اسی وقت وہ دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ مسکرانے لگی۔ میں بھی جواباً مسکرا رہا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن کہہ رہی تھی کہ وہ ابھی میرے گلے کا ہار بننا چاہتی ہے لیکن پپا یہاں موجود تھے وہ دوڑتی ہوئی کرنل کی کرسی کے پاس آئی۔ پھر جھک کر اس کی گردن میں باہیں ڈال دیں۔ باہوں کا ہار ادھر سے اُدھر چلا گیا۔ میرے لیے اس کے دل میں جو بیہودہ جذبات تھے وہ باپ کے پاس پہنچ کر پاکیزگی میں بدل گئے۔ مرد ہو یا عورت کوئی بھی انسان [illegible] سے [illegible] تک بیہودہ نہیں ہوتا۔ جگہ بدل جائے رشتے بدل [illegible] میں تو [illegible] بات کی نیکی اور بدی کا مزاج بھی بدل جاتا ہے۔

باپ بیٹی تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر بیٹی نے کہا۔

"پپا! اس کا مطلب یہ ہے کہ اب آپ کو فرہاد سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں سوزی! میں فرہاد کے باپ کے برابر ہوں مگر میں نے اپنی غلطی کی معافی مانگ لی ہے۔"

میں نے کہا۔ "جناب! آپ پھر مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

سوزوکو نے کہا۔ "میرے پپا بہت گریٹ ہیں۔"

میں نے جاپانی زبان میں اس شعر کا مفہوم ادا کیا کہ جنگ کے بعد صلح ہو جائے تو اس ملاپ میں بڑا مزہ آتا ہے۔ پھر میں نے کہا۔

"مجھے سب سے زیادہ اس بات کی خوشی ہے کہ مجھے سوزوکو کی محبت انعام میں مل رہی ہے۔"

وہ نظریں جھکا کر شرمانے اور مسکرانے لگی۔ کرنل آخر باپ تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کے سامنے سوزوکو سے رومانی گفتگو کروں۔ اس نے جلدی سے کہا۔

"فرہاد! ہمیں پھر اصل موضوع پر گفتگو کرنی چاہیے۔ کچھ دشمنوں کے متعلق بتاؤ کہ وہ تمہیں میرے آدمیوں سے چھڑا کر لے جانے کے لیے کہاں مورچہ بنائے ہوئے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ ابھی سوزدکو سے باتیں کریں۔ میں خلوشش رہ کر دشمنوں سے دماغی رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

دونوں باپ بیٹی مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے آنکھیں بند کر کے ماسٹر کے دماغ پر دستک دی۔ مجھے اس کی سانس کا ایک جھٹکا محسوس ہوا۔ پھر اس نے کہا۔

"ہیلو مسٹر فرہاد! میں بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ خیریت سے تو ہیں؟"

میں نے کہا "ابھی تک خیریت ہے۔ ذرا دیر پہلے کرنل کے سامنے مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیے جا رہے تھے۔ یہ لوگ مجھ سے بہت زیادہ خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔ کسی صورت میں مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتے۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ تھوڑی دیر بعد مجھے کہیں لے جا کر گولی مار دیں گے۔ میں زندگی میں پہلی بار نروس ہو رہا ہوں۔"

"تعجب ہے۔ آپ جیسا آدمی نروس ہو جاتے تو پھر دلیر اور ناقابلِ شکست کسے کہیں گے؟"

"ماسٹر! تم میری جگہ ہوتے تو میرے احساسات کو سمجھ سکتے۔ دراصل میں جدوجہد کرتے ہوئے مرنا چاہتا ہوں۔ مگر یہاں جدوجہد کے تمام راستے مسدود ہیں۔ تمہارے آدمیوں سے بھی کوئی امید نہیں ہے۔ جب میں تم لوگوں کے خلاف تھا تب تمہارے آدمی میرے مقابلے میں ناکام ہو جاتے تھے۔ اب میں تمہارے ساتھ ہوں پھر بھی تم لوگوں کو اپنے مشن میں ناکامی ہوئی ہے۔"

"مسٹر فرہاد! کیا آپ نیشنل پارک والی ناکامی کی بات کر رہے ہیں؟"

"ہاں سوزدکو یہاں اپنے باپ کے پاس بخیریت پہنچ گئی ہے۔ یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ تمہارے مسلح آدمی ایک لڑکی کو اغوا نہ کر سکے۔"

"مسٹر فرہاد! جنگ کے دوران کبھی جیت کبھی ہار ہوتی رہتی ہے۔"

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اگر مجھے بچانے کے دوران بھی آپ کے آدمی ہار گئے تو میں بے بسی کی موت مر جاؤں گا۔"

"ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ ہم آپ کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے۔"

"ماسٹر! میرے اطمینان کے لیے بتاؤ کہ تمہارے مسلح آدمیوں نے کہاں مورچہ بنایا ہے؟"

وہ مجھے بتانے لگا۔ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے کہا۔

"میں تمہارے انتظامات سے مطمئن ہوں۔ میں بھی اپنے طور پر آخر وقت تک اپنی زندگی کے لیے لڑتا رہوں گا۔ تم بھی کوشش کرو کہ یہ مجھ سے آخری ملاقات نہ ہو۔"

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ دونوں باپ بیٹی مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے کرنل سے کہا۔

"اس ہسپتال کے باہر تین سڑکیں تین طرف جاتی ہیں۔ ایک ایئرپورٹ کی طرف، دوسری ریلوے اسٹیشن اور تیسری بندرگاہ کی طرف۔ تینوں سڑکوں پر مسلح دشمنوں کی بھاری تعداد موجود ہے۔ مجھے یہاں سے لیجانے کا کوئی چوتھا راستہ نہیں ہے۔"

کرنل نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"یہ جاننے کے بعد کہ ان تمام راستوں پر زبردست ٹکراؤ ہوگا، میں اب یہ چوتھا راستہ نکالوں گا۔ میں دشمنوں سے خائف نہیں ہوں۔ لیکن میں اپنے جوانوں کی زندگی جان بوجھ کر خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ اب ایک ہیلی کاپٹر اس ہسپتال کی چھت پر آئے گا۔ میں، تم اور سوزدکو اس میں بیٹھ کر جائیں گے۔"

میں نے تائید کی "یہ اچھی تدبیر ہے۔ اس طرح خون خرابہ نہیں ہوگا۔ ہیلی کاپٹر کو یہاں سے سیدھے سنٹرل جیل لے جانا چاہیے۔ اس طرح دشمنوں کو یقین ہو جائے گا کہ مجھے گولی مارنے کے آخری مرحلے پر پہنچا دیا گیا ہے۔"

کرنل نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں یہاں سے روانگی کے انتظامات کرتا ہوں۔"

میں اس کے ساتھ دروازے تک آیا۔ جب وہ باہر چلا گیا تو میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ سوزدکو کے دل کی دھڑکنیں بھی یہی چاہتی تھیں مگر اس نے زبان سے رسماً اعتراض کیا۔

"یہ کیا حرکت ہے۔ پاپا واپس آئیں گے تو بند دروازے کو دیکھ کر کیا سوچیں گے۔"

میں نے اس کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پاپا نے اپنے بال دھوپ میں سفید نہیں کیے ہیں۔ وہ یہاں ٹرانسمٹر کے ذریعہ بھی ہیلی کوپٹر کا انتظام کر سکتے تھے۔ مگر وہ سمجھدار ہیں۔ ہمیں دانستہ مل بیٹھنے کا موقع دیا ہے۔"

حالات ایسے تھے کہ میں ...

صرف اسی کی ذات سے دلچسپی نہیں لے سکتا تھا۔ بیک وقت کتنی ہی ذمہ داریاں نبھانی تھیں۔ میں چاہتا تھا کہ پیار و محبت کا فرض بھی ادا ہوتا رہے اور میں سپر ماسٹر کے آدمیوں کو بھی خیال خوانی کے ذریعہ گمراہ کرتا ہوں لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ وہ مجھ سے لڑنے لگی کہ میں نے اسے نیشنل پارک میں کیوں بلایا تھا؟ میں نے صفائی پیش کی۔

"میری جان! پہلے میرا ارادہ تھا کہ تمہارے پاپا کی قید سے فرار ہو کر تم سے پارک میں ملوں گا مگر یہاں بازی پلٹ گئی۔ تمہارے پاپا دشمن سے پھر دوست بن گئے۔ یہاں مجھے باتوں میں الجھا لیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ گرلاش وہاں پہنچ جائے گا۔ چلو اچھا ہوا کہ اس سے تمہاری جان چھوٹ گئی۔"

"ہاں فرہاد! یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ اب ہمارے راستے میں کوئی دیوار نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔

"سوزدکو! ہم اطمینان سے پیار بھرے لمحات گزاریں گے۔ ابھی مجھے دشمنوں سے نمٹنے کی اجازت دو۔ ورنہ وہ ہمارے درمیان کوئی نئی دیوار کھڑی کر دیں گے۔"

وہ بڑی بیٹھی ناراضگی سے الگ ہو کر بولی۔

"اتنی بھاگ دوڑ کے بعد ملنے کا موقع ملا ہے اور تم دُور بھاگ رہے ہو۔ میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

میں نے اسے کھینچ کر کہا۔

"تمہیں دور ہونے کے لیے کب کہا ہے؟ تم اسی طرح میری دھڑکنوں سے لگی رہو۔ مگر خاموش رہو۔ میرا صرف دماغ تم سے دور جا رہا ہے۔"

وہ خاموش رہی۔ میں نے پھر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنے کے بعد اس سے کہا۔

"ماسٹر! میں یہ معلوم کرنے کی فکر میں ہوں کہ کرنل کے آدمی مجھے کس راستہ سے لے جائیں گے۔ لیکن بات نہیں بن رہی ہے۔ یہ لوگ بہت زیادہ محتاط ہیں۔"

"مسٹر فرہاد! کیا آپ کرنل جوشو کے دماغ کو کنٹرول نہیں کر سکتے؟"

"میں یہی کر رہا ہوں۔ میں نے کرنل کے دماغ کو پڑھا ہے۔ وہ سوچ رہا ہے کہ اس کے اختیارات کسی دوسرے آفیسر کو دیدیے گئے ہیں۔ ایسے آفیسر کو جسے نہ تو کرنل جانتا ہے اور نہ ہی میں جانتا ہوں۔ اس بات سے کرنل مطمئن ہے کہ میں اس کے دماغ سے کھیل کر اس آفیسر کے دماغ تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب میں کسے اپنا آلہ کار بناؤں۔"

"واقعی آپ کے لیے مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔"

"اب ایک ہی بات کی ذرا سی امید ہے کہ جب یہ لوگ مجھے کسی گاڑی میں بٹھائیں گے تو میں گاڑی ڈرائیو کرنے والے کے دماغ کو جھٹکے پہنچاؤں گا اور فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔"

"ہاں۔ مگر آپ اس وقت ایسا کریں جب ہماری طرف سے فائرنگ شروع ہو جاتے۔"

"ٹھیک ہے۔ یہاں سے چلتے وقت میں تمہیں بتاتا رہوں گا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔"

آئندہ خود کو مرحوم ثابت کرنے کے لیے اس ماسٹر کو اپنے اعتماد میں لینا ضروری تھا۔ تاکہ وہ سپر ماسٹر کے سامنے گواہی دے سکے کہ فرہاد آخر وقت تک اپنی زندگی کے لیے لڑتا رہا اور ان لوگوں سے مدد طلب کرتا رہا۔ یہ ناٹک کھیلنے کے بعد میں سوزدکو کی طرف لوٹ آیا۔

وہ مجھے بڑے پیار سے دیکھ رہی تھی۔ جب میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ بولی۔

"میرے محبوب! تم دنیا سے نرالے ہو۔ میری محبت کی چھاؤں میں بیٹھ کر پلک جھپکتے ہی دنیا کے آخری سرے تک پہنچ جاتے ہو۔ کاش کہ تمہارے ساتھ ساتھ میری سوچ بھی پرواز کر سکتی۔"

میں اسے سمجھانے لگا کہ پرواز کے لیے پر ضروری نہیں ہیں جب ہمارے دل، ہمارے جسم اور ہمارے جذبے گلے ملتے ہیں تو ہم زمین پر رہ کر بھی بادلوں کی طرح آسمان پر اڑتے ہیں۔

کرنل سمجھدار نکلا۔ آدھ گھنٹہ بعد واپس آیا۔ اس وقت تک سوزدکو کے لبوں پر لپ اسٹک کی سرخی پھر سے تازہ ہو گئی۔ ایسا دکھائی دیتا تھا جیسے وہ میرا خون پی کر بیٹھی ہو۔ کرنل نے آتے ہی کہا۔

"فرہاد! اب یہاں سے چلو۔ دس منٹ کے اندر ہیلی کوپٹر یہاں پہنچنے والا ہے۔"

میں نے معصوم بن کر پوچھا۔

"آپ نے اتنی دیر کہاں لگا دی؟"

کرنل نے کہا "اس ہسپتال میں جتنے کمزور مریض ہیں ان کے کانوں میں روئی ٹھونسی جا رہی تھی۔ تاکہ ہیلی کوپٹر کے شور سے ان کے اعصاب پر برا اثر نہ پڑے۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے اس کمرے سے باہر آ گئے۔ میں نے کہا۔

"ہیلی کوپٹر میں بیٹھنے تک آپ مجھ سے باتیں نہ کریں۔ میں ذرا دشمنوں کو گمراہ کر رہا ہوں۔"

ہم سب خاموشی سے چلنے لگے۔ میں نے ماسٹر کو کال کرنے کے بعد کہا۔

"ماسٹر! اس وقت میرے چاروں طرف اسٹین گنیں ہیں۔ اب یہ لوگ میرے منہ پر اور آنکھوں پر پٹیاں باندھ رہے ہیں۔"

"مسٹر فرہاد! آپ حوصلہ سے کام لیں۔ ہمارے آدمی اب ہسپتال کو چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔

"اب یہ لوگ میرے دونوں بازو تھام کر کہیں لے جا رہے ہیں۔ اوہ یہ۔ یہ تو میں لفٹ میں پہنچ گیا ہوں۔ لفٹ کے پہلے جھٹکے سے پتہ چل رہا ہے کہ یہ اوپر کی طرف جا رہی ہے۔"

"اوپر کی طرف؟" ماسٹر نے چونک کر پوچھا "یہ تمہیں اوپر کیوں لے جا رہے ہیں۔ کیا چھت پر لے جا کر ....."

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"اوہ ماسٹر! میں ہیلی کوپٹر کا شور سن رہا ہوں ....."

واقعی ہیلی کوپٹر چھت پر لینڈ کر چکا تھا اور ہم اس میں سوار ہو رہے تھے۔ دوسری طرف ماسٹر بوکھلا کر پوچھ رہا تھا۔

"اب میں کیا کروں؟ یہ لوگ تمہیں کہاں لے جا رہے ہیں؟"

میں نے غصہ کا اظہار کیا۔

"میری آنکھوں پر پٹی بندھی ہے۔ میں کیسے بتاؤں کہ یہ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ اب میں تم لوگوں پر تکیہ نہیں کر سکتا۔ میں خود ہی ہاتھ پاؤں ہلاؤں گا۔ آہ! کسی نے میرے سر پر ضرب لگائی ہے۔ آہ — اوہ — آہ — ہا..."

میں نے اپنی اداکاری سے یہ ظاہر کر دیا کہ میں بیہوش ہو چکا ہوں۔ ماسٹر تھوڑی دیر تک بے تابی سے میرے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔ اب سے پہلے وہ مسٹر فلاتی کی طرح سانس روک کر مجھے اپنے دماغ سے نکال دیتا تھا مگر اس بار پہلے تو وہ مجھے آواز دیتا رہا۔ پھر اسے یقین ہو گیا کہ میں سچ مچ بیہوش ہو گیا ہوں تو اس نے سانس نہیں روکی۔ اس کی معلومات کے مطابق ٹیلی پیتھی جاننے والا خود بیہوش ہونے کے بعد کسی کے دماغ میں نہیں جھانک سکتا تھا۔

لیکن میں مسلسل اس کے دماغ سے چپکا ہوا تھا۔ اس کے قریب بیٹھی ہوئی مسز فلاتی نے پوچھا۔

"کیا ہوا ماسٹر! فرہاد خیریت سے تو ہے؟"

ماسٹر دو انگلیوں سے اپنی پیشانی کو رگڑتا ہوا بولا۔

"فرہاد بیہوش ہو گیا ہے۔ ہم نے تمام راستوں کی ناکہ بندی کی ہے۔ لیکن ملٹری والے اسے ہیلی کوپٹر کے ذریعہ کہیں لے جا رہے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد ہمارے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔"

"یہ کہو کہ نکل چکا ہے۔ پھر بھی ہم آخر وقت تک کوشش کریں گے۔ اگر اسے گولی مارنے کے فیصلہ پر عمل کیا جا رہا ہے تو پھر وہ لوگ اسے سنٹرل جیل لے جا رہے ہوں گے۔ ٹرانسمٹر ادھر لاؤ۔ میں ابھی اپنے آدمیوں کو جیل پر حملہ کرنے کا حکم دیتا ہوں"

ہیلی کوپٹر فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ سوزوکو میرے ساتھ لگی بیٹھی تھی۔ کرنل آگے والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کی جانب جھک کر کہا۔

"دشمن اس اقدام سے بوکھلا گئے ہیں کہ مجھے ہیلی کوپٹر میں لے جایا جا رہا ہے۔ ان کی تمام محاذ آرائی بیکار ہو چکی ہے۔"

کرنل دل کھول کر قہقہے لگانے لگا۔ میں نے کہا۔

"سپر ماسٹر کی تنظیم کا جو حصہ اس ملک میں کام کر رہا ہے۔ اس کا ماسٹر بہت ذہین ہے۔ اس نے اندازہ لگایا ہے کہ مجھے سنٹرل جیل لے جا کر سزائے موت دی جائے گی۔ اب اس کے آدمی جیل پر حملہ کریں گے۔"

کرنل نے سر ہلا کر کہا۔

"اس میں شبہ نہیں کہ وہ لوگ بڑی ذہانت سے سوچتے ہیں اور اتنی ہی تیزی سے اس سوچ پر عمل کرتے ہیں، ٹھیک ہے، میں جیل کے حکام کو اطلاع دیتا ہوں کہ وہ دشمنوں کے استقبال کے لیے تیار رہیں۔"

وہ ٹرانسمٹر ہاتھوں میں لے کر متعلقہ افسران سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ سوزوکو کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔

"جانِ من! ابھی باتوں کا موقع نہیں ہے۔ مجھے ذرا دماغی قلابازیاں کھانے دو۔"

یہ کہہ کر میں سونیا کے دماغ میں پہنچ کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی سوچ رہی تھی۔

میں بہت دیر تک سوتی رہی۔ اس دوران فرہاد نے میری خبر لی ہوگی۔ پتہ نہیں وہ کس حال میں ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ کرنل کی قید سے فرار ہو گیا ہوگا۔"

میں نے کہا۔ "ہیلو سونیا! میں سن رہا ہوں۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا۔

"اس طرح نہ اٹھو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ لیٹ جاؤ۔"

وہ دوبارہ بستر پر لیٹتی ہوئی بولی۔

"فرہاد جلدی بتاؤ۔ تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟"

میں اسے بتانے لگا کہ کس طرح کرنل سے کبھی دشمنی ہو رہی ہے اور کبھی دوستی۔ سپر ماسٹر سے بھی دوستی ہو رہی تھی۔ لیکن مجھے یہ طریقہ کار پسند آیا کہ میں سپر ماسٹر کا آلہ کار بننے کی بجائے اس کی معلومات کے مطابق ہمیشہ کے لیے مر جاؤں۔ اور کسی دوسرے روپ میں زندہ رہ کر جلد از جلد سونیا تک پہنچنے کی کوشش کروں۔ سونیا نے کہا۔

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ اس طرح تمہارا ضمیر تمہیں ملامت نہیں کرے گا کیونکہ تم مجرموں کی تنظیم میں کام نہیں کرو گے۔ سپر ماسٹر کو تمہاری موت کا یقین آ جائے گا تو وہ شاید مجھ پر ظلم نہیں کرے گا۔ شاید مجھے دوبارہ اپنی تنظیم میں کام کرنے کا آفر دے گا۔"

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ سپر ماسٹر یقیناً تمہاری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائے گا۔ اب اسے کبھی شبہ نہیں ہوگا کہ ہم دونوں ٹیلی پیتھی کے ذریعہ ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ بہرحال یہ بتاؤ کہ اپنے آس پاس کے ماحول کو سمجھنے کا موقع مل رہا ہے یا نہیں؟"

"نہیں۔ اب تک تو مجھ پر نیند کا غلبہ رہا۔ مجھے کچھ پتہ نہیں ہے کہ ان لوگوں نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ میں جس کمرے میں ہوں اسے دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ یہ ہسپتال نہیں ہے کسی عالیشان کوٹھی کا ایک بہت ہی خوبصورت بیڈ روم ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ مجھ سے دوستی کے معاملات ہو رہے تھے اس لیے وہ تمہارے آرام و آسائش کا خیال رکھ رہے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فرہاد کی موت کے بعد وہ تم سے کیسا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اس لیے اب تم میری ہونے والی موت پر واویلا شروع کر دو۔"

"ہاں یہ ڈرامہ انتہائی ضروری ہے۔ میرا خیال ہے تمہارے متعلق ایک ایک پل کی خبر سپر ماسٹر تک پہنچائی جا رہی ہوگی۔"

"اسی لیے تو کہتا ہوں کہ تم رونا پیٹنا شروع کرو گی تو سپر ماسٹر کو یقین ہو جائے گا کہ مرنے سے پہلے میں نے آخری بار تم سے دماغی رابطہ قائم کیا تھا اور آئندہ کبھی اس طرح رابطہ قائم نہیں ہوگا۔"

ہیلی کوپٹر سنٹرل جیل کے اندر ایک وسیع باغ میں اتر گیا تھا۔ میں کرنل اور سوزوکو کے ساتھ باہر آ گیا۔ پھر ان کے ساتھ جیل کے اس حصے کی طرف جانے لگا۔ جہاں میری موت کا سامان کیا جا رہا تھا۔ اس دوران سونیا اپنے بیڈ روم میں چیخ چیخ کر رو رہی تھی۔ وہی ڈاکٹر جواب سے پہلے بھی سونیا کے سامنے آ چکا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے پوچھا۔

"مادام سونیا! کیا بات ہے؟"

وہ روتی ہوئی بولی۔ "میں نے آپ سے چھپایا تھا کہ فرہاد کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آ گئی ہیں مگر اب نہیں چھپاؤں گی۔ وہ موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ اس نے ابھی مجھے بتایا ہے کہ جاپان کی ایک سنٹرل جیل میں اسے پہنچا دیا گیا ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوتے ہیں۔ اس کی آنکھوں پر بھی پٹی بندھی ہوتی ہے۔ جیل میں سب اس کے لیے اجنبی ہیں۔ کوئی اسے اپنی آواز نہیں سنا رہا ہے۔ وہ اتنا بے بس اور مجبور ہو گیا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ کسی کو اپنا آلہ کار نہیں بنا سکتا۔ مجھے سپر ماسٹر کے پاس لے چلو۔ میرا فرہاد دو دست بن رہا ہے تو تم لوگ اس کی حفاظت کیوں نہیں کر رہے ہو..."

وہ بے تکان چیخ چیخ کر بولتی جا رہی تھی۔ ڈاکٹر نے جیب سے ایک ٹرانسمٹر نکال کر تنظیم کے کسی ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ میں محتاط رہنا چاہتا تھا اس لیے میں نے ڈاکٹر اور اس ماسٹر کے دماغ میں جھانکنا مناسب نہیں سمجھا۔ سونیا کے دماغ کے ذریعہ ان کی گفتگو سنتا رہا۔ ڈاکٹر اس تنظیم کے ماسٹر سے کہہ رہا تھا۔

"ماسٹر! آپ نے درست کہا تھا کہ فرہاد زندگی کی آخری گھڑیوں میں سونیا سے ضرور رابطہ قائم کرے گا۔ اس نے سونیا کو بتا دیا ہے۔ ہمیں جو رپورٹ جاپان کے ماسٹر سے مل چکی ہے وہی بات سونیا کہہ رہی ہے یعنی فرہاد کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ اس کے آس پاس جو لوگ ہیں وہ اپنی آواز نہیں سنا رہے ہیں۔ ان حالات میں فرہاد کا بے بس اور مجبور ہو جانا لازمی ہے اوور۔"

دوسرے ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔

"سونیا کو تسلی دو۔ جاپان میں ہماری پوری تنظیم حرکت میں آ گئی ہے فرہاد کو بچانے کے لیے جیل پر حملہ کیا جا رہا ہے۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ جیل کے باہر فائرنگ شروع ہو چکی تھی۔ جیل کے حکام نے بھی بڑے سخت انتظامات کیے تھے۔ اونچی اونچی دیواروں پر مسلح پولیس ان کی فائرنگ کا جواب دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد خبر ملی کہ مسلح فوج جیل کے باہر تنظیم کے جوانوں کو گھیر رہی ہے اور حملہ کرنے والے دو طرفہ فائرنگ سے بوکھلا کر بھاگ رہے ہیں۔ پندرہ منٹ کے بعد ہی سناٹا چھا گیا۔ ہم جیلر کے کمرے میں بیٹھے ہنگامے کے سرد پڑنے کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر وہ لوگ مجھے فائرنگ اسکواڈ کے سامنے لے گئے۔ سوزوکو بھی میرے ساتھ تھی۔

جو لوگ مجھ پر گولیاں چلانے کے لیے ایک قطار میں کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے ان میں سے ایک کی سوچ کو پڑھنا شروع کیا۔ وہ میری سوچ کے جواب میں سوچنے لگے کہ ان سب کی رائفلیں خالی ہیں۔ وہ صرف تصویریں اتروانے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔ مجھے اطمینان ہو گیا کہ کرنل مجھے دھوکے سے مارنا نہیں چاہتا ہے۔

اس نے تمام انتظامات مکمل کر لیے تھے۔ وہاں باقاعدہ ایک مووی کیمرہ تھا تاکہ میرے مرنے کی مکمل فلم تیار کی جا سکے۔ سوزوکو میرے پاس سے ہٹا دیا گیا۔ اور اب فلم تیار ہو رہی تھی میرے ہاتھ پشت پر باندھے جا رہے تھے۔ کیمرہ اسٹارٹ ہونے سے پہلے ہی میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔ میں موت کی دہلیز تک پہنچنے سے پہلے ان کی گرفت میں تڑپ رہا تھا اور وہ مجھے جبراً کھینچتے ہوئے لے جا رہے تھے۔

ایسے وقت جبکہ میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی تو فائر کرنے والے میرے اندھے پن سے فائدہ اٹھا کر رائفلوں کو لوڈ کر سکتے تھے۔ لیکن میں خیال خوانی کے ذریعہ محتاط تھا۔ رائفلیں بدستور خالی تھیں مجھے گرفت میں رکھنے والوں نے ایک جگہ لا کر کھڑا کر دیا۔ کرنل نے کہا۔

"فرہاد! جیسے ہی میں فائر کہوں گا۔ تم گولیاں کھانے کے انداز میں گر پڑنا — او کے؟"

چونکہ گونگی فلم تیار ہو رہی تھی اس لیے کرنل کی آواز ریکارڈ نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعہ اسے "او کے" کہا۔ اس کے بعد یوں محسوس ہونے لگا جیسے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ کرنل نے چیخ کر کہا۔

"فائر —!" میں ایک دم سے تڑپ کر اچھلا۔ پھر زمین پر گر کر بالکل ساکن ہو گیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی میری آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی۔ میں نے اٹھ کر دیکھا۔ کیمرے کا رخ اب اس طرف تھا جہاں دو سپاہی ایک خالی اسٹریچر لے کر آ رہے تھے۔ اتنی دیر میں میری جگہ اس نقلی فرہاد کی لاش رکھ دی گئی۔ میرے ہاتھ آزاد ہو گئے تھے۔ اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوتے تھے۔ آنکھوں پر بھی پٹی تھی اور لباس بھی میرے ہی جیسا تھا۔

میں وہاں سے ہٹ کر سوزوکو کے پاس آ گیا کیونکہ اب کیمرے کا رخ نقلی فرہاد کی لاش کی طرف تھا۔ اس کی لاش کو اسٹریچر پر رکھ کر اس دیوار کے پاس پہنچایا گیا جہاں پہلے ہی ایک قبر کھود دی گئی تھی۔ یعنی اب فرہاد علی تیمور کو دفن کرنے کی فلم تیار ہو رہی تھی۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔

"میری جان! میں مر چکا ہوں اور اب دفنایا جا رہا ہوں۔ اس لیے خاموش نہ بیٹھو۔ چھاتی پیٹ کر ماتم کرو۔ اور انہیں بتاؤ کہ فرہاد نے مرتے وقت تم سے رابطہ قائم کیا تھا۔ تم نے سوچ کے ذریعہ اس کی آخری چیخ سنی ہے"۔

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ بلاشبہ وہ کامیاب اداکاری کے جوہر دکھا رہی تھی۔ مجھے اپنی زندگی میں ہی پتہ چل گیا کہ وہ میری سچ مچ کی موت پر کس طرح ماتم کرے گی۔ وہ کبھی اپنے بال نوچ رہی تھی کبھی اپنے کپڑے پھاڑ رہی تھی۔ اور کبھی چیخ چیخ کر دیوار سے سر ٹکرا رہی تھی۔ ڈاکٹر اور ایک نرس ایسے دل ہلا دینے والے ماتم سے اسے باز رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

میں بے اختیار مسکرانے لگا۔ سوزوکو نے میرے بازو میں چٹکی لے کر پوچھا۔

"کیوں مسکرا رہے ہو؟"

سونیا کے پاس سے اچانک ہی سوزوکو کے پاس آکر مسکراہٹ ماند پڑ گئی مگر مصلحتاً اسے دیکھ کر بھی جبراً مسکرانا پڑا۔ میں نے کہا۔

"میں یہ سوچ کر مسکرا رہا ہوں کہ اس نمائشی موت کے بعد ہمیشہ کے لیے سونیا سے پیچھا چھوٹ گیا ہے۔ وہ کچھ عرصہ بعد کسی دوسرے سے شادی کر لے گی اور میں ہمیشہ تمہاری زلفوں کے سائے میں رہوں گا"۔

وہ خوش ہو کر میرے بازو سے لگ گئی۔ کرنل نے قریب آکر پوچھا۔

"اب بتاؤ۔ جیل سے باہر کس روپ میں جاؤ گے؟ جیلر کے کمرے میں میک اپ کا سامان موجود ہے"۔

میں نے کہا۔ "آپ میرے لیے ایک یونیفارم منگوا دیں۔ میں یہاں سے آپ کا باڈی گارڈ بن کر باہر جاؤں گا۔ اگر آپ نے کوئی تدبیر سوچی ہو تو بتائیں"۔

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ تم باڈی گارڈ بن کر ہمیشہ میرے گھر میں میرے قریب رہو گے۔ سوزوکو بھی اب مجھ سے نہیں لڑے گی"۔

وہ خوشی سے کھلی جا رہی تھی۔ میں نے کرنل سے پوچھا۔

"میری زندگی اور موت کا راز کس حد تک محفوظ رہے گا۔ کیا یہاں سب ہی قابل اعتماد لوگ ہیں؟"

"ہاں۔ یہاں سب ہی سیکرٹ سروس کے برسوں کے آزمائے ہوئے لوگ ہیں۔ تمہیں یہاں لانے سے پہلے جیل کے حکام پر پابندی لگا دی گئی تھی کہ وہ اور ان کے سپاہی جیل کے اس حصے میں نہ آئیں تم نے دیکھا ہوگا کہ جیلر کے کمرے میں خود جیلر موجود نہیں تھا۔ نقلی فرہاد کی موت اور تمہاری نئی زندگی کا راز صرف سیکرٹ سروس کی فائلوں میں رہے گا"۔

مجھے اطمینان ہو گیا۔ ہم جیلر کے کمرے میں واپس آگئے۔ کرنل نے اپنے ماتحت کو حکم دیا کہ میک اپ کا سامان لایا جائے۔ اتنے ہنگاموں سے گزرنے کے دوران سومی کو مجھے یاد تھی۔ تب میں نے کرنل سے کہا۔

"آپ نے سومی کو نامی جس لڑکی کو قید کیا ہے۔ وہ بحالت مجبوری مجرمانہ زندگی گزار رہی تھی۔ اگر آپ اسے شریفانہ زندگی گزارنے کا موقع دیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی"۔

"تمہاری یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ ویسے وہ تمہاری گہری رازدار ہے۔ کیا اسے بتایا جائے کہ تم زندہ ہو؟"

کسی گہری رازدار کا ذکر آیا تو سوزوکو مجھے گھور کر دیکھنے لگی۔ میں نے جلدی سے کہا۔

"نہیں جناب! سوزوکو کے سوا کوئی لڑکی میرے اس راز سے واقف نہیں رہے گی۔ آپ اسے کل شائع ہونے والا اخبار دکھا دیں۔ اسے میری موت کا یقین ہو جائے گا"۔

میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں تاکہ کرنل مجھے مخاطب نہ کرے۔ پھر میں نے سوچ کے ذریعہ سوزوکو سے کہا۔

"جانی! تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔ یہ بات میں تمہارے پاپا کے سامنے نہیں پوچھ سکتا۔ اس لیے سوچ کی نگری میں پوچھ رہا ہوں"۔

اس کی سوچ نے غصہ سے کہا۔

"میری ناراضگی سے تمہیں کیا؟ بڑے گلفام بنے پھرتے ہو۔ بجانے اور کتنی لڑکیوں سے دوستی کر رکھی ہے"۔

"تمہاری جان کی قسم اب کسی سے دوستی نہیں ہے۔ سومی کو تو ایسی لڑکی ہے جسے میں نے کبھی ہاتھ بھی نہیں لگایا"۔

"میری جان کی قسم کھا کر جھوٹ بولو گے تو میں مر جاؤں گی۔ کوئی اور قسم کھاؤ"۔

"جو چیز اپنی جان سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اس کی قسم کھائی جاتی ہے۔ تمہیں اس طرح بھی یقین کرنا چاہیئے کہ میں فرہاد کے روپ میں مر چکا ہوں۔ چونکہ یہ ایک گہرا راز ہے۔ اس لیے میری پچھلی تمام دوست لڑکیاں بھی اس راز کی طرح دفن رہیں گی۔ میں ان سے کبھی نہیں مل سکوں گا"۔

اسے اطمینان ہو گیا۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں بدستور آنکھیں بند کیے کرنل کے ذہن کو ٹٹولنے لگا۔ وہ چور نظروں سے کبھی مجھے اور کبھی اپنی بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔ جب سوزوکو ناراضگی کے بعد مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی تو وہ سمجھ گیا کہ ہم دونوں دماغ کے تہہ خانہ میں چھپ کر باتیں کر رہے ہیں۔ اس کی سوچ نے کہا۔

"یہ عجیب انسان ہے۔ باپ کی موجودگی میں اس کی بیٹی سے اس طرح باتیں کر لیتا ہے کہ قریب بیٹھنے والے احمقوں کی طرح بیٹھے رہ جاتے ہیں"۔

تھوڑی دیر بعد میک اپ کا سامان آگیا۔ میں نے آئینہ کے سامنے مصروف ہو کر پوچھا۔

"جناب! ابھی جو فلم تیار کی گئی ہے۔ اس کا مصرف کیا ہوگا؟"

کرنل نے جواب دیا۔

"جیسا کہ ہمیں علم ہو چکا ہے۔ ہماری سیکرٹ سروس میں میچمد یا ماگوچی جیسے غدار موجود ہیں۔ ہم اس فلم کو اس طرح رکھیں گے کہ گھر کا کوئی بھیدی اسے چرا کر سپر ماسٹر تک پہنچا دے گا۔ ادھر سپر ماسٹر کو تمہاری موت کا مکمل ثبوت ملے گا۔ ادھر وہ فلم چرانے والا ہماری نظروں میں آ جائے گا۔ پھر تم اس کے دماغ کو کنٹرول میں لے کر سیکرٹ سروس کے دوسرے غداروں کو بے نقاب کر سکو گے"۔

میں نے تائید کی۔ اس نے کہا۔

"میں مرنا پسند کروں گا مگر اپنے ملک کی سیکرٹ سروس کو ایک خطرناک تنظیم کے ہاتھوں کھلونا بننے نہیں دوں گا۔ جب سے مجھے اس سازش کا علم ہوا ہے میں سکون سے سونا بھول گیا ہوں"۔

"آپ فکر نہ کریں۔ میں بہت جلد غداروں کو بے نقاب کر دوں گا۔ مجھے سوزوکو سے اتنی ہی محبت ہے جتنی کہ آپ کو اپنے محکمہ سے ہے۔ میں سوزوکو کی خاطر آپ کا سکون واپس لاؤں گا"۔

میں باپ بیٹی کو خوش فہمی میں مبتلا کرنے کا کوئی موقع نہیں گنواتا تھا اور وہ دونوں خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ ایک آدھ بار میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ اب انہیں فریب میں مبتلا نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ کرنل نے مجھے موت کی سزا نہ دے کر دوستی کا ثبوت دیا تھا۔

یہ درست ہے مگر میرا دماغ یہ بھی سمجھاتا تھا کہ کرنل کتنی بار گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہا ہے۔ یہ کیسے یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ آئندہ کبھی میرے خلاف اس کے تیور نہیں بدلیں گے۔ انسان کو محتاط رہنے کے لیے اپنے سامنے والے کی اگلی پچھلی تمام مہربانیوں اور نامہربانیوں کا حساب کرنا چاہیئے۔ میرے پاس جو حساب تھا وہ کچھ یوں تھا۔

کرنل نے ابتدا سے مجھے سیکرٹ سروس میں صرف اس حد تک رکھا کہ مجھ سے کام لیتا رہے لیکن میں اس محکمہ کے کسی راز تک نہ پہنچ سکوں۔ کیونکہ ہزار خدمات انجام دینے کے باوجود میں ان کے لیے ایک غیر ملکی تھا۔

وہ اپنے مفاد کی خاطر مجھ جیسے غیر ملکی کو داماد تو بنا سکتا تھا مگر رازدار بنانا منظور نہ تھا۔ داماد بھی اس لیے کہ میرے پاؤں میں ایک حسین زنجیر پڑی رہے۔

خود غرضی ایسی تھی کہ جب بیٹی کے جذبات کی بات آئی تو وہ سونیا کی خدمات کو بھول گیا۔ اب بھی دونوں باپ بیٹی اس بات سے خوش تھے کہ سونیا میرے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹ گئی ہے اور اسی لیے مجھ پر بہت زیادہ مہربان بھی تھے۔

جب میری ٹیلی پیتھی کے علم کا انکشاف ہوا تو اسے اپنے محکمہ کے راز فاش ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ وہ مجھے مار ڈالنے کا آخری فیصلہ کر چکا تھا۔ اگر میں خیال خوانی کے ذریعہ اسے دہشت زدہ نہ کرتا اور اسے یقین نہ دلاتا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے اس کی پوری مسلح فوج کو چیونٹیوں کی طرح مسل سکتا ہوں تو وہ میری سزائے موت کا فیصلہ کبھی نہ بدلتا۔

یعنی اس نے بحالت مجبوری دوستی کی تھی۔ اگر اسے معلوم ہو جاتے کہ فرہاد نے جھانسا دیا ہے اور فرہاد کو راستے سے ہٹانے کے لیے کوئی مجبوری اور خوف نہیں ہے تو وہ پھر حاکم اور دشمن بن جائیگا۔

ان تمام آزمودہ حقائق کے پیش نظر اب میں کرنل پر ایک لمحہ کے لیے بھی بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنی پلاننگ کے تحت دوہری چال چل رہا تھا۔ میری پلاننگ یہ تھی کہ میں اس وقت تک دونوں باپ بیٹی کو اُلّو بناتا رہوں۔ جب تک کہ مجھے جاپان سے باہر نکلنے کا موقع نہ ملے۔

ایک گھنٹہ کے بعد آئینہ کے سامنے میرا حلیہ بدل چکا تھا۔ کرنل اور سوزوکو حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگے۔ کرنل نے کہا۔

"تم ہر فن مولا ہو۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم میک اپ میں بھی مہارت رکھتے ہو"۔

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ میرے چاروں طرف گھوم کر مجھے تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ فوجی وردی میں میری قد اور شخصیت کچھ اور زیادہ پرکشش ہو گئی تھی۔ سوزوکو میرے کشادہ سینے کو دیکھ کر سوچ رہی تھی۔

"ہائے، یہ دل بے اختیار کھنچا جا رہا ہے۔ جی چاہتا ہے اس کے سینے کی چٹان پر پہنچ کر مر جاؤں۔ یہ تو میرے لیے پھر سے ایک نیا محبوب بن گیا ہے۔ یہ کتنی خوبصورت تبدیلی ہے۔ ایک نئی شخصیت کے ساتھ ایک نیا رومانس، ایک نیا مزہ جیسے بنیادی طور پر پلیٹ وہی ہو صرف سالن بدل گیا ہو"۔

یہ سوچ کر وہ مسکرانے لگی۔ پھر میرے قریب آکر بولی۔

"اگر تم میرے سامنے بھیس نہ بدلتے تو میں اس روپ میں تمہیں کبھی فرہاد تسلیم نہ کرتی"۔

میں نے بڑی چاہت سے کہا۔

"اگر تم کسی لمحہ بھی مجھے تسلیم کرنے سے انکار کرو گی تو میں زندہ رہنے سے انکار کر دوں گا"۔

سوزوکو نے فرط محبت سے میرا ہاتھ تھام لیا۔ کرنل نے کھنکار کر کہا۔

"اب ہمیں چلنا چاہیئے۔ ہم یہاں سے سیدھے ٹوکیو جائیں گے"۔

وہ میرے ساتھ چلنے لگی۔ کرنل نے اس کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر محبت سے سمجھایا۔

"بیٹی! دنیا والوں کی نظروں میں فرہاد اب میرا باڈی گارڈ ہے۔ اس لیے تمہیں اس کے قریب نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ بڑی سعادت مندی سے مان گئی۔ میں کرنل کے پیچھے ایک باڈی گارڈ کی حیثیت سے چلنے لگا۔ فوج کے ہوائی اڈے کی طرف جاتے وقت میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ بستر پر ایک مریضہ کی طرح پڑی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"سونیا! خیریت تو ہے؟"

"ہاں فرہاد! میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ تمہاری سوچ کے ذریعہ تمہاری نقاہت اور کمزوری کا پتہ چل رہا ہے۔"

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ کچھ دیر پہلے میں بیہوش ہو گئی تھی۔"

"کیسے؟" میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"میں تمہارے لیے جھوٹا ماتم کر رہی تھی۔ مگر وہ سچ ہو گیا۔ تم نے دیکھا ہی ہے کہ میں پہلے سے کمزور تھی۔ میں نے ماتم میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے دیوار سے سر ٹکرایا تو سچ مچ بیہوش ہو کر گر پڑی۔"

"سونیا! اب ایسی حماقت نہ کرنا۔ تمہیں مکمل آرام اور اچھی خوراک کی ضرورت ہے۔ جلد از جلد صحت یاب ہونے کی کوشش کرو تاکہ اس کوٹھی سے باہر نکل کر میرے لیے اطلاعات فراہم کر سکو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گی تو میں کس طرح تمہارے پاس پہنچوں گا؟"

"میں نے جنونی انداز میں ماتم کیا۔ یہ حماقت ہی سہی لیکن فائدہ یہ ہوا کہ تنظیم کے چند افراد جو یہاں آئے ہیں وہ میری حالت زار دیکھ کر بلاشبہ تمہاری موت کا یقین کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا..."

وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ کیونکہ ڈاکٹر اس وقت اس کے بازو میں انجکشن لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"مادام! آپ بچی نہیں ہیں۔ آپ کو یہ اچھی طرح سمجھ کر صبر کرنا چاہیے کہ مرنے والے کبھی واپس نہیں آتے۔ آپ یقین کریں کہ سپر ماسٹر کو بھی اس کی موت کا بے حد افسوس ہے۔ وہ آپ کی خیریت دریافت کر رہا تھا۔ میں نے کہا ہے کہ آپ شام تک نارمل ہو جائیں گی۔"

سونیا نے کہا۔ "میں سپر ماسٹر سے ملنا چاہتی ہوں۔ اس تنظیم سے میرا پرانا ناتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ روبرو کسی سے نہیں ملتا۔ مگر ہماری باتوں کا جواب براہِ راست اس سے مل جاتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "تمہاری درخواست سپر ماسٹر تک پہنچ جائے گی۔ اب تم آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرو۔"

سونیا نے آنکھیں بند کر لیں تاکہ وہ چلا جائے۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا۔

"فرہاد! کیا تم موجود ہو؟"

"ہاں میں نے تم دونوں کی باتیں سنی ہیں۔ تم ڈاکٹر کے متعلق کچھ کہتے کہتے رک گئی تھیں؟"

"ہاں۔ جب میں بیہوشی کے بعد ہوش میں آ رہی تھی۔ اس وقت میری آنکھیں بند تھیں۔ ڈاکٹر کو معلوم نہ ہو سکا کہ میں آس پاس کی آوازیں سن سکتی ہوں۔ وہ تنظیم کے ایک آدمی سے کہہ رہا تھا کہ فرہاد جیسے لوگ مر جائیں تو اتنی جلدی ان کی موت کا یقین نہیں آتا۔ جاپان میں ہماری تنظیم کے افراد اس کی موت کے متعلق مزید ثبوت حاصل کرنے کی فکر میں ہیں۔ شاید وہ فرہاد کی لاش حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

میں نے کہا۔ "تم اطمینان رکھو۔ انہیں میری لاش تو نہیں ملے گی مگر ہاں ڈوکومینٹری ثبوت مل جائیں گے۔"

اسے اطمینان دلانے کے بعد میں کرنل اور سوزوکو کی طرف پلٹ آیا۔ ہماری گاڑی ہوائی اڈے کے احاطہ میں داخل ہو کر رن وے کی طرف جا رہی تھیں جہاں ایک طیارہ ہمارے لیے تیار کھڑا تھا۔ دو فوجی افسر طیارے کی سیڑھی کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے کرنل کو دیکھتے ہی سیلوٹ کیا اور اسے بتایا کہ طیارے میں پروجیکشن کے تمام انتظامات مکمل کر دیئے گئے۔ پروجیکشن کی بات سن کر میں نے ایک فوجی افسر کے دماغ کو ٹٹولا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ فرہاد علی تیمور کی موت پر جو فلم تیار کی گئی ہے وہ طیارے میں دکھائی جائے گی۔

طیارے کے اندر پہنچنے تک میں اس افسر کے دماغ کو کھنگالتا رہا ہے۔ پتہ چلا کہ سنٹرل جیل کے اندر جو راز دفن کیا گیا ہے۔ اس کا علم بڑے سے بڑے فوجی افسروں کو بھی نہیں ہے۔ ان کی معلومات کے متعلق فرہاد واقعی مر چکا تھا۔ جہاز کے اندر سیکرٹ سروس کا ایک قابل اعتماد مسلح نوجوان اپنی گود میں آٹھ ایم ایم کا پروجیکٹر لیے بیٹھا تھا اور ایک خوبصورت سی ایئر ہوسٹس تھی۔ جب جہاز فضا میں پرواز کرنے لگا۔ تو وہ ناشتہ اور کافی سے ہماری تواضع کرنے لگی۔

ہم پچھلی رات سے جاگ رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے سو جانا چاہتا تھا۔ میں نے کرنل سے دماغی رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی جو فلم اسکرین پر دکھائی جانے والی ہے۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں آپ کی اجازت سے نیند پوری کرنا چاہتا ہوں۔"

کرنل کی سوچ نے کہا۔

"میں بھی رات سے جاگ رہا ہوں۔ مجھے تمہارے سونے پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن یہاں جو سیکرٹ سروس کے جوان ہیں۔ یہ تمہیں فرہاد کی حیثیت سے نہیں جانتے ہیں۔ میں انہیں یہ سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا کہ میں جاگ رہا ہوں اور میرا باڈی گارڈ سو رہا ہے۔"

"سوری جناب! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ اب جاگتا رہوں گا۔"

سوزوکو بھی جاگ رہی تھی۔ اس کے جاگنے کا مقصد یہ تھا کہ میں اس خوبصورت سی ایئر ہوسٹس کو نظر بھر کر نہ دیکھ سکوں۔ میں نے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"میری جان! میں تمہارے باپ کا باڈی گارڈ ہوں۔ تم میری باڈی گارڈ نہ بنو۔ دیکھنے والے شبہ کریں گے۔"

"کرنے دو۔" اس کی سوچ نے کہا۔ "وہ کمینی آتے جاتے تمہیں مسکرا کر دیکھ رہی ہے۔"

"کسی کو بھی دیکھ کر مسکرانا ایئر ہوسٹس کی ڈیوٹی ہے۔"

"اتنا میں بھی سمجھتی ہوں مگر ایک عورت ہو کر دوسری عورت کی مسکراہٹ کے خفیہ مفہوم کو بھی اچھی طرح سمجھ لیتی ہوں۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ تمہاری موجودہ شخصیت پر مرمٹی ہے۔"

اس کے دعوے کی سچائی کو سمجھنے کے لیے ایئر ہوسٹس کی سوچ کو پڑھا جا سکتا تھا لیکن اس وقت مجھے دنیا کی کسی بھی صنفِ نازک سے دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے کہا۔

"سوزوکو! تم دوسری لڑکیوں کی نیت کو نہ دیکھو۔ تمہیں اتنا اعتماد ہونا چاہیئے کہ میری نیت صرف تم پر خراب ہوتی ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ لیکن کافی کی پیالی واپس کرتے وقت وہ ایئر ہوسٹس کو غصہ سے دیکھ رہی تھی۔ کسی بیوی یا کسی محبوبہ کو پالنے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت ہماری نگاہوں پر اپنی نگاہوں کے پہرے بٹھائے رکھتی ہے۔ اس نے کہا۔

"فرہاد! اگر میں ٹیلی پیتھی جانتی تو ابھی تمہارے چور ارادوں کو پڑھ لیتی مگر مجبوری ہے۔ تم پر بھروسہ کرنا ہی پڑے گا۔"

کرنل نے کافی کی دوسری پیالی ختم کرنے کے بعد فلم چلانے کا حکم دیا۔ اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ ہمارے سامنے پائلٹ روم کا دروازہ بند تھا۔ اس دروازے پر ایک چھوٹا سا سفید اسکرین لگا دیا گیا۔ طیارے کی کھڑکیوں پر پردے پڑ گئے۔ پھر اس نیم تاریکی میں فلم شروع ہو گئی۔

سنٹرل جیل کے اندر جو کچھ مجھ پر بیت چکی تھی۔ وہ سب کچھ پردۂ فلم پر نظر آ رہا تھا۔ میں خود کو مرتے اور دفن ہوتے دیکھ رہا تھا۔ وہ فلم میری موت کا مکمل دستاویزی ثبوت تھی۔ اسے دیکھ کر سپر ماسٹر کو ذرہ برابر شبہ نہ ہو سکتا تھا کہ میں ابھی اسی دنیا میں اپنے مقدر کی سانس لے رہا ہوں۔

فلم ختم ہو گئی۔ اسکرین سادہ ہو گیا۔ میں نے خوش ہو کر سوچا کہ کوئی جلد از جلد اسی فلم کو چرا کر سپر ماسٹر تک اسے پہنچا دے۔ پرواز کرنے والے طیارے میں یہ ممکن نہیں تھا کہ تنظیم کا کوئی جیالا آ کر یہ کارنامہ دکھاتا۔ مگر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض اوقات دل میں جو خواہش سر اٹھاتی ہے وہ فوراً ہی پوری ہو جاتی ہے۔ میری خواہش کے جواب میں اسپیکر بولنے لگا۔ طیارے کے پائلٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"اٹینشن پلیز۔ جہاز جاپان کی سمندری سرحد پار کر چکا ہے۔ آپ حضرات ٹوکیو پہنچنے کی آرزو دل سے نکال دیں۔ کرنل تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تمہارے آدمی اپنے ہتھیار ایئر ہوسٹس کے حوالے کر دیں۔"

چند لمحوں کے لیے سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ سوزوکو گھبرا کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعہ اسے اور کرنل کو سمجھایا کہ وہ کسی بھی موقع پر گھبرا کر مجھے فرہاد کے نام سے نہ پکاریں۔ کرنل نے سوچ کے ذریعہ کہا۔

"فرہاد! میں محتاط رہوں گا مگر تم جلدی کچھ کرو۔"

"جناب آپ بھول رہے ہیں کہ ہم زمین پر نہیں ہیں۔ اگر میں پائلٹ کو دماغی جھٹکے پہنچاؤں گا تو یہ جہاز تباہ ہو جائے گا۔"

یہ بات کرنل کی سمجھ میں آ گئی کہ دشمن فضائی ناخدا بنا ہوا ہے۔ اس کا دماغ سلامت رہے گا تو ہم سب سلامت رہیں گے۔ اس نے پھر مجھے مخاطب کیا۔

"فرہاد! پتہ نہیں یہ ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں۔ کم از کم منزل کا پتہ تو معلوم کرو۔"

میں نے کہا۔ "پہلے آپ اس سے سوالات کریں۔ اگر جواب مل جائے گا تو خیال خوانی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ مجھے حتی الامکان یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ میں دشمنوں کے آگے فرہاد کا رول ادا نہ کروں۔ جب جان کا خطرہ ہو گا تو میں آپ کو بچا لوں گا۔"

حالانکہ بچانے کی کوئی نیت نہیں تھی۔ میں نے پہلے ہی جاپان سے فرار ہونے کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ پتہ نہیں اپنے طور پر کب کامیابی ہوتی۔ دشمن خود ہی مجھے کامیابی سے ہمکنار کر رہے تھے۔ میں نے پلٹ کر پیچھے کی جانب دیکھا۔ سرو قد ایئر ہوسٹس دونوں ہاتھ کمر پر رکھے ایک ادائے ناز سے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

اس کی اداؤں سے پتہ چل رہا تھا کہ بڑی حرّافہ ہے۔ بہرحال وہ جیسی بھی تھی۔ ایسے وقت اس سے کام نکالنا تھا یعنی مجھے بھی جواباً مسکرانا تھا۔ لیکن سوزوکو پہرہ دے رہی تھی۔ اس لیے میں نے یوں گھبراہٹ کا اظہار کیا جیسے موت کو سامنے دیکھ کر ایک حسینہ کی مسکراہٹ مجھ پر اثر نہیں کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"بیچارہ موجودہ سچویشن سے گھبرا گیا ہے۔ مگر میں اسے موم کر لوں گی۔"

اس کی سوچ نے کہا۔

"یہ سچویشن سے نہیں بلکہ کرنل کی بیٹی سے گھبرا رہا ہے۔ میں بہت دیر سے دیکھ رہی ہوں اور سمجھ رہی ہوں کہ اپنے باپ کے باڈی گارڈ سے اس لڑکی کے ناجائز تعلقات ہیں۔ میں عورت ہوں اسی لیے عورت کی نگاہوں کو پہچانتی ہوں۔"

وہ آگے نہ سوچ سکی۔ کرنل نے اسے مخاطب کیا۔

"لڑکی تم ہنستی ہو۔ میرے ایک اشارے پر تمہیں شوٹ کر دیا جائے گا۔"

ایئر ہوسٹس نے اپنے دونوں خالی ہاتھ دکھا کر کہا۔

"میرے ہاتھ خالی ہیں۔ مگر اس جہاز کی لگام میرے ساتھی کے ہاتھوں میں ہے۔ مجھے مار کر دیکھو یہ جہاز سینتالیس ہزار فٹ کی بلندی سے گرے گا۔ دانشمندی یہی ہے کہ تمہارے آدمی اپنے ہتھیار میرے قدموں میں لاکر ڈال دیں۔"

کرنل نے میری جانب دیکھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ہولسٹر سے ریوالور نکالتے ہوئے ایئر ہوسٹس کی جانب بڑھنے لگا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو میری پشت سوزوکو کی طرف تھی۔ میں نے موقع ملتے ہی اپنے ہونٹ بوسے کے انداز میں سکیڑ کر اسے آنکھ ماری۔ وہ نہال ہوگئی۔ اسی وقت دوسرے فوجی افسر نے اپنی اسٹین گن لاکر اس کے قدموں میں ڈال دی۔ پھر ہم اپنی جگہ واپس آگئے۔ کرنل نے پوچھا۔

"یہ پائلٹ ہمیں کہاں لے جا رہا ہے؟"

وہ بولی۔ "ظاہر ہے وہ اس جہاز کو لے کر سمندر میں نہیں ڈوبے گا کسی زمین پر ہی اترے گا۔"

کرنل نے دوسرا سوال کیا۔

"تم ہماری ایئر فورس میں کب سے کام کر رہی ہو؟"

"پچھلے دو سال سے۔"

"اور وہ پائلٹ؟"

"تمہارا وہ پائلٹ اپنے ملک کا وفادار تھا، اس لیے ختم کر دیا گیا، ابھی اس جہاز کو کنٹرول کرنے والا میرا ساتھی اس مردہ پائلٹ کے میک اپ میں ہے اور اس کا شناختی کارڈ بھی موجود ہے۔ اس لیے تمہاری سیکورٹی فورس کے آدمی اس پر شبہ نہ کر سکے۔"

کرنل نے پھر سوال کیا۔

"تم لوگوں کو کیسے اطلاع ملی کہ میں اس جہاز کے ذریعہ ٹوکیو جانے والا ہوں؟"

ایئر ہوسٹس نے اپنے عشق کی داستان سنائی۔

"میں دو سال سے جاپان کی ایئر فورس میں ہوں اور یہاں کے چار عدد پائلٹوں سے عشق کر رہی ہوں۔ اب سے دو گھنٹے پہلے میں اس مردہ پائلٹ کے پاس تھی۔ اسے میری موجودگی میں اطلاع ملی کہ تم ایک اہم راز کے ساتھ ڈیڑھ گھنٹے بعد ٹوکیو جانے والے ہو۔ اور میرا عاشق پائلٹ اس طیارے کو لے کر جائے گا۔ میں نے یہ اطلاع اپنے آدمیوں تک پہنچادی، اور اب تم ہمیں اپنے اصلی روپ میں دیکھ رہے ہو۔"

کرنل نے پوچھا۔ "کیا تم لوگوں کو معلوم تھا کہ میں یہ فلم اپنے ساتھ لے جاؤں گا؟"

"نہیں۔ ہمیں یہ اطلاع ملی تھی کہ فرہاد علی تیمور کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے اور ہمارے آدمی اسے بچانے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ اس ناکامی کے پیش نظر ہم نے سوچا کہ اس طیارے میں فرہاد کی لاش لے جائی جائے گی لیکن اس فلم کو دیکھ کر افسوس ہو رہا ہے۔ بیچارے کو سنٹرل جیل میں ہی دفن کر دیا گیا۔"

"اس فلم سے تم لوگوں کو کیا فائدہ حاصل ہوگا؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ اس طیارے سے ملنے والے کسی بھی راز کو حاصل کیا جائے۔ اور یہ ہم کر رہے ہیں۔"

کرنل نے آخری سوال کیا۔

"اب ہمارا انجام بتادو۔"

وہ اپنے قدموں سے میرے ریوالور اور اسٹین گن کو اٹھاتی ہوئی بولی۔

"اگر شرافت سے ہمارے حکم کی تعمیل کرتے رہو گے تو تمہیں تمہارے ملک واپس پہنچا دیا جائے گا۔"

میں نے کرنل کے دماغ میں کہا۔

"اب آپ خاموش رہیں۔ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں آزما کر معلومات حاصل کروں گا۔"

کرنل تو خاموش ہوگیا۔ لیکن اسپیکر بولنے لگا۔

"اٹینشن پلیز! آپ لوگ سیفٹی بیلٹ باندھ لیں۔ چند منٹ بعد جہاز لینڈ کرنے والا ہے۔"

ہم نے حفاظتی بیلٹ باندھ لیے۔ کرنل نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی ویران سی جگہ نظر آ رہی ہے۔ پتہ نہیں یہ ہمیں کہاں لے آئے ہیں۔"

جہاز رن وے پر بھاگ رہا تھا۔ جب وہ رکنے لگا تو ہم نے دیکھا۔ جہاز کے چاروں طرف مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے۔ اور ہمیں اسپیکر سے وارننگ دی جا رہی تھی۔

"جسے اپنی زندگی عزیز نہ ہو وہ کوئی چالاکی دکھائے۔ ہم پھر ایک بار یقین دلاتے ہیں کہ تمہیں جانی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ دروازہ کھلتے ہی اپنے اپنے سروں پر دونوں ہاتھ رکھ کر باہر چلے آؤ ....."

ہم سب حفاظتی بیلٹ کھول کر کھڑے ہوگئے۔ کرنل نے آہستگی سے پوچھا۔

"فرہاد! اب تم کچھ کرنے والے ہو یا نہیں؟"

میں نے کہا۔ "پلیز! آپ آہستگی سے بھی فرہاد کا نام زبان پر نہ لائیں۔ میں آپ کے دماغ میں موجود ہوں۔ لہٰذا سوچ کے ذریعہ گفتگو کریں۔"

ہم آگے پیچھے ایک قطار میں کھڑے ہوگئے۔ پھر اپنے اپنے سروں پر دونوں ہاتھ رکھ کر طیارے کے باہر سیڑھی سے اترنے لگے۔ کرنل کی سوچ نے کہا۔

"آج تک کسی نے مجھے اس طرح قیدی بنانے کی جرأت نہیں کی۔ یہ میری توہین ہے۔"

میں نے کہا۔ "مجبوری ہے۔ آپ ذرا صبر سے کام لیں۔"

اب اس پر جھلاہٹ طاری ہو رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"مجھے صبر کا کڑوا پھل نظر آ رہا ہے۔ ہمارے چاروں طرف بالفعلیں ہیں۔ اگر تم نے جلدی کچھ نہ کیا تو یہ ہمیں مار ڈالیں گے۔"

"میں کسی وقت بھی کچھ کر گزروں گا۔"

تھوڑی دیر کے لیے کرنل کی تسلی ہوگئی۔ لیکن میرا اطمینان ختم ہوگیا تھا۔ اب دل میں یہ اندیشہ گھر کر رہا تھا کہ کرنل یا سوزوکو کسی وقت بھی موت کے سامنے دہشت زدہ ہو کر میرا نام پکار سکتے ہیں۔ مجھے اپنا یہ راز اب اپنی جان کی طرح عزیز تھا اور سونیا میری جان تھی۔ اسے حاصل کرنے اور سپر ماسٹر تک پہنچنے کا یہ بہترین منصوبہ تھا کہ میں مرحوم کہلاتا رہوں۔ لہٰذا میں کرنل اور اس کی بیٹی کی طرف سے بہت زیادہ محتاط ہوگیا۔ بار بار ان کے خیالات پڑھنے لگا کہ وہ اپنے ساتھ کہیں مجھے بھی نہ لے ڈوبیں۔

دو سو گز کے فاصلے پر کچھ ویگن کاریں اور جیپ کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ مجھے، کرنل کو اور سوزوکو کو الگ الگ گاڑیوں میں بٹھایا گیا۔ ایئر ہوسٹس نے سوزوکو سے کہا۔

"اے لڑکی! یہ تیرا یار ہے۔ مگر اب میں اس کے پاس بیٹھوں گی۔"

وہ میرے پاس بیٹھتی ہوئی بولی۔

"میرا نام مرجانہ ہے۔ تم پر مرجانے کو جی چاہتا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔

"تمہارے لوگوں نے مجھے زندہ چھوڑا تو میں تمہاری یہ خواہش پوری کر دوں گا۔"

وہ میرے ہاتھ کو اپنے زانو پر رکھ کر بولی۔

"فکر نہ کرو۔ میں اپنے باس سے تمہیں مانگ لوں گی۔"

تمام گاڑیاں اپنی منزل کی طرف چل پڑیں۔ سوزوکو یہ سوچ کر غصہ سے تلملا رہی تھی کہ میں مرجانہ کی طرف پھسل گیا ہوں۔ حالانکہ مرجانہ پھسل رہی تھی۔ سوزوکو یہ سمجھنے کے باوجود ایک سوکن طرح جل رہی تھی۔ میں نے اسے جسمانی دوری اور دماغی قربت سے پکارا۔

"سوزوکو! میں تمہارا ہوں۔ تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔"

"اگر تم میرے ہوتے تو ابھی میرے پاس ہوتے۔" وہ غصہ دکھا رہی تھی۔

"غصہ تھوک دو۔ حالات کو سمجھو۔ ابھی ہم قیدی ہیں۔ ہمیں ان کے اشاروں پر چلنا ہوگا۔"

اس نے سوال کیا۔ "تم ان لوگوں کو ٹیلی پیتھی کے اشاروں پر کیوں نہیں چلا رہے ہو؟"

"تمہیں منانے میں میرا وقت صرف ہو رہا ہے۔ تم مان جاؤ تو میں ذرا خاموش رہ کر کوئی تدبیر کروں۔"

"اچھا اب میں ناراض نہیں ہوں۔ جلد ہی اس حرافہ سے پیچھا چھڑاؤ۔"

مگر وہ حرافہ شانہ سے شانہ لگائے بیٹھی تھی۔ مجھے چپ دیکھ کر بولی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"سوچ رہا ہوں کہ تمہاری فرمائش پر تمہارا باس مجھے کیوں معاف کرے گا؟"

"اس لیے کہ تم کرنل کے محض ایک گارڈ ہو۔ ایک ملازم ہو۔ جاپانی بھی نہیں ہو۔ تم سے ہماری ذاتی دشمنی بھی نہیں ہے۔ میں نے فرہاد کی دستاویزی فلم حاصل کر کے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس کے صلہ میں میں تمہیں مانگ لوں گی۔"

میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں کہا۔

"اگر باس نے میری فرمائش ٹھکرادی تو کیا ہوگا؟"

اس کی سوچ نے حیرانی سے کہا۔

"یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ باس کبھی میری فرمائش کو نہیں ٹھکراتا۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کسی عاشق سے دل بھر جانے کے بعد میں خود ہی اسے ٹھکانے لگا دیتی ہوں۔ جب اس باڈی گارڈ سے بھی بوریت ہوگی تو میں ہمیشہ کے لیے اس کی چھٹی کر دوں گی۔ اوہ، میں نے تو اب تک اس کا نام ہی نہیں پوچھا۔"

وہ میرا نام پوچھنے لگی۔ میں نے جواب دیا۔

"میرا نام شامتِ اعمال ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ کیسا نام ہے؟ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"میں مڈل ایسٹ سے آیا ہوں۔ کرنل میری دلیری اور جاں نثاری کی قدر کرتا ہے۔ وہ مجھے فرہاد علی تیمور کے مقابلے پر لانا چاہتا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ فرہاد ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو پھر اس سے مقابلہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ اتنا خطرناک تھا کہ اسے فوراً ہی گولی مار دی گئی۔ تم وہ فلم دیکھ چکی ہو۔"

"ہمیں اس کی موت کا افسوس ہے اور اطمینان بھی ہے کہ ایک خطرناک آدمی سے پیچھا چھوٹ گیا۔ کاش کہ وہ مرنے سے پہلے ایک دن کے لیے مجھے مل جاتا۔"

میں بار بار اسے حرافہ کہتا ہوں تو غلط نہیں کہتا ہوں۔ وہ مجھ کو صرف اتنی دیر کے لیے یا اتنے دنوں کے لیے پسند کر رہی تھی جب تک کہ اس کا دل نہ بھر جائے۔ پھر ان چار پائلٹوں کا ذکر کر چکی تھی جن سے اس کے تعلقات رہ چکے تھے۔ اب فرہاد کو یاد کر کے رال ٹپکا رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"وہ مر چکا ہے۔ میں زندہ ہوں۔ میری بات کرو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "جل گئے۔ تم مردوں کی یہ بڑی عادت ہے کہ ہر عورت کو اپنی جاگیر سمجھ لیتے ہو۔ میں جلنے والوں کو اور جلاتی ہوں۔ ایک مرد کے پہلو میں بیٹھ کر دوسرے مردوں کے قصے چٹخارے لے کر سناتی ہوں۔ ہی ہی ہی ....."

اس کی بے باک باتوں سے بھوکی نگاہوں سے اور اس کی ننگی

ہنسی سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کیسی جہاں دیدہ یا مردِ دیدہ عورت ہے۔ اپنے کسی بھی عاشق کو کھرے سکے کی طرح ہاتھ میں لیتی ہے اور کھوٹا سکہ بنا کر پھینک دیتی ہے۔ مجھے اس کے ہاتھوں اپنا انجام نظر آجاتا اگر میں فرہاد علی تیمور نہ ہوتا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟

ایک چھوٹی سی بستی میں پہنچ کر ہمارا سفر ختم ہوگیا۔ میں نے گاڑی سے اُتر کر دیکھا۔ دور دور تک بانس کے بنے ہوئے کاٹیج نظر آرہے تھے۔ یہاں تمام لوگوں کے ہاتھوں میں رائفلیں یا اسٹین گنیں دکھائی دے رہی تھیں۔ ایک کاٹیج سے ایک ادھیڑ عمر کا انگریز باہر آیا۔ پھر کرنل کو گھور کر دیکھنے لگا۔ میں نے سوچ کے ذریعہ کرنل سے کہا۔

"میں نے اپنا نام شامتِ اعمال بتایا ہے۔ آپ مجھے فرہاد ہرگز نہ کہیں، ورنہ . . . . . ."

وہ جھلا کر بولا۔ "تمہیں صرف اپنے نام کی پڑی ہے۔ تم بچاؤ کی تدبیر کیوں نہیں کر رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ آپ ذرا دیکھیں کہ یہ انگریز کیا کہتا ہے۔"

مرجانہ وہ دستاویزی فلم اس انگریز کے حوالے کرتی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "اس فلم سے فرہاد کی موت کا ثبوت مل جاتا ہے اور یہ جاپان سیکرٹ سروس کا چیف ہے۔ کرنل جوشو ہو . . . . . آپ اس کی تصویر سے تصدیق کر لیں۔"

انگریز نے اپنے ماتحت کو حکم دیا کہ ریکارڈ سے کرنل جوشو ہو کی تصویر لائی جائے اور مجھے اور سوزد کو ایک کاٹیج میں قید کر دیا جائے۔ مرجانہ نے کہا۔ "باس! میری درخواست ہے کہ کرنل کے اس باڈی گارڈ کو میری قید میں دے دیا جائے۔"

اس انگریز باس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر مرجانہ سے کہا۔

"سپر ماسٹر کا حکم آیا ہے کہ کرنل جوشو ہو کے ساتھ جو بھی ہو انہیں زندہ نہ چھوڑا جائے۔ تاکہ کرنل کی موت کا کوئی چشم دید گواہ نہ رہے۔"

یہ سنتے ہی کرنل ایکدم ہی کھوپڑی سے باہر ہوگیا۔ اپنے پاس کھڑے ہوئے گارڈ کو دھکا دیتے ہوئے اور چیختے ہوئے بھاگنے لگا۔

"میں نہیں مروں گا۔ مجھے کوئی نہیں مار سکتا . . . . ."

میں نے اسے آواز دی۔ "جناب! رک جائیے۔" لیکن وہ بھاگتے بھاگتے ایک گارڈ پر چھلانگ لگا چکا تھا۔ پھر وہ گارڈ کو لیے ہوئے زمین پر گر پڑا۔ ایسے وقت اسٹین گن اسی کے ہاتھ میں آگئی۔ اس نے اسٹین گن کا رُخ انگریز کی طرف کیا۔ اس لمحہ آس پاس سے تڑاتڑ فائرنگ کی آواز گونجنے لگی۔ اس شور میں سوزد کو کی چیخیں سنائی دیں۔ پھر وہ کرنل کے دم توڑنے سے پہلے ہی بے ہوش ہوگئی۔

کچھ اور تماشہ ہوا۔ کرنل کی اسٹین گن سے بھی گولیاں چلی تھیں۔ میں تو سوزد کو کو سنبھالتے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا تھا لیکن میرے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک جاپانی افسر، مرجانہ کا انگریز باس اور وہ پائلٹ جو ہمیں یہاں لایا تھا ان تینوں کو کرنل اپنے ساتھ لے ڈوبا۔ مرجانہ ان کے پیچھے کھڑی تھی۔ اسے بچنے کا موقع مل گیا۔ وہ ایک ہی جست میں کاٹیج کے اندر چلی گئی تھی۔

چند لمحوں کے لیے سناٹا چھا گیا۔ تنظیم کے افراد سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کا باس یا اس بستی کی تنظیم کا لیڈر یوں دیکھتے ہی دیکھتے ایک قیدی کی گولیوں کا نشانہ بن جائے گا۔ مجھے کرنل کی موت کا افسوس تھا۔ یوں تو اسے مرنا ہی تھا مگر میرے دل میں حسرت رہ گئی کہ میں اس آخری وقت کام نہ آسکا۔ اس نے مجھے اتنا موقع ہی نہ دیا کہ میں سوچ کے ذریعہ اسے کنٹرول کرتا۔

مجھے زیادہ دیر اس کی موت پر بھی افسوس کرنے کا موقع نہ ملا۔ اب مسلح جوانوں کی رائفلیں اور اسٹین گنیں میری طرف اٹھ گئی تھیں۔ وہ مجھے گولی مارنے کے لیے حکم کے منتظر تھے مگر انہیں حکم دینے والا مر چکا تھا۔ مرجانہ نے کاٹیج کے دروازے پر آکر کہا۔

"نو فائرنگ۔ اس لڑکی کو کسی کاٹیج میں لے جا کر ہوش میں لاؤ۔" پھر اس نے میری طرف اشارہ کیا۔ "یہ آدمی میری نگرانی میں رہے گا۔"

ایک انگریز نوجوان نے آگے بڑھ کر کہا۔

"مس مرجانہ! یہ درست ہے کہ باس کے بعد تم یہاں ہم سے سینئر ہو۔ ہم تمہارے احکامات کی تعمیل کریں گے۔ لیکن سپر ماسٹر کی طرف سے پہلے ہی یہ حکم آچکا ہے کہ کرنل جوشو ہو کی موت کا کوئی چشم دید گواہ زندہ نہ رہے۔"

مرجانہ نے مجھے دیکھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"کھانا سامنے ہو تو بھوک برداشت نہیں ہوتی۔ میں اسے چکھے بغیر موت کے ڈسٹ بن میں نہیں پھینکوں گی۔ اس کی خاطر مجھے اپنے مخالفوں سے نمٹنا ہوگا۔"

یہ سوچتے ہی اس نے مسلح جوانوں پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"بعض حالات میں سپر ماسٹر اپنے فیصلے بدل دیتا ہے۔ میں ابھی ماسٹر رین فان سے رابطہ قائم کرتی ہوں۔ اس کے ذریعہ سپر ماسٹر کو یہاں کے حالات بتاؤں گی۔"

اس انگریز نوجوان نے کہا۔

"مس مرجانہ! اس تنظیم میں میری بھی کچھ اہمیت ہے۔ لہٰذا ماسٹر رین فان سے ہونے والی گفتگو میں بھی سنوں گا۔ تمہیں اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ یہاں آجاؤ فرائڈ!"

مرجانہ نے اس انگریز نوجوان فرائڈ کو بڑے میٹھے انداز میں مسکرا کر کاٹیج میں آنے کی دعوت دی۔ میں نے فرائڈ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا کہ وہ مسکراہٹ سے پگھل رہا ہے یا نہیں؟ وہ سوچ رہا تھا۔

"یہ بڑی چالاک لومڑی ہے۔ میں نے کئی بار اس کی تمنا کی مگر اس نے بُری طرح جھڑک دیا۔ آج میری باری ہے۔ میں اس کمینی کو اس باڈی گارڈ سے عیش گرم کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

مرجانہ نے کہا۔ "فرائڈ کیا سوچ رہے ہو۔ کیا میری بات نہیں سنو گے؟"

اس کے لہجے میں پیار بھری شکایت بھی تھی اور دعوت بھی۔ میں نے فرائڈ کی سوچ میں کہا۔

"اس عورت کی ادائیں مار ڈالتی ہیں۔ اس کی بات سن لینے میں کیا حرج ہے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا۔

"ہاں۔ یہ ذرا دیکھنا چاہیے کہ ایک مغرور حسینہ اپنے مطلب کی خاطر کیسے جھکتی ہے۔"

وہ کاٹیج کی طرف بڑھنے لگا۔ اسی وقت سوزد کو ہوش میں آنے لگی۔ اس کے خشک لب پانی مانگ رہے تھے۔ میں نے کہا۔

"مرجانہ! یہ پانی مانگ رہی ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی۔

"اس لڑکی سے بڑی ہمدردی ہے۔ اسے پیاسی مر جانے دو۔"

میں غصے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر چیخ کر بولا۔

"کیا تم لوگوں میں ذرا سی بھی انسانیت نہیں ہے۔ جانوروں کو بھی مارنے سے پہلے پانی پلایا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اسے پانی پلاؤ۔"

"چلاؤ مت۔" فرائڈ نے غصے سے کہا۔ "ورنہ ایک ہی گولی میں آواز بند ہو جائے گی۔"

میں نے ایک قدم آگے بڑھا کر کہا۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ مجھے اور اس لڑکی کو یہاں مرنا ہے۔ اگر ابھی پانی نہ لایا گیا تو میں بھی کرنل کی طرح جدوجہد کرتے ہوئے اس لڑکی کے ساتھ مر جاؤں گا۔"

یہ بات میں نے اس اعتماد سے کہی کہ مرجانہ فی الحال مجھے زندہ رکھنا چاہتی ہے۔ فرائڈ نہیں چاہتا تھا۔ وہ کاٹیج کے دروازے پر پہنچ گیا تھا۔ اور میرے چیلنج کے جواب میں اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکالنا چاہتا تھا لیکن مرجانہ اس کے بازو سے لگ گئی

اور وہ نزاکت سے کہہ رہی تھی۔

"ذرا صبر کرو۔ جب انہیں مارنا ہی ہے تو بیچاروں کو پانی پلا کر ماریں گے۔"

پھر اس نے حکم دیا کہ سوزد کو کو پانی پلانے کے بعد اسے مجھ سے دور رکھا جائے۔ یہ حکم دینے کے بعد اس نے کاٹیج کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ فرائڈ کے ساتھ دوسروں کی نگاہوں سے چھپ گئی۔ آہنی دیواریں بھی میرا راستہ نہیں روک تیں۔ اس لیے میں انہیں دیکھ رہا تھا۔

میں فرائڈ کو پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اندر سے موم ہو رہا ہے۔ اس نے بظاہر سخت لہجے میں کہا۔

"مجھے بیوقوف نہ بناؤ۔ میں یہ کبھی نہیں بھول سکتا کہ تم نے کئی بار میری محبت کو ٹھکرا دیا ہے۔"

"میں اعتراف کرتی ہوں کہ وہ میری غلطی تھی۔ اب میں تمہاری قدر کر رہی ہوں۔"

"اپنے مطلب کے لیے کر رہی ہو۔"

"فرائڈ! تنظیم کی تمام لڑکیوں کو پہلا سبق یہی سکھایا گیا ہے کہ اپنے مطلب کے لیے کسی کی بھی خواہش کے آگے جھک جاؤ۔ پھر تم تنظیم کے اصولوں سے انکار کیوں کرتے ہو۔"

"اچھا تو تم اس باڈی گارڈ کے لیے میرے قریب آئی ہو؟"

"ہاں تم مجھے چاہتے ہو۔ میں اسے چاہتی ہوں۔"

"لیکن سپر ماسٹر کا حکم ہے کہ . . . . . ."

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ باہر دو مسلح جوان سوزد کو کو پانی پلانے کے بعد اسے سہارا دے کر ایک کاٹیج کی طرف لے جا رہے تھے۔ میں نے سوچ کی خاموشی میں اسے سمجھایا۔

"تمہارے پتا اپنی جلد بازی کی وجہ سے مارے گئے۔ تم اپنی سلامتی چاہتی ہو تو ان لوگوں کے حکم کی تعمیل کرتی رہو۔ میں تمہاری حفاظت کی تدبیر کر رہا ہوں۔"

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں تو میں اس کے لیے بہت بڑا سہارا تھا۔ اس لیے وہ چپ چاپ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد جب میں نے دوبارہ فرائڈ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو ذرا دیر ہو چکی تھی۔ اس وقت تک مرجانہ کا جادو اس پر چل چکا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔

"تم تو مجھے بولنے ہی نہیں دیتیں۔ میری بات تو سنو۔"

"کیا سنوں؟ تم یہی کہو گے کہ ہم سپر ماسٹر کی حکم عدولی کریں گے تو خود مارے جائیں گے۔"

"ہاں۔ کیا تم اپنے ساتھ مجھے بھی مارنا چاہتی ہو؟"

"نہیں، ہم زندہ رہیں گے۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو ہم صرف ایک دن کے لیے سپر ماسٹر کے حکم کو ٹال سکتے ہیں۔ میں ایک رات گزارنے کے بعد کل صبح خود اپنے ہاتھوں سے اس باڈی گارڈ کو گولی مار دوں گی۔"

"اور ہم اپنے آدمیوں سے یہاں کیا کہیں گے؟"

مرجانہ نے جواب دیا۔

"ابھی ہم ٹرانسمیٹر پر ماسٹر رین فان کو یہاں کی رپورٹ پیش کریں گے۔ اس کے بعد تم باہر جا کر ان لوگوں کو سمجھا دینا کہ کرنل کے

باڈی گارڈ شامتِ اعمال کو مرجانہ کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اور سوزوکو تمہارے حوالے کر دی گئی ہے۔"
فرانڈ نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔
"مجھے جاپانی لڑکیاں پسند نہیں ہیں۔ میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ میری شرط یہ ہے کہ پہلے تم میرے ساتھ وقت گزارو گی۔ پھر شامتِ اعمال تک پہنچو گی۔"
میں مرجانہ کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ اسے فرانڈ کی شرط منظور نہیں تھی مگر وہ کھل کر انکار نہیں کر سکتی تھی۔ دل میں اس کے خلاف نفرت بھری ہوئی تھی کہ وہ راستے کی دیوار بنا ہوا ہے۔ اس نے جبراً مسکرا کر کہا۔
"مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔ آؤ پہلے ماسٹر ین فان سے رابطہ قائم کریں۔"
وہ دونوں ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھنے لگے۔ میں نے سوزوکو کی خبر لی۔ وہ ایک کاٹج کے فرش پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ سیکرٹ سروس کی ایک اہم ہستی جس کا نام کرنل جو شوموہ تھا اور جو اس کا باپ تھا وہ مر چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی بیٹی کا غرور ٹوٹ چکا تھا۔ اب وہ ایک معمولی لڑکی کی طرح فرش پر بیٹھی اپنی موت کے تصور سے کانپ رہی تھی۔ میں نے کہا۔
"سوزوکو! ہمت سے کام لو۔ ڈرنے سے موت نہیں ٹلتی۔ لڑنے سے زندگی کی آس رہتی ہے۔ تم یقین کرو میں اپنی آخری سانس تک تمہیں بچانے کی کوشش کروں گا۔"
میں اسے تسلیاں دے رہا تھا لیکن اسے بچانے کی کوئی تدبیر دماغ میں نہیں آ رہی تھی۔ اگرچہ وہ اپنے باپ کی زندگی میں ایک ضدی، خودغرض اور مغرور لڑکی تھی تاہم ایسی حالت میں وہ قابلِ رحم تھی۔ میں اس کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتا تھا لیکن ایک بے یار و مددگار لڑکی کی حفاظت کرنا میرا اولین فرض تھا۔
اسی لیے میں مرجانہ اور فرانڈ کو چھوڑ کر اس پر توجہ دے رہا تھا۔ اس وقت مجھے بھی ایک کاٹج میں قید کر دیا گیا تھا۔ بند دروازے کے باہر دو مسلح نوجوان کھڑے ہوئے تھے۔ سامنے والے کاٹج کو میں ایک چھوٹی سی کھڑکی سے دیکھ سکتا تھا۔ اسی کاٹج میں سوزوکو قید کی گئی تھی۔ اس کے دروازے پر صرف ایک نوجوان پہرہ دے رہا تھا۔ سوزوکو کی خاطر کچھ کر گزرنے کے لیے آس پاس کے ماحول کو سمجھنا بیحد ضروری تھا۔
میں نے کھڑکی کے بالکل قریب آ کر دیکھا۔ دور تک وہ بستی نظر آ رہی تھی۔ دو آدمی کرنل کی لاش کو اٹھا کر کہیں لے جا رہے تھے۔ باہر کھڑے ہوئے ایک نوجوان نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر رائفل کے کندے کو کھڑکی پر مارتے ہوئے کہا۔
"اے باہر کیا دیکھ رہے ہو؟ جاؤ زمین پر جا کر بیٹھ جاؤ۔"
میں کمرے کے وسط میں فرش پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر جس نے مجھے کھڑکی کے پاس سے بھگایا تھا۔ میں اس کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔
"ہمیں کیسے ویران علاقہ میں رکھا گیا ہے۔ پتہ نہیں کب یہاں سے میرا ٹرانسفر ہوگا۔ جی چاہتا ہے یہاں سے بھاگ جاؤں۔"
اس کے ساتھی نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"ہم یہاں سے بھاگنے والوں کا انجام دیکھ چکے ہیں۔ ایک طرح سے ہم بھی قیدی ہیں مگر ایسی قید کہ ہر طرح کا آرام ہے۔ اچھا کھانا ہے، اچھی شراب ہے ......"
"مگر اچھی بری عورت نہیں ہے۔ ہم جب سے یہاں آئے ہیں آج پہلی بار دو عورتیں نظر آئی ہیں۔ مرجانہ تو خیر اونچی ہستی ہے۔ ہم اسے ہاتھ لگانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن وہ کرنل کی بیٹی ــــ ہائے بڑی جاندار چیز ہے۔"
ان کی باتیں سن کر مجھے خیال آیا کہ اس بستی میں آ کر میں نے صرف مرد ہی مرد دیکھے ہیں۔ ایک بھی عورت نظر نہیں آئی۔ ایسی جگہ مرجانہ اور سوزوکو پہنچ گئی تھیں۔ وہ لوگ مرجانہ کی اونچی پوزیشن سے خائف تھے۔ مگر سوزوکو کے لیے للچا رہے تھے۔ اس بھوکی زمین پر اور نہ جانے کتنے نوجوان سوزوکو کے متعلق دھڑکتے دل سے سوچ رہے ہوں گے۔
ایک تدبیر فوراً ہی دماغ میں آئی کہ میں خیال خوانی کے ذریعہ ان نوجوانوں کی بھوک کو بھڑکا سکتا ہوں۔ بھوک کوئی سی ہو جب بھڑکتی ہے تو بغاوت جنم لیتی ہے۔ اب مجھے عملی طور پر آزمانا تھا کہ یہ کہاں تک درست ہے۔ اس عمل سے پہلے میں نے مرجانہ اور فرانڈ کی خبر لی۔ وہ اتنی دیر میں ماسٹر ین فان سے ٹرانسمیٹر کے ذریعہ گفتگو کر چکے تھے اور اب اسی سلسلہ میں باتیں کر رہے تھے۔ فرانڈ نے کہا۔
"انسان جو سوچتا ہے، وہ نہیں ہوتا۔ ماسٹر کے حکم کے مطابق تمہیں تین گھنٹے کے بعد منیلا کے ہوائی اڈے پر پہنچنا ہوگا۔ اب بتاؤ کیا کرو گی؟"
مرجانہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگی۔
"کیا مصیبت ہے۔ میں اس شامتِ اعمال کو جتنی شدت سے حاصل کرنا چاہتی ہوں، حالات مجھے اتنا ہی اس سے دور لے جانا چاہتے ہیں۔ میں یہ بھول گئی تھی کہ فرہاد کی دستاویزی فلم کو ہانگ کانگ تک پہنچانے کے لیے ماسٹر کسی قابلِ اعتماد ماتحت سے کام لے گا۔ باس کے مر جانے کے بعد میں اور فرانڈ ہی قابلِ اعتماد سمجھے جاتے ہیں۔ اس لیے ماسٹر ین فان نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس فلم کو لے کر وہاں پہنچوں۔"
فرانڈ نے اسے سوچتے دیکھ کر کہا۔
"تین گھنٹے کا مطلب یہ ہوا کہ تم یہاں صرف ایک گھنٹہ گزار سکتی ہو۔ یہاں سے منیلا کے ہوائی اڈے تک پہنچنے کے لیے پونے دو گھنٹے لگیں گے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اپنے جنون سے باز آ جاؤ اور شامتِ اعمال کا قصہ تمام کر دو۔ یہ ایک گھنٹہ میرے ساتھ گزار لو۔"
وہ سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ تر یا ہٹ مشہور ہے۔

...ت اپنی ضد سے باز نہیں آتی۔ اس نے کہا۔
"فرانڈ! میں کوئی سستی چیز نہیں ہوں۔ جب تک کوئی بہت بڑا ...د حاصل نہیں ہوتا۔ اس وقت تک میں خود کو کسی کے حوالے نہیں کرتی۔ ...یری ایک شرط ہے میں تمہاری بات مان لوں گی مگر شامتِ اعمال کو ساتھ لے جاؤں گی۔"
"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ ذرا ہوش کی باتیں کرو۔ اگر اسے گولی نہ ماری ...روہ تمہارے ساتھ چلا گیا تو یہ بات ماسٹر وں تک پہنچ جائے گی۔"
"نہیں پہنچے گی۔ میری پلاننگ کو غور سے سنو۔ کرنل کی لاش اندھے ...یں میں پھینک دی گئی ہے۔ وہ کنواں بستی سے دور ایک فرلانگ کے ...پہ ہے۔ اپنے آدمیوں سے یہ کہا جائے گا کہ ہم دونوں اپنے ہاتھوں ...شامتِ اعمال کو مار کر کنویں میں پھینکنے جا رہے ہیں۔ وہ ہمارے ...جائے گا۔ کنویں کے پاس سے ہونے والی فائرنگ کی آواز بستی تک ...جائے گی۔ پھر تم بستی میں واپس آ جانا۔ میں اسے لے کر منیلا چلی جاؤں گی۔"
فرانڈ نے کہا۔ "منیلا میں بھی ہمارے کچھ آدمی ہوں گے۔ وہ تمہارے ...تھ اسے دیکھ کر کیا سوچیں گے؟"
"میں نے سب سوچ لیا ہے۔ شامتِ اعمال کے جسم پر جو جاپانی ...ڈی گارڈ کا لباس ہے اسے بدل دیا جائے گا۔ منیلا پہنچتے ہی میں اسے ...رد وں گی۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر عام شہری کی طرح ایئر پورٹ پہنچے گا۔"
"تم اپنی ہی بولتی چلی جا رہی ہو۔ یہ نہیں سوچتیں کہ وہ پاسپورٹ کے ...بغیر تمہارے ساتھ ہانگ کانگ نہیں جا سکے گا۔"
وہ غصہ میں اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر پاؤں پٹخ کر بولی۔
"میں اسے لے جاؤں گی۔ کسی طرح بھی لے جاؤں گی۔ تم بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ آم پسند ہے تو کھاؤ۔ پیڑ نہ گنو...."
وہ ...ار مان گیا مگر یہ سوچتا رہا کہ مرجانہ اپنی ضد کے آگے پاگل ہو گئی ہے لیکن وہ ...نادانی نہیں کرے گا۔ آم کھانے کے بعد لینے وعدہ سے پھر جائے گا۔ مجھے یہاں سے زندہ نہیں جانے دے گا۔
میں فرش پر بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اور ان دونوں کی دوسری پلاننگ کو سمجھ رہا تھا۔ اب فرانڈ سے ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی اور سوزوکو کے لیے بھی جلد از جلد کچھ کرنا ضروری تھا۔ میں نے اپنے کاٹج کے دروازے پر پہرہ دینے والے ایک جوان کی سوچ میں کہا۔
"کرنل کی بیٹی سامنے والے کاٹج میں ہے۔ اگر ہم اسے گولی مارنے سے پہلے اس کے ساتھ تھوڑا وقت گزار لیں تو فرانڈ کو اعتراض نہیں ہوگا۔"
اس نوجوان نے یہ بات اپنے ساتھی سے کہی۔ اس کے ساتھی نے سوزوکو کے پہریدار کے پاس جا کر مشورہ کیا۔ اس پہریدار نے کہا۔
"بات تو ٹھیک ہے کیونکہ فرانڈ بھی مرجانہ کے ساتھ وقت گزار رہا ہے۔ آخر ہم بھی انسان ہیں۔ ہماری بھی کوئی ضرورت ہمیں مجبور کرتی ہے۔"
ایک اور نوجوان نے قریب آ کر پوچھا۔
"کیا مشورے ہو رہے ہیں؟"
اسے بتایا گیا کہ نیک مشورہ ہے۔ اس نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا۔
"ایک مدت سے ہم ترس گئے ہیں لیکن ہم چاروں کے بولنے سے مطالبہ اتنا مضبوط نہیں ہوگا۔ ہم کچھ اور دوستوں کو ملا کر ایک پارٹی بنائیں گے۔ اکثریت کے آگے فرانڈ کو جھکنا پڑے گا۔"
میں سمجھ رہا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعہ انہیں بھڑکانے کے لیے بڑی محنت کرنی پڑے گی مگر وہ اپنی ضرورت کے تحت خود ہی بھڑکتے جا رہے تھے۔ ایک کے بعد دوسرے کو اپنا ہم خیال بناتے جا رہے تھے۔ ہر جگہ مختلف خیال اور مختلف مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کے راستے میں رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں۔ کچھ لوگ اصول کے پابند تھے۔ دوسرے لفظوں میں سپر ماسٹر کے لیے وفادار تھے کہ اس کے حکم کو حرفِ آخر سمجھتے تھے۔ اس لیے وہ جذبات کی رو میں بہنے کی بجائے جذباتی نوجوانوں کو سمجھانے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔
"سپر ماسٹر ہماری ہر ضرورت کا خیال رکھتا ہے۔ ہماری فرمائش پر وہ یہاں حسین عورتوں کا قافلہ بھیج دے گا۔ لہٰذا ابھی پہلی فرصت میں کرنل کی بیٹی کو گولی مار دینی چاہیے۔"
شعلے بھڑک گئے تھے۔ اب نصیحتوں سے انہیں سمجھایا نہیں جا سکتا تھا۔ باغی نوجوانوں میں سے ایک نے کہا۔
"تمہاری طرح ہم بھی سپر ماسٹر کے وفادار ہیں اور ان کی عنایتوں کو سمجھتے ہیں۔ لیکن اس لڑکی سے فائدہ اٹھانا غداری نہیں ہوگی۔ کیونکہ بعد میں اسے ختم کر دیا جائے گا۔"
"یقیناً غداری ہوگی۔ جو حکم مل چکا ہے۔ اس پر فوراً عمل کرنا ہوگا۔"
میں نے اس کے دماغ میں کہا۔
"میں ابھی اس لڑکی کو گولی مار دوں گا۔"
یہ بات اس نے زبان سے کہی۔ میں نے ایک باغی کی سوچ میں کہا۔
"تمہارا باپ بھی ایسا نہیں کر سکتا۔"
اس نے بھی یہ بات زبان سے کہی۔ سامنے والے نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ جماتے ہوئے کہا۔
"تم مجھے گالی دے رہے ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"
اس نے اپنی رائفل سیدھی کی۔ سوزوکو کا پہریدار ان لوگوں سے ذرا دور کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں گھس کر کہا۔
"وہ کمبخت میرے ساتھی کو مار ڈالے گا۔ مجھے اسے روکنا چاہیے۔"
اس کا دماغ میرے کنٹرول میں تھا۔ میرے حکم کے مطابق اس نے اپنی اسٹین گن سیدھی کی۔ پھر تڑاتڑ گولیاں چلا دیں۔ مرنے والے کے ساتھ آس پاس کے چار جوان بھی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ اس کے ساتھ ہی دونوں طرف سے ٹھن گئی۔ وہ سب دور بھاگتے ہوئے چھپتے چھپاتے ایک دوسرے

پر فائرنگ کرنے لگے۔ میرے دروازے پر پہرہ دینے والے نے سوچا۔
"یہی موقع ہے۔ یہ لوگ ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں۔ مجھے کرنل کی بیٹی پر دھاوا بول دینا چاہیے۔"
میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا۔
"ہاں، یہی موقع ہے۔ لیکن اس لڑکی کو دبوچنے سے پہلے اس باڈی گارڈ کو ختم کر دینا چاہیے۔ میں ایک دم دروازہ کھول کر اندر جاؤں گا اور کچھ کہے سنے بغیر اسے گولی مار دوں گا۔"
یہ سوچتے ہی وہ پلٹ کر دروازے پر آیا۔ پھر اسے کھول کر کمرے میں داخل ہوا مگر میں وہاں نہیں تھا۔ اس نے گھوم کر دیکھا تو دروازے کے پیچھے سے میرا ایک گھونسا اس کی ناک پر پڑا۔ پھر میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ دو دو ہاتھ کرتے رہنا میری زندگی کا ٹائم ٹیبل بن گیا تھا لہٰذا ایک آدمی کو بس میں کر لینا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد باہر کی فائرنگ کی آواز میں کمرے کے اندر ہونے والی فائرنگ کی آواز گڈمڈ ہوگئی۔
اس کے بعد میں اسٹین گن سنبھالتا ہوا کاٹیج کے پچھلے دروازے پر گیا۔ وہاں ایک کھڑکی کے باہر فرائڈ اپنے کاٹیج سے نکلتا ہوا نظر آیا۔ مرجانہ اس کے ساتھ نہیں تھی۔ . . . . خیال خوانی سے پتہ چلا کہ وہ باہر آنے کے لیے لباس پہن رہی تھی۔ میں نے اسی وقت فرائڈ کو کھڑکی سے نشانہ بنایا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر ایک طرف گرا۔ دوسری طرف وہ گر کر ٹھنڈا ہوگیا۔ اتنے میں کسی نے چیخ کر کہا۔
"فرائڈ کو مارنا کھلی بغاوت ہے۔ اب ہم تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"
سپر ماسٹر کے حامی یہ سمجھ رہے تھے کہ باغیوں نے فرائڈ کو مارا ہے۔ اس لیے دونوں طرف سے فائرنگ میں شدت پیدا ہوگئی۔ میں نے مرجانہ کی خبر لی۔ وہ لباس پہن کر سوچ رہی تھی کہ اسپیکر کے ذریعہ اس مسلسل فائرنگ کی وجہ معلوم کرنا چاہیے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔
"اوں ہونہہ! یہ اچھا موقع ہے۔ مجھے شامتِ اعمال کو ساتھ لے کر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ وہ سامنے والے کاٹیج میں ہے۔"
اس کی سوچ نے انکار کیا۔
"نہیں۔ فرائڈ کہے گا کہ میں ایسے ہنگامی حالات میں فرائض سے منہ موڑ کر جا رہی ہوں۔"
میری سوچ نے پھر اسے سمجھایا۔
"اگر میں اس فائرنگ کی آڑ لے کر فرائڈ کو گولی کا نشانہ بنا دوں تو وہ ماسٹروں سے شکایت کرنے کے لیے زندہ نہیں رہے گا۔"
یہ بات اس کی کھوپڑی میں سما گئی۔ وہ اسٹین گن لے کر تیزی سے چلتی ہوئی دروازے پر آئی۔ پھر اسے کھولتے ہی ٹھٹھک گئی۔ سامنے فرائڈ کی لاش زمین پر پڑی نظر آرہی تھی۔ میں نے اس دماغ میں کہا۔
"تقدیر میرا ساتھ دے رہی ہے۔ اب مجھے فوراً ہی شامتِ اعمال کے پاس پہنچنا چاہیے۔"
وہ میرے کاٹیج میں آنے سے پہلے اطراف کا جائزہ لینے لگی۔ اسے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ فائرنگ کرنے والے کہاں کہاں چھپے بیٹھے ہیں۔ اگر وہ بھی لاپرواہی سے آگے بڑھے گی تو فرائڈ کی طرح ماری جائے گی۔ میں نے اسے محتاط رہنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر سوزوکو کی خبر لی۔ وہ فائرنگ کی آوازوں سے سہمی ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔
"سوزوکو! گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے لیے یہ سارے ہنگامے کر رہا ہوں۔ تم تیار رہو۔ میں کسی وقت بھی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"
اسی وقت سوزوکو کے دہشت زدہ خیال نے بتایا کہ کوئی دروازہ کھول کر اس کے کمرے میں آرہا ہے۔ میں نے کہا۔
"اطمینان رکھو۔ میں آنے والے سے نمٹ لوں گا بشرطیکہ تم اس سے مسکرا کر باتیں کرو۔"
"میں ایسی حالت میں نہیں مسکرا سکتی . . . ."
اس کی سوچ ادھوری رہ گئی۔ آنے والا کہہ رہا تھا۔
"میری جان! تمہارے لیے خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ اگر تم راضی خوشی میری آغوش میں آنا پسند کروگی تو میں تمہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا۔"
سوزوکو کے دماغ نے فوراً ہی اسے سمجھایا۔
"اپنی جان بچانے کے لیے اس کی بات مان لینے میں کیا حرج ہے۔ فرہاد میرے پپا کو بچانے میں ناکام رہا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ مجھے بھی بچانے میں ناکام رہے۔ اس لیے مجھے اس نوجوان سے بھی دوستی کر لینی چاہیے۔"
یہ سوچتے ہی وہ مسکرانے لگی۔ پھر سوچ کے ذریعہ بولی۔
"فرہاد! برا نہ ماننا۔ میں اپنی جان بچانے کے لیے مسکرا رہی ہوں۔"
میں نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم دانشمندی سے کام لے رہی ہو۔"
میں نے اس کی تسلی کے لیے ایسا کہہ دیا۔ ویسے میں اچھی طرح سمجھتا تھا کہ وہ لڑکی تھالی کا بینگن ہے۔ ہمیشہ اپنے مطلب کی طرف لڑھکتی ہے۔ قلعہ کے اندر وہ میری آغوش میں بھی صرف اپنی جان بچانے کے لیے آئی تھی۔ مجھے یہ خوش فہمی تھی کہ میں ایک گبرو جوان ہوں۔ اب یہ لڑکی ہمیشہ میرے نام کی مالا جپتی رہے گی۔ لیکن زندگی اور موت کے درمیان آزمائش کی اس گھڑی میں وہ اپنی اصلیت دکھا رہی تھی۔
میں کب اسے ساری زندگی کا روگ بنانا چاہتا تھا۔ میں نے صرف اپنا فرض ادا کرنے کے لیے سوچا کہ سوزوکو کو یہاں سے زندہ سلامت نکل جانے کے لیے میں اس کے نئے عاشق کی مدد کروں گا۔ ساتھ ہی اس بات کا خیال رکھوں گا کہ اس کی زبان پر اپنے عاشق کے سامنے فرہاد کا نام نہ آئے۔
اس وقت وہ اس سے التجا کر رہی تھی۔

"پہلے یہاں سے نکل چلو۔ پھر میں ساری زندگی تمہارے قدموں میں گزار دوں گی۔"
میں نے ان دونوں کو چھوڑ کر مرجانہ کی خبر لی۔ معلوم ہوا کہ وہ پھر کاٹیج کے اندر گئی ہے۔ اور ایک بیگ میں میری دستاویزی فلم اور میرا لباس بدلنے کے لیے ایک جوڑا کپڑا رکھ رہی ہے۔ چونکہ وہ میری ہی طرف آنے والی تھی۔ اس لیے میرا دماغ اس کی طرف سے پلٹ کر پھر سوزوکو کے پاس پہنچ گیا۔
وہ اپنے نئے عاشق کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی کاٹیج کے پچھلے دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ وہاں پہنچ کر وہ دونوں رک گئے۔ نوجوان اسے دیوار کے ساتھ کھڑا کرنے کے بعد دروازے کو ذرا سا کھول کر جھانکنے لگا۔ اسے سپر ماسٹر کے کچھ وفادار نظر آرہے تھے۔ وہ درختوں کے پیچھے جوابی فائرنگ کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے لیڈر نے اس عاشق کو دروازے سے جھانکتے دیکھ کر چیختے ہوئے کہا۔
"مونٹو! میں نے تجھے دیکھ لیا ہے تو لڑکی کو اس کاٹیج سے نہیں لے جا سکے گا۔"
میں نے مونٹو کے دماغ سے اس لیڈر کی آواز سنی۔ پھر اس لیڈر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔
"اب مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کاٹیج کا محاصرہ کرنا چاہیے۔

ورنہ وہ لڑکی کو لے کر بھاگ جائے گا۔"
اس کے دماغ میں یہ بات آتے ہی اس نے اپنے ساتھیوں کو کاٹیج کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ لیکن باغیوں کی طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ میں کاٹیج میں ایک جگہ کھڑا ہوا جنگ کے پورے میدان کا نقشہ دیکھ رہا تھا۔ لڑنے والی دونوں پارٹیاں میری نظروں میں تھیں۔ ان کے افراد ایک دوسرے کو مارتے اور مرتے جا رہے تھے۔ میں نے اب تک صرف فرائڈ کو ہلاک کیا تھا۔ میں ایسا سپرمین تو نہیں تھا کہ گولیاں برساتا ہوا دشمنوں کی ایک چھوٹی سی فوج کو تنہا خاک میں ملا دیتا۔ میں تو صرف ٹیلی پیتھی کی بارود اچھال کر تماشہ دیکھ رہا تھا۔
تھوڑی دیر کے بعد پتہ چلا کہ سپر ماسٹر کے تمام حامی مارے گئے ہیں۔ باغیوں میں صرف تین زندہ رہ گئے تھے۔ وہ سوزوکو کے کاٹیج کی طرف آوازیں دیتے ہوئے بڑھنے لگے۔
"مونٹو! میدان صاف ہوگیا ہے۔ ہم آرہے ہیں۔ دروازہ کھول دو۔"
مونٹو نے چشم زدن میں فیصلہ کیا۔
"ایک لڑکی ہے۔ تین طلبگار اور آرہے ہیں جو دولت مجھے تنہا مل سکتی ہے دوسروں کو میں اس کا حصہ دار کیوں بناؤں؟"
اس نے دروازہ کھولا۔ پھر اچانک ہی اسٹین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔ ایک ساتھ تین چیخیں بلند ہوئیں۔ مونٹو نے قہقہہ لگا کر کہا۔
"میں جیت گیا۔ بازی میرے ہاتھ ہے۔"
اس نے سوزوکو کو بازی کی طرح ہاتھ میں لیا۔ وہ خوشی سے لپٹ کر بولی۔
"تم واقعی بہادر ہو۔ میں تو خواہ مخواہ فرہاد کو بہادر . . . ."
میں نے فوراً ہی اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا تو وہ کہتے کہتے رک گئی۔ کمبخت خوشی کے مارے میرا راز فاش کرنے والی تھی۔ مونٹو نے پوچھا۔
"تم فرہاد کے بارے میں کچھ کہہ رہی تھیں۔ وہ تو مر چکا ہے۔"
میں نے سوزوکو کی سوچ میں کہا۔
"ہاں۔ وہ مر چکا ہے۔ میں یہ کہہ رہی تھی کہ اب تک صرف فرہاد کو دلیر سمجھتی رہی مگر تم تو اس سے بھی زیادہ دلیر ثابت ہوئے ہو۔"
سوزوکو نے یہ بات زبان سے کہہ دی۔ پھر اپنا سر پکڑ کر سوچنے لگی۔
"میں نے یہ بات کیسے کہہ دی۔ میں تو کچھ اور کہنے والی تھی۔ کیا فرہاد میرے دماغ کو کنٹرول کر رہا ہے۔"
پھر ناگواری سے اس کی سوچ نے کہا۔
"یہ تم کیا کر رہے ہو۔ میں اس وقت مونٹو کے پاس ہوں۔ ایسے وقت دماغ میں جھانکنا شرافت نہیں ہے۔"
"تم کون سا شرافت کا ثبوت دے رہی ہو۔ اگر میں بروقت مداخلت نہ کرتا تو تم اپنے عاشق کے سامنے فرہاد کو زندہ کر دیتیں۔"
"تم مجھے جھوٹا الزام دے رہے ہو۔"
"میں انسانی سوچ کی ایک ایک گرہ کھولتا رہتا ہوں۔ تمہاری چوریاں مجھ سے نہیں چھپ سکتیں۔ اس لیے میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ میرا نام یا میرا ذکر زبان پر کبھی نہ لاؤ۔"
"ٹھیک ہے۔ اب میں محتاط رہوں گی۔ مگر ایسی ٹیلی پیتھی کا کیا فائدہ جو کسی کی جان نہ بچا سکے۔"
اس نے طعنہ دیا۔ لیکن میں خاموش رہا۔ میں اسے یہ بتا کر کوئی تمغہ حاصل نہیں کر سکتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کی بدولت اس کے لیے راستہ ہموار ہو رہا ہے۔ مونٹو نے اس سے پوچھا۔
"تم کسی گہری سوچ میں ہو۔ کیا بات ہے؟"
اس نے جواب دیا۔ "میں اپنے باڈی گارڈ کے متعلق سوچ رہی ہوں۔"
"اوہ!" اس نے چونک کر کہا۔ "میں تو اسے بھول ہی گیا تھا۔ وہ ہمارے راستے کی دیوار بن سکتا ہے اسے بھی ٹھکانے لگانا ہوگا۔"
"ہاں۔" سوزوکو سوچ میں پڑ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ فرہاد اس کے خیالات پڑھ رہا ہوگا۔ لہٰذا اسے مونٹو کے اس فیصلے پر خوش نہیں ہونا چاہیے۔ اس نے فوراً ہی گھبرا کر کہا۔
"نہیں مونٹو! اسے معاف کر دو۔ وہ ہمارا وفادار ملازم رہ چکا ہے۔ ہم اسے یہاں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"
مونٹو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر لاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ اسے ختم پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے زندہ چھوڑ دوں۔ میں تو اسے ....."

میں اس کی پوری بات نہ سن سکا۔ کیونکہ مرجانہ اپنے کاٹیج سے مجھے آواز دے رہی تھی۔

"شامتِ اعمال! تم کہاں ہو۔ یہاں کاٹیج میں آجاؤ۔"

میں نے کہا "اچھی بات ہے۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

اتنا کہتے ہی کہیں سے ایک فائر ہوا۔ پھر سوزوکو کی چیخ سنائی دی۔ میں نے فوراً ہی اس سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ لیکن اس کا دماغ تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔ میں ذرا سی دیر کے لیے اس سے غافل ہوا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ مونٹو کی پناہ میں رہ کر وہ موت کی نیند سو جائے گی۔ اس کے بعد ہی فائرنگ کی آواز پھر سنائی دی۔ میں نے مونٹو کی سوچ پڑھی۔ پتہ چلا کہ وہ اپنے جن تین ساتھیوں کو ہلاک کر چکا تھا ان میں سے ایک کے اندر تھوڑی سی جان باقی تھی۔ جب مونٹو سوزوکو کو لے کر کاٹیج سے باہر نکلا تو دم توڑنے والے نے مونٹو پر گولی چلا دی۔ وہ تو فوراً ہی زمین پر گر کر بچ گیا لیکن سوزوکو موت کا نشانہ بن گئی۔

اس بستی پر موت منڈلا رہی تھی۔ ہوس کی دیوی ننگی ناچ رہی تھی۔ جب خواہشات آدمی کو پاگل بنا دیتی ہیں تو وہ اخلاقی حدود سے گزر جاتا ہے۔ سوزوکو کے مرتے ہی مونٹو غصہ سے پاگل ہو گیا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اتنے خون خرابے کے بعد بھی اس کی خواہش پوری نہیں ہو گی۔ وہ ایکدم سے اپنے کپڑے پھاڑنے لگا۔ میں کاٹیج سے نکل کر تیزی سے دوڑتا ہوا اس جگہ پہنچا۔ جہاں وہ دیوانگی کے عالم میں جا رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی اسٹین گن سیدھی کی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اخلاقی حدود سے گزرتا۔ میں نے اسے دنیا سے گزار دیا۔

میرے چاروں طرف موت کی خاموشی چھا گئی تھی۔ دور دور تک انسانی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ وہاں جتنے مردے تھے ان سب کی اپنی اپنی زندگی بہت زیادہ قیمتی تھی۔ لیکن کچھ لوگ اپنے مجرم ماسٹر کی وفاداری میں اور کچھ لوگ ایک لڑکی کی عزت سے کھیلنے کے شوق میں مارے گئے۔ زندگیاں یوں بھی بے مقصد ضائع ہوتی ہیں۔ میں نے سوزوکو کی لاش کو دونوں بازوؤں میں اٹھایا۔ پھر ایک کاٹیج کے اندر لا کر اسے فرش پر رکھ دیا۔

مجھے اس کی موت کا افسوس بھی تھا اور میں ایک طرح سے نجات بھی محسوس کر رہا تھا۔ وہ زندہ رہتی تو میرے لیے دردِ سر بنی رہتی۔ ہر لمحہ یہ اندیشہ ستاتا کہ کہیں وہ میرا راز زبان پر نہ لے آئے۔ اچھا ہی ہوا کہ وہ مر گئی۔ مرنے والوں کے متعلق ایسا نہیں سوچنا چاہیے۔ مگر نہ سوچنے سے حقیقت تو نہیں بدلتی۔

میں اسٹین گن اٹھا کر اس کاٹیج کے سامنے آیا جہاں مرجانہ انتظار کر رہی تھی۔ دروازہ کھولنے سے پہلے میں نے معلوم کیا کہ وہ اندر کیا کر رہی ہے۔ وہ ایک الماری کے پیچھے ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑی تھی۔ اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ آپس میں مرنے مارنے والے کہیں اس پر حملہ کرنے نہ آجائیں۔ میں نے باہر سے آواز دی۔

"مرجانہ! یہاں سب ہی کو موت سونگھ کر چلی گئی ہے۔ اب یہاں کوئی دوست ہے نہ دشمن۔ لاشوں کی اس جنت میں ہم ہی دو آدم و حوا رہ گئے ہیں۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"کیا واقعی سب کے سب مر گئے ہیں؟"

میں نے اونچی آواز میں جواب دیا۔

"ہاں سب مر گئے۔ اب صرف شامتِ اعمال ہے۔"

بیچاری کو شامتِ اعمال کے معنی نہیں معلوم تھے۔ اس نے باہر آنے کے لیے دروازہ کھولا تو میرے ہاتھ میں اسٹین گن دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ اس نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ خونریزی کے بعد زندہ بچنے والے آدمی کے ہاتھ میں یقیناً کوئی مہلک ہتھیار ہوگا۔ اس کی سوچ نے کہا۔

"مجھے فوراً ہی اچھل کر دیوار کی آڑ میں چلتے ہی اس پر فائر کر دینا چاہیے۔"

اس نے اپنی سوچ پر عمل کیا۔ جیسے ہی وہ اچھلی، میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"ہائے میں گر رہی۔ پاؤں تلے زمین نہیں ہے ....."

وہ زمین پر اوندھے منہ گر پڑی۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر اس کے قریب ہی گرا۔ اس کا ہاتھ فوراً ہی ریوالور پر گیا مگر پھر وہیں جم کر رہ گیا۔ اس کا ہاتھ میرے وزنی بوٹ تلے دب گیا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی التجا کرنے لگی۔

"مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں زندہ رکھ کر اپنی جوانی کی سوغات پیش کرنا چاہتی تھی۔ مجھے نہ مارو۔"

میں نے اس کے ہاتھ پر سے پاؤں ہٹایا۔ پھر ریوالور اٹھا کر جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں تمہیں مارنا چاہتا ہوں۔ مجھ پر تو تمہارے بڑے احسانات ہیں۔"

وہ خوشی سے اٹھتی ہوئی بولی۔

"مائی گڈنس۔ میں تمہیں غلط سمجھ رہی تھی۔ میرے شامتِ اعمال! اب تو میں تمہارے قدموں میں مر جاؤں گی۔"

وہ قدموں کے بجائے گلے کا ہار بن گئی۔ ایسا ہار جس کے پھول نہ جانے کتنی بار باسی ہو گئے تھے۔ اس کے حسن میں پھولوں کا رنگ تھا۔ مگر وہ خوشبو سے خالی تھی۔ میں نے اسے پرے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"تم عورت ہو یا گرم مسالہ؟ جب دیکھو گرمی دکھائی ہو۔ ذرا ہوش میں رہ کر موجودہ سچویشن کو سمجھو۔ ہم لاشوں کی اس بستی سے اب کہاں جائیں گے؟"

وہ بولی "یہاں ہمیں روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس کے باوجود میں جہاں جاؤں گی تنظیم کے جاسوس مجھے پکڑ لیں گے۔ بہتر ہے کہ تم بھی

میرے ساتھ اس تنظیم سے منسلک رہو۔"

"کیا وہ لوگ مجھے نہیں پہچانیں گے؟"

"ایسے تو پہچان لیں گے کہ تم ہمارے آدمی نہیں ہو۔ اس کی ایک تدبیر ہے۔ یہاں تنظیم کے جتنے لوگ تھے ان کے ریکارڈز اس کاٹیج میں موجود ہیں۔ ہم یہ تمام ریکارڈز جلا ڈالیں گے۔ پھر یہاں سے منیلا تک تم پر کوئی شبہ نہیں کر سکے گا۔"

"منیلا پہنچ کر کیا ہوگا؟"

"میں تمہارا جعلی پاسپورٹ بنانے کی کوشش کروں گی۔"

"یہاں جو لوگ مارے گئے ہیں۔ کیا ان کے پاسپورٹ موجود ہیں؟"

"ہاں۔ دوسرے کمرے میں تمام لوگوں کے پاسپورٹ وغیرہ محفوظ رکھے جاتے ہیں۔"

"کیا یہاں میک اپ کا سامان ہے؟"

"یہاں قانون کو دھوکہ دینے کی ہر چیز موجود ہے۔"

میں اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں چاروں طرف الماریاں تھیں۔ وہ ایک الماری سے میک اپ کا سامان نکالنے لگی۔ میں نے کہا۔

"مجھے تمام پاسپورٹ دکھاؤ۔"

اس نے دوسری الماری کھول دی۔ میں ایک ایک پاسپورٹ نکال کر ان کی تصویریں دیکھنے لگا۔ ان میں صرف مونٹو ایسا تھا جو مجھ سے قدرے مشابہت رکھتا تھا۔ یعنی میں تھوڑے سے میک اپ کے بعد خود کو مونٹو بنا سکتا تھا۔ میں نے مرجانہ سے کہا۔

"تم آئینہ اور میک اپ کا سامان تیار رکھو۔ میں ایک منٹ میں آرہا ہوں۔"

"مگر تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

میں نے مونٹو کا پاسپورٹ اس کے ہاتھ میں رکھ کر کہا۔

"ابھی میں اس آپ میں آجاؤں گا۔"

وہ مجھے بے یقینی سے دیکھنے لگی۔ میں اسے چھوڑ کر باہر مونٹو کے پاس آیا۔ پھر اس کی لاش کو کاندھے پر ڈال کر کاٹیج میں لے آیا۔ جہاں مجھے بیٹھ کر میک اپ کرنا تھا۔ وہیں سامنے مونٹو کی لاش کو میں نے دیوار سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا۔ پھر اسے دیکھ دیکھ کر اپنا حلیہ بدلنے لگا۔ چونکہ باڈی گارڈ بننے کے لیے میں نے ماسکنگ نہیں کی تھی۔ اور اب بھی اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لیے میک اپ میں دشواری پیش نہیں آئی۔ میں نے کہا۔

"یہاں میرے سامنے وقت ضائع نہ کرو۔ ٹرانسمیٹر پر اپنے آدمیوں کو اطلاع دو کہ یہ بستی خانہ جنگی کے باعث تباہ ہو گئی۔ صرف تم اور مونٹو زندہ رہ گئے ہو۔"

میری بات ختم ہوتے ہی دوسرے کمرے میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ وہ دوڑتی ہوئی وہاں چلی گئی۔ چند سیکنڈ کے بعد میں دماغ کے ٹرانسمیٹر سے ان کی باتیں سننے لگا۔ دوسری طرف سے ماسٹر بین خان کہہ رہا تھا۔

"ماسٹر کالنگ۔ ماسٹر کالنگ ... اوور۔"

"مرجانہ اٹنڈنگ دس اینڈ۔ ماسٹر! بہت بری خبر ہے۔ یہاں ہمارے آدمی آپس میں لڑ مرے ہیں۔ یہ بستی ویران ہو گئی ہے۔ صرف میں اور مونٹو زندہ بچے ہیں۔ اوور!"

دوسری طرف سے غرانے کی آواز آئی۔

"نان سنس! بات ادھوری نہ چھوڑو۔ مکمل رپورٹ دو۔ اوور!"

مرجانہ اس تباہی کی وجہ نہیں جانتی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا تو وہ اسی سوچ کے مطابق کہنے لگی۔

"ماسٹر! ہمارے نوجوان مجھے اور کرنل کی بیٹی کو یہاں دیکھ کر ہمارا مطالبہ کر رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ ایک عرصے سے انہیں عورت کی قربت حاصل نہیں ہوئی۔ مونٹو اور چند وفاداروں نے انہیں سمجھایا تو بات پہلے گالی گلوچ تک پہنچی۔ پھر وہ ہمیں حاصل کرنے کے لیے فائرنگ کرنے لگے۔ یہاں بہت خون خرابہ ہوا ہے۔ ہمیں ٹرانسمیٹر تک پہنچنے کا موقع نہیں دیا گیا۔"

جیسا میں اس کے دماغ میں کہہ رہا تھا۔ ویسے ہی وہ کہتی جا رہی تھی۔

"مونٹو نے بڑی ذہانت اور دلیری کا ثبوت دیا ہے۔ ہم نے اسے بتایا تھا کہ فرہاد کی دستاویزی فلم میرے پاس ہے۔ وہ مجھے اٹھا کر ایک چٹان کے پیچھے لے گیا۔ ہم دونوں وہاں چھپے رہے۔ فائرنگ ختم ہونے کے بعد جب ہم بستی میں واپس آئے تو دو غدار زندہ بچ گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ ہمیں نقصان پہنچاتے، مونٹو نے اپنی اسٹین گن سے انہیں بھون کر رکھ دیا گیا۔ اب ہم دونوں یہاں آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ اوور!"

ایسا کہنے کے بعد وہ حیرانی سے سوچنے لگی کہ اس نے ماسٹر کے سامنے بر وقت کیسی عمدہ رپورٹ پیش کی ہے۔ ماسٹر نے کہا۔

"جاپان سے اغوا کیا ہوا طیارہ ہمارے لیے مصیبت بن جائے گا۔ اب وہ بستی تباہ ہو گئی ہے تو اس طیارے کو بھی تباہ کرو۔ اس کاٹیج کو آگ لگا دو۔ جہاں ہمارے خلاف ثبوت پائے جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد فوراً منیلا پہنچو۔ اور رات کے آٹھ بجے والی فلائیٹ سے یہاں آجاؤ۔ اوور اینڈ آل۔"

میرے دل میں آیا کہ میں ماسٹر بین خان کی سوچ کو پڑھوں مگر دماغ نے سمجھایا کہ تنظیم کے جتنے بڑے عہدیدار ہیں وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ اگر میں ان کے دماغ پر دستک دوں گا اور ان کی سانس ذرا رک کر انہیں الارم دے گی تو انہیں فوراً ہی پتہ چل جائیگا کہ کوئی ان کے دماغ میں پہنچنا چاہتا ہے اور وہ پہنچنے والا مردہ نہیں زندہ فرہاد ہی ہو سکتا ہے۔ للذا میں صحیح معلومات حاصل کیے بغیر ایسی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مرجانہ نے دوسرے کمرے سے واپس آکر فخریہ انداز میں کہا۔

"مجھے اپنی ذہانت پر ناز ہے۔ میں نے ماسٹر کے سامنے اتنی

عمدہ رپورٹ پیش کی ہے کہ اب تنظیم کا کوئی آدمی تم پر شبہ نہیں کرے گا۔"
میں نے اس کی طرف پلٹ کر دیکھا تو وہ مجھے دیکھ کر چونک گئی۔ کیونکہ ایک مونٹو فرش پر دیوار سے ٹیک لگائے مردہ نظر آرہا تھا۔ دوسرا مونٹو اس کے سامنے زندہ کھڑا تھا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

"حیران کیوں ہوتی ہو۔ اب میں شامت اعمال نہیں۔ مونٹو بن گیا ہوں۔"
وہ میری تعریف کرنے کے لیے میرے گلے لگنا چاہتی تھی۔ میں جلدی سے پلٹ کر مونٹو پر جھک گیا پھر اس مردے کا لباس اتارتے ہوئے بولا۔
"میں اسے باڈی گارڈ کا لباس پہنا رہا ہوں۔ تم چلنے کی تیاری کرو۔"
وہ مایوس ہو کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میں نے ایک پتلون اور قمیض پہنی۔ مونٹو کو باڈی گارڈ کا لباس پہنایا۔ پھر اسے کاندھے پر لاد کر اس کاٹیج میں آگیا جہاں سوزو کو فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے برابر اسے بٹھا دیا۔ مردے کے ساتھ کوئی خراب سلوک نہیں کرنا چاہیے مگر میں نے بحالتِ مجبوری اسٹین گن سے فائر کرتے ہوئے اس کا چہرہ بگاڑ دیا۔ تاکہ مونٹو چہرے سے پہچانا نہ جاسکے۔ فائرنگ کی آواز سن کر مرجانہ چیخنے لگی۔ میں نے بلند آواز سے کہا۔
"گھبراؤ نہیں، یہاں اب کوئی دشمن نہیں ہے۔ چلو باہر آجاؤ"
وہ ایک ہاتھ میں بیگ اور دوسرے ہاتھ میں کیروسین تیل کا ڈبہ اٹھا کر لے آئی۔ پھر بیگ سے ایک ٹائم بم نکال کر کہا۔
"اسے طیارے میں رکھ دیا جائے گا۔ اور یہ کیروسین تیل ہے۔ اس کاٹیج کو آگ لگا دو۔"
کسی چیز کو بنانے میں برسوں لگ جاتے ہیں۔ بگاڑنے میں ایک ایک پل کی دیر نہیں لگتی۔ پانچ منٹ کے بعد ہی اس کاٹیج سے شعلے اٹھنے لگے۔ ہم بھاگتے ہوئے بستی کے اس حصے میں گئے جہاں گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے ایک جیپ کار کا انتخاب کیا۔ اس میں بیٹھ کر ہم بستی سے دور رن وے پر گئے۔ مرجانہ نے ٹائم سیٹ کرنے کے بعد اس بم کو طیارے کے انجن کے قریب رکھ دیا پھر اطمینان سے جیپ میں آکر بیٹھ گئی۔ وہاں سے تقریباً ایک میل دور جانے کے بعد ہم نے زوردار دھماکوں کی آوازیں سنی۔ مرجانہ نے اطمینان کی سانس لے کر کہا۔
"دی ڈرٹی گیم از اوور ـــــ اب ہم اطمینان سے محبت کا گیم کھیلیں گے۔"
یہ کہہ کر اس نے اپنا سر میرے شانہ پر رکھ دیا۔ میں نے فوراً ہی اسٹیئرنگ کو ذرا ادھر سے اُدھر کیا۔ گاڑی سڑک کے ایک ٹوٹے ہوئے حصے پر سے گزری تو وہ آپ ہی آپ اچھل کر مجھ سے دور چلی گئی۔ پھر مجھے گھورتی ہوئی بولی۔ "یہ کیسی ڈرائیونگ کر رہے ہو؟"
"سوری۔ یہ راستہ ہمارے رومانس کے لیے سازگار نہیں ہے۔ ذرا صبر سے کام لو۔"
پھر میں نے اپنے مطلب کی بات معلوم کرنے کے لیے کہا۔
"سنا ہے کہ اچھلنے سے پہلے انسان اپنی سانس روک لے اس کا توازن قائم رہ جاتا ہے۔"
"میں نے تو کبھی یہ نہیں سنا۔ کیا تم یوگا کے متعلق کچھ جانتے ہو؟"
"میں تو نہیں جانتا۔ مگر ہاں فرہاد علی تیمور ہمارے کرنل کو بتا رہا تھا کہ تمہاری تنظیم میں ایک یوگا فوج بھی ہے۔ اس فوج کے جوانوں پر فرہاد کی ٹیلی پیتھی اثر نہیں کرتی۔"
مرجانہ نے گردن اونچی کر کے بڑے فخر سے کہا۔
"سپر ماسٹر کی ذہانت کا جواب نہیں ہے۔ فرہاد کو بڑا ناز تھا کہ وہ دماغوں میں گھس جاتا ہے۔ ہمارے سپر ماسٹر نے اسے اپنے آدمیوں کے دماغوں سے بھی دھکے دے کر نکال دیا۔
میں نے پوچھا "یوگا فوج میں دوسرے ماسٹر بھی شامل ہوں گے؟"
"میری معلومات کے مطابق دو ماسٹر، دو ڈاکٹر، دو سائنسداں، پانچ انجینئر، پانچ حسین لڑکیاں اور پچاس فائٹر یوگا کی مشقیں کر رہے ہیں۔"
"وہ دو ماسٹر کون ہیں؟"
"تم پوچھ کر کیا کرو گے؟"
میں نے مسکرا کر بڑے پیار سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔
"میں تمہارے ساتھ اس تنظیم میں زندگی گزاروں گا۔ کیا مجھے ماسٹروں کے متعلق پوچھنا نہیں چاہیے؟"
وہ چوا با مسکرا کر دیکھنے لگی۔ اس کی سوچ نے کہا۔
"بیوقوف میرے ساتھ ساری زندگی گزارنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ میں ہمیشہ ڈش بدل کر کھاتی ہوں۔"
میں نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے اس کی سوچ میں کہا۔
"اپنا دل بھر جانے کے بعد اس بیوقوف کو تو مار ہی ڈالنا ہے۔ اگر میں ماسٹروں کے متعلق کچھ بتا دوں تو کیا فرق پڑے گا۔ یہ ایسا ٹیپ ماد خاں نہیں ہے کہ مجھ سے یا میرے آدمیوں سے بچ نکلے گا۔"
اسے اس طرح بھڑکانے کے بعد میں نے کہا۔
"میں سمجھ گیا مرجانہ! تم مجھ سے صرف جسمانی لگاؤ رکھنا چاہتی ہو۔ مجھے اپنا ہمراز بنانا نہیں چاہتیں۔"
"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ایک حسین عورت کی جوانی جب تک حاصل نہیں ہوتی تب تک وہ ایک گہرا راز ہوتی ہے۔ جب میں تمہیں اپنی جوانی کا ہمراز بنانا چاہتی ہوں تو پھر چھپانے کے لیے کچھ نہیں رہ جاتا۔"
"تو پھر بتاؤ۔ یوگا کی مشق کرنے والے وہ دو ماسٹر کون ہیں؟"
وہ جواب دینے سے پہلے سوچنے لگی۔ میں اسے پڑھ رہا تھا کہ وہ جھوٹ بولنا چاہتی ہے۔ یا سچ بولے گی۔ آخر اس نے سچ کہا۔ کیونکہ اس کے حساب کے مطابق میری زندگی چند روزہ تھی۔ اس نے جواب دیا۔
"یوگا کی مشق کرنے والے دونوں ماسٹر ملیشیائی ہیں۔ ایک تو بیالیس سالہ تن سنگ ہے۔ ماسٹر تن سنگ یوگا کا کامل استاد ہے۔ یوگا فوج کے تمام سپاہی اس کے شاگرد ہیں۔ دوسرا ماسٹر ین فان ہے۔ یہ چین کا باشندہ ہے۔ ماسٹر ین فان اور برٹر فلائی کل تک جاپان میں تھے۔ تاکہ فرہاد سے دوستی کا معاہدہ کر سکیں لیکن اس کی موت کے بعد وہ اپنی ہانگ کانگ کی تنظیم میں پہنچ گئے ہیں۔"
"کیا تھوڑی دیر پہلے تم نے ماسٹر ین فان سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کی تھی؟"
یہ بات میں نے انجان بن کر پوچھی۔ اس کا جواب اثبات میں تھا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ماسٹر ین فان کے دماغ کو چھیڑنے کی حماقت نہیں کی تھی۔ یہ وہی ماسٹر تھا جس سے جاپان میں کئی بار سوچ کے ذریعہ گفتگو ہو چکی تھی۔ میں نے کہا۔ "ماسٹر تن سنگ جو استادِ کامل ہے، اس کے متعلق کچھ بتاؤ۔"
مرجانہ نے جواب دیا۔
"ماسٹر تن سنگ نے ایک بار سانس روکنے کا مظاہرہ کیا تھا اس سلسلہ میں باقاعدہ ایک تقریب ہوئی تھی۔ دنیا کے ہر حصہ سے تنظیم کے تمام ماسٹر آکر تقریب میں شریک ہوئے تھے۔ ان دنوں ٹیلی پیتھی کا ماسٹر یوشے زندہ تھا۔ میں اس کی داشتہ کی حیثیت سے وہاں پہنچ گئی تھی۔"
میں نے دل ہی دل میں اسے گالی دی کہ حرامزادی نہ جانے کتنوں کی داشتہ رہ چکی ہے۔ اس نے کہا۔
"اس بہت بڑی تقریب میں ماسٹر یوشے سے کہا گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تن سنگ کو دماغی جھٹکے پہنچائے۔ تن سنگ اس کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ پھر تقریباً آدھ گھنٹہ تک ماسٹر یوشے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں آزماتا رہا۔ لیکن تن سنگ نارمل حالت میں مسکراتا رہا۔ آخر ماسٹر یوشے نے ہار مان لی۔ تب تن سنگ نے بتایا کہ انسانی زندگی میں بنیادی اہمیت سانس کی ہے۔ انسان جتنا سانس کو کنٹرول میں رکھنے کی مشق کرے گا اتنا ہی وہ بیرونی اثرات سے محفوظ رہے گا۔ ٹیلی پیتھی کی لہریں باہر سے دماغ کے اندر پہنچتی ہیں۔ اگر سانس قابو میں ہوگی تو لازماً دماغ قابو میں رہے گا اور دوسروں کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ کے پاس بھٹکنے نہیں دے گا۔"
میں نے کہا۔ "یہ تو میں جانتا ہوں۔"
"تم کیسے جانتے ہو؟"
"فرہاد نے کرنل کو یہ باتیں بتائی تھیں۔ میں نے بھی سنی ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ ماسٹر تن سنگ کتنی دیر تک سانس روک سکتا ہے؟"
"سات گھنٹے تک ......"
"سات گھنٹے تک؟" میری سانس ایک پل کے لیے حیرانی سے رک گئی۔ "تمہاری اس دنیا میں ایسی ایسی حیرت انگیز باتیں اور وارداتیں ہوتی ہیں کہ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آتا۔" مرجانہ نے کہا۔
"ہاں پہلے ہمیں بھی یقین نہیں آرہا تھا لیکن تن سنگ نے عملی ثبوت دیا۔ اس کی ہدایت کے مطابق ایک بڑا سا گڑھا کھود کر اسے دفن کر دیا گیا۔ مسلسل پورے سات گھنٹے بعد دوبارہ گڑھا کھود کر اسے نکالا گیا تو وہ زندہ تھا۔ گڑھے سے نکلتے ہی اس نے پانچ سیر دودھ پیا۔ تھوڑا سا پھل کھایا پھر نارمل حالت میں آگیا۔" یہ کہتے ہی وہ ماسٹر تن سنگ کو تصور میں دیکھنے لگی۔
میں نے مرجانہ کی دیوانگی کو سمجھتے ہوئے پوچھا۔
"تم نے ماسٹر تن سنگ سے دوستی ضرور کی ہوگی؟"
اس کے غرور کو ٹھیس پہنچی۔ اس نے ناگواری سے کہا۔
"وہ روحانیت کا قائل ہے۔ اس لیے کسی بھی عورت کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا۔ وہ کہتا ہے کہ اس نے اپنے قلب کی صفائی کے لیے یوگا کے عمل میں مہارت حاصل کی ہے۔ جو بھی شخص سانس پر کنٹرول رکھے گا وہ اپنے نفس پر بھی قابو پا سکے گا۔ وہ دوسروں کو بھی نیک اعمال اور روحانیت کی تعلیم دیتا ہے۔"
میں نے کہا "تعجب ہے۔ ایسا نیک انسان تمہاری تنظیم کا ماسٹر کیسے بن گیا۔ مجرموں کی یوگا فوج کا استاد تو وہی ہے۔"
"ہاں وہی ہے۔ میں خود حیران ہوں۔ پہلے تو اس نے تنظیم میں شامل ہونے سے انکار کیا تھا۔ پھر پتہ نہیں کیا ہوا کہ وہ راضی ہو گیا۔ یہ کمال سپر ماسٹر کا ہے۔ کوئی کتنا ہی خطرناک صلاحیتوں کا مالک ہو۔ ہمارا سپر ماسٹر اس کے انکار کو اقرار میں بدل دیتا ہے۔ اس نے فرہاد کو بھی دوستی پر مجبور کر دیا تھا۔ مگر افسوس کہ اس کی زندگی کے دن پورے ہو گئے تھے۔"
میں تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ بہت دور ایک بڑے شہر کی عمارتیں نظر آرہی تھیں مرجانہ نے کہا۔
"ہم منیلا پہنچ رہے ہیں۔ ہمیں ٹاور کی پیچھے ایک نیلے رنگ کی عمارت میں جانا ہے۔ میں تمہیں راستہ بتاتی رہوں گی۔"
"کیا اس عمارت میں تنظیم کے لوگ رہتے ہیں؟"
"ہاں۔ آج رات کی فلائیٹ میں وہ ہمارے لیے سیٹیں بک کرائیں گے۔"
"ایک بات پوچھنا بھول گیا وہ یہ کہ سپر ماسٹر فرہاد کی طرف سے بہت زیادہ محتاط رہتا تھا۔ کیا فرہاد سے محفوظ رہنے کے لیے اس نے یوگا کی مشق نہیں کی ہوگی؟"
"میں نہیں جانتی۔ تنظیم کے بڑے بڑے ماسٹر بھی سپر ماسٹر کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ آخر تم ماسٹروں میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟"
وہ مجھے گھور کر دیکھنے لگی۔ اس طرح تو شبہ سے ہی دیکھا جاتا ہے۔
میں نے اسے شبہات سے بھٹکانے کے لیے اپنا ایک ہاتھ اس پر رکھ دیا۔ پھر ذرا بہلاتے ہوئے بولا۔
"تمہاری خاطر ماسٹروں سے دلچسپی لے رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں مل کر کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیں اور سپر ماسٹر خوش ہو کر مجھے ماسٹر اور تمہیں مادام بنا دے۔"
وہ مادام کے عہدہ سے نہیں بہل سکتی تھی مگر میری شریر حرکتوں سے بہل گئی۔ اس کی بے حیا سوچ کو پڑھ کر میں اس کی اندرونی کیفیات کو اچھی طرح سمجھ سکتا تھا۔ پتہ نہیں اس الو کی پٹھی نے کیسی غلاظتوں میں جنم

رہا تھا۔ غلیظ خیالات کے سوا اس کے دماغ میں کچھ نہیں ہوتا تھا۔ پندرہ منٹ کے بعد ایک پولیس چوکی والوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ ایک آفیسر نے کہا۔

"تم دونوں گاڑی سے نیچے اتر آؤ۔"

ہم خاموشی سے راستے [illegible] ہماری گاڑی کی سیٹ کے نیچے ایک اسٹین [illegible] جیب میں مرجانہ کا ریوالور تھا اور مرجانہ کے بیگ میں ایک اہم فلم تھی۔ پولیس [illegible] نے خود جیپ کار کی تلاشی لی۔ سیٹ کو اٹھا کر دیکھا [illegible] اسٹین گن [illegible] ہوگی۔ پھر اس نے میری جیب کی اور مرجانہ کے بیگ کی تلاشی لی۔ اس کے بعد اس نے ہمیں جانے کی اجازت دے دی۔

یہ بات میں نے خیال خوانی سے معلوم کر لی تھی کہ اتنی آسانی سے ہمیں نجات کیسے مل گئی لیکن میں نے بظاہر حیرانی کا اظہار کیا۔

"مرجانہ! یہ سب کیا ہے؟ ہمارے پاس قابل اعتراض فلم اور ہتھیار تھے مگر پولیس والوں نے ہمیں حراست میں نہیں لیا۔"

وہ بڑے فخر سے مسکرا کر بولی۔

"ہماری تنظیم کے لوگ کہاں نہیں ہیں۔ وہ پولیس آفیسر ہمارا ہی آدمی تھا۔"

میں نے مرعوب ہو کر کہا۔

"اس تنظیم کا جواب نہیں ہے۔ یہ امریکہ، روس، چین اور جاپان وغیرہ میں محض چھوٹی بڑی طاقتوں کے نام سے مشہور ہیں۔ سب سے بڑی طاقت تو سپر ماسٹر ہے، جو ان بڑے بڑے ممالک میں بھی اپنی مکاریوں اور بلیک میلنگ کا سکہ چلا رہا ہے۔"

ہم شہر میں داخل ہو گئے۔ مرجانہ نے میری راہنمائی کی، میں ڈرائیو کرتا ہوا ایک نیلی عمارت کے سامنے پہنچ گیا۔ مرجانہ نے جیپ کا ہارن بجایا۔ پھر ہم جیپ سے اتر کر عمارت کے بڑے سے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ جلد ہی کھل گیا۔ دو آدمیوں نے ہمیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔ مرجانہ کو تو وہ جانتے ہی تھے۔ انہوں نے مجھے مونٹو کی حیثیت سے پہچان کر اندر آنے کا راستہ دیا۔

عمارت کے اندر داخل ہوتے ہی اچانک میری بائیں آنکھ پھڑکنے لگی۔ یہ عام سا خیال ہے کہ بائیں آنکھ پھڑکنے سے کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے۔ حالانکہ طبی نقطۂ نگاہ سے اس کی وجہ کچھ اور ہے۔ لیکن انسان اپنے تجربات کے سانچے میں گھبراتا ہے۔ میں بھی بارہا یہ تجربہ کر چکا ہوں کہ بعض حالات میں میری بائیں آنکھ پھڑکتی ہے اور آگے چل کر کوئی نہ کوئی مصیبت استقبال کرتی ہے۔

آگے چل کر ایک بڑے سے ہال میں تین آدمیوں سے سامنا ہوا۔ ان میں سے ایک نے میری طرف بڑھتے ہوئے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔

"ہیلو مونٹو! دیکھ لو۔ مجھ جیسے دوست کی کشش تمہیں یہاں لے آئی۔"

میں نے مسکرا کر مصافحہ کرتے ہوئے اس کی سوچ کو پڑھا کہ وہ مونٹو کا کیسا دوست ہے۔ وہ خاموشی سے سوچ رہا تھا۔

"یہ مونٹو ریزرو کیوں ہے۔ پہلے میں مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتا تھا تو یہ مجھے کھینچ کر گلے لگا لیتا تھا۔" میں نے فوراً ہی اسے کھینچ کر گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"میں بڑے ہنگاموں سے گزر کر آ رہا ہوں۔ ابھی تمہارے ساتھ بے تکلفی سے باتیں نہیں کر سکوں گا۔" وہ میرے گلے لگ کر سوچنے لگا۔

"پچھلے ہفتے ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ اس ایک ہفتہ میں مونٹو کیسا بدل گیا ہے۔ مصافحہ کرتے وقت مجھے یوں لگا جیسے میرا ہاتھ آہنی شکنجہ میں پھنس گیا ہے۔ اس کا سینہ بھی پہلے سے کچھ چوڑا ہے اور بلا کی سختی ہے۔ کیا کوئی انسان ایک ہفتہ میں چٹان بن سکتا ہے؟"

میں نے سمجھ لیا کہ میری شامت آنے والی ہے۔ کمبخت یہ مونٹو کا دوست نہ جانے کہاں سے آ ٹپکا تھا۔ اس کی چھٹی حس اسے کچھ سمجھا رہی تھی۔ میں نے ساتویں حس بن کر سمجھایا۔

"یہ میں کس الجھن میں پڑ گیا ہوں۔ مونٹو آخر مونٹو ہے۔ میرا جانی یار ہے۔ یہ تھکا ہارا پریشان حال آ رہا ہے۔ مجھے اس کی دل جوئی کرنی چاہیے۔"

تھوڑی دیر کے لیے اس کے دماغ سے شبہات نکل گئے اس نے مسکرا کر بڑی محبت سے کہا۔

"آؤ بیٹھو، میں تمہیں گرما گرم کافی پلاؤں گا۔"

میں مرجانہ کے ساتھ آگے بڑھ کر ایک صوفہ پر بیٹھنے لگا۔ اسی وقت ایک سخت کھردری سی آواز سنائی دی۔

"ٹھہرو، ابھی آرام سے بیٹھنے کا وقت نہیں ہے پہلے کام کی باتیں ہوں گی، یہاں آؤ۔"

ہم نے آواز کی سمت دیکھا۔ دور ایک کمرے کے دروازے پر ایک خوش لباس ادھیڑ عمر کا آدمی کھڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں پر موٹے شیشوں کی عینک تھی۔ پیشانی چوڑی اور چہرہ کلین شیوڈ تھا۔ اس کے چہرے سے ذہانت مترشح تھی۔ اس نے کمرے میں آنے کا اشارہ کیا۔

میں اور مرجانہ صوفے کے پاس سے چلتے ہوئے دوسرے کمرے میں پہنچے۔ اس کمرے میں صرف دو ریوالونگ چیئر یعنی گول چکر کھانے والی کرسیاں تھیں۔ میں اس عینک والے کے منصوبہ کو پڑھ سکتا تھا، مگر احتیاط لازمی تھی۔ پتہ نہیں ان میں کون اور کتنے لوگ یوگا فوج سے تعلق رکھتے تھے۔ اس نے مجھے اور مرجانہ کو ریوالونگ چیئر پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ ہم نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ پھر اس نے کہا۔

"ہم اپنا اطمینان کرنا چاہتے ہیں، اس لیے تم لوگوں کے پاس ریوالور یا چاقو ہو تو اسے جیب سے نکال کر پھینک دو۔"

مرجانہ نے ناگواری سے پوچھا۔

"تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ اس تنظیم میں میرے ساتھ ایسا کبھی نہیں کیا گیا۔"

اس شخص نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

"اگر تم دونوں تنظیم کے وفادار ہو تو خاموشی سے میرے حکم پر عمل کرو۔"

میں نے اپنی جیب سے ریوالور نکال کر اس کے سامنے پھینک دیا۔ مرجانہ نے بتایا کہ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ اس عینک والے نے میرا ریوالور فرش سے اٹھا کر اس کے چیمبر کو چیک کیا۔ پھر اپنے آدمیوں سے کہا۔

"انھیں کرسیوں پر اچھی طرح جم کر بٹھا دو۔"

دو آدمی میرے پاس آئے اور دو مرجانہ کے پاس گئے۔ پھر وہ چمڑے کے تسموں سے ہمارے ہاتھ کرسیوں کے ہتھوں سے باندھنے لگے۔ اب کچھ سمجھ میں آنے لگا کہ میری بائیں آنکھ کیوں پھڑک رہی تھی۔ میں اس وقت کیا کر سکتا تھا۔ بڑے ہال میں مونٹو کا جو دوست اور اس کے ساتھی ملے تھے، اب وہ لوگ نظر نہیں آ رہے تھے۔ صرف وہ عینک والا اپنے چار ماتحتوں کے ساتھ اس بند کمرے میں تھا۔

میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ عینک والا یوگا کا طالب علم ہے یا نہیں ہے مگر میں کیسے معلوم کر سکتا تھا؟ مرجانہ کی سوچ نے بتایا کہ وہ اس آدمی کو پہلی بار دیکھ رہی ہے اس کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔ سب سے پہلے میں نے ماسٹر بن خان کے دماغ پر دستک نہ دے کر دانشمندی کی تھی۔ اب بھی دانشمندی کا یہی تقاضہ تھا کہ میں ٹیلی پیتھی سے کام نہ لوں۔

مجھے اور مرجانہ کو کرسیوں سے اچھی طرح باندھ دیا گیا۔ ہم اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے۔ میرے دو پاؤں جو کرسی سے لٹک رہے تھے، صرف وہی آزاد تھے، لیکن وہ دونوں پاؤں مجھے آزادی نہیں دلا سکتے تھے۔ میں جھنجھلا کر صرف ٹانگیں چلا سکتا تھا اور دشمنوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ اس عینک والے نے کہا۔

"مرجانہ! تمہارے اور مونٹو کی آنکھوں کے سامنے ہمارے پچیس جوان مارے گئے۔ اس بستی کا سربراہ مارا گیا۔ بستی بالکل ہی تباہ ہو گئی۔ تم نے ماسٹر بن خان کو جو رپورٹ دی ہے وہ ایک کھوکھلی رپورٹ ہے۔ ماسٹر یہ یقین نہیں کر سکتا کہ محض دو عورتوں کو دیکھ کر ہمارے جوان ہوس پرستی میں مارے گئے۔ لہٰذا سچ کیا ہے، وہ میرے سامنے اگل دو ورنہ جھوٹ اور دغا بازی کی سزا تم دونوں جانتے ہو۔"

میں مرجانہ کی سوچ سے سمجھ رہا تھا کہ وہ اندر سے گھبرا رہی ہے مگر اوپر سے اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"میں اپنے ماسٹر [illegible] سامنے کبھی جھوٹ بولنے کا تصور [illegible] بھی نہیں کر سکتی۔ اس بستی میں جو کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا، اس پر مجھے بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ تم مرد لوگ عورتوں کے لیے کیسے کتوں کی طرح ایک دوسرے کو بھنبھوڑتے اور کاٹتے ہو۔"

"بکواس مت کرو۔" عینک والے نے سرد لہجے میں کہا۔ "تم خود کتنی ہوس پرست ہو، یہ بات ہمارا ماسٹر جانتا ہے۔ ایک بار تم معمولی سی سزا پا چکی ہو۔ تمہیں سمجھا دیا گیا تھا کہ آئندہ صرف کام کے آدمیوں کے سامنے خود کو پیش کرنا۔ کسی غیر متعلق شخص سے دل لگاؤ گی تو تمہیں جہنم میں پہنچا دیا جائے گا۔"

"ہاں مجھے سمجھایا گیا تھا اور میں اس کے مطابق عمل کر رہی ہوں۔"

"تو پھر بتاؤ کہ مونٹو سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ جبکہ یہ مونٹو ہماری تنظیم کا ایک معمولی آدمی ہے، البتہ یہ تمہارے لیے غیر معمولی ہو سکتا ہے کیونکہ بڑا ہی قد آور اور بانکا نوجوان ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ مونٹو سے میں نے کوئی رشتہ قائم نہیں کیا ہے۔ بستی میں خونریزی کے دوران اس نے میری جان بچائی تھی اس لیے میں اس کی احسان مند ہوں۔"

اس نے اپنی عینک کو میری طرف کرتے ہوئے پوچھا۔

"مونٹو! بستی کے جتنے جوانوں نے عورتوں کے لیے ماسٹر سے مطالبہ کیا تھا، ان میں تمہارا بھی نام ہے۔ مرجانہ کی رپورٹ کے مطابق دو عورتوں کی خاطر وہ بستی تباہ ہو گئی، کیا یہ درست نہیں ہے کہ تم نے مرجانہ کو حاصل کرنے کی خاطر اس کی جان بچائی ہے۔ تمہاری بلا سے بستی اجڑ گئی، تمہاری ضرورت پوری کرنے کے لیے یہ عورت تو زندہ رہ گئی۔"

وہ بڑی ذہانت سے سوالات کر رہا تھا۔ اگرچہ میں نے مرجانہ کی تمنا نہیں کی، تاہم یہ بات درست تھی کیونکہ اصلی مونٹو اپنی ضرورت کی خاطر ہی سوزد کو بچانے کی کوشش کرتا ہوا مر گیا تھا۔ میں نے اسے جواب دیا۔

"آپ کا خیال ایک حد تک درست ہے۔ میں نے مرجانہ کو حاصل کرنے کے لیے اس کی جان بچائی۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ یہ مجھے ضرور انعام دے گی، لیکن یہ واقعی ماسٹروں کی ہدایت کے مطابق عمل کر رہی ہے۔ اس نے یہاں پہنچتے ہی میرے ساتھ وقت گزارنے سے انکار کر دیا۔"

کرسی سے بندھی ہوئی مرجانہ مجھے احسان مندی سے دیکھنے لگی، کیونکہ میرے بیان سے اس کی تنظیم سے وفاداری ثابت ہو رہی تھی۔ عینک والے نے مجھ سے پوچھا۔

"تم یہ تسلیم کرتے ہو کہ بستی میں خانہ جنگی کے دوران اپنا فرض بھول کر مرجانہ سے دلچسپی لے رہے تھے؟"

میں نے جواب دیا۔ "نہیں، بعض اوقات ایک تیر سے دو شکار کیے جاتے ہیں۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ مرجانہ کے پاس ایک اہم فلم ہے

اس فلم کو ماسٹر تک پہنچانا مرجانہ کی ذمہ داری تھی اور مرجانہ کو بحفاظت یہاں لانا میرا فرض تھا۔ آپ کیسے الزام دیتے ہیں کہ میں فرض سے غافل رہا ہوں۔"

مرجانہ نے کہا۔ "سپر ماسٹر کی طرف سے حکم ملا تھا کہ فرہاد کی موت کی تصدیق ہمارے تمام مشن سے زیادہ اہم ہے اور یہ فلم اس بات کی تصدیق کرتی ہے۔ میں نے اسے حاصل کرنے کے لیے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلے۔ کیا میرے اس کارنامہ کا یہی صلہ دیا جا رہا ہے۔"

"کارنامہ۔" عینک کے پیچھے اس کی آنکھیں طنزیہ انداز میں مسکرانے لگیں۔ اس نے کہا۔ "تمہارا کارنامہ میں تمہیں سناتا ہوں۔ طیارے میں تم ائیر ہوسٹس کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ اسی وقت سے تم کرنل کے باڈی گارڈ پر عاشق ہو گئیں، کیا یہ جھوٹ ہے۔"

وہ درست کہہ رہا تھا، مگر مرجانہ نے چیخ کر کہا۔

"یہ جھوٹ ہے، بہتان ہے۔"

عینک والے نے بڑے تحمل سے کہا۔

"بستی میں پہنچنے کے بعد جب وہاں کا انگریز باس ڈیوڈ، کرنل کے ہاتھوں مارا گیا تو وہاں جوانوں کو کنٹرول کرنے کے لیے تم اور فرائڈ دو سینئر رہ گئے تھے۔ فرائڈ باڈی گارڈ کو بھی مار ڈالنا چاہتا تھا لیکن تم نے اپنے باڈی گارڈ کو بچانے کے لیے فرائڈ کے سامنے اپنی جوانی کا چارہ ڈالا، کیا یہ بھی جھوٹ ہے۔"

میں حیران تھا کہ اس عینک والے کو یہ تمام باتیں کیسے معلوم ہو گئیں۔ مرجانہ نے ناگواری سے کہا۔

"یہ بھی جھوٹ ہے۔ تم یہ سب کچھ ایسے کہہ رہے ہو جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے ہو۔"

"ہاں۔" اس نے کہا۔ "میں خود وہاں موجود تھا، اور میں طیارے میں بھی تمہارے ساتھ سفر کر رہا تھا کیا تم نہیں جانتیں کہ سپر ماسٹر کے خاص جاسوس تنظیم کے افراد پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک جاسوس میں ہوں۔"

مرجانہ کا رنگ زرد پڑ گیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ مجھ سے حقیقت اگلوانے کے لیے خواہ مخواہ سپر ماسٹر کا خاص جاسوس بن رہا ہے۔"

وہ میری سوچ کے مطابق بولی۔

"تم خواہ مخواہ جاسوس بن کر مجھ پر الزامات تراش رہے ہو۔"

وہ مرجانہ کو نفرت سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں ابھی ثابت کرتا ہوں کہ میں طیارے سے بستی کے اس کاٹیج تک تمہارے پیچھے لگا رہا۔ جہاں تم ایک کمرے میں فرائڈ کے ساتھ اپنا منہ کالا کر رہی تھیں۔ دوسرے کمرے میں ٹرانسمیٹر کے پاس ہی فلم کا چھوٹا سا ڈبہ رکھا ہوا تھا۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ وہ فلم کہاں ہے۔"

مرجانہ نے دور فرش پر رکھے ہوئے اپنے بیگ کو دیکھ کر کہا۔

"اس بیگ میں فلم موجود ہے۔"

ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس بیگ سے فلم کا ڈبہ نکالا۔ پھر مرجانہ کے سامنے کھول دیا۔ اس ڈبے کے اندر فلم کی جگہ پلاسٹک فیتے کا ایک رول رکھا ہوا تھا۔ مرجانہ ایک دم سے بوکھلا گئی۔ عینک والے نے کہا۔

"یہ بیگ تم اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر یہاں تک لائی ہو۔ ہم میں سے کسی نے اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اب بولو کہ فلم کہاں ہے۔"

وہ گھبرا کر بولی۔ "میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ وہ فلم اسی ڈبے میں ہوئی تھی۔"

"مگر اس وقت میں نے اسے غائب کر دیا جب تم دوسرے کمرے میں فرائڈ کو خوش کر رہی تھیں۔ وہ فلم اب تک سپر ماسٹر کے پاس پہنچ چکی ہوگی۔ اب بھی تسلیم کرتی ہو یا نہیں کہ سپر ماسٹر کے جاسوس نظروں سے اوجھل رہ کر بھی تم جیسوں کی شہ رگ کے قریب رہتے ہیں۔"

مرجانہ کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی اور میں حیرانی سے سوچ رہا تھا اور میرے قارئین کرام! آپ بھی سوچنے میں میری مدد فرمائیں کہ وہ عینک والا ذہین جاسوس کس طرح نظروں سے اوجھل رہ کر بھی میرے اور مرجانہ کے قریب رہ کر اپنا کام دکھاتا رہا۔

وہ کون تھا، جو جاپان سے فلپائن کی اس چھوٹی سی بستی تک ہمارے ساتھ طیارے میں سفر کرتا رہا ___؟

وہ کون تھا، جو مرجانہ اور فرائڈ کے عیش کدے میں چھپا ہوا تھا ___؟

بے شک وہ سپر ماسٹر کا ایک بہت ہی ذہین اور چالاک جاسوس تھا۔ لیکن ہم اسے کیوں نہ پہچان سکے؟ اس نے مرجانہ کے بیگ سے فلم چرا کر ثابت کر دیا تھا کہ وہ اس بستی میں موجود تھا اور ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ بستی کے تمام لوگ مر چکے ہیں۔ میں نے اس عینک والے جاسوس سے کہا۔

"مسٹر! آپ نے مرجانہ کے عیش کدے سے وہ فلم لا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ بستی میں ہونے والی کوئی بات آپ سے چھپی ہوئی نہیں ہے پھر تو آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ میں نے مرجانہ کے ساتھ ناجائز وقت نہیں گزارا ہے۔"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں! میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔ اس لئے تم لوگوں سے پوچھ رہا ہوں۔"

مرجانہ نے پوچھا۔ "جب بستی میں خونریزی شروع ہوئی۔ تو کیا تم وہاں موجود نہیں تھے ___؟"

اس نے پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔

"نہیں ___ میں نے تمہارے بیگ سے فلم نکالنے کے بعد بستی چھوڑ دی۔ کیونکہ اس فلم کو جلد از جلد سپر ماسٹر تک پہنچانا تھا پھر یہ کہ اس بستی کا لیڈر ڈیوڈ مر چکا تھا۔ تمہاری اور فرائڈ کی شمک حرامی میں دیکھ چکا تھا۔ اگر ٹرانسمیٹر تمہارے کاٹیج میں نہ ہوتا، کہیں اور ہوتا تو میں اسی وقت ماسٹر ین فان کو صحیح صورتحال سے آگاہ کر دیتا۔ لہٰذا مجھے یہاں منیلا آنا پڑا۔ اس وقت تک بستی کا نقشہ بدل گیا تھا اب یہ تم دونوں بتاؤ گے کہ نقشہ کس طرح بدل گیا ___؟"

مرجانہ نے کہا۔ "ہم اپنی رپورٹ پیش کر چکے ہیں۔"

"مرجانہ! تمہارا جھوٹ ثابت ہو چکا ہے۔ میں چشم دید گواہ ہوں کہ تم نے ایک باڈی گارڈ کو بچانے کے لئے فرائڈ کو ورغلایا تھا۔ تم پر دوسرا الزام یہ ہے کہ تمہاری غفلت سے ایک اہم فلم چرا لی گئی۔ اب تم بستی کی تباہی کی صحیح رپورٹ پیش کرو۔ ماسٹر تمہاری سزا میں کمی کرے گا۔"

مرجانہ سوچنے لگی۔ "میں کیا رپورٹ پیش کروں۔ میں خود نہیں جانتی کہ بستی میں خونریزی کس طرح شروع ہوئی۔ میں نے جو رپورٹ دی ہے وہ ہر طرح سے مکمل ہے۔ یہ لوگ صرف اس لئے مجھ سے بدظن ہیں کہ میری غفلت سے فلم چرائی گئی۔ اور میں نے فرائڈ کو ماسٹر کے حکم کے مطابق یہ موقع نہیں دیا کہ وہ شامت اعمال کو ہلاک کر سکتا ......"

عینک والے نے کرخت آواز میں کہا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟ میں جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"میں جواب دے چکی ہوں۔"

"مونٹو! تم کیا کہتے ہو؟" عینک والے نے مجھے مونٹو کہہ کر مخاطب کیا۔

میں نے کہا۔ "اگر سچ بول کر جان بچ سکتی ہے تو میں سچ بولوں گا اور سچ یہ ہے کہ مرجانہ کی رپورٹ حرف بہ حرف درست ہے۔"

اس نے عینک کے پیچھے سے ہم دونوں کو باری باری گھور کر دیکھا۔ پھر اپنے آدمیوں کو سوئچ بورڈ کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے آدمی میری اور مرجانہ کی کرسی کے نیچے بجلی کے تار لگانے لگے۔ وہ خوفزدہ ہو کر بولی۔ "کک .... کیا تم الیکٹرک شاک پہنچا کر ہمیں مارو گے؟"

اس نے بڑے ہی سرد لہجہ میں کہا۔

"نہیں۔ صرف تم دونوں اس بستی کی تباہی کا اصل سبب جانتے ہو۔ جب تک ہم یہ سبب نہیں جان لیں گے۔ تمہیں مرنے نہیں دیں گے۔ ذہنی اذیتیں پہنچا کر حقیقت اگلوائیں گے۔"

وہ گھبرا کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"میں کس طرح ان سزاؤں سے نجات حاصل کروں۔ اگر میں یہ کہہ دوں کہ بستی میں لڑائی کس طرح شروع ہوئی، میں نہیں جانتی۔ میں کاٹیج کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ یہ مونٹو جانتا ہے۔ بلکہ یہ مونٹو نہیں کرنل کا باڈی گارڈ بہروپیہ ہے تو اس طرح سچ بولنے سے شاید میری جان بچ جائے۔"

میں پریشان ہو گیا۔ کہ وہ کم بخت اپنی جان بچانے کے لئے مجھے بے نقاب کرنا چاہتی ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں کہا۔

"لیکن مجھے تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھنا چاہئے۔ ماسٹر کا حکم تھا کہ کرنل کی موت کا کوئی چشم دید گواہ زندہ نہ رہے۔ اور میں نے عیاشی کی خاطر اس باڈی گارڈ کو زندہ رکھا۔ ماسٹر کو دھوکہ دینے کے لئے اسے مونٹو کے روپ میں یہاں تک لے آئی۔ میری اس حرکت سے تنظیم کو بہت بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ماسٹر مجھے کبھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

اس کی دوسری سوچ نے پریشان ہو کر کہا۔

"پھر میں کیا کروں؟ نہ اس طرح جان بچ سکتی ہے، نہ اُس طرح۔"

پھر میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اسی طرح جان بچ سکتی ہے کہ میں اپنے بیان پر قائم رہوں ایسی صورت میں صرف ایک ہی الزام مجھ پر عائد ہوگا کہ میرے بیگ سے فلم چوری ہو گئی۔ مگر اپنے ہی جاسوس نے چرائی۔ کوئی نقصان نہیں ہوا۔ مجھے غفلت برتنے کی تھوڑی سی سزا ملے گی۔"

وہ قائل ہو گئی کہ اپنے بیان پر قائم رہنا چاہئے۔ عینک والے نے کہا۔ "میں آخری بار پوچھتا ہوں ___ صحیح رپورٹ کیا ہے؟"

مرجانہ نے کہا۔ "سچ بات ہمیشہ آخری ہوتی ہے۔ اس کے بعد کہنے کے لئے کچھ نہیں رہ جاتا۔"

"اچھا تو تم دونوں ریوالونگ چیئر پر بیٹھے ہوئے ہو۔ سوئچ آن ہوتے ہی یہ کرسیاں اتنی تیزی سے گھومنے لگیں گی کہ تمہاری گھومتی ہوئی کھوپڑیاں سچ بولنے پر مجبور ہو جائیں گی۔"

وہ بڑی عجیب سی سزا دے رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"آپ یہ سزا دینے سے پہلے ہماری ایک الجھن دور کر دیں پلیز یہ بتائیں کہ آپ نے مرجانہ کے ساتھ جاپان سے فلپائن تک کس طرح چھپ کر سفر کیا تھا ___؟"

اس نے مرجانہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں مرجانہ جاپان سے آتے وقت طیارے میں کتنے آدمی تھے ___؟"

مرجانہ بتانے لگی۔ میں نے بھی حساب کیا۔ طیارے کا ایک پائلٹ تھا، وہ مارا گیا۔ کرنل اور سوزد کو کے دن بھی پورے ہو گئے ایک جاپانی افسر بھی بستی میں مر گیا۔ میں اور مرجانہ زندہ تھے۔ ہاں، ایک شخص تو یاد ہی نہ رہا۔ وہ جس نے طیارے میں پروجیکٹر کے ذریعے فلم دکھائی تھی۔

"ہاں ۔" اس عینک والے نے کہا۔ "پروجیکٹر کو آپریٹ کرنے والا وہ شخص میں ہی ہوں ۔"

میں اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ پروجیکٹر والا چہرہ نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ میک اپ میں تھا۔ اب اپنا اصلی چہرہ دکھا رہا تھا۔ میں جاپان سے روانگی کے بعد اب تک ایسے ہنگاموں سے گزرتا آیا تھا کہ اس پروجیکٹر والے کو یاد نہ رکھ سکا۔ ورنہ یہ ضرور پوچھتا۔ کہ وہ بستی میں پہنچتے ہی کب اور کیسے غائب ہو گیا۔ اور کب تک مرجانہ کے عیش کدے میں چھپا رہا۔ بہرحال اب سوچنے سے کیا ہو سکتا تھا۔ وہ الیکٹرک ریوالونگ چیئر میرے نصیب میں لکھی تھی۔

عینک والا کمرے سے باہر جانے لگا۔ اس نے دروازے پر رک کر اپنے آدمیوں سے کہا۔

"پہلے ٹیپ ریکارڈر آن کرو۔ پھر ریوالونگ چیئر کے سوئچ آن کرو۔ یہ دونوں تکلیف کی شدت سے چیختے ہوئے جو بیان دیں گے وہ سب اسی کمرے میں ریکارڈ ہو جائے گا۔"

وہ باہر چلا گیا۔ مرجانہ بری طرح دہشت زدہ تھی اور اپنے بیان میں تبدیلی کرنے کا فیصلہ کر رہی تھی۔ میں الجھن میں پڑ گیا۔ اسے کنٹرول کرنے کا مسئلہ تھا۔ پتہ نہیں ریوالونگ چیئر پر گھومتے وقت میرے دماغ کی کیا حالت ہوتی۔ ایسی صورت میں میں اسے کنٹرول کر سکوں گا یا نہیں یہ میں نہیں جانتا تھا۔

اور جاننے کی فرصت بھی نہیں ملی۔ اسی وقت میری اور مرجانہ کی کرسیاں گول گھومنے لگیں۔ پہلے گھومنے کی رفتار سست تھی۔ اس لئے کمرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ میں نے گھومتے ہوئے دیکھا کمرے میں صرف ایک ہی آدمی تھا۔ وہ بھی ریگولیٹر کے بٹن کو فل اسپیڈ کی طرف گھما کر باہر چلا گیا۔ دروازہ بند ہو گیا۔ اس کے بعد ہم کچھ دیکھ نہ سکے۔ کیونکہ کرسیاں تیز رفتار پنکھے کی طرح گھوم رہی تھیں۔ جس طرح ہم تیز رفتار پنکھے کے بلیڈ کو الگ الگ نہیں دیکھ سکتے۔ اسی طرح کمرے کے در و دیوار اتنی تیزی سے گھومتے ہوئے گزر رہے تھے کہ وہاں کی کوئی چیز الگ الگ نظر نہیں آ رہی تھی۔ سب کچھ گڈمڈ ہو گیا تھا۔

یہ تو کمرے کا ذکر تھا۔ ہماری کھوپڑیوں کا ذکر یہ ہے کہ وہ جیسے تیزی سے چکراتی ہوئی ہماری گردنوں سے اڑی جا رہی تھیں۔ مرجانہ نے چیخنا شروع کر دیا تھا۔ اور میں آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کی اسکرین پر ایک شمع روشن کر چکا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے بنیادی عمل کے مطابق میری توجہ شمع کی لو پر مرکوز ہو گئی تھی۔ اور میں اپنی سوچ کو مستحکم کر رہا تھا۔ کہ ساری دنیا گھومتی ہے مگر شمع کی لو اپنی جگہ قائم رہے گی۔ وہ نہیں گھومے گی۔ لو اس کے ساتھ چپکا ہوا میرا دماغ بھی نہیں چکرائے گا۔

یہ دماغ ہے، جو انسان کے جسم کو حرکت میں لاتا ہے۔ دماغ کو جھٹکا پہنچتا ہے تو متحرک جسم یک لخت ٹھہر جاتا ہے۔ میرا دماغ بجلی کے کنکشن کو نہیں روک سکتا یا کاٹ سکتا تھا۔ مگر وہ میرے چکرانے کے عمل کو ختم کر کے اور مجھے شمع کی لو پر ٹھہرا کر میرے اندر کے انتشار کو حرفِ غلط کی طرح مٹا سکتا تھا۔

پھر ایسا ہی ہوا۔ اب میری دماغی آنکھیں شمع کی لو کو دیکھ رہی تھیں اور کان مرجانہ کی چیخیں سن رہے تھے۔ وہ بک رہی تھی۔

"ہائے میرا سر کہاں ہے؟ میں مر رہی ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔ میں غداری نہیں کروں گی۔ جھوٹ نہیں بولوں گی۔ سچ بات تو یہ ہے کہ ......"

اس کے سچ بولنے سے پہلے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"سچ بات تو یہ ہے کہ جو سچی رپورٹ میں نے پیش کی ہے اسے بدل کر جھوٹ کیسے بولوں۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

اس سوچ کے مطابق اس کی بات بدل گئی۔ وہ میرے خلاف کچھ نہ بول سکی۔ لیکن وہ آئندہ بھی میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس کی زبان ہمیشہ کے لئے بند کر دوں۔ اپنے راز کو راز رکھنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"آہ! اتنی تیزی سے چکراتے ہوئے میں سانس نہیں لے سکتی۔ میری سانس رک رہی ہے ......"

یہی بات وہ چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔ اور واقعی اس کی سانسیں اب رک رک جاتی تھیں۔ کیونکہ میں اس کے دماغ کو سمجھا رہا تھا کہ وہ سانس لینے کے عمل کو توڑ رہا ہے۔

وہ سانس لینا چاہتی تو میں اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچاتا۔ وہ سانس لینا بھول جاتی۔ پھر دم الجھنے لگتا تو وہ سانس لینا چاہتی۔ میں پھر اسے جھٹکا پہنچاتا۔ تیزی سے گھومتے وقت سانس لینا یوں بھی دشوار ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں سانس کھینچتے وقت دماغی جھٹکے لگتے رہیں تو زندگی سے رشتہ ٹوٹنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔

اس کے دل کی ڈوبتی ہوئی دھڑکنوں نے بتا دیا تھا کہ وہ چند لمحوں کی مہمان ہے۔ چند لمحے گزر گئے تو دھڑکنیں اچانک خاموش ہو گئیں۔ میں اس کے دماغ کی تاریک دنیا سے واپس آ گیا۔

میں نے اپنے ضمیر سے پوچھا "کیا میں کسی معصوم لڑکی کا قاتل ہوں؟"

میرے ضمیر نے جواب دیا "وہ معصوم کب تھی۔ وہ تو معصومیت اور پاکیزگی کے معنی بھی نہیں جانتی تھی۔"

بے شک تھوڑا بہت گناہگار کون نہیں ہے میں بھی گناہگار ہوں لیکن میں نے اپنے مفاد کے لئے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اپنی ہوس کی تکمیل کے لئے کسی پر جبر نہیں کیا۔ لیکن مرجانہ ابتدا سے ہی مجھے حاصل کرنے کے بعد میرا خاتمہ کر دینے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اپنی حفاظت کے لئے زہریلی ناگن کو کچل دینا ظلم نہیں دانشمندی ہے۔

مرجانہ کو اپنے دماغ سے دور پھینک دینے کے بعد میں موجودہ حالات سے نمٹنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس وقت سچویشن یہ تھی کہ دو کرسیاں تیزی سے گھوم رہی تھیں۔ اور ہمارے قریب ایک ٹیپ ریکارڈر آن تھا۔ ٹیپ کے کچھ حصے میں مرجانہ کی آواز ریکارڈ ہوئی تھی۔ باقی ٹیپ خاموشی سے چل رہا تھا۔ اور یہ بڑی غیر فطری سی بات ہوتی کہ اس میں میری چیخوں کی آواز ریکارڈ نہ ہوتی۔ جبکہ میں دشمنوں کی نظروں میں ایک عام سا آدمی تھا۔ میرا بھی سر چکرا سکتا تھا۔ میرے حلق سے بھی چیخیں نکل سکتی تھیں۔

اس کے لئے میں نے پہلے ہی سوچ رکھا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ میں جس کرسی پر چکرا رہا تھا اس کے نیچے سے ایک تار سوئچ بورڈ تک گیا تھا میرے پاؤں کرسی سے لٹک رہے تھے۔ مگر فرش تک نہیں پہنچ رہے تھے۔ ویسے وہاں تک پہنچنا ناممکن نہ تھا۔ میں چمڑے کے تسموں سے بندھا ہونے کے باوجود پوری قوت سے کسمسانے لگا۔ اس طرح اپنے بیٹھنے کی پوزیشن میں ذرا سی تبدیلی کر لی۔ اس کے بعد میں نے جوتے کی نوک کو آگے بڑھایا تو وہ فرش تک پہنچ گئی۔ پھر جوتے کی وہ نوک فرش پر تیزی سے گردش کرتی ہوئی بجلی کے تار سے الجھ گئی۔ تار کو زور کا جھٹکا پہنچا اور اس کا پلگ سوئچ بورڈ سے نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی کرسی کی گردش سست پڑنے لگی۔

ایک منٹ بعد میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کرسی ٹھہر گئی تھی۔ کمرے کے در و دیوار اپنی جگہ ساکت نظر آ رہے تھے اس دنیا کی ہر شے جو متحرک ہے، وہ چلتے چلتے آخر کار ٹھہر جاتی ہے تیزی سے دوڑنے والی جوانی کو بھی بڑھاپے میں بریک لگ جاتے ہیں میرے سامنے بھی کمرے کی ہر چیز اپنی اپنی جگہ ٹھہر گئی تھی۔ صرف مرجانہ کی لاش اپنی کرسی پر اسی تیز رفتاری سے گھوم رہی تھی۔

میں بندھا ہوا تھا۔ اس کی کرسی کے تار کو کھینچ کر بجلی کے کنکشن کو کاٹ نہیں سکتا تھا۔ وہ مجھ سے دور تھی اس لئے برقی رو کے اصولوں کے مطابق زندہ کرسی پر اس کی مردہ جوانی چک پھیری کا جھولا جھول رہی تھی۔ ہائے رے جوانی ــ! تو موت کی گود میں دو کوڑی کی بھی نہیں رہتی۔

شاید وہ لوگ دوسرے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ شاید انہوں نے مرجانہ کی چیخیں بھی سنی تھیں۔ یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ اس وقت میں کسی کے دماغ میں جھانکنا نہیں چاہتا تھا۔ میرا فیصلہ تھا کہ جب جان پر بنے گی تب ہی دماغ کی بساط پر خطرناک چال چلوں گا۔ تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھل گیا اندر آنے والے مجھے دیکھ کر ٹھٹھک گئے عینک والے نے پہلے مرجانہ کی گھومتی ہوئی کرسی کو دیکھا۔ پھر مجھے آرام سے بیٹھا دیکھ کر وہ اپنے ساتھیوں سے بولا۔

"میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ مونٹو کیوں نہیں چیخ رہا ہے یہ سمجھتا ہے اس نے بڑی چالاکی دکھائی ہے۔ میں اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کی کھوپڑی کو گردش میں رکھوں گا۔"

ایک شخص نے عینک والے سے کہا۔

"باس! مرجانہ بے ہوش ہو گئی ہے۔ اسے ہوش میں لانا ہو گا۔"

عینک والے باس نے مرجانہ کی کرسی کا سوئچ آف کرنے کے لئے کہا اس کے حکم کے مطابق سوئچ آف کرنے کے بعد پلگ نکال دیا گیا وہ گھومنے والی کرسی رفتہ رفتہ سست پڑنے لگی تب مرجانہ کے پھیلے ہوئے ساکت دیدے نظر آئے ان آنکھوں کی ویرانی بتا رہی تھی کہ اب وہ کوئی جھوٹا یا سچا بیان نہیں دے سکے گی۔ ایک شخص نے اس کی نبض دیکھ کر کہا۔

"باس! یہ تو مر چکی ہے۔"

اسی وقت کمرے میں مونٹو کا وہ دوست جو مجھے مونٹو سمجھ کر میرے گلے لگ چکا تھا۔ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ کمرے میں آیا اور مجھے ہمدردی سے دیکھنے لگا اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ مجھ جیسے دوست کو ان سزاؤں سے بچانے کا عزم کر چکا ہے۔ میں اس کمرے میں آنے کے بعد مونٹو کے دوست کو بھول گیا تھا اگر وہ یاد رہتا تو میں پہلے ہی اسے اپنی مدد کے لئے مجبور کر دیتا۔ اب میں اس کے دماغ کو بھڑکانا چاہتا تھا مگر موقع نہ ملا اسی وقت عینک والے نے مجھے کہا۔

"مونٹو! تم مرجانہ کا انجام دیکھ رہے ہو یہ خیال دماغ سے نکال دو کہ صحیح رپورٹ پیش کئے بغیر اس کمرے سے زندہ نکل سکو گے۔"

میں نے کہا۔ "پتہ نہیں تم لوگ صحیح رپورٹ کسے کہتے ہو؟ ہماری سچائی پر یقین نہ کر کے تم نے اس تنظیم کی ایک وفادار عورت کی جان لے لی۔ میری جان لے کر بھی تمہیں افسوس نہیں ہو گا کہ صرف شبہات کی بنا پر سپر ماسٹر کے وفادار مارے گئے ہیں۔"

عینک والے نے حقارت سے کہا۔

"ہماری تنظیم میں تمہارے جیسے کیڑے مکوڑے بہت ہیں۔ جن پر ذرا بھی شبہ ہو جاتا ہے انہیں کچل دیا جاتا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی مونٹو کے دوست نے ریوالور نکال لیا پھر عینک والے کی گردن پر اس کی نال رکھتے ہوئے غصے سے بولا۔

"جب میرا دوست ایک معمولی کیڑا ہے تو کسی دن ہمارا بھی یہی انجام ہو گا۔ تم لوگوں کی نظروں میں ہماری وفاداری اور ہماری زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔"

عینک والے کے ساتھی اسے بچانے کے لئے آگے بڑھے مگر اگلے ہی قدم پر لڑکھڑا کر گر پڑے۔ مونٹو کا دوست اور اس کے ساتھی سائلنسر لگے ہوئے ریوالوروں سے انہیں جہنم میں پہنچا چکے تھے اب وہ عینک کے پیچھے دہشت زدہ نظر آ رہا تھا۔ ایک نوجوان نے مونٹو کے دوست سے کہا۔

"کرالا! اب اسے کرسی پر بٹھاؤ۔ اسے بھی پتہ چلے گا۔ کہ عینک کس طرح گول گھومتی ہے۔"

مونٹو کا دوست جس کا نام کرالا تھا۔ اس نے کہا۔

"ہمیں یہاں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے مونٹو کو کرسی سے آزاد کرو اور یہاں سے فوراً نکل چلو۔"

کرالا نے یہ کہتے ہی ایک فائر کیا۔ ریوالور کی گولی کھوپڑی کے پیچھے سے سرنگ بناتی ہوئی دوسری طرف عینک کے شیشے کو توڑتی ہوئی گزر گئی۔ دھپ کی آواز کے ساتھ وہ فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔ انسان کی اپنی زندگی اپنی نہیں ہوتی۔ کوئی دوسرا جب چاہے چھین لیتا ہے اور یہ حضرتِ انسان جو خود کو اس دنیا کا حاکم سمجھتا ہے، خود کو سپر ماسٹر یا عینک والا ڈکٹیٹر سمجھ کر غرور کرتا ہے، وہ کس طرح اپنے غرور کے ساتھ اوندھے منہ فرش پر گر پڑتا ہے، میں اس بے ثباتی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔

مجھے بندشوں سے آزاد کر دیا گیا۔ کرالا نے مجھے ایک ریوالور دیتے ہوئے کہا۔

"لے رکھو! اس شہر میں سپر ماسٹر کے کچھ وفادار ابھی باقی ہیں وہ کہیں نہ کہیں ہم سے ضرور ٹکرائیں گے۔"

میں نے ریوالور لیا۔ پھر اسے سینے سے لگا کر بھینچتے ہوئے کہا۔

"کرالا۔ تم نے آڑے وقت میرے کام آ کر دوستی کا ثبوت دیا ہے۔"

اس نے الگ ہو کر میرے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"تم اتنے سنجیدہ کیوں ہو گئے ہو۔ تمہاری وہ زندہ دلی کہاں گئی یاد ہے مجھے کرالا کے بدلے کریلا کہہ کر چھیڑتے تھے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"حالات نے مجھے سنجیدہ بنا دیا ہے۔ میرا ہنسنے کو جی چاہتا ہے پھر یہ سوچ کر پچھتاتا ہوں کہ ہم نے اب تک تنظیم سے وفاداری کر کے اپنا وقت اور اپنی جوانی برباد کی ہے۔"

"ہاں مونٹو۔ اب مجھے بھی عقل آ گئی ہے۔ بہرحال اب یہاں سے بھاگ چلو۔"

ہم نے اس کمرے میں تمام لاشوں کو لاک کر دیا پھر اس عمارت سے باہر آ گئے۔ میں نے پوچھا۔

"اب ہم کہاں جائیں گے۔؟"

کرالا نے جیپ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"ہم جہاں بھی جائیں گے۔ تنظیم کے کتے ہمارا تعاقب کرتے رہیں گے۔ فی الحال یہ شہر ہی ایسا ہے۔ یہاں ہمارے زیادہ دشمن نہیں ہوں گے۔"

گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے کہا۔

"جب ماسٹر بن خان کو معلوم ہو گا کہ یہاں منیلا میں بھی تنظیم پر تباہی آئی ہے تو وہ تفتیش کے لئے اور ہمارے تعاقب کے لئے یہاں آدمی بھیجے گا۔"

دوسرے ساتھی نے کہا "ہاں ہمیں سکون تو کہیں نصیب نہ ہو گا۔ وہ تو چوہے کے بل میں بھی ہمیں تلاش کریں گے۔"

تیسرے ساتھی نے مشورہ دیا۔ "ہمیں ایسی جگہ جانا چاہئے جہاں ہم آسانی سے چھپ کر اپنی ایک بڑی سی جماعت بنا سکیں۔ اگر ہم کریں تو کچھ عرصہ بعد ہماری اپنی ایک مسلح فوج ہو گی۔"

کرالا ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"سیاست میں یوں ہوتا ہے کہ جب ایک چھوٹا سا ملک ایک بڑی طاقت سے خوفزدہ ہوتا ہے تو دوسری بڑی طاقت کی پناہ میں چلا جاتا ہے۔ سپر ماسٹر کون سی بڑی طاقت کے لئے کام کر رہا ہے، یہ ہم جانتے ہیں۔ اس کی تنظیم کے لوگ دوسری بڑی طاقت ریڈ پاور سے ٹکراتے رہتے ہیں۔ اگر ہم ہانگ کانگ پہنچ جائیں تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں ریڈ پاور کے سائے میں پناہ مل جائے۔"

میں ان کی باتیں توجہ سے سن رہا تھا۔ مجھے کسی بڑی طاقت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کیونکہ میں خدا کے سوا کسی بھی طاقت کو تسلیم نہیں کرتا۔ ان کی باتیں سن کر میرے دماغ میں یہی بات آئی کہ ہانگ کانگ جانا چاہئے وہاں دنیا کی ہر قوم اور ہر نسل کے لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ میں ایسی جگہ کچھ عرصہ کسی بھی روپ میں چھپ کر سونیا تک پہنچنے کی کوشش کر سکتا تھا۔

پتہ نہیں سونیا کس حال میں تھی مجھے اس سے رابطہ قائم کرنے کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ پچھلی رات سے مجھے سونے کی بھی فرصت نہیں ملی تھی۔ اب شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ دوسری رات آ رہی تھی۔ اور میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس رات بھی سونے کا موقع ملے گا یا نہیں۔ کرالا نے ایک ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی۔ ان لوگوں کا قیام اسی ہوٹل میں تھا۔ کرالا نے اپنے کمرے میں پہنچ کر کہا۔

"اچھا تو ہم اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ ہمیں ہانگ کانگ جانا چاہئے۔"

اس کے دونوں ساتھیوں نے تائید کی۔ کرالا نے مجھ سے پوچھا۔

"مونٹو! تم کیا سوچ رہے ہو۔؟"

میں نے کہا۔ "مجھے پچھلی رات سے سونے کا موقع نہیں ملا مجھ پر غنودگی طاری ہے۔ میں کوئی بہتر مشورہ نہیں دے سکوں گا۔"

کرالا نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہمدردی کی۔

"واقعی تمہیں تو تھک کر سو جانا چاہئے۔ لیکن ہم اس ہوٹل میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ ماسٹر بن خان اب پریشان ہو گا کہ عینک والے کی طرف سے رپورٹ کیوں نہیں مل رہی ہے۔ وہ دوسرے ذرائع سے معلومات حاصل کرے گا۔ اس سے پہلے ہی ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

وہ لوگ اپنے اپنے سوٹ کیس میں اپنا اپنا ضروری سامان رکھنے لگے۔ کرالا نے مجھ سے کہا۔

"تم تو بالکل خالی ہاتھ ہو۔؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "نہیں، میرے پاس ریوالور ہے۔"

اس نے امریکن ڈالر کی ایک گڈی میری طرف اچھالی۔ میں نے اسے کیچ کیا۔ وہ مسکرا کر کہنے لگا۔

"مرد کے ایک ہاتھ میں ریوالور اور دوسرے ہاتھ میں نوٹوں کی گڈی ہو تو وہ ساری دنیا کو خرید سکتا ہے۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"اس وقت تو میں صرف نیند خریدنا چاہتا ہوں۔ بولو دو گھنٹے نیند کے کتنے ڈالر لو گے۔؟"

وہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولا۔

"اسے کہتے ہیں زندہ دلی۔ اب تم مونٹو نظر آ رہے ہو۔ چلو تم بھی کیا یاد کرو گے۔ میں تھوڑی دیر کے لئے کہیں تمہارے سونے کا انتظام کر دیتا ہوں۔"

ہم سب ہوٹل کے کاؤنٹر پر آ گئے۔ وہاں ان لوگوں نے ہوٹل کے بل ادا کئے۔ پھر اسی جیپ میں بیٹھ کر ایک طرف چل پڑے راستے میں کرالا نے مجھ سے پوچھا۔

"یار مونٹو! کیا واقعی بستی میں صرف دو عورتوں کے لئے ہنگامہ ہوا تھا۔؟"

"ہاں۔ یہ درست ہے۔ میں بھی باغی نوجوانوں کے ساتھ تھا ہمارا مطالبہ تھا کہ کرنل کی بیٹی کو اور مرجانہ کو ہمارے حوالے کیا جائے۔"

"ہائے! یہ عورت بھی کیا چیز ہے۔ اس کے دم سے دنیا اجڑتی بھی ہے اور آباد بھی ہوتی ہے۔ تم نے کسی کو پایا بھی تھا یا ناکام رہے۔"

میں نے کہا "مرجانہ نے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کی حفاظت کروں گا تو وہ میرے ساتھ وقت گزارے گی۔ لیکن جب میں اسے حفاظت سے یہاں لے آیا تو وہ وعدے سے پھر گئی۔"

"اول درجے کی حرافہ تھی۔" کرالا نے اسے گالی دی پھر کہا۔

"میرے یار فکر نہ کرو۔ اب میرے ساتھ ہو تو موج کرتے رہو گے۔"

وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا ہمیں نچلے طبقہ کے ایک محلہ میں لے آیا۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ بانس کی جھونپڑیوں میں کہیں اندھیرا تھا اور کہیں کیروسین لیمپ کی روشنی تھی۔ جیپ کار کی آواز سن کر محلے کے بچے کھیل کود چھوڑ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے مرد عورتیں جھونپڑیوں سے باہر نکل کر ہمیں دیکھنے لگے۔ وہ لوگ اتنے غریب تھے کہ ان کے محلے میں کبھی موٹر گاڑی نہیں آتی تھی۔ اس لئے وہ ہمیں تعجب اور حسرت سے دیکھ رہے تھے۔ کہ ہم گاڑی والے بڑے آدمی ہیں۔

ہماری گاڑی محلے کے آخری سرے میں ایک جھونپڑی کے سامنے رک گئی۔ میں کرالا کے ساتھ اس جھونپڑی کے اندر گیا وہاں دو کمرے تھے۔ اور دو عورتیں تھیں۔ ایک بوڑھی تھی، دوسری نوجوان، وہ دونوں اترن بازار کے پرانے لباس میں تھیں۔ کرالا ان سے مقامی زبان میں باتیں کرنے لگا۔ پھر اس نے بوڑھی عورت کے ہاتھ میں بیس ڈالر رکھتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"مونٹو! تم یہاں آرام کرو۔ یہ لڑکی تمہیں بڑے پیار سے سلا دے گی۔ میں ایک لانچ کا انتظام کرنے جا رہا ہوں۔ ہم آج ہی رات یہاں سے نکل چلیں گے۔ ہماری روانگی تک تم عیش کرتے رہو۔"

یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔ پھر جیپ کار کے اسٹارٹ ہونے اور دور جانے کی آواز سنائی دی۔ میں دو اجنبی عورتوں کے پاس تنہا رہ گیا۔ بوڑھی عورت دوسرے کمرے کا دروازہ کھول رہی تھی۔ نوجوان سانولی سلونی سی لڑکی مجھے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اجنبی زبان کی سوچ میرے پلے نہیں پڑی۔

زبان اور سوچیں اجنبی ہو سکتی ہیں لیکن دنیا کے تمام انسانوں کے جذباتی تاثرات تقریباً ایک جیسے ہوتے ہیں اس لڑکی کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ مجھ جیسے اجنبی کے ساتھ رات گزارنے کے تصور سے گھبرا رہی ہے۔ میں اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ ویسے میری مسکراہٹ اس قصائی جیسی نہیں تھی جو کسی کو چھری تلے لانے سے پہلے مسکراتا ہے۔

بوڑھی عورت نے مجھے دوسرے کمرے میں آنے کا اشارہ کیا۔

میں نے کمرے میں آ کر دیکھا ایک کھڑکی کے پاس دیوار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جالی دار جھولا تھا جس میں بڑی عمر کے لوگ سوتے ہیں۔ کمرے میں ایک لکڑی کا صندوق، پرانی سلائی کی مشین، ایک پرانی سائیکل اور میلے کپڑے بکھرے ہوئے تھے۔ دوسرے کمرے سے ماں بیٹی کی باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ لڑکی کی آواز میں سہمی ہوئی لرزشیں تھیں۔ وہ میرے کمرے میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ مگر بوڑھی عورت نے جبراً اسے میرے کمرے میں دھکیل کر دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔

ماں بیٹی کی کچھ مجبوریاں ہوں گی، جنہیں میں ان کی اجنبی زبان سے نہیں سن سکتا تھا۔ کسی حد تک اپنے طور پر سمجھ سکتا تھا مگر یہ ہم انسانوں کے لئے بڑی شرمناک حقیقت ہے کہ ہم اکثر دوسروں کی مجبوریوں کا ہی سودا کرتے ہیں۔ اور کرالا بوڑھی عورت کے ہاتھ میں بیس ڈالر رکھ کر اس کی بیٹی کی جوانی کا سودا میرے لئے کر چکا تھا۔ وہ دروازے کے پاس منہ پھیرے کھڑی تھی۔ میں قریب گیا تو وہ اپنے آپ میں سمٹنے لگی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کس طرح اس کا خوف دور کروں۔ میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"کیا تم انگریزی جانتی ہو۔؟"

وہ خاموش رہی۔ میں نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ اس نے

دو انگلیوں کی چٹکی بنا کر جواب دیا۔

"آئی نو.... اے لٹل لٹل...... (میں تھوڑا تھوڑا جانتی ہوں)"

"گڈ" میں نے اس کا خوف دور کرنے کے لئے اسے باتوں میں الجھایا۔ "تمہارا نام کیا ہے ــــ؟"

"منزا ــــ"

"بہت خوب ــــ منزا میری بہن کا نام ہے۔"

وہ ایک دم سے چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے بے یقینی مترشح تھی۔ میں نے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر کہا۔

"میں تمہارا بھائی ــــ" پھر میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "تم میری بہن ــــ ٹھیک ــــ"

چشم زدن میں اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس کے ہونٹ بار بار کھل رہے تھے پھر بند ہو رہے تھے۔ شاید اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ میرے احسان کا جواب کس طرح دے سکتی ہے۔ آخر اس نے بڑی مشکلوں سے کہا

"یو۔ پلیز۔ ٹوینٹی ڈالر ــ یو۔ کال می سسٹر۔"

وہ صحیح طور پر اپنے دل کی بات نہیں کہہ سکتی تھی۔ مگر میں سمجھ گیا دراصل اسے حیرانی تھی کہ بیس ڈالر معمولی رقم نہیں تھی اور اتنی بڑی رقم دے کر میں اسے بہن بنا رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"منزا ــــ! میں نے دولت سے کبھی کسی کی مجبوری نہیں خریدی۔ اب خریدنے کا وقت آیا تو تمہارے آنسو خرید لئے تاکہ یہ آنکھیں تمہیں کبھی نہ رلائیں ــــ"

"تم بہت اچھے بھائی ــــ میں تم کو رو رو کے یاد کروں گی۔"

میں نے اس کی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مجھ سے پہلے بھی کوئی تمہارے پاس آیا تھا؟"

وہ انکار میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔

"نہیں۔ کرالا بہت بڑا بدمعاش۔ وہ جو بولتا۔ یہ بستی کا لوگ وہی کرتا۔ آج وہ مجھ کو پہلی بار ایسا کرنے کو بولا......"

میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔

"فکر نہ کرو ــ میں کرالا کو سمجھا دوں گا۔ تم جلدی شادی کر لو۔"

"آئی لو ناموڈا (میں ناموڈا کو چاہتی ہوں)"

"یہ ناموڈا کون ہے؟"

"تم اس سے ملو گے ــ میں بلا کر لاؤں ــ؟"

میں آرام سے سونے کے لئے آیا تھا مگر میرے نصیب میں آرام کہاں ہے؟ کسی کو بہن تو سب ہی کہہ دیتے ہیں لیکن بھائی بن کر کم ہی لوگ اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں۔ میں نے کہا۔

"جلدی بلا کر لاؤ ــــ میں سونا چاہتا ہوں۔"

وہ فوراً ہی دروازہ کھول کر چلی گئی۔ میں جالی دار جھولے پر آ کر لیٹ گیا۔ جھولا آپ ہی آپ ہولے ہولے ہلنے لگا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے سونیا کی خیریت معلوم کی۔ وہ ایک بڑے سے ہال میں لانبی سی میز کے پاس ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میز کے اطراف اور بھی دو عورتیں اور تین مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا۔

"سونیا میری جان! میں تمہارے پاس آگیا ہوں۔"

اس کی سوچ نے ناراضگی سے کہا۔

"میرے پاس آ کر بڑا احسان کیا ہے۔ صبح سے شام ہو گئی۔ میں سر لیہہ انتظار کرتی رہی۔ سچ بتاؤ کس چڑیل کے پاس تھے؟ جھوٹ بولو گے تو میں مر جاؤں گی۔"

"میری جان! کبھی کبھی تقدیر چڑیل بن کر یوں پکڑ لیتی ہے کہ پھر نہیں چھوڑتی۔ اب میں کیا بتاؤں کہ کتنے مصائب سے گزر کر تم سے ملاقات کر رہا ہوں ــ"

"کیا تم اب بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو؟"

"ابھی تو ذرا خیریت ہے۔ تھوڑی دیر بعد کیا ہوگا۔ یہ نہیں کہہ سکتا۔ اب کام کی بات کرو۔ یہ میز کے اطراف کون لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ــــ؟"

"میں انہیں نہیں جانتی۔ اندازے سے کہہ سکتی ہوں کہ یہ لوگ تنظیم کے ماسٹر اور ریادام ہیں۔ کچھ اور لوگ بھی آنے والے ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ابھی یہاں تمہاری موت کی دستاویزی فلم چلنے والی ہے۔"

"ہوں ــ" میں نے کہا۔ "وہ فلم اس تنظیم کے تمام ماسٹروں کے لئے اہم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سپر ماسٹر بھی اس فلم کو دیکھنے کے لئے وہاں کسی نہ کسی روپ میں موجود رہے گا۔"

مجھے جھونپڑی کے دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ میں نے کہا۔

"سونیا! یہاں میرے پاس کچھ لوگ آ رہے ہیں۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم کروں گا۔"

"دیکھو فرہاد! پھر غائب نہ ہو جانا۔ میں تمہارا انتظار...."

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ کیونکہ منزا آواز دے رہی تھی میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ جھولے کے پاس منزا کے ساتھ ایک سانولے رنگ کا صحت مند نوجوان کھڑا ہوا تھا۔ میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا ہی نام شاید ناموڈا ہے۔"

وہ انگریزی زبان جانتا تھا۔ اس نے گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں ــ منزا میری محبت ہے۔ آپ نے اس کی عزت رکھ کر مجھ پر احسان کیا ہے۔"

"تم اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتے؟"

"میں ہانگ کانگ کی ایک بندرگاہ پر کام کرتا ہوں۔ چھ ماہ بعد بڑی مشکلوں سے مجھے چھٹی ملی ہے۔ اب میں منزا کو بیاہ کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لباس سے پتہ چلتا ہے کہ تم اچھا کما لیتے ہو۔ ہانگ کانگ پورٹ میں کیا کرتے ہو؟"

اس نے ذرا ہچکچانے کے بعد کہا۔

"آپ جیسے محسن سے کیا چھپاؤں۔ ہانگ کانگ پورٹ دنیا کی سب سے بدنام بندرگاہ ہے۔ یوں تو میں وہاں ایک معمولی قلی ہوں۔ مگر کبھی کبھی سمگلروں کے کام آ جاتا ہوں تو مجھے اچھی خاصی رقم مل جاتی ہے۔"

میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"میں بھی ہانگ کانگ جانے والا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ تم سے وہاں کب اور کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"میں کل منزا سے شادی کروں گا اور پرسوں اسے لے کر ہانگ کانگ پہنچ جاؤں گا۔ آپ کولون کی بندرگاہ پر اسٹار فیری کے کسی بھی آدمی سے میرا پتہ پوچھ سکتے ہیں۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ پھر اس نے کچھ سوچ کر کہا۔

"آپ تو کرالا کے دوست ہیں۔ جہاں تک میری معلومات ہیں۔ کرالا ایک بہت ہی خطرناک گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ تو ہانگ کانگ میں بڑا اثر و رسوخ والا آدمی ہوگا۔ ایسے میں بھلا آپ کو میری کیا ضرورت پڑ سکتی ہے ــ؟"

میں نے کہا۔ "کرالا نے میری خاطر اس خطرناک گروہ سے بغاوت کی ہے اب ہم وہاں کچھ عرصہ چھپ کر زندگی گزاریں گے۔"

وہ اپنی مقامی زبان میں سوچنے لگا۔ میں نے پوچھا۔

"کیا سوچ رہے ہو ــ؟"

"آں ــ کچھ نہیں۔ بس میں کرالا کو پسند نہیں کرتا۔ البتہ میں ہر طرح آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ جب تک میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ وہ خطرناک گروہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم میری خاطر تنہا اس خطرناک گروہ سے نہیں ٹکرا سکتے۔ اگر ایسا دعویٰ کرتے ہو تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ تمہارے پاس بھی اثر و رسوخ کی کمی نہیں ہے۔ یا تمہاری پس پشت کوئی بہت بڑی طاقت تمہیں سہارا دیتی ہے ــ"

اس نے کہا۔ "آپ میری ذرا سی بات پکڑ کر میرے متعلق دور تک قیاس آرائی کر رہے ہیں۔ میں کوئی پراسرار آدمی نہیں ہوں۔ بس ایسا ہی ہوں، جیسا کہ نظر آ رہا ہوں۔"

کھرے آدمی کی پہچان یہی ہے کہ اس میں غرور نہیں ہوتا ــ وہ دوسروں کے سامنے خود کو بڑی سادگی سے پیش کرتا ہے۔ میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے آدمی کو صرف آدمی ہی نظر آنا چاہئے۔ کوئی مافوق الفطرت مخلوق نہیں بننا چاہئے۔ میں ہانگ کانگ پہنچ کر تم سے ضرور ملاقات کروں گا۔ اب مجھے سونے کی اجازت دو۔"

وہ مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔ منزا نے پوچھا۔

"بھائی! میں جھولا جھلا کر آپ کو سلا دوں ــ؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہارا بھائی ننھا بچہ نہیں ہے کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ ناموڈا باہر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

وہ شرمائی مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ پھر دروازے کو بند کر دیا۔ اس کے جانے کے بعد میں آنکھیں بند کر کے سونیا کو دیکھنے لگا۔ اب وہ بڑے ہال میں نہیں تھی۔ کسی چھوٹے سے کمرے میں ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔

"ہیلو سونیا! کیا بات ہے؟ تم اس کمرے میں تنہا کیوں ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "بڑے ہال میں تمہاری فلم چل رہی ہے سپر ماسٹر کا خیال ہے کہ میں تمہاری موت کا منظر دیکھ کر پھر رونے روتے بے ہوش ہو جاؤں گی اس لئے مجھے اس کمرے میں بھیج دیا گیا ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا سپر ماسٹر بڑے ہال میں موجود ہے؟"

"ہاں! اس طرح موجود ہے کہ دوسروں کو نظر نہیں آ رہا ہے۔"

"یعنی طلسمی ٹوپی پہن رکھی ہے۔"

"مذاق نہ کرو۔ وہاں بڑی میز کے قریب ایک بہت بڑا کلرڈ شیشہ لگا ہوا ہے اس شیشے کے پیچھے وہ ایک مائیک کے سامنے بیٹھا ہوا ہے اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ وہ محض ایک سائے کی طرح نظر آ رہا ہے۔"

"تم نے کیسے سمجھا کہ وہ سپر ماسٹر ہے؟"

"اس طرح کہ جب شیشے کے پیچھے اس کا سایہ نظر آیا تو ہال کے تمام ماسٹر اور ریادام تعظیماً اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ جب وہ بیٹھا تو سب بیٹھ گئے۔ جب وہ حکم دیتا ہے تو فوراً اس کی تعمیل کی جاتی ہے۔ کیا اس طرح یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وہی سپر ماسٹر ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ آج میں تمہارے دماغ کے ذریعے سپر ماسٹر کی آواز بھی سن لوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔

"پھر تو تم جلد ہی اس کے دماغ میں گھس کر بیٹھ جاؤ گے۔"

"یہ کام اتنا آسان نہیں ہے سونیا! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ جو یوگا کے ماہر ہوتے ہیں میں ان کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور سپر ماسٹر نے پوری ایک یوگا فوج بنا رکھی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ خود بھی یوگا کی مشقیں کرتا ہو۔"

"یہ بات تو تم اس کے دماغ میں جھانک کر معلوم کر سکتے ہو۔"

"تم بھول رہی ہو۔ میں نے تمہیں یہ بھی بتایا تھا کہ میری سوچ کی لہریں کسی یوگا کے ماہر کے دماغ تک پہنچیں گی تو سانس کے ایک جھٹکے کے ذریعے فوراً ہی اسے معلوم ہو جائے گا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ میں سپر ماسٹر اور اس کے بھی ماتحت ماسٹر اور ریادام کو چھیڑنا نہیں چاہتا۔"

"ہوں۔ پھر تو تمہیں ماسٹروں تک پہنچنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔"

"جو تقدیر میں لکھا ہے، اسے بھگتنا ہی پڑے گا۔ اگر تمہیں ان کے قریب رہنے کا موقع ملے گا تو تم رفتہ رفتہ ایک ایک ماسٹر، مادام اور سپر ماسٹر کے متعلق معلومات حاصل کر سکتی ہو کہ ان میں سے کون کون یوگا کی مشقیں کرتا رہتا ہے۔"

"بے شک ان معلومات پر تمہاری کامیابی کا انحصار ہے میں آج ہی سے اسی کوشش میں مصروف ہوں گی۔"

وہ چند ساعتوں کے لئے خاموش ہو گئی۔ اور دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کی سوچ سے پتا چلا کہ اس نے دروازے کے قریب آہٹ سنی تھی۔ میں نے کہا۔

"سونیا! یقیناً تمہاری نگرانی کی جا رہی ہے۔"

"ہاں! شاید وہ یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ میں کمرے میں تنہا کیا کرتی رہتی ہوں۔ وہ میرے چہرے کے تاثرات سے معلوم کر سکتے ہیں کہ میں تم سے سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہی ہوں۔"

"نہیں سونیا! تم چور کی طرح چوری چھپے سے باتیں کر رہی ہو۔ اس لئے ایک چور کی طرح ڈر رہی ہو۔ ورنہ میری فلم دیکھنے کے بعد وہ تمہاری اس چوری کو کبھی نہیں پکڑ سکیں گے۔ جب ان کی معلومات کے مطابق فرہاد زندہ نہیں ہو گا تو تم کس سے باتیں کرو گی۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو میرے دل میں بس یونہی اندیشہ سا ہے۔ اچھا اب تم بتاؤ صبح سے کیا کرتے رہے۔ اور اب کہاں سے باتیں کر رہے ہو؟"

میں اسے اپنی دن بھر کی آپ بیتی سنانے لگا۔ لیکن یہ آپ بیتی وہ پوری طرح نہیں سن سکی۔ ایک شخص نے کمرے کا دروازہ کھول کر کہا۔

"مادام سونیا! آپ ہال میں تشریف لے آئیں۔"

سونیا کا چہرہ فوراً ہی غم و اندوہ کی آماجگاہ بن گیا۔ جیسے وہ فرہاد کی موت کا سوگ منا رہی ہو۔ وہ بڑے ہی تھکے ہوئے انداز میں ایڑی چیئر سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بڑے ہال میں پہنچ گئی۔ بڑی سی میز کے اطراف تنظیم کے وہ تمام ماسٹر اور مادام نظر آ رہے تھے۔ جو دنیا کے مختلف ممالک سے میری دستاویزی فلم دیکھنے آئے تھے ایک طرف دیوار پہ ایک چھوٹا سا اسکرین لگا ہوا تھا۔ سونیا نے کلرڈ شیشہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سُپر ماسٹر! میں نے فرہاد سے مل کر تنظیم سے غداری کی ہے آپ مجھے موت کی سزا دیں۔ مگر مجھے ایک بار فرہاد کی فلم دکھا دیں۔ میں اسکرین پر اس کی صورت دیکھنا چاہتی ہوں۔"

کلرڈ شیشے کے پیچھے سے سُپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔

"سونیا! بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں اس کی فلم دکھا کر تمہارے ماتم کرنے کا تماشہ نہیں دیکھنا چاہتا۔"

سُپر ماسٹر کی آواز بڑی گہری اور گونجتی ہوئی سی تھی سننے والوں کے دلوں پر اثر کرتی تھی۔ سونیا خاموشی سے ایک کرسی پہ بیٹھ گئی۔ پھر سپر ماسٹر نے حاضرین کو مخاطب کیا۔

"مائی ڈیر مادام اور ماسٹرس! مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ فرہاد کو ایسے وقت موت آئی جب وہ ہماری تنظیم میں شامل ہونے والا تھا بہر حال ایسے خطرناک دشمن کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ دوست بن جائے۔ یا مر جائے۔ سو وہ مر چکا ہے۔"

ایک ماسٹر نے کہا۔

"تھینکس گاڈ۔ وہ اپنی ٹیلی پیتھی کے ساتھ دفن ہو چکا ہے۔"

سونیا اسے غصہ سے دیکھنا چاہتی تھی۔ میں نے فوراً ہی سمجھایا۔

"نہیں سونیا! غصے کا اظہار کرو گی تو کام بگڑ جائے گا۔ تم اسی طرح سر جھکائے بیٹھی رہو جیسے حالات نے تمہیں دوسروں کے طعنے سننے پر مجبور کر دیا ہے۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ سُپر ماسٹر کہہ رہا تھا۔

"آج سے فرہاد علی تیمور کا فائل بند کیا جا رہا ہے اس کے بعد سونیا کا ریکارڈ ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور اس کے ریکارڈ فائل پر غداری کی مہر لگی ہوئی ہے اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ غداری کی سزا صرف موت ہوتی ہے۔"

اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گیا۔ سب لوگ سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ سونیا سر اٹھا کر اور سینہ تان کر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ مگر اس کا انداز کہہ رہا تھا۔ کہ موت اسے کبھی نہ ڈرا سکے گی سُپر ماسٹر نے کہا۔

"سونیا! تمہارے پاس سونگھنے کی جو غیر معمولی حس ہے۔ میں اس کا اعتراف کرتا ہوں۔ تم نے بھی کئی مرحلوں پہ یہ ثابت کیا ہے کہ فرہاد کی طرح تم بھی ناقابلِ شکست ہو۔ لیکن تمہاری صلاحیتیں تمہیں موت کی سزا سے نہیں بچا سکیں اور نہ ہی فرہاد کے پاس وہ جان ہے کہ تمہارے لئے جان کی بازی لگانے آئے گا۔ میں تمہیں موقع دے رہا ہوں اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتی ہو تو کہو۔"

سونیا نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔

"تمہاری تنظیم میں ایک بہت بڑی خرابی ہے۔ کیا تم نے کبھی اس پہلو پر غور کیا ہے کہ اس تنظیم کی صرف عورتیں ہی غدار کیوں بن جاتی ہیں۔"

ایک ماسٹر نے جواب دیا۔

"اس لئے کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ بہت جلد دشمنوں کے بہلاوے میں آ جاتی ہیں۔"

وہاں بیٹھی ہوئی ایک مادام نے غصہ سے کہا۔

"لنگوئیج پلیز۔۔۔ اگر ہم ناقص العقل ہیں تو ہماری ذہانت کا اعتراف کر کے ہمیں مادام کیوں بنایا گیا۔ اگر مرد بہت ہی عقل مند ہوتے ہیں تو پھر وہ عورت کی آغوش میں گر کر اپنے اہم راز کس طرح اگل دیتے ہیں۔ میں اپنے آقا سپر ماسٹر سے درخواست کروں گی کہ ہماری توہین کرنے والے ماسٹر کا محاسبہ کیا جائے۔"

سپر ماسٹر نے اپنے اس ماسٹر کو مخاطب کیا۔

"ماسٹر چمپنزی! آپ مادام سے سمجھوتہ کر لیں۔"

ماسٹر چمپنزی کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوئی۔ سونیا کی سوچ بتا رہی تھی کہ ماسٹر چمپنزی کسی بن مانس کی طرح عظیم شحیم قد آور اور بدصورت ہے۔ ایسے لوگ کسی کے سامنے جھکنا نہیں جانتے۔ لیکن سپر ماسٹر ایسے ہی فولادی انسانوں کو جھکا کر اپنے پاس رکھتا ہے۔ ماسٹر چمپنزی نے کہا۔

"مادام! مجھے افسوس ہے۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔"

"نیور مائنڈ" مادام نے کہا "اب ہمیں سونیا سے پوچھنا چاہئے کہ عورتیں غداری پر کیوں آمادہ ہو جاتی ہیں؟"

سونیا نے کہا "اس لئے کہ جو آزادی ماسٹروں کو ہے وہ ہمیں نہیں ملتی۔ مجھے مادام بنانے کے بعد بھی ماسٹر یوشنے کے ماتحت رکھا گیا۔ وہ میری مرضی کے خلاف میرے جسم سے کھیلنا چاہتا تھا اور میں اپنا دامن بچاتی تھی۔ میں نے سپر ماسٹر سے اس کی شکایتیں بھی کیں لیکن ایسے وقت ہم عورتوں کو بے زبان جانور سمجھا جاتا ہے۔ ماسٹر یوشنے اپنی ٹیلی پیتھی کے باعث ایک بہت بڑی طاقت سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا مجھ جیسی باصلاحیت مادام کو اس کے سامنے حقیر سمجھا گیا۔

اب آپ خود ہی انصاف کریں کہ جسے حقیر سمجھا جائے گا جس کی شکایتیں نہیں سنی جائیں گی جس کی آزادی برائے نام رہ جائے گی۔ وہ عورت دشمنوں کے بہلاوے میں کیوں نہیں آئے گی۔؟"

وہ سوالیہ نظروں سے تمام لوگوں کو دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"سپر ماسٹر! تم فرہاد علی تیمور کی فائل بند کرنے سے پہلے اپنے ان خاص ماتحتوں کو وہ فائل دکھاؤ۔ انہیں معلوم ہو گا کہ فرہاد نے ہمیشہ اس تنظیم کی عورتوں کو اپنے اعتماد میں لے کر تمہیں نقصان پہنچایا ہے ایسا کیوں ہوتا رہا؟ اس لئے کہ فرہاد ہم عورتوں کو حقیر نہیں سمجھتا تھا۔ ہمیشہ محبت اور ہمدردی سے پیش آتا تھا۔ اور ہماری شکایتیں اتنی توجہ سے سنتا تھا جیسے وہ سب اس کا ذاتی مسئلہ ہو۔

"سپر ماسٹر! ایک فرہاد کے مر جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس دنیا میں فرہاد جیسے دوسرے ذہین لوگ بھی مر چکے ہیں۔ نہیں! فرہاد پیدا ہوتے رہیں گے اور اس تنظیم کی اس کمزوری کو سمجھ کر یہاں کی عورتوں کو اپنے اعتماد میں لیتے رہیں گے۔ میں مرنے سے پہلے تمہاری بہتری کے لئے مشورہ دیتی ہوں کہ اپنی تنظیم سے عورتوں کو نکال دو۔ یا پھر انہیں مردوں کے برابر حقوق اور آزادی دو۔"

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر تک کسی نے کچھ نہیں کہا پھر سُپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔

"تم نے تنظیم کی جو کمزوری بیان کی ہے وہ قابلِ غور ہے انسان حالات سے مجبور ہو کر قاتل بنتا ہے اس کے حالات قابلِ غور ہوتے ہیں لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ قاتل ہے اور سزا کا مستحق ہے۔ اسی طرح تمہاری غداری کی وجوہات جو کچھ بھی ہوں۔ تم ہر حال میں غدار کہلاؤ گی اور سزائے موت تمہارا مقدر ہے۔"

میں نے سونیا کو سوچ کے ذریعے ہدایت دی۔ وہ اسی کے مطابق کہنے لگی "میری غداری کی معقول وجوہات ہیں جنہیں تم تسلیم کرتے ہو۔ لہٰذا تسلیم شدہ حقائق کے پیشِ نظر تمہیں اپنے فیصلے میں ذرا سی لچک پیدا کرنی چاہئے۔"

"یعنی تم رحم کی اپیل کرتی ہو کہ سزائے موت نہ دی جائے۔"

"نہیں! جو عورت موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی گزارتی رہی ہو۔ وہ گڑگڑا کر کبھی زندگی کی بھیک نہیں مانگے گی۔"

"پھر کیا چاہتی ہو؟ کھل کر کہو۔ تمہاری آخری خواہش پوری کی جائے گی۔"

"میری آخری خواہش ہے کہ مجھے میری پسند کی موت مرنے دیا جائے۔"

سب لوگ اسے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ سُپر ماسٹر نے کہا۔ "ہوں! اپنی پسند بتاؤ؟"

"میں اپنی زندگی کے لئے لڑتے ہوئے مرنا چاہتی ہوں۔"

سُپر ماسٹر فوراً ہی کچھ نہ بول سکا۔ اس نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔

"فرہاد تو مر چکا ہے۔ اب تم کس کے سہارے موت سے بچ نکلنے کی توقع کرتی ہو۔۔۔؟"

سونیا نے سنسناتی ہوئی گولی کی سی آواز میں کہا۔

"سُپر ماسٹر! جو عورت فرہاد کے بازوؤں میں کھیل چکی ہو اسے جبری موت کے بازو نہیں توڑ سکتے۔ میری آخری خواہش پوری کرنے سے ہچکچاتے کیوں ہو۔ تمہاری تنظیم دنیا کے گوشے گوشے میں ہے۔ یہاں ایک سے ایک فولادی جسم اور فولادی ذہن کے ماسٹر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے اس عمارت سے نکل کر صرف سو گز تک جانے کا موقع دو اور اپنے شکاریوں کو میرے پیچھے لگا دو۔ پھر تماشہ دیکھو کہ شکار کون ہوتا ہے؟"

ماسٹر چمپنزی اپنی کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر غراتے ہوئے بولا۔

"سُپر ماسٹر! یہ دو کوڑی کی عورت ہم تمام ماسٹروں کو چیلنج کر رہی ہے آپ سے درخواست ہے کہ اس کی آخری خواہش پوری کریں۔ میں اس کی گردن توڑ کر رکھ دوں گا۔"

سونیا نے مضحکہ اڑانے کے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"یہاں دوسرے ماسٹر بھی ہیں مگر انہیں غصہ نہیں آیا اور جنہیں غصہ نہیں آتا، وہی ذہین اور وقت پر کامیابی سے کچھ کر گزرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ تمہارے جیسے گرجتے ہوئے بادل سے ٹکرانا، میں اپنی توہین سمجھتی ہوں، آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

سونیا کے طنز اور اطمینان نے ماسٹر چمپنزی کو اور مشتعل کر دیا۔ وہ غصہ میں اپنی کرسی اٹھا کر سونیا پر پھینکنا چاہتا تھا۔ اسی وقت ایک فائر ہوا کرسی گر پڑی۔ ماسٹر چمپنزی اپنے زخمی ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے تھام کر فائر کرنے والے کو غصے سے دیکھنے لگا۔ سٹیج نوجوان نے کہا۔

"سپر ماسٹر کی موجودگی میں کسی کو اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کی اجازت

نہیں دی جاتی۔ ماسٹر چمپنیزی تم حراست میں رہو گے۔ چپ چاپ اس ہال سے نکل چلو ۔۔۔"

چمپنیزی نے زخمی شیر کی طرح غرّاتے ہوئے اپنے آس پاس دیکھا۔ چار نوجوان ریوالور لئے کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نوجوان ہتھکڑی پہنانے کے لئے آگے بڑھا تو چمپنیزی اسے کاٹ کھانے کے انداز میں اس کی طرف گھوم گیا۔ نوجوان سہم کر پیچھے چلا گیا۔ سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی ۔۔۔

"ماسٹر چمپنیزی! اپنی جگہ کھڑے رہو۔ میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ تمہارے جیسے درندوں کو پالنا میری ہابی ہے لہٰذا مجھے مجبور نہ کرو کہ تم پر گولی چلانے کا حکم دوں ۔"

چمپنیزی نے کلرڈ شیشے کی طرف گھوم کر کہا۔

"سپر ماسٹر! کسی درندے کو پالنے کے لئے اس کی من پسند خوراک مہیا کرنی پڑتی ہے۔ میری خوراک یہ مغرور عورت ہے۔ آپ اسے میرے سامنے ڈال دیں ۔۔۔"

وہ سونیا کو دیکھ کر یوں جبڑے چلانے لگا جیسے خیال ہی خیال میں اسے کچا چبا رہا ہو۔ سپر ماسٹر نے کہا۔

"تمہاری یہ خواہش پوری کی جائے گی فی الحال ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق سونیا بیمار اور کمزور ہے۔ معقول علاج کے بعد جب اس کے جسم سے گرلاش کا زہر بالکل ہی ختم ہو جائے گا تو ہم اسے اس عمارت سے نکلنے کا موقع دیں گے۔ اور تم اسے شکار کرو گے ۔"

چمپنیزی نے اقرار میں سر ہلا کر کہا۔

"ہاں! بیمار قیدی کو سزائے موت نہیں دی جاتی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ مغرور عورت بیمار ہے۔ او کے۔ میں انتظار کروں گا کہ یہ صحت یاب ہو کر میرے ہاتھوں مرے ۔"

سپر ماسٹر نے حکم دیا کہ چمپنیزی کو دوسرے کمرے میں لے جا کر اس کے زخمی ہاتھ کی مرہم پٹی کی جائے۔ اور اس بار وہ درندہ چپ چاپ ہال سے باہر چلا گیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ سپر ماسٹر بے حد ذہین تھا۔ وہ درندہ صفت مجرموں کی نفسیات کو خوب سمجھتا تھا اور بڑی آسانی سے انہیں اپنا محکوم بنا کر رکھتا تھا۔ وہ چمپنیزی جو زخمی ہو کر چار ریوالوروں کی زد میں بھی ہال سے باہر نہیں جانا چاہتا تھا۔ اسے سپر ماسٹر نے بڑی ذہانت سے چپ چاپ جانے پر راضی کر لیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد سپر ماسٹر نے دوسرے ماسٹروں کو مخاطب کیا۔

"ماسٹر تن سنگ! تم نے کہا تھا کہ چمپنیزی کو اگر یوگا کی مشق کرائی جائے تو اس کے دماغ سے گرمی نکل جائے گی۔ مگر چھ ماہ کے بعد بھی یہ ویسے کا ویسا ہی ہے۔"

ماسٹر تن سنگ کا نام سن کر میری دلچسپی بڑھ گئی۔ مرجانہ نے مجھے بتایا تھا کہ اس تنظیم میں ماسٹر تن سنگ کی بڑی اہمیت ہے۔ وہی یوگا فوج کو تربیت دے رہا ہے۔ میں اس کی باتیں سننے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"جو لوگ سانسوں کو کنٹرول کرنا جانتے ہیں وہ اپنے نفس پر اور بھڑکتے ہوئے جذبات پر قابو پالیتے ہیں ایسے لوگوں کو کبھی غصہ نہیں آتا۔ ہماری یوگا فوج کے کتنے ہی نوجوان اس بات کا ثبوت ہیں بٹر فلائی اور ماسٹر ین خان نے بڑے سکون اور سنجیدگی سے فرہاد جیسے سرکش انسان کو دوستی پر آمادہ کر لیا تھا۔ خود آپ یوگا کی مشقیں کرنے کے دوران اس کے فوائد کو سمجھ سکتے ہیں۔ مگر چمپنیزی ایک بالکل ہی مختلف انسان ہے بلکہ میں اسے انسان نہیں سمجھتا۔ اس کے دماغ میں انسانوں جیسی کوئی بات نہیں سماتی۔ یہ جانوروں کی طرح سوچتا ہے ۔"

وہ بڑی ہی دھیمی آواز میں اور بڑے ہی ٹھہرے ہوئے انداز میں بول رہا تھا۔

"سانسوں کی مشق کرنے کے لئے اولین شرط یہ ہے کہ ہر طرح کے نشہ سے پرہیز کیا جائے مگر چمپنیزی شراب اور شباب کا رسیا ہے شراب اور عورت یہ دونوں ہی چیزیں آدمی کو اندر سے کھوکھلا کرتی ہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ گرم تاثیر رکھنے والی غذاؤں سے پرہیز کیا جائے۔ لیکن وہ بعض اوقات کچا گوشت بھی کھا لیتا ہے۔ ایسا شخص یوگا کی ابتدائی مشق بھی نہیں کر سکتا۔ میں اسے چھ ماہ سے سمجھاتا سمجھاتا تھک گیا ہوں۔ وہ میرے بس کا آدمی نہیں ہے ۔"

یہ کہہ کر تن سنگ خاموش ہو گیا۔ اس کی باتیں سن کر بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔ سب سے اہم معلومات یہ کہ سپر ماسٹر بھی یوگا کی مشقیں کر رہا تھا۔ یعنی میں کسی موقع پر بھی اس کے دماغ سے نہیں کھیل سکتا تھا۔ ماسٹر تن سنگ نے یوگا کے سلسلے میں بٹر فلائی اور ماسٹر ین خان کا حوالہ دیا تھا اور دوسرے ماسٹروں کو مثال بنا کر پیش نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ دوسرے ماسٹر یوگا سے دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ یوگا فوج صرف نوجوان عورتوں اور مردوں پر مشتمل ہے۔

اتنی معلومات حاصل ہونے کے باوجود میں نے سوچا کہ مجھے آئندہ پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے۔ اور پیش آنے والے حالات کے مطابق ان معلومات کی تصدیق کرنی چاہئے۔ اس وقت سپر ماسٹر کہہ رہا تھا ۔۔۔

"اچھی بات ہے ماسٹر تن سنگ! میں چمپنیزی کو اپنے طور پر ہینڈل کروں گا۔ میں آپ کو ایسے شاگرد دے کر پریشان کرنا نہیں چاہتا۔"

ماسٹر تن سنگ نے کہا۔

"سپر ماسٹر! آپ نے وعدہ کیا تھا کہ یوگا فوج تیار ہونے کے بعد آپ میری بیٹی کو مجھ سے ملائیں گے وہ یوگا فوج تیار ہو چکی ہے ۔"

"ماسٹر تن سنگ! مجھے اپنا وعدہ یاد ہے مگر میں یہ نہیں مانتا کہ یوگا فوج تیار ہو چکی ہے۔ اس آرمی کا کوئی نوجوان بیس پچیس منٹ سے زیادہ سانس نہیں روک سکتا۔ آپ تقریباً چھ سات گھنٹے تک حبسِ دم کا مظاہرہ کر چکے ہیں آپ میرے نوجوانوں کو اپنے جیسا بنا

دیں پھر آپ کی بیٹی آپ کو مل جائے گی ۔"

ماسٹر تن سنگ نے پریشان ہو کر کہا۔

"کسی کو اپنے جیسا بنانا میرے بس کی بات نہیں ہے ایسی صلاحیتیں اپنی ذاتی محنت اور لگن سے پیدا ہوتی ہیں پھر اس کے لئے دل کی صفائی اور روح کی پاکیزگی لازمی ہے اور یہ صفات آپ کی تنظیم کے کسی آدمی میں نہیں ہیں ۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ مجھ سے بحث نہ کریں میں نے جو حکم دیا ہے اس پر عمل کریں۔ آپ کی بیٹی کی بھلائی اسی میں ہے۔ اب آپ جا سکتے ہیں ۔"

ماسٹر تن سنگ دل برداشتہ ہو کر چپ چاپ وہاں سے جانے لگا میں نے سونیا سے کہا۔

"میری جان! یہ ماسٹر تن سنگ مجبور اور مظلوم ہے موقع ملے تو اس سے دوستی کرو۔ ہم اس کی بیٹی کے کام آئیں گے۔ یہ ہمارے کام آئے گا۔"

سونیا کی سوچ نے کہا۔

"فرہاد! میرے خیال میں اگر تم سوچ کے ذریعے تن سنگ سے رابطہ قائم کرو تو یہ تمہارا راز زبان پر نہیں لائے گا۔"

"نہیں سونیا! وہ اپنی بیٹی کی سلامتی کی خاطر کسی موقع پر میرے دماغی رابطے کی بات سپر ماسٹر سے کہہ دے گا۔ ہمیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے اتنی بڑی دنیا میں تمہارے سوا کوئی نہ جان سکے کہ میں زندہ ہوں ۔"

اسی وقت میں نے سونیا کے دماغ سے سپر ماسٹر کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"سونیا! تم بھی یہاں سے جاؤ۔ ڈاکٹر کی طرف سے تمہاری صحت یابی کی تصدیق ہو گی تو تمہاری آخری خواہش پوری کی جائے گی ۔"

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے لگی سپر ماسٹر اب ماسٹر ین خان کو مخاطب کر رہا تھا۔

"ماسٹر ین خان! آپ ہانگ کانگ کے ریڈ پاور کی رپورٹ پیش کریں ۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی سونیا ہال سے باہر آ گئی دروازہ بند ہو گیا۔ اب چونکہ سونیا کا دماغ نہیں سن رہا تھا۔ اس لئے میں بھی ہال میں ہونے والی گفتگو نہ سن سکا۔ اب سونیا دو مسلح نوجوانوں کے درمیان چل رہی تھی۔ وہ عمارت سے باہر آ کر ایک کار میں بیٹھ گئی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہی ہے۔ میں نے کہا ۔۔۔

"سونیا! تم بڑے اہم موقع پر ہال سے باہر آ گئیں۔ سپر ماسٹر ریڈ پاور کے متعلق باتیں کر رہا تھا ۔"

سونیا نے پوچھا: "یہ ریڈ پاور کیا بلا ہے؟"

"ریڈ پاور ایک تنظیم ہے، جو دنیا کے مختلف ممالک میں سپر ماسٹر کی تنظیم سے ٹکراتی ہے ۔۔۔ سنا ہے ہانگ کانگ میں ریڈ پاور کا بڑا زور ہے۔ اگر تم ہال میں موجود رہتیں تو اس سلسلے میں بہت سی معلومات حاصل ہو جاتیں۔ بہرحال تم بھی مجبور تھیں ۔"

"اچھا اب مجھے بتاؤ کہ میں اپنی آخری خواہش پر کس طرح عمل کروں ۔۔۔؟"

"ایسی جلدی کیا ہے۔ جب تک تمہارا علاج ہو رہا ہے اچھی طرح آرام کرتی رہو۔ اور اپنے آس پاس کے ماحول کو اچھی طرح سمجھتی رہو ذرا کار سے باہر دیکھو کہ تم کہاں سے گزر رہی ہو ۔"

"او ۔۔۔ یہ تو میں بتانا بھول گئی تھی کہ میں فرینکفرٹ میں ہوں میں ماسٹر بیشے کے ساتھ یہاں پہلے بھی آ چکی ہوں۔ اور اس شہر کو اچھی طرح جانتی ہوں ۔"

"پھر تو فکر نہ کرو۔ آرام کرو اور مجھے بھی آرام کرنے دو۔"

"کیا مجھ سے پیچھا چھڑا رہے ہو ۔۔۔؟"

"نہیں میری جان! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ پچھلی رات سے سونے کا موقع نہیں ملا اس لئے اب اجازت دو ۔"

میں نے ہنستے ہوئے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد آنکھیں کھول کر اس جھونپڑی کے کمرے کو دیکھا۔ جہاں میں ایک جالی دار جھولے میں لیٹا ہوا تھا۔ یہ خیال خوانی بھی کیا علم ہے۔ ابھی میں ہزاروں میل دور فرینکفرٹ میں سونیا کے پاس تھا اور اب میں منیلا کی بستی میں واپس آ گیا تھا۔ یہ ٹیلی پیتھی باعثِ رحمت بھی تھی۔ اور باعثِ زحمت بھی۔ کیونکہ کھانے پینے اور وقت پر سونے کی مہلت نہیں ملتی تھی۔ میں نے فوراً ہی آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کو ہدایت دی۔

"اب میں نہایت سکون سے سوتا رہوں گا۔ اگر کمرے کے دروازے پر ذرا سی بھی آہٹ ہو گی تو میری آنکھ کھل جائے گی۔"

ٹیلی پیتھی کا یہ بھی ایک کمال ہے کہ دماغ کو ہدایت دی جائے تو کانٹوں کے بستر پر نیند آ جاتی ہے۔ اور وہ جالی دار جھولا، تو میری منہ بولی بہن کا تھا۔ پھر ایک پاکیزہ محبت کی چھاؤں میں مجھے نیند کیسے نہ آتی۔؟ میں طویل بیداری کے بعد بڑے سکون سے سو گیا۔ میرا خیال تھا کہ کرالا وہاں سے فرار ہونے کے انتظامات کرنے کے بعد مجھے لے جانے آئے گا۔ یعنی مجھے دو تین گھنٹوں کی نیند بمشکل نصیب ہونے والی تھی۔ لیکن اس کے برعکس ہوا۔ میرے دماغ نے مجھے بیدار نہیں کیا کیونکہ کمرے کے دروازے پر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی نہیں دی تھی۔

پھر میرے دماغ کو کیا پڑی تھی کہ وہ میری نیند میں مداخلت کرتا لہٰذا رات سے صبح ہو گئی۔ جھولے کے پاس کھلی ہوئی کھڑکی سے تیز دھوپ مجھے آنچ دینے لگی۔ اس کے باوجود میں بڑی بے حسی سے سوتا

دیا۔ اس لئے کہ سونے، جاگنے اور اٹھنے بیٹھنے کا عمل دماغ کے اشاروں کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔ آخر دن کے بارہ بجے یک بیک میری آنکھ کھل گئی۔ منزا دروازہ کھول کر کمرے میں آ رہی تھی۔

میں حیرانی سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں دوسرے دن دوپہر تک سوتا رہا ہوں۔ اس وقت میرے دماغ میں ایک بات آئی۔ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ جب تک میرے دروازے پر کوئی نہ آئے میری آنکھ نہ کھلے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی نہ آتا، شام تک نہ آتا، پورے ایک دن تک نہ آتا، پورے ایک سال تک نہ آتا تو کیا میں اسی طرح تاحیات سوتا رہ جاتا؟

یہ تو خود کو جیتے جی مار ڈالنے والی بات تھی۔ میں نے دل ہی دل میں توبہ کی آئندہ دماغ کو اس قسم کی احمقانہ ہدایت نہیں دوں گا۔ منزا نے قریب آ کر کہا۔

"بھائی میں آپ کے جاگنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اتنی دیر ہو گئی نامودا ملنا چاہتا ہے۔"

اس نے الٹی سیدھی انگریزی میں بڑی مشکل سے یہ بات کہی۔ میں نے کہا۔

"نامودا کو یہاں لے آؤ۔"

وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔ اب مجھے یہ فکر تھی کہ اب تک کرالا واپس کیوں نہیں آیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ میری سوچ کی لہریں ایسے کسی شخص کو تلاش نہیں کر سکتیں جس کے پاس جاگتا ہوا دماغ نہ ہو۔ اور کرالا کی گمشدگی بتا رہی تھی کہ اس کا دماغ ہمیشہ کے لئے سو چکا ہے۔

پتہ نہیں بے چارہ کیسے مارا گیا۔ یا طبعی موت مر گیا؟ وہ مجھے مونٹو سمجھ کر میرے بہت کام آیا تھا۔ میں جھونپڑے سے باہر آ گیا۔ نامودا نے کمرے میں آ کر مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں گھبرا رہا تھا کہ پتہ نہیں آپ کیوں اتنی دیر تک سو رہے ہیں کیا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں ایک رات کا جاگا ہوا تھا۔ اس طرح نیند پوری ہو گئی۔ اب کل سے بھوکا ہوں لہٰذا پیٹ بھرنا چاہیئے۔"

منزا نے دروازے سے دیکھا کہ میں پیٹ پر ہاتھ پھیر کر انگریزی میں کچھ کہہ رہا ہوں۔ وہ نامودا سے مقامی زبان میں کچھ کہنے لگی۔ نامودا نے مجھ سے کہا۔

"یہ کہہ رہی ہے کہ آپ غسل وغیرہ سے فارغ ہو جائیں۔ آپ کے لئے کھانا تیار ہے۔ مگر آپ کو یہاں کا کھانا پسند نہیں آئے گا۔ میں آپ کے لئے کسی بڑے ہوٹل سے کھانا لے آتا ہوں۔"

وہ جانے لگا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"نہیں! میں اپنی بہن کے ہاتھ کا کھانا کھاؤں گا۔ تم ہوٹل جانے کی تکلیف نہ کرو۔"

اس نے یہ بات منزا کو بتائی تو وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ لیکن وقت مجھے معلوم ہو رہا تھا کہ کسی کو خوش کر کے اپنے دل کو بھی کیسی خوشی حاصل ہوتی ہے اب غسل کرنے کا مسئلہ تھا میرے چہرے پر مونٹو کا جو میک اپ تھا وہ بنیادی طور سے کمزور تھا۔ غسل کرنے کے بعد اس کی کمزوری ظاہر ہو جاتی۔ نامودا نے پوچھا۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں؟"

"آں ۔۔۔ کچھ نہیں ۔۔۔"

"میں سمجھ گیا۔ آپ شاید کرالا کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔"

"ہاں۔ اس نے پچھلی رات آنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"اب وہ کبھی نہیں آئے گا۔ کسی نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو گولی مار دی ہے۔"

میں چونک کر اس کا منہ تکنے لگا۔ اور اس بہانے اس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

"میں مونٹو کو نہیں بتا سکتا کہ میرے ساتھیوں نے ہی کرالا اور اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"مونٹو بھی کرالا کا ساتھی ہے۔ میں نے اسے کیوں چھوڑ دیا۔"

اس کی سوچ نے پریشان ہو کر کہا۔

"اوہ۔ بار بار یہی خیال آتا ہے کہ مونٹو کو بھی نہیں چھوڑنا چاہیئے مگر اس نے منزا کو بہن بنا کر انسانی ہمدردی اور محبت کی پاکیزگی کا ثبوت دیا۔ اس لئے میں اس کی عزت کرتا ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"اگر مونٹو پوچھے کہ کرالا کو کس دشمنی کی بنا پر قتل کیا گیا ہے تو کیا میں یہ حقیقت بتا دوں گا کہ ......"

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس کی سوچ روانی میں کہتی چلی گئی "کہ میرا تعلق ریڈ پاور کی تنظیم سے ہے۔ میں کولون کی بندرگاہ پر ایک معمولی قلی کے بھیس میں ریڈ پاور کے لئے جاسوسی کے فرائض انجام دیتا ہوں میں نے کرالا وغیرہ کو اسی لئے مار ڈالا کہ وہ ہمارے بدترین دشمن تھے اور وہ میری منزا کی عزت کا سودا کرنے آیا تھا۔ نہیں ۔۔۔ میں مونٹو کو یہ حقیقت نہیں بتاؤں گا۔ کرالا اس کا دوست تھا۔ اسے دکھ پہنچے گا۔"

میں اس کی سوچ کو پڑھ رہا تھا اور بظاہر سر جھکائے یوں کھڑا تھا جیسے کرالا کی موت پر افسوس کر رہا ہوں۔ افسوس تو واقعی تھا۔ اگر نیند مجھ پر غالب نہ آتی تو میں کرالا کے احسان کا بدلہ چکانے کے لئے اسے ضرور بچا لیتا مگر اب سوچنے سے کیا ہو سکتا تھا۔؟ میں کرالا کی تقدیر سے لڑ تو نہیں سکتا تھا۔ نامودا نے افسوس کا اظہار کیا۔

"کرالا آپ کا بہترین دوست تھا۔ اگر میں جائے واردات پر

ہوتا تو جان کی بازی لگا کر اسے بچا لیتا۔"

میں نے کہا "جس کے دن پورے ہو جاتے ہیں اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اب مجھے یہ فکر ہے کہ میں ہانگ کانگ کس طرح جاؤں گا۔"

اس نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ میں آپ کو وہاں پہنچا دوں گا۔ شرط یہ ہے کہ آپ اس جھونپڑی سے باہر نہ نکلیں کرالا کے دشمن آپ کو تلاش کر رہے ہیں ۔۔۔"

کرالا کا دشمن تو وہ خود ہی تھا۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سُپر ماسٹر کی تنظیم کے لوگ اس مونٹو کو تلاش کر رہے ہوں جو ایک بستی تباہ ہونے کے بعد مرجانہ کے ساتھ مبتلا آیا تھا اور عینک والے جاسوس کو اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے بعد کرالا کے ساتھ فرار ہو گیا تھا۔ اور وہ مونٹو میں ہی تھا۔

میں غسل کرنے کے لئے کمرے کے پیچھے باتھ روم میں چلا گیا۔ باتھ روم بھی بانس کی دیواروں سے بنایا گیا تھا۔ میں نے مونٹو کے میک اپ کو برقرار رکھنے کے لئے پہلے سر کو اچھی طرح دھویا۔ چہرے پر صرف پانی کے چھینٹے مارے پھر گردن سے نیچے باقاعدہ غسل کیا اس کے بعد وہی میلا لباس پہن کر کمرے میں واپس آ گیا۔ وہاں فرش پر چٹائی بچھا دی گئی تھی اس پر ایک پلیٹ میں آٹے کی روٹیاں اور دوسری پلیٹ میں جھینگے کا سالن اور تیسری پلیٹ میں بھنے ہوئے مسالے دار کیکڑے رکھے ہوئے تھے۔ نامودا نے میرے لباس کو دیکھ کر کہا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ کے پاس ایک ہی لباس ہے آپ روٹی کھائیں میں آپ کے لئے دوسرا لباس ابھی لاتا ہوں۔"

وہ باہر جانے لگا میں نے کہا۔

"نامودا! ابھی تم نے کہا تھا کہ باہر دشمن مجھے تلاش کر رہے ہوں گے تمہیں یہ نہیں معلوم ہے کہ جس تنظیم سے میں بغاوت کر کے یہاں پہنچا ہوں۔ اس تنظیم کے ریکارڈ روم میں میرا مکمل ریکارڈ اور تصویریں موجود ہیں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہانگ کانگ میں بھی دشمن میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

نامودا نے کہا "یہ بات میں بھی سمجھتا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں ہانگ کانگ میں میرے جاں نثار دوستوں کی کمی نہیں ہے ہم سب تمہاری حفاظت کریں گے۔"

میں نے فوراً ہی اس کی سوچ میں پوچھا۔

"لیکن اس مونٹو کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لینے سے کیا فائدہ ہو گا۔ ٹھیک ہے کہ اس نے منزا کو اپنی بہن بنایا ہے اس نیکی کے صلہ میں میں اسے یہ مشورہ دے سکتا ہوں کہ وہ ہانگ کانگ جانے کے بجائے کسی دوسرے ملک چلا جائے۔ دوسری جگہ وہ زیادہ محفوظ رہے گا۔"

اس کی سوچ نے کہا "نہیں نہیں میں اسے یہ مشورہ نہیں دوں گا۔"

"آخر کیوں نہیں دوں گا۔؟ اسے جان بوجھ کر خطرے کی جگہ لے جانا اور پھر اس کی حفاظت کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟"

وہ جھنجھلا کر سوچنے لگا۔

"اوہ، میں یہ کیوں بھول جاتا ہوں کہ اسے ہانگ کانگ لے جانے میں ہمارا فائدہ ہے۔ ماسٹروں کی تنظیم کے لوگ مونٹو کو وہاں دیکھ کر اسے گرفتار کرنے یا مار ڈالنے کے لئے اس پر بار بار حملے کریں گے اور ہمارے ریڈ پاور کی نظروں میں آتے رہیں گے۔ مجھے اپنے فیصلہ پر قائم رہنا چاہیئے۔ میں مونٹو کو ضرور ہانگ کانگ لے جاؤں گا۔"

وہ اپنی سوچوں میں الجھا ہوا تھا میں نے پوچھا۔

"نامودا! کس الجھن میں پڑ گئے ہو؟"

پہلے تو وہ چونک گیا۔ پھر اس نے جلدی سے بات بنائی۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ آپ کے لئے کس قسم کا لباس مناسب ہو گا۔"

میں نے چٹائی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ایسا لباس جسے پہننے کے بعد مجھے دشمنوں کی نظر نہ لگے۔"

وہ ہنستا ہوا کمرے سے چلا گیا۔ میں جھینگے کے سالن سے روٹی کھانے لگا۔ منزا نے میری طرف کیکڑے کی ڈش بڑھائی۔ تو میں نے کہا۔

"میں کیکڑے نہیں کھاتا۔"

"دِس۔ اِز۔ ویری ٹیسٹی ....." وہ اٹک اٹک کر بولنے لگی کہ وہ بڑا لذیذ سالن ہے۔ میں نے کہا۔

"سنا ہے سؤر کا گوشت بھی لذیذ ہوتا ہے اور شراب بھی مزہ دیتی ہے لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ ہر مزے دار چیز کو چکھا جائے۔"

"کیا۔ تم۔ شراب۔ پیتے نہیں .....؟"

میں یہ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے لئے ایسی چیزیں حرام ہیں مگر فوراً ہی یاد آ گیا کہ میں مونٹو کے روپ میں باتیں کر رہا ہوں۔

"نہیں منزا۔ میں ایسی چیزیں استعمال نہیں کرتا، جو نشہ لاتی اور بہکاتی ہیں۔"

"تم بہت اچھے ......"

"تم بھی بہت اچھی ہو۔ کیا آج تمہاری شادی ہے؟"

وہ ایکدم سے شرما گئی۔ پھر مسکراتی ہوئی میرے پاس سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے سونیا کو کال کیا۔

"ہیلو سونیا! کیا بات ہے۔ تم بالکل سست پڑی ہوئی ہو؟"

"ہاں، ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے جسم سے زہر آلود خون نکال کر دوسرا خون دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر تجربہ کر رہا ہے کہ ایسے طریقہ کار سے

میرے بلڈ کو کتنی جلدی ریفائن کیا جا سکتا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا دیانتداری سے تمہارا علاج کیا جا رہا ہے ۔۔۔؟"

"ہاں ڈاکٹر مخلص ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو ؟"

"ایسے کہ میں اپنے لئے راستے ہموار کر رہی ہوں۔ سب سے پہلے میں نے ڈاکٹر کو ہی ہموار کیا ہے۔ بے چارہ آخر آدم کی اولاد ہے۔ مجھ سے عشق کرنے لگا ہے۔"

"اللہ رحم کرے بے چارے پر ....."

"ایسا کیوں کہہ رہے ہو ؟"

"اس لئے کہ تم پر عاشق ہونے کے بعد وقت پر کھانا اور سونا نصیب نہیں ہوتا مرحوم فرہاد کی زندہ مثال موجود ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "ڈاکٹر بھی یہی کہتا ہے کہ اب اسے بھوک نہیں لگتی۔ سونے کے لئے بستر پر لیٹتا ہے تو میں چلی آتی ہوں۔"

"کیا بستر پر ۔۔۔؟"

"شٹ اپ۔ غلیظ کہیں کے۔ تم سنجیدگی سے باتیں نہیں کرو گے ۔۔۔؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"بہت دنوں سے فرصت میں غیر سنجیدہ ہونے کا موقع ملا ہے اگر تم ڈانٹ رہی ہو تو چلو سنجیدہ ہو جاتا ہوں۔"

"نہیں فرہاد ! تمہاری زندہ دلی اچھی لگتی ہے۔ کاش کہ تم اس وقت میرے پاس ہوتے !"

"میں تمہارے پاس ہوں۔ تمہارے قریب بستر پر ہوں۔ تمہارے دل اور دماغ کی چور تنہائی میں ہوں۔ ذرا اپنے بدن کی ایک ایک مٹھاس کو ٹٹولو تو معلوم ہوگا کہ یہ مٹھاس خود کہاں نہیں ہے ....."

وہ جذبوں سے نہال ہو کر تکیہ کو سینے سے لگا کر بھینچنے لگی۔ میں نے کہا ۔۔۔

"ہو چکیں کام کی باتیں ۔۔۔ میری جان وہ تکیہ ہے۔"

وہ منہ چھپا کر بولی۔ "نکل جاؤ میرے دماغ سے، ورنہ اچھا نہیں ہوگا ۔۔۔"

"ابھی چلا جاؤں گا ۔۔۔ کام کی باتیں تو کر لو۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ شام کو ملاقات کرنا ۔۔۔ جاؤ بھاگو۔ یہاں سے ....."

میں بھاگ کر جھونپڑی میں واپس آ گیا۔ جھینگے کا سالن اور روٹیاں ختم ہو چکی تھیں۔ بہت دنوں بعد میں نے گھر کا کھانا پیٹ بھر کر کھایا تھا۔ میں چٹائی پر سے اٹھ کر جھولے میں آ کر آرام سے لیٹ گیا۔ راوی چین لکھتا تھا۔ میں اس لکھے پر عمل کر رہا تھا۔ آرام سے لیٹنے کے بعد نامودا کا [illegible]

آیا۔ میں اس خیال کی ڈور کو تھام کر دماغ کی اسکرین پر اسے دیکھنے لگا۔

وہ اپنی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ بدھ مت کے ایک چھوٹے سے مندر میں کسی بھکشو سے باتیں کر رہا تھا۔ چونکہ مقامی زبان میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اس لئے میں نے اندازہ لگایا کہ شاید شادی کے ہی سلسلہ میں باتیں ہو رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مندر سے باہر آیا۔ اس سے بھی وہ مقامی زبان میں باتیں کرتا رہا۔ ان حالات میں اگر میں اسے انگریزی زبان کی طرف مائل کرتا تو وہ اس کے لئے غیر فطری سی بات ہوتی اس لئے میں تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا کہ وہ تنہا ہوگا تو میں اس کی سوچ کو انگریز بناؤں گا۔

مگر چونکہ شادی کا مبارک موقع تھا اس لئے یار دوست پیچھا نہیں چھوڑ رہے تھے۔ ایک کاٹیج میں پہنچتے ہی کئی دوستوں نے اسے گھیر لیا۔ ان دوستوں میں سے ایک نے چینی زبان میں اس سے کچھ کہا۔ نامودا چینی زبان میں اس سے باتیں کرنے لگا۔ وہ پتہ نہیں کتنی زبانیں جانتا تھا۔ میں نے بیزار ہو کر اس کے دماغ سے واپس آنے کا ارادہ کیا اسی وقت اس کے ایک ساتھی نے اسے انگریزی زبان میں مخاطب کیا۔

"نامودا مبارک ہو، تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ماسٹروں کی ایک بستی اجاڑ کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب تمہاری ترقی ہوگی۔"

تب مجھے پتہ چلا کہ نامودا کو شادی کی نہیں بلکہ اس کے کسی کارنامہ کی مبارکباد دی جا رہی ہے اور اس کے وہ تمام ساتھی ریڈ پاور کی تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ نامودا مبارکباد دینے والے سے کہہ رہا تھا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آئندہ بھی مجھے موقع دیا جائے گا۔ تو میں ماسٹروں کی تنظیم کے چھکے چھڑا دوں گا۔ کل صبح ہی میں اپنے ان پانچ ساتھیوں کے ساتھ اس بستی میں پہنچ گیا تھا۔ ہم نے وہاں دیکھا۔ ماسٹر بن فان کے آدمی جاپان سے ایک طیارہ اغوا کر کے لائے تھے۔ افسوس کہ اس طیارے پر ہمارے قابض ہونے سے پہلے ہی وہ تباہ کر دیا گیا۔ میں اس مشن کی مکمل رپورٹ تیار کر چکا ہوں۔"

میں حیرانی سے نامودا کی باتیں سن رہا تھا۔ منزلہ سے شادی کرنے کا سہرا تو ایک طرف رہا وہ ماسٹروں کی ایک بستی اجاڑنے کا سہرا بھی اپنے سر باندھ رہا تھا۔ جبکہ میں نے اس بستی میں اس کی پرچھائیں تک نہیں دیکھی تھی۔ اس کے سامنے انگریزی میں باتیں کرنے والے نے ایک چینی باشندے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں اور مسٹر لیوچن تم سے وہ رپورٹ حاصل کرنے آئے ہیں۔"

نامودا نے کہا۔ "آپ لوگوں نے خواہ مخواہ تکلیف کی۔ میں آج رات خود ہی وہ رپورٹ لے کر ہانگ کانگ پہنچنے والا تھا۔"

لیوچن نے اس بار انگریزی زبان میں کہا۔

"نہیں مسٹر نامودا ! ماسک مین نے حکم دیا ہے کہ وہ رپورٹ ہمارے حوالے کی جائے۔ ثبوت کے طور پر یہ ٹوکن موجود ہے لے کر وہ

تحریری رپورٹ ہمیں دے دو۔ یہ کارنامہ انجام دینے کی خوشی میں تمہیں ایک ہفتہ کی چھٹی دی گئی ہے۔ تم اطمینان سے ہنی مون مناؤ۔"

نامودا نے وہ ٹوکن لے کر کہا۔

"آپ دونوں یہاں تشریف رکھیں۔ میں اس رپورٹ پر نظر ثانی کرنے کے بعد ابھی اسے آپ کے حوالے کر دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ دوسرے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اس وقت وہ سوچ رہا تھا ۔۔۔

"یہ ٹھیک ہے۔ مجھے اپنی تیار کی ہوئی رپورٹ کو پھر ایک بار غور سے پڑھ لینا چاہئے۔ اگر اس میں کوئی خامی ہوگی۔ تو میں ابھی درست کر دوں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں تشویش کا اظہار کیا۔

"اگر یہ من گھڑت رپورٹ ہر طرح سے مکمل ہوئی تب بھی اپنے ساتھیوں سے خطرہ رہے گا۔ ان میں سے کوئی کسی موقع پر مخالف بنا کر اس فراڈ رپورٹ کا بھید کھول دے گا۔"

اس کی سوچ نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"نہیں ! ہم چھ ساتھی ایک دوسرے کے لئے جان دے سکتے ہیں مگر آپس میں کسی کی مخالفت نہیں کر سکتے ....."

وہ دوسرے کمرے میں پہنچ کر ایک سوٹ کیس کھول لینے کے بعد ایک چھوٹا فائل نکال رہا تھا۔ پھر وہ فائل کے کاغذات کو ترتیب وار پڑھنے لگا۔ اس میں ریڈ پاور کے سربراہ ماسک مین کو مخاطب کر کے لکھا گیا تھا کہ نامودا اپنے پانچ ساتھیوں کے ہمراہ منیلا کی دور افتادہ بستی میں مخالف تنظیم کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے گیا تھا وہاں ان لوگوں نے ایک جاپانی طیارے کو دیکھا جس میں سے کچھ قیدی باہر لائے جا رہے تھے۔ ان قیدیوں میں کرنل اس کی بیٹی اور اس کا باڈی گارڈ قابل ذکر تھے۔

کرنل نے بستی میں پہنچتے ہی ایک نوجوان کی اسٹین گن پر قبضہ کر لیا اور بستی کے سربراہ اور دو چار دشمنوں پر فائر کرنے کے دوران خود ہلاک ہو گیا۔ اس واقعہ کے دوران کرنل کے دوسرے ساتھی بھی مارنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ نامودا اور اس کے ساتھیوں نے چھپ کر فائرنگ شروع کر دی اس سے کرنل کے آدمیوں کو شہ مل گئی وہ سب جم کر لڑتے رہے۔ اور مرتے رہے۔ ماسٹر کی تنظیم کے نوجوانوں نے شاید یہ سوچا کہ قیدی کہیں طیارہ لے کر فرار نہ ہو جائیں اس لئے انہوں نے بم کے ذریعے اس طیارے کو تباہ کر دیا لیکن وہ لوگ بھی تباہی سے نہ بچ سکے۔ ایک گھنٹہ کے بعد ہی وہ بستی کھنڈر بن گئی۔ وہاں ہر طرف انسانی لاشیں نظر آنے لگیں۔ جاپانی طیارے میں آنے والے تمام قیدی مقابلہ کے دوران مارے گئے۔ ماسٹر بن فان کے تین مسلح نوجوان جو زندہ بچے تھے انہیں نامودا نے ہتھیار پھینکنے کے لئے کہا لیکن انہوں نے فائرنگ کی لہذا جواباً نامودا کو بھی فائرنگ کرنی پڑی جس کے نتیجہ میں وہ تینوں بھی مارے گئے۔

اس کے بعد جب نامودا اپنے ساتھیوں کے ساتھ بستی میں داخل ہوا تو انہیں ایک جیپ کار کی آواز سنائی دی۔ بعد میں پتہ چلا کہ مرجانہ اور مونٹو ریکارڈ روم والے کاٹیج کو آگ لگا کر فرار ہو گئے ہیں نامودا نے منیلا تک ان کا پیچھا کیا لیکن وہ ہاتھ نہیں آئے۔ پھر رات کو اطلاع ملی کہ ماسٹروں کی تنظیم سے تعلق رکھنے والے کرالا اور اس کے دوسرے ساتھی مونٹو کے ساتھ غریبوں کی بستی میں دیکھے گئے۔ نامودا کے ساتھیوں نے انہیں گھیر لیا۔ وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ انہوں نے دھمکیاں دیں۔ پھر فائرنگ کی۔ کرالا اور اس کے ساتھی مارے گئے۔ مونٹو پھر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اب نامودا کے ساتھی اسے تلاش کر رہے ہیں ......!

یہ نامودا کی رپورٹ کا خلاصہ تھا۔ اس نے کمال عیاری سے ایسی رپورٹ پیش کی تھی کہ سپر ماسٹر کی اہم بستی کی تباہی کا کارنامہ اس سے موسوم ہوتا۔ اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو ریڈ پاور کی تنظیم میں قابل قدر ترقی دی جاتی۔ جب وہ رپورٹ پر نظر ثانی کر چکا تو میں اس کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ نامودا کو مرجانہ اور مونٹو کے فرار کا علم .... کیسے ہوا ۔۔۔!

نامودا کی سوچ نے کہا۔

"جب منزلہ نے رات کو آ کر یہ خبر دی کہ کرالا اور مونٹو اس کی جھونپڑی میں گاہک کی حیثیت سے آئے تھے تو اس وقت میں مونٹو سے ملنے گیا اور میرے پانچوں ساتھیوں نے بندرگاہ کے قریب کرالا اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیا۔ کرالا ہم سے دوستی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے یقین دلایا کہ وہ لوگ ماسٹروں کی تنظیم سے بغاوت کر چکے ہیں اور ریڈ پاور کی پناہ میں رہنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا پہلے بغاوت کی وجہ بتاؤ ۔۔۔؟

تب کرالا نے بتایا کہ ماسٹروں کی ایک اہم بستی کس طرح تباہ ہوئی پھر مرجانا اور مونٹو کس طرح وہاں سے منیلا پہنچے اور عینک والے جاسوس کے جنگل میں پھنس گئے۔ وہاں مرجانہ مر گئی اور کرالا اپنے دوست مونٹو کو لے کر منزلہ کی جھونپڑی میں پہنچ گیا۔"

نامودا کی سوچ کہہ رہی تھی اور میں سن رہا تھا۔ آخر میں اس کی سوچ نے کہا۔

"میں نے کرالا سے تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے اور اس کے ساتھیوں کو گولی مار دی۔ پھر میں نے اپنے ساتھیوں کو یہ تدبیر بتائی کہ ہم کس طرح اس کارنامہ کا سہرا اپنے سر باندھ سکتے ہیں۔ سب ہی ساتھی میری اس پلاننگ سے متفق ہو گئے۔ مگر ان کا مشورہ تھا کہ مونٹو کو بھی مار ڈالا جائے۔ اور میں منزلہ کا دل نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ ویسے بھی مونٹو کی شرافت نے مجھے متاثر کیا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔

"کیا مونٹو کسی موقع پر لیوچن وغیرہ کے ہاتھوں میں جا کر بستی کی تباہی کی عملی کہانی انہیں نہیں سنائے گا۔ ؟"

ناموڈا ذرا پریشان ہوا۔ پھر اس کی سوچ نے کہا۔

"اسی لئے تو میں نے مونٹو کو منزا کے ہاں چھپا رکھا ہے تاکہ وہ ریڈ پادر کے لیوچن یا کسی دوسرے آدمی کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔ میں اسے اپنے ساتھ ہانگ کانگ لے جانا چاہتا ہوں۔ وہاں میں اسے کبھی چھپا کر رکھوں گا اور کبھی چارہ کے طور پر ہانگ کانگ کی سڑکوں پہ چھوڑ دوں گا تاکہ سپر ماسٹر کے آدمی اسے شکار کرنے کے لئے آئیں اور ہمارے ہاتھوں شکار ہو جائیں ـــ"

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔

"مونٹو اتنا نادان نہیں ہے۔ وہ ہانگ کانگ پہنچ کر میرے اس خطرناک کھیل کو سمجھ لے گا۔"

وہ اعتماد سے سوچنے لگا۔

"بلا سے مونٹو میرے اس خطرناک کھیل کو سمجھ لے وہ میری حقیقت جاننے کے بعد بھی مجھ سے دشمنی نہیں کرے گا کیونکہ وہ منزا کو بہن بنا چکا ہے۔ میں مونٹو کے ٹائپ کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ ایسے لوگ اپنی بہنوں کے سہاگ کو سلامت رکھنے اور اسے معمولی نقصان سے بچانے کے لئے بھی جان کی بازی لگا دیتے ہیں......"

وہ کم بخت میرے متعلق صحیح رائے قائم کر رہا تھا۔ میں خود اس حقیقت کو سمجھ رہا تھا کہ ناموڈا کبھی دشمن بن کر سامنے آئے گا۔ تو میں منزا کی خاطر اسے طرح دے جاؤں گا۔ میرے دماغ میں ایک بات یہ بھی آئی کہ میں منزا کو شادی سے پہلے ہی ہوشیار کر دوں اسے بتا دوں کہ ناموڈا کتنا چالباز ہے۔ لیکن محبت اندھی ہوتی ہے۔ منزا کو لاکھ سمجھانے کے باوجود اسے اپنے ناموڈا میں کوئی خرابی نظر نہیں آئے گی۔ میں سوچ کے ذریعے بھی منزا کو اس کے محبوب سے بدظن نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ انگریزی نہیں جانتی تھی اور میں اس کی زبان سے ناواقف تھا۔

ناموڈا رپورٹ کا وہ چھوٹا سا فائل لیکر دوسرے کمرے میں واپس آ گیا لیوچن اپنے انگریز ساتھی کے ساتھ بیٹھا کافی پی رہا تھا ان کے آس پاس ناموڈا کے ہمراز اور جاں نثار دوست بھی خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ لیوچن نے وہ فائل کھول کر اس پر ایک سرسری سی نظر ڈالی۔ پھر کافی ختم کرنے کے بعد وہاں سے جانے کے لئے اٹھنے لگا۔ ناموڈا نے کہا۔

"مسٹر لیوچن! میں ایک ہفتہ کی چھٹی اپنی بیوی کے ساتھ ہانگ کانگ میں گزارنا چاہتا ہوں اس لئے میں آج رات ہی......"

لیوچن نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"تم مجھے اپنا پروگرام نہ بتاؤ۔ میں نے تمہیں ماسک مین کا حکم سنا دیا ہے اس کے حکم کے مطابق تمہیں اسی جگہ ایک ہفتہ تک گھریلو زندگی گزارنی ہے۔ وہ کچھ سوچ کر ہی تمہیں اس بستی تک محدود رہنے کا حکم دے رہا ہے ـــ تمہاری رپورٹ کے مطابق مونٹو نامی شخص فرار ہو گیا ہے۔ کیا وہ تمہارے لئے خطرہ نہیں بن سکتا ـــ؟"

"بے شک! لیکن خطرات سے کھیلنا ہی ہمارا کام ہے۔"

"ماسک مین جس کھیل کی اجازت نہ دے اسے تم نہیں کھیل سکتے۔"

"لیکن مسٹر لیوچن! اگر مونٹو منیلا میں موجود ہے تو یہ کھیل خود بخود شروع ہو جائے گا۔"

"ہونے دو۔ جب تم اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ ماسٹروں کے ایک اہم اڈے کو تباہ کر سکتے ہو تو یہاں اس تنظیم کے باقی ماندہ لوگوں سے بھی نمٹ سکتے ہو۔"

وہ فائل اٹھا کر اپنے انگریز ساتھی کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ ناموڈا جھنجلا کر سوچنے لگا۔

"کیا مصیبت ہے۔ مونٹو کو تو میں نے چھپا کر رکھا ہے وہ میرے لئے کیا خاک خطرہ بنے گا۔ مجھے یہاں ایک ہفتہ تک خواہ مخواہ بور ہونا پڑے گا ہے۔"

اتنا سوچنے کے بعد وہ اپنی زبان میں اپنے دوستوں سے باتیں کرنے لگا۔ میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ وہ ایک ہفتہ وہاں گزارنے والا تھا یعنی اس کے ساتھ میں بھی اسی بستی میں یا اس جھونپڑی میں قیدی بن کر رہنے والا تھا۔ اب یہ فیصلہ کرنا تھا کہ مجھے ناموڈا کے فیصلے کے مطابق وہاں رہنا چاہئے یا اپنی مرضی کے مطابق کوئی قدم اٹھانا چاہئے۔

یوں تو اپنی مرضی ہی مناسب ہوتی ہے۔ کیونکہ اپنی مرضی سے نقصان پہنچے تو ہم کسی کو ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتے۔ میں نے اپنا نفع نقصان سوچا پھر یہی مناسب نظر آیا کہ میں ایک ہفتہ تک ناموڈا کی مرضی کے مطابق زندگی گزاروں۔ آوارہ پنچھی کی طرح بھٹکتے بھٹکتے کبھی تو تھکن محسوس ہوتی ہے تقدیر سے سستانے کا موقع ملے تو ضرور آرام کرنا چاہئے۔

اس جھونپڑی میں چھپ کر رہنے کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی تھا۔ کہ اب مجھے اپنی ذات سے زیادہ سونیا کی فکر تھی۔ پتہ نہیں ڈاکٹر اسے کب صحت یاب ہو جانے کی سند دیتا اور سپر ماسٹر اسکے لئے سزائے موت کا دن مقرر کر دیتا۔ ان حالات میں میں ہمیشہ اس کے دماغ میں موجود رہ کر اس کی حفاظت کر سکتا تھا۔ اس مقصد کے لئے گوشۂ تنہائی لازمی تھی اور اس جھونپڑی سے بہتر تنہائی اور سکون کہیں نصیب نہ ہوتا۔

میں نے رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔ دو بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ سونیا سے شام کو ملنے کا وعدہ تھا اور میرے پاس اس کے سوا کوئی کام نہ تھا کہ میں کسی نہ کسی کی سوچ کی نگری میں سیر کرتا رہوں۔ لہٰذا میں شام سے پہلے ہی سونیا کے دماغ میں جھانکنے لگا۔ میں نے اسے اپنی بند آنکھوں کے پیچھے دیکھا۔ وہ ڈاکٹر سے رومانس کر رہی تھی۔

سونیا جیسی مار دھاڑ والی عورت سے رومانس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس بے چارے ڈاکٹر نے سونیا کے اس خوفناک پہلو کو نہیں دیکھا تھا کہ وقت آنے پر وہ کس طرح موت کے فرشتے کے پر نوچ کر پھینک دیتی ہے۔ وہ ڈاکٹر تو اس کے ظاہری رنگ روپ اور اس کی دل لبھانے والی

اداؤں پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا تھا اس وقت بھی وہ شرمیلی اداؤں سے نظریں جھکائے بستر پر نیم دراز تھی وہ ڈاکٹر اس کے ہاتھ کو لئیں تھامے بیٹھا تھا جیسے نبض ٹٹول رہا ہو۔ اس نے آہستگی سے کہا۔

"سونیا! میں عشق و محبت کو ایک حماقت سمجھتا ہوں۔ مگر آج تم نے مجھے اس خوبصورت حماقت میں مبتلا کر دیا ہے۔"

سونیا نے اسے قاتل نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے میرے دل کی دنیا تو آپ نے بدل دی ہے۔"

"وہ کیسے ـــ؟" اس نے خوش ہو کر کہا۔

وہ پیار کی مکاری سے بولی۔

"فرہاد کی موت کے بعد میری دنیا اجڑ گئی تھی۔ میں سمجھتی تھی۔ کہ فرہاد کی کمی کوئی پوری نہیں کرے گا۔ لیکن پتہ نہیں آپ نے کیسے میرا سارا غم بھلا دیا۔ اب میں سوتے جاگتے آپ ہی کے متعلق سوچتی رہتی ہوں۔ مگر۔ مگر......؟"

وہ کہتے کہتے اداس ہو کر خاموش ہو گئی۔ ڈاکٹر نے تڑپ کر پوچھا۔

"میری جان یہ اداسی کیسی؟ تم کچھ کہہ رہی تھیں؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔

"کچھ نہیں! زندگی کے یہ دو چار دن آپ کی محبت میں بہل کر گزار لوں گی۔"

"اوہ! سمجھ گیا۔" پھر وہ بڑی آہستگی سے بولا: "میں خود تدبیریں سوچتا رہتا ہوں کہ کسی طرح تمہیں سزائے موت سے بچا لوں۔ فی الحال تو یہی تدبیر ہے کہ میں تمہیں بیمار بنا کر رکھوں تاکہ موت کا دن کچھ دور ہوتا جائے۔"

"موت کا ایک دن معین ہے۔ اگر آپ نے دن بڑھا بھی دیئے تو کیا ہوگا۔ سپر ماسٹر کا فیصلہ تو اٹل ہے۔ بہتر ہے کہ آپ جلد از جلد مجھے صحت یاب کر دیں۔"

ڈاکٹر نے اس کے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھ کر کہا۔

"ایک راز کی بات بتاؤں سونیا! کہ تمہارے اندر اب گرلاش کا زہر برائے نام بھی نہیں ہے۔ تم بالکل تندرست ہو۔ آج تمہیں نیا خون اس لئے دیا گیا ہے کہ تمہاری رہی سہی کمزوریاں بھی دور ہو جائیں۔"

"آپ نے اب تک یہ بات کیوں چھپائی تھی؟"

"اس لئے کہ میں تمہاری صحت یابی کا اعلان کرتا تو پھر بحیثیت ڈاکٹر مجھے تمہارے پاس آنے کی اجازت نہ ملتی۔ پھر تم نے بھی آج ہی کھل کر محبت کا اظہار کیا ہے۔ اسی لئے میں تمہاری صحت یابی کی خوشخبری سنا رہا ہوں جو تمہری خبر بھی ہے۔"

اس بار سونیا نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"ڈاکٹر! آپ نے کتنی محبت اور توجہ سے میرا علاج کیا ہے میں پہلے ہی خود کو تندرست سمجھتی تھی۔ اور جو کمزوری محسوس کرتی تھی وہ شاید اس لئے کہ گرلاش کے زہر کے اثرات کا حوالہ دے کر مجھ پہ نفسیاتی اثر ڈالا گیا تھا۔"

"ہاں یہی بات ہے۔ لیکن تم تو صحت یابی کی خبر سن کر بہت خوش نظر آ رہی ہو۔ تمہیں تو خوفزدہ ہونا چاہئے۔"

"ڈاکٹر! میرے خوفزدہ ہونے سے موت نہیں ٹلے گی۔ البتہ اس بات کا افسوس کروں گی کہ آپ کی محبت ملتے ہی زندگی کے دن پورے ہو رہے ہیں۔"

"سونیا! ہماری تنظیم میں فرہاد کے بعد تمہارا بہت چرچا ہے سنا ہے کہ تم آسانی سے موت کے قابو میں بھی نہیں آتیں۔ پھر کیا مجھ سے محبت کرتے رہنے کی خاطر تم اپنی زندگی کے لئے نہیں لڑو گی ـ؟"

سونیا کی سوچ نے کہا: "ایک فرہاد ہے جو میری خاطر موت سے لڑتا ہے اور ڈاکٹر اتنا بزدل ہے کہ یہ ایک طرف الگ رہ کر مجھے خود اپنی زندگی سے لڑنے کے لئے کہہ رہا ہے۔"

میں نے سونیا کی سوچ میں کہا۔

"اوں۔ ہونہہ۔ یہ ڈاکٹر بزدل نہیں، مجبور ہے۔ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے اس نے کامیابی سے میرا علاج کیا اب وہ بے چارہ فائٹر تو نہیں ہے کہ میرے لئے بڑک مار کر میدان میں آ جائے۔"

سونیا چونک کر سوچنے لگی۔

"فرہاد نے ایک بار مجھے بتایا تھا کہ پاکستان میں ایک صوبہ پنجاب ہے وہاں کے لوگ بڑک مار کر میدان میں اترتے ہیں۔ بڑک مارنے کے الفاظ میرے دماغ میں نہیں آ سکتے۔ یہ تو فرہاد کی سوچ ہی کہہ سکتی ہے......"

پھر اس کی سوچ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"فرہاد کے بچے! تم کب سے میرے دماغ میں جھانک رہے ہو؟"

میں نے کہا: "میری بات نہ پوچھو۔ ڈاکٹر کی طرف توجہ دو۔ اس نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔"

سونیا نے ڈاکٹر کی بات کا جواب دیا۔

"ہاں۔ میں آپ کی خاطر زندگی سے لڑنا چاہتی ہوں مگر کہیں سے کچھ تو سہارا ملنا چاہئے۔ اگر میں سپر ماسٹر کے شکاریوں سے بچ نکلوں تو کیا آپ مجھے اس ملک سے فرار ہونے کے سلسلے میں کوئی مدد دے سکیں گے۔"

ڈاکٹر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"میں تمہارے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا۔ فلائنگ کلب کا ایک آفیسر میرا اچھا دوست ہے میں اس سے کہوں گا کہ وہ تمہیں بارڈر تک پہنچا دے۔"

سونیا نے خوش ہو کر بڑی محبت اور چاپلوسی سے کہا۔

"صرف مجھے نہیں، آپ کو بھی سرحد تک جانا ہوگا۔ بلکہ اس دنیا کی آخری سرحد تک ہم ساتھ رہیں گے۔"

ڈاکٹر نے اس کے ہاتھ کو چوم کر کہا۔

"صرف دنیا کی نہیں بلکہ زندگی کی آخری سرحد تک ہم ساتھ رہیں گے۔"

اسی وقت سونیا کی خوابگاہ کے اندر "سٹل شاں" کی تیز آواز ابھری۔ پھر جیسے کوئی اسپیکر سے بولنے لگا۔

"ڈاکٹر! تم سے یہ توقع نہ تھی کہ محض ایک عورت کی خاطر تنظیم سے غداری کرو گے......"

ڈاکٹر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ سونیا بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ دونوں خواب گاہ میں چاروں طرف دیکھ رہے تھے لیکن یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔

"ڈاکٹر! تم سونیا کے ساتھ زندگی کی آخری سرحد تک جانا چاہتے ہو۔ پھر کیوں نہ آج ہی اس سرحد کا تعین کر دیا جائے۔"

"مم۔ مگر...... ماسٹر۔" ڈاکٹر کے منہ سے خوف کے مارے آواز نہیں نکل رہی تھی۔

ماسٹر نے پوچھا "تم کیا کہنا چاہتے ہو ڈاکٹر؟ بولو، ہم غداروں کو بھی اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیتے ہیں۔"

"میں غدار نہیں ہوں۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"غدار نہیں ہو صرف سونیا کے عاشق ہو۔"

"نہیں ماسٹر۔ عشق و محبت ایک حماقت ہے۔ میں سونیا کے منہ سے یہ اگلوانے کے لئے محبت کا ناٹک کھیل رہا تھا کہ وہ کس طرح یہاں سے فرار ہونا چاہتی ہے۔"

سونیا اسے طنزیہ انداز میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"اچھا! تو تم مجھ سے محبت کا ناٹک کھیل رہے تھے۔ یا پھر یہ تمہاری مردانگی ہے کہ مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ رہے ہو۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ صرف تمہارے فرار ہونے کی پلاننگ تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

اسپیکر سے ماسٹر کی آواز ابھرنے لگی۔

"ڈاکٹر! تمہیں سونیا کے پاس علاج کے لئے بھیجا گیا تھا جاسوسی کے لئے نہیں۔ تم بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ ابھی تمہاری زبان سے میں نے یہ خوش خبری سن لی ہے کہ سونیا اب صحت یاب ہو چکی ہے۔"

"وہ۔ وہ تو میں نے۔ جھ۔ جھوٹ کہا تھا۔"

"اب بھی جھوٹ نہ بولو۔ ورنہ سونیا کا میڈیکل چیک اپ کیا جائے گا پھر یہ بات کھل جائے گی کہ تم نے اس کی صحت یابی کو سپر ماسٹر سے چھپا رکھا تھا۔"

سونیا نے دیکھا۔ ڈاکٹر کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ ماسٹر کی آواز آ رہی تھی۔

"ڈاکٹر! سپر ماسٹر کو تم پر بڑا اعتماد تھا۔ اسی لئے تمہیں یوگا آرمی میں رکھا گیا تھا۔ مگر تم اپنے نفس کو نہ مار سکے۔ اب اس بیڈ روم سے باہر جاؤ۔ تمہیں حراست میں لے لیا جائے گا۔"

ڈاکٹر گڑگڑانے لگا۔

"ماسٹر! مجھ سے بڑی حماقت ہوئی۔ آپ میری اس پہلی غلطی کو معاف کر دیں۔ میں قسم کھا کر کہتا......"

"ڈاکٹر! میرے آگے گڑگڑانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ تمہارا کیس سپر ماسٹر کے پاس بھیجا جا رہا ہے۔ اب چلو اس کمرے سے باہر نکلو۔"

اب وہ اپنے انجام سے کانپ رہا تھا۔ اس نے جانے سے پہلے آخری بار سونیا کو دیکھا۔ سونیا نے کہا۔

"گھبراتے کیوں ہو۔ تم تو یوگا آرمی سے تعلق رکھتے ہو۔ سزائے موت سے پہلے ہی سانس روک لینا۔ تاکہ گولی مارنے سے پہلے آرام سے مر جاؤ۔"

یہ کہہ کر وہ قہقہہ لگانے لگی۔ ڈاکٹر تیزی سے چلتا ہوا باہر چلا گیا۔ اسپیکر سے آواز آئی۔

"سونیا! بہت چہک رہی ہو۔ یہ نہ بھولو کہ آج ہی رات تک تمہاری موت کا وقت مقرر ہو جائے گا۔"

وہ آرام سے بستر پر لیٹ کر بولی۔

"کبھی نہ کبھی مرنا ہی ہے۔ پھر ڈاکٹر کی طرح روتے ہوئے کیوں مروں جاؤ اپنے سپر ماسٹر کو میری صحت یابی کی خبر سنا دو۔ اور مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔ میں موت کا چہرہ دیکھنے سے پہلے ذرا آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے کروٹ بدل لی۔ اور آنکھیں بند کر کے مجھے مخاطب کیا۔

"دیکھ رہے ہو فرہاد! بازی کیسے پلٹ گئی ہے؟"

"سونیا! بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے کے باوجود ہم دونوں سے غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ ہمیں پہلے ہی سمجھ لینا چاہئے تھا۔ کہ جزیرہ کوائی کی جس عمارت میں ہمیں قید کیا گیا تھا، وہاں کے ہر کمرے میں ایسے خفیہ آلات لگے ہوئے تھے جن کے ذریعے سپر ماسٹر ایک اسکرین پر ہمیں دیکھتا تھا اور ہماری آوازیں سنتا تھا۔ تمہارے موجودہ بیڈ روم میں بھی ایسے ہی آلات لگائے گئے ہیں۔"

سونیا نے کہا: "میں نے پہلی بار اس بیڈ روم میں آ کر اس کی چھت اور دیواروں کو اچھی طرح دیکھا تھا مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ میرا خیال ہے کہ چھت سے جو فانوس لٹک رہا ہے اسی میں ٹی وی اور ساؤنڈ ریکارڈنگ کے آلات لگائے گئے ہیں۔"

"اب تو وہ کہیں بھی چھپائے گئے ہوں۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔

اب وہ لوگ تمہاری طرف سے بہت زیادہ محتاط رہیں گے۔"

"تم ان کی باتیں چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ اب میری حفاظت کے لئے کیا کر رہے ہو؟"

"میں وقت سے پہلے کیسے کہہ سکتا ہوں۔ آئندہ جیسے حالات ہوں گے ویسا ہی قدم اٹھاؤں گا۔"

"ایسا نہ ہو فرہاد کہ تم وہاں کسی نئی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ اور میں یہاں تمہارا انتظار کرتی رہ جاؤں۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ میں نے تمہارے لئے اپنی آئندہ مصیبتوں سے ایک ہفتہ کی چھٹی لے لی ہے۔"

"ایسے وقت تم مذاق نہ کیا کرو۔"

"یہ مذاق نہیں حقیقت ہے۔"

"کیا خاک حقیقت ہے۔ بھلا کوئی انسان اپنی آئندہ مصیبتوں سے ایک ہفتہ کی چھٹی لے سکتا ہے؟"

"ہاں سونیا! میں ایک حیرت انگیز علم سیکھ رہا ہوں۔ اس علم کے ذریعے آنے والی مصیبتوں کا راستہ بدل دیا جاتا ہے۔"

"کیا تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو؟"

"نہیں جان! تم یقین کرو۔"

"اچھا تو مجھے بتاؤ کہ تم آنے والی مصیبت کو کیسے دیکھ لیتے ہو پھر اس کا راستہ کیسے بدل سکتے ہو؟"

"میں تمہاری مثال دے کر سمجھاتا ہوں۔ تم نے بزرگوں کا یہ قول سنا ہوگا کہ تمام مصیبتوں کی جڑ عورت ہے جو عورت سے بچتا ہے وہ ناگہانی مصیبتوں سے بچتا ہے اس علم کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھا جائے۔ میں اسی بنیادی اصول کا پابند ہوں۔"

"ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تم نے میری خاطر کس مصیبت کو ٹال دیا ہے؟"

"پچھلی رات ایک عورت میری تنہائی میں آئی تھی۔ میں نے اسے بہن بنا کر زحمت کے بجائے اپنے لئے رحمت بنا لیا۔ اب اپنی اس بہن کی جھونپڑی میں میں باہر کی دنیا سے چھپ کر رہوں گا میری تنہائی میں کوئی مخل نہیں ہوگا۔ اور میں صرف تمہاری سوچ کے ساتھ ہی سفر کروں گا۔"

"تم نے بہت اچھا کیا، جو اسے بہن بنا لیا۔ ہر عورت یہی چاہتی ہے کہ اس کا مرد دوسری عورتوں کے لئے مولوی بن جائے۔"

"اب تو تمہیں یقین ہو گیا نا۔ کہ میں نفس کو قابو میں رکھنے والا علم سیکھ کر کس طرح مصیبتوں کو ٹال دیتا ہوں؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"ہاں! یقین آ گیا۔ تم بڑی ہیرا پھیری سے باتیں کرتے ہو۔ سچ فرہاد! تم دماغ میں موجود رہتے ہو تو مجھے کسی بھی مصیبت یا موت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ آج رات تک سپر ماسٹر کا جو بھی فیصلہ ہوگا۔ میں اسے ہنستے ہنستے قبول کروں گی۔"

"ہاں میری جان! صرف موت کو اہمیت دینے والے ماتم کرتے ہیں۔ تم سدا ہنستی رہو۔"

مجھے کمرے کے دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ پھر ناموا کی آواز آئی وہ منزا سے کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

"اب میں رابطہ ختم کرتا ہوں۔ یہاں ایک شخص مجھ سے ملنے آیا ہے تم مطمئن رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہاری خبر لیتا رہوں گا اوکے سی۔ یو۔"

میں آنکھیں کھول کر جھولے پر اٹھ بیٹھا۔ کمرے کے دروازے کے قریب منزا اس کی ماں اور ناموا کی باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی بحث میں الجھ گئے ہیں۔ مجبوری تھی کہ میں ان کی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ناموا کمرے میں آ گیا وہ میرے لئے ایک جوڑا کپڑے، شیونگ کا سامان اور بیٹھنے کے لئے ایک کرسی لے کر آیا تھا۔

میں موجودہ میک اپ میں شیو نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اس سے کپڑے لیتے ہوئے کہا۔

"میں یہ شیونگ کا سامان استعمال نہیں کروں گا۔ اپنی داڑھی بڑھا کر اس طرح حلیہ بدلوں گا کہ دشمن مجھے مونٹو کی حیثیت سے پہچان نہ سکیں۔"

ناموا نہیں چاہتا تھا کہ میرا حلیہ بدل جائے۔ وہ ہانگ کانگ پہنچ کر مجھے مونٹو کی صورت میں چارہ بنا کر دشمنوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔

"داڑھی بڑھا کر خود کو چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے تو آپ کو اس جھونپڑی میں چھپا کر رکھا ہے۔"

میں نے کہا "دیواروں کے صرف کان نہیں ہوتے آنکھیں بھی ہوتی ہیں۔ اگر میں اپنے طور پر محتاط رہنا چاہتا ہوں تو تمہیں کیا اعتراض ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"مونٹو کی بات مان لینی چاہئے۔ ایک ہفتہ کے بعد جب ہم ہانگ کانگ جائیں گے تو میں اسے داڑھی مونڈنے پر مجبور کر دوں گا۔ ابھی خواہ مخواہ بحث نہیں کرنا چاہئے۔"

اس نے قائل ہو کر کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ادھر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

میں کرسی پر اور وہ لکڑی کے صندوق پر بیٹھ گیا۔ میں جانتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے اس نے وہی کہا۔

"باہر دشمنوں کا خطرہ ہے۔ میں نے آپ کی حفاظت کی خاطر یہاں سے ایک ہفتہ بعد جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ یہاں چھپے رہیں گے تو ایک ہفتہ تک دشمنوں کو یقین ہو جائے گا کہ آپ منیلا سے باہر جا چکے ہیں۔"

وہ اپنے ماسک مین کے حکم سے وہاں ایک ہفتہ گزارنے پر مجبور تھا۔ لیکن مجھ پر احسان جتا رہا تھا۔ میں نے بھی احسان مند ہو کر کہا۔

"میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ تم صرف میری حفاظت کے لئے اپنا قیمتی وقت برباد کرو گے۔"

اس نے مسکرا کر کہا۔

"اس میں احسان کی کیا بات ہے۔ یہ میرا فرض ہے۔ ایک بات اور ہے وہ یہ کہ میں آپ کو اپنی شادی کے پرسرت موقع پر شریک نہیں کر سکوں گا۔ اگر آپ شادی کی تقریب میں شریک ہونے کے لئے باہر نکلیں گے۔ تو کسی نہ کسی کی نظروں میں آ جائیں گے۔"

میں نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میری دعائیں تمہارے اور منزا کے ساتھ ہیں۔ اب تم یہاں سے جاؤ گے تو میں دروازے کو اندر سے بند کرکے آرام سے لیٹا رہوں گا۔"

"ضرور، ایک ہفتہ تک آرام ہی آرام ہے۔ میں منزا کی ماں کو سمجھا دوں گا کہ جب تک آپ اسے نہ بلائیں۔ وہ آپ کے آرام میں خلل نہ ڈالے اور کچھ.....؟"

"بس شکریہ! اتنا ہی کافی ہے....."

وہ اٹھ کر باہر چلا گیا اس کے جاتے ہی منزا دلہنوں جیسا لباس پہن کر کمرے میں آئی۔ اس کا سر شرم و حیا کے بوجھ سے جھکا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی ماں بھی تھی۔ میں نے اس کے قریب آ کر کہا۔

"منزا۔ تم دلہن کے لباس میں گڑیا جیسی لگ رہی ہو۔ کاش کہ میں تمہاری شادی میں شریک ہو سکتا۔ بہرحال میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں خدا تمہارا سہاگ ہمیشہ سلامت رکھے اور تم ہمیشہ خوشگوار زندگی گزارو۔"

وہ مجھ سے دعائیں لے کر اپنی ماں کے ساتھ رخصت ہو گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کرکے ایک سگریٹ سلگایا۔ پھر ناموا کی لائی ہوئی ایزی چیئر پر بیٹھ کر اطمینان سے کش لگا کر دھواں چھوڑنے لگا۔ نصف سگریٹ پھونکنے کے بعد میں نے سونیا کی خبر لی۔ وہ بخیریت تھی۔ ایک ملازمہ ایک ٹرالی میں اس کے لئے شام کا ناشتہ اور دودھ لے کر آئی تھی۔ ناشتہ میں پھل زیادہ تھے۔ نمکین چیزیں کم تھیں۔ میں نے کہا۔

"ہیلو سونیا! بڑا تگڑا ناشتہ ہے۔"

"ہاں۔ شکار کو چھری تلے لانے سے پہلے اچھے سے اچھا چارہ ڈالا جاتا ہے۔ کیا تمہارے منہ میں پانی آ رہا ہے؟ خاموش رہو اور مجھے پھل کھا کر جان بنانے دو۔ یہ بعد میں دیکھوں گی کہ یہ جان سپر ماسٹر لیتا ہے یا یہ تمہاری ہی ہو کر رہے گی۔"

"میری جان میری ہی رہے گی۔ اس ایک جان کی حفاظت کے لئے ہم دونوں مل کر جدوجہد کرتے رہیں گے۔"

"فرہاد! تمہارے اطمینان اور زندہ دلی سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کوئی لائن آف ایکشن سوچ لی ہے۔"

"تم ایسی باتیں کر رہی ہو جیسے پہلے کبھی تم نے آزمائش کی گھڑیوں میں میری زندہ دلی اور اطمینان نہیں دیکھا ہے۔"

"بارہا دیکھا ہے فرہاد! لیکن پتہ نہیں کیوں آج تمہارے انداز میں کچھ نیا پن ہے۔"

"شاید اس لئے کہ مجھے بہت عرصہ بعد ایک جھونپڑی میں اطمینان سے بیٹھ کر دماغی کھیل کھیلنے کا موقع ملا ہے۔"

سونیا کا ناشتہ ختم ہوتے ہی ملازمہ نے ٹرالی لے جاتے ہوئے کہا۔ "مادام! آپ کے لئے باہر گاڑی تیار ہے۔"

"گاڑی؟" سونیا نے حیرانی سے پوچھا "کیا مجھے باہر جانا ہوگا؟" ملازمہ گونگی بہری بن کر وہاں سے چلی گئی۔ سونیا نے مجھ سے کہا۔

"شاید سپر ماسٹر کا بلاوا ہے مجھے جانا ہی ہوگا۔"

"ہاں چلو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر الماری کی طرف جاتی ہوئی بولی۔

"کون سا لباس پہن کر چلوں؟"

"پتلون اور جیکٹ پہن لو۔ ربر سول کے جوتے ہوں تو بہتر ہے۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کرنے کے دوران کہا۔

"فرہاد! اگر سپر ماسٹر نے میری آخری خواہش کے مطابق مجھے فرار ہونے کا موقع نہ دیا تو کیا ہوگا؟"

"وہی ہوگا جو منظورِ خدا ہوگا۔"

"خدا کو جو منظور ہوگا، وہ ہمیں بھی منظور ہوگا۔ مگر کچھ اپنے دماغ سے بھی کہو۔"

"میرا خیال ہے کہ سپر ماسٹر تمہاری آخری خواہش پوری کرے گا۔"

"اور نہ کرے اور اسی وقت گولی مار دینے کا حکم دے دے۔ تو کیا ہوگا؟"

"اور کیا ہوگا؟ تم گولی لگتے ہی مر جانا....."

وہ غصے میں جھنجلا کر باہر جاتے ہوئے بولی۔

"میری جان پر بنی ہے اور تمہیں دل لگی سوجھی ہے۔ نکل جاؤ میرے دماغ سے، میں خود ہی اپنا بچاؤ کر لوں گی۔"

"شاباش! میں یہی چاہتا ہوں۔ کہ تم اپنی ذہانت اور صلاحیتوں پر اعتماد کرو۔ مجھے جو کرنا ہوگا، کرتا رہوں گا۔"

وہ باہر پورچ میں آئی اور کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ سونیا منہ پھلائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔

"اب میں فرہاد سے نہیں بولوں گی۔ اپنے بل پر اپنی زندگی کے لئے لڑوں گی۔"

میں نے کہا "میری جان! غصہ تھوک دو۔ تم جہاں بھی اپنی زندگی کے لئے لڑو گی، وہاں میں موجود رہوں گا۔"

"میری بلا سے۔ میں تمہاری محتاج نہیں ہوں۔"

"دیکھو سونیا! ایک بار پہلے بھی تم نے جاپان میں کرنل کی بیٹی کو تلاش کرنے کے سلسلے میں مجھے چیلنج کیا تھا آخرکار تمہیں میری ہی ضرورت پیش آئی۔ بہتر ہے کہ دوستی کر لو۔"

"نہیں کروں گی۔ تمہیں میری ضرورت ہوگی تو خود ہی میری حفاظت کرو گے۔"

"واہ! کیا اکڑ ہے۔ بے نیازی بھی ہے اور یہ ناز بھی ہے کہ میں حفاظت کے لئے کچے دھاگے سے بندھا آؤں گا۔"

وہ بے اختیار مسکرانے لگی۔ میں نے کہا، گوری ہنسی تو پھنسی۔ وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ ڈرائیور نے تعجب سے عقب نما آئینے میں اسے دیکھ کر پوچھا "مادام! کیا آپ جانتی ہیں کہ کہاں جا رہی ہیں؟"

"ہاں! مرنے کے لئے جا رہی ہوں۔"

ڈرائیور نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"پھانسی کے تختے پر چڑھتے وقت بعض قیدی اسی طرح پاگل ہو کر ہنستے ہیں۔"

سونیا نے کہا "مجھے قیدی نہ کہو۔ اس وقت میں آزادی سے یہاں بیٹھی ہوئی ہوں۔ چاہوں تو ابھی تمہاری گردن توڑ کر فرار ہو سکتی ہوں۔"

"مادام! مجھے اسی بات کا ڈر تھا۔ لیکن ماسٹر نے بڑے اعتماد سے کہا ہے کہ آپ مجھے نقصان پہنچا کر فرار ہونے کی حماقت نہیں کریں گی۔"

"تمہارے ماسٹر نے درست کہا ہے۔ تم خاموشی سے مجھے میری منزل تک پہنچا دو۔"

منزل آ گئی۔ وہ وہی عمارت تھی، جہاں ایک بار تنظیم کے تمام ماسٹر اور مادام جمع ہوئے تھے اور سونیا کو سزائے موت سنائی گئی تھی۔ وہ کار سے اتر کر عمارت میں داخل ہوئی۔ ایک مسلح نوجوان نے اسے بڑے ہال میں پہنچا دیا۔ وہاں وہی بڑی سی میز تھی جس کے اطراف اب کرسیاں خالی نظر آ رہی تھیں۔ صرف ایک کرسی پر ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بیٹھا ہوا تھا ماسٹروں کی کرسی پر کوئی ماسٹر ہی بیٹھ سکتا ہے۔ لہٰذا وہ ادھیڑ عمر کا آدمی تنظیم کا ایک ماسٹر تھا۔ اس نے حکم دیا۔ "سونیا! بیٹھ جاؤ۔"

سونیا نے کلرڈ شیشے کے پار دیکھا۔ وہاں سپر ماسٹر کا سایہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی کرسی خالی تھی۔ ماسٹر نے کہا۔

"تم شاید سپر ماسٹر کو تلاش کر رہی ہو۔ اسے بھول جاؤ۔ میں اس ملک کا ماسٹر ہوں۔"

سونیا میز کے دوسرے سرے پر ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی ماسٹر نے پوچھا۔ "تم نے فرار ہونے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

سونیا نے دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر جواب دیا۔

"اس لئے کہ سپر ماسٹر نے میری آخری خواہش پوری کرنے کا وعدہ کیا ہے۔"

"بڑا معقول جواب ہے لیکن تم بہت سمجھ دار ہو۔ تم نے سوچا ہوگا کہ جتنی آزادی سے تمہیں یہاں تک آنے کا موقع دیا گیا ہے۔ اس آزادی کے پسِ پردہ تمہارے فرار کے راستے مسدود کرنے والے لوگ موجود ہوں گے۔"

"تم اپنے طور پر جو بھی کہو۔ میں اپنے طور پر جواب دے چکی ہوں۔"

"تم نے ڈاکٹر کو بغاوت پر کیوں آمادہ کیا۔؟"

سونیا نے کہا "یہ الزام حوا پر بھی عائد ہوا تھا۔ سیدھی سی بات ہے کہ شراب کسی کو نہیں بہکاتی۔ یہ پی کر بہکنے والوں کا قصور ہے کہ اسے منہ لگاتے ہیں۔"

ماسٹر نے بڑی سفاکی سے کہا۔

"وہ بہکنے والا ڈاکٹر اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"میں افسوس کے سوا اور کیا کر سکتی ہوں۔ تم میرا فیصلہ سناؤ۔"

ماسٹر نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بڑے یقین سے کہا۔

"موت تمہارا مقدر ہے۔ تمہاری آخری خواہش پوری کی جائے گی۔ لیکن اس طرح نہیں، جس طرح تم کہتی ہو۔ کیونکہ تمہیں یہاں سے فرار ہونے کا موقع دیا جائے گا تو تم ڈاکٹر جیسے دوسرے بے وقوفوں کو اپنے لئے ڈھال بناؤ گی اور اب تک تم نے ہماری نگرانی میں رہنے کے باوجود نہ جانے چپکے چپکے کیا کچھ کیا ہے۔ تمہارے اطمینان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

وہ مسکراتی ہوئی بولی "تعجب ہے۔ اتنی بڑی تنظیم جس کے افراد دنیا کے چپے چپے پر موجود ہیں اس کے ماسٹر صرف ایک عورت سے خوفزدہ ہونے کی حد تک محتاط ہیں۔"

ماسٹر نے کہا "تم نے فرہاد کے ساتھ مل کر اس تنظیم کو جتنا زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ اسے بھلایا نہیں جا سکتا۔ سپر ماسٹر تمہیں کسی حال میں زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ چونکہ تمام مادام اور ماسٹروں کی موجودگی میں تمہاری آخری خواہش پوری کرنے کا وعدہ کیا جا چکا ہے۔ اس لئے تمہاری خواہش اس طرح پوری ہوگی کہ تم اپنی حفاظت کے لئے کسی کی مدد حاصل نہیں کر سکو گی۔"

وہ اتنا کہہ کر چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گیا۔ گویا سسپنس پیدا کر رہا تھا کہ آخر وہ خواہش کس طرح پوری کی جائے گی۔ سونیا نے کہا۔

"میری مدد کرنے والے دو ہی ہیں۔ ایک فرہاد مر چکا ہے اور دوسرا....."

سونیا نے بھی سسپنس پیدا کرنے کے لئے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ ماسٹر نے جلدی سے میز پر جھک کر پوچھا۔ "دوسرا کون ہے؟"

"وہ جو دلوں کا حال جانتا ہے اور دماغوں کو کھلی کتاب کی طرح پڑھ لیتا ہے۔"

ماسٹر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا تم فرہاد کی بات کر رہی ہو۔؟"

"نہیں — اپنے خدا کی بات کر رہی ہوں - فرہاد فنا کا پتلا تھا۔ خدائی امداد کو فنا نہیں ہے ۔"

وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ پھر اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"سپر ماسٹر کا حکم ہے کہ تمہیں ایسے ویران صحرا میں لے جاکر چھوڑا جائے جہاں کوئی آدم زاد نہیں ہوگا۔ کھانے کے لئے اناج اور پینے کے لئے پانی نہیں ملے گا۔ تمہیں پناہ لینے کے لئے کسی بھی ملک کی حد نظر نہیں آئے گی۔ ہاں صرف ایک شکاری وہاں ہوگا۔"

سونیا نے پوچھا "کیا ماسٹر چمپنزی —؟"

"ہاں، ماسٹر چمپنزی کے پاس ایک ہفتہ تک کے لئے کھانے پینے کا سامان ہوگا۔ تم زندہ رہنے کے لئے اس سے دُور بھاگو گی اور تم بھوک پیاس سے مجبور ہو کر اس کے قریب بھی آؤ گی۔ تم ہر حال میں وہاں مجبور رہو گی۔"

"وہ کون سی جگہ ہے ؟"

"تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا ۔"

"اچھا یہ بتاؤ کہ میرے مرنے کے بعد ماسٹر چمپنزی وہاں سے کس طرح واپس آئے گا ؟"

ماسٹر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اس سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہیں زندہ بچ کر واپس آنے کی امید ہے، بلکہ خوش فہمی ہے۔ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ تم مرنے کے بعد ماسٹر چمپنزی کی واپسی کی فکر نہیں کرو گی۔ اب یہاں سے جاؤ۔ اس عمارت سے باہر نکلتے ہی انجانی منزل کی طرف تمہارا سفر شروع ہو جائے گا — سونیا وہاں سے اٹھ کر جانے لگی۔ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی۔

"فرہاد ! یہ تو میری توقع کے خلاف ہو رہا ہے۔ اب کیا کیا جائے ؟"

میں نے کہا "میں خود پریشان ہوں کہ یہ لوگ نہ جانے کس ویران علاقے میں تمہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں فوراً ہی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اسی جگہ سے ہنگامہ شروع کیا جائے۔ یا اس ویران علاقہ میں پہنچنے تک انتظار کیا جائے ۔"

سونیا اس عمارت سے باہر آکر اسی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی پھر ... دونوں ہی جگہ خطرات ہیں۔ اپنی بقا کے لئے کہیں بھی جدوجہد کی جاسکتی ہے ۔"

"لیکن سونیا ! دونوں جگہ خطرات کی نوعیت مختلف ہے انسانی آبادی میں سپر ماسٹر کے مسلح آلہ کار قدم قدم پر موجود رہیں گے۔ وہ کہیں سے بھی چھپ کر تمہیں گولی کا نشانہ بنا سکتے ہیں۔ ویران علاقہ میں صرف ایک ماسٹر چمپنزی ہوگا۔ اس سے ہم بآسانی نمٹ لیں گے ۔"

"اچھا پھر کیا ہوگا — ؟ میں چمپنزی پر قابو پانے کے بعد وہاں سے کس طرح واپس آسکوں گی — ؟"

میں نے کہا "جیسا کہ تمہیں ماسٹر نے بتایا ہے چمپنزی کے پاس ایک ہفتہ کا راشن پانی ہوگا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک ہفتہ کے اندر اسے واپس لانے کے لئے کوئی گائیڈ وہاں پہنچے گا۔ میں اسے تمہارا گائیڈ بنا دوں گا ۔"

"فرہاد ! تمہاری بات سمجھ میں آتی ہے اگر تقدیر اس ویران علاقہ میں لے جائے تو مجبوری ہے۔ ورنہ اسی شہر سے فرار ہونے کی کوشش کی جائے تو کیا حرج ہے — ؟"

"اگر کوئی موقع ہاتھ آیا تو ہم ضرور کوشش کریں گے۔ تم بغیر سوچے سمجھے کوئی قدم نہ اٹھانا۔ مجھے بتاؤ اس وقت تم کہاں سے گزر رہی ہو — ؟"

"یہ ایئرپورٹ جانے والی سڑک ہے۔ یہاں ٹریفک زیادہ ہے اس کے باوجود میں دو کاروں کو اپنی کار کے آگے پیچھے بڑی دیر سے دیکھ رہی ہوں —"

"اس کا مطلب ہے کہ اب ان لوگوں کو تم پر بھروسہ نہیں ہے انہوں نے سوچا ہوگا کہ تم کسی ویران علاقہ میں بے بسی سے مرنے کے بجائے اس شہر سے فرار ہونے کی کوشش کرو گی۔ اس لئے تمہارے آگے پیچھے شکاری چھوڑے گئے ہیں ۔"

"فرہاد ! میں تو کہتی ہوں کہ جو ہونا ہے یہیں ہو جائے۔ تم ڈرائیور کے دماغ کو کنٹرول کرو ۔"

"اگر وہ یوگا کا طالب علم ہوگا تو پھر نتیجہ جانتی ہو — میرا بھید کھل جائے گا ۔"

"تم حد سے زیادہ محتاط ہو۔ میں کہتی ہوں کہ ایک معمولی ڈرائیور یوگا کا طالب علم نہیں ہو سکتا ۔"

"سونیا ! ذرا عقل سے کام لو۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ تم کتنی خطرناک ہو۔ انہوں نے تمہارے لئے کسی معمولی ڈرائیور کا انتخاب نہیں کیا ہوگا ۔"

"صاف کہہ دو کہ تم ٹیلی پیتھی سے کام نہیں لو گے ۔"

"جب جان پر بن آئے گی۔ تب ٹیلی پیتھی کے ہتھیار آزماؤں گا —"

وہ ناراضگی سے خاموش ہو گئی۔ میں نے کہا

"دیکھو تم پھر ناراض ہو گئی ہو —"

"میری ناراضگی سے تمہیں کیا۔ میرے مرنے کے بعد تمہیں دوسری سونیا مل جائے گی ۔"

میں اسے شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ کہ اس کی مرضی کے مطابق میں نے اس کی مدد نہیں کی تھی۔ اس لئے میں نے کہا۔

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں یوگا آرمی کے کسی آدمی سے نادانستگی میں ٹکرا جاؤں تو ٹھیک ہے۔ مجھے بتاؤ کیا وہ ڈرائیو کر رہی ہے۔ جو تمہاری رہائش گاہ سے تمہیں لایا تھا — ؟"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات تیسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں